

المصباح المُنِير

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اُرفو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلفِ روشنی میں



سورۃ فاتحہ — سورۃ آل عمران

امام ابوالقدا، عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

۷۰۱-۷۷۶ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ

تہذیب، تخریج، تحقیق و نظر ثانی:

شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دارالسلام



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com



المصباح المنير

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثارِ اہل سنت کی روشنی میں

2

مکتبہ دارالسلام ممبئی

© مکتبہ دارالسلام، ۱۴۲۸ھ

فہرستہ مکتبہ الملک فہد الوطنیہ أثناء النشر

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر

تفسیر ابن کثیر - الجزء الثاني . / اسماعیل بن عمر بن کثیر - الرياض ۱۴۲۸ھ

ص: ۸۴۵ مقاس: ۲۱×۱۴ سم

ردمک: ۶-۹۹۲۷-۹۹۶۰

(النص باللغة الاردية)

۱- القرآن - التفسیر بالمأثور أ. العنوان

دیوی ۲۲۷، ۲۶۵۳ ۱۴۲۸/۲۶۵۳

رقم الإيداع: ۱۴۲۸/۲۶۵۳

ردمک: ۶-۹۹۲۷-۹۹۶۰

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الزلفی: 11416 سوڈی عرب فون: 4033962-4043432 00966 1 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.dar-us-salam.com

● طریقہ کار: الضیاء الزیفی فون: 4614483 00966 1 فیکس: 4644945 ● الملز - الزیفی فون: 4735220 فیکس: 4735221

● سوڈم فون: 2860422 00966 1 ● جڈہ فون: 6879254 00966 2 فیکس: 6336270

● مدینہ منورہ: 8234446-04 00966 فیکس: 8151121-04 ● فیس مشین فون: 2207055 00966 7 موبائل: 0500710328

● النجر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ ● ہوسٹن فون: 7220419 713 001

فیکس: 5632624

لندن فون: 208 539 4885 0044

فیکس: 208 5394889

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شو روم)

● 36 - لوزال، کیکرٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7110081-711023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

● غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

● ٹون مارکیٹ اقبال ٹاؤن، لاہور فون: 7846714

● اسلام آباد شو روم (D.C.H.S) Z-110,111 بین طارق روڈ کراچی

فون: 4393936-21-0092 فیکس: 4393937

Email: darussalamkhi@darussalampk.com

● اسلام آباد شو روم F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 2500237-051

۹۹ مکتبہ دارالسلام لاہور

17545

المصباح المنیر

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

2

سورۃ نساء — سورۃ انفال

امام ابوالفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

۷۰۱-۷۷۴ھ

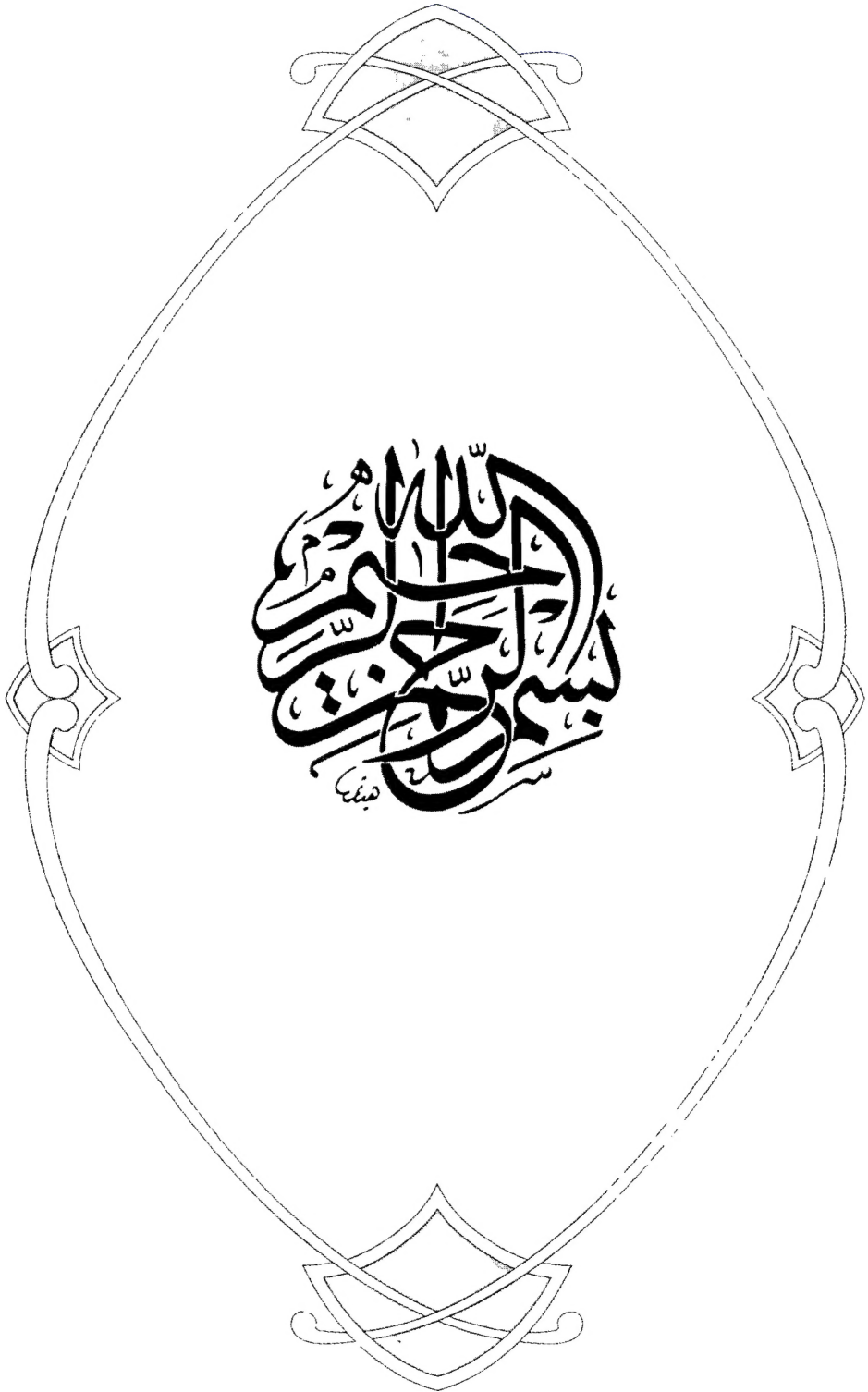
ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ اللہ

تہذیب، تخریج، تحقیق و نظر ثانی:

شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دارالسلام





اشارہ باری تعالیٰ

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنُ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

”کیا پھر وہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں؟“

(سُورَةُ النِّحْل: 24)

فرمان نبوی

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَمَّلَ الْقُرْآنَ وَعَلِمَهُ

”تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“

(مسیح بخاری: 5027)

قرآن میں غوطہ زن اے مسلمان اللہ کرے تجھ کو عطا جہت کردار

اجمالی فہرست

37	سورۃ نساء
75	پارہ: 5
213	پارہ: 6
258	سورۃ مائدہ
387	پارہ: 7
428	سورۃ أنعام
513	پارہ: 8
584	سورۃ أعراف
655	پارہ: 9
749	سورۃ انفال
795	پارہ: 10

فہرست

صفحہ	آیات	عناوین
		﴿سورۃ کاف﴾
37		اس سورت کے مدنی ہونے اور اس کی فضیلت کا بیان
38	1	تقویٰ کا حکم اور پیدائش و صلہ رحمی کی یاد دہانی
40	4-2	یتیموں کے مال کی حفاظت کا حکم
40	4-2	کم مہر کے عوض یتیم لڑکی سے نکاح کی مخالفت
41	4-2	چار عورتوں سے شادی کی اجازت
43	4-2	عدل نہ کرنے کی صورت میں ایک عورت پر اکتفا
43	4-2	مہر دینا واجب ہے
44	6,5	بے عقلوں کے لیے اپنے مال میں تصرف پر پابندی
45	6,5	ان پر حسب دستور خرچ کرنے کا حکم
45	6,5	یتیموں کا امتحان اور بلوغت کے وقت مال ان کے سپرد کرنا
46	6,5	فقراء کے لیے مال یتیم کو کھانے کا جواز
48	10-7	وراثت تقسیم کرنے کا حکم
49	10-7	وصیت میں عدل
50	10-7	یتیم کا مال کھانے والے کے لیے وعید
51	11	تقسیم وراثت کا حکم اور علم وراثت سیکھنے کی ترغیب
52	11	آیت (11) کے نزول کا سبب
52	11	سبب نزول کے بارے میں ایک دوسری حدیث
53	11	ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے

صفحہ	آیات	عناوین
54	11	جب صرف بیٹیاں ہی وارث ہوں
54	11	والدین کا حصہ
55	11	میراث سے قرض اور وصیت مقدم ہیں
56	12	شوہر اور بیوی کی میراث
57	12	کلالہ کی تعریف
57	12	ماں جائے بھائیوں کا حکم
58	14, 13	وراثت میں حدود سے تجاوز پر وعید
60	16, 15	بدکار عورت کو گھر میں قید کرنے کا حکم، پھر اس حکم کی منسوخی
62	18, 17	جان کنی سے پہلے پہلے توبہ کی قبولیت
65	22-19	عورتوں کے زبردستی وارث بننے کے معنی
65	22-19	عورتوں کو نقصان پہنچانے کی ممانعت
66	22-19	عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم
67	22-19	مہر واپس لینے کی ممانعت
69	22-19	باپ کی منکوحہ عورتیں بیٹوں کے لیے حرام ہیں
71	23	ابدی اور غیر ابدی محرمات کا بیان
72	23	رضاعت کی مقدار اور مدت
72	23	بیویوں کی ماؤں اور بیٹیوں کی حرمت
72	23	رہیہ، آدمی کے زیر پرورش ہو یا نہ، ہر دو صورت میں حرام ہے
73	23	﴿الَّتِي دَخَلْتُمُوهُنَّ﴾ میں ”دخول“ کی تفسیر
74	23	بیٹے کی بیوی حرام ہے، متبہی (منہ بولے بیٹے) کی نہیں
74	23	ایک شبہ اور اس کا جواب
74	23	دو بہنوں کا ایک ہی شخص کے نکاح میں اکٹھا کرنا بھی حرام ہے

صفحہ	آیات	عناوین
		پارہ: 5
75	24	شوہر والی عورتیں بھی حرام ہیں الایہ کہ
76	24	مذکورہ عورتوں کے سوا دیگر سے نکاح حلال ہے
77	24	متعہ اور اس کی حرمت
78	25	آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں لونڈیوں سے نکاح کا جواز
79	25	زنا کے ارتکاب پر لونڈی کی سزا نصف ہے
80	28-26	
81	31-29	حرام کمائی کی ممانعت
82	31-29	تجارت میں خیاری مجلس
82	31-29	انسان کو قتل کرنے کی ممانعت اور اس پر وعید
83	31-29	بڑے گناہوں سے اجتناب کیا جائے تو چھوٹے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں
84	31-29	سات ہلاک کر دینے والے گناہ
84	31-29	ایک اور حدیث جس میں جھوٹی گواہی کو بھی کبائر میں شمار کیا گیا ہے
85	31-29	ایک اور حدیث
85	31-29	ایک اور حدیث جس میں بچے کے قتل کو بھی کبائر میں شمار کیا گیا ہے
86	31-29	ایک اور حدیث جس میں جھوٹی قسم کا بھی کبائر میں شمار ہے
86	31-29	والدین کو گالی دینا بھی کبائر میں سے ہے
87	32	حرص و ہوس اور حسد کی ممانعت
88	33	
89	34	
89	34	نیک عورت کی علامت

صفحہ	آیات	عناوین
90	34	سرکشی و بد خوئی اور اس کا علاج
92	34	جب عورت اطاعت کرے تو پھر کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو
92	35	میاں بیوی میں نزاع کی صورت میں دو منصفوں کا تقرر
93	36	اللہ تعالیٰ کی عبادت اور والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کا حکم
94	36	پڑوسی کے حقوق
95	36	پہلی حدیث
95	36	دوسری حدیث
95	36	تیسری حدیث
95	36	چوتھی حدیث
96	36	پانچویں حدیث
96	36	غلاموں سے احسان کا حکم
97	36	اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا
98	39-37	بخل کی مذمت
101	42-40	اللہ تعالیٰ ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا
102	42-40	کیا مشرکوں سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی؟
103	42-40	اجر عظیم کے معنی
103	42-40	روز قیامت نبی اکرم ﷺ کی امت کے بارے میں شہادت
105	43	نشے اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت
106	43	﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾ کا ایک دوسرا سبب نزول
108	43	تیمم کا بیان
109	43	تیمم کے لغوی معنی
112	43	تیمم کے حکم کا سبب نزول

صفحہ	آیات	عناوین
113	46-44	ضلالت، تحریف اور دیگر برے اعمال کی وجہ سے یہود کی مذمت
114	48-47	سرزنش کے ساتھ ساتھ ایمان کی دعوت
115	48-47	اس آیت (47) کو سن کر کعب احبار کا اسلام قبول کرنا
116	48-47	اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر شرک کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا
118	52-49	اپنی پاکیزگی کے اظہار پر یہود کی مذمت
119	52-49	کافروں کو مسلمانوں پر فضیلت حاصل نہیں ہے
119	52-49	مشرکین سے مدد لینے کی وجہ سے یہودیوں پر لعنت
120	55-53	یہودیوں کا بخل اور حسد
121	57,56	اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں کے ساتھ کفر کرنے والوں کی سزا
122	57,56	نیک لوگوں کا حسن انجام
123	58	امانت ادا کرنے کا حکم
124	58	فیصلوں میں عدل کا حکم
124	59	امیر کی اطاعت کا حکم
127	59	اختلاف کے وقت کتاب و سنت کی طرف رجوع کا حکم
128	63-60	جو کتاب و سنت سے روگردانی کرے وہ مسلمان نہیں ہے
129	63-60	منافقوں کی مذمت
130	65,64	اطاعتِ رسول حتمی طور پر واجب ہے
130	65,64	وہ مومن نہیں جو اپنے تنازعات میں نبی اکرم ﷺ کو منصف نہ مانے
131	65,64	﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ کا ایک دوسرا سبب نزول
132	70-66	اکثر لوگ حکم کی مخالفت کرتے ہیں
133	70-66	اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے انعام یافتگانِ بارگاہِ الہی کے ساتھ ہوں گے
133	70-66	آیت ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ﴾ کا سبب نزول

صفحہ	آیات	عناوین
136	74-71	دشمن کے مقابلے کے لیے تیاری کا حکم
136	74-71	جہاد سے پیچھے رہنا منافقوں کی علامت ہے
137	74-71	جہاد کی ترغیب
138	76,75	کمزور مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد کی ترغیب
139	79-77	فرضیت جہاد کو پسند نہ کرنے والوں کو ملامت
140	79-77	موت سے مفرّ نہیں
141	79-77	منافقوں کی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بدشگونی
142	81,80	رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے
143	81,80	منافقوں کی بے وقوفی کا ذکر
144	83,82	قرآن مجید حق ہے
145	83,82	تحقیق کے بغیر خبر پھیلانے کی ممانعت
147	87-84	اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ خود جہاد کریں
148	87-84	مومنوں کو جہاد کی ترغیب
149	87-84	اچھی اور بری سفارش
150	87-84	سلام کا بہتر انداز میں جواب دینے کا حکم
152	91-88	اُحد سے واپس آ جانے والے منافقوں کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف
154	91-88	لڑائی سے مستثنیٰ کیے جانے والے
156	93,92	مومن کے قتل خطا کے بارے میں حکم
159	93,92	قتلِ عمد پر وعید
160	93,92	کیا عمدہ قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہو جاتی ہے؟
162	94	سلام کہنا اسلام کی علامت ہے
165	96,95	جہاد کرنے والے اور گھروں میں بیٹھ رہنے والے برابر نہیں

صفحہ	آیات	عناوین
168	100-97	ہجرت کی استطاعت رکھنے والوں کے لیے مشرکوں میں رہنے کی ممانعت
171	101	نماز قصر
174	102	نماز خوف اور اس کی اقسام
177	104,103	نماز خوف کے بعد کثرت سے ذکر الہی کا حکم
177	104,103	زخمی ہونے کے باوجود دشمن کے تعاقب کی ترغیب
178	109-105	اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم
180	113-110	توبہ و استغفار کی ترغیب
182	115,114	حسن گفتار
183	115,114	پیغمبر کی مخالفت کرنے والے کی سزا
185	122-116	شرک معاف نہیں ہوگا
187	122-116	نیک مومنوں کی جزا
189	126-123	نجات آرزوؤں پر نہیں بلکہ عمل صالح پر موقوف ہے
191	126-123	قبولیت عمل کی شرائط
192	126-123	حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں
193	127	یتیم لڑکی کے بارے میں حکم
196	130-128	خاوند کی زیادتی کے بارے میں احکام
197	130-128	﴿وَالصَّلٰحُ خَيْرٌ﴾ کے معنی
199	134-131	اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت
201	135	عدل قائم کرنے اور اللہ کی رضا کے لیے گواہی دینے کا حکم
203	136	مومنوں کو ایمان لانے کا حکم
204	140-137	منافقوں کے حالات اور ان کا انجام
206	141	منافق، مسلمانوں پر مصائب و آلام کے انتظار میں رہتے ہیں

صفحہ	آیات	عناوین
208	143,142	منافقوں کا اللہ کو دھوکا دینا، نماز میں سستی کرنا اور تذبذب کا شکار رہنا
212	147-144	کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت
212	147-144	منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے
پارہ: 6		
213	149,148	مظلوم کے لیے ظالم کو علانیہ برا کہنے کی اجازت کے ساتھ ساتھ درگزر کرنے کی ترغیب
215	152-150	بعض رسولوں کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا خالص کفر ہے
217	154,153	یہودیوں کا عناد
220	159-155	یہودیوں کے جرائم
220	159-155	حضرت مریم پر بہتان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا دعویٰ
224	159-155	ہر اہل کتاب آپ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئے گا
		قیامت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کے اللہ کی طرف دعوت دینے کے بارے
224	159-155	میں احادیث مبارکہ
225	159-155	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت
225	159-155	ایک اور روایت
226	159-155	ایک اور روایت
226	159-155	ایک اور حدیث
228	159-155	نقشہ: دابق اور اعماق پر رومی حملہ اور فتح قسطنطنیہ
232	159-155	نقشہ: یاجوج و ماجوج (بحیرہ طبریہ)، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور دمشق
234	159-155	ایک اور حدیث
235	159-155	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ
238	162-160	
239	162-160	ظلم کی وجہ سے یہود کے لیے پاکیزہ چیزوں کی حرمت

صفحہ	آیات	عناوین
241	165-163	نبی اکرم ﷺ کی طرف سابقہ انبیاء کی طرح وحی بھیجی گئی
241	165-163	قرآن مجید میں پچیس رسولوں کا ذکر ہے
241	165-163	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت
242	165-163	انبیاء کی بعثت سے مقصود حجت قائم کرنا ہے
243	170-166	
245	171	دین میں غلو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مبالغہ آرائی کی ممانعت
249	171	عیسائیوں کے فرقے
251	173,172	انبیاء اور فرشتے اللہ کے بندے ہونے کو موجب عار نہیں سمجھتے
252	175,174	قرآن مجید کے اوصاف
253	176	گلاہ کے بارے میں حکم، اور یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی
254	176	آیت ﴿إِنْ أَمْرُوا هَلَكَ لَئِنْ لَمْ يَأْمُرُوا لَمْ يَكُنْ لَكَ دِينٌ﴾ کے معنی
		﴿سُورَةُ الْاٰنْطٰقِ﴾
258		فضیلت اور زمانہ نزول
259	2,1	
260	2,1	حلال و حرام جانور
261	2,1	بیت اللہ اور حرمت والے مہینے کے احترام کا حکم
262	2,1	بیت اللہ کی طرف قربانی کے جانوروں کو لے جانا
263	2,1	بیت اللہ جانے والوں کی بے حرمتی کی ممانعت
264	2,1	احرام اتارنے کے بعد شکار کا جواز
264	2,1	عدل و انصاف ہر حال میں واجب ہے
266	3	جن حیوانات کو کھانا حرام ہے
271	3	پانسوں سے قسمت معلوم کرنا حرام ہے

صفحہ	آیات	عناوین
273	3	کفار اور شیطان کی مسلمانوں کے دین سے ناامیدی
274	3	اسلام ہی کامل دین ہے
276	3	اضطراری حالت میں مردار کھانے کا جواز
277	4	حلال کا بیان
277	4	سدھائے ہوئے شکاری جانوروں سے شکار کا حکم
280	4	شکاری جانور کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لینا
281	5	اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے
283	5	اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے
285	6	وضو کا حکم
286	6	وضو کی نیت اور تسمیہ
287	6	داڑھی کا خلال
288	6	وضو کی کیفیت
289	6	پاؤں کا بغیر موزوں یا جرابوں کے مسح نہیں بلکہ انھیں دھونا واجب ہے
290	6	پاؤں دھونے کے بارے میں احادیث مبارکہ
291	6	انگلیوں میں خلال کرنے کا حکم
292	6	موزوں پر مسح سنت سے ثابت ہے
292	6	پانی کی عدم موجودگی یا مرض میں تیمم کا حکم
293	6	وضو کے بعد دعا
294	6	وضو کی فضیلت
296	11-7	رسالت و اسلام کی نعمت کی یاد دہانی
297	11-7	عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم
298	11-7	یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے کافروں کے ہاتھوں کو مسلمانوں سے روک دیا

صفحہ	آیات	عناوین
300	14-12	اہل کتاب سے عہد اور عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت
300	14-12	عقبہ کی رات انصار کے نقیب
301	14-12	عہد شکنی
302	14-12	عیسائیوں کی عہد فراموشی اور اس کا نتیجہ
303	16,15	رسول ﷺ اور قرآن کے ساتھ حق کا بیان
305	18,17	عیسائیوں کا شرک و کفر
305	18,17	اہل کتاب کے اس دعوے کی تردید کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں
306	19	
310	26-20	موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلانا
311	26-20	بنی اسرائیل کی فضیلت صرف ان کے اپنے زمانے کے لوگوں پر تھی
312	26-20	موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو اراض مقدس میں داخل ہونے کا حکم دینا اور قوم کی سرکشی
314	26-20	یوشع اور کالب کا جہاد کے بارے میں خطاب
314	26-20	غزوہ بدر کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتہائی شاندار جواب
316	26-20	موسیٰ علیہ السلام کی یہودیوں کو بددعا
316	26-20	بیت المقدس میں چالیس سال تک یہودیوں کا داخلہ حرام قرار دے دیا گیا
317	26-20	فتح بیت المقدس
318	26-20	نقشہ: موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا مصر کی طرف سفر، یوشع علیہ السلام اور فتح بیت المقدس
319	26-20	اللہ تعالیٰ کی موسیٰ علیہ السلام کو تسلی
320	31-27	قصہ ہابیل وقابیل
325	31-27	سرکشی قطع رحمی کی جلد سزا
326	34-32	انسان کا احترام واجب ہے
327	34-32	حد اعمتال سے نکل جانے والوں کے لیے سرزنش

صفحہ	آیات	عناوین
328	34-32	لڑائی کرنے والے اور اشرار کی سزا
331	34-32	محاربین گرفتاری سے قبل توبہ کر لیں تو حدود ساقط ہو جائیں گی
333	37-35	تقویٰ، وسیلہ اور جہاد کا حکم
335	37-35	قیامت کے دن کفار سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا
336	40-38	چور کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم
336	40-38	چور کا ہاتھ کب کاٹا جائے؟
338	40-38	چور کی توبہ مقبول ہے
340	44-41	یہودیوں اور منافقوں کی حرکتوں پر غم نہ کرنے کی تلقین
341	44-41	یہودیوں کی تحریف اور رجم سے انحراف
344	44-41	یہودیوں کے غلط مقاصد کی مذمت اور تورات کی تعریف
345	44-41	ان آیات کریمہ (44-41) کا ایک اور سبب نزول
347	45	
348	45	مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کرنا
348	45	زخموں کا قصاص
349	45	ایک اہم قاعدہ
349	45	مسئلہ
349	45	معاف کر دینا گناہوں کا کفارہ ہے
350	47,46	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اور انجیل کی تعریف
352	50,48	قرآن مجید کی مدح و ستائش اور اس کے مطابق فیصلے کا حکم
358	53,51	یہود و نصاریٰ اور دیگر دشمنان اسلام سے دوستی کی ممانعت
359	53,51	آیات: 53-51 کا سبب نزول
361	56-54	دین سے پھر جانے کی صورت میں سرزنش

صفحہ	آیات	عناوین
363	56-54	ان آیات (56-54) کی شانِ نزول
364	58,57	کافروں کی دوستی سے ممانعت
364	58,57	کفار کا نماز اور اذان کا مذاق اڑانا
366	63-59	اہل کتاب کا ایمان کی وجہ سے مومنوں کو برا سمجھنا
366	63-59	اہل کتاب روز قیامت بدترین عذاب کے مستحق ہوں گے
367	63-59	ایمان ظاہر کرنا اور کفر چھپانا منافقوں کی عادت ہے
368	63-59	علماء و مشائخ کو سرزنش
370	66-64	یہودیوں کا قول کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے
371	66-64	اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں
371	66-64	قرآن مجید کے نزول سے یہود کی سرکشی و کفر میں اضافہ
372	66-64	اہل کتاب اپنی کتاب کے مطابق عمل کر کے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر سکتے ہیں -
374	67	تبلیغ کا حکم اور معصیت پر وعید
376	69,68	
377	69,68	قرآن کے ساتھ ایمان کے بغیر نجات نہیں
378	71,70	
379	75-72	عیسائیوں کا کفر اور حضرت مسیح کی دعوتِ توحید
381	75-72	مسیح، اللہ کے بندے اور ان کی ماں راست باز ہیں
381	77-76	شرک اور دین میں غلو کی ممانعت
382	81-78	کفار بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی لعنت
383	81-78	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں احادیث
384	81-78	منافقین کی مذمت
385	82	آیت: 82 کی شانِ نزول

صفحہ	آیات	عناوین
		پارہ: 7
387	86-83	-----
388	88,87	اسلام میں رہبانیت نہیں ہے
390	89	بے ارادہ قسم
390	89	قسم کا کفارہ
392	93-90	شراب اور جوئے کی حرمت
392	93-90	انصاب وازلام کی تفسیر
393	93-90	شراب کی حرمت کے بارے میں احادیث
394	93-90	ایک اور حدیث
395	93-90	ایک اور حدیث
396	93-90	ایک اور حدیث
396	93-90	ایک اور حدیث
397	93-90	ایک اور حدیث
398	95,94	حرم اور حالت احرام میں شکار کی حرمت
400	95-94	حرم یا حالت احرام میں شکار کا بدلہ
403	99-96	محرم کے لیے دریا کا شکار حلال ہے
405	99-96	محرم کے لیے خشکی کا شکار حرام ہے
408	102-100	-----
408	102-100	بے فائدہ سوال کی ممانعت
411	104,103	بحیرہ، سائبہ، وصیلتہ اور حرام کی تفسیر
415	105	اصلاح نفس کا حکم
416	108-106	وصیت پر دو عادل آدمیوں کی شہادت

صفحہ	آیات	مناوین
418	109	انبیاء سے ان کی امتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا
420	111,110	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعمتوں کی یاد دہانی
422	115-112	خوان نازل ہونے کا بیان
424	115-112	ایک عجیب و غریب تاریخی واقعہ
424	118-116	حضرت مسیح علیہ السلام کا شرک سے اظہارِ براءت اور توحید کا اقرار
427	120,119	روزِ قیامت سچ ہی فائدہ دے گا
﴿سورۃ انفم﴾		
428		فضیلت اور زمانہ نزول
428	3-1	قدرت جلیلہ اور سلطنت عظیمہ پر اللہ کی تعریف
430	6-4	
431	6-4	عناد کی وجہ سے مشرکوں کی سرزنش
432	11-7	رسول کی بشریت کے انکار کی وجہ سے ان کی مذمت
434	16-12	اللہ ہی خالق و رازق اور منعم ہے، چنانچہ اس کی اطاعت واجب ہے
437	21-17	اللہ ہی نفع و نقصان کا مالک اور غالب ہے
438	21-17	اہل کتاب نبی اکرم ﷺ کو پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے
439	26-22	مشرکوں سے شرک کے بارے میں باز پرس ہوگی
440	26-22	بد بخت انسان قرآن سے استفادہ نہیں کر سکتا
441	30-27	
442	30-27	عذاب کی جھلک دیکھنے پر خواہشات کام نہ آئیں گی
443	32,31	
445	36-33	نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی
448	39-37	مشرکین کا نشانی نازل ہونے کا مطالبہ

صفحہ	آیات	عناوین
448	39-37	اَمَّا امَّا لَكُمْ سے کیا مراد ہے؟
449	39-37	کفار اندھیروں میں بہرے اور گونگے ہیں
451	45-40	مشرکین پر اقامت حجت
452	49-46	
455	54-50	رسول اللہ ﷺ نہ اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں اور نہ غیب جانتے ہیں
456	54-50	رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکریم کا حکم
459	59-55	رسول کی دعوت دلیل پر مبنی ہے
461	59-55	اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا
462	59-55	نقشہ: الْأَحْشَبِيْنَ (جبل أبي قبيس اور جبل فُعَيْقَعَانَ)
463	62-60	بندے موت سے پہلے اور بعد میں بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں
467	65-63	اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی پکڑ اور قہر کا بیان
470	65-63	ایک اور حدیث
470	65-63	ایک اور حدیث
471	71-66	
472	69-66	دعوت، اکراہ کے بغیر رہنمائی ہے
472	69-66	آیات کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت
473	70	
475	73-71	ایمان و عمل صالح کے بعد کفر کی طرف لوٹنے والے کی مثال
476	73-71	صور میں پھونکنے کا بیان
477	79-74	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کو وعظ
479	79-74	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے دلائل توحید کے جلوے
480	79-74	یہ مقام مناظرہ ہے

صفحہ	آیات	عناوین
482	83-80	-----
483	83-80	شُرک ہی ظلمِ عظیم ہے
485	90-84	اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اسحاق و یعقوب عطا فرمائے
486	90-84	حضرت نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت
488	90-84	شُرک سے اعمالِ رائیگاں ہو جاتے ہیں
490	92,91	رسول کی بشریت اور ان پر کتاب کا نزول
493	94,93	جھوٹے مدعی نبوت سے بڑا ظالم کوئی نہیں
493	94,93	موت کے وقت اور قیامت کے دن ان ظالموں کا حال
497	97-95	بعض نشانیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف
499	99,98	-----
501	100	مشرکین کی مذمت
503	101	بدلے کے معنی
504	103,102	اللہ ہی تمہارا پروردگار ہے
504	103,102	آخرت میں دیدارِ الہی
506	105,104	روشن دلائل سے کیا مراد ہے؟
508	107,106	وحی کی اتباع کا حکم
509	108	مشرکوں کے معبودوں کو گالی دینے سے روکنے میں حکمت
510	110,109	-----
511	110,109	معجزات کا مطالبہ اور ان کے ظہور پر ایمان لانے کی قسمیں
		پارہ: 8
513	111	-----
514	113,112	ہرنبی کا دشمن ہوتا ہے

صفحہ	آیات	عناوین
516	115,114	-----
517	117,116	اکثر لوگ گمراہ ہیں -----
518	119,118	اللہ تعالیٰ کے نام کا ذبیحہ حلال ہے -----
518	120	-----
519	121	اللہ کے نام کے بغیر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے -----
520	121	شیطان کی وحی -----
521	121	اللہ کی شریعت سے کسی کے قول کو مقدم قرار دینا شرک ہے -----
521	122	کافر اور مومن کی مثال -----
523	124,123	بڑے مجرم، ان کی حیلہ سازیاں اور انجام -----
525	124,123	کفار رسول اکرم ﷺ کے نسب کی بلندی کے معترف تھے -----
527	125	-----
529	127,126	-----
530	128	-----
531	129	ظالموں کو ایک دوسرے پر مسلط کرنا -----
531	130	جنوں اور انسانوں کو سرزنش -----
533	132,131	-----
535	135-133	نافرمانی کی صورت میں ناپود کر دینے کی وعید -----
537	136	بعض اعمال شرک کا بیان -----
538	137	شیطان نے مشرکوں کے لیے قتلِ اولاد کو اچھا کر دکھایا -----
539	138	چوپایوں کے بارے میں مشرکوں کی بعض حرام کردہ چیزیں -----
541	139	-----
542	140	-----

صفحہ	آیات	مناوین
543	142,141	اللہ تعالیٰ ہی نے پھلوں، دانوں اور چوپایوں کو پیدا فرمایا ہے
544	142,141	اسراف کا بیان
545	142,141	چوپایوں کے فائدے
545	142,141	چوپایوں کے گوشت کو کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو
546	144,143	رسوم و رواج کی یا کسی اور بنا پر کچھ حلال چیزوں کو حرام قرار دینے کی تردید
548	145	حرام اشیاء کا بیان
550	146	یہودیوں کی سرکشی کی وجہ سے حلال کو حرام قرار دیا گیا
551	146	یہود ملعون کی حیلہ سازی
552	147	
553	150,148	ایک مغالطہ اور اس کا رد
555	151	دس وصیتیں
556	151	شرک کی ممانعت
557	151	والدین سے حسن سلوک
558	151	قتلِ اولاد کی ممانعت
560	151	انسان کو قتل کرنے کی ممانعت
561	152	مالِ یتیم کھانا حرام ہے
562	152	ماپ تول پورا کرنے کا حکم
562	152	گواہی میں انصاف کا حکم
562	152	اللہ کے عہد کو پورا کرنے کا حکم
563	153	صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم
565	155,154	تورات اور قرآن کی تعریف

صفحہ	آیات	عناوین
567	157,156	قرآن مجید مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے
568	158	
569	158	ایمان لانے میں تاخیر پر سرزنش
571	159	تفرقہ بازی کی مذمت
572	160	نیکی کا ثواب دس گنا اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر
575	163-161	اسلام ہی صراطِ مستقیم ہے
576	163-161	اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم
576	163-161	تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین اسلام ہی ہے
579	164	اخلاص توکل کا حکم
579	164	کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا
581	165	اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے خلیفہ بنایا اور درجات میں فرق رکھا
﴿سورۃ اعراف﴾		
584	3-1	
585	7-4	تباہ شدہ بستیوں کے حالات
587	9,8	
588	9,8	اعمال کے وزن کا بیان
588	9,8	کس چیز کا وزن؟
590	10	کائنات کی تمام نعمتیں انسان کے لیے ہیں
591	11	فرشتوں کا آدم کو سجدہ اور ابلیس کا انکار
592	12	
593	12	سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا

صفحہ	آیات	مناوین
593	15-13	-----
594	17,16	-----
596	18	-----
598	21-19	----- شیطان کا حضرت آدم وحواء علیہما السلام کے ساتھ مکہ
599	23,22	-----
600	25,24	----- زمین کی طرف اتارنا
601	26	----- لباس اور زینت کا اتارنا
601	27	----- شیطان کے بہکاوے سے بچنے کی تلقین
602	30-28	----- کفار کا بے حیائی کے کام کرنا اور انھیں اللہ کی طرف منسوب کرنا
603	30-28	----- اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا
603	30-28	----- ابتدا میں اور دوبارہ پیدا ہونے کا مفہوم
606	31	----- ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکم
607	31	----- طعام اور لباس میں اسراف کی ممانعت
608	32	-----
609	33	----- حرام چیزوں کی تفصیل
610	36-34	-----
610	37	----- شرک اور افتراء کرنے والوں کو ان کے نصیب کا لکھا ملتا ہی رہے گا
612	39,38	----- جہنمیوں کا باہم جھگڑنا اور لعنت کرنا
614	41,40	----- جھٹلانے والوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے
615	43,42	----- نیک لوگوں کا حال اور حسن انجام
617	45,44	----- اہل دوزخ کی حسرتیں
619	47,46	----- اعراف اور اصحاب اعراف

صفحہ	آیات	مناوین
620	49,48	-----
621	51,50	----- بہشت کی نعمتیں دوزخیوں کے لیے حرام ہیں
623	53,52	----- مشرک کوئی معذرت نہیں کر سکیں گے
624	54	----- کائنات کی چھ دن میں تخلیق
625	54	----- استواء کی تفسیر
626	54	----- رات اور دن اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں
627	56,55	----- دعا کی ترغیب
627	56,55	----- دعا میں حد سے بڑھنے کی ممانعت
628	56,55	----- زمین میں فساد برپا کرنے کی ممانعت
629	58,57	----- بارش نازل کرنا اور پھل پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں
631	62-59	----- حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ
633	64,63	-----
634	69-65	----- حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ
635	69-65	----- قوم عاد کے مسکن
635	69-65	----- حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی قوم
636	69-65	----- نقشہ: ہود علیہ السلام اور عاد اولیٰ کی بستیاں
638	72-70	-----
638	72-70	----- قوم عاد کا انجام
640	72-70	----- عاد کے سفیر کا قصہ
642	78-73	----- قوم ثمود کا مسکن اور نسب
643	78-73	----- نقشہ: صالح علیہ السلام اور قوم ثمود اور ان کی بستیاں
644	78-73	----- صالح علیہ السلام اور ثمود کا قصہ

صفحہ	آیات	عناوین
644	78-73	شمود نے چٹان سے اونٹنی کے نکلنے کا مطالبہ کیا۔
646	78-73	اونٹنی کا قتل
647	78-73	مفسدین کی حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کی کوشش
649	79	
650	81,80	حضرت لوط علیہ السلام، ان کی ہجرت اور علاقہ
650	81,80	عمرو بن دینار
651	81,80	نقشہ: لوط علیہ السلام کی شام کی طرف ہجرت اور قوم لوط کی بستیاں
652	82	
652	84,83	
653	85	حضرت شعیب علیہ السلام اور مدین کا قصہ
655	87,86	
655		پارہ: 9
656	89,88	
657	92-90	
658	93	
658	95,94	سابقہ امتوں کی آزمائش
660	99-96	ایمان کے ساتھ برکت اور کفر کے ساتھ گرفت
661	100	
663	102,101	
664	103	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ
665	106-104	
666	108,107	موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا

صفحہ	آیات	عناوین
667	110,109	فرعونوں کا موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر قرار دینا
667	112,111	
668	114,113	جادوگروں کا جمع ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنا
668	116,115	
669	122-117	موسیٰ علیہ السلام کا غالب آنا اور جادوگروں کا ایمان لانا
670	126,123	ایمان لانے کے بعد جادوگروں کو فرعون کی دھمکی اور ان کا جواب
673	129-127	قوم کا اکسانا اور فرعون کا بنی اسرائیل کے قتل کے لیے تیار ہونا
674	131,130	قوم فرعون کی قحط کے ساتھ آزمائش
675	135-132	قوم فرعون کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف عذاب
679	137,136	آل فرعون کو دریا میں غرق کرنا اور بنی اسرائیل کو مقدس سرزمین کا وارث بنانا
680	139,138	بنی اسرائیل کا دریا کے پار اترنا
681	141,140	بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی کے ساتھ نصیحت
682	142	موسیٰ علیہ السلام کے روزے اور چالیس راتوں کی عبادت
682	143	موسیٰ علیہ السلام کا دیدار الہی کے لیے سوال
685	145,144	موسیٰ علیہ السلام کا امتیاز اور ان کے لیے تختیوں کا عطیہ
686	147,146	غور کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات سے محروم رہیں گے
687	149,148	پچھڑے کی عبادت کا قصہ
689	151,150	
690	153,152	
691	154	غصہ فرو ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا تختیوں کو اٹھا لینا
692	156,155	بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کا اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ میعاد کے مطابق جانا
695	156	اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہیزگاروں کے لیے ہے

صفحہ	آیات	عناوین
697	157	نبی کریم ﷺ کی صفات
700	159,158	حضور سرور کائنات ﷺ کی عالمگیر نبوت
703	162-160	
704	163	یہودیوں کا ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرنا
705	163	نقشہ: اصحاب السَّبْت کا مسکن
706	166-164	انھیں بندروں کی صورت میں تبدیل کر دینا اور روکنے والوں کو نجات دینا
708	167	یہودیوں کے لیے دائمی ذلت
709	170-168	بنی اسرائیل کا زمین میں منتشر ہونا
711	171	
712	171	یہودیوں کی سرکشی کی وجہ سے ان کے سروں پر کوہ طور اٹھا کھڑا کیا گیا
712	174-172	اولادِ آدم سے لیے گئے عہد کا بیان
715	177-175	بَلْعَم کا قصہ
720	178	
721	179	کفر اور تقدیر
723	180	اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا بیان
724	181	
725	183,182	
725	184	
726	185	
727	186	
727	187	
728	187	قیامت کا بیان اور اس کی علامات

صفحہ	آیات	عناوین
734	188	رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے اور نہ ہی نفع و نقصان کے مالک ہیں
735	190,189	تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں
738	198-191	مشرکین کے معبودانِ باطلہ کچھ اختیار نہیں رکھتے
741	200,199	معاف کر دینے کا حکم
744	202,201	وسوسے کے وقت اصحابِ تقویٰ کا طریقہ
744	202,201	شیطانوں کے بھائی سرکشی کی طرف کھینچتے ہیں
745	203	مشرکین کا نشانہ بننے کو طلب کرنا
746	204	قرآن مجید سننے کا حکم
747	206,205	صبح و شام ذکر و عبادت کا حکم
﴿سورۃ انفال﴾		
749		یہ سورت مدنی ہے
749	1	انفال کی تفسیر
750	1	سبب نزول
750	1	ایک اور سبب نزول
752	4-2	سچے مومنوں کے اوصاف
753	4-2	تلاوتِ قرآن سے ایمان میں اضافہ
753	4-2	توکل کا بیان
753	4-2	مومنوں کے اعمال کا تذکرہ
754	4-2	ایمان کی حقیقت
754	4-2	ایمان کا ثمرہ
755	8-5	اتباعِ رسول ہی باعثِ خیر و برکت ہے
758	10,9	مسلمانوں کی فریاد اور فرشتوں کا نزول

صفحہ	آیات	عناوین
762	14,11	مسلمانوں پر اونگھ کا غلبہ
763	14,11	بدر کی رات بارش کا نزول
764	14,11	اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو حکم
766	16,15	میدان جنگ سے فرار کی ممانعت
768	18,17	اللہ تعالیٰ کا کافروں کو قتل کرنا اور ان پر مٹی پھینکنا
770	19	مشرکوں کا فیصلہ طلب کرنے کی دعا کرنا اور اس کی قبولیت
771	23-20	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم
772	24	اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر لبیک کہنا
773	24	اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے
774	25	فتنہ عام سے ڈرو
776	25	ایک اور حدیث
776	25	ایک اور حدیث
776	25	ایک اور حدیث
777	26	مسلمانوں کی کمزوری و ناتوانی کو قوت و نصرت سے بدل دیا گیا
778	28,27	شان نزول
780	29	
781	30	اہل مکہ کی نبی کریم ﷺ کے خلاف تدبیریں
782	30	ہجرت نبوی
783	30	نقشہ: ہجرت نبوی
784	33-31	قریش کا گمان کہ وہ بھی اس طرح کا قرآن بنا سکتے ہیں
785	33-31	مشرکین کا مطالبہ عذاب
785	33-31	نبی اکرم ﷺ کا وجود مسعود اور مشرکین کا استغفار عذاب سے بچانے کا ذریعہ ہیں

صفحہ	آیات	عناوین
787	35,34	نافرمانیوں کی وجہ سے مشرکوں کو عذاب
789	37,36	اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکنے کے لیے کفار کا خرچ کرنا باعثِ حسرت ہوگا
792	40-38	کفار کو توبہ کی ترغیب اور کفر پر ترہیب
792	40-38	کفر و شرک کے خاتمے کے لیے جہاد کا حکم
پارہ: 10		
795	41	مالِ غنیمت اور فنی کا حکم
799	42	یوم بدر کی کچھ تفصیل
802	44,43	اللہ تعالیٰ کا ہر جماعت کو دوسرے کی آنکھ میں تھوڑا کر کے دکھانا
803	46,45	آدابِ جنگ کی تعلیم
804	46,45	دشمن سے مقابلے کے وقت ثابت قدمی کا حکم
805	49-47	بدر کے دن مشرکوں کے نکلنے کی کیفیت
806	49-47	شیطان کا مشرکوں کو مبتلائے فریب کرنا
807	49-47	بدر کے دن منافقوں کا موقف
808	51,50	فرشتوں کا کفار کو بوقتِ موت مارنا
810	52	
810	54,53	
811	57-55	کفر اور عہد شکنی کرنے والوں پر ضرب کاری لگانے کا حکم
811	58	عہد شکنی پر برابر کا جواب
813	60,59	دشمن سے مقابلے کے لیے مقدور بھرتیاری کا حکم
815	63-61	اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو صلح کر لی جائے
816	63-61	مومنوں کے دلوں میں الفت پیدا کرنے کی نعمت کی یاد دہانی
817	66-64	جہاد کی ترغیب اور فتح کی بشارت

صفحہ	آیات	عناوین
819	69-67	-----
821	71,70	قیدیوں سے اچھے معاوضے کا وعدہ -----
824	72	مہاجرین و انصار ایک دوسرے کے دوست ہیں -----
826	72	ہجرت نہ کرنے والے مومن سے کوئی سروکار نہیں -----
827	73	کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں -----
828	75,74	سچے مومن -----
828	75,74	جو جن سے محبت کرتا ہوگا اس کا حشر بھی انھی کے ساتھ ہوگا -----
829	75,74	وراثت رشتے داروں کے لیے ہے -----
831		ضمیمہ: احکام وراثت -----
834		نقشہ: حصّ وراثت -----
835		تحقیق و تخریج کے مصادر و مراجع -----

تفسیر سورۃ نسا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر کے ان دونوں سے مرد اور

وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ

عورتیں کثرت سے پھیلا دیے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو، اور رشتے توڑنے سے ڈرو،

اللَّهُ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ①

بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے

اس سورت کے مدنی ہونے اور اس کی فضیلت کا بیان: عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ نساء مدینہ میں نازل ہوئی۔ ① اسی طرح (کا قول) ابن مرزویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ نساء میں پانچ آیات ایسی ہیں کہ اگر مجھے پوری دنیا اور اس کا سارا ساز و سامان بھی مل جائے تو اتنی خوشی حاصل نہ ہوگی جتنی ان آیات سے خوشی حاصل ہوئی ہے اور وہ پانچ آیات یہ ہیں: 1- ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ﴾ (الآیۃ: 40) 2- ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ﴾ (الآیۃ: 31) 3- ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (الآیۃ: 48) 4- ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ﴾ (الآیۃ: 64) 5- ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجْعَلِ اللَّهُ عَقُورًا رَاحِيًا﴾ (الآیۃ: 110) اس کے بعد امام حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اگرچہ عبدالرحمن کا اپنے والد سے سماع ثابت ہے، تاہم اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا اپنے والد سے سماع ثابت ہے یا نہیں؟ ②

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: سورۃ نساء کے بارے میں مجھ سے جو چاہو پوچھو! میں نے قرآن کو چھوٹی عمر ہی میں پڑھ لیا تھا۔ پھر امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے

① الدر المنثور: 205/2. ② المستدرک للحاکم، التفسیر، باب تفسیر سورۃ النساء: 305/2، حدیث: 3194. اور دیکھیے

تہذیب التہذیب: 195/6.

لیکن شیخین نے اسے بیان نہیں کیا۔^①

تفسیر آیت: 1

تَقْوٰی کا حکم اور پیدائش وصلہ رحمی کی یاد دہانی: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ اور تقوٰی کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسی وحدۃ لا شریک کی عبادت کریں، نیز یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے جس کے ساتھ اس نے ان سب کو ایک ہی شخص، یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا۔ ﴿وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ اور اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ ”یعنی حوا علیہا السلام کو پیدا کیا اور انھیں ان کے پیچھے کی جانب سے ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور بیدار ہونے پر جب انھیں دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور دونوں ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے۔“^②

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: [فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلْعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبَتْ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ]، [وَإِنْ اسْتَمْتَعَتْ بِهَا اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ] ”عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہوتا ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے۔ اور اگر اس سے فائدہ اٹھاؤ تو اسی طرح فائدہ اٹھاؤ گے کہ اس میں ٹیڑھاپن ہوگا۔“^③

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَبَنَآ مِنْهُمْكَ رَجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً﴾ ”اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلانے۔“ یعنی آدم و حوا سے بہت سے مرد و عورت پیدا فرمائے اور انھیں مختلف اصناف و صفات اور مختلف رنگ اور بولیاں عطا فرما کر اطراف و اکناف عالم میں پھیلا دیا اور آخرت و محشر میں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾ ”اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو، ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو)۔“ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور تم اس کی اطاعت بجالاؤ۔ ابراہیم، مجاہد اور حسن فرماتے ہیں کہ ﴿الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ﴾ یعنی یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں تم سے اللہ تعالیٰ اور صلہ رحمی کے نام پر یہ سوال کرتا ہوں۔^④ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ تم اللہ سے ڈرو جس کے نام کے ساتھ تم عقد و عہد کرتے ہو۔^⑤ اور قطع رحمی سے ڈرو اور صلہ رحمی کو اختیار کرو، یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، حسن، ضحاک، ربیع اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا ہے۔^⑥

بعض ائمہ نے ﴿الْأَرْحَامَ﴾ کو ﴿بِهِ﴾ کی ضمیر پر عطف کی وجہ سے مفسور بھی پڑھا ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جس اللہ اور رشتہ داریوں کے نام پر تم سوال کرتے ہو جیسا کہ امام مجاہد وغیرہ نے کہا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

① المستدرک للحاکم، التفسیر، باب تفسیر سورة النساء: 301/2، حدیث: 3178. ② تفسیر الطبری: 297/4.

③ صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب خلق آدم وذریته، حدیث: 3331 اور اس کا بعض حصہ صحیح البخاری،

النکاح، باب المُدَارَاة مع النساء، حدیث: 5184 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ④ تفسیر الطبری: 299/4. ⑤ تفسیر

الطبری: 299/4. ⑥ تفسیر الطبری: 300/4. ⑦ تفسیر الطبری: 299/4.

وَأَتُوا إِلَيْتَنِي أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ

اور قیموں کو ان کے مال دے دو، اور اچھے مال کو برے مال سے نہ بدلو۔ اور تم ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ

أَمْوَالِكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝۲ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَمٰی فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ

ہے ۲ اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے بجائے ان عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں، دوو، تین تین

لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبْعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ

اور چار چار سے نکاح کرلو، پھر اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے (نکاح کرو) یا اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے (ازدواجی تعلق رکھو) یہ زیادہ

أَيْسًا لَكُمْ ۖ ذٰلِكَ أَذْنٰی أَلَّا تَعُولُوا ۝۳ وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً ۖ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ

بہتر ہے کہ اس طرح تم نا انصافی کرنے سے بچے رہو گے ۳ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو، پھر اگر وہ دل کی خوشی سے تمہیں کچھ مہر چھوڑ دیں

شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَّرِيْعًا ۝۴

تو تم اسے شوق سے کھا سکتے ہو ۴

رَقِيْبًا ۝۱ ﴿﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ یعنی وہ تمہارے تمام اعمال و احوال کی نگہبانی فرما رہا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۱ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿﴾ (البروج 9:85) ”اور اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔“

اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اُعْبُدِ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ، فَإِنَّهُ يَرَاكَ] ”اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے (اگر یہ درجہ حاصل نہیں ہوتا تو پھر یہ یقین رکھو کہ) وہ تو تم کو دیکھ رہا ہے۔“ ① یہ رہنمائی بھی ہے اور حکم بھی کہ اس ذات گرامی کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے جو اپنے بندوں کی مکمل نگہبانی کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ایک باپ اور ماں سے پیدا فرمایا ہے تو یہ اس لیے تاکہ یہ ایک دوسرے پر شفقت کریں اور کمزوروں سے حسن سلوک کریں۔

صحیح مسلم میں حضرت جریر بن عبد اللہ بن جلیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب خاندان مُضَرَ کے لوگ حاضر ہوئے (تو وہ افلاس و فقر کی وجہ سے) چیتھڑے پہنے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ مکمل پڑھی، پھر یہ آیت کریمہ بھی پڑھی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَنْ نَنْظُرَ نَفْسًا مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (الحشر 18:59) ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (ہر) شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔“ پھر آپ نے صدقے کی ترغیب دی: [تَصَدَّقْ رَجُلٌ مِّنْ دِينَارِهِ، مِنْ دِرْهَمِهِ (مِنْ تَوْبِهِ) مِنْ صَاعِ بُرٍّ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ] ”تو آدمی اپنے درہم و دینار، کپڑے، گندم

① صحیح البخاری، ایمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ،.....، حدیث: 50 عن أبي هريرةؓ. وصحیح مسلم،

الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام،.....، حدیث: 8 عن عمر بن الخطابؓ. اس حدیث کا ابتدائی لفظ [اُعْبُدِ] مسند

أحمد: 132/2 عن ابن عمرؓ کے مطابق ہے۔

اور بھور کے صاع (بھر بھر کے) اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے لگے۔“^(۱) پھر انھوں نے پوری حدیث ذکر کی۔ اس حدیث کو امام احمد اور دیگر کئی اہل سنن نے بھی بیان کیا ہے۔^(۲) اور اہل سنن نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے خطبہ حاجت کے سلسلے میں بھی روایات بیان کی ہیں۔^(۳) ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے تین آیات کی تلاوت فرمائی تھی جن میں سے ایک یہ بھی ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ..... الآية۔

تفسیر آیات: 2-4

یتیموں کے مال کی حفاظت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یتیم جب بالغ ہو جائیں تو ان کا سارا اور پورا پورا مال انھیں دے دیا جائے، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کے مال کو کھانے اور اپنے مال کے ساتھ ملانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: وَلَا تَبْذَرُوا الْخَيْثَ بِالْظِّلِّيبِ“ اور ناپاک کو پاک کے عوض نہ بدلو۔“ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور امام زہری فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کمزور اور مریل جانور دے کر ان کے صحت مند اور موٹے جانور کو نہ لے لو۔^(۴) ابراہیم نخعی اور ضحاک فرماتے ہیں کہ کھوٹے سکے دے کر کھرے نہ لے لو۔^(۵) سدی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اس طرح کیا کرتے تھے کہ یتیم کے مال میں سے موٹی تازی اور صحت مند بکری کو تو خود رکھ لیتے اور اس کے بجائے یتیم کو دبلی پتلی بکری دے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بکری کے بدلے میں بکری ہے، اسی طرح عمدہ درہم کو تو خود رکھ لیتے اور یتیم کو کھوٹا درہم دے دیتے اور کہتے کہ یہ درہم کے بدلے میں درہم ہے۔^(۶)

فرمان الہی ہے: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ ط۔“ اور تم ان کا مال اپنے مال میں ملا کر نہ کھاؤ۔“ مجاہد، سعید بن جبیر، مقاتل بن حیان، سدی اور سفیان بن حسین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ان کا مال اپنے مال میں نہ ملاؤ تا کہ سارے مال ہی کو کھا جاؤ۔^(۷) اور: إِنْ كَانَ حُوبًا كَيْدًا“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں بہت بڑا گناہ۔ اسی طرح امام مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن، ابن سیرین، قتادہ، مقاتل بن حیان، ضحاک، ابومالک، زید بن اسلم اور ابوسنان رضی اللہ عنہم سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی طرح مروی ہے۔^(۸) گویا اس کے معنی یہ ہیں کہ تمھارا یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا کر کھا جانا عظیم گناہ اور بہت بڑی خطا ہے، لہذا اس سے اجتناب کرو۔

کم مہر کے عوض یتیم لڑکی سے نکاح کی مخالفت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُنْفِسُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكُحُوا

(۱) طئض از صحیح مسلم، الزکاة، باب الحث علی الصدقة.....، حدیث: 1017. (۲) مسند أحمد: 359، 358 و سنن

النسائی، الزکاة، باب التحریض علی الصدقة، حدیث: 2555 و جامع الترمذی، العلم، باب فیمن دعا إلی هدی.....،

حدیث: 2675 مختصراً. (۳) سنن أبی داود، النکاح، باب فی خطبة النکاح، حدیث: 2118 و جامع الترمذی،

النکاح، باب ماجاء فی خطبة النکاح، حدیث: 1105 و سنن ابن ماجه، النکاح، باب خطبة النکاح، حدیث: 1892.

(۴) تفسیر الطبری: 304/4. (۵) تفسیر ابن أبی حاتم: 856/3. (۶) تفسیر الطبری: 304/4. (۷) تفسیر ابن أبی حاتم:

756/3. (۸) تفسیر ابن أبی حاتم: 756/3.

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ ۖ ”اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو (ان کے سوا) جو عورتیں تم کو پسند ہوں، ان سے نکاح کر لو۔“ یعنی جب تم میں سے کسی کی پرورش میں یتیم لڑکی ہو اور اسے یہ خوف ہو کہ وہ اسے مہر مثل نہیں دے گا تو اسے چاہیے کہ اس کے بجائے کسی اور عورت سے نکاح کر لے کیونکہ عورتیں بے شمار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملے کو تنگ نہیں کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص کے پاس یتیم لڑکی تھی، اس نے اس سے نکاح کر لیا، اس لڑکی کا ایک کھجور کا درخت تھا، اور اسی درخت کی وجہ سے وہ اس کو اپنے پاس روکے ہوئے تھا جبکہ اس (لڑکی) کو اس کی طرف سے کچھ نہیں ملتا تھا تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ﴾ (ہشام بن یوسف جو اس حدیث کے رواۃ میں سے ہیں، کہتے ہیں: ^① میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ لڑکی اس کھجور میں اور اس کے مال میں اس کی شریک تھی۔ ^②)

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ بھانجے! اس سے مراد وہ لڑکی ہے جو اپنے وارث کی گود (پرورش) میں ہوتی تھی اور اس کے مال میں شریک ہوتی تھی اور اسے اس کا مال اور حسن و جمال پسند ہوتا تھا، لہذا اس کا ولی یہ چاہتا تھا کہ حق مہر میں انصاف کیے بغیر اس سے نکاح کر لے تو انھیں منع کر دیا گیا کہ وہ یتیم لڑکیوں سے نکاح نہ کریں الا یہ کہ ان سے انصاف کریں اور اعلیٰ دستور کے مطابق انھیں مہر دیں یا پھر ان کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کر لیں جو ان کو پسند ہوں۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ اس آیت کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۚ﴾ (النساء: 4: 127) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ دوسری آیت ^③ میں جو یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ (النساء: 4: 127) تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یتیم لڑکی جب مال اور حسن و جمال کے اعتبار سے کم ہو تو پھر تم اس میں رغبت نہیں رکھتے، لہذا ان یتیم لڑکیوں سے جن کا مال اور جمال انھیں پسند ہو ان سے نکاح کرنے سے روک دیا گیا الا یہ کہ ان سے انصاف کریں کیونکہ جب وہ مال و جمال کے اعتبار سے کم ہوتی تھیں تو پھر انھیں ان سے نکاح کرنے میں کوئی رغبت نہیں ہوتی تھی۔ ^④

چار عورتوں سے شادی کی اجازت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ ”دو دو یا تین تین یا چار چار۔“

① دیکھیے فتح الباری، حدیث: 4573 کے ذیل میں۔ ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ﴾

(النساء: 4: 3)، حدیث: 4573۔ ③ یہ دوسری آیت نہیں بلکہ اسی آیت کا حصہ ہے۔ اور یہاں کچھ الفاظ ساقط ہو گئے ہیں جس کی

وضاحت صحیح مسلم میں ہے، دیکھیے صحیح مسلم، التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: 3018، مزید تفصیل کے لیے

دیکھیے فتح الباری، حدیث: 4574 کے ذیل میں۔ ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ﴾

(النساء: 4: 3)، حدیث: 4574۔

یعنی ان یتیم لڑکیوں کے سوا جن عورتوں سے چاہو شادی کر لو اگر تم میں سے کوئی چاہے تو وہ دودو عورتوں سے اور اگر چاہے تو تین تین سے یا اگر چاہے تو چار چار عورتوں سے نکاح کر لے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿جَاعِلُ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ مِّثْنَىٰ وَكُلَّتْ وَرَبِّعٌ﴾ (فاطر 35:1) ”(اللہ تعالیٰ) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جو دودو، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں۔“ یعنی ان میں سے بعض کے دودو اور بعض کے تین تین اور بعض کے چار چار پر ہیں، اس سے فرشتوں کے زیادہ پروں کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ اس کی دلیل موجود ہے۔^① جبکہ مردوں کے لیے چار سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور خود یہ آیت بھی زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح کرنے کی دلیل ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء نے فرمایا ہے۔^② کیونکہ یہ مقام ایسا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے احسان کا اظہار اور عورتوں سے نکاح کے جواز کو بیان فرما رہا ہے، لہذا اگر بیک وقت چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے یقیناً اس مقام پر بیان فرما دیتا۔

امام احمد نے سالم کی اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: [اخْتَرْتُمُنَّ أَرْبَعًا] ”ان میں سے چار کا انتخاب کر لو۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں انھوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور مال اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے تمھاری موت کی خبر سن لی ہے اور اس نے تمھارے دل میں ڈال دیا ہے کہ اب تم تھوڑا عرصہ ہی دنیا میں رہو گے۔ اللہ کی قسم! تم یا تو اپنی بیویوں سے رجوع کر لو گے اور اپنے مال کو واپس لے لو گے یا پھر انھیں تمھارا وارث قرار دے دوں گا اور حکم دے دوں گا کہ تمھاری قبر کو بھی اسی طرح رجم کیا جائے جس طرح ابو رغال کی قبر کو رجم کیا گیا تھا۔^③ اس روایت کو امام شافعی، ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی، بیہقی اور دیگر کئی محدثین نے بھی اس طرح روایت کیا ہے مگر یہاں تک کہ [اخْتَرْتُمُنَّ أَرْبَعًا] ”ان میں سے چار کا انتخاب کر لو۔“ اس حدیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر چار بیویوں سے زیادہ رکھنے کی اجازت ہوتی تو نبی ﷺ اسے ضرور اجازت دے دیتے کیونکہ وہ مسلمان بھی ہو چکی

① دیکھیے صحیح البخاری، بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم: آمین.....، حدیث: 3232. ② تفسیر ابن ابی حاتم:

859/3. ③ مسند أحمد: 14/2 اور ابوریغال کا واقعہ دیکھیے سنن أبی داود: 3088 اور السلسلة الضعيفة: 283/10،

حدیث: 4736. ④ کتاب الأم، النکاح، باب الرجل یسلم وعنده أكثر من أربع نسوة: 170/6، حدیث: 1572

وجامع الترمذی، النکاح، باب ما جاء فی الرجل یسلم وعنده عشر نسوة، حدیث: 1128 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مختصر واقعے

کے ساتھ۔ و سنن ابن ماجہ، النکاح، باب الرجل یسلم وعنده أكثر من أربع نسوة، حدیث: 1953 و سنن الدارقطنی،

النکاح، باب المهر: 188/3، حدیث: 3641 و 3652 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مختصر واقعے کے ساتھ و السنن الکبریٰ للبیہقی،

النکاح، باب من یسلم وعنده أكثر من أربع نسوة: 181/7 اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قصے کے ساتھ ابن حبان نے بھی روایت کیا

ہے دیکھیے صحیح ابن حبان، النکاح، باب نکاح الکفار: 463/9، حدیث: 4156 و مسند أبی یعلیٰ، مسند عبد الله بن

تھیں، پس جب آپ نے چار کو رکھ کر باقی کو علیحدہ کرنے کا حکم دے دیا تو یہ دلیل ہے کہ چار سے زیادہ (بیویاں بیک وقت) جائز نہیں ہیں جبکہ چار سے زیادہ کا یہ سلسلہ جاہلیت سے چلا آ رہا تھا تو جو نئے سرے سے چار سے زیادہ رکھنا چاہے اس کے لیے یہ کام بطریق اولیٰ حرام ہوا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

عدل نہ کرنے کی صورت میں ایک عورت پر اکتفا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُعَدِّلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ ”پھر اگر تمہیں ڈر ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے (نکاح کرو) یا اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے (ازدواجی تعلق رکھو۔)“ یعنی اگر تعدد ازواج کی صورت میں تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان میں انصاف نہیں کر سکو گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تُعَدِّلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ (النساء: 129) ”اور تم خواہ کتنا ہی چاہو عورتوں میں ہرگز برابری نہیں کر سکو گے۔“

جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ انصاف نہیں کر سکے گا تو اسے ایک عورت پر یا پھر لونڈیوں اور باندیوں پر اکتفا کرنا چاہیے کیونکہ ان کی باری وغیرہ کی تقسیم واجب نہیں ہے۔ ہاں، البتہ مستحب ضرور ہے، یعنی کوئی اگر یہ کرے گا تو اچھا ہے اور نہ کر سکے تو کوئی حرج نہیں۔ ﴿ذَلِكَ أَذَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ ① ”اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔“ یعنی ظلم نہیں کر سکو گے، چنانچہ کہا جاتا ہے: عَالَ فِي الْحُكْمِ ”اس نے فیصلے میں ظلم کیا۔“ یعنی جب کوئی ظلم و جور اور نا انصافی کرے۔

امام ابن ابوحاتم، ابن مردویہ نے اور امام ابو حاتم ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿ذَلِكَ أَذَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ ② قَالَ: لَا تَحْجُرُوا [فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ اس طرح تم ظلم نہیں کرو گے۔] ③ امام ابن ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا: یہ حدیث (مرفوعاً) درست نہیں ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی موقوف روایت ہے۔ امام ابن ابوحاتم فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، امام مجاہد، عکرمہ، حسن، ابومالک، ابوزین، نخعی، شععی، ضحاک، عطاء خراسانی، قتادہ، سدی اور مقاتل بن حیان رحمہم سے مروی ہے: اَنْ لَا تَمِيلُوا ”کہ تم ایک طرف مائل نہ ہو سکو گے۔“ ④

مہر دینا واجب ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً ط﴾ ”اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔“ علی بن ابوطحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ النحلة کے معنی مہر کے ہیں۔ ⑤ اور محمد بن اسحاق نے امام زہری سے انھوں نے عروہ سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ﴿نِحْلَةً ط﴾ کے معنی فریضے کے ہیں ⑥، مقاتل، قتادہ، اور ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔ ⑦ ابن جریج نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿نِحْلَةً ط﴾ اس فریضے کو کہتے ہیں جس کا نام لے کر تعین کیا گیا ہو۔ ⑧ اور ابن زید کہتے ہیں کہ ﴿نِحْلَةً ط﴾ عربی زبان میں واجب کو کہتے ہیں، یعنی عورت

① تفسیر ابن ابی حاتم: 860/3 وصحیح ابن حبان، النکاح، ذکر الخبر المدحض قول من زعم.....: 338/9، حدیث:

4029. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 860/3. ③ تفسیر الطبری: 321/4. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 861/3. ⑤ تفسیر

الطبری: 321/4. ⑥ تفسیر الطبری: 321/4.

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ⑤ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ أَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا

اور ان سے اچھی بات کہو ⑤ اور تم یتیموں کی جانچ پرکھ کر وہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم انہیں سمجھدار پاؤ تو ان کے مال ان کے

فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا

سپردہ کردو، اور تم ان کے مال حد سے بڑھ کر اور جلدی کرتے ہوئے (اس خیال سے) نہ کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے (اور ناحق مانگیں گے) اور جو

فَلْيُسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا

(سرپرست) مالدار ہو وہ (یتیم کا مال کھانے سے) بچے، اور جو غریب ہو وہ جائز طریقے سے (اس کا مال) کھا سکتا ہے۔ پھر جب تم ان کے مال ان کے سپرد

عَلَيْهِمْ ط وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ⑥

کر دو تو ان پر کسی کو گواہ بظہر الو، اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے ⑥

کے لیے کسی چیز کو واجب کیے بغیر اس سے نکاح نہ کرو کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ مہر واجب کیے بغیر کسی عورت سے نکاح کر لے اور مہر ناحق اور جھوٹ پر بھی مبنی نہیں ہونا چاہیے۔ ①

بہر حال ان سب حضرات کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد پر یہ واجب ہے کہ وہ یقینی طور پر اپنی بیوی کو مہر ادا کرے اور نہایت خوش دلی سے ادا کرے جس طرح تحفہ اور عطیہ خوش دلی سے دیا جاتا ہے، اسی طرح بیوی کو مہر بھی بطیب خاطر ادا کرے اور اگر مہر کے تعین کے بعد کوئی عورت اپنا سارا مہر یا اس کا کچھ حصہ اپنی خوشی سے معاف کر دے تو اسے حلال و طیب سمجھ کر کھالے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَإِنْ طَبُنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا﴾ ④ ”پھر اگر وہ دل کی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے ذوق و شوق سے کھا لو۔“

تفسیر آیات: 5، 6

بے عقلوں کے لیے اپنے مال میں تصرف پر پابندی: اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ بے عقلوں کو اپنے مال میں تصرف کرنے دیا جائے کیونکہ مال لوگوں کے لیے سب معیشت ہے۔ بے عقلوں پر مال میں تصرف کرنے کی پابندی اسی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس پابندی کی کئی قسمیں ہیں کبھی تو یہ صغر سنی کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ صغیر اسن کی بات کا اعتبار نہیں اور کبھی یہ پابندی جنون کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی یہ عقل یا دین کی کمی کی وجہ سے سوء تصرف کے باعث ہوتی اور کبھی افلاس کے سبب۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب آدمی کے قرض اس قدر زیادہ ہو جائیں کہ اس کے سارے مال سے بھی اس کے قرض ادا نہ ہوتے ہوں، لہذا جب قرض دار، حاکم سے مطالبہ کریں تو وہ مقرض پر یہ پابندی عائد کر سکتا ہے کہ وہ اپنے مال میں کوئی تصرف نہ کرے۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ﴾ ”اور تم اپنے وہ مال نادان لوگوں کے سپرد نہ کرو۔“ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اس سے مراد تمہارے بیٹے اور عورتیں ہیں۔^(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حکم بن عتیبہ، حسن اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔^(۲) اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ﴿السُّفَهَاءُ﴾ سے مراد یتیم بچے ہیں۔^(۳) مجاہد، عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے کہ ان سے مراد صرف عورتیں ہی ہیں۔^(۴)

ان پر حسب دستور خرچ کرنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَرْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾^(۵) ”اور اس میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول باتیں کہتے رہو۔“ علی بن ابوطحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ نہ کرو کہ اپنے مال و جائیداد کو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سبب معیشت بنایا ہے، اپنے بیوی بچوں کو دے دو اور ضرورت کے وقت تم ان کے ہاتھوں کی طرف دیکھو بلکہ اپنے مال کو اپنے پاس رکھو اور اس کی افزائش کرتے رہو، پھر خود اپنے ہاتھ سے اپنے بیوی بچوں پر ان کے لباس، طعام اور دیگر ضروریات کے لیے خرچ کرو۔^(۶) امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾^(۷) یعنی نیکی و صلہ رحمی کے سلسلے میں ان سے معقول باتیں کہتے رہو۔^(۸) اس آیت کریمہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اہل خانہ اور ان لوگوں پر جن پر بالفعل تصرف کی پابندی ہے، ان سے حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے، لباس اور طعام وغیرہ کے لیے ان پر خرچ کیا جائے، نیز ان سے شائستہ گفتگو کی جائے اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے۔

یتیموں کا امتحان اور بلوغت کے وقت مال ان کے سپرد کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَى﴾ ”اور تم یتیموں کو (سدھارتے اور) آزماتے رہو۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، سدی اور مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ان کا امتحان کرلو۔^(۹) ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ ”یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ نکاح سے یہاں بلوغت مراد ہے۔^(۱۰)

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ لڑکے میں بلوغت کی نشانی احتلام ہے، یعنی وہ ایسا خواب دیکھنے لگے جس سے اس ٹپکنے والے پانی کا انزال ہو جائے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔^(۱۱) سنن ابوداؤد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر یہ یاد رکھا ہے: [لَا يَتِمُّ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا صُمَاتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ] ”احتلام کے بعد یتیمی نہیں اور دن سے لے کر رات تک خاموشی نہیں۔“^(۱۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ]، [عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 863/3. (۲) تفسیر ابن ابی حاتم: 863/3. (۳) تفسیر الطبری: 327/4. (۴) تفسیر الطبری:

329/4 و تفسیر ابن ابی حاتم: 863/3. (۵) تفسیر الطبری: 332/4. (۶) تفسیر الطبری: 334/4. (۷) تفسیر الطبری:

334/4 و تفسیر ابن ابی حاتم: 865/3. (۸) تفسیر الطبری: 335/4. (۹) تفسیر الرازی: 188/9. (۱۰) سنن ابی داؤد،

الوصایا، باب ماجاء متی ينقطع الیتیم؟ حدیث: 2873.

حَتَّى يُفِيْقَ] ”تین شخص مرفوع القلم ہیں: (1) بچہ حتی کہ بالغ ہو جائے۔ (2) سویا ہوا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے اور (3) مجنون حتی کہ تندرست ہو جائے۔“⁽¹⁾

یا پھر بلوغت کی علامت یہ ہے کہ بچے کی عمر پوری پندرہ سال ہو جائے، یہ استدلال اس حدیث سے کیا گیا ہے جو صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنگ احد کے دن نبی اکرم ﷺ نے مجھے جنگ کرنے کے لیے خوب جانچا پرکھا (مگر) میری عمر اس وقت چودہ سال تھی تو آپ نے مجھے اجازت نہ دی۔ اور جب خندق کے دن میرا جائزہ لیا تو اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے مجھے اجازت عطا فرمادی۔ نافع نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو جب یہ حدیث پہنچائی تو انھوں نے کہا کہ بچے اور بڑے میں یہی فرق ہے۔⁽²⁾

اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب شرم گاہ کے ارد گرد دھڑ دھڑے بال اگ آئیں تو کیا یہ بلوغت کی علامت ہے یا نہیں؟ صحیح بات یہی ہے کہ یہ بھی بلوغت کی علامت ہے اور سنت سے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرظہ کے دن ہمیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جس کے (زیر ناف) بال اُگے تھے، اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے بال نہیں اُگے تھے، اسے قتل نہیں کیا گیا تھا، میں ان میں سے تھا جن کے بال ابھی نہیں اُگے تھے، لہذا مجھے چھوڑ دیا گیا۔⁽³⁾ اہل سنن اربعہ نے بھی اس حدیث کو تقریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔⁽⁴⁾ اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ أَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾ ”پھر اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔“ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ﴿رُشْدًا﴾ سے مراد یہ ہے کہ اگر تم یہ دیکھو کہ وہ دین کے اعتبار سے پختہ ہیں اور اپنے مال کی حفاظت کر سکتے ہیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔⁽⁵⁾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی ائمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔⁽⁶⁾ فقہاء نے بھی یہی کہا ہے کہ جب بچہ اپنے دین و مال کی حفاظت کے قابل ہو جائے تو اس سے پابندی ختم ہو جاتی ہے، لہذا اس کے ولی کے پاس اس کا جو مال ہو، وہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔
فقراء کے لیے مالی یتیم کو کھانے کا جواز: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ سِرًا وَلَا بَعَارًا أَنْ يَكْبُرُوا﴾ ”اور

(1) پہلا حصہ المستدرک للحاکم، البیوع: 59/2، حدیث: 2350 اور اس کا دوسرا حصہ صحیح ابن حبان، الإیمان، باب التکلیف: 355/1، حدیث: 142 میں ہے۔ بالفاظ دیگر یہ روایت سنن اربعہ میں بھی ہے: سنن أبی داود، الحدود، باب فی المحنون یُسرق أو یصیب حدًا، حدیث: 4398 و 4403 و جامع الترمذی: 1423 و سنن النسائی، حدیث: 3462 و سنن ابن ماجہ: 2041۔ (2) صحیح البخاری، الشهادات، باب بلوغ الصبیان و شهادتهم، حدیث: 2664 و صحیح مسلم، الإمارة، باب بیان سنّ البلوغ، حدیث: 1868۔ (3) مسند أحمد: 310/4۔ (4) سنن أبی داود، الحدود، باب فی الغلام یصیب الحدّ، حدیث: 4405، 4404 و جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی النزول علی الحکم، حدیث: 1584 و سنن النسائی، الطلاق، باب متی یقع طلاق الصبی؟ حدیث: 3459، 3460 و سنن ابن ماجہ، الحدود، باب من لم یحب علیہ الحد؟ حدیث: 2541۔ (5) تفسیر ابن أبی حاتم: 866/3۔ (6) تفسیر ابن أبی حاتم: 865/3۔

اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے (بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے) اس کو فضول خرچی اور جلدی جلدی میں نہ اڑا دینا۔“ اللہ تعالیٰ نے کسی ناگزیر حاجت و ضرورت کے بغیر یتیموں کے مال کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ﴿إِسْرَافًا وَبِدَارًا﴾ یعنی ان کے بڑے ہونے سے پہلے جلدی سے اسے نہ کھا جاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ﴾ یعنی جو شخص یتیم کے مال سے بے نیاز ہو تو اسے اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور اسے بالکل نہیں کھانا چاہیے۔ ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ”اور جو محتاج ہو وہ مناسب طور پر (بقدر خدمت) کچھ لے لے۔“ امام ابن ابی حاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ یہ آیت یتیم کے والی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو شخص آسودہ حال ہو اس کو (ایسے مال سے قطعاً طور پر) پرہیز کرنا چاہیے اور جو حاجت مند ہو وہ مناسب طور پر بقدر خدمت کچھ لے لے۔^(۱) اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔^(۲)

امام احمد نے عمرو بن شعیب کی اپنے باپ سے اور شعیب کی اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے پاس مال نہیں ہے۔ ہاں، البتہ میرے پاس ایک یتیم (کامال) ہے؟ آپ نے فرمایا: [كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَدِّرٍ وَلَا مُتَأْتِلٍ مَالًا، وَمِنْ غَيْرِ أَنْ تَقَى مَالَكَ - أَوْ قَالَ: تَقْدِي مَالَكَ - بِمَالِهِ] ”تم اپنے (زیر پرورش) یتیم کے مال میں سے کھا سکتے ہو بشرطیکہ اسراف و تبذیر نہ ہو اور نہ تم مال کو جمع کرو اور نہ اس کے مال کے بجائے اپنے مال کو بچالو، حسین (ایک راوی) کو شک ہے کہ یا آپ نے یہ فرمایا کہ اپنا مال (بچا کر) رکھتے ہوئے اس کا مال، خرچ مت کر دو۔“^(۳)

ارشاد ربانی ہے: ﴿فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾ یعنی جب وہ بلوغت اور عقل کی پختگی کو پہنچ جائیں تو ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو ﴿فَاشْهَدُوا عَلَيْهِمْ﴾ ”تو ان پر گواہ بنالیا کرو۔“ یہ اللہ تعالیٰ نے والیوں کو حکم دیا ہے کہ یتیم جب بالغ ہو جائیں اور یہ ان کا مال ان کے حوالے کریں تو اس پر گواہ بنالیں تاکہ کوئی انکار نہ کر سکے کہ اس نے مال اپنے قبضے میں لیا ہی نہیں۔ ﴿وَكُلْ بِأَمْرِهِ حَسْبًا﴾ ”اور اللہ ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا اور گواہ کافی ہے، اور اللہ تعالیٰ والیوں کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوتا ہے، جب وہ یتیموں کے مال کی حفاظت کر رہے ہوتے ہیں۔ اور اس وقت بھی جب وہ انھیں ان کا مال حوالے کر رہے ہوتے ہیں اور اسے اس بات کا پورا پورا علم ہوتا ہے کہ یہ انھیں ان کا مال کامل اور مکمل ادا کر رہے ہیں یا اس میں کمی کردی گئی ہے یا اس میں کھوٹے سکے داخل کر دیے ہیں، نیز حساب درست ہے یا اس میں کمی بیشی کردی گئی ہے؟ اللہ تعالیٰ ان تمام حالات و واقعات کو خوب جانتا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: [يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَإِنِّي أُحِبُّ

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 869/3 . (۲) صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ﴾..... (النساء)

(3) مسند أحمد: 216، 215/2 . (6)؛ حدیث: 4575 .

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ

مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال میں جو ماں باپ اور

وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ⑦ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْبَةَ أُولُو

رشتے دار چھوڑ جائیں، (یہ چھوڑا ہوا مال) تھوڑا ہوا زیادہ، اس میں ہر ایک کا مقرر کیا ہوا حصہ ہے ⑦ اور جب تقسیم کے وقت حاضر ہوں

الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّكِينِ فَأَرْزُقُوهُمْ مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ⑧ وَلِيَخْشَ

(دور کے) رشتے دار، یتیم اور مسکین تو انھیں بھی اس میں سے کچھ دے دو، اور ان سے اچھی بات کہو ⑧ اور لوگوں کو اس بات سے ڈرنا

الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا

چاہیے کہ اگر وہ مرتے وقت اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑ جائیں تو انھیں ان کے بارے میں کتنی فکر ہوگی، چنانچہ انھیں اللہ سے ڈرنا

قَوْلًا سَدِيدًا ⑨ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي

چاہیے اور سیدھی بات کہنی چاہیے ⑨ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں

بُطُونِهِمْ نَارًا ⑩ وَ سَيَصْلُونَ سَعِيرًا ⑪

اور وہ جلد و کئی آگ میں داخل ہوں گے ⑩

لَكَ مَا أَجِبْتُ لِنَفْسِي، لَا تَأْمُرَنَّ عَلَىٰ اٰنِسَيْنِ، وَلَا تَوَلَّيْنِ مَالَ يَتِيمٍ] اے ابو ذر! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور ہو، میں تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر ہرگز امیر نہ بننا اور نہ یتیم کے مال کا والی بننا۔ ⑪

تفسیر آیات: 10-7

وراثت تقسیم کرنے کا حکم: سعید بن جبیر اور قتادہ فرماتے ہیں کہ مشرک مال وراثت بالغ مردوں کو دے دیتے تھے اور عورتوں اور (کم سن) بچوں کو اس میں سے کچھ نہیں دیتے تھے تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ.....﴾ الآية ”جو مال ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ جائیں، اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے.....“ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس میں سب برابر ہیں۔ یعنی اصل وراثت میں سب برابر ہیں گو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کے لیے جو حصہ مقرر کیا ہے، اس کے اعتبار سے ان میں فرق ہے اور اللہ تعالیٰ نے میت کی قرابت، زوجیت یا ولایت کے اعتبار سے حصہ مقرر فرمایا ہے، ولایت بھی نسب کی قرابت کی طرح قرابت ہی ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اُمّ کُجّہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری دو بیٹیاں ہیں، ان کا باپ فوت ہو گیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع

① صحیح مسلم، الإمارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة، حديث: 1826 عن أبي ذر رضى الله عنه. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 872/3

جبکہ قتادہ کے اثر میں صرف عورتوں کو محرم رکھنے کا ذکر ہے۔ اور آیت کے بعد دوسرے جز، یعنی ﴿وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ.....﴾ کا ذکر ہے۔

پر اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ.....﴾ الآية۔⁽¹⁾ اس حدیث کو آیت میراث کی تفسیر کے وقت ایک دوسری سند کے ساتھ بھی بیان کیا جائے گا۔⁽²⁾ وَاللَّهُ أَعْلَم۔

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ.....﴾ الآية۔ ”اور جب میراث کی تقسیم کے وقت آجائیں.....“ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب میراث کی تقسیم کے وقت ایسے رشتے دار آجائیں جو وارث نہیں ہیں ﴿وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينُ﴾ ”اور یتیم اور محتاج“ تو ترکے میں سے کچھ انھیں بھی دے دیا جائے۔⁽³⁾ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت محکم ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں۔⁽⁴⁾ امام ابن جریر نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت محکم ہے، لہذا اس کے مطابق عمل کیا جائے۔⁽⁵⁾ امام ثوری نے ابن ابو نجیح سے اور انھوں نے امام مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اہل میراث پر واجب ہے کہ وہ ان لوگوں کو بطیب خاطر دیں۔⁽⁶⁾

ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ، عبدالرحمن بن ابوبکر، ابوالعالیہ، شععی اور امام حسن بصری رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ یہ محکم ہے منسوخ نہیں۔ ابن سیرین، سعید بن جبیر، کھول، ابراہیم نخعی، عطاء بن ابورباح، زہری اور یحییٰ بن یحمر رحمہم اللہ کا قول ہے کہ یہ واجب ہے۔⁽⁷⁾ اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ اس کا تعلق میت کی وصیت کے ساتھ ہے۔⁽⁸⁾ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔⁽⁹⁾

عونی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں تقسیم سے مراد تقسیم میراث ہے، دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے۔⁽¹⁰⁾ اس قول کے مطابق معنی یہ ہوں گے کہ جب یہ فقیر رشتہ دار جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے، یتیم اور مسکین وراثت کی تقسیم کے وقت حاضر ہوں اور وہ مختلف وارثوں کو دیکھیں کہ وہ اپنے اپنے حصوں کو لے رہے ہیں تو ان کا دل بھی چاہے گا کہ وہ بھی اس میں سے کچھ لے لیں اور اگر انھیں کچھ بھی نہ دیا جائے تو وہ بہت مایوس ہوں گے تو اللہ رؤف رحیم نے حکم دے دیا ہے کہ انھیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور دیا جائے۔ یہ ان سے نیکی ہوگی، ان پر صدقہ ہوگا، ان سے احسان ہوگا اور یہ ان کے شکستہ دلوں کے لیے باعث تسکین بھی ہوگا۔

وصیت میں عدل: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ﴾ الآية ”اور ایسے لوگوں کو ڈرنا

(1) أسد الغابۃ: 372/7، تحت رقم: 7576 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں آیت میراث، یعنی ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ.....﴾ کا ذکر ہے اور ویسے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت مطول ہے، دیکھیے آیت نمبر: 11 کے حواشی۔ (2) سورة النساء: آیت 11 کے ذیل میں۔ (3) المستدرک للحاکم، التفسیر: 303، 302/2، حدیث: 3183 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (4) صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى...﴾ (النساء: 8)، حدیث: 4576۔ (5) تفسیر الطبری: 351/4۔ (6) تفسیر الطبری: 350/4۔ (7) تفسیر الطبری: 355/4 وأيضاً: 350/4 والمصنف لابن أبي شيبة، الفرائض، فی قوله تعالى: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى...﴾ 226/6: 873/3۔ (8) تفسیر الطبری: 352/4۔ (9) تفسیر ابن أبي حاتم: 875/3۔ (10) تفسیر الطبری: 354/4۔

چاہیے جو (ایسی حالت میں ہوں کہ) اپنے بعد (نخے نخے بچے) چھوڑ جائیں.....۔“ علی بن ابوطالبؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے موت آگئی ہو اور اسے کوئی شخص سنے کہ وہ ایسی وصیت کر رہا ہے جو اس کے وارثوں کے لیے نقصان دہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس وصیت سننے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اسے سمجھا بجھا کر راہِ راست کی طرف موڑ دے اور وہ اس کے وارثوں کو بھی اسی طرح دیکھے، جیسے وہ اپنے وارثوں کو دیکھتا اور انھیں ضائع ہونے سے بچانا پسند کرتا ہے۔ مجاہد اور کئی ایک دیگر ائمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^①

صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سعد بن ابوقحاصؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کی میں کافی تکلیف میں ہوں اور بہت مال دار ہوں جبکہ میری ایک ہی بیٹی ہے۔^② تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی حصہ صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: لَا، قُلْتُ: أَفَأَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالثلثُ؟ قَالَ: الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ [نہیں، انھوں نے عرض کی: کیا میں اس کا نصف صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انھوں نے عرض کی: ایک تہائی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، ایک تہائی صدقہ کر سکتے ہو اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ تم اپنے وارثوں کو دولت مند چھوڑ جاؤ یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انھیں فقیر چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔“^③

یتیم کا مال کھانے والے کے لیے وعید: اس آیت کریمہ: ﴿وَلْيَحْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا تَاٰلِيَكُمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ﴾ کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ یتیموں کے مال کے نگران بننے میں اللہ سے ڈریں اور ان کا مال ان کے بڑے ہونے سے پہلے پہلے فضول خرچی میں اور جلدی جلدی ختم نہ کریں۔ اسے امام ابن جریر نے بطریق عوفی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔^④ یہ قول بھی درست معلوم ہوتا ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے بعد ظلم سے یتیموں کے مال کھانے پر بہت وعید بیان کی گئی ہے۔ یعنی جس طرح تو یہ پسند کرتا ہے کہ تیرے بعد تیری اولاد سے اچھا معاملہ کیا جائے، اسی طرح تو بھی جب لوگوں کی اولاد کا والی بنے تو ان سے اچھا معاملہ کر، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص ظلم سے یتیموں کے مال کو کھاتا ہے تو درحقیقت اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾^⑤ ”جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد ہی دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔“ یعنی جب وہ یتیموں کے مال بلا سبب کھائیں گے تو وہ اپنے پیٹوں میں ایسی آگ بھریں گے جو قیامت کے دن بھڑکتی ہوگی۔

① تفسیر الطبری: 360-358/4. ② یہ انھوں نے اس وقت کہا تھا جب ان کی ایک ہی بیٹی تھی لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا دی اور ان کے چار بیٹے اور بارہ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ازمنة المنعم شرح صحیح مسلم: 88/3. ③ صحیح البخاری، المغازی، باب حجة الوداع، حدیث: 4409 و صحیح مسلم، الوصیة، باب الوصیة بالثلث، حدیث: 1628. ④ تفسیر الطبری: 361/4.

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، پھر اگر (دو) سے زیادہ عورتیں ہی ہوں تو ان کے لیے

اِثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ

تر کے میں دو تہائی حصہ ہے، اور اگر ایک ہی (لڑکی) ہو تو اس کے لیے آدھا (حصہ) ہے، اور اس (مرنے والے) کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ

تر کے میں چھٹا حصہ ہے اگر اس کی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے۔

أَبَوُهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي

پھر اگر اس (مرنے والے) کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ (یہ تقسیم) اس کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۖ فَرِيضَةٌ مِّنْ

بعد ہوگی تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون نفع کے لحاظ سے تم سے زیادہ قریب ہے۔ (یہ تقسیم) اللہ کی طرف سے مقرر

اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۱

ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے ۝۱۱

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشَّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسَّحَرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الرَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ] ”سات تباہ کن چیزوں سے اجتناب کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: (1) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (2) جادو (3) اس نفس کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو (4) سود کھانا (5) یتیم کے مال کو کھانا (6) جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور (7) پاکدامن، بھولی بھالی مومن عورتوں پر بہتان لگانا۔“ ۝۱۱

تفسیر آیت: 11

تقسیم وراثت کا حکم اور علم وراثت کے سیکھنے کی ترغیب: یہ آیت کریمہ، اس کے بعد والی آیت اور اس سورت کی آخری آیت علم فرائض کی آیات ہیں۔ علم فرائض (میراث) انہی تین آیات سے مستنبط ہے، اس موضوع سے متعلق احادیث گویا ان تین آیات کی تفسیر ہیں، لہذا ہم یہاں انہی احادیث کو ذکر کریں گے جو ان آیات کی تفسیر سے گہرا تعلق رکھتی ہیں، علم فرائض کے سیکھنے کی ترغیب بھی بہت آئی ہے اور اس آیت میں جو فرائض بیان کیے گئے ہیں، وہ بہت اہم ہیں۔

① صحیح البخاری، الحدود، باب فی المحصنات وقول اللہ عزوجل: ﴿وَالَّذِينَ يَزْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ.....﴾ الآية (النور

4:24)، حدیث: 6857 وصحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر وأکبرها، حدیث: 89 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ ② اہم

نوٹ: احکام وراثت سے متعلق مزید تفصیلات اور تحقیقی نقشہ کے لیے آخر میں ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔

آیت کے نزول کا سبب: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیدل چلتے ہوئے بنو سلمہ میں آ کر میری عیادت کی، رسول اللہ ﷺ جس وقت تشریف لائے میں بے ہوش تھا، آپ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا اور مجھ پر پانی کے چھینٹے مارے جس سے میں ہوش میں آ گیا تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے مال کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ ”اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔“^(۱) اسی طرح اس روایت کو امام مسلم، نسائی اور محدثین کی ایک جماعت نے بھی ذکر کیا ہے۔^(۲)

سبب نزول کے بارے میں ایک دوسری حدیث: امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی، اپنی دو بیٹیاں جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی سے تھیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دو لڑکیاں ہیں، ان کا باپ آپ کی معیت میں احد میں شہید ہو گیا ہے۔ اور ان کے چچا نے ان کے مال کو لے لیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ اور جب ان کے پاس مال نہیں ہوگا تو ان سے نکاح کون کرے گا؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا: [يَقْضِي اللَّهُ فِي ذَلِكِ، قَالَ: فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَمَّهَمَا فَقَالَ: أَعْطِ ابْنَتِي سَعْدِ الثَّلَثَيْنِ، وَأُمَّهُمَا الثُّمْنِ، وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ] ”اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمائے گا تو راوی کا بیان ہے کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت میراث کو نازل فرمادیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں لڑکیوں کے چچا کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو بچ جائے وہ تمہارے لیے ہے۔“^(۳) اس کے علاوہ اس حدیث کو امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا۔^(۴)

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی (اس حدیث سے) پہلی حدیث کے مطابق اس سورت کی آخری آیت نازل ہوئی تھی جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا^(۵) کیونکہ اس وقت ان کی بہنیں تھیں، بیٹیاں نہیں تھیں اور وہ کالہ تھے لیکن

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ (النساء: 11)، حدیث: 4577 . ② صحیح

مسلم، الفرائض، باب میراث الکلالہ، حدیث: (5) 1616 والسنن الکبریٰ للنسائی، الطب، باب عیادۃ المعتمی علیہ:

355/4، حدیث: 7498 و سنن أبی داؤد، الفرائض، باب فی الکلالہ، حدیث: 2886 و جامع الترمذی، التفسیر، باب

ومن سورة النساء، حدیث: 3015 و سنن ابن ماجہ، الفرائض، باب الکلالہ، حدیث: 2728 و مسند أبی یعلیٰ: 2018

لیکن بعض طرق میں ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ کے نزول کا ذکر ہے اور بعض میں ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾

(النساء: 176) کا۔ ③ مسند أحمد: 352/3 . ④ سنن أبی داؤد، الفرائض، باب ماجاء فی میراث الصلب، حدیث:

2891 و جامع الترمذی، الفرائض، باب ماجاء فی میراث البنات، حدیث: 2092 و سنن ابن ماجہ، الفرائض، باب

فرائض الصلب، حدیث: 2720 . ⑤ دیکھیے النساء، آیت: 176 کے ذیل میں۔

اس حدیث کو ہم نے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کی اتباع میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے بھی اس حدیث کو اسی مقام پر ذکر کیا ہے لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری حدیث اس آیت کریمہ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ﴾ کے نزول سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلَّذِيْ كَرِهَ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ ”اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں عدل کا حکم دیتا ہے جب کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ سارا مالی وراثت لڑکوں کو دے دیتے تھے اور لڑکیوں کو کچھ نہیں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اصل میراث میں ان سے یکساں سلوک کیا جائے، اور دونوں صنفوں میں اس اعتبار سے فرق رکھا کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر قرار دیا، اس لیے کہ نفقہ و خرچ مرد کے ذمے ہوتا ہے اور تجارت و کمائی اور تمام امور مشقت سے عہدہ برآ ہونا بھی اس کی ذمہ داری ہے، لہذا یہ بالکل مناسب ہے کہ اسے عورت سے دو گنا حصہ دیا جائے۔

اس آیت کریمہ سے بعض اہل دانش نے یہ استنباط کیا ہے کہ والد اپنی اولاد پر بھی اتنا رحم دل نہیں ہوتا جتنا رحم دل اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ہے، اسی لیے اس نے والدین کو اپنی اولاد کے بارے میں وراثت کا یہ حکم نامہ جاری فرمایا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ وہ والدین کی نسبت ان کے لیے زیادہ رحمت و شفقت فرمانے والا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے جب ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی ہے تو اچانک اس نے جب اسے قیدیوں میں تلاش کر لیا تو اسے پکڑ لیا، اپنے سینے سے لگالیا اور دودھ پلانا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: [أَتُرَوْنَ هَذِهِ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا: لَا، وَهِيَ تَقْدِرُ عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ؟ فَقَالَ: لِلَّهِ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بَوْلَدِهَا] ”تمہاری کیا رائے ہے، کیا یہ عورت اپنے اس بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: نہیں، جبکہ یہ اس کو نہ پھینکنے کی طاقت بھی رکھتی ہو تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس قدر یہ عورت اپنے بچے کے لیے رحم دل ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی کہیں بڑھ کر رحمت و شفقت فرمانے والا ہے۔“ ①

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسی مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس قول کو بیان کیا ہے کہ مال اولاد کے لیے تھا اور وصیت والدین کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا، اور لڑکے کے حصے کو دو لڑکیوں کے حصے کے برابر قرار دے دیا، اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا اور تیسرا حصہ مقرر کیا، بیوی کے لیے آٹھواں اور چوتھا حصہ اور شوہر کے لیے نصف اور چوتھا حصہ۔ ②

① صحیح البخاری، الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعافاته، حدیث: 5999 وصحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة

رحمة الله تعالى.....، حدیث: 2754 عن عمر بن الخطاب ؓ. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَلَكُمْ

نُصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ﴾ (النساء: 4: 12)، حدیث: 4578.

جب صرف بیٹیاں ہی وارث ہوں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اِثْنَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ ”پھر اگر اولاد میت صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زیادہ تو کل تر کے میں ان کا دو تہائی ہے۔“ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ﴿فَوْقَ﴾ کا لفظ یہاں زائد ہے اور اصل یہ ہے کہ اگر لڑکیاں دو ہوں جیسا کہ ﴿فَاضِرْبُوا فَوْقَ الْاِثْنَيْنِ﴾ (الأنفال 12:8) میں فوق زائد ہے لیکن یہ بات نہ یہاں درست ہے اور نہ وہاں کیونکہ یہ محال ہے کہ قرآن میں کوئی ایک ایسا حرف بھی ہو جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

اور اگر ان کی بات درست ہوتی تو پھر یہاں ﴿فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ کے بجائے ﴿فَلَهُمَا ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ کے الفاظ ہونے چاہئیں تھے۔ دو بیٹیوں کے لیے دو ثلث کا حکم ایک دوسری آیت سے مستنبط کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ دو بہنوں کا حصہ دو ثلث ہے۔ ﴿لَہَذَا اگر دو بہنیں دو ثلث کی وارث ہیں تو دو بیٹیاں دو ثلث کی بطریق اولیٰ وارث ہوں گی جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیوں کے لیے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ ان کے لیے دو ثلث ہے۔ ﴿لَہَذَا یہ حکم کتاب و سنت سے ثابت ہو گیا، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ ”اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ نصف ہے۔“ اور اگر دو بیٹیوں کے لیے بھی نصف ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی بیان فرما دیتے اور جب یہ حکم صرف ایک لڑکی کے لیے بیان فرمایا ہے، تاہم معلوم ہوا کہ دو بیٹیاں بھی تین کے حکم میں ہیں۔ واللہ اعلم۔

والدین کا حصہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُّسُ﴾ ”اور میت کے ماں باپ کا، یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا تر کے میں چھٹا حصہ ہے۔“ والدین کے وراثت میں کئی حالات ہوتے ہیں:

(1) اولاد کے ساتھ والدین بھی شریک ہوں تو اس صورت میں والدین میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اور اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو تو اس کا نصف حصہ ہوگا، اور والدین میں سے ہر ایک کا چھٹا اور عصبہ ہونے کی وجہ سے دوسرا چھٹا حصہ بھی باپ کے لیے ہوگا، اس حالت میں وہ گویا اصحاب الفروض میں سے بھی ہوگا اور عصبہ بھی۔

(2) صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس حالت میں ماں کا حصہ ایک ثلث ہوگا اور باقی سارا عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کا ہوگا، اس حالت میں اسے ماں سے گویا دو گنا حصہ ملا، یعنی دو ثلث اور اس حالت میں اگر میت کا شوہر یا بیوی بھی ہو تو شوہر کا نصف اور بیوی کا چوتھا حصہ ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں شوہر اور بیوی کے حصے کے بعد باقی میں سے ثلث ماں کا ہوگا کیونکہ شوہر اور بیوی کے حصے کے بعد ان کی نسبت سے ساری میراث گویا یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ماں کا حصہ باپ کے حصے سے نصف رکھا ہے، لہذا باقی ماندہ مال کا ایک ثلث ماں اور دو ثلث باپ کا ہوگا۔

(3) جب والدین بھائیوں کے ساتھ شریک میراث ہوں بھائی، خواہ ماں باپ کی طرف سے ہوں یا صرف باپ کی طرف

① یہ حکم آیت: ﴿وَإِنْ كَانَتَا اِثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ﴾ (النساء: 176) میں ہے۔ ② دیکھیے النساء، آیت: 11 کی تفسیر۔

سے یا صرف ماں کی طرف سے تو انھیں باپ کی موجودگی میں کچھ نہیں ملے گا، البتہ وہ ماں کے لیے ضرور رکاوٹ بنیں گے اور ان کی موجودگی میں ماں کو ثلث کے بجائے چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ماں اور باپ کے سوا کوئی اور وارث نہ ہو تو ماں کے بعد جو باقی بچے کا وہ باپ کا ہوگا۔ اور اس مذکورہ بالا صورت میں دو بھائیوں کا حکم بھی جمہور کے نزدیک وہی ہے جو دو سے زیادہ بھائیوں کا ہے۔

امام ابن ابوجاتم نے ﴿فَإِنْ كَانَ لَكَ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ الشُّدُسُ﴾ ”پھر اگر اس (مرنے والے) کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔“ کے بارے میں قتادہ کا قول بیان کیا ہے کہ انھوں نے ماں کے حصے میں کمی تو کی لیکن وہ وارث نہیں ہوں گے۔ اور ایک بھائی ثلث میں ماں کے لیے حاجب نہیں بنتا اور تعداد اس سے اوپر ہو تو حجب نقصان، یعنی ماں کے حصے میں کمی کا باعث بنتے ہیں۔ اہل علم کی رائے یہ ہے کہ بھائی ماں کے لیے ثلث سے اس لیے حاجب بنتے ہیں کہ بچوں کے نکاح اور دیگر اخراجات و ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری باپ کی ہے،^① ماں کی نہیں اور یہ ایک اچھی رائے ہے۔

میراث سے قرض اور وصیت مقدم ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِ يُوْصِي بِهَا اَوْ دَيْنٍ ط﴾ ”(اور یہ تقسیم ترکہ میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اس کے ذمے ہو عمل میں آئے گی۔)“ علمائے سلف و خلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرض کو ادا کرنا وصیت سے مقدم ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ کے بغور جائزے سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کیونکہ اگر قرض تمام ترکے سے زیادہ ہو تو نہ وصیت پر عمل ہو سکے گا اور نہ وراثت تقسیم ہوگی۔ فرمانِ الہی: ﴿اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ط﴾ ”تم کو معلوم نہیں کہ تمھارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے۔“ یعنی ہم نے باپ دادوں اور بیٹوں کے حصے مقرر کر دیے ہیں اور اصل میراث میں ہم نے سب کو مساوی رکھا ہے، برخلاف اس کے جو زمانہ جاہلیت میں یا ابتدائے اسلام میں تھا کہ مال تو اولاد کے لیے ہوتا اور والدین کے لیے وصیت ہوتی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔^②

اب اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر کے ان میں سے ہر ایک کا باقاعدہ حصہ مقرر کر دیا ہے کیونکہ انسان کو کبھی دینی یا اخروی یا دونوں ہی فائدے باپ سے تو حاصل ہوتے ہیں مگر بیٹے سے نہیں اور کبھی یہ فوائد بیٹے سے تو حاصل ہوتے ہیں مگر باپ سے نہیں اسی لیے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمھارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے۔ یعنی ان میں سے جیسے ایک سے فائدے کی امید اور توقع ہے، ایسے ہی دوسرے سے بھی ہے۔ اسی لیے ہم نے ان میں سے ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا ہے اور اصل میراث میں ان دونوں قسموں کو برابر کا شریک رکھا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

① تفسیر ابن ابی حاتم 883/3 . ② دیکھیے النساء، آیت: 11 کے ذیل میں۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ

اور تمہاری بیویوں کے ترکے میں تمہارا آدھا حصہ ہے، اگر ان کی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکے میں تمہارا چوتھا حصہ ہے۔

فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِ يَوْصِيْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا

(یہ تقسیم) ان کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکے میں تمہاری بیویوں کا چوتھا حصہ ہے، پھر

تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّنُونُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ

اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکے میں ان کا آٹھواں حصہ ہے۔ (یہ تقسیم) تمہاری وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی اور اگر وہ

بَعْدِ وَصِيَّتِ تَوْصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةٌ وَلَهُ

آدی جس کا ورثہ تقسیم کیا جا رہا ہو، اس کا بیٹا ہونہ باپ، یا ایسی ہی عورت ہو، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں

أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ

میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ پھر اگر ان کی تعداد اس سے زیادہ ہو تو وہ سب ایک تہائی حصے میں شریک ہوں گے۔

فِي الثَّلَاثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِ يُوْصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ط

(یہ تقسیم) اس کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد (ہوگی) جبکہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے تاکید ہے،

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ط

اور اللہ خوب جاننے والا، بڑے حوصلے والا ہے ⑫

﴿فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ط﴾ (یہ حصے) اللہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔“ یعنی یہ جو ہم نے میراث کی تفصیل ذکر کی ہے اور بعض وارثوں کو بعض سے زیادہ حصہ دے دیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کا حکم دیا ہے اور فیصلہ فرمایا ہے۔ ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (النساء: 26) یعنی اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کو اپنے مقام پر رکھتا ہے اور ہر ایک کو وہ دیتا ہے جس کا وہ حسبِ حال مستحق ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ ⑪ ﴿بَلَا شِبْهَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ﴾ والا، حکمت والا ہے۔“

تفسیر آیت: 12

شوہر اور بیوی کی میراث: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے مردو! جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ مریں، اگر ان کے اولاد نہ ہو تو اس میں سے نصف حصہ تمہارا اور اگر اولاد ہو تو ترکے میں تمہارا حصہ چوتھا ہی ہے لیکن یہ تقسیم وصیت کی نیل کے بعد جو انھوں نے کی ہو یا قرض کے ادا ہونے کے بعد جو ان کے ذمے ہو، کی جائے گی۔ اور یہ قبل ازین بیان کیا جا چکا ہے کہ قرض کا ادا کرنا وصیت سے مقدم ہوگا، پھر وصیت کی تعمیل کی جائے گی۔ اس کے بعد وراثت کی تقسیم ہوگی۔ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ پوتوں اور پڑپوتوں کا حکم بھی اس سلسلے میں وہی ہے جو صلیبی اولاد کا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّنُونُ ط

”اور جو مال تم مرد چھوڑ مرو تو تمہاری عورتوں کا اس میں چوتھا حصہ ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا آٹھواں حصہ ہے۔“ اس چوتھے اور آٹھویں حصے میں تمام بیویاں شریک ہوں گی، خواہ وہ ایک ہو یا دو یا تین یا چار۔ ﴿مَنْ بَعْدَ وَصِيَّتِهِ﴾۔ اس کے بارے میں بحث (آیت: 11 کے تحت) ہو چکی ہے۔

کلالہ کی تعریف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤْرَثُ كَلَالَةً﴾ ”اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کا باپ ہو نہ بیٹا۔“ کلالہ کا لفظ اکلیل سے مشتق ہے اور یہ اس تاج کو کہتے ہیں جو سر کو تمام اطراف سے گھیرے ہوئے ہو اور یہاں وہ شخص مراد ہے جس کا اصول و فروع میں سے کوئی وارث نہ ہو لیکن دیگر ورثاء اسے دوسری جوانب سے گھیر لیں، یعنی اس کے وارث اس کے بھائی بہن ہوں جیسا کہ شعی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ آپ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں، میں اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں، اگر میرا جواب صحیح ہوا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور اگر یہ غلط ہوا تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے۔ کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا نہ بیٹا ہو اور نہ باپ۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو فرمایا مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے حیا آتی ہے۔^(۱) اس روایت کو امام ابن جریر اور دیگر کئی ائمہ نے بیان فرمایا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں وہ سب سے آخری انسان تھا جس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی، میں نے اس ملاقات میں آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بات وہی ہے جو میں نے کہی ہے، میں نے عرض کی: آپ نے کیا فرمایا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ میں نے یہ کہا ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کا نہ بیٹا ہو اور نہ باپ۔^(۲) حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔^(۳) اور کئی ایک صحیح سندوں سے حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^(۴) امام شعی، نخعی، حسن بصری، قتادہ، جابر بن زید اور حکم رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔^(۵) اہل مدینہ اور اہل کوفہ و بصرہ کا بھی یہی قول ہے، نیز فقہائے سبعہ، ائمہ اربعہ اور جمہور بلکہ تمام سلف و خلف کا بھی یہی قول ہے۔ اور کئی ایک اہل علم نے فرمایا ہے کہ اس پر ساری امت کا اجماع ہے۔^(۶)

ماں جائے بھائیوں کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَهُ آخٌ أَوْ أُخْتٌ﴾ ”اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو۔“ یعنی ماں کی طرف سے جیسا کہ بعض سلف کی قراءت میں ہے جن میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔^(۷) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے جیسا کہ امام قتادہ نے آپ کی روایت کو بیان کیا ہے۔^(۸) فَلِكُلِّ

① تفسیر الطبری: 376/4 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 887/3 والمستدرک للحاکم، التفسیر، سورة النساء: 303/2،

304 . ③ الدر المنثور: 443/3 . ④ تفسیر الطبری: 377/4 . ⑤ تفسیر الطبری: 379-377/4 . ⑥ تفسیر الطبری:

377/4 . ⑦ تفسیر القرطبی: 78/5 حضرت سعد بن ابی وقاص کی قراءت یہ ہے: ﴿وَلَهُ آخٌ أَوْ أُخْتٌ مِنْ أُمِّهِ﴾ . ⑧ تفسیر

الطبری: 381/4 اور یہ قول قتادہ ہی کا ہے۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا، اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان

الْأَنْهَارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (13) وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ

میں ہمیشہ رہے گا۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے ۝ (13) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے آگے نکلے گا تو اللہ اسے

حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا ۚ وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ (14)

آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے سزا کرنے والا عذاب ہے ۝ (14)

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشَّدَسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثَّلَاثِ ۚ ﴿تَوَانِ﴾ میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے، پھر اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔“

ماں کی طرف سے بھائیوں کا حکم کئی اعتبار سے دیگر وارثوں سے مختلف ہے، مثلاً: (1) یہ اس کی موجودگی میں بھی وارث ہوتے ہیں جس کی وجہ سے یہ میت کی طرف منسوب ہیں اور وہ ماں ہے (2) میراث میں ان بھائیوں اور بہنوں کا حصہ ایک جیسا ہے۔ (3) یہ صرف اسی صورت میں وارث ہوتے ہیں جب میت کلامہ ہو، باپ، دادا، بیٹا اور پوتا کی موجودگی میں یہ وارث نہیں ہوں گے۔ (4) خواہ ان بھائیوں اور بہنوں کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، انھیں وراثت میں ایک تہائی سے زیادہ حصہ نہیں ملتا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ﴿مَنْ بَعْدَ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ زَيْنٍ غَيْرِ مُضَارٍّ﴾ (یہ جسے بھی) بعد ادائے وصیت و قرض بشرطیکہ ان سے میت نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو (تقسیم کیے جائیں گے۔)“ تاکہ وصیت عدل پر مبنی ہو، نقصان اور ظلم پر مبنی نہ ہو کہ اس میں بعض وارثوں کو محروم کر دیا گیا ہو یا ان کے حصوں میں کمی بیشی کر دی گئی ہو، اگر کوئی شخص ایسا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ تقسیم کی مخالفت کرتا ہے۔

یاد رہے صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَغْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِرَاحِلَةٍ] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے، لہذا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔“ ①

تفسیر آیات: 13، 14

وراثت میں حدود سے تجاوز پر وعید: یعنی یہ وہ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے وارثوں کے لیے، ان کی میت سے قرابت، ان کی ضرورت اور میت کے نہ ہونے کی صورت میں ان کی ضرورت کے پورا نہ ہونے کے سبب مقرر فرما دیے ہیں تو یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، لہذا ان سے تجاوز نہ کرو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس

① سنن أبی داود، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، حدیث: 2870 عن أبی أمامة ؓ. وجامع الترمذی، الوصایا، باب ماجاء لا وصیة لوارث، حدیث: 2121 و سنن النسائی، الوصایا، باب إبطال الوصیة للوارث، حدیث: 3673 عن عمرو بن خارجة ؓ. و سنن ابن ماجه، الوصایا، باب لا وصیة لوارث، حدیث: 2713 عن أبی أمامة ؓ.

کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا۔“ یعنی ان حدود میں اور کسی بھی حیلے اور وسیلے سے کسی بھی وارث کے حصے میں کمی بیشی نہیں کرے گا بلکہ انھیں اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کے فریضے اور اس کی مقرر کردہ تقسیم کے مطابق چھوڑ دے گا ﴿يُدْخِلُهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ① وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَ مَا يَدْخُلُهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ②﴾ ”اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے نکل جائے گا، اس کو اللہ دوزخ میں ڈالے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ذلت کا عذاب ہوگا۔“ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو بدل دیا، اس کے حکم کی مخالفت کی اور ایسا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہ ہو، لہذا اس کی سزا یہ ہوگی کہ اسے دردناک اور ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا کر کے ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلِ الْخَيْرِ سَبْعِينَ سَنَةً، فَإِذَا أَوْضَى حَافٍ فِي وَصِيَّتِهِ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِشَرِّ عَمَلِهِ، فَيَدْخُلُ النَّارَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِينَ سَنَةً، فَيَعْدِلُ فِي وَصِيَّتِهِ فَيُخْتَمُ لَهُ بِخَيْرِ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ] ”ایک شخص ستر سال تک نیک لوگوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے لیکن آخر میں جب وصیت کرتا ہے تو وصیت میں ظلم سے کام لیتا ہے، چنانچہ اس کے اس برے عمل پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ستر سال تک برے لوگوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے لیکن آخر میں اپنی وصیت میں عدل سے کام لیتا ہے تو اس کے اس نیک عمل پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور یہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔“

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو فرمان باری تعالیٰ ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ﴾ ③ تا ﴿عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ ④ پڑھ لو۔ ①

امام ابوداؤد نے اپنی سنن کے باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِضْرَارِ فِي الْوَصِيَّةِ (وصیت میں نقصان پہنچانے کی کراہت) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ أَوِ الْمَرْأَةَ بِطَاعَةِ اللَّهِ سِتِّينَ سَنَةً، ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ، فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ، فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ] ”ایک مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرتے رہتے ہیں اور جب انھیں موت آتی ہے تو وصیت میں یہ کمی بیشی کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے لیے جہنم واجب ہو جاتا ہے۔“

راوی کا بیان ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿مَنْ مَاتَ وَوَصِيَّتُهُ تُؤْضِي بِهَا أَوْ دِينٍ غَيْرُ مُضَاهٍ﴾ ⑤ حتیٰ کہ آپ ﷺ ﴿وَالَّذِي الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ⑥ تک پہنچ گئے۔ ②

① مسند أحمد: 278/2. ② سنن أبي داود، الوصايا، باب ما جاء في كراهية الإضرار في الوصية، حديث: 2867.

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں، تو تم ان پر اپنے میں سے چار مرد گواہ ٹھہرا لو، پھر اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں

شَهِدُوا فَاَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَقَّعَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ⑮

کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے ⑮ اور تم میں سے جو دو بے حیائی

وَالَّذِينَ يَأْتِيْنَهَا مِنْكُمْ فَاَذْهَبَهَا فَإِنَّ تَابًا وَأَصْلَحًا فَاعْزُوا عَنْهَا ط إِنَّ اللَّهَ

کا کام کریں، تو ان کو ایذا دو، پھر اگر وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے درگزر کرو۔ بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا،

كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ⑯

بڑا مہربان ہے ⑯

اسی طرح امام ترمذی وابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے جبکہ امام احمد کا سیاق زیادہ کامل اور اکمل ہے۔

تفسیر آیات: 15، 16

بدکار عورت کو گھر میں قید کرنے کا حکم، پھر اس حکم کی منسوخی: ابتدائے اسلام میں حکم یہ تھا کہ جب کوئی عورت بدکاری کرے اور عادلانہ گواہی سے اس کی بدکاری ثابت ہو جائے تو اسے گھر میں قید کر دیا جائے اور موت تک گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَاَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَقَّعَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ⑮﴾ (مسلمانو!) اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں، ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو، اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے یا اللہ ان کے لیے کوئی اور سبیل (پیدا) کرے۔“ اللہ تعالیٰ نے جو سبیل پیدا کی وہ ہے جس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورہ نور کے نازل ہونے تک یہی حکم تھا، پھر اسے اللہ تعالیٰ نے کوڑوں یا رجم کے حکم سے منسوخ کر دیا۔ ②

حضرت عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن، عطاء خراسانی، ابوصالح، قتادہ، زید بن اسلم اور ضحاک رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ ③ اور یہ بات متفق علیہ ہے۔ ④

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو وہ

① جامع الترمذی، الوصایا، باب ماجاء فی الضرار فی الوصیة، حدیث: 2117 و سنن ابن ماجہ، الوصایا، باب

الحیف فی الوصیة، حدیث: 2704. ② تفسیر الطبری: 388/4. ③ تفسیر الطبری: 388/4 و تفسیر ابن أبی حاتم:

894/3. ④ تفسیر الرازی: 232/9.

آپ پر اثر انداز ہوتی، آپ اس سے تکلیف محسوس فرماتے اور آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دن آپ پر وحی نازل فرمائی اور جب وحی کے نزول کے وقت کی کیفیت ختم ہو گئی تو آپ نے فرمایا: [خُذُوا عَنِّي، قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الثَّيْبُ بِالثَّيْبِ، وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ، الثَّيْبُ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَجْمُ بِالْحِجَارَةِ، وَالْبِكْرُ جَلْدُ مِائَةٍ ثُمَّ نَفَى سَنَةً] ”مجھ سے لو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سبیل پیدا فرمادی ہے، اگر شادی شدہ مرد، شادی شدہ عورت کے ساتھ اور کنوارا کنواری کے ساتھ بدکاری کرے تو شادی شدہ (مرد و عورت) کے لیے سو کوڑے اور پتھروں کے ساتھ رجم کرنا ہے اور کنوارے کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کے لیے جلا وطنی ہے۔“^①

امام مسلم اور اصحاب سنن نے کئی سندوں سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [خُذُوا عَنِّي فَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَ (تَغْرِبُ عَامٍ)، وَالثَّيْبُ بِالثَّيْبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَ الرَّجْمُ] ”مجھ سے احکام سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سبیل پیدا فرمادی ہے، کنوارا کنواری کے ساتھ بدکاری کرے تو ان (میں سے ہر ایک) کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرے تو ان (میں سے ہر ایک) کے لیے سو کوڑے اور رجم ہے۔“^② امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَأْتِيهِمَا مِنْكُمْ فَادُّوهُمَا﴾ ”اور جو دو تم میں سے بدکاری کریں تو ان کو ایذا دو۔“^③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر اور دیگر کئی ائمہ تفسیر فرماتے ہیں کہ انھیں گالی دے کر، عار دلا کر اور جو توں سے مار کر ایذا دو۔^④ یہ حکم اسی طرح تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوڑوں یا رجم کے حکم سے منسوخ کر دیا۔^⑤ اور عکرمہ، عطاء، حسن اور عبد اللہ بن کثیر نے کہا ہے کہ یہ آیت مرد اور عورت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب وہ زنا کریں۔^⑥ اور امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان دو مردوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو جنس پرستی کا ارتکاب کریں۔^⑦ واللہ اعلم۔

اہل سنن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ وَجَدْتُ مَوْهَ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمٍ لُوطٍ، فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ] ”جنھیں قوم لوط کا ساعل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول قتل کر دو۔“^⑧ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا﴾ ”پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیکو کار ہو جائیں“، یعنی اس برے عمل کو ترک

① مسند أحمد: 318/5. ② صحيح مسلم، الحدود، باب حد الزنى، حديث: 1690 ومسند أبي عوانة، الحدود، بيان الخبر الموجب على الزانى الثيب، حديث: 6251 وسنن أبي داود، الحدود، باب فى الرجم، حديث: 4415 وجامع الترمذى، الحدود، باب ما جاء فى الرجم على الثيب، حديث: 1434 والسنن الكبرى للنسائى، الرجم، عقوبة الزانى الثيب: 270/4، حديث: 7143 وسنن ابن ماجه، الحدود، باب حد الزنا، حديث: 2550. ③ تفسير الطبرى: 393/4 وتفسير ابن أبى حاتم: 896/3. ④ تفسير ابن أبى حاتم: 895/3. ⑤ تفسير الطبرى: 391/4. ⑥ تفسير الطبرى: 391/3. ⑦ سنن أبى داود، الحدود، باب فىمن عمل عمل قوم لوط، حديث: 4462 وجامع الترمذى، الحدود، باب ما جاء فى حد اللوطى، حديث: 1456 وسنن ابن ماجه، الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، حديث: 2561 ومسند أحمد: 300/1.

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ

اللہ تو صرف ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو نادانی سے برا کام کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، چنانچہ اللہ ان کی توبہ

قَاطِلِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ①۷ وَلَيْسَتْ التَّوْبَةُ

قبول کر لیتا ہے، اور اللہ بہت جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے ①۷ اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہتے ہیں،

لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ اٰلٰنَ وَلَا

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے، تو وہ کہتا ہے: بے شک اب میں نے توبہ کی، اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے

الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ①۸

جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہی ہوتے ہیں، ان لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ①۸

کر کے اعمال صالحہ کو اختیار کر لیں ﴿فَاعْرِضُوا عَنْهُمْ﴾ ”تو ان کا پیچھا چھوڑ دو“ اور بری بات کر کے انھیں تکلیف نہ دو کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہی نہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ ①۹ ”بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے۔“

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے: [إِذَا زَنَتْ أُمَةٌ أَحَدَكُمْ (فَتَبَيَّنَ زَنَاهَا) فَلْيَحْلِلْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثْرَبْ عَلَيْهَا] ”جب تم میں سے کسی کی باندی بدکاری کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو وہ اسے حد لگا دے، پھر اسے عار نہ دلائے۔“ ①۰ یعنی حد لگانے کے بعد، جو اس کے گناہ کا کفارہ ہے، اس کے اس فعل کی وجہ سے اسے عار نہ دلائے۔

تفسیر آیات: 18، 17

جان کنی سے پہلے پہلے توبہ کی قبولیت: اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے جو نادانی سے برا عمل کر بیٹھتا ہے، پھر توبہ کر لیتا ہے لیکن ملک الموت کے مشاہدے سے پہلے پہلے۔ حضرت مجاہد اور دیگر کئی ائمہ نے کہا ہے کہ جو شخص بھی غلطی سے یا جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے، وہ جاہل ہے حتیٰ کہ وہ اس گناہ سے رک جائے۔ ② قنادہ نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ انسان جو بھی گناہ کرتا ہے وہ جہالت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ③ امام عبد الرزاق فرماتے ہیں کہ ہمیں معمر نے قنادہ سے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام کی یہ متفقہ رائے تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی، خواہ وہ قصد و ارادہ سے کی جائے یا کسی اور طرح سے وہ جہالت ہے۔ ④ ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن کثیر نے حضرت مجاہد کے حوالے سے یہ خبر دی ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی معصیت کا کوئی کام کرتا ہے تو وہ یہ کام کرتے ہوئے جاہل ہوتا ہے۔ ⑤ ابوصالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ

① صحیح البخاری، البیوع، باب بیع المدبر، حدیث: 2234 وصحیح مسلم، الحدود، باب رجم اليهود.....

حدیث: 1703 عن أبي هريرة ؓ . ② تفسیر الطبری: 395/4 وتفسیر ابن أبی حاتم: 897/3 . ③ تفسیر الطبری:

395/4 . ④ تفسیر الطبری: 395/4 . ⑤ تفسیر الطبری: 396/4 .

انسان کی جہالت و نادانی کی بات ہے کہ وہ برا عمل کرتا ہے۔^①

علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ﴾ ”پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں۔“ سے مراد یہ ہے کہ گناہ کے ارتکاب سے لے کر ملک الموت کے نظر آنے سے پہلے پہلے جب بھی توبہ کر لی جائے تو وہ ﴿قَرِيبٍ﴾ ”جلد“ ہی ہے۔^② ضحاک فرماتے ہیں کہ جو موت سے پہلے پہلے ہو وہ قریب ہی ہے۔^③

امام حسن رضی اللہ عنہ بصری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نزع کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر لے۔^④ عکرمہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی ساری زندگی قریب ہے۔^⑤

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغْرَعْ] ”اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک موت کے وقت روح حلق میں نہ پہنچ جائے۔“^⑥ اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^⑦ امام ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں یہ روایت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ وہم ہے کیونکہ اصل راوی حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔^⑧

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لَكُمْ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾^⑨ ”پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔“ لیکن انسان جب زندگی سے مایوس ہو جائے، ملک الموت کا مشاہدہ کر لے، روح حلق میں پہنچ جائے، سینہ تنگ ہو جائے، اور سانس لڑکھڑانے لگے، پھر اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ اب توبہ کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اسی لیے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِيمَانَ﴾ ”اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ موجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔“ یہ ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِنْيَا لَهُمَّ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُدَّتِ اللَّهُ إِلَيْهِمُ ابْوَابُهَا ۖ وَخَسِرَ هُنَا لَكَ الْكَافِرُونَ ۝﴾ (المومن 84:40، 85) ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور ہم ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں جنہیں ہم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو انھیں ان کے ایمان لانے نے کوئی نفع نہ دیا، یہی اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزرا، اور اس عذاب کے وقت کافروں نے

① تفسیر الطبری: 396/4 . ② تفسیر الطبری: 398/4 . ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 898/3 . ④ تفسیر ابن ابی حاتم:

899/3 . ⑤ تفسیر الطبری: 399/4 . ⑥ مسند أحمد: 132/2 . ⑦ جامع الترمذی ، الدعوات ، باب: [إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ

توبة العبد ما لم يغرق] ، حدیث: 3537 و سنن ابن ماجہ ، الزهد ، باب ذکر التوبة ، حدیث: 4253 . ⑧ اس وہم کی

صراحت امام ذہبی نے السیر: 160/5 میں اور امام میزی نے تحفة الأشراف: 55، 54/5 میں کی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا ط وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ، اور تم انہیں (اس مقصد سے) نہ روک رکھو

لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ ط وَعَاشِرُوهُنَّ

کہ تم نے انہیں جو مہر دیا ہو، اس کا کچھ حصہ واپس لے لو، مگر اس صورت میں (انہیں روکنا جائز ہے) کہ اگر وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں۔

بِالْمَعْرُوفِ ط فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا

اور تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو۔ پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت

كَثِيرًا ①۹ وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ ط وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا

بھلائی ڈال دے ①۹ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو، اور تم نے ان میں سے کسی کو بہت سہ ماہ دیا ہو تو اس میں

تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ط اتَّخَذُوهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ②۰ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ

سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کرتے ہوئے واپس لو گے؟ ②۰ اور تم مہر میں سے کیسے واپس لو گے

أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ ط وَآخِذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا غُلِيظًا ②۱ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ

حالانکہ تم ایک دوسرے سے ملاپ کر چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے پختہ عہد لیا ہے؟ ②۱ اور جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے

أَبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً ط وَمَقْتًا ط وَسَاءَ سَبِيلًا ②۲

نکاح کیا ہو، ان سے تم نکاح نہ کرو، مگر جو پہلے گزر گیا سو گزر گیا بے شک یہ بے حیائی کا کام، ناراضی کی بات اور برا طریقہ ہے ②۲

خسارہ اٹھایا۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فیصلہ فرما رکھا ہے کہ وہ اس وقت اہل زمین کی توبہ کو قبول نہیں فرمائے گا جب وہ سورج کو

مغرب سے طلوع ہوتے ہوئے دیکھ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا

إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ط﴾ (الأنعام: 158) ”جس روز تمہارے پروردگار

کی نشانیاں آجائیں گی، چنانچہ جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا، اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان

(کی حالت) میں نیک عمل نہیں کیے ہوں گے (تو گناہوں سے توبہ کرنا مفید نہیں ہوگا۔“

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارًا ط﴾ ”اور نہ ان کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت

میں مریں۔“ یعنی کافر جب کفر و شرک کی حالت میں مرے تو اس کی ندامت اور توبہ اسے کچھ فائدہ نہ دے گی اور نہ اس سے

زمین بھر فدیہ ہی قبول کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو العالیہ اور ربیع فرماتے ہیں کہ یہ آیت اہل شرک کے بارے میں

نازل ہوئی ہے۔ ①

امام احمد نے اسامہ بن سلمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ عَبْدِهِ أَوْ يَغْفِرُ لِعَبْدِهِ مَا لَمْ يَقَعِ الْحِجَابُ، قِيلَ: وَمَا وَقُوعُ الْحِجَابِ؟ قَالَ: تَخْرُجُ النَّفْسُ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ] ”بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ اپنے بندے کو معاف فرمادیتا ہے جب تک حجاب واقع نہ ہو، عرض کی گئی کہ وقوع حجاب سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ جب جان نکلے تو وہ مشرک ہو۔“^(۱) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾^(۲) ”ایسے لوگوں کے لیے ہم نے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔“ یعنی جوشدید طور پر اذیت ناک ہوگا اور ہمیشہ کے لیے بھی ہوگا۔

تفسیر آیات: 22-19

عورتوں کے زبردستی وارث بننے کے معنی: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت بیان کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کے وارث اس کی بیوی کے زیادہ حق دار ہوتے، اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو خود اس سے شادی کر لیتا اور اگر وہ چاہتے کسی اور سے اس کی شادی کر دیتے اور اگر وہ چاہتے تو کسی سے بھی اس کی شادی نہ کرتے۔ بہر حال وہ اس عورت کے اہل خانہ سے اپنے آپ کو زیادہ حقدار سمجھتے تھے، چنانچہ اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا ط ۝ مومنو! تم کو جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔“^(۳)

عورتوں کو نقصان پہنچانے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَعْصُوهُنَّ لِيَتَذَهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْنَهُنَّ﴾ ”اور (دیکھنا) اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو انھیں (گھروں میں) مت روک رکھنا۔“ یعنی زندگی بسر کرنے میں انھیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤ تا کہ تم نے انھیں جو مہر دیا اسے یا اس کے کچھ حصے کو چھوڑ دیں یا اپنے حقوق میں سے کسی حق سے دستبردار ہو جائیں یا تمھاری زبردستی کی وجہ سے وہ اس طرح کی کسی اور چیز کو تمھارے لیے چھوڑ دیں۔ اِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ ۝ ”ہاں، اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت کے مطابق، سعید بن مسیب، شععی، حسن بصری، محمد بن سیرین، سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ رحمہ اللہ (سے ایک روایت کے مطابق) عطاء خراسانی، ضحاک رحمہ اللہ (سے ایک روایت کے مطابق) ابوقلابہ، ابوصالح، سدی، زید بن اسلم اور سعید بن ابولہل فرماتے ہیں کہ کھلے طور پر بدکاری سے مراد زنا ہے۔^(۴) یعنی اگر وہ زنا کی مرتکب ہو تو تم اس سے وہ مہر واپس لے سکتے ہو جو تم نے اسے دیا ہو، تم اس پر سختی کر سکتے ہو حتیٰ کہ وہ اسے تمھارے لیے چھوڑ دے، اس صورت میں تم اس سے علیحدگی بھی اختیار کر سکتے ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْنَهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ط ۝ (البقرة: 229)﴾ ”اور یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ ہاں، اگر زن وشو کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم

(۱) مسند أحمد: 174/5 و كشف الأستار: 78/4، حدیث: 3241. (۲) صحيح البخاری، التفسیر، باب: لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ

تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا ط. (النساء: 4: 19)، حدیث: 4579. (۳) تفسیر ابن ابی حاتم: 904/3 و تفسیر الطبری: 411/4.

نہیں رکھ سکیں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ کھلم کھلا بدکاری سے مراد عورت کی طرف سے زیادتی اور نافرمانی ہے۔^①

امام ابن جریر نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ یہ الفاظ عام ہیں اور زنا، نافرمانی، زیادتی اور بدزبانی وغیرہ سب کو شامل ہیں، یعنی یہ سب کام ایسے ہیں جن کی وجہ سے عورت کو تنگ کیا جاسکتا ہے تاکہ وہ اپنے سارے یا بعض حق سے دستبردار ہو جائے، اس صورت میں شوہر اس سے علیحدگی بھی اختیار کر سکتا ہے۔^② امام ابن جریر کا یہ موقف بہت اچھا ہے۔ واللہ اعلم۔ عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو۔ یعنی ان سے شائستہ انداز میں بات کرو، اچھے اچھے کام کرو اور مقدور بھر کوشش کر کے اپنی شکل و صورت کو بھی اچھا بناؤ جیسا کہ تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہاری بیوی تم سے احسن انداز میں اور اچھی شکل و صورت میں پیش آئے، تم بھی اس کے سامنے اسی طرح کا مظاہرہ کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرة: 228) ”اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق عورتوں پر ہے)۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي] ”تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تمہاری نسبت بہت اچھا ہوں۔“^③ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی ایک جھلک یہ بھی تھی کہ آپ اہل خانہ کے ساتھ خوب صورت انداز میں زندگی بسر فرماتے، ہمیشہ تبسم فرماتے رہتے، اہل خانہ سے خوش طبعی سے پیش آتے، ان سے لطف و کرم کا معاملہ فرماتے، نان و نفقہ میں وسعت رکھتے، ازواج مطہرات کو ہنساتے حتیٰ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لیے ان سے دوڑ بھی لگا لیتے۔ ام المؤمنین بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دوڑ کا مقابلہ فرمایا تو میں آپ سے سبقت لے گئی، یہ اس وقت کی بات ہے جب میرا جسم ابھی بھاری نہیں ہوا تھا، جسم بھاری ہونے کے بعد ایک بار پھر مقابلہ ہوا، چنانچہ آپ نے سبقت فرمائی ساتھ ہی فرمایا: [هَذِهِ بَيْتُكَ السَّبْقَةِ] ”یہ تمہاری اس سبقت کا جواب ہے۔“^④

تمام ازواج مطہرات ہر رات اس ام المؤمنین کے گھر میں جمع ہو جاتیں جس کے گھر میں رسول اللہ ﷺ نے شب بسر فرمانا ہوتی تھی۔ آپ بسا اوقات رات کا کھانا ان کے ساتھ مل کر تناول فرماتے، پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے حجرے میں چلی جاتی۔ آپ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ہی بستر میں آرام فرمایا کرتے تھے۔^⑤ آرام فرماتے وقت مبارک شانوں سے چادر اتار دیتے اور تہ بند ہی کے ساتھ سو جاتے، نماز عشاء سے فراغت کے بعد کاشانہ نبوت میں تشریف

① تفسیر الطبری: 411/4 و تفسیر ابن ابی حاتم: 904/3. ② تفسیر الطبری: 412/4. ③ جامع الترمذی، المناقب،

باب فضل أزواج النبی ﷺ، حدیث: 3895 عن عائشة رضی اللہ عنہا، اور دیکھیے السلسلة الصحيحة، حدیث: 285. ④ اس کا پہلا حصہ، یعنی ”..... سبقت لے گئی“ سنن ابن ماجہ، النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء، حدیث: 1979 اور آخری حصہ سنن ابی داود، الجہاد، باب فی السبق علی الرجل، حدیث: 2578 کے مطابق ہے۔ ⑤ دیکھیے صحیح البخاری، الحيض، باب

النوم مع الحائض، حدیث: 322 و مسند أحمد: 332/6.

لے آتے اور محو استراحت ہونے سے پہلے گھر والوں کے ساتھ کچھ دیر گفتگو بھی فرماتے تاکہ انس و محبت کا اظہار ہو سکے۔^(۱) جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الأحزاب: 21) ”تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُمْ فَفَعَلَىٰ أَنْ تَكُوْهُمُ أَشْيَاءَ وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾^(۲) ”اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔“ یعنی ہو سکتا ہے کہ ناپسندیدگی کے باوجود تمہارا انھیں اپنے پاس رکھنا اور صبر کا مظاہرہ کرنا دنیا و آخرت میں خیر کثیر کا سبب بن جائے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ شوہر بیوی سے شفقت کا سلوک کرے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے بطن سے بیٹا عطا فرما دے اور یہ بیٹا خیر کثیر کا ذریعہ ثابت ہو۔

صحیح حدیث میں ہے: [لَا يَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُّؤْمِنَةً، إِنْ (سَخِطَ) مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرًا] ”کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھے، ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی ایک بات ناراضی کا سبب ہو تو دوسری بات خوشی کا سبب بن جائے۔“^(۳) مہر واپس لینے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ اتَّخَذُوا مِنْهُ شَيْئًا وَبُهْتَانًا ۚ وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾^(۴) ”اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم نے ان میں سے کسی کو بہت سامال دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ بھلا تم اسے بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کرتے ہوئے واپس لو گے؟“ یعنی جب تم میں سے کوئی یہ چاہے کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور اس کی جگہ کسی اور بیوی کو لے آئے تو اس نے اپنی اس پہلی بیوی کو جو مہر دیا تھا اسے واپس نہ لے، خواہ اس نے بہت سامال ہی کیوں نہ دیا ہو۔ لفظ قِنْطَار کے بارے میں ہم قبل ازیں سورہ آل عمران میں مفصل بحث کر آئے ہیں^(۵) کہ یہ کس مقدار کا حامل ہے! لہذا اب اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ بطور مہر بہت سامال دینا بھی جائز ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کثرت مہر سے منع کر دیا تھا لیکن پھر اس سے رجوع فرمایا تھا۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے ابو العصفاء سلیمی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! عورتوں کے بہت زیادہ مہر نہ باندھو، لوگو! عورتوں کے بہت زیادہ مہر نہ باندھو، اگر یہ بات دنیا میں باعث عزت یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ کا سبب ہوتی تو اس کے زیادہ حق دار نبی اکرم ﷺ تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کا مہر بارہ اوقیہ چاندی (480 درہم)^(۶) یعنی 146.88 گرام تقریباً سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا اور نہ آپ ﷺ کی بیٹیوں میں سے کسی کا بھی حق مہر بارہ اوقیہ چاندی سے زیادہ مقرر کیا

(۱) دیکھیے صحیح البخاری، حدیث: 4569۔ (۲) صحیح مسلم، الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، حدیث: 1467

ومسند أحمد: 329/2 عن أبي هريرة ؓ. لیکن ان دونوں میں: [سَخِطَ] کے بجائے [كَرِهَ] ہے۔ (۳) دیکھیے آل عمران، آیت:

14 کے ذیل میں۔ (۴) امام ترمذی نے اس کو حدیث: 1114 کے بعد ذکر کیا ہے۔

گیا تھا۔ بسا اوقات ایک شخص اپنی بیوی کے مہر کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اس کو اس سے عداوت بھی ہو جاتی ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے تو تیری ایک ایک سہولت کی خاطر بہت مشقت اٹھائی۔^(۱) اسے امام احمد اور اہل سنن نے کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔^(۲) اور امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

حافظ ابو یعلیٰ نے مسروق کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور آپ نے فرمایا: لوگو! تم عورتوں کو مہر بہت زیادہ دینے لگے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مہر چار سو درہم یا اس سے بھی کم دیے تھے اور اگر زیادہ مہر دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ یا عزت کی بات ہوتی تو پھر تم رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے سبقت نہیں لے جا سکتے، لہذا میں اب کوئی ایسا شخص نہ دیکھوں جو اپنی بیوی کو چار سو درہم سے زیادہ مہر دے۔ آپ نے یہ فرمایا اور منبر سے اتر آئے تو اس پر ایک قریشی عورت نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے لوگوں کو منع فرمادیا ہے کہ وہ عورتوں کو چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ دیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تو اس عورت نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے کہ ﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَهُنَّ قِنْطَارًا﴾ ”اور تم نے ان میں سے کسی ایک کو بہت سا مال دیا ہو۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کر کہا کہ اے اللہ! میں معافی چاہتا ہوں، عمر سے تو سب لوگ زیادہ فقیہ ہیں۔ پھر آپ دوبارہ منبر پر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ میں نے تم کو منع کر دیا تھا کہ عورتوں کو چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ دو لیکن میں اب یہ کہتا ہوں کہ تم میں سے جو شخص اپنے مال میں سے جس قدر چاہے مہر دے سکتا ہے۔^(۳)

حافظ ابو یعلیٰ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جو شخص خوش دلی سے زیادہ مہر دینا چاہے تو وہ دے سکتا ہے۔ اس روایت کی سند جید اور قوی ہے۔

﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ﴾ یعنی تم عورت سے مہر کس طرح لے سکتے ہو، حالانکہ تم اس سے اور وہ تم سے صحبت کر چکی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، سدی اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہاں اس (افضاء) سے مراد جماع ہی ہے۔^(۴)

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ جب دو لعان کرنے والے اپنے لعان سے فارغ ہوئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ]، [قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَالِي؟۔]

① مسند أحمد: 41,40/1 . ② مسند أحمد: 48/1 مطوّلًا و 94,93/6 و سنن أبي داود، النكاح، باب الصداق،

حدیث: 2106 مختصرًا. و جامع الترمذی، النكاح، باب منه، حدیث: 1114م و سنن النسائی، النكاح، باب القسط فی الأصدقاء، حدیث: 3351 و سنن ابن ماجه، النكاح، باب صداق النساء، حدیث: 1887. ③ الدر المنثور:

237/2 و مسند البزار، و مما روی مسروق بن الأجدع عن عمر: 451/1، حدیث: 321 مختصرًا جدًا. و سنن سعید بن

منصور، باب ماجاء فی الصداق: 166/1 و مجمع الزوائد، النكاح، باب الصداق: 284,283/4، حدیث: 598. ④

تفسیر ابن ابی حاتم: 908/1 و تفسیر الطبری: 416/4.

يَعْنِي مَا أَصْدَقَهَا۔ قَالَ: لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا“ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے کے لیے تیار ہے؟ آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا مال؟ یعنی وہ مال جو اس نے بطور مہر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے کوئی مال نہیں۔ اگر تم اس کی بابت سچ کہہ رہے ہو تو مال اس کا معاوضہ ہے جو تم نے اس کی شرم گاہ کو حلال کیا اور اگر تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو پھر وہ مال عورت کی نسبت تم سے بہت زیادہ دور ہے۔“^①

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمُ إِلَىٰ بَعْضٍ﴾ ”اور تم دیا ہوا مال کیونکر واپس لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ صحبت کر چکے ہو؟“ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَآخُذْ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾^② ”اور وہ تم سے عہد واثق بھی لے چکی ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ اس سے مراد عقد نکاح ہے۔^③ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: [فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللَّهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ] ”عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔“^④

باپ کی منکوحہ عورتیں بیٹوں کے لیے حرام ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ”اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو، ان سے نکاح نہ کرنا۔“ اللہ تعالیٰ نے باپ کی عزت، تعظیم اور احترام کی وجہ سے یہ حرام قرار دیا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرے حتیٰ کہ اگر باپ نے محض عقد ہی کیا ہو اور اس سے مباشرت نہ کی ہو پھر بھی اس عورت سے بیٹے کے لیے نکاح کرنا حرام ہے اور اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اہل جاہلیت بھی باپ کی منکوحہ اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنے کے سوا ان دیگر تمام رشتوں کو حرام سمجھتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ”اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرنا۔“ اور فرمایا: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ ”اور تمہارا دو بہنوں کو اکٹھا کرنا (بھی حرام ہے)۔“^⑤ عطاء اور قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^⑥

① ابتدائی حصہ صحیح البخاری، الطلاق، باب قول الإمام للمتلاعنين: إن أحدكما؟ حدیث: 5312 اور آخری حصہ صحیح مسلم، اللعان، حدیث: (5)-1493 کے مطابق ہے، البتہ صحیح بخاری کے لفظ بھی قریب تر ہیں۔ ② شخص از تفسیر الطبری: 417/4 و تفسیر ابن ابی حاتم: 909، 908/3۔ ③ صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حدیث: 1218 مطوّلًا۔ ابن کثیر میں [فاتقوا الله في النساء] کی جگہ [واستوصوا بالنساء خيرا] ہے لیکن یہ لفظ ترمذی اور ابن ماجہ کے ہیں، دیکھیے جامع الترمذی، الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، حدیث: 1163 و سنن ابن ماجہ: 1851۔ ④ تفسیر الطبری: 420/4۔ ⑤ تفسیر الطبری: 420/4۔

باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا اس امت میں حرام ہے اور یہ بے حد قابل نفرت بات ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ۝﴾ ”بے شک یہ نہایت بے حیائی اور (اللہ کی) ناخوشی کی بات تھی اور بہت برا دستور (و طریقہ) تھا۔“ اور اسی طرح فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ (الأنعام: 151) ”اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: 32) ”اور زنا کے بھی پاس نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔“

لیکن یہاں ایک لفظ ﴿وَمَقْتًا﴾ کا اضافہ ہے جس کے معنی بغض کے ہیں، یعنی یہ بات فی نفسہ بہت بری اور گراں ہے، پھر اس کے نتیجے میں بیٹا اپنے باپ سے اس کی منکوحہ سے نکاح کرنے کے بعد بغض بھی رکھنے لگتا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر اسی طرح ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہ اس کے پہلے شوہر سے بغض رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امہات المؤمنین کو امت کے لیے حرام قرار دے دیا گیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی بیویاں ہونے کی وجہ سے وہ امت کی مائیں ہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ امت کے باپ کی طرح ہیں بلکہ اس پر ساری امت کا اجماع ہے کہ آپ کا حق باپ کے حق سے بھی زیادہ عظیم اور فائق ہے بلکہ آپ کی محبت تمام نفوس انسانی کی محبت سے مقدم ہے اور اس پر ساری امت کا اجماع ہے۔ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ۔

عطاء بن ابورباح نے ﴿وَمَقْتًا﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ اللہ کی ناخوشی کی بات ہے۔ ① ﴿وَسَاءَ سَبِيلًا ۝﴾ ”اور بری راہ ہے۔“ اور یہ وہ بدترین رستہ ہے جس پر لوگ چلتے ہیں جو شخص حرمت کے اس حکم کے بعد بھی اس بری روش کو اختیار کرے تو وہ دین سے مرتد ہو جائے گا، واجب القتل ہوگا اور اس کا مال، مال غنیمت کے طور پر بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا جیسا کہ امام احمد اور اہل سنن نے کئی سندوں کے ساتھ براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو بیان کیا ہے جسے انھوں نے اپنے ماموں ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے اور دوسری روایت کے مطابق ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ایک تیسری روایت کے مطابق اپنے چچا ② حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایک ایسے شخص کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا کہ اسے قتل کر دو اور اس کے مال کو چھین لو۔ ③

① تفسیر ابن ابی حاتم: 910/3۔ ② دراصل یہ روایت حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور غمی کی کنیت ابو بردہ ہے لیکن بعض رواۃ نے غمی کو خال سے اور بعض نے عم سے تعبیر کیا ہے، البتہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما کے ماموں ہی ہیں اور ابو بردہ کا مشہور نام ہانی بن نیر ہے۔ دیکھیے التاريخ الكبير للبخاری: (ق: 2/ج: 1) 259/2۔ ③ مسند أحمد: 290/4 و سنن أبی داود، الحدود، باب فی الرجل یزنی بحریمہ، حدیث: 4456، 4457 و جامع الترمذی، الأحکام، باب فیمن تزوج امرأة أیه، حدیث: 1362 و سنن النسائی، النکاح، باب نکاح مانکح الآباء، حدیث: 3333، 3334 و سنن ابن ماجہ، الحدود، باب من تزوج امرأة أیه من بعده، حدیث: 2607۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ

تم پر حرام کی گئی ہیں، تمہاری مائیں، اور تمہاری بیٹیاں، اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپھیاں، اور تمہاری خالائیں، اور تمہاری بھتیجیاں،

وَبَنَاتُ الْأَخْتِ وَأُمَّهَاتُ الْمَنِيِّ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ

اور تمہاری بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں،

وَرَبَابِبُكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا

اور تمہاری وہ سوتیلی بیٹیاں جو تمہارے ہاں پرورش پائیں اور ان عورتوں کے پیٹ سے ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہو، پھر اگر تم

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ

نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تمہارے صلیبی بیٹوں کی بیویاں، اور تمہارا دودھ بہنوں کو جمع کرنا (بھی حرام ہے) مگر جو پہلے

تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝۲۳

گزر گیا سو گزر گیا۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ۲۳

تفسیر آیت: 23

ابدی اور غیر ابدی محرمات کا بیان: اس آیت کریمہ میں ان خواتین کا ذکر ہے جن سے نسب یا سرائی رشتے کے اعتبار سے نکاح کرنا حرام ہے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سات قسم کی خواتین تم پر نسب کے اعتبار سے اور سات قسم کی سرائی رشتے کے اعتبار سے حرام قرار دے دی گئی ہیں، پھر انھوں نے اس مذکورہ بالا آیت کو پڑھا۔^①

امام طبری نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ سات قسم کی خواتین نسب سے اور سات سرائی سے حرام ہیں، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخْتِ﴾ ”تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام کر دی گئی ہیں۔“^② ان تمام خواتین کا تعلق نسب سے ہے۔

اور فرمایا: ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ ”اور وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں۔“ یعنی جس طرح تمہاری وہ ماں حرام ہے جس نے تمہیں جنم دیا ہو۔ اسی طرح تمہاری وہ ماں بھی حرام ہے جس نے تمہیں دودھ پلایا ہو، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الرِّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ] ”رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو پیدائش سے حرام ہوتے ہیں۔“^③

① تفسیر ابن ابی حاتم: 911/3۔ ② تفسیر الطبری: 423/4 و صحیح البخاری، النکاح، باب ما یحل من النساء وما

یحرم.....، حدیث: 5105 (معلقاً)۔ ③ صحیح البخاری، النکاح، باب: ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ﴾ (النساء: 23)،

حدیث: 5099 و صحیح مسلم، الرضاع، باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة۔ حدیث: 1444۔ اللفظ: لہ۔

امام مسلم کے ہاں یہ الفاظ بھی ہیں: [يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ] ”رضاعت سے بھی وہ رشتہ حرام ہو جاتا ہے جو نسب سے ہوتا ہے۔“^①

رضاعت کی مقدار اور مدت: پانچ رضعات سے کم دودھ پیا ہو تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں پہلے دس متعین رضعات کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا جو حرام قرار دیتے تھے، پھر ان میں سے پانچ رضعات کو منسوخ کر دیا گیا، جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو انھیں قرآن مجید میں پڑھا جاتا تھا۔^② اور حدیث سہلہ بنت سہیل میں ہے کہ انھیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ سالم مولیٰ ابو حذیفہ کو پانچ رضعات دودھ پلا دیں۔^③

پھر یاد رہے کہ اس رضاعت کا اعتبار ہے جو دو سال کی عمر سے پہلے صغریٰ میں ہو جیسا کہ ہم اس مسئلے کو سورۃ بقرہ کی آیت: ﴿يُزْعَنُ أَوْلَادُهُمْ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْعَمَ الرِّضَاعَةَ﴾ (البقرہ: 233) کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہیں۔

بیویوں کی ماؤں اور بیٹیوں کی حرمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَقْهَتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبَكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمُ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمُ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ ”اور سائیں حرام کر دی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو ان کی لڑکیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی تم پر حرام ہیں) ہاں، اگر ان کے ساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔“ جہاں تک بیوی کی ماں کا تعلق ہے تو وہ محض اس کی بیٹی سے عقد کرنے ہی سے حرام ہو جاتی ہے، خواہ اس نے مباشرت کی ہو یا نہ کی ہو۔ ہاں، البتہ ربیبہ، یعنی بیوی کی بیٹی تو وہ اس کی ماں کے ساتھ محض عقد کی وجہ سے حرام نہ ہوگی۔ حرام اس صورت میں ہوگی جب اس نے اس کی ماں کے ساتھ مباشرت کی ہو، اگر مباشرت سے قبل اس کی ماں کو طلاق دے دے تو اس کی بیٹی سے اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمُ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمُ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ ”اور ان کی لڑکیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی تم پر حرام ہیں) ہاں، اگر ان کے ساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔“ یہ حکم صرف ربائب کے لیے ہے۔

ربیبہ، آدمی کے زیر پرورش ہو یا نہ، ہر دو صورت میں حرام ہے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ﴾ ”اور ان کی لڑکیاں جنہیں تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی تم پر حرام ہیں۔)“ کے بارے میں جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ ربیبہ، خواہ آدمی کے زیر پرورش ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں حرام ہے، یہ اسلوب کلام (اس فرمان کے ساتھ ﴿فِي حُجُورِكُمْ﴾ کی قید) اکثر و بیشتر

① صحیح مسلم، الرضاع، باب تحريم الرضاعة من ماء الفحل، حدیث: (9) - 1444. ② صحیح مسلم، الرضاع،

باب التحريم بخمس رضعات، حدیث: 1452. ③ مختص از سنن أبی داود، النکاح، باب من حرم به، حدیث: 2061.

صورتوں کے لحاظ سے ہے) کیونکہ ربیبہ زیادہ تر آدمی کے زیر پرورش ہی ہوتی ہے، لہذا اس قید کا کوئی مفہوم نہیں ہے کہ اگر پرورش میں نہ ہو تو پھر کوئی دوسرا حکم ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتِيْلَتَكُمْ عَلَى الْإِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ (النور: 33) ”اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شری سے) بدکاری پر مجبور نہ کرنا۔“ اس میں بھی شرط کا کوئی مفہوم نہیں ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میری بہن، ابوسفیان کی بیٹی سے۔ اور صحیح مسلم کی روایت میں الفاظ ہیں کہ عَزَّہ بنت ابوسفیان سے نکاح کر لیں، آپ نے فرمایا: [أَوْ تُحِبِّينَ ذَلِكَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِیَّةٍ، وَ أَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرٍ أُحِبِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنْ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي، قُلْتُ: فَإِنَّا نَحَدِّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: بِنْتُ أُمِّ سَلَمَةَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِیَّتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي، إِنَّهَا لَا بِنْتُ أَخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ، أَرْضَعْتَنِي وَأَبَا سَلَمَةَ نُوْبِيَّةٌ، فَلَا تَعْرِضْنِ عَلَیَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ] ”کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟ انھوں نے عرض کی: جی ہاں، مگر میں (پہلے بھی) اکیلی نہیں بلکہ آپ کی اور ازواج بھی تو ہیں، دراصل میں اس بات کو پسند کرتی ہوں کہ خیر و بھلائی میں میرے ساتھ میری بہن بھی شریک ہو، آپ نے فرمایا: مگر یہ میرے لیے حلال نہیں ہے، انھوں نے کہا کہ یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی (دُرَّہ) سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا: ام سلمہ کی بیٹی (دُرَّہ) سے؟ عرض کی: جی ہاں، فرمایا کہ اگر وہ میرے زیر پرورش ربیبہ نہ ہوتی تو پھر بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو نُوْبِیَّة نے دودھ پلایا تھا، لہذا اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو میرے نکاح کے لیے پیش نہ کیا کرو۔“^①

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: [لَوْلَمْ أَ نَكِّحْ أُمَّ سَلَمَةَ مَا حَلَّتْ لِي] ”اگر میں نے ام سلمہ سے شادی نہ کی ہوتی تو یہ پھر بھی میرے لیے حلال نہ تھی۔“^② تو یہاں اس حدیث میں آپ نے حرمت کا مناسط اور علت ام سلمہ سے محض شادی کو قرار دیا اور اسی وجہ سے حرمت کا حکم لگایا۔ اس سے پتا چلا کہ یہ ”زیر پرورش“ کی قید محض اتفاقی ہے۔

”دخول“ کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ ”جن عورتوں سے تم دخول کر چکے ہو۔“ یعنی ہم بستری کر چکے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا یہی قول ہے۔^③ ابن جریج نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورت کو اس کے شوہر کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہ اس کے ستر کو کھولے اسے چھوئے اسے پرکھے اور اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ جائے۔ میں نے عرض کی: اگر وہ یہ کام اس کے والدین کے گھر کرے؟ تو فرمایا کہ اس سے کوئی فرق

① صحیح البخاری، النکاح، باب: ﴿وَأَمَّهُنَّكُمُ الْيَتَى أَرْضَعْتَكُمْ﴾، حدیث: 5101 و صحیح مسلم، الرضاع، باب

تحريم الریبة وأحت المرأة، حدیث: (16)-1449. ② صحیح البخاری، النکاح، باب عرض الإنسان ابنته أو أخته

على أهل الخیر، حدیث: 5123. ③ تفسیر الطبری: 426/4 والدر المثور: 243/2.

نہیں پڑتا، دونوں صورتیں برابر ہیں، اس سے اس کی بیٹی اس پر حرام ہو جائے گی۔^①

بیٹے کی بیوی حرام ہے، متنبی (منہ بولے بیٹے) کی نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ ”اور تمہارے صلبی بیٹوں کی عورتیں بھی۔“ یعنی تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں جو تمہاری اپنی پشتوں سے ہیں، اس سے وہ منہ بولے بیٹے خارج ہو گئے جن کو لوگ جاہلیت میں متنبی بنا لیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ﴾ (الأحزاب 37:33) ”پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مومنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں کچھ تنگی نہ رہے۔“

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم سے یہ بیان کیا جاتا تھا۔ واللہ اعلم۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے جب زید کی بیوی سے نکاح کر لیا تو اس بارے میں مکہ کے مشرکوں نے باتیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمادی: ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ اور یہ بھی آیت نازل فرمائی: ﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَائَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ﴾ (الأحزاب 4:33) ”اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔“ نیز یہ آیت کریمہ بھی نازل فرمائی: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ﴾ (الأحزاب 40:33) ”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔“^② امام ابن ابی حاتم نے حسن اور محمد سے روایت کیا ہے کہ یہ آیات: ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمْ﴾ اور ﴿وَأَمْهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ مبہم ہیں، پھر فرمایا: طاؤس، محمد بن سیرین، ابراہیم، زہری اور کھول رحمہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^③

میں کہتا ہوں کہ مبہم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ عام ہیں اور مدخول بہا وغیرہ مدخول بہا سب کو شامل ہیں کہ محض عقد ہی سے بیٹوں کی بیویاں اور بیویوں کی مائیں حرام ہو جاتی ہیں اور اس مسئلے پر سب کا اتفاق ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب: اگر یہ کہا جائے کہ رضاعی بیٹے کی بیوی کی حرمت کی کیا دلیل ہے جیسا کہ جمہور نے اسے بھی حرام قرار دیا ہے اور کچھ لوگوں نے تو کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے، حالانکہ وہ صلبی بیٹا نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ] ”رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔“^④

دو بہنوں کا ایک ہی شخص کے نکاح میں اکٹھا کرنا بھی حرام ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا

① تفسیر الطبری: 426/4 . ② تفسیر الطبری: 427/4 . ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 913/3 . ④ صحیح البخاری، الشهادات،

باب الشهادة على الأنساب والرضاع المستفيض، حدیث: 2645 صحیح مسلم، الرضاع، باب تحريم ابنة الأخ

من الرضاعة، حدیث: (13)-1447 وسنن النسائي، النكاح، باب ما يحرم من الرضاع، حدیث: 3304 وسنن ابن ماجه،

النكاح، باب يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، حدیث: 1937 عن عائشة ؓ واللفظ لهما.

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ۖ وَاحِلَ لَكُمْ مَا

اور (حرام ہیں) شادی شدہ عورتیں (بھی) مگر جن کے مالک ہوں تمہارے دائیں ہاتھ (یہ) لکھ دیا ہے اللہ نے تم پر اور حلال کر دی گئی ہیں تمہارے لیے جو

وَرَأَىٰ ذِكْرُكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ ۖ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ

علاوہ ہیں ان کے بشرطیکہ تم تلاش کرو اپنے مالوں کے بدلے نکاح میں لانے والے ہونہ کہ بدکاری کرنے والے۔ پھر جو فائدہ اٹھایا تم نے اس کے

فَاتَوْهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۖ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا تَرْضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۖ

بدلے ان سے تو تم دو انہیں ان کے مہر مقرر شدہ اور نہیں کوئی گناہ تم پر اس (کی بیشی) میں کہ تم باہم راضی ہو جاؤ اس کے ساتھ مقرر کر لینے کے بعد، بلاشبہ

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۚ

اللہ ہے خوب جاننے والا بڑا حکمت والا ۚ

مَا قَدْ سَلَفَ ۚ ”اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا۔)“ یعنی اس بات کو بھی تمہارے لیے حرام قرار دے دیا گیا ہے کہ دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھو۔ اسی طرح ملک یمن (لوئڈیوں) کے طور پر بھی دو بہنوں کو اکٹھا رکھنا حرام ہے۔ ہاں، البتہ زمانہ جاہلیت میں اس سلسلے میں جو کچھ ہو چکا اسے ہم نے معاف کر دیا ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مستقبل میں اب دو بہنوں کو نکاح میں اکٹھا نہ رکھا جائے اور ماضی میں جو کچھ ہو چکا اسے بلا استثنا معاف کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ﴾ (الدخان 56:44) ”وہاں وہ موت (کا مزہ) نہیں چکھیں گے، سوائے (ان کی) پہلی موت کے۔“ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جنت میں کبھی بھی ان کو موت نہیں آئے گی۔

تمام صحابہ و تابعین اور قدیم و جدید تمام ائمہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ نکاح میں دو بہنوں کو اکٹھا رکھنا حرام ہے جو شخص دائرۃ اسلام میں داخل ہو اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو اسے اختیار دے دیا جائے گا کہ ان میں سے ایک کو اپنے پاس رکھ لے اور دوسری کو یقینی طور پر طلاق دے دے۔

امام احمد نے ضحاک بن فیروز کی اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ میں جب مسلمان ہوا تو میری دو بیویاں تھیں اور وہ آپس میں بہنیں تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا: [طَلَقُوا أَيُّهُمَا شِئْتَ] ”ان میں سے کسی ایک کو جس کو تم چاہو طلاق دے دو۔“ ①

تفسیر آیت: 24

شوہر والی عورتیں بھی حرام ہیں الایہ کہ.....: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ ”اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (اسیر ہو کر لوئڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضے میں آجائیں۔“ یعنی اجنبی عورتوں میں سے شوہر والی، شادی شدہ عورتیں تو تم پر حرام ہیں مگر وہ جو اسیر ہو کر لوئڈیوں کے طور پر تمہاری ملکیت میں آگئی ہوں تو

① مسند أحمد: 232/4 و جامع الترمذی، النکاح، باب ما جاء فی الرجل یسلم وعنده أختان، حدیث: 1129.

استبرائے رحم کے بعد تمھارے لیے ان سے مباشرت کرنا حلال ہے۔ یہ آیت کریمہ اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
 امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اوطاس کی اسیر عورتیں ہمارے حصے میں آئیں، ان کے شوہر بھی تھے، اس لیے ہم نے ان سے مباشرت کو مکروہ سمجھا، لہذا اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو یہ آیت کریمہ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ نازل ہوگئی۔ اس کے بعد ہم نے ان سے جنسی تعلق کو حلال قرار دے لیا۔^(۱) اسی طرح امام ترمذی، نسائی، ابن جریر اور امام مسلم رضی اللہ عنہم نے بھی (مختلف سندوں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے) اس روایت کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔^(۲)

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿كِتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو حرمت کے بارے میں یہ حکم لکھ دیا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے اس حکم کی اطاعت بجالاؤ، اس کے حدود سے تجاوز نہ کرو اور اس نے تمھارے لیے جو شریعت مقرر کی ہے، اس کی پابندی کرو۔

مذکورہ عورتوں کے سوا دیگر سے نکاح حلال ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ یعنی مذکورہ محرمات کے سوا دیگر عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں جیسا کہ امام عطاء وغیرہ نے کہا ہے۔^(۳) ﴿أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ﴾ ”اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرلو (شرطیکہ نکاح سے) مقصود عفت قائم رکھنا ہو، نہ کہ شہوت رانی“، یعنی مال خرچ کر کے چار عورتوں تک سے نکاح کر سکتے ہو۔ اور شرعی طریقے سے حاصل کردہ لونڈیاں جس قدر چاہو اپنے استعمال میں لا سکتے ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ﴾ ط ”(شرط یہ ہے کہ اس سے مقصود) عفت قائم رکھنا ہو، نہ کہ شہوت رانی۔“

اور فرمان الہی ہے: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ ”تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو، ان کا مہر جو مقرر کیا ہو ادا کر دو۔“ یعنی جس طرح تم ان سے فائدہ حاصل کرتے ہو، اسی طرح ان کے مقرر کردہ مہر بھی ادا کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُوهُنَّ وَقَدْ آَفَضْتُمْ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ﴾ (النساء: 21) ”اور تم دیا ہوا مال کیونکر واپس لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ صحبت کر چکے ہو؟“ اور فرمایا: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (النساء: 4) ”اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آَتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا﴾ (البقرة: 229) ”اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو، اس میں سے کچھ واپس لے لو۔“

(۱) مسند أحمد: 72/3. (۲) جامع الترمذی، النکاح، باب ما جاء في الرجل يسيب الأمة ولها زوج هل يحل له وطؤها؟ حديث: 1132 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، قوله تعالى: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ 321/6، حديث: 11096 وتفسير الطبري: 4/5 وصحيح مسلم، الرضاع، باب جواز وطئ المسبية بعد الاستبراء.....، حديث: 1456. (۳) تفسير الطبري: 15/5 وتفسير ابن أبي حاتم: 917/3.

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

اور تم میں سے جو شخص آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ تمہاری ملکیت مومن لونڈیوں میں سے کسی لونڈی سے نکاح

مِنْ فِتْيَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ ط بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ؕ فَإِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ

کرنے، اور اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے، تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو (تم میں برتری کا معیار صرف ایمان ہے) پس تم ان کے مالکوں

بِأَذْنِ أَهْلِيهِنَّ وَأَتَوْهِنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسْفَحَاتٍ وَلَا

کی اجازت سے ان سے نکاح کر لو اور انھیں دستور کے مطابق ان کے مہر دو، جبکہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ

مُتَّخَذَاتٍ أَخْدَانٍ ؕ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى

چوری چھپے آشنا بنانے والی ہوں، پھر جب وہ نکاح میں آجائیں اور اس کے بعد وہ بدکاری کریں تو ان کی سزا آزاد عورتوں کی سزا کا نصف ہے۔

الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ط ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ط وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ط

یہ (اجازت) تم میں سے اس کے لیے ہے جسے گناہ کی راہ پر چلنے کا اندیشہ ہو۔ اور یہ کہ تم صبر کرو، تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا،

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۲۵

بڑا رحم کرنے والا ہے ۲۵

متعہ اور اس کی حرمت: حضرت ابن عباس، اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر اور سُدی رحمہم اللہ اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے: [فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاَتَوْهِنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً.....] ”جن عورتوں سے تم ایک مدت مقررہ تک فائدہ حاصل کرو تو ان کا مہر جو مقرر کیا ہوا داکردو۔“ ① امام مجاہد بھی فرماتے ہیں کہ یہ آیت نکاح متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ② لیکن اس مسئلے میں سب سے زیادہ قابل اعتماد روایت وہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں امیر المؤمنین حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن نکاح متعہ اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔ ③

اور صحیح مسلم میں ربیع بن سبرہ بن معبد جُھَنی کی اپنے باپ سے روایت ہے کہ وہ (غزوہ فتح مکہ میں) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ نے فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذْنُتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ، وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُحْلِلْ سَبِيلَهُ، وَلَا تَأْخُذُوا بِمِمَّا آتَيْنَهُمْ شَيْئًا] ”لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کی اجازت دے دی تھی مگر اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت کے دن تک کے لیے حرام قرار دے دیا ہے، اب جن کے پاس متعہ والی عورتیں موجود ہوں تو وہ انھیں چھوڑ دیں اور جو مال تم نے انھیں دیا ہے، وہ ان سے

① تفسیر الطبری: 19، 18/5۔ ② تفسیر الطبری: 18/5۔ ③ صحیح البخاری، النکاح، باب نہی النبی ﷺ عن نکاح

المتعة أخيرًا، حدیث: 5115 و صحیح مسلم، النکاح، باب نکاح المتعة و بیان أنه أبيع ثم نسخ ثم.....، حدیث:

واپس نہ لو۔“^①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا تَرَضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيزَةِ﴾ ”اور (حق مہر) مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔“ اس کا مفہوم وہی ہے جو اس آیت کریمہ کا ہے کہ ﴿وَاتُوا النِّسَاءَ صِدْقَ قِيَمَتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (النساء: 4) ”اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔“ یعنی جب تم نے مہر مقرر کر لیا ہو تو عورت اس مہر کو یا اس میں سے کچھ حصے کو معاف کر دے تو اس میں تم پر یا اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

امام ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضری کا خیال ہے کہ کچھ لوگ مہر کی ایک مقدار تو معین کر لیتے تھے اور ممکن تھا کہ ان میں سے کوئی تنگ دستی میں مبتلا ہو جائے تو اس صورت حال کے بارے میں فرمایا: لوگو! اگر مہر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضا مندی سے اس میں کمی بیشی کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔^② یعنی اگر عورت اپنی خوشی سے کچھ مہر معاف کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾^③ ”بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔“ محرمات کے بارے میں ان احکام کو بیان کرنے کے بعد یہاں ان دو صفات باری تعالیٰ کا ذکر نہایت مناسب ہے۔

تفسیر آیت: 25

آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں لونڈیوں سے نکاح کا جواز: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے جس شخص کو اس بات کی استطاعت اور قدرت نہ ہو کہ ﴿أَنْ يَكْتَسِبَ الْمُحْصَنَاتُ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ ”وہ مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔“ یہاں ﴿مُحْصَنَاتٍ﴾ سے مراد آزاد، عفت مآب اور مومن عورتیں ہیں۔ ﴿فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ یعنی وہ مومن لونڈیوں ہی سے جو تمہارے (مومنوں کے) قبضے میں آگئی ہوں نکاح کر لے۔ ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ﴾ ”اور اللہ تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، تم آپس میں (ایک دوسرے کے) ہم جنس ہو۔“ یعنی وہ تو تمام امور کے حقائق اور اسرار کو جانتا ہے جبکہ لوگو! تم صرف ظاہری امور ہی کو جانتے ہو۔

پھر فرمایا: ﴿فَأَنكِحُوا هُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ﴾ ”تو ان لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت لے کر نکاح کر لو۔“ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مالک اپنی لونڈی کا ولی ہے، لہذا اس کی اجازت کے بغیر اس کی لونڈی سے نکاح نہ کیا جائے۔ اسی طرح وہ اپنے غلام کا بھی ولی ہے، لہذا اس کے غلام کو چاہیے کہ وہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے جیسا کہ حدیث میں ہے: [أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بَغَيْرِ إِذْنِ مَوْلِيهِ فَهُوَ عَاهِرٌ] ”جو غلام اپنے مالکان کی اجازت کے بغیر نکاح کرے، وہ بدکار ہے۔“^④ اگر لونڈی کی مالک کوئی عورت ہو تو اس کا نکاح اس شخص کی اجازت سے کیا جائے جس کی اجازت سے اس عورت کا نکاح کیا جاسکتا ہو کیونکہ حدیث میں آیا ہے: [لَا تَزَوَّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تَزَوَّجُ الْمَرْأَةُ (نَفْسَهَا) فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ

① صحیح مسلم، النکاح، باب نکاح المتعة و بیان أنه أبیح.....، حدیث: (21)-1406. ② تفسیر الطبری: 20/5.

③ سنن أبی داود، النکاح، باب فی نکاح العبد بغیر إذن موالیه، حدیث: 2078 و جامع الترمذی، النکاح، باب ماجاء

فی نکاح العبد بغیر إذن سیدہ، حدیث: 1111 عن جابر بن عبد اللہ ؓ.

الَّتِي تَزَوَّجْنَ نَفْسَهُنَّ [عورت، عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح خود کرے، وہ عورت بدکار ہے جو اپنا نکاح خود کرے۔] ①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَآتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ”اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کر دو۔“ دستور کے مطابق اور بطیب خاطر ان کے مہر بھی ادا کرو اور ان کو لونڈیاں اور باندیاں سمجھ کر ان کی توہین کرتے ہوئے ان کے مہر کم نہ کرو۔ ﴿مُحْصَنَاتٍ﴾ ”(بشرطیکہ) عقیقہ ہوں۔“ یعنی پاک دامن ہوں اور زنا کا ارتکاب نہ کرتی ہوں، چنانچہ فرمایا: ﴿غَيْرَ مُسْلِفَاتٍ﴾ یعنی ایسی کھلم کھلا بدکار نہ ہوں کہ اپنے ساتھ زنا کرنے والے کسی بھی شخص کو انکار نہ کریں۔ ﴿وَلَا مُتَّخِذَاتٍ أَخْدَانٍ﴾ ”اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسافحات سے مراد وہ زانی عورتیں ہیں جو کھلم کھلا بدکاری کا ارتکاب کریں۔ ② اور ﴿مُتَّخِذَاتٍ أَخْدَانٍ﴾ سے مراد وہ ہیں جنہوں نے درپردہ دوست بنا رکھے ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مجاہد، شعبی، ضحاک، عطاء خراسانی، یحییٰ بن ابوکثیر، مقاتل بن حیان اور سدی رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے کہ ﴿أَخْدَانٍ﴾ سے مراد اخلاء یعنی خفیہ دوست ہیں۔ ③

زنا کے ارتکاب پر لونڈی کی سزا نصف ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّهُنَّ بِفَاحِشَةٍ فَعَلِكُنَّ﴾ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ”پھر اگر نکاح میں آکر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں کے لیے ہے، اس کی آدھی سزا ان کو دی جائے۔“ یہاں اِحْصَان سے مراد نکاح ہے کیونکہ سیاق آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ ”اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں (بیویوں) سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے تو مومن لونڈیوں ہی سے جو تمہارے قبضے میں آگئی ہوں (نکاح کر لے۔)“ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

آیت کریمہ کا سارا سیاق ہی مومن لونڈیوں کے بارے میں ہے، لہذا اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ ﴿فَإِذَا أُحْصِنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب وہ نکاح کر لیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کی اتباع کرنے والوں نے کہا ہے۔ ④ ﴿نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ ”(تو) جو سزا آزاد عورتوں کے لیے ہے، اس کی آدھی (ان کو دی جائے۔)“ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد وہ سزا ہے جس کا نصف ہو سکے اور وہ کوڑوں کی سزا ہے نہ کہ جرم کی۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

﴿ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ط﴾ یعنی مذکورہ شرائط کے ساتھ باندیوں سے نکاح کرنے کی اجازت اس شخص کو ہے جسے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور اس کا گزارا جماع کے بغیر بہت مشکل ہو تو وہ لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور

① سنن ابن ماجہ، النکاح، باب لا نکاح إلا بولی، حدیث: 1882 عن أبي هريرة ر. دیکھیے إرواء الغلیل: 1841، نوٹ:

فإن الزانية ... آخر تک درج ہے۔ ② تفسیر الطبری: 28/5۔ ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 922/3۔ ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 923/3۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے (یہ معاملات) کھول کر بیان کرے اور تمہیں تم سے پہلے کے نیک لوگوں کی راہ پر چلائے اور تم پر توبہ دے، اور اللہ خوب

حکیم ﴿26﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مِيلًا

جاننے والا حکمت والا ہے ﴿26﴾ اور اللہ تم پر توبہ دینا چاہتا ہے، اور وہ لوگ جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (حق سے) بہت دور

عَظِيمًا ﴿27﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿28﴾

ہو جاؤ ﴿27﴾ اللہ چاہتا ہے کہ تمہارا بوجھ ہلکا کر دے، اور انسان بہت کمزور پیدا کیا گیا ہے ﴿28﴾

اگر وہ لونڈی سے نکاح نہ کرے اور زنا سے باز رہنے کے لیے مجاہدہ نفس کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے کیونکہ اگر وہ اس سے شادی کر لے گا تو اس کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد اسی کے مالک کی غلام ہوگی۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ﴿25﴾ ”اور یہ کہ تم صبر کرو، یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

تفسیر آیات: 26-28

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ مومنو! تمہارے سامنے وہ یہ بیان فرمادے کہ اس نے تمہارے لیے کیا حلال کیا ہے اور حرام کسے قرار دیا ہے؟ اور یہ سب کچھ اس نے اس سورت میں اور دیگر سورتوں میں بیان فرمادیا ہے۔ ﴿وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ”اور تم کو تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتائے۔“ یعنی اپنی شریعت کی اتباع میں جسے وہ پسند فرماتا ہے، ان کے قابلِ ستائش طریقے بیان کرے۔ ﴿وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ﴾ ”اور تم پر توبہ دے۔“ اور تمہارے گناہوں اور حرام امور کے ارتکاب کو معاف فرمادے۔ ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ﴿26﴾ ”اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔“ وہ اپنی شریعت اور تقدیر میں اور اپنے افعال و اقوال میں علیم و حکیم ہے۔

﴿وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مِيلًا عَظِيمًا﴾ ﴿27﴾ ”اور جو لوگ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے بھٹک کر دور جا پڑو۔“ یعنی شیطان کے پیروکار یہودی، عیسائی اور بدکار لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تم راہ حق سے ہٹ کر باطل کو اختیار کر لو اور بھٹک کر بہت دور جا پڑو۔ ﴿يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ﴾ ”اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے۔“ یعنی اپنے احکام شریعت میں، اپنے اوامر و نواہی میں اور ان امور میں جو اس نے تمہارے لیے مقدر کر دیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے مقررہ شرائط کے ساتھ لونڈیوں سے نکاح کو بھی جائز قرار دے دیا ہے جیسا کہ مجاہد اور دیگر نے فرمایا ہے۔ ﴿1﴾

﴿وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾ ﴿28﴾ ”اور انسان (طبعاً) کمزور پیدا ہوا ہے۔“ انسان چونکہ جسم و جان اور عزم و ہمت کے اعتبار سے کمزور ہے، اس لیے مناسب تھا کہ اس کے لیے احکام میں بھی تخفیف ہوتی۔ امام ابن ابی حاتم نے طاؤس سے روایت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَاْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ آپس کی رضا مندی سے تجارت ہو، اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو،

مِنْكُمْ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا

بے شک اللہ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے ﴿٢٩﴾ اور جو شخص سرکشی اور ظلم سے ایسے (نافرمانی کے) کام کرے گا تو اسے ہم جلد آگ میں ڈالیں گے اور یہ

وَعَدْلًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾ إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا

اللہ کے لیے بہت آسان ہے ﴿٣٠﴾ اگر تم بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں روکا جاتا ہے، تو ہم تمہاری (چھوٹی چھوٹی) برائیاں تم سے دور کر دیں

تَتَّهِونَ عَنْهُ يُكْفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدَّ خَلَا ۖ كَرِيمًا ﴿٣١﴾

گے اور تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے ﴿٣١﴾

کیا ہے کہ ۛ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾ سے مراد یہ ہے کہ انسان عورتوں کے بارے میں کمزور پیدا ہوا ہے۔ ﴿١﴾ امام وکیع فرماتے ہیں کہ عورتوں کے سامنے مردوں کی مت ماری جاتی ہے۔ ﴿٢﴾

تفسیر آیات: 31-29

حرام کمائی کی ممانعت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقے سے کھائیں، یعنی وہ کمائی کے ایسے طریقے اختیار کریں جو غیر شرعی ہیں، مثلاً: سود، جوا اور مختلف حیلوں بہانوں سے لوگوں کے مال کھانے کی وہ تمام صورتیں جو سود اور جوئے ہی کی طرح ہیں جیسا کہ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص اگر کسی دوسرے شخص سے کپڑا خریدتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ اگر یہ کپڑا تمہیں پسند آ گیا تو اسے اپنے پاس رکھ لینا اور اگر پسند نہ آیا تو اسے واپس کر دینا لیکن اس کے ساتھ تمہیں ایک درہم بھی واپس کرنا ہوگا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے: ﴿٢٩﴾ وَلَا تَاْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۚ ”اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔“ ﴿٣﴾

اور علی بن ابوطلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت مذکورہ کو نازل فرمایا تو مسلمانوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقے سے کھانے سے منع فرمایا ہے اور کھانا سب سے افضل مال ہے، لہذا ہم میں سے کسی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی دوسرے کے پاس کھانا کھائے تو لوگ اس کام سے رک گئے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿٣٠﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْطَىٰ حَرَجٌ ۖ ﴿الآیۃ (النور: 61)﴾ ﴿٤﴾ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ اپنے یا اپنے قریبی اعزہ اور دوستوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت ہے۔ امام قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ﴿٥﴾

﴿١﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 926/3. ﴿٢﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 926/3. ﴿٣﴾ تفسیر الطبری: 43/5. ﴿٤﴾ تفسیر ابن ابی

حاتم: 927/3. ﴿٥﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 927/3.

﴿إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ ”ہاں، اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے۔)“ ﴿تِجَارَةً﴾ کو (تکون کے تائید ہونے کی بنا پر) مرفوع اور (ناقصہ ہونے کی بنا پر بطور خبر) منصوب پڑھا گیا ہے۔ اور یہ استثنا منقطع ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مال کمانے کے لیے حرام اسباب و وسائل اختیار نہ کرو۔ ہاں، البتہ بائع اور مشتری آپس کی رضامندی سے تجارت کے ایسے طریقے اختیار کر سکتے ہیں جو شرعاً جائز ہیں۔ اور ان شرعی طریقوں کو وہ کمائی کے ذریعے کے طور پر اختیار کر سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (بنی اسرائیل 33: 17) ”اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے، قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (جس کا شریعت حکم دے۔)“ اور فرمایا: ﴿لَا يَذْنُ قَوْمٌ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى﴾ (الدخان 56: 44) ”وہاں وہ موت (کا مزہ) نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ یا تو خرید و فروخت ہو یا کوئی کسی کو عطیہ دے دے۔ اس قول کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔^①

تجارت میں خیارِ مجلس: خیارِ مجلس آپس کی رضامندی کی تکمیل ہی کے لیے ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا] ”دونوں خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ الگ الگ نہ ہو جائیں۔“^② صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا] ”جب دو شخص آپس میں خرید و فروخت کریں تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (اس سودے کے بارے میں) اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ الگ الگ نہ ہو جائیں۔“^③

انسان کو قتل کرنے کی ممانعت اور اس پر وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ ”اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔“ یعنی ان امور کا ارتکاب کر کے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو اختیار کر کے اور آپس میں لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھا کر۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾^④ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔“ امام احمد نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے ذاتِ سلاسل کے سال (آٹھ جبری کو)^⑤ بھیجا تو مجھے ایک ایسی رات میں احتلام ہو گیا جو بہت شدید سرد تھی اور مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا، لہذا میں نے تیمم کر کے اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ اور جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: [يَا عَمْرُو! صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ

① تفسیر الطبری: 45/5. ② صحیح البخاری، البيوع، باب البيعان بالخيار ما لم يتفرقا، حديث: 2110 وصحيح

مسلم، البيوع، باب الصدق في البيع والبيان، حديث: 1532 عن حكيم بن حزام. ③ صحيح البخاری، البيوع،

باب: إذا خير أحدهما صاحبه بعد البيع فقد وجب البيع، حديث: 2112 عن ابن عمر. ④ دیکھیے الطبقات

الكبرى لابن سعد: 131/2.

جُنُبٌ؟“ ”عرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو حالت جنابت ہی میں نماز پڑھا دی؟“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے شدید ترین سردرات میں احتلام ہوا اور خدشہ تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا تو اس موقع پر مجھے یہ ارشاد باری تعالیٰ: وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ طَرَفًا اللَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿۲۹﴾ اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔“ تو میں نے تیمم کر کے نماز پڑھا دی، یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے اور آپ نے کچھ نہ فرمایا۔^(۱) ابن مَرْدُوِیہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ، فَحَدِيدَتُهُ بِيَدِهِ، يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسُمِّ قَسْمَةٍ بِيَدِهِ، يَتَحَسَّاهُ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَهُوَ يَرَدَّى فِي نَارٍ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا] جو شخص چھری کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کر لے تو چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی اور وہ اس کے ساتھ اپنے پیٹ کو پھاڑے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو زہر سے قتل کیا تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ تھوڑا تھوڑا کر کے پیئے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا۔ اور جس نے پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو قتل کر لیا تو وہ جہنم کی آگ میں گرتا رہے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔“^(۲) یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔^(۳)

ابو قلابہ نے حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عَذَّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”جس نے کسی چیز کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کیا تو اسے اسی کے ساتھ قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔“^(۴) اس حدیث کو بہت سے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔^(۵)

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدَاوًا وَظُلْمًا﴾ ”اور جو تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا۔“ یعنی جو شخص اس کا ارتکاب کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا اور جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی جسارت کرے گا۔ ﴿فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا﴾ ”تو ہم اس کو عنقریب جہنم میں داخل کریں گے۔“ یہ بہت سخت وعید اور شدید سرزنش ہے، ہر اس عقل مند کو اس سے ڈرنا چاہیے جو دل آگاہ رکھتا اور دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہو۔

بڑے گناہوں سے اجتناب کیا جائے تو چھوٹے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ﴾ یعنی اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے، جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے، اجتناب

① مسند أحمد: 4/203، 204، سنن أبی داود، الطہارۃ، باب: إذا خاف الحنب البرد أیتیم؟ حدیث: 334. ② مسند

أحمد: 2/254. ③ صحیح البخاری، الطب، باب شرب السمّ والدواء بہ.....، حدیث: 5778 و صحیح مسلم،

الإیمان، باب بیان غلط تحریم قتل الإنسان نفسه.....، حدیث: 109. ④ صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان غلط

تحریم قتل الإنسان نفسه، حدیث: 110. ⑤ صحیح البخاری، الأدب، باب ما ينهى من السباب واللّعن، حدیث:

6047 و سنن أبی داود، الإیمان والنذور، باب ماجاء فی الحلف بالبراءة وبملة غیر الإسلام، حدیث: 3257.

رکھو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں جنت میں داخل کر دیں گے۔ اسی لیے فرمایا ہے:

﴿وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا﴾^① ”اور ہم تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے“ اس آیت کریمہ سے متعلق بہت سی احادیث بھی وارد ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: [أُذْرِي مَا يَوْمُ الْجُمُعَةِ؟ قُلْتُ: هُوَ الْيَوْمُ الَّذِي جَمَعَ اللَّهُ فِيهِ أَبَاكُمْ، قَالَ: لَكِنِّي أُذْرِي مَا يَوْمُ الْجُمُعَةِ، لَا يَنْطَهَرُ الرَّجُلُ فَيُحَسِّنُ طُهُورَهُ، ثُمَّ يَأْتِي الْجُمُعَةَ فَيُنْصِتُ حَتَّى يَقْضِيَ الْإِمَامُ صَلَاتَهُ إِلَّا كَانَ كَفَّارَةً لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ، مَا اجْتَنِبْتَ الْمَقْتَلَةَ] ”تمہیں معلوم ہے کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد گرامی (حضرت آدم علیہ السلام) کو پیدا فرمایا تھا، آپ نے فرمایا: لیکن یہ مجھے معلوم ہے کہ جمعہ کا دن کیا ہے، یہ وہ دن ہے کہ جو شخص بھی اس میں اچھے طریقے سے طہارت حاصل کرے، پھر جمعہ کے لیے آئے اور خاموش رہے حتیٰ کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ آنے والے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے بشرطیکہ ان گناہوں سے اجتناب کیا جائے جو تباہ و برباد کر دینے والے ہیں۔“^① امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو (ایک دوسری سند سے) تقریباً اسی طرح بیان فرمایا ہے۔^②

سات ہلاک کر دینے والے گناہ: صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسَّحَرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ] ”ان سات قسم کے گناہوں سے بچو جو ہلاک کر دینے والے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کون سے ہیں؟ فرمایا: (1) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) جادو کرنا۔ (3) اُس جان (والے) کو ناحق قتل کرنا جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ (4) سود کھانا۔ (5) یتیم کے مال کو کھانا۔ (6) میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنا اور (7) پاکباز مومن، بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔“^③

ایک اور حدیث جس میں جھوٹی گواہی کو بھی کبائر میں شمار کیا گیا ہے: امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا آپ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: [الشِّرْكُ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَالَ: أَلَا أُنبِئُكُمْ بِكَبِيرِ الْكِبَائِرِ؟ قَالَ: قَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ شَهَادَةُ الزُّورِ] ”(1) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) کسی انسان کو ناحق قتل

① مسند أحمد: 439/5. ② صحيح البخاری، الجمعة، باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة، حديث: 910. ③

صحيح البخاری، الحدود، باب رمى المحصنات وقول الله عز وجل: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ﴾ (النور: 24)، حديث:

6857 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حديث: 89.

کرنا۔ (3) والدین کی نافرمانی کرنا اور (4) آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا: وہ جھوٹی بات یا جھوٹی گواہی ہے۔“ شعبہ فرماتے ہیں کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ آپ نے یہاں جھوٹی گواہی کا ذکر فرمایا تھا۔⁽¹⁾ شعبہ کی اسی سند سے شیخین رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔⁽²⁾

ایک اور حدیث: امام بخاری و مسلم نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرہ کی اپنے باپ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: [أَلَا أُنبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ؟ ثَلَاثًا. قُلْنَا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَكِنًا، فَجَلَسَ فَقَالَ: أَلَا أَوْفُولُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ.....، فَمَا زَالَ يُكْرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَّتْ] ”کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ اس وقت تکیہ لگائے ہوئے محو استراحت تھے کہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! یاد رکھو کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے..... آپ نے یہ بات اس قدر کثرت کے ساتھ بار بار فرمائی کہ ہم کہنے لگے: کاش! اب آپ سکوت فرمائیں (تاکہ آپ کو زحمت نہ ہو)۔“⁽³⁾

ایک اور حدیث جس میں بچے کے قتل کو بھی کبائر میں شمار کیا گیا ہے: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے عظیم گناہ کون سا ہے؟⁽⁴⁾ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا: [أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشِيَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ، ثُمَّ قَرَأَ: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۖ إِلَى قَوْلِهِ ۖ إِلَّا مَنْ تَابَ ۖ الْآيَةِ (الفرقان 25: 68-70) ”تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: پھر یہ کہ اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔“ پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۖ تَابَ ۖ إِلَّا مَنْ تَابَ ۖ ”اور وہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی

(1) مسند أحمد: 131/3. (2) صحيح البخاری، الأدب، باب عقوق الوالدين من الکبائر، حدیث: 5977 و صحیح

مسلم، الإیمان، باب الکبائر وأکبرها، بعد الحدیث: 88. (3) صحيح البخاری، الأدب، باب عقوق الوالدين من

الکبائر، حدیث: 5976 وأيضاً، الشَّهادَات، باب ما قيل في شهادة الزور، حدیث: 2654 و صحیح مسلم، الإیمان،

باب الکبائر وأکبرها، حدیث: 87. (4) صحيح البخاری، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا﴾ (البقرة

22: 2)، حدیث: 4477. (5) ثُمَّ قَرَأَ الْفَاطِمِيَّينَ فِي نَبِيٍّ هُنَّ فِي بَيْتِهِ بَخَارِي فِي اس طَرَح: ﴿وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ نَصْدِيقًا لِّقَوْلِ

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ﴾ ”یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تصدیق کے لیے نازل ہوئی۔“ ہے، ہاں! [ثُمَّ قَرَأَ] مسند أحمد: 434/1 اور

تفسير الطبري: 62/5 میں ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ ط لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ط وَلِلنِّسَاءِ

اور تم اس مقام و مرتبے کی خواہش نہ کرو جس کے باعث اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ مردوں نے جو کمایا اس میں ان کا حصہ ہے

نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط وَسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ③۲

اور عورتوں نے جو کمایا اس میں ان کا حصہ ہے اور تم اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ③۲

دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ نے منع کر دیا ہو، بغیر حق کے قتل نہیں کرتے اور نہ زنا ہی کے مرتکب ہوتے ہیں..... مگر جو توبہ کر لے.....“ ①

ایک اور حدیث جس میں جھوٹی قسم کا بھی کبار میں شمار ہے: امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [الْكَبَائِرُ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ أَوْ قَتْلُ النَّفْسِ - شُعْبَةُ الشَّكِّ - وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ] ”کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا آپ نے قتل جان کا ذکر فرمایا۔ شعبہ کوشک ہے۔ اور جھوٹی قسم کھانا۔“ ② اس روایت کو امام بخاری، ترمذی اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔ ③ والدین کو گالی دینا بھی کبار میں سے ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَ يَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ] ”بے شک کبیرہ گناہوں میں سے بہت بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین پر لعنت کس طرح بھیج سکتا ہے؟ فرمایا: وہ اس طرح کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔“ ④ اسی طرح امام مسلم نے بھی اس حدیث کو بالفاظ دیگر روایت کیا ہے۔ ⑤ امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ⑥

اور صحیح (بخاری و مسلم میں) حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقَتْلُهُ كُفْرٌ] ”مسلمان

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ﴾ (الفرقان 25: 68)، حدیث: 4761

و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان کون الشُّرک أَقْبَحُ الذُّنُوبِ.....، حدیث: 86. ② مسند أحمد: 201/2. ③

صحیح البخاری، الإیمان والنذور، باب اليمين الغموس: ﴿وَلَا تَعْتَدُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ﴾ (النحل 16: 94)،

حدیث: 6675. صحیح بخاری اور سنن نسائی میں شعبۃ الشاک کے الفاظ نہیں ہیں۔ و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن

سورة النساء، حدیث: 3021 و سنن النسائی، تحریم الدم، باب ذکر الکبائر، حدیث: 4016. ④ صحیح البخاری،

الأدب، باب لا یسب الرجل والدیه، حدیث: 5973 و مسند أحمد: 216/2. ⑤ صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر

و اکبرها، حدیث: 90. ⑥ جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی عقوق الوالدین، حدیث: 1902 و سنن أبی

داود، الأدب، باب فی بر الوالدین، حدیث: 5141.

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ ط وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ

ماں باپ اور قریبی رشتے دار جو مال چھوڑ جائیں اس میں ہم نے ہر ایک کے لیے وارث بنائے ہیں اور جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہو، تو

فَأَتَوْهُمْ نَصِيبُهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۳۳

انہیں ان کا حصہ دو، بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ۳۳

کوگالی دینا گناہ اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔“ ۱

تفسیر آیت: 32

حرص و ہوس اور حسد کی ممانعت: امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مرد جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کر سکتیں اور میراث میں بھی ہمارا حصہ نصف ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادیا: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ ”اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اس کی ہوس مت کرو۔“ ۲ اور اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ۳

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾ ”مردوں کو ان کا مومن کا ثواب ہے جو انھوں نے کیے اور عورتوں کو ان کا مومن کا ثواب ہے جو انھوں نے کیے۔“ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا ملے گی اگر اچھا عمل کیا تو اچھی جزا ملے گی اور اگر برا عمل کیا تو سزا ملے گی، یہ امام ابن جریر کا قول ہے۔ ۴ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وراثت ہے، یعنی ہر شخص اپنے حساب سے وراثت میں سے حصہ پاتا ہے۔ اسے والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ۵

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس چیز کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جو ان (کی سوچ اور فکر) کو درست کر دے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”اور اللہ سے اس کا فضل (و کرم) مانگتے رہو۔“ اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اس کی ہوس مت کرو کیونکہ یہ ایک حتمی امر ہے اور ہوس کسی کام نہیں آ سکتی۔ ہاں، البتہ مجھ سے میرے فضل و کرم کا سوال کرتے رہو تو میں تمہیں ضرور نوازاؤں گا کیونکہ میں فضل و کرم کرنے والا اور عطا فرمانے والا ہوں۔ پھر فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ ۶ کچھ شک نہیں اللہ جانتا ہے کہ دنیا کا مستحق کون ہے تو وہ اسے عطا فرما دیتا ہے، وہی جانتا ہے کہ فقر کا مستحق کون ہے تو اسے وہ فقیر رکھتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ آخرت کا مستحق کون ہے تو اسے

① صحیح البخاری، الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر، حدیث: 48 وصحیح مسلم،

الإيمان، باب بيان قول النبي ﷺ: [سباب المسلم فسوق]، حدیث: 64 عن عبد الله بن مسعود ؓ. ② مسند أحمد:

322/6، البتہ اس کی سند میں انقطاع ہے، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 320/44، حدیث: 26736. ③ جامع

الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء، حدیث: 3022 امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل ہے۔ ④ تفسیر الطبری:

70/5. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 936/3 بالفاظ دیگر۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ

مرد عورتوں پر اس وجہ سے حاکم ہیں کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے مالوں میں سے خرچ

أَمْوَالِهِمْ ط فَالْصَّالِحَاتُ قَنِتَتْ حِفْظَ اللَّهِ ط وَالَّتِي تَخَافُونَ

کرتے ہیں، چنانچہ نیک عورتیں فرمانبردار اور خاندان کی غیر موجودگی میں اللہ کی حفاظت سے (مال و آبرو کی) نگہبانی کرتی ہیں اور تمہیں جن عورتوں کی سرکشی

نُشُوزُهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا

کا خوف ہو تو انہیں تم نصیحت کرو اور ان کو خواب گاہوں میں الگ کر دو، اور انہیں ہلکی سزا دو، پھر اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو انہیں ستانے کی راہ

تَبِعُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ﴿34﴾

نہ ڈھونڈو۔ بے شک اللہ بہت بلند اور نہایت بڑا ہے ﴿34﴾

وہ آخرت کے اعمال کی توفیق عطا فرمادیتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ذلت و رسوائی کا مستحق کون ہے تو اسے نیکی و بھلائی کے کاموں سے محروم کر دیتا ہے۔ اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ ﴿32﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔“

تفسیر آیت: 33

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، ابوصالح، قتادہ، زید بن اسلم، سُدی، ضحاک، اور مقاتل بن حیان رحمہم وغیرہ کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ہر ایک کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔ ﴿1﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں ہے کہ ہم نے ہر ایک کے عصبہ مقرر کر رکھے ہیں۔ ﴿2﴾ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرب چچا زاد بھائی کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔ ﴿3﴾ ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ ”جو مال ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ جائیں۔“ یعنی والدین اور رشتہ داروں کے ترکہ میراث کے لیے ہم نے حق دار مقرر کر دیے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتَوْهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾ ”اور جن لوگوں سے تمہارا عہد و پیمان بندہ چکا ہو تو ان کو بھی ان کا حصہ دو۔“ یعنی جن سے تم نے آپس میں پختہ قسمیں کھائی ہیں تو انہیں بھی میراث میں سے حصہ دو کیونکہ تم نے آپس میں یہ جو عہد و پیمان کیے ہیں، اللہ بھی ان کا گواہ ہے۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا، پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ پہلے جو عہد و پیمان کر چکے ہیں، اسے پورا کریں اور اس آیت کے نزول کے بعد اور کوئی اس طرح کا معاہدہ آج نہ کریں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ﴿مَوَالِي﴾ کے معنی وارث کے ہیں۔ اور ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ یہ اس وقت کی بات ہے جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصاری کے اپنے رشتے داروں کے بجائے اس کا وارث مہاجر بننا تھا اور یہ اس رشتہ اخوت کے باعث تھا جو رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین استوار فرما

﴿1﴾ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِي مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ﴾ (النساء: 33)، حدیث: 4580 و تفسیر

ابن ابی حاتم: 937/3 و تفسیر الطبری: 72/5۔ ﴿2﴾ تفسیر الطبری: 71/5۔ ﴿3﴾ تفسیر الطبری: 71/5۔

دیا تھا لیکن جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ تو اس سے یہ بات منسوخ ہو گئی، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتَوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ط﴾ ”اور جن لوگوں سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہو تو ان کو بھی ان کا حصہ دو۔“ سے مراد یہ ہے کہ نصرت و اعانت اور نصیحت کی صورت میں انھیں ان کا حصہ دو کیونکہ میراث سے ان کا حصہ ختم ہو گیا ہے۔ ہاں، البتہ اس کے لیے وصیت کی جاسکتی ہے۔^①

تفسیر آیت: 34

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ ”مرد عورتوں پر نگران و حاکم ہیں۔“ یعنی مرد عورت کا سربراہ ہے، سردار ہے، بزرگ ہے، اس کا حاکم ہے اور راہ راست سے بھٹکنے کی صورت میں اسے ادب سکھانے والا ہے۔ ﴿يَسَّأَ فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ ”اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے۔“ یعنی مردوں کو عورتوں سے افضل بنایا ہے۔

بہر حال مرد عورت سے بہتر ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں ہی کو سرفراز فرمایا تھا۔^② اسی طرح اسلامی حکومت کی سربراہی بھی مرد ہی کے لیے مخصوص ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿لَنْ يُفْلَحَ قَوْمٌ وَلَوْ أَمَرُهُمْ امْرَأَةً﴾ ”وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جنہوں نے اپنا حاکم عورت کو بنالیا۔“^③ اسی طرح منصب قضا پر بھی مرد ہی فائز ہو سکتا ہے۔ ﴿وَيَسَّأَ أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ ”اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی حق مہر، نفقات اور ان اخراجات میں جن کو کتاب و سنت میں مردوں پر عورتوں کے لیے واجب قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال مردنی نفسہ عورت سے افضل ہے اور اسے اس پر فضل و شرف حاصل ہے، لہذا یہی مناسب تھا کہ مرد عورت پر حاکم ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالرِّجَالُ عَلَى النِّسَاءِ دَرَجَةً﴾ (البقرة: 228) ”اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔“ نیک عورت کی علامت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَالصَّالِحَاتُ﴾ ”پھر (جو) نیک بیویاں ہیں“ ﴿فَئْتَتَتْ﴾ ”وہ فرماں بردار ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہیں۔^④ ﴿حَفِظَتْ لِّلْغَيْبِ﴾ ”ان کے پیچھے خبرداری کرتی ہیں۔“ سُدی وغیرہ نے کہا ہے کہ شوہر کی عدم موجودگی میں اپنی آبرو اور اس کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔^⑤ ﴿يَسَّأَ حَفِظَ اللَّهُ﴾ ”اللہ کی حفاظت میں۔“ یعنی محفوظ وہ ہے جس کی اللہ حفاظت فرمائے۔^⑥ امام ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿خَيْرُ النِّسَاءِ امْرَأَةٌ إِذَا نَظَرَتْ إِلَيْهَا سَرَّتْكَ، وَإِذَا أَمَرْتَهَا أَطَاعَتْكَ، وَإِذَا غَبَتْ عَنْهَا حَفِظْتَكَ فِي نَفْسِهَا وَمَالِكَ، قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ.....﴾ (الآية) ”عورتوں میں سب سے بہترین وہ بیوی ہے کہ

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ﴾ (النساء: 33)، حدیث: 4580۔

ماخوذ از سورة يوسف 12: 109۔ ③ صحیح البخاری، الفتن، باب: 18، حدیث: 7099 عن أبي بكره ﷺ۔ ④ تفسیر

الطبری: 85، 84/5۔ ⑤ تفسیر الطبری: 85/5۔ ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم: 941/3 و تفسیر الطبری: 86/5۔

جب تم اس کی طرف دیکھو تو وہ تمہیں خوش کر دے، اسے حکم دو تو اطاعت بجالائے اور تمہاری عدم موجودگی میں اپنے نفس اور تمہارے مال کی حفاظت کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ الآية۔^①

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ حَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: أَدْخِلِي الْحَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْحَنَّةِ شِئْتَ] ”جب عورت پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنے نفس کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔“^②

سرکشی و بد خوئی اور اس کا علاج: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ﴾ ”اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو۔“ یعنی جن عورتوں کے بارے میں تمہیں یہ خدشہ ہو کہ وہ اپنے شوہروں سے سرکشی کریں گی۔ نُشُوز کے معنی اونچا ہونے کے ہیں نائشیز اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے شوہر سے اونچا اور بلند ہونا چاہتی ہو، اس کے حکم کو نہ مانے، اس سے اعراض کرے، اس سے بغض رکھے تو جب اس طرح کی سرکشی و بد خوئی کی علامات ظاہر ہوں تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اسے سمجھائے اور اس کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کے حق اور اس کی اطاعت کو اس پر واجب قرار دیا ہے اور اس کی نافرمانی کو حرام۔ اس لیے کہ شوہر کو اس پر فضل و شرف حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [لَوْ كُنْتُ أَمِيرًا أَحَدًا أُنَّ يَسْجُدُ لِأَحَدٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، (مَنْ عَظِمَ حَقُّهُ عَلَيْهَا)] ”اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ شوہر کا بیوی پر بہت بڑا حق ہے۔“^③

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ (عَلَيْهِ)، لَعَنَتُهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ] ”جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔“^④ صحیح مسلم کی روایت میں الفاظ یہ ہیں: [إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتُهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ] ”جب عورت اپنے شوہر کے بستر کو چھوڑتے

① تفسیر الطبری: 86/5 و سنن النسائي، النكاح، باب أي النساء خير؟ حديث: 3233 والمستدرک للحاکم، النکاح:

161/2، حديث: 2682 اور دیکھیے السلسلة الصحيحة، حديث: 1838. ② مسند أحمد: 191/1. ③ جامع الترمذی،

الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، حديث: 1159 عن أبي هريرة ؓ. اور ترمذی والے الفاظ مسند أحمد:

159/3 میں حضرت انس ؓ سے مروی ہیں۔ و سنن أبي داود، النکاح، باب في حق الزوج على المرأة، حديث: 2140 عن

قيس بن سعد ؓ. ④ صحيح البخاری، النکاح، باب: إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، حديث: 5193، البته

[عليه] مسند أحمد: 480/2 میں ہے اور صحیح بخاری میں اس کی جگہ: [أَنْ تَجِيءَ] ہے۔

ہوئے رات بسر کرے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔“^① (عورتوں کی طرف سے ان باتوں کا امکان ہے) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِي تَخَاوَنُ تُشُورُهُنَّ فَحِطُّوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ ”اور جن عورتوں کی نسبت تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ، (اور اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کو خواب گاہوں میں الگ کر دو۔“

علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الہِجْرَان کے معنی یہ ہیں کہ شوہر اس سے مباشرت نہ کرے، اس کے بستر پر نہ لیٹے بلکہ اس سے پیٹھ پھیر لے۔^② کئی ایک ائمہ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے۔^③ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے جن میں سُدّی، ضحاک اور عکرمہ ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک روایت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ گفتگو بھی نہ کرے۔^④ سنن اور مسند میں معاویہ بن خیدہ قُشَیری سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی ایک پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ فرمایا: [أَنْ تَطْعَمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ.....، وَلَا تَضْرِبَ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحَ، وَلَا تَهْجُرَ إِلَّا فِي الْبَيْتِ] ”یہ کہ جب کھاؤ تو اسے بھی کھاؤ، پہنویا حاصل کرو تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، گالی نہ دو اور ترک نہ کرو مگر گھر ہی میں۔“^⑤

اور فرمان الہی: ﴿وَاضْرِبُوهُنَّ﴾ ”اور ان کو زد و کوب کرو۔“ یعنی اگر وعظ و نصیحت اور بستر الگ کرنے سے بھی وہ اپنے طرز عمل سے باز نہ آئیں تو انھیں اتنی جسمانی سزا دے سکتے ہو جس سے ان کے جسم پر نشان نہ پڑے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: [فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِإِْمَانِ اللَّهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئَنَّ فُرُشَكُمْ أَحَدًا (فَإِنَّهِنَّ عِنْدَكُمْ عَوَاثٌ)، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ] ”عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ وہ تمھارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں (تمھاری حکومت میں ہیں۔) تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ تمھارے بستروں پر کسی ایسے شخص کو نہ بیٹھنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انھیں زد و کوب تو کرو مگر بہت سخت نہیں اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انھیں دستور کے مطابق کھانا اور کپڑا دو۔“^⑥ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ ﴿وَاضْرِبُوهُنَّ﴾ کے معنی ہیں ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرِحٍ کہ ایسی مار جو بہت شدید نہ ہو۔^⑦ اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایسی مار جس سے (جسم پر) نشان نہ پڑے۔^⑧

① صحیح مسلم، النکاح، بات تحریم امتناعها من فراش زوجها، حدیث: 1436 عن أبي هريرة ر. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 942/3. ③ تفسیر الطبری: 91، 90/5. ④ تفسیر الطبری: 91، 90/5. ⑤ سنن ابی داود، النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها، حدیث: 2142 وسنن ابن ماجہ، النکاح، باب حق المرأة.....، حدیث: 1850 والسنن الکبریٰ للنسائی، عشرة النساء، باب تحریم ضرب الوجه فی الأدب: 373/5، حدیث: 9171 ومسند أحمد: 3/5. ⑥ ماخوذ از صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبی ﷺ، حدیث: 1218، البتہ توسلین والے مسند أحمد: 73/5 کے مطابق ہیں۔ ⑦ تفسیر الطبری: 97، 96/5. ⑧ تفسیر الطبری: 98/5.

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ؕ إِنَّ

اور اگر تمہیں دونوں (میاں بیوی) میں جھگڑے کا ڈر ہو تو ایک شخص مرد کے کہنے سے اور ایک عورت کے کہنے سے منصف مقرر کرو، اگر وہ دونوں صلح کرنا

يُرِيدَ إِصْلَاحًا يُّوفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿35﴾

چاہیں گے تو اللہ ان دونوں (میاں بیوی) میں موافقت پیدا کر دے گا، بے شک اللہ بہت علم والا، خوب خبردار ہے ﴿35﴾

جب عورت اطاعت کرے تو پھر کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا﴾ ”پھر اگر وہ تمہاری فرمانبرداری ہو جائیں تو ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو۔“ یعنی جب عورت اپنے شوہر کی ان تمام امور میں اطاعت کرے جن میں شوہر چاہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مباح قرار دیا ہو تو پھر اس کے بعد اس کے لیے کوئی بہانہ نہیں ہے۔ اور اسے مارنے یا اس سے بے اعتنائی کا اسے کوئی حق نہیں ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾ ﴿24﴾ ”بے شک اللہ سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے۔“ یہ مردوں کے لیے وعید ہے کہ اگر وہ کسی سبب اور وجہ کے بغیر عورتوں پر زیادتی کریں تو اللہ تعالیٰ جو سب سے بلند وبالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، وہ ان کا کارساز ہے اور وہ اس سے انتقام لے گا جو عورتوں پر ظلم و زیادتی کرے گا۔

تفسیر آیت: 35

میاں بیوی میں نزاع کی صورت میں دو منصفوں کا تقرر: پہلے اس حالت کا ذکر کیا گیا تھا جب سرکشی و بد خوئی عورت کی طرف سے ہو اور اب اس دوسری حالت کا ذکر کیا جا رہا ہے جب میاں بیوی دونوں میں کشیدگی ہو تو اس کے بارے میں فرمایا: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ؕ﴾ ”اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔“

فقہاء فرماتے ہیں کہ جب میاں بیوی میں ان بن ہو جائے تو حاکم انہیں کسی ایسے قابل اعتماد شخص کے پاس رکھے جو ان کا جائزہ لیتا رہے اور ان میں سے جو ظالم ہو تو وہ اسے ظلم سے باز رکھے۔ اور اگر دونوں میں کشیدگی اور لڑائی جھگڑا طویل اختیار کر جائے تو حاکم ایک قابل اعتماد شخص عورت کے خاندان میں سے اور ایک مرد کے خاندان میں سے بھیجے تاکہ وہ دونوں اکٹھے ہو کر ان دونوں کے حالات کا جائزہ لیں اور ان کے مل جل کر رہنے یا الگ الگ ہو جانے کے بارے میں وہ فیصلہ کریں جو ان کی نگاہ میں مصلحت کے مطابق ہو لیکن شارع کی منشا یہی ہے کہ دونوں میں صلح کرادی جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ يُرِيدَ إِصْلَاحًا يُّوفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ط﴾ ”اگر وہ دونوں صلح کرادینی چاہیں گے تو اللہ ان (میاں بیوی) میں موافقت پیدا کر دے گا۔“

علی بن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ ایک نیک شخص مرد کے خاندان میں سے اور اسی طرح ایک نیک مرد عورت کے خاندان سے مقرر کر دیں۔ وہ دونوں جائزہ لیں کہ ان میں سے برا

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ

اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں،

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط

رشتے دار پڑوسی، انجینی پڑوسی، ساتھ رہنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنی ملکیت کینزوں اور غلاموں سے بھی نیکی کرو۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فَخُورًا ﴿٣٦﴾

بے شک اللہ ہر اترانے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ﴿٣٦﴾

کون ہے۔ اگر مرد برا ہو تو عورت کو اس سے روک لیں اور اسے فقہ ادا کرنے پر مجبور کریں۔ اگر عورت بری ہو تو اسے شوہر کے پاس ہی رہنے دیں اور فقہ سے روک دیں۔ علیحدگی یا صلح میں سے جس بات پر بھی ان کی رائے متفق ہو تو دونوں طرح جائز ہے۔ اگر دونوں منصفوں کی رائے یہ ہو کہ انھیں مل جل کر رہنا چاہیے، اور اس فیصلے پر میاں بیوی میں سے ایک راضی ہو جائے اور دوسرا راضی نہ ہو، اور اگر ان میں سے ایک فوت ہو جائے تو جو فیصلے پر راضی تھا وہ اس کا وارث ہوگا جس نے اس فیصلے کو پسند نہیں کیا تھا لیکن اس فیصلے کو ناپسند کرنے والا، پسند کرنے والے کا وارث نہیں ہوگا۔ اسے امام ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔^(۱)

شیخ ابو عمر ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دونوں منصفوں میں جب اختلاف ہو تو پھر ان میں سے کسی کے قول کا اعتبار نہیں ہے۔ اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ صلح کی صورت میں ان کا فیصلہ نافذ ہوگا، خواہ میاں بیوی نے انھیں مقرر نہ بھی کیا ہو۔ اور اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر انھوں نے جدائی کا فیصلہ کیا ہو تو کیا پھر بھی ان کا فیصلہ نافذ ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں انھوں نے جمہور کا قول یہی بیان کیا ہے کہ تفریق کی صورت میں بھی ان کا فیصلہ نافذ ہوگا۔^(۲)

﴿تفسیر آیت: 36﴾

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے کیونکہ وہی خالق ہے، رازق ہے، منعم ہے اور تمام اوقات و حالات میں اپنی مخلوق پر فضل و کرم فرمانے والا ہے، لہذا وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے بندے صرف اسی کی وحدانیت کا اقرار کریں اور مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: [أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا] (أَتَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا هُمْ فَعَلُوا ذَلِكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ) قَالَ: أَنْ لَا يُعَذَّبَهُمْ] ”کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے۔ انھوں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 945/3 و تفسیر الطبری: 104/5 . (۲) الاستذکار لابن عبدالبر: 111/18 .

ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنائیں۔ (پھر آپ نے فرمایا:) کیا تم جانتے ہو کہ جب وہ بندے ایسا کریں تو پھر بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ وہ انھیں عذاب نہ دے۔“^①

پھر اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کی وصیت فرمائی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمھارے والدین کو سبب بنایا کہ انھوں نے تمھیں عدم سے نکال کر وجود بخشا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر جہاں اپنی عبادت کا حکم فرمایا ہے، وہاں اس کے ساتھ ہی والدین سے حسن سلوک کا بھی حکم دیا ہے، مثلاً: فرمایا: ﴿إِنِ اشْكُرْتُمْ لِي وَلِوَالِدَيْكُمْ﴾ (لقمان: 14) ”میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل: 23:17) ”اور آپ کے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی (کرتے رہو۔)“

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرابت دار مردوں اور عورتوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی ہے: [الْصَّدَقَةُ عَلَى الْمَسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَعَلَى ذِي الرَّحِمِ صَدَقَةٌ وَصَلَةٌ] ”مسکین پر صدقہ صرف صدقہ ہے جبکہ رشتے دار پر صدقہ، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔“^② پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یتیموں سے بھی احسان کیا جائے کیونکہ وہ ان کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے ہوتے ہیں جو ان کی ضروریات کا خیال رکھتے اور ان پر خرچ کرتے تھے، لہذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان سے احسان اور شفقت کا سلوک کیا جائے۔ پھر فرمایا کہ مسکینوں کے ساتھ بھی بھلائی کی جائے۔

مسکین ان ضرورت مندوں اور محتاجوں کو کہتے ہیں جن کے پاس اپنی ضرورت کے مطابق ساز و سامان نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان کی اس انداز سے مدد کی جائے کہ ان کی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ فقیر و مسکین کے بارے میں بحث سورۃ براءت میں ہوگی۔^③

پڑوسی کے حقوق: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾ ”اور رشتے دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں (کے ساتھ احسان کرو۔)“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ سے مراد

① صحیح البخاری، التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك وتعالى، حدیث: 7373 وصحیح مسلم، ایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة.....، حدیث: 30. اور توسین والے الفاظ مسند أحمد: 234/5 کے مطابق ہیں۔ ② جامع الترمذی، الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة، حدیث: 658 و سنن النسائی، الزکاة، باب الصدقة علی الأقارب، حدیث: 2583 و سنن ابن ماجہ، الزکاة، باب فضل الصدقة، حدیث: 1844 عن سلمان بن عامر ؓ. والمعجم الكبير للطبرانی: 101/5، حدیث: 4723 واللفظ له. ③ دیکھیے التوبة، آیت: 60 کے ذیل میں۔

وہ ہمسایہ ہے جو آپ کا رشتہ دار بھی ہو۔^(۱) اور ﴿وَالْجَارُ الْجُنُبُ﴾ سے مراد وہ ہمسایہ ہے جو آپ کا رشتہ دار نہ ہو۔^(۲) عکرمہ، مجاہد، میمون بن مہران، ضحاک، زید بن اسلم، مقاتل بن حیان اور قتادہ رحمہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^(۳) اور امام مجاہد سے ﴿وَالْجَارُ الْجُنُبُ﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ اس سے مراد رفیق سفر ہے۔^(۴) پڑوسی کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

پہلی حدیث: امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورَّثُهُ] ”جبریل مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو بھی وارث قرار دے دیں گے۔“^(۵) اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^(۶)

دوسری حدیث: امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورَّثُهُ] ”جبریل مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو بھی وارث قرار دے دیں گے۔“^(۷) امام ابوداؤد اور ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔^(۸) اور امام ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔

تیسری حدیث: امام احمد ہی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ، وَخَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرُهُمْ لِعَارِهِ] ”دوستوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے دوست کے لیے بہتر ہو اور پڑوسیوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہو۔“^(۹) امام ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔^(۱۰) اور حسن غریب قرار دیا ہے۔

چوتھی حدیث: امام احمد ہی نے حضرت مقداد بن اسود کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: [مَا تَقُولُونَ فِي الزَّانَا؟ قَالُوا: حَرَمَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: لِأَنَّ يَزْنَى الرَّجُلُ بِعَشْرَةِ نِسْوَةٍ أُيْسِرَ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَزْنَى بِأَمْرَأَةٍ جَارِهِ، قَالَ: فَقَالَ مَا تَقُولُونَ فِي السَّرْقَةِ؟ قَالُوا: حَرَمَهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ، فَهِيَ حَرَامٌ، قَالَ: لِأَنَّ يَسْرِقُ الرَّجُلُ مِنْ عَشْرَةِ آيَاتٍ أُيْسِرَ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَسْرِقَ مِنْ جَارِهِ] ”زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اسے حرام قرار دیا ہے، اس لیے یہ روز قیامت تک حرام ہے، حضرت مقداد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اگر

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 3/948۔ (۲) تفسیر ابن ابی حاتم: 3/948۔ (۳) تفسیر ابن ابی حاتم: 3/949۔ (۴) تفسیر ابن

ابی حاتم: 3/949۔ (۵) مسند أحمد: 2/85۔ (۶) صحيح البخاری، الأدب، باب الوصية بالجار، حدیث: 6015

وصحيح مسلم، البر والصلة، باب الوصية بالجار والإحسان إليه، حدیث: 2625۔ (۷) مسند أحمد: 2/160۔ (۸)

سنن أبی داود، الأدب، باب فی حق الجوار، حدیث: 5152 وجامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی حق

الجوار، حدیث: 1943 اور اس میں یہ الفاظ ایک واقعے کے سیاق میں ہیں۔ (۹) مسند أحمد: 2/167، 168۔ (۱۰) جامع

الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی حق الجوار، حدیث: 1944۔

کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے، اس سے کہیں زیادہ بڑا گناہ یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ چوری کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ اسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، لہذا یہ حرام ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دس گھروں سے بھی چوری کرے تو اس سے کہیں زیادہ بڑا گناہ یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کی چوری کرے۔“^①

اور صحیحین میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اس کا یہ شاہد موجود ہے کہ وہ کہتے ہیں، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: [أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلْقُكَ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: أَنْ تَزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ] ”یہ کہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: اپنے بچے کو اس خدشے سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔“^②

پانچویں حدیث: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اگر میرے دو پڑوسی ہوں تو میں ان میں سے کس کو تحفہ دوں؟ فرمایا: [أَقْرَبُهُمَا مِنْكَ بَابًا] ”جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۔“^③ اسے امام بخاری نے بھی بیان کیا ہے۔^④

اور ابن السبیل کے متعلق بحث سورہ براءت میں کی جائے گی۔^⑤ وَاللَّهُ الثَّقَةُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانِ۔

غلاموں سے احسان کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ ”اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں (ان کے ساتھ بھی احسان کرو)۔“ کیونکہ غلام بھی بہت ضعیف اور لوگوں کے ہاتھوں میں قیدی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الوفا میں اپنی امت کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: [الْصَّلَاةُ الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ] ”نماز! نماز! اور اپنے غلاموں سے (اچھا سلوک کرنا)۔“ حتیٰ کہ آپ نے یہ الفاظ بار بار اپنے دل ہی میں دہرائے۔ (لیکن ہدایت تکلیف کی بنا پر) آپ کی زبان ادائیگی سے قاصر رہی۔^⑥

امام احمد نے مقدم بن معدیکرب کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ

① مسند أحمد: 8/6 و المعجم الكبير للطبرانی: 257، 256/20، حدیث: 605۔ ② صحيح البخاری، التفسير، باب

قوله: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (الفرقان 25: 68)، حدیث: 4761 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان

كون الشرك أقبح الذنوب.....، حدیث: 86۔ ③ مسند أحمد: 175/6۔ ④ صحيح البخاری، الهبة وفضلها

والتحريض عليها، باب بمن يبدأ بالهدية؟ حدیث: 2595۔ ⑤ دیکھیے آیت: 60 کے ذیل میں۔ ⑥ مسند أحمد:

290/6 عن أم سلمة و سنن أبي داود، الأدب، باب في حق المملوك، حدیث: 5156 و سنن ابن ماجه، الوصايا،

باب وهل أوصى رسول الله ﷺ؟ حدیث: 2698 عن علي ؓ۔ دیکھیے إرواء الغلیل، حدیث: 2178۔

خَادِمَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ” جو تم خود کھاؤ صدقہ ہے جو اپنے بچے کو کھلاؤ صدقہ ہے جو اپنی بیوی کو کھلاؤ صدقہ ہے اور جو اپنے خادم کو کھلاؤ تو وہ بھی تمھارے لیے صدقہ ہے۔“^(۱) اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^(۲) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے خازن سے کہا: کیا غلاموں کو کھانا دے دیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں تو فرمایا: جاؤ اور انھیں کھانا دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوَّتَهُ] ”آدمی کے لیے بس یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے غلام کے کھانے کو روک لے۔“^(۳) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ، وَلَا يُكَلِّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ] ”کھانا اور کپڑے وغیرہ (مالک پر) غلاموں کا حق ہے۔ اور ان سے طاقت سے زیادہ کام بھی نہیں لینا چاہیے۔“^(۴) اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے: [إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ، فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ فَلْيَنَاولْهُ أَكْلَهُ أَوْ أَكْلَتَيْنِ أَوْ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلِي حَرٍّ وَعَلَا جَهَ] ”جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا لے کر آئے اور اگر وہ اسے اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو اسے کم از کم ایک یا دو لقمے ضرور کھلا دے کیونکہ اس نے کھانا تیار کرتے وقت گرمی بھی برداشت کی ہے اور اسے تیار بھی کیا ہے۔“^(۵)

اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾^(۶) ”بلاشبہ اللہ تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔“ جو اپنے بارے میں بڑائی اور برتری کے احساس میں مبتلا ہو اور لوگوں کو حقیر سمجھنے والا اور ان پر تکبر، فخر اور غرور کرنے والا ہو اور اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھنے والا ہو، ایسا شخص خود کو اگرچہ بہت بڑا سمجھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر اور لوگوں کی نگاہوں میں انتہائی قابل نفرت ہوتا ہے۔

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿مُخْتَالًا﴾ کے معنی متکبر کے ہیں اور ﴿فَخُورًا﴾^(۷) اس کو کہتے ہیں جو اپنے مال کو گن گن کر تو رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا۔^(۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے جن نعمتوں سے نوازا ہوتا ہے، ان کی وجہ سے وہ لوگوں پر فخر تو ضرور کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر کم ہی بجا لاتا ہے۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن واقد ابو رجاء ہروی کا قول بیان کیا ہے کہ جو شخص بدخلق ہوگا، وہ متکبر اور فخر و غرور کرنے والا ضرور ہوگا، پھر انھوں نے یہ پڑھا: ﴿وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾^(۹) ”اور جو تمھاری ملکیت ہوں (کنیروں اور غلاموں سے بھی نیکی کرو) بے شک اللہ ہر

(۱) مسند أحمد: 131/4. (۲) السنن الكبرى للنسائي، عشرة النساء، باب: 81 الفضل في ذلك: 376/5، حديث:

9185. (۳) صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك.....، حديث: 996. (۴) صحيح مسلم،

الأيمان، باب إ طعام المملوك مما يأكل وإلباسه مما يلبس.....، حديث: 1662. (۵) صحيح البخاري، الأطعمة،

باب الأكل مع الخادم، حديث: 5460 وصحيح مسلم، الأيمان، باب إ طعام المملوك مما يأكل.....، حديث:

1663. (۶) تفسير الطبري: 119/5

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ

ایسے لوگ (بھی اللہ کو پسند نہیں) جو کجی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی کجی کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ انہیں دیا ہے

فَضْلِهِ ط وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ

اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿٣٧﴾ اور ایسے لوگ (بھی اللہ کو پسند نہیں) جو لوگوں کے دکھاوے

النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ط وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا

کے لیے اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور جس شخص کا ساتھی شیطان ہو تو وہ بہت برا ساتھی

فَسَاءَ قَرِينًا ﴿٣٨﴾ وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ط

ہے ﴿٣٨﴾ اور ان لوگوں کا کیا جاتا، اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آتے، اور اللہ نے انہیں جو مال دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے؟

وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿٣٩﴾

اور اللہ انہیں خوب جاننے والا ہے ﴿٣٩﴾

اترانے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔“ اور جو شخص نافرمان ہوگا وہ سرکش و بد بخت ضرور ہوگا، پھر انہوں نے یہ آیت

پڑھی: ﴿وَبَرَّأَ بَوَالِدَيْهِ ذَاتَ الْبَيْنِ وَكَوَمِ يَجْعَلُنِي جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ ○ (مریم: 32) ”اور (مجھے) اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے

والا (بنایا ہے) اور سرکش اور بد بخت نہیں بنایا۔“ ﴿١﴾

بَلْهُجِيمِ کے ایک شخص جابر بن سلیم سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرمائیے، تو

آپ نے (چند اہم امور کا تذکرہ فرمایا) اور ساتھ ہی فرمایا: [وَأِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّ إِسْبَالَ الْإِزَارِ مِنَ الْمَخِيلَةِ، وَإِنَّ

اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ] ”تہبند کو نیچہ لٹکاؤ کیونکہ تہبند کا (ٹخنوں سے) نیچے لٹکانا تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو

پسند نہیں فرماتا۔“ ﴿٢﴾

تفسیر آیات: 39-37

بخل کی مذمت: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو اپنے مال کے بارے میں بخل سے کام لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

کے حکم کے مطابق والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسیوں، اجنبی ہمسایوں، رفقائے پہلو، مسافروں اور

غلاموں پر احسان کرتے ہوئے خرچ نہیں کرتے اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو خود ادا نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی بخل

سے کام لینے کا حکم دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ؟] ”بخل سے بڑھ کر بڑی بیماری اور کون سی ہو سکتی ہے؟“ ﴿٣﴾

① تفسیر الطبری: 119/5. ② مسند أحمد: 64/5 والسنن الكبرى للنسائی، الزينة، باب: 102 الاختلاف.....

486/5، حدیث: 9691-9699. ③ مجمع الزوائد، المناقب، باب ماجاء فی بشر بن البراء..... 315/9، حدیث:

15748 والمستدرک للحاکم، معرفة الصحابة، ذکر مناقب بشر بن البراء بن معرور: 219/3، حدیث: 4964 عن

أبي هريرة ؓ. وصحيح البخاري، المغازی، باب قصة عمان والبحرين، حدیث: 4383 عن أبي بكر ؓ موقوفاً.

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: [وَأَيَّاكُمْ وَالشَّحَّ فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ]، [أَمْرُهُمْ بِالْقَطِيعَةِ فَقَطَّعُوا، وَأَمْرُهُمْ بِالْفُجُورِ فَفَجَّرُوا] ”حرص و بخل سے بچو کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا، حرص و بخل نے انھیں قطع رحمی پر آمادہ کیا تو انھوں نے قطع رحمی شروع کر دی اور اس نے انھیں گناہوں پر ابھارا تو انھوں نے گناہوں کا ارتکاب شروع کر دیا۔“^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ط﴾ ”اور جو (مال) اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے، اسے چھپا چھپا کر رکھتے ہیں۔“ بخیل اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا گویا منکر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اس کے کھانے پینے، لباس اور دیگر اخراجات سے اظہار نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۖ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَلِكَ لَشَهِيدٌ ۖ﴾ (الغديت 100: 6، 7) ”بے شک انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس (اور ناشکرا) ہے اور وہ اس پر گواہ بھی ہے، (اپنی عادات و خصائل پر۔)“ ﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۖ﴾ (الغديت 100: 8) ”اور بے شک وہ تو مال سے سخت محبت کرنے والا ہے۔“ اور یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ط﴾ ”اور جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے، اسے چھپا چھپا کر رکھتے ہیں۔“ اسی لیے انھیں وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۖ﴾ ”اور ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

کفر کے معنی چھپانے اور ڈھانپ دینے کے ہوتے ہیں تو بخیل بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو چھپاتا، اس پر پردہ ڈالتا اور اس کا انکار کرتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی نعمت کے ساتھ کفر، یعنی ناشکری کرتا ہے۔ حدیث میں ہے: [إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَنْعَمَ عَلَىٰ عَبْدٍ نُّعْمَةً أَحَبَّ أَنْ يُرَىٰ أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَيْهِ] ”یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نعمت سے نوازے تو وہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس (بندے) پر اپنی نعمت کے اثر کو دیکھے۔“^②

بعض ائمہ سلف نے اس آیت کو یہود کے اس بخل پر بھی محمول کیا ہے کہ انھوں نے اس علم کا اظہار نہ کیا جو حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی کے بارے میں ان کے پاس تھا بلکہ انھوں نے اسے لوگوں سے چھپایا۔^③ بلاشبہ اس آیت کریمہ میں اس بات کا بھی احتمال ہے اور سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت مال کے بارے میں بخل سے متعلق ہے لیکن علم کے بارے میں بخل بھی اس میں بالاولیٰ داخل ہے اگرچہ سیاق کلام قریبی رشتے داروں اور کمزوروں پر خرچ کرنے سے متعلق ہے۔ اسی طرح اس کے بعد والی آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَنْفَقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ﴾ ”اور وہ

① اس حدیث کا ابتدائی حصہ مسند أحمد: 195/2 اور دوسرا حصہ سنن أبی داود، الزکاة، باب فی الشح، حدیث: 1698 عن

عبد اللہ بن عمرو ؓ کے مطابق ہے۔ ② سنن أبی داود، اللباس، باب فی الخلقان وفي غسل الثوب، حدیث: 4063

ومسند أحمد: 473/3 عن مالک بن نضلة ؓ. والمعجم الكبير للطبرانی: 135/18 واللفظ له عن عمران بن الحصين

ؓ. ③ تفسير الطبري: 120/5.

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ

بے شک اللہ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر (کسی کی) کوئی نیکی ہو تو وہ اسے دگنی کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے بہت بڑا اجر دیتا

أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ

ہے ﴿٤٠﴾ پھر ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ (ﷺ) کو اس امت پر گواہ بنائیں گے؟ ﴿٤١﴾ اس دن وہ

شَهِيدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يُوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ ط

لوگ، جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، خواہش کریں گے کہ کاش! انہیں زمین کے ساتھ برابر کر دیا جاتا، اور وہ اللہ سے

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾

کوئی بات چھپانہ سکیں گے ﴿٤٢﴾

لوگ خرچ بھی کریں تو (اللہ کے لیے نہیں بلکہ) لوگوں کے دکھانے کو۔“

پہلے قابلِ مذمت کنبوس اور بنخیل لوگوں کا ذکر کیا اور اب ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو ریاکار ہیں اور جو شہرت و ریاکاری کے لیے اور اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ جو دوسخا کی وجہ سے ان کی تعریف کی جائے، خرچ کرنے سے ان کا مقصود رضائے الہی کا حصول نہیں ہوتا۔

حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے جن تین شخصوں کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنایا جائے گا وہ عالم، غازی اور سخی ہوں گے جنہوں نے محض ریاکاری کے لیے اپنے اعمال سرانجام دیے ہونگے، چنانچہ ارشاد ہے کہ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و متاع سے نوازا تھا وہ کہے گا: [مَا تَرَكْتُ مِنْ شَيْءٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهِ إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهِ لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ، إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنْ يُقَالَ: فَلَانٌ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيلَ] ”میں نے ہر اس جگہ اپنا مال خرچ کیا، جہاں خرچ کرنا تجھے پسند تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ کہتا ہے کیونکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں سخی ہے اور وہ کہہ دیا گیا تھا۔“ ﴿٤١﴾ یعنی تو نے اپنا بدلہ دنیا ہی میں پالیا تھا اور اپنے اس فعل سے تیرا جو مقصود تھا، وہ تو نے دنیا ہی میں حاصل کر لیا تھا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ط﴾ ”اور ایمان نہ اللہ پر لاتے ہیں اور نہ روزِ آخرت پر۔“ یعنی اس قبیح حرکت پر اور اللہ کی اطاعت سے اعراض پر انہیں شیطان نے آمادہ کیا ہے، وہ ان کا دوست ہے اور اسی نے ان برے اعمال کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کیا ہے۔ اور یاد رکھو! ﴿وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا﴾ ﴿٣٨﴾ ”اور جس شخص کا ساتھی شیطان ہو تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ط﴾

﴿٣٨﴾ صحیح مسلم، الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، حدیث: 1905 و جامع الترمذی: 2382 مطوّلًا.

وسنن النسائی: 3139 ومسند أحمد: 322, 321/2 والسنن الكبرى للبيهقي، السير، باب بيان النية التي يقاتل عليها

.....: 168/9 م: ألفه عنه عن أبي هريرة ؓ.

”اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا، اس میں سے خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان ہوتا؟“ یعنی ان کا کیا بگڑتا تھا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ ایمان لے آتے، اچھے رستے پر چلتے، ریا سے اجتناب کرتے اور اخلاص اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان کو اختیار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی امید رکھتے جو آخرت میں اس نے اچھے عمل کرنے والوں کے ساتھ فرما رکھا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو ان کاموں میں خرچ کرتے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں؟

وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿39﴾ ”اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔“ وہ ان کی نیک اور بد نیّتوں کو جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ ان میں سے توفیق کا مستحق کون ہے؟ پھر وہ اسے توفیق عطا فرماتا اور رشد و بھلائی سے نوازتا ہے۔ اور اسے ایسے عمل صالح کی توفیق عطا فرمادیتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون بد نصیب اس بات کا مستحق ہے جسے اس کی بارگاہ اقدس سے دھتکار دیا جائے؟ چنانچہ جسے اس کی بارگاہ قدس سے دور ہٹا دیا گیا، وہ دنیا و آخرت دونوں میں ناکام و نامراد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنے فضل و کرم سے اس سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات: 40-42

اللہ تعالیٰ ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے کسی بندے پر ذرہ بھر اور رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کرے گا بلکہ ہر شخص کے ساتھ انصاف کرے گا۔ اور اگر عمل نیک ہوا تو اس کا دو گنا چو گنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَنُصَبِّحُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ﴾ الآية (الأنبياء: 47) ”اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے۔“

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے سے یہ بھی کہا تھا: ﴿يَبْنِي﴾ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمُوتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ﴾ (البقرہ: 177) ”اے میرے بیٹے! بلاشبہ اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں اللہ اس کو قیامت کے دن لے آئے گا۔“ اور فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ يَصُدُّ النَّاسُ أَسْتَاتًا لَهُ لِيُرَوْا أَعْمَالُهُمْ ۚ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۚ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۚ﴾ (الزلزال: 6-8) ”اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھا دیے جائیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی، وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔“

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اہل جنت کی) شفاعت سے متعلق طویل حدیث میں فرمایا: [فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: (ارْجِعُوا) فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ]، [حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مَنْ إِيْمَانٍ، فَأَخْرِجُوهُ (مِنَ النَّارِ)] ”پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان پاؤ

اسے جہنم سے نکال لاؤ۔“^① اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [أَذْنِي أَذْنِي] مَثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ، فَأَخْرِجُوهُ (مِنَ النَّارِ) فَيُخْرِجُوهُ خَلْقًا كَثِيرًا [(جس کے دل میں) ایمان کے کم سے کم تر ذرے کو بھی (پاؤ) تو اسے بھی جہنم سے نکال لاؤ تو وہ بہت سی مخلوق کو نکال لائیں گے۔“ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابوسعید فرماتے کہ اگر تم میری اس حدیث کے بارے میں تصدیق نہ کرو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مَثْقَالَ ذَرَّةٍ^②۔

کیا مشرکوں سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی؟ حضرت سعید بن جبیر سے ارشاد باری تعالیٰ: وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا^③ اور اگر نیکی (کی) ہوگی تو اس کو دوچند کر دے گا۔“ کے بارے میں روایت ہے کہ قیامت کے دن مومن کی نیکی کو دگنا چوگنا کر دیا جائے گا لیکن مشرک کے عذاب میں تخفیف تو کر دی جائے گی مگر اسے جہنم سے کبھی نکالا نہیں جائے گا۔^④ اس کی تائید اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کا چچا ابوطالب آپ کا دفاع اور آپ کی اعانت و نصرت کرتا تھا تو کیا آپ نے اسے کوئی نفع پہنچایا؟ آپ نے فرمایا: نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ، وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [ہاں، وہ اٹھلی آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔“^⑤

ہو سکتا ہے کہ دیگر کفار کے بجائے یہ رعایت خاص طور پر ابوطالب ہی سے ہو اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابو داؤد طیالسی نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَظْلِمُ الْمُؤْمِنَ حَسَنَةً يُّثَابُ عَلَيْهَا الرِّزْقُ فِي الدُّنْيَا، وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِهَا فِي الدُّنْيَا، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ [بلاشبہ اللہ تعالیٰ مومن کی کسی بھی نیکی کو رايگاں نہیں جانے دے گا، دنیا میں اس کی وجہ سے رزق عطا فرمائے گا اور آخرت میں ثواب سے نوازے گا اور کافر کی نیکی کی وجہ سے اسے دنیا ہی میں کھلا دے گا اور قیامت کے دن اس کے لیے کوئی نیکی نہیں ہوگی۔“^⑥

① اس کا ابتدائی حصہ صحیح البخاری، التوحید، باب قول الله تعالى: ﴿وَجُودًا يُؤْمِنُ بِهَا ضَرَّةً﴾ إِلَى رَبِّهَا نَاطِرَةً ۝۹ ، حدیث: 7439 اور آخری حصہ بھی صحیح البخاری، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حدیث: 6560 و صحیح مسلم، الإیمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار، حدیث: 184 کے مطابق ہے۔ اور صحیح مسلم، حدیث: 183 میں [ارجعوا] جبکہ صحیح بخاری، حدیث: 7439 میں [أذهبوا] اور [مِنَ النَّارِ] مسند أبی یعلیٰ 423/2 ، حدیث: 1219 میں ہے۔
② صحیح مسلم، الإیمان، باب معرفة طريق الرؤية، حدیث: 183، البتہ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے میں بھی یہ مفہوم اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے آیت کریمہ کی تلاوت کرنے کا ذکر موجود ہے اور [أذنی.....] کے الفاظ صحیح البخاری، التوحید، باب كلام الرب يوم القيمة مع الأنبياء وغيرهم، حدیث: 7510 و صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حدیث: (326)-193 نبی ﷺ کی شفاعت کے ذکر میں ہیں۔ ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 955/3 . ④ صحیح البخاری، الأدب، باب كنية المشرك، حدیث: 6208 و صحیح مسلم، الإیمان، باب شفاعة النبي ﷺ لأبى طالب ، حدیث: 209 . ⑤ مسند أبی داؤد الطيالسی: 503/3 ، حدیث: 2123 و صحیح مسلم، صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة..... ، حدیث: 2808 و مسند أحمد: 123/3 .

اجر عظیم کے معنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ اور ضحاک نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ﴿40﴾ ”اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد جنت ہے۔⁽¹⁾ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی رضا اور جنت عطا فرمائے۔ امام ابن ابی حاتم نے ابو عثمان نہدی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مجھ سے زیادہ اور کوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس نہیں بیٹھتا تھا، وہ حج کے لیے مجھ سے پہلے آئے اور میں ان کے بعد آیا۔ اہل بصرہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث بیان کی کہ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ اللَّهَ يُضَاعِفُ الْحَسَنَةَ أَلْفَ أَلْفٍ حَسَنَةً] ”یقیناً اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا دس لاکھ گنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔“ میں نے کہا کہ لوگو! تم پر افسوس ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مجھ سے زیادہ بیٹھنے والا اور کوئی شخص نہ تھا لیکن میں نے ان سے یہ حدیث نہیں سنی، میں نے ارادہ کیا کہ ان سے ملاقات کر کے اس حدیث کے بارے میں دریافت کروں لیکن وہ حج کے لیے روانہ ہو گئے تو میں بھی حج کے لیے روانہ ہو گیا تا کہ ان سے مل کر اس حدیث کے بارے میں استفسار کروں، چنانچہ ان سے ملاقات ہو گئی تو میں نے کہا: ابو ہریرہ! وہ کیا حدیث ہے جسے میں نے بصرہ میں اپنے بھائیوں سے سنا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون سی؟ تو میں نے کہا کہ ان کا خیال ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْحَسَنَةَ أَلْفَ أَلْفٍ حَسَنَةً] ”یقیناً اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا دس لاکھ گنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے ابو عثمان! اس سے تعجب کیا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ”ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے تو اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے گا۔“ اور اس نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ ﴿38﴾ (التوبة: 38) ”چنانچہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت (کے مقابلے) میں بہت حقیر ہے۔“ اللہ کی قسم میں نے تو اللہ کے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِنَّ اللَّهَ يُضَاعِفُ الْحَسَنَةَ أَلْفِي أَلْفٍ حَسَنَةً] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا بیس لاکھ گنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔“⁽²⁾

روز قیامت نبی اکرم ﷺ کی امت کے بارے میں شہادت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ ﴿41﴾ ”بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو اس امت پر گواہ بنائیں گے؟“ اللہ تعالیٰ روز قیامت کی سختیوں اور ہولناکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہر امت میں سے ہم گواہی دینے والوں کو، یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو طلب کریں گے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئَتْ بِالشَّاهِدِينَ وَالشَّهَادَاتِ﴾ ﴿69﴾ (الزمر: 69) ”اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی

(1) تفسیر ابن ابی حاتم: 3/955. (2) تفسیر ابن ابی حاتم: 2/461 اور دیکھیے مسند احمد: 2/521، 2/522 و تفسیر الطبری:

128/5 البتہ یہ روایت ضعیف ہے، دیکھیے السلسلة الضعیفة: 3975.

جائے گی اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ ۚ ﴾ (النحل: 89) ”اور (اے نبی! یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں ان پر انہی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَقْرَأْ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اَقْرَأْ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ؟ قَالَ: نَعَمْ (فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي) فَقَرَأْتُ سُورَةَ النَّسَاءِ حَتَّى أَتَيْتُ عَلَى هَذِهِ الْآيَةِ: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجَعَلْنَاكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۖ ﴾ قَالَ: حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذَرِفَانِ] ”مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں پڑھ کر سناؤں! حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے بھی قرآن سنوں تو میں نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کر دی اور جب اس آیت تک پہنچا تو آپ نے فرمایا: اب بس کرو، میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔“ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَنْذِرُ الْبَاقِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ كُفُّوا سَوْى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۖ ﴾ ”اس روز کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جاتی اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔“ یعنی وہ جب میدان حشر کی ہولنا کیوں کو دیکھیں گے اور ذلت و رسوائی اور زبرد و توبخ سے دوچار ہونگے تو خواہش کریں گے کہ اے کاش! زمین پھٹ جائے اور انھیں نگل لے یہ اسی طرح ہے جس طرح یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ﴾ (النبا: 40) ”جس دن انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی کو دیکھ لے گا۔“ اور فرمان الہی ہے: ﴿ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۖ ﴾ یعنی پھر وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا بھی نہیں سکیں گے بلکہ انھوں نے جو کچھ کیا ہوگا سب کا اعتراف کر لیں گے۔

امام عبدالرزاق نے سعید بن جبیر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مجھے قرآن مجید کی کئی باتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ کیا قرآن میں شک ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں! شک نہیں بلکہ اختلاف، آپ نے فرمایا: ہاں، بتاؤ کیا اختلاف ہے؟ اس نے عرض کی کہ قرآن مجید میں ایک جگہ تو یہ ہے کہ ﴿ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ فَجَنَّتْهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝ ﴾ (الأنعام: 23) ”تو ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا (اور) بجز اس کے (کچھ چارہ نہ ہوگا) کہ کہیں اللہ کی قسم! اے ہمارے پروردگار! ہم شریک نہیں بناتے تھے۔“ اور دوسری جگہ یہ ہے کہ ﴿ وَلَا يَكْتُمُونَ ۖ ﴾ حالانکہ انھوں نے چھپا تو لیا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان میں سے پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین روز قیامت جب یہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ صرف اہل اسلام ہی کے گناہوں کو

① صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب قول المقرئ للقارئ: حسبك، حدیث: 5050 اور توسین کے الفاظ بھی صحیح

البخاری، التفسیر، باب: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ ﴾ (النساء: 41)، حدیث: 4582 کے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اس وقت نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے میں ہو، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو کچھ تم کہتے ہو، اور نہ ناپاک کی حالت میں

إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ط وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ

(نماز کے قریب جاؤ) یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔ ہاں، اگر راہ چلنے غرض تو اور بات ہے۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت سے

مِّنَ الْغَايِبِ أَوْ لَسْتُمْ بِالنِّسَاءِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَبُّوا صَبِيغًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا

(فارغ ہو کر) آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو اور اسے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مل لو، بے شک

بُوجُوهِكُمْ وَإِيْدِيكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ④③

اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا بخشنے والا ہے ④③

معاف فرما رہا ہے اور کسی گناہ کا معاف کر دینا بھی اس کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں لیکن وہ شرک کو ہرگز معاف نہیں فرما رہا تو مشرکین اپنے شرک ہی کا انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ۞ وَاللّٰهُ رَٰٔنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ (الأنعام: 23) اس امید سے کہ انہیں بھی معاف کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کے بارے میں بتائیں گے، پھر یہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپانے پر قادر نہ ہوں گے تو اس وقت: ۞ يَوْمَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصْطَوْاُ الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ④② ۞ ”کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جاتی اور اللہ سے کوئی بات چھپانے کیسے گے۔“ ④①

تفسیر آیت: 43

نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع فرما دیا ہے کہ وہ نشہ کی حالت میں نماز ادا کریں کیونکہ اس حالت میں نمازی کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، اسی طرح حالت جنابت میں مسجدوں میں جانے سے بھی منع کر دیا ہے الا یہ کہ کوئی مسجد میں ٹھہرنے والا تو نہ ہو لیکن ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے باہر نکل جانے والا ہو۔

نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جانے کی یہ ممانعت، شراب کی حرمت کے حکم سے پہلے تھی جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو ہم آیت کریمہ: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط (البقرة: 219) کی تفسیر میں تفصیل سے قبل ازیں بیان کر آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کریمہ کی تلاوت سنائی تو انھوں نے دعا کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں شافی حکم نازل فرما دے تو یہی آیت ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ ۝ نازل ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی آپ پر تلاوت فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر دست بدعا ہوئے: اے اللہ! شراب کے بارے میں شافی حکم

④① تفسیر عبدالرزاق: 457/1 مطوّلًا۔ یہی روایت بالفاظ دیگر امام بخاری نے بھی بیان کی ہے، دیکھیے صحیح البخاری، التفسیر،

سورة حم السجدة، قبل الحديث: 4816 معلقًا. وتفسير الطبري: 132/5.

نازل فرمادے، اس وقت مسلمان نماز کے اوقات میں شراب نہیں پیا کرتے تھے اور اس کے بعد جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ ﴿(المائدة: 90, 91)﴾ ”اے ایمان والو! شراب اور جوا، بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوائے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو پھر کیا تم (ان کاموں سے) باز آتے ہو؟“ تو یہ آیات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم باز آئے، ہم باز آئے۔^①

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ ”مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو، نماز کے پاس نہ جاؤ۔“ اور اس کے نزول کے بعد جب نماز کھڑی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کا منادی یہ اعلان کر دیتا کہ نشے والا نماز کے قریب نہ جائے۔ یہ الفاظ ابوداؤد کی روایت کے ہیں۔^②

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئی ہیں۔ ایک انصاری نے دعوت طعام کا اہتمام کیا اور اس میں (مہاجرین و انصار میں سے) کچھ لوگوں کو مدعو کیا، ہم نے کھانا کھایا اور اس کے بعد شراب پی حتیٰ کہ جب نشے میں ہو گئے تو ہم نے فخر و غرور کا اظہار کرنا شروع کر دیا تو ایک شخص نے اونٹ کے دونوں جبروں کو پکڑا اور اسے مار کر سعد کی ناک توڑ دی، چنانچہ سعد ٹوٹی ہوئی ناک والے تھے، یہ واقعہ شراب کی حرمت سے پہلے کا ہے تو اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ.....﴾ ﴿الآیۃ﴾۔^③ مسلم میں بھی یہ پوری حدیث موجود ہے۔^④ اور امام ابن ماجہ کے سوا دیگر اہل سنن نے بھی اسے روایت کیا ہے۔^⑤

ایک دوسرا سبب نزول: امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن

① ملخص از مسند أحمد: 53/1 مطوّلًا. ② سنن أبی داود، الأشربة، باب تحريم الخمر، حدیث: 3670 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، حدیث: 3049 عن عمر رضی اللہ عنہ. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 958/3. ④ صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ، حدیث: 1748 بعد الحدیث: 2412 لیکن اس میں لحيی بعیر..... کے بجائے أحد لحيی الرأس..... ہے۔ ⑤ سنن أبی داود، الجهاد، باب فی النفل، حدیث: 2740 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة العنكبوت، حدیث: 3189 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، سورة الأنفال: 349:6، حدیث: 11196 و مسند أحمد: 186، 185/1. لیکن مذکورہ حوالہ جات میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ﴾ کے بجائے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ﴾ ﴿(المائدة: 90)﴾ کے نزول کا ذکر ہے۔ جبکہ مسند أبی داود الطيالسی: 170، 169/1، حدیث: 205 میں ان دونوں آیتوں کا ذکر ہے۔

عوف نے دعوت طعام کا اہتمام کیا، ہمیں مدعو کیا، کھانا کھلایا، شراب پلائی اور جب شراب نے اپنا اثر دکھایا تو نماز کا وقت بھی ہو گیا تو انھوں نے ایک شخص کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کر دیا تو اس نے سورہ کافرون اس طرح پڑھی: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ [أَعْبُدُوا مَا تَعْبُدُونَ، وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ] تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی تھی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾^(۱) امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور حسن غریب صحیح قرار دیا ہے۔^(۲)

اور فرمانِ الہی: ﴿حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ ”جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو، سمجھنے (نہ) لگو۔“ یہ نشے والے انسان کی سب سے بہتر تعریف اور وضاحت ہے کہ اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ جس نے شراب پی ہوگی، اس کی قراءت خلط ملط ہو جائے گی۔ اور وہ قراءت میں تدبر اور نماز میں خشوع خضوع نہیں کر سکے گا۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَنْصَرِفْ فَلَيْنَمَ حَتَّىٰ يَعْلَمَ مَا يَقُولُ] ”جب کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے چاہیے کہ نماز چھوڑ کر سو جائے اور نماز اس وقت پڑھے، جب اسے یہ معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔“^(۳) یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔ ہاں، البتہ صحیح بخاری میں ہے،^(۴) نیز اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^(۵) اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ بھی ہیں: [لَعَلَّهُ يَذْهَبَ يَسْتَغْفِرُ فَيَسْبُ نَفْسَهُ] ”ہو سکتا ہے کہ حالتِ نیند میں نماز ادا کرتے ہوئے وہ مغفرت کی دعا کرنے کے بجائے، اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔“^(۶)

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا﴾ ”اور جنابت کی حالت میں (نماز کے پاس) نہ جاؤ، جب تک کہ غسل (نہ) کر لو۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق روایت ہے وہ فرماتے ہیں: گزر تو جاؤ مگر اس حالت میں مسجد میں نہ بیٹھو۔^(۷) پھر امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، ابوالضحیٰ، عطاء، مجاہد، مسروق، ابراہیم نخعی، زید بن اسلم، ابومالک، عمرو بن دینار، حکم بن عتیبة، عکرمہ، حسن بصری، یحییٰ بن سعید انصاری، ابن شہاب اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح مروی ہے۔^(۸)

امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں یزید بن ابی حبیب کا یہ قول بھی بیان کیا ہے کہ کچھ انصاریوں کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے، بسا اوقات وہ حالتِ جنابت میں ہوتے اور ان کے پاس گھروں میں پانی نہ ہوتا۔ جب پانی کے

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 958/3۔ (۲) جامع الترمذی، التفسیر، باب ومن سورۃ النساء، حدیث: 3026 اور اس میں ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ انھوں نے مجھے آگے کر دیا۔ اور یہاں [لا أعبد] ہے۔ (۳) مسند أحمد: 142/3۔ (۴) صحیح البخاری، الوضوء، باب الوضوء من النوم ومن لم يرمن النعسة.....، حدیث: 212 عن عائشة رضی اللہ عنہا، و213۔ (۵) سنن النسائی، الغسل، باب الأمر بالوضوء من النوم، حدیث: 444۔ (۶) صحیح البخاری، الوضوء، باب الوضوء من النوم.....، حدیث: 212 ومسند أحمد: 56/6 عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ (۷) تفسیر ابن ابی حاتم: 960/3 وتفسیر الطبری: 138/5۔ (۸) تفسیر ابن ابی حاتم: 60/3۔

لیے گھروں سے باہر نکلتے تو مسجد سے گزرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ ہی نہ ہوتا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں مسجد سے گزرنے کی اجازت دے دی۔^(۱)

یزید بن ابوجیب رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: [سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ] ”ابوبکر کے درتچے کے سوا مسجد میں کھلنے والے ہر درتچے کو بند کر دو۔“^(۲) یہ ارشاد آپ نے اپنی حیات طیبہ کے بالکل آخری ایام میں فرمایا تھا۔^(۳) کیونکہ وحی کی روشنی میں آپ کو معلوم تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے بعد خلیفہ بنیں گے اور مسلمانوں کے بہت سے اہم امور کی وجہ سے انھیں مسجد میں بار بار آنے کی ضرورت ہوگی، اس لیے آپ نے مسجد میں کھلنے والے دیگر تمام گھروں کے دروازوں کو تو بند کروادیا مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کو بند نہ کروایا۔

اور جن لوگوں نے [إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ] ”علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کو بند نہ کرو۔“ کے الفاظ روایت کیے ہیں جیسا کہ بعض کتب سنن میں ہے^(۴) تو یہ غلط ہے اور صحیح الفاظ وہی ہیں جو صحیح (بخاری) کی روایت کے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کو بند نہ کرو۔^(۵) صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: [وَأُولَئِنِّي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ: إِنَّ حَيْضَتَكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ] ”مجھے مسجد سے چٹائی پکڑادو تو میں نے عرض کی کہ میں حالت حیض میں ہوں تو آپ نے فرمایا کہ حیض تمہارے ہاتھوں میں تو نہیں ہے۔“^(۶) صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^(۷) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ حائضہ عورت مسجد سے گزر سکتی ہے اور نفاس والی عورت کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تیمم کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ ”اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔“ جس مرض کی وجہ سے تیمم جائز ہے، اس سے مراد وہ مرض ہے جس میں پانی کے استعمال کی وجہ سے کسی عضو کے ناکارہ ہونے یا اس کے بدنما ہونے یا بیماری کے طول پکڑ جانے کا اندیشہ ہو، بعض علماء نے محض کسی بھی بیماری کی وجہ سے تیمم جائز قرار دیا ہے۔ اور انھوں نے اس آیت کریمہ

① تفسیر الطبری: 139/5. ② صحیح البخاری، الصلاة، باب الخوخة والممر في المسجد، حدیث: 467 و مسند أحمد: 270/1 عن ابن عباس ؓ. ③ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے میں [خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ.....] ہے۔ ④ مسند أحمد: 369/4 والمستدرک للحاکم: 125/3 عن زيد بن أرقم ؓ. ⑤ ويحيى المسند الضعيف للعقيلي: 170، رقم: 291 والموضوعات لابن الحوزي، باب في فضائل علي ؓ: 272/1 اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنة: 9/3 میں کہا ہے کہ یہ قول شیعہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں کہے گئے قول کے مقابلے میں گھڑا ہے۔ ⑥ صحیح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها.....، حدیث: 298. ⑦ صحیح مسلم، الحيض، باب جواز غسل.....، حدیث: 299 مگر یہاں: [الْخُمْرَةَ] کے بجائے [الشوب] ہے۔

کے عوم سے استدلال کیا ہے۔^(۱) اور یہاں سفر سے مراد معروف سفر ہے اور اس میں مسافت کے زیادہ یا کم ہونے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ﴾ ”یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو۔“ الغائط نرم زمین کو کہتے ہیں اور یہ رفع حاجت سے کنایہ ہے جو کہ حدیث اصغر ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿أَوَلَمْ نَسْتُمِ الْيَتَامَىٰ﴾ ”یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو۔“ اسے [لَمْ نَسْتُمِ] اور [لَمْ نَسْتُمِ] دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ یہ ہم بستری سے کنایہ ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ (البقرة: 237) ”اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا۔“ اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا﴾ (الأحزاب: 49) ”مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔“ کیونکہ ان آیات میں بھی مَسَّ سے مراد جماع ہے، امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو بیان کیا ہے کہ ﴿أَوَلَمْ نَسْتُمِ الْيَتَامَىٰ﴾ سے مراد جماع ہے۔^(۲) حضرت علی، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما، امام مجاہد، طاؤس، حسن، عبید بن عمیر، سعید بن جبیر، شعبی، قتادہ اور مقاتل بن حکان رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح مروی ہے۔^(۳)

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَبُّوْا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ ”پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔“ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص الگ تھلگ ہے اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز بھی نہیں پڑھی، آپ نے فرمایا: [يَا فُلَانُ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ] (أَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ؟) وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ، قَالَ: عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ [”اے فلاں! تو نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں حالت جنابت میں ہوں اور یہاں پانی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تم مٹی استعمال کرلو، تمہارے لیے یہ کافی ہے۔“]^(۴)

تیمم کے لغوی معنی: تیمم کے معنی قصد کرنے کے ہیں، عرب کہتے ہیں تَيَمَّمَكَ اللَّهُ بِحِفْظِهِ ”اللہ اپنی حفاظت میں تمہارا قصد فرمائے۔“ اور صَعِيدٌ کے معنی صرف مٹی کے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿فَتَصْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا﴾ (الكهف: 40) ”پھر وہ چٹیل پھسلنا میدان ہو جائے۔“

① تفسیر القرطبی: 216/5 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 961/3 . ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 961/3 . ④ صحیح

البخاری، التیمم، باب: 9، حدیث: 348 و صحیح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة.....، حدیث: 682.

مفسر اللہ نے اس حدیث میں [أَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ] کے جواظ ذکر کیے ہیں تو ان کا سیاق یہ نہیں ہے۔ دیکھیے مسند أحمد: 34/4

وسنن النسائی، الإمامة، باب إعادة الصلاة مع الجماعة.....، حدیث: 858 عن وَحْجَن .

صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَجُعِلَتْ تَرْتُّبُهَا لَنَا طَهُورًا، إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ] ”ہمیں تین باتوں کی وجہ سے لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے: (1) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دی گئی ہیں۔ (2) ہمارے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے۔ اور (3) جب ہمیں پانی نہ ملے تو اس کی مٹی کو بھی ہمارے لیے (پانی کے قائم مقام) پاکی کے حصول کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔“⁽¹⁾ یہاں صرف مٹی کے ذریعے طہوریت کا بطور احسان خصوصی ذکر فرمایا، اگر کوئی اور چیز اس کے قائم مقام ہو سکتی تو اس کا بھی یہاں یقیناً ذکر کیا جاتا۔

طَبِيبًا کے لفظ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ یہاں حلال کے معنی میں ہے۔⁽²⁾ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”طَبِيبٌ“ وہ ہے جو ناپاک نہ ہو جیسا کہ امام احمد اور دیگر اہل سنن نے ابن ماجہ کے سوا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورُ الْمُسْلِمِ، وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُمْسِئْهُ بِشَرَّتِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ] ”یقیناً پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے، خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب پانی پالے تو اسے اپنے جسم پر استعمال کرے، یہ اس کے لیے بہتر ہے۔“⁽³⁾ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اور فرمان الہی: ﴿فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَآيْدِيكُمْ﴾ ”پھر منہ اور ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمم) کر لو۔“ تیمم طہارت میں وضو کا بدل ہے، یہ تمام اعضاء کا بدل نہیں ہے، اس لیے اس بات پر اجماع ہے کہ صرف چہرے اور ہاتھوں کا تیمم ہی کافی ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر ایک بار ہاتھ پھیرنا ہی کافی ہے۔ امام احمد نے عبدالرحمن بن ابی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں حالت جنابت میں ہوں لیکن پانی موجود نہیں؟ تو حضرت عمر نے فرمایا کہ تم نماز نہ پڑھو تو حضرت عمار نے عرض کی: امیر المؤمنین! یاد نہیں کہ جب میں اور آپ ایک سریرے میں تھے، ہمیں حالت جنابت لاحق ہو گئی اور ہمارے پاس پانی نہیں تھا تو آپ نے نماز نہ پڑھی اور میں زمین میں اچھی طرح لوٹ پوٹ ہوا اور نماز پڑھ لی اور جب ہم واپس آئے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ، وَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ] ”بس تمہیں یہی کافی تھا، آپ نے اپنے دست مبارک کو زمین پر مارا، پھر اس میں پھونک ماری اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو مل لیا۔“⁽⁴⁾

(1) صحیح مسلم، کتاب وباب المساحد ومواضع الصلاة، حدیث: 522. (2) تفسیر الطبری: 153/5. (3) جامع الترمذی، الطہارۃ، باب ما جاء فی التیمم للجنب إذا لم يجد الماء، حدیث: 124. وسنن أبی داود، الطہارۃ، باب الحنب یتیمم، حدیث: 332، 333. وسنن النسائی، الطہارۃ، باب الصلوات بتیمم.....، حدیث: 323. ومسند أحمد: 155/5 بعض روایات میں طہور کی جگہ وضوء اور حجج کی جگہ سنین ہے۔ (4) صحیح البخاری، التیمم، باب التیمم هل ینفخ فیہما؟ حدیث: 338. ومسند أحمد: 265/4 والمقط لہ صحیح بخاری میں [یبده إلى الأرض] کے بجائے [بکفیه الأرض] ”اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارا۔“ ہے۔

تیمم کی رخصت ہماری ہی امت کا خاصہ ہے، سابقہ امتوں میں سے کسی کو تیمم کی اجازت نہ تھی جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتُهُ الصَّلَاةَ فَلْيَصِلْ] اور ایک روایت میں الفاظ یہ بھی ہیں: [فَعِنْدَهُ مَسْجِدُهُ وَعِنْدَهُ طَهُورُهُ] وَأَحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعثَ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً]

”مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئی تھیں: (1) ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ (2) میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ قرار دے دیا گیا ہے، لہذا میری امت کے آدمی کے لیے جہاں نماز کا وقت ہو جائے، وہ اسی جگہ نماز ادا کر لے، اس کے پاس مسجد بھی ہے اور طہارت کا سامان بھی (3) میرے لیے غنیموں کو حلال قرار دے دیا گیا ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی انھیں حلال قرار نہیں دیا گیا تھا۔ (4) مجھے شفاعت عطا کر دی گئی ہے اور (5) ہر نبی کو اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“^①

قبل ازیں صحیح مسلم میں مروی یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے: [فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ، جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ] ”ہمیں لوگوں پر تین چیزوں میں فضیلت دے دی گئی ہے: (1) ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دیا گیا ہے۔ (2) ہمارے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے۔ (3) اور جب ہمیں پانی نہ ملے تو اس کی مٹی کو ہمارے لیے طہارت حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔“^② اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَآيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾^③ ”پھر منہ اور ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمم) کر لو، بے شک اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔“ یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی اور بخشش ہی کی ایک صورت ہے کہ اس نے تمہیں تیمم کا حکم دے دیا اور پانی نہ ملنے کے وقت اس کے ساتھ نماز کو جائز قرار دے دیا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور رخصت ہے۔

اس آیت کریمہ میں تعلیم یہ دی گئی ہے کہ نماز کو ناقص طریقے سے ادا کرنے سے بچایا جائے یعنی اگر کوئی نشے کی حالت میں ہو تو وہ اس وقت تک نماز ادا نہ کرے جب تک وہ ہوش میں آ کر یہ سمجھنے نہ لگے کہ وہ اپنے منہ سے کیا الفاظ ادا کر رہا ہے۔ اور اگر کوئی حالت جنابت میں ہو تو وہ اس وقت تک نماز ادا نہ کرے، جب تک غسل نہ کر لے اور کوئی بے وضو ہو تو (وضو کر کے پڑھے)

① صحیح البخاری، التیمم، باب: 1، حدیث: 335 و صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة،

حدیث: 521۔ اور قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 248/5 عن أبي أمانة الباهلي ؓ میں ہیں۔ ② دیکھیے اسی عنوان: ”تیمم

کے لغوی معنی“، کا ابتدائی حصہ۔ ③ صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث: 522۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتُرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضَلُّوا

(اے نبی!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا؟ وہ گمراہی خریدتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی سیدھی راہ سے بہک

السَّبِيلَ ④ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ط وَكُفِيَ بِاللَّهِ وَلِيًّا ط وَكَفِيَ بِاللَّهِ نَصِيرًا ⑤ مِّن

جاؤ ④ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اور اللہ دوست اور مددگار کے طور پر کافی ہے ⑤ یہودیوں میں سے کچھ لوگ الفاظ کو ان کے موقع محل

الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ

سے بھیر دیتے ہیں اور بھراپی زبانوں کو توڑ موڑ کر سچے دین کے خلاف طعن زنی کرتے ہوئے (نبی ﷺ سے) کہتے ہیں: ”ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی

غَيْرَ مُسْمِعٍ وَرَاعِنَا لَيْفًا بِالْأَسْنَتِهِمْ وَطَعْنَا فِي الدِّينِ ط وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا

کی“ اور کہتے ہیں: سنو! اگرچہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں کچھ سنایا جائے۔ اور آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: [رَاعِنَا] یعنی ”اے ہمارے

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمِعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمًا وَلَكِن

چرواہے!“ اور بے شک اگر وہ کہتے: ”ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، اور ہماری بات سننے اور ہماری طرف نظر کیجیے تو ان کے لیے بہتر اور نہایت

لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ⑥

مناسب ہوتا لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی، چنانچہ وہ سوائے چند لوگوں کے ایمان نہیں لاتے ⑥

سوائے اس کے کہ کوئی مریض ہو یا اس کے پاس پانی موجود نہ ہو۔ ہاں، البتہ بیماری یا پانی کی عدم موجودگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت و شفقت فرماتے ہوئے اور دین میں کشادگی پیدا کرتے ہوئے تیمم کی رخصت عطا فرمادی ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

تیمم کے حکم کا سبب نزول: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب مقام بیداء یا ذات الحیش میں تھے کہ میرا ہارٹوٹ (کرگر) گیا، رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش کے لیے رک گئے، لوگ بھی آپ کے ساتھ رک گئے مگر نہ اس جگہ پر ہی پانی موجود تھا اور نہ لوگوں کے پاس پانی تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے: آپ دیکھتے نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو یہاں روک لیا ہے کہ نہ تو ان کے پاس پانی ہے اور نہ اس جگہ پر ہی پانی موجود ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (میرے پاس) آئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر مبارک رکھے ہوئے سو رہے تھے تو فرمانے لگے: تم نے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو روک رکھا ہے جبکہ یہاں پانی نہیں ہے اور نہ ان کے پاس ہی پانی ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور خوب برا بھلا کہا اور میرے پہلو میں ہاتھ سے مارنے لگے لیکن میں نے اس وجہ سے کوئی حرکت نہ کی کہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر مبارک رکھے محو استراحت تھے۔ رسول اللہ ﷺ بھی جب صبح اٹھے تو پانی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم کو نازل فرمادیا تو سب لوگوں نے تیمم کیا (اور نماز ادا کر لی۔)

اسید بن کھیر نے اس موقع پر کہا: اے آل ابوبکر! یہ تمہاری صرف پہلی برکت ہی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی

ہیں کہ جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہمارے ہمیں اس کے نیچے سے مل گیا۔^①

تفسیر آیات: 44-46

ضلالت، تحریف اور دیگر برے اعمال کی وجہ سے یہودی مذمت: اللہ تعالیٰ یہودیوں کے بارے میں بتا رہا ہے۔ ان پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل لعنتیں برسیں۔ کہ یہ ہدایت کے بجائے گمراہی کو خریدتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر جو نازل فرمایا ہے، اس سے یہ اعراض کرتے ہیں اور سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف سے ان کے پاس حضرت محمد ﷺ کے اوصاف کے بارے میں جو علم ہے، اسے چھپا رہے ہیں تاکہ دنیا کے سامان میں سے تھوڑا سا حاصل کر سکیں۔ وَيُزِيدُونَ أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٤٤﴾ ”اور چاہتے ہیں کہ تم بھی رستے سے بھٹک جاؤ۔“ یعنی یہ چاہتے ہیں کہ مومنوں! اے کاش! تم بھی اس کے ساتھ کفر کرو جسے تم پر نازل کیا گیا ہے اور تم بھی اس ہدایت اور علم نافع کو ترک کر دو جس سے تم کو نوازا گیا ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ﴿٤٥﴾ ”اور اللہ تمہارے دشمنوں سے خوب واقف ہے۔“ وہ انھیں خوب جانتا ہے اور تمہیں ان سے بچنے کی تلقین فرماتا ہے۔ وَكَفَى بِاللَّهِ وَلِيًّا ﴿٤٦﴾ وَكَفَى بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿٤٧﴾ ”اور اللہ ہی حمایتی اور کافی ہے مددگار۔“ وہ مدد و معاون ہے، اس کے لیے جو اس کی طرف رجوع کرے اور وہ کافی مددگار ہے اس کے لیے جو اس سے مدد طلب کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَنْ الْذِينَ هَادُوا﴾ ”وہ جو یہودی ہیں“ یہاں ﴿مَنْ﴾ بیان جنس کے لیے ہے۔^② جیسا کہ فرمایا: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ ﴿٣٠﴾ (الحج 30:22) ”تو تم بتوں کی پلیدی سے بچو۔“ اور فرمایا: ﴿يُحَرِّقُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾ ”کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔“ یعنی کلام الہی کی غلط تاویل کرتے ہیں اور قصد و ارادہ کے ساتھ افتراء پر دازی کرتے ہوئے ایسی تفسیر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مراد کے خلاف ہوتی ہے۔ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ﴿٣١﴾ ”اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا۔“ یعنی کہتے ہیں کہ اے محمد (ﷺ)! جو تم نے کہا ہے، ہم نے اسے سن تو لیا ہے مگر تمہاری اطاعت نہیں کریں گے، امام مجاہد اور ابن زید نے اس کی اسی طرح تفسیر بیان کی ہے۔^③ اور یہاں مراد بھی یہی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے کفر اور عناد میں کہاں تک پہنچ گئے تھے کہ کتاب اللہ کو سمجھنے کے باوجود اس سے منہ پھیرتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے اور کتنی سنگین اس کی سزا ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَسْمِعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ﴾ ”اور (کہتے ہیں:) سنو! اگرچہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں کچھ سنایا جائے۔“ یعنی ہم جو کہتے ہیں وہ سنو لیکن اے کاش کہ وہ نہ سنوئے جاؤ۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^④ یہ ان کی طرف سے استہزاء اور ہٹ دھرمی کا اظہار تھا۔ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ.

① صحیح البخاری، التیمم، باب: 1، حدیث: 334 و صحیح مسلم، الحيض، باب التيمم، حدیث: 367. ② یعنی: الذِينَ أَوْثَانًا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ (الآية: 44) میں یہ وضاحت مطلوب ہے کہ یہاں کون سے اہل کتاب مراد ہیں تو اس آیت میں ﴿مِّنَ﴾ بیانِ لاکراس کی وضاحت کر دی گئی کہ وہ یہودی ہیں۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 965/3. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 965/3.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّن قَبْلِ أَن

اے لوگو جنہیں کتاب دی گئی! اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا، وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، (تم ایمان لاؤ) اس

تَطْيَسَ وَجُوهًا فَزَرَدَهَا عَلَىٰ أَذْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ ط

سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انہیں پیچھے کی طرف پھیر دیں یا ان پر اسی طرح لعنت بھیجیں جس طرح ہم نے سبت والوں پر لعنت بھیجی تھی، اور (یاد

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ

(کھو!) اللہ کا حکم اہل ہے ۚ بے شک اللہ (یہ ناہ) نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ اور جس نے

لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝۴۸

اللہ کے ساتھ شرک کیا، تو اس نے جھوٹ گھڑا (اور) بڑے گناہ کا کام کیا ۝۴۸

﴿وَرَاعِنَا لَيْثًا بِالسِّنْتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ط﴾ ”اور اپنی زبانوں کو توڑ مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے (گفتگو کے وقت) راعنا (کہتے ہیں۔)“ یعنی بظاہر یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں: اپنی بات کہتے ہوئے ہماری بھی رعایت (لحاظ) رکھیں لیکن حقیقت میں وہ نبی اکرم ﷺ کی توہین کی خاطر (رعایت کے بجائے) رُغْوَنَہ بمعنی بے وقوفی اور سستی مراد لیتے تھے جیسا کہ قبل ازیں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا﴾ (البقرة: 104) کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کے بارے میں فرمایا ہے جو بظاہر الفاظ کچھ استعمال کرتے ہیں لیکن ان کا ارادہ کچھ اور ہوتا ہے۔ ﴿لَيْثًا بِالسِّنْتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ط﴾ ”اپنی زبانوں کو توڑ مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے۔“ یعنی گفتگو کے وقت نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سُبْحَنَا وَاعْنَا وَاسْمِعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ ۚ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ۝۴۹ ”اور اگر (یوں) کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور سنے اور ہماری طرف نظر کیجیے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی بہت درست ہوتی اور لیکن اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے تو یہ کچھ تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں۔“ ان کے دل خیر سے محروم اور اس سے دور ہٹے ہوئے ہیں، لہذا ان میں ایمان میں سے کوئی ایسی چیز داخل نہیں ہو سکتی جو ان کے لیے نفع بخش ہو۔ قبل ازیں ﴿فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ﴾ ۝ (البقرة: 88) کی تفسیر میں اس پر بحث ہو چکی ہے۔ بہر حال مقصود یہ ہے کہ یہ ایسا ایمان نہیں لائیں گے جو ان کے لیے نافع ہو۔

تفسیر آیات: 48، 47

سرزنش کے ساتھ ساتھ ایمان کی دعوت: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کتاب عظیم کے ساتھ ایمان لائیں جسے اس نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے، پھر جس میں ان کے حالات و واقعات کی تصدیق بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿مِّن قَبْلِ أَن تَطْيَسَ وَجُوهًا فَزَرَدَهَا عَلَىٰ أَذْبَارِهَا﴾ ”قبل اس کے کہ ہم چہروں کو بگاڑ دیں پھر انہیں پیچھے کی طرف پھیر دیں۔“ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

کہ طَمَسُ کے معنی اندھا کرنے کے ہیں۔^①

فَنَرَدُّهَا عَلَىٰ أَذْبَارِهَا ۖ ”پھر انھیں پیچھے کی طرف پھیر دیں۔“ یعنی ان کے چہروں کو ان کی گدیوں کی طرف کر دیں اور وہ الٹے پاؤں چلنے لگیں اور ان میں سے ہر ایک کی گدی پر دو آنکھیں لگا دیں۔ امام قتادہ اور عطیہ عوفی کا بھی اسی طرح قول ہے۔^② یہ بدترین سزا ہوگی اور درحقیقت یہ مثال ہے اس بات کی کہ انھوں نے حق کو ترک کر کے باطل کو اختیار کر لیا ہے اور روز روشن کی طرح منور صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر ضلالت اور گمراہی کی پگڈنڈیوں کو اختیار کر لیا ہے جن پر اپنی پیٹھوں کے بل الٹے چل رہے ہیں، یہ ایسے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے بارے میں بھی اسی طرح فرمایا ہے:

﴿رَأَيْنَا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا.....﴾ (الآیۃ) (یسر 9:36) ”ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں اور وہ ٹھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے) ہیں، لہذا وہ سراو پر اٹھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنادی ہے.....“ یہ درحقیقت ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ضلالت کو اختیار کرنے اور ہدایت سے رک جانے کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔^③

اس آیت کو سن کر کعب احبار کا اسلام قبول کرنا: ذکر کیا گیا ہے کہ کعب احبار نے جب اس آیت کریمہ کو سنا تو وہ مسلمان ہو گئے۔ امام ابن جریر بن عسلی بن مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے ابراہیم کے پاس کعب کے اسلام لانے کا ذکر کیا تو انھوں نے بیان کیا کہ کعب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلام قبول کیا تھا، ان کا ارادہ بیت المقدس جانے کا تھا مگر راستے میں جب مدینہ منورہ سے گزرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور آپ نے فرمایا: کعب! مسلمان ہو جاؤ، تو انھوں نے کہا کیا تم نے اپنی کتاب میں یہ نہیں پڑھا؟ ﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْبَةَ ثُمَّ لَمْ يُحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾ (الجمعة 5:62) ”جن لوگوں پر تورات (کے علم و فضل) کا بار ڈالا گیا تھا، پھر انھوں نے اس کا بار نہ اٹھایا، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بڑی بڑی کتابیں اٹھائے ہوئے ہو۔“ اور مجھے بھی تورات کا حامل قرار دیا گیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں چھوڑ دیا، پھر کعب چلے گئے حتیٰ کہ حِمْص پہنچ گئے تو وہاں سے انھوں نے سنا کہ ایک شخص بہت درد انگیز لہجے میں پڑھ رہا تھا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا الْكِتَابَ اِمْنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّن قَبْلٍ اِنَّ نَظِيرَاسَ وَجُوهًا فَنَرَدُّهَا عَلَىٰ أَذْبَارِهَا ۖ﴾ ”اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا، وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، (تم ایمان لاؤ) اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انھیں پیچھے کی طرف پھیر دیں۔“

کعب نے اس آیت کریمہ کو سنا تو پکارا اٹھے کہ اے میرے رب! میں ایمان لے آیا، اے اللہ! میں اسلام قبول کرتا ہوں تاکہ ایسا نہ ہو کہ میں اس آیت کا مصداق بن جاؤں، وہاں سے یہ اپنے اہل خانہ کے پاس یمن آ گئے اور ان سب کو مدینہ لے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 968/3 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 969/3 . ③ دیکھیے تفسیر القرطبی: 8/15 اور تکلین میں مکی

بن سلام، ابو عبیدہ اور قرآن مجید شامل ہیں۔

آئے اور ان سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔^①

﴿أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ﴾ ”یا ان پر اسی طرح لعنت کریں جس طرح ہفتے والوں پر کی تھی۔“ یعنی جنہوں نے مچھلیوں کے شکار کے سلسلے میں حیلہ بازی اختیار کر کے ہفتے کے دن سرکشی کی تھی اور اس سرکشی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حیلہ بازی کی سزا کے طور پر انہیں بندروں اور خزیروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا جیسا کہ اس قصے کی تفصیل آگے سورہ اعراف میں آئے گی۔^② ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾ ”اور اللہ نے جو حکم فرمایا، سو (سمجھ لو کہ) ہو چکا۔“ یعنی جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم فرمادے تو کوئی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اور نہ اسے وقوع پذیر ہونے سے روک سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر شرک کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ (اس گناہ کو) نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے۔“ یعنی جو بندہ اس سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس کے ساتھ شرک کرتا ہوگا تو وہ اسے ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ ”اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔“ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: يَا عَبْدِي مَا عَبْدَتَنِي وَرَجَوْتَنِي، فَإِنِّي غَافِرٌ لَّكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ، يَا عَبْدِي إِنَّ لَقَبَتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً مَا لَمْ تُشْرِكْ بِي، لَقَبَتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! توجہ تک میری بندگی کرتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا تو میں بھی تجھے معاف کرتا رہوں گا، خواہ تیرے جو بھی گناہ ہوں، اے میرے بندے! اگر تو زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آئے اور ان میں شرک نہ ہو تو میں تیرے پاس اتنی ہی بخشش لے کر آؤں گا۔“^③ اسے اس سند کے ساتھ بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔

امام احمد ہی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ﴿مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ: عَلَى رَغَمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ﴾ ”جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی پر مر جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! خواہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا اور چوری کی ہو، میں نے عرض کی: خواہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو، آپ نے یہ تین بار ارشاد فرمایا، پھر چوتھی بار یہ بھی فرمایا کہ ابوذر کی ناک خاک آلودہ ہونے کے باوجود وہ جنت میں جائے گا۔“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے نکلے تو وہ اپنی چادر کو گھیٹتے ہوئے جارہے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جارہے تھے: خواہ ابوذر کی ناک ہی کیوں نہ خاک آلود ہو۔ بعد میں بھی ابوذر رضی اللہ عنہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو یہ ضرور کہتے: خواہ ابوذر کی

① الدر المنثور: 301/2 . ② دیکھیے آیات: 163-166 . ③ مسند أحمد: 154/5 مطولاً اور [ومن لقيني.....

مغفرة] صحيح مسلم، حدیث: 2687 میں بھی ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْكُونَ أَنْفُسَهُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ (49)

(اے نبی! کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی کی خود بیان کرتے ہیں؟ بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے، اور لوگوں پر بھجور کی گھٹلی کے دھاگے

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفَى بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا ۝ (50) اَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا

برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا؟ ۵۰ دیکھیے! وہ کس طرح اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں؟ اور ان کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی کھلا گناہ کافی ہے ۵۰ کیا آپ نے

نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجُبُتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ

ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا، (ان کا حال یہ ہے کہ) وہ بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں

أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۝ (51) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنَ

کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں سے زیادہ ہدایت والے ہیں؟ ۵۱ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کرے تو اس کے لیے آپ قطعاً

تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ۝ (52)

کوئی مددگار نہیں پائیں گے ۵۲

ناک ہی کیوں نہ خاک آلود ہو۔ ۱۱ امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت حسین بیان کیا ہے۔ ۱۲

امام بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں کے لیے استغفار نہیں کیا

کرتے تھے حتیٰ کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ سے یہ آیت کریمہ سنی: [إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ

لِمَن يَشَاءُ ۖ وَقَالَ: أَخَرْتُ شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”بے شک اللہ (اس گناہ کو) نہیں بخشنے گا کہ کسی کو

اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ نیز آپ نے فرمایا: میں نے اپنی شفاعت کو مؤخر

کر دیا ہے کہ وہ قیامت کے دن (میری امت میں سے) کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں کے لیے ہوگی۔“ ۱۳ اور ارشاد باری

تعالیٰ: وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝ (48) ”اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا، تو اس نے بڑا بہتان

باندھا۔“ ایسے ہی ہے جیسا کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: [إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ (لقمّن: 31)] ”یقیناً شرک تو

بڑا (بھاری) ظلم ہے۔“ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول!

کون سا گناہ (اللہ کے نزدیک) سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: [أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ] ”یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک

بناؤ، حالانکہ اس نے تم کو پیدا فرمایا ہے۔“ اور انھوں نے مکمل حدیث ذکر کی ہے۔ ۱۴

① مسند أحمد: 166/5. ② صحيح البخاری، اللباس، باب الثياب البيض، حدیث: 5827، امام بخاری نے اس حدیث

کے آخر میں اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جس نے مرتے وقت یا اس سے پہلے توبہ کر لی، اپنے گناہوں پر پشیمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو

اس کو بخش دیا جائے گا۔ وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة.....، حدیث:

94-(154). ③ كشف الأستار، التوبة، باب الاستغفار لأهل الكبائر: 84/4، حدیث: 3254 وظلال الجنة في تخريج السنة،

باب في ذكر شفاععة النبي لأهل الكبائر، حدیث: 830. ④ صحيح البخاری، التوحيد، باب قول الله تعالى: ۝ فَلَا تَجْعَلُوا

لِلَّهِ أَدَادًا (البقرة: 22)، حدیث: 7520 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الشرك أقيح الذنوب، حدیث: 86.

اپنی پاکیزگی کے اظہار پر یہودی مذمت: امام حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ: ﴿أَلَمْ تَكُنْ إِلَى الَّذِينَ يُولُونُ أَنْفُسَهُمْ﴾ ”کیا آپ نے انھیں نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی خود بیان کرتے ہیں؟“ یہود و نصاریٰ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب انھوں نے یہ کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔⁽¹⁾

ابن زید کا بھی قول ہے کہ یہ آیت کریمہ یہود و نصاریٰ کی اس بات: ﴿نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ﴾ (المائدة: 18) ”ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔“ اور ﴿لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا﴾ (البقرة: 111) ”یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جائے گا۔“ کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔⁽²⁾ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿بَلِ اللَّهُ يُبَيِّنُ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ ”بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے۔“ یعنی اس سلسلے میں مرجع اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے، اس لیے کہ تمام امور کے حقائق اور اسرار کو صرف وہی جانتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا﴾⁽³⁾ ”اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔“ اگر کسی کا دھاگے برابر بھی اجرو ثواب بنتا ہوا تو وہ اسے ترک نہیں کرے گا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد، عکرمہ، عطاء، حسن، قتادہ اور دیگر کئی ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ فنیل اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی میں ہوتا ہے۔⁽⁴⁾

﴿أَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ﴾ ”دیکھیے! یہ اللہ پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں؟“ کہ اپنے آپ کو پاک اور صاف قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے ہونے کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا اور کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور دوزخ کی آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔ انھوں نے اپنے آباء و اجداد کے اعمال صالحہ پر ناز کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ آباء و اجداد کے اعمال ان کے بچوں کے کام نہیں آئیں گے، چنانچہ فرمایا: ﴿تِلْكَ أُمَمٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ﴾ (البقرة: 134) ”یہ جماعت گزر چکی ان کو ان کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال (کا)۔“ اور فرمایا: ﴿وَكُفَىٰ بِهٖ إِثْمًا مُّبِينًا﴾⁽⁵⁾ ”اور یہی صریح گناہ کافی ہے۔“ یعنی ان کا یہ طرز عمل محض کذب اور افترا پر دازی پر مبنی ہے، پھر فرمایا: ﴿أَلَمْ تَكُنْ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ﴾ ”بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا ہے کہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں؟“ جب تک کے بارے میں محمد بن اسحاق نے حسان بن فائد کے حوالے سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد جادو اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔⁽⁶⁾ علامہ ابو نصر اسماعیل بن حماد جوہری نے اپنی کتاب ”الصحاح“ میں لکھا ہے کہ ”جب“ ایک ایسا لفظ ہے جو بت، کاہن اور جادوگر وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔⁽⁷⁾ امام ابن ابی حاتم

(1) تفسیر ابن ابی حاتم: 972/3 و تفسیر عبدالرزاق: 462/1. (2) تفسیر الطبری: 127/5. (3) تفسیر ابن ابی حاتم:

973/3. (4) صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مُرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ﴾ (النساء: 43)، قبل الحديث:

4583 معلقاً. و تفسیر ابن ابی حاتم: 974/3 و سنن سعید بن منصور: 1283/4. (5) الصحاح: 219/1.

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝۵۳ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ

کیا (وہ سمجھتے ہیں کہ) انھیں بادشاہی کا کچھ حصہ ملا ہے؟ پھر تو وہ اس میں سے لوگوں کو تل برابر بھی نہیں دیں گے ۝۵۳ کیا وہ اس پر لوگوں سے

عَلَىٰ مَا أَنَّهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَقَدْ أَتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَهُمْ

حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے؟ چنانچہ ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور بہت بڑی بادشاہی دی ۝۵۴ تو

مُلْكًا عَظِيمًا ۝۵۴ فَبِئْسَ مَنَ أَمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ط وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝۵۵

ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لائے اور بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لانے سے باز رہے، اور ان کے لیے دکھتا جہنم ہی کافی ہے ۝۵۵

نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے طواغیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ کاہن ہیں جن پر شیطان اترتے ہیں۔ ① امام مجاہد فرماتے ہیں کہ طاغوت انسانی صورت میں شیطان ہوتا ہے جو کہ ان کا حکمران ہوتا ہے اور اس سے یہ اپنے فیصلے کراتے ہیں۔ ② امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا جاتی جائے طاغوت ہے۔ ③

کافروں کو مسلمانوں پر فضیلت حاصل نہیں ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۝۵۴ ”اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھے رستے پر ہیں۔“ یعنی یہ لوگ جہالت، قلت دین اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کفر کی وجہ سے کافروں کو مسلمانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ خبی بن اخطب اور کعب بن اشرف اہل مکہ کے پاس آئے تو وہ کہنے لگے کہ تم تو اہل کتاب اور اہل علم ہو تم ہمیں ہمارے بارے میں اور محمد (ﷺ) کے بارے میں بتاؤ تو انھوں نے پوچھا کہ تم کیا ہو اور محمد کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جو صلہ رحمی کرتے ہیں، اونٹ ذبح کرتے ہیں، لوگوں کو پانی اور دودھ پلاتے ہیں، قیدیوں کو چھڑاتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ اور محمد (ﷺ) نے رشتے داریوں کو توڑ دیا ہے اور حاجیوں کی چوری کرنے والے خاندان غفار کے لوگوں نے اس کی پیروی شروع کر دی ہے تو ہم بہتر ہیں یا وہ؟ انھوں نے جواب دیا کہ تمھی بہتر اور سیدھے رستے پر ہو تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا تھا۔ ④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سلف کی ایک جماعت سے بھی یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے۔

مشرکین سے مدد لینے کی وجہ سے یہودیوں پر لعنت: اللہ تعالیٰ نے یہاں یہودیوں پر لعنت فرمائی ہے اور یہ خبر بھی دی ہے کہ دنیا و آخرت میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا کیونکہ مدد لینے کے لیے یہ مشرکوں کے پاس چلے گئے تھے اور مشرکوں سے انھوں نے یہ بات اس لیے کی تاکہ انھیں اپنی نصرت و حمایت پر آمادہ کر سکیں، چنانچہ مشرکوں نے ان کی بات کو تسلیم کیا اور احزاب کے دن ان کی مدد کے لیے بھی آئے حتیٰ کہ ان کے مقابلے کے لیے نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ منورہ کے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 976/3. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 976/3. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 976/3. ④ تفسیر

ابن ابی حاتم: 976/3 والدر المثور: 306/2.

گرد خندق کھودی تھی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا لیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: - وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغِيظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝ (الأحزاب: 25) ”اور جو کافر تھے ان کو اللہ نے پھیر دیا وہ اپنے غصے میں (بھرے ہوئے تھے) کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا اور اللہ طاقتور (اور) زبردست ہے۔“

تفسیر آیات: 53-55

یہودیوں کا بخل اور حسد: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ۝ أَمْرٌ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ ۚ ”کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے؟“ یہ استفہام انکاری ہے، یعنی ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بخل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا الْيُودُوتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝﴾ ۝ یعنی اگر بادشاہی میں ان کا کچھ حصہ ہوتا یا انھیں کچھ بھی تصرف و اختیار حاصل ہوتا تو یہ لوگوں میں سے کسی کو خصوصاً حضرت محمد ﷺ کو کچھ بھی نہ دیتے حتیٰ کہ بھجور کی گٹھلی میں جو نقطہ ہوتا ہے، اس کے بقدر بھی کسی کو کچھ نہ دیتے۔ نقیر کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر ائمہ تفسیر کا یہی قول ہے۔ ①

یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ۝ قُلْ لَّوْ أَنْتُمْ تَبْلُغُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَّأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ ۚ (بنی اسرائیل: 100) ”کہہ دیجیے! کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے خوف سے (ان کو) بند کر رکھتے۔“ یعنی اس خوف سے کہ وہ کہیں ختم نہ ہو جائیں، حالانکہ ان کے ختم ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا لیکن بخل کی وجہ سے تم ایسا کرتے ہو، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: - وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا ۝ (بنی اسرائیل: 100:17) ”اور انسان دل کا بہت تنگ ہے۔“ یعنی بخیل ہے۔

پھر فرمایا: ۝ أَمْرٌ يَخْشَدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ ”کیا اللہ نے لوگوں کو جو اپنے فضل سے دے رکھا ہے، اس کا حسد کرتے ہیں؟“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جس عظیم نبوت سے سرفراز فرمایا، یہ اس کی وجہ سے آپ سے حسد کرتے ہیں اور اس حسد کی وجہ سے کہ آپ کا تعلق عربوں سے ہے بنی اسرائیل سے نہیں، یہ آپ کی نبوت کی تصدیق بھی نہیں کرتے۔ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں لوگوں سے مراد ہمیں لوگ ہیں، دوسرے کوئی اور نہیں۔ ②

﴿فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ آتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ۝﴾ ”تو یقیناً ہم نے خاندان ابراہیم کو کتاب اور دانائی عنایت فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی۔“ یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو جو کہ ابراہیم کی اولاد میں سے ہیں نبوت عطا فرمائی، ان پر کتابیں نازل کیں اور انھوں نے سنت، یعنی حکمت کے ساتھ ان میں فیصلے کیے، پھر ان میں سے ہم نے بادشاہ بھی بنائے اور اس کے باوجود ۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ أَمَنَ بِهِ ۚ ”پھر لوگوں میں سے کسی نے اس (عطاء وانعام) کو

① تفسیر الطبری: 191/5 و تفسیر ابن ابی حاتم: 977/3 . ② المعجم الكبير للطبرانی: 146/11 ، حدیث: 11312 .

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ط كَلْبًا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَلْنَاهُمْ جُلُودًا

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، ہم جلد انھیں آگ میں ڈالیں گے۔ جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں

غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

چڑھادیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھیں، بلاشبہ اللہ بہت زبردست، بڑی حکمت والا ہے ﴿٥٦﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے انھیں ہم

سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ

جلد ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، وہاں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور ہم انھیں

مُطَهَّرَةً ۚ وَنُودِجُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿٥٧﴾

گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے ﴿٥٧﴾

مانا۔“ وَمِنْهُمْ مَن صَدَّ عَنْهُ ط ”اور کوئی اس سے رکا (اور دور رہا) رہا۔“ یعنی اس نے کفر اور اعراض کیا اور لوگوں کو بھی اس سے روکنے کی کوشش کی، حالانکہ وہ انھی میں سے اور انھی کی جنس بنی اسرائیل میں سے تھے اس کے باوجود بھی انھوں نے اپنے انبیاء سے اختلاف کیا تو اے محمد (ﷺ)! یہ آپ سے کیوں نہ اختلاف کریں اور آپ کے ساتھ کیوں نہ کفر کریں کیونکہ آپ تو بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں؟

امام مجاہد فرماتے ہیں: ﴿فَمِنْهُمْ مَن اٰمَنَ بِهٖ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے کوئی تو اس پر ایمان لایا جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا اور کوئی اس سے رکا اور ہٹا رہا۔ ﴿٥٦﴾ چنانچہ کفار بنی اسرائیل آپ کی سخت تکذیب کرتے اور آپ جس ہدایت اور واضح حق کو لے کر آئے تھے، اس سے بہت دور ہو جاتے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَكُفِيَ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا﴾ ﴿٥٥﴾ ”اور ان کے لیے دہکتا جہنم کافی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں کے ساتھ کفر و عناد اور مخالفت کی سزا کے طور پر جہنم کی آگ کافی ہے۔

تفسیر آیات: 56، 57

اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں کے ساتھ کفر کرنے والوں کی سزا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرے گا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرے گا، اللہ تعالیٰ آتش دوزخ میں اسے جو سزا دے گا، اس کا ذکر کرتے ہوئے اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا﴾ ”یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا“ تو ہم انھیں ایسی آگ میں داخل کریں گے جو ان کے تمام جسموں اور تمام اجزاء کو چاروں طرف سے گھیر لے گی، پھر اس سزا اور عذاب کے ہمیشہ ہمیشہ جاری رہنے کی بابت خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿كَلْبًا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ط﴾ ”جب ان کی کھالیں گل (اور جل) جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ (ہمیشہ) عذاب (کا مزہ) چکھتے رہیں۔“ امام اعمش نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو انھیں کاغذ کی طرح سفید کھالیں دے دی جائیں

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَتَ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۖ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا
بِغَيْرِ شَكٍّ ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ بِمَا تَدْعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِكُمْ ۚ

بِغَيْرِ شَكٍّ ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ بِمَا تَدْعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِكُمْ ۚ

بِغَيْرِ شَكٍّ ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ بِمَا تَدْعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِكُمْ ۚ

گی۔^(۱) امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری کا قول بیان کیا ہے کہ ایک دن میں ان کی کھالیں ستر ہزار مرتبہ گل اور جل جائیں گی۔ اور حسین نے بیان کیا ہے کہ فضیل نے ہشام سے اور انھوں نے امام حسن بصری سے جو روایت بیان کی ہے اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ جب ان کی کھالیں جل جائیں گی اور جہنم کی آگ ان کے گوشت کو کھالے گی تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر اپنی اسی پہلی حالت پر لوٹ آؤ تو وہ لوٹ آئیں گے۔^(۲)

نیک لوگوں کا حُسن انجام: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط﴾ ”اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کو ہم بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“ یہ اللہ تعالیٰ نے سعادت مند اور خوش بخت لوگوں کے انجام کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ سدا بہار بہشتوں میں ہوں گے جن کے تمام اطراف و اکناف میں نہریں رواں دواں ہوں گی، وہ جہاں چاہیں گے رہیں گے اور جو ارادہ کریں گے، وہ ان کو میسر آ جائے گا اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ وہ ان سے کہیں جائیں گے اور نہ کہیں اور جانے کا ارادہ ہی کریں گے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ط﴾ ”وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہیں۔“ جو حیض، نفاس، بول و براز، گھٹیا اخلاق اور بری باتوں سے پاک ہوں گی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ وہ نجاستوں اور بول و براز سے پاک ہوں گی۔^(۳) عطاء، حسن، ضحاک، نخعی، ابوصالح، عطیہ عوفی اور سُدی رحمہم کا بھی یہی قول ہے۔^(۴) امام مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ بول، حیض، بلغم، تھوک، مٹی اور بچہ پیدا کرنے سے پاک ہوں گی۔^(۵) ﴿وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ط﴾ ”اور ان کو ہم گھنے سائے میں داخل کریں گے۔“ ایسے سائے میں جو بہت گہرا، گھنا، پاکیزہ اور فرحت بخش ہوگا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّائِكُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا، شَجَرَةُ الْخُلْدِ] ”یقیناً جنت میں ایک درخت ایسا ہوگا کہ سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا تو پھر بھی وہ اس سائے کو طے نہ کر پائے گا، اس درخت کا نام شَجَرَةُ الْخُلْدِ ہوگا۔“^(۶)

(۱) تفسیر الطبری: 197/5. (۲) تفسیر ابن ابی حاتم: 983/3. (۳) تفسیر ابن ابی حاتم: 984/3. (۴) تفسیر ابن ابی حاتم:

984/3. (۵) تفسیر ابن ابی حاتم: 984/3. (۶) تفسیر الطبری: 200/5 و مسند أحمد: 462/2 اور [شجرة الخلد] کے علاوہ روایت صحیح ہے، دیکھیے صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة، حدیث: 3251 عن أنس بن مالك ؓ و صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها، باب إن في الجنة شجرة.....، حدیث: 2826 عن أبي هريرة ؓ.

امانت ادا کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو۔ حسن کی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ اسْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ] ”جو شخص تمہارے پاس امانت رکھے تو اس کی امانت کو ادا کر دو اور جو تم سے خیانت نہ کرو۔“

اسے امام احمد اور اہل سنن نے روایت کیا ہے۔^① یہ حکم عام ہے اور ان تمام امانتوں کے لیے ہے جنہیں ادا کرنا انسان پر واجب ہے، خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ، مثلاً: نماز، زکاۃ، روزہ، کفارہ، نذر اور ان امور سے ہو جن کے بارے میں انسان کو امین بنایا گیا ہے لیکن بندے ان کی طرف توجہ نہیں دیتے یا ان کا تعلق حقوق العباد سے ہو، مثلاً: وہ امانتیں جو انسان ایک دوسرے کے پاس رکھ دیتے ہیں اور ان کے بارے میں کوئی گواہ بھی نہیں ہوتا، تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ادا کر دیا جائے اور جو شخص دنیا میں ادا نہیں کرے گا تو اس سے اسے آخرت میں لے لیا جائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَتُؤَدِّيَ الْحَقُّوُقُ إِلَى أَهْلِهَا حَتَّى يُقْتَصَّ لِلشَّاةِ الْحَمَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقُرْنَاءِ] ”حق والوں کے حقوق ضرور ادا کیے جائیں گے حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا سینگوں والی بکری سے حق لیا جائے گا۔“^②

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن جریج کی روایت کو بیان کیا ہے کہ یہ آیت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے ان سے کعبہ کی چابیاں لیں اور کعبہ میں داخل ہوئے تھے اور آپ جب باہر تشریف لائے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو۔“ پھر آپ نے عثمان کو بلایا اور چابی ان کے سپرد کر دی۔ راوی (ابن جریج) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کعبہ سے باہر تشریف لائے تو آپ اس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے، چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں میں نے آپ کو اس سے پہلے کبھی اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔^③

مشہور بات یہی ہے کہ یہ آیت کریمہ اس موقع پر نازل ہوئی تھی۔ یہ اس موقع پر نازل ہوئی ہو یا نہ، بہر حال اس کا حکم عام ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ نے فرمایا ہے کہ یہ ہر نیک و بد کے لیے ہے، یعنی یہ حکم ہر ایک کے

① حسن کی حضرت سمرہ سے مروی یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ ہاں، البتہ مسند احمد میں عن رجل اور دیگر نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے:

مسند أحمد: 414/3 وسنن أبي داود، البيوع، باب في الرجل يأخذ حقه، حديث: 3534، 3535 وجامع الترمذی، البيوع، باب أد الأمانة إلى من ائتمنك، حديث: 1264. ② صحيح مسلم، البر والصلة، باب تحريم الظلم، حديث: 2582 وصحيح ابن حبان، ذكر الإخبار عن وصف أداء الحقوق إلى أهلها: 363/16، حديث: 7363 واللفظ له وجامع الترمذی، صفة القيامة، باب ماجاء في شأن الحساب، حديث: 2420 ومسند أحمد: 235/2 عن أبي هريرة ر. ③ تفسير الطبري: 201/5.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تم باہم

تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم واقعی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝۵۹

اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے ۝۵۹

لیے ہے کہ وہ امانت والے کی امانت کو ادا کرے۔^①

فیصلوں میں عدل کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ط﴾ اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حکم یہ دیا ہے کہ لوگوں میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے، اسی وجہ سے محمد بن کعب، زید بن اسلم اور شہر بن حوشب نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ امراء، یعنی حکام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^② حدیث میں ہے: [إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْقَاضِي مَالَمْ يَجُرْ، فَإِذَا جَارَ وَكَلَهُ إِلَى نَفْسِهِ] ”یقیناً اللہ تعالیٰ قاضی اور حاکم کے ساتھ ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے اور جب وہ ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے آپ کے سپرد کر دیتا ہے۔“^③ ایک اور روایت میں ہے: [عَدْلُ يَوْمٍ وَاحِدٍ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةٍ سِتِينَ سَنَةً] ”ایک دن کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔“^④ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ط﴾ ”بلاشبہ اللہ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں امانتوں کے ادا کرنے، لوگوں میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے اور اپنی کامل، عظیم اور جامع شریعت پر مبنی احکام کے بجالانے کا جو حکم دیا ہے تو یہ بہت خوب نصیحت ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝۵۹﴾ ”بے شک اللہ سنتا (اور) دیکھتا ہے۔“ یعنی وہ تمہارے اقوال کو سنتا اور افعال کو دیکھتا ہے۔

تفسیر آیت: 59

امیر کی اطاعت کا حکم: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آیت کریمہ ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ﴾ ”اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔“ کے بارے میں روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب

① تفسیر ابن ابی حاتم: 985/3. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 986/3. ③ سنن ابن ماجہ، الأحکام، باب التغلیظ فی

الحیف والرشوة، حدیث: 2312 عن عبد اللہ بن ابی أوفیؓ. ④ تاریخ دمشق لابن عساکر، ترجمة عبد اللہ بن

محمد بن إبراهيم بن إدريس: 110/34 و كشف الخفاء: 1721 عن أبي هريرةؓ والمعجم الكبير للطبرانی: 337/11،

حدیث: 11932 والترغیب والترہیب، ترغیب من ولی شیئا من المسلمین.....: 167/3، حدیث: 6 عن ابن عباسؓ.

البتہ یہ روایت ضعیف ہے، دیکھیے السلسلۃ الضعیفۃ: 989.

رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایک سرے پر بھیجا تھا۔^① اسی طرح امام ابن ماجہ کے سوا دیگر محدثین نے بھی اسے اسی طرح بیان کیا ہے۔^② امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ بھیجا اور ایک انصاری شخص^③ کو اس کا قائد بنایا، جب یہ لوگ روانہ ہو گئے تو وہ کسی وجہ سے ان سے ناراض ہو گیا اور کہنے لگا: کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! تو اس نے کہا: اچھا پھر تم میرے لیے ایندھن جمع کرو، ایندھن جمع ہو گیا تو اس نے اسے آگ لگا دی اور کہا کہ میرا تمہیں حکم یہ ہے کہ اس میں داخل ہو جاؤ تو لوگوں نے آگ میں چھلانگیں لگانے کا ارادہ کر لیا مگر ان میں سے ایک نوجوان نے کہا کہ تم آگ سے بھاگ کر تو رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہوئے ہو، لہذا جلد بازی سے کام نہ لو، رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر کے اس کے بارے میں پوچھ لو اگر آپ آگ میں داخل ہونے کا حکم دے دیں تو پھر بے شک داخل ہو جانا۔ یہ سب لوگ واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا تو آپ نے ان سے فرمایا: [لَوْ دَخَلْتُمُوهَا مَا خَرَجْتُمْ مِنْهَا أَبَدًا، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ] ”اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر اس سے کبھی بھی نہ نکلتے، یاد رکھو! اطاعت صرف نیکی میں ہے۔“^④ اس روایت کو امام بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔^⑤

امام ابو داؤد نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ] ”ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر کام میں، خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند سمع و طاعت بجالائے، بشرطیکہ اسے کسی معصیت کے کام کا حکم نہ دیا گیا ہو اور اگر اسے معصیت کے کام کا حکم دیا گیا ہو تو پھر سمع و طاعت نہیں ہے۔“^⑥ اسے امام بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔^⑦

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی کہ ہم خوشی و ناخوشی، جنگی و آسانی اور

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ (النساء: 59)، حدیث: 4584. ② صحیح

مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية، حدیث: 1834 و سنن أبی داؤد، الجهاد، باب في الطاعة،

حدیث: 2624 و جامع الترمذی، الجهاد، باب ما جاء في الرجل يبعث سرية وحده، حدیث: 1672 و سنن النسائي،

البيعة، باب قوله تعالى: ﴿وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾، حدیث: 4199 و مسند أحمد: 337/1. ③ یہ شخص عبد اللہ بن حذافہ سہمی

رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو باب سرية عبد الله بن حذافة..... کے تحت ذکر کیا ہے۔ دیکھیے حدیث: 4340.

④ مسند أحمد: 82/1. ⑤ صحیح البخاری، الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية، حدیث:

7145 یہاں یہ بھی ہے کہ وہ ابھی اسی بحث میں تھے کہ آگ بجھ گئی اور اس کا غصہ بھی اتر گیا۔ و صحیح مسلم، الإمارة، باب وجوب

طاعة الأمراء في غير معصية.....، حدیث: 1840. ⑥ سنن أبی داؤد، الجهاد، باب في الطاعة، حدیث: 2626.

⑦ صحیح البخاری، الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام.....، حدیث: 7144 و صحیح مسلم، الإمارة، باب

وجوب طاعة الأمراء في غير معصية.....، حدیث: 1839.

اپنے پر ترجیح دیے جانے کی صورت میں بھی سماع و طاعت بجالائیں گے اور کسی حق والے سے حکومت کے لینے کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے، آپ نے فرمایا تھا: [إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ] ”سوائے اس کے کہ تم کھلم کھلا کفر دیکھو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس کوئی دلیل موجود ہو۔“^(۱) اس حدیث کو شیخین نے بیان کیا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنْ اسْتُعِمْ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَانَ رَأْسَهُ زَبِيَّةً] ”سنو اور اطاعت بجالاؤ، خواہ تمہارا امیر اس طرح کا کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو جس کا سرمٹے جیسا ہو۔“ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔^(۲)

امم حصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو کُفَّةُ الْوَدَاعِ کے خطبے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [وَلَوْ اسْتُعِمْ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، اسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا] ”اگر تم پر امیر کوئی ایسا غلام ہی کیوں نہ ہو جو کتاب اللہ کے ساتھ تمہاری قیادت کرتا ہو تو تم اس کی بات بھی سنو اور اطاعت بجالاؤ۔“^(۳) ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [عَبْدًا حَبَشِيًّا مُجَدَّعًا] ”خواہ وہ اعضاء کٹا ہوا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔“^(۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے جو متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي] ”جس نے میری اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو تحقیق اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی تو گویا اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی تو گویا اس نے میری نافرمانی کی۔“^(۵)

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِطِيعُوا اللَّهَ﴾ یعنی اللہ کی کتاب کی اتباع کرو۔ ﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو لازم پکڑ لو۔ ﴿وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ اور اپنے حکمرانوں کے ان احکام کی بھی اطاعت بجالاؤ جن میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو اور اس کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو تو پھر مخلوق میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے جیسا کہ قبل ازیں صحیح حدیث بیان کی جا چکی ہے: [إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ] ”بلاشبہ اطاعت صرف

(۱) صحیح البخاری، الفتن، باب قول النبی ﷺ: [سترون أموراً تنكرونها]، حدیث: 7055، 7056، صحیح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية.....، حدیث: (42)-1709، قبل الحديث: (43)-1841. (۲) صحیح البخاری، الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية، حدیث: 7142. (۳) صحیح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية.....، حدیث: 1838. (۴) صحیح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء.....، حدیث: 1838 عن أم حصين. (۵) صحیح البخاری، الأحكام، باب قول الله تعالى: ﴿إِطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ (النساء: 59)، حدیث: 7137، صحیح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية.....، حدیث: (33)-1835.

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ

(اے نبی!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ بے شک وہ اس پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور اس

قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الظَّالِمِينَ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ط

پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ شیطانی چیلوں سے کرائیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ ایسے شیطانوں

وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا

کا انکار کریں؟ اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر کے دور پھینک دے ﴿٦٠﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے

أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا

نازل کیا، اور آؤ رسول کی طرف، تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ (کی طرف آنے) سے کتراتے ہیں ﴿٦١﴾ پھر ان کا کیا حال ہوتا ہے،

أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ ﴿٦٢﴾ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ ﴿٦٣﴾ بِاللَّهِ إِنَّ

جب ان کے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت ان پر آپڑتی ہے؟ پھر وہ قسمیں کھاتے ہوئے آپ کے پاس آکر کہتے ہیں: اللہ کی قسم!

أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ

ہم نے تو بھلائی اور صلح صفائی کا ارادہ کیا تھا ﴿٦٤﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے ان کے دلوں میں کیا ہے، لہذا (اے نبی!) آپ ان (کی باتوں) پر

عَنْهُمْ وَعَظْمُهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٥﴾

دھیان نہ دیں اور انھیں نصیحت کرتے رہیں اور ان سے ان کے دلوں پر اثر کرنے والی بات کہیں ﴿٦٥﴾

نیکلی میں ہے۔“ ﴿٦٥﴾

اختلاف کے وقت کتاب و سنت کی طرف رجوع کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿٦٥﴾ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ

إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ﴿٦٦﴾ پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف لوٹا دو۔“ امام مجاہد

اور دیگر کئی ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرو۔ ﴿٦٦﴾ بہر حال اللہ

تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ دین کے اصول و فروع میں سے جس چیز کے بارے میں بھی لوگوں میں اختلاف ہو تو اس اختلاف

کے ختم کرنے کے لیے کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿٦٧﴾ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ

شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ط (الشوریٰ: 42: 10) ”اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے

ہوگا۔)“ پس کتاب و سنت جو فیصلہ کریں اور جس فیصلے کے صحیح ہونے کی گواہی دیں تو وہی حق ہے اور حق کے بعد تو پھر گمراہی ہی

باقی رہ جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿٦٨﴾ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط ”اگر تم اللہ اور روز

آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔“

① صحیح البخاری، الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام.....، حدیث: 7145 وصحیح مسلم، الإمارة، باب

وجوب طاعة الأمراء، حدیث: 1840. ② تفسیر الطبری: 209/5.

تفسیر آیات: 60-63

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

منافقوں کی مذمت: پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَكَيْفَ إِذَا آصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ﴾ ”تو کیسی (ندامت کی) بات ہے کہ جب ان کے اعمال (کی شامت) سے ان پر کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے؟“ یعنی جب ان کے گناہوں کے سبب لاحق ہونے والے آلام و مصائب کے موقع پر تقدیر انھیں تمھارے پاس کھینچ لاتی ہے اور اس سلسلے میں وہ تمھارے محتاج ہو جاتے ہیں ﴿ثُمَّ جَاءَ وَكَ يَحْلِفُونَ﴾ ”پھر وہ آپ کے پاس بھاگے آتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ! ہمارا مقصود تو بھلائی اور موافقت تھا۔“ یعنی آپ کے پاس آ کر معذرت کرتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم اوروں کے پاس جو گئے اور ان سے جو فیصلے کرائے تو اس سے ہمارا مقصود بھلائی اور موافقت تھا، یہ نہیں کہ ہم ان کے فیصلے کو صحیح سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ایک دوسری جگہ بھی فرمایا ہے: ﴿فَكَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ لُدِّمِينَ ۝﴾ (المائدة: 52) ”تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ ان (یہودیوں) میں دوڑ دوڑ کے (ملے جاتے ہیں)، کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آ جائے، پھر قریب ہے کہ اللہ فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) تو یہ اپنے دل کی باتوں پر، جنھیں چھپایا کرتے تھے، پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔“

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ ابو بکرؓ نے اسلی ایک کاہن تھا جو یہودیوں کے باہمی تنازعات میں فیصلے کیا کرتا تھا تو کچھ مسلمان بھی اس سے فیصلہ کرانے کے لیے اس کے پاس چلے گئے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ۝﴾ ① پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ﴾ ”ان لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے، اللہ اس کو (خوب) جانتا ہے۔“ لوگوں کی یہ قسم منافقین کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے کیونکہ اس سے کوئی چیز بھی تو مخفی نہیں ہے۔ پھر وہ ان کو اسی کے مطابق بدلہ دے گا، لہذا اے محمد (ﷺ)! ان کے بارے میں اسی بات کو کافی جانیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن سب کو جانتا ہے۔

﴿فَاعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ﴾ ”تو ان (کی باتوں) کا کچھ خیال نہ کریں۔“ یعنی ان کے دلوں میں جو کچھ ہے، اس کی وجہ سے انھیں برا بھلا نہ کہیں ﴿وَعَظَمُهُمْ﴾ ”اور انھیں نصیحت کریں۔“ ان کے دلوں میں جو نفاق اور شر پوشیدہ ہے، اس سے انھیں باز رہنے کی تلقین کریں۔ ﴿وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا﴾ ② ”اور ان سے (ایسی باتیں) کہیں جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں۔“ یعنی ان سے مؤثر پیرائے میں گفتگو کریں اور ایسے انداز سے نصیحت کریں جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ط وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر بے شک وہ لوگ، جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا،

جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿٦٤﴾

آپ کے پاس آتے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتا تو وہ یقیناً اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيَّ

کرنے والا پاتے ﴿٦٥﴾ چنانچہ (اے نبی!) آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان

أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّبُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیں ﴿٦٥﴾

تفسیر آیات: 64، 65

اطاعت رسول حتی طور پر واجب ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ﴾ اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ اس کا حکم مانا جائے۔ یعنی میں نے رسول کی اطاعت کو ان لوگوں کے لیے فرض قرار دیا ہے جن کی طرف اس رسول کو بھیجا گیا ہو۔ اللہ کے فرمان: ﴿بِإِذْنِ اللَّهِ ط﴾ ”اللہ کے حکم کے مطابق۔“ کے امام مجاہد یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ میرے حکم کے بغیر کوئی اطاعت نہیں کر سکتا۔ ﴿١﴾ یعنی انبیائے کرام کی اطاعت وہی کر سکتا ہے جس کو میں نے توفیق بخشی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدًا إِذْ تَحْسُونَهُمْ بِإِذْنِهِ﴾ (آل عمران 152:3) ”اور اللہ نے تو تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا جب تم (اُحد میں) کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے۔“ یعنی اس کے حکم سے، اس کی تقدیر اور مشیت سے اور اس وجہ سے کہ اس نے تمہیں ان پر مسلط کر دیا تھا تم انہیں قتل کر رہے تھے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ﴾ ”اور یہ لوگ، جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے، اگر آپ کے پاس آتے۔“ اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں اور گناہ گاروں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ جب ان سے کوئی غلطی یا نافرمانی ہو جائے تو انہیں چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے پاس اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آپ سے بھی درخواست کریں کہ آپ ان کی معافی کے لیے دعا کریں، جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول فرما لے گا، ان پر رحم فرمائے گا اور انہیں معاف فرما دے گا۔ اسی لیے تو اس نے فرمایا: ﴿لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ ﴿٦٤﴾ ”تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔“

وہ مومن نہیں جو اپنے تنازعات میں نبی اکرم ﷺ کو منصف نہ مانے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ ”چنانچہ آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک اور مقدس ذات گرامی کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ

اس وقت تک کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کو منصف تسلیم نہ کرے، پھر آپ جو فیصلہ فرمادیں وہی حق ہے اور باطنی و ظاہری طور پر اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ لَا يَجِدُ وَاوِيًا أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ ﴿65﴾ ”پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں اور اس کو (خوشی سے) مان لیں۔“ یعنی جب آپ کو منصف تسلیم کر لیں تو پھر باطنی طور پر بھی آپ کی اطاعت کریں اور آپ کے فیصلے کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ ظاہری و باطنی طور پر اسے قبول کر لیں اور کسی چون و چرا اور حیل و حجت کے بغیر اسے کلی طور پر تسلیم کر لیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عروہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص سے حرّہ کی ندی کے پانی کے بارے میں جھگڑا ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِسْقِ يَا زُبَيْرُ! ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ، فَتَلَوْنَ وَجْهَهُ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: إِسْقِ يَا زُبَيْرُ! ثُمَّ أَحْبَسَ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْحَدَرِ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ] ”زبیر! تم (اپنی کھیتی کو) پانی دے لیا کرو، پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف روانہ کر دیا کرو۔ انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے یہ فیصلہ اس لیے فرمایا ہے کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: زبیر! اپنی کھیتی کو پانی دو، پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ مُنْذِرِیوں (بچّے) تک آجائے، پھر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دو۔“

اس طرح انصاری کے نبی ﷺ کو ناراض کرنے کے بعد آپ نے اپنے صریح حکم کے مطابق حضرت زبیر کو اختیار دیا کہ وہ اپنا حق پورا پورا وصول کر لیں، حالانکہ اس سے پہلے آپ نے ایک صورت پیش فرمائی تھی جس میں دونوں کے لیے سہولت تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ.....﴾ الآية۔ اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔^①

ایک دوسرا سبب نزول: حافظ ابواسحاق ابراہیم بن عبد الرحمن بن ابراہیم بن دحیم نے اپنی تفسیر میں حضرت ضمیرہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ دو آدمیوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنا جھگڑا پیش کیا تو آپ نے حق والے کے حق میں فیصلہ فرمادیا تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے کہا کہ میں اس فیصلے کو قبول نہیں کرتا۔ اس کے ساتھی نے کہا: تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرائیں۔

وہ دونوں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے تو جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ سے بھی فیصلہ کرایا ہے اور آپ نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا ہے یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم دونوں اس فیصلے کو قبول کرو جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مگر جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ سے

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ.....﴾ (النساء 4: 65)، حدیث: 4585 و صحیح مسلم،

الفضائل، باب وجوب اتباعہ ﷺ، حدیث: 2357 عن عبد اللہ بن الزبیر ؓ.

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ اخْرَجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ

اور اگر بے شک ہم ان پر فرض کر دیتے کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو یا تم اپنے گھروں سے نکلو تو ان میں سے چند ایک کے سوا کوئی بھی یہ کام نہ کرتا۔ اور

مِنْهُمْ ط وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيثًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا

اگر بے شک وہ مان لیتے جس کی انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے بہتر اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا باعث ہوتا ﴿٦٦﴾ اور تب

لَا تَنْبَهُهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾ وَلَهْدَيْنَهُمْ صَرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ

ہم ضرور انھیں اپنی طرف سے بہت بڑا اجر دیتے ﴿٦٧﴾ اور ہم ضرور انھیں سیدھے راستے پر چلاتے ﴿٦٨﴾ اور جو کوئی اللہ اور رسول کی

وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ

اطاعت کرے، تو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ،

وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ط وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلْمًا ﴿٧٠﴾

ع
۶

اور یہ لوگ اچھے رفیق ہوں گے ﴿٦٩﴾ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا ﴿٧٠﴾

فیصلہ کرائیں گے۔

وہ دونوں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے تو جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کا فیصلہ کرایا ہے اور آپ نے میرے حق میں اس کا فیصلہ فرمایا ہے لیکن اس نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا یہ بات اسی طرح ہے؟ تو اس نے بھی اس کی تصدیق کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں چلے گئے اور واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں تلوار (سنتی ہوئی) تھی اور آتے ہی اس شخص کا سر قلم کر دیا جس نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا تو اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ.....﴾ الآية ﴿٦٧﴾

تفسیر آیات: 66-70

اکثر لوگ حکم کی مخالفت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اکثر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اگر انھیں ان گناہوں کے کرنے کا حکم دیا جاتا جن کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں تو پھر وہ انھیں کبھی نہ کرتے کیونکہ ان کی گھٹیا طبیعتیں حکم کی مخالفت کی خوگر ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے فرمایا ہے کہ جو ہوا یا نہ ہوا یا جو ہوگا، ان سب کا اسے علم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ اخْرَجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ ط وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ﴾ اور اگر ہم انھیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا

① الدر المنثور: 322/2 و تفسیر ابن ابی حاتم: 994/3۔ یہ واقعہ کئی سندوں سے مروی ہے مگر تمام ضعیف ہیں۔ ایک سند میں ابن

لہیعہ ہے جبکہ وہ مرسل بھی ہے دوسری سند مرسل ہے کہ ضمیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں ملے اور تیسری سند جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اس میں

کبھی متروک ہے اور بازام ابوصالح کا ابن عباس سے سماع بھی ثابت نہیں ہے۔

کرتے اور اگر یہ اس نصیحت پر کاربند ہوتے جو ان کو کی جاتی ہے۔“ یعنی جو انھیں حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتے اور جس سے منع کیا جاتا ہے اسے ترک کر دیتے۔ ﴿لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ تو یہ ان کے حق میں امر کی مخالفت کرنے اور نہی کا ارتکاب کرنے سے بہتر ہوتا۔ ﴿وَأَشَدُّ تَنبِيْهًُا﴾ اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔“ سدی فرماتے ہیں کہ یہ زیادہ تصدیق کا موجب ہوتا۔ ﴿وَإِذَا لَا تَأْتِيَنَّهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ اور ہم انھیں اپنی طرف سے اجر عظیم، یعنی جنت عطا فرماتے۔ ﴿وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ اور انھیں دنیا و آخرت میں سیدھا راستہ بھی دکھاتے۔“

اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے انعام یافتگان بارگاہ الہی کے ساتھ ہوں گے: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ ”وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔“ یعنی جس نے وہ عمل کیا جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہو اور اسے ترک کر دیا جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کے گھر میں بسائے گا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا ساتھ عطا فرمائے گا اور ان کے بعد کے رتبے والوں، یعنی صدیقین، پھر شہداء، پھر عام مومنوں، یعنی صالحین کا بھی ساتھ عطا فرمائے گا۔ اور صالحین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا ظاہر و باطن درست ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ ”اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرُضُ إِلَّا خَيْرٌ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ] ”جب بھی کوئی نبی بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا و آخرت میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔“ مرض الوفا میں جب آپ کی طبیعت بے حد ناساز تھی، میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا کہ ﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کو بھی اس وقت دنیا یا آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا گیا ہے۔^(۲) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے اس موقع پر تین بار فرمایا: [اللَّهُمَّ! فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى] ”اے اللہ! میں (اعلیٰ علیین) میں انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں (رہنا پسند کرتا ہوں۔)“^(۳) پھر آپ کی روح قفسِ عصری سے پرواز کر گئی۔ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ تو اس حدیث کے معنی بھی یہی ہیں۔

اس آیت کریمہ کا سبب نزول: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص

① تفسیر الطبری: 223/5. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ﴾ (النساء: 69)،

حدیث: 4586 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة أم المؤمنين ﷺ، حدیث: (86) - 2444. ③

صحیح البخاری، المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاته، حدیث: 4438 عن عائشة ﷺ.

رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس وقت وہ غم زدہ تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: [يَا فُلَانُ! مَا لِي أَرَاكَ مُحْزُونًا؟] ”کیا بات ہے تم غم زدہ نظر آتے ہو؟“ اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں ایک چیز کے بارے میں سوچتا ہوں، آپ نے فرمایا: [مَا هُوَ؟] ”وہ کیا؟“ اس نے عرض کی: ہم صبح وشام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ کے چہرہ اقدس کا دیدار کرتے اور آپ کی ہم نشینی کا شرف حاصل کرتے ہیں لیکن کل (روز قیامت) آپ تو انبیائے کرام ﷺ کے ساتھ ہوں گے اور ہم آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا تو آپ کے پاس جبریل علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر حاضر ہو گئے: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ ﴿٥٦﴾ ”نبی اکرم ﷺ نے اسے بلا بھیجا اور اسے یہ بشارت سنادی.....“^(۱) یہ اثر مسروق، عکرمہ، عامر شعی اور قتادہ رحمہم سے بھی مرسل مروی ہے۔^(۲) نیز ربیع بن انس سے بھی اور اس کی سند سب سے بہتر ہے۔^(۳)

ایک دوسری سند سے اس طرح کا واقعہ مرفوعاً بھی مروی ہے جسے امام ابوبکر بن مرزویہ نے بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ تو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، اپنے اہل سے بھی اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں، میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو صبر نہیں کر سکتا حتیٰ کہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کا دیدار کر لیتا ہوں لیکن جب اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہے کہ آپ تو جنت میں تشریف لے جائیں گے اور وہاں حضرات انبیائے کرام کی رفاقت میں ہوں گے، میں جنت میں داخل ہو بھی گیا تو اندیشہ ہے کہ شاید آپ کا دیدار میسر نہ آ سکے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر سکوت فرمایا اور اسے کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام آپ پر یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہو گئے۔

حافظ ابو عبد اللہ مقدسی نے بھی اپنی کتاب صِفَةُ الْحَنَّةِ میں یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔^(۴)

صحیح مسلم میں ربیعہ بن کعب السلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس رات بسر کرتا تھا اور آپ کے لیے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات کا اہتمام کرتا، ایک دن آپ نے فرمایا: [سَلِّ، فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْحَنَةِ، قَالَ: أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ، قَالَ: فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ] ”کچھ مانگو، میں نے عرض کی: (اے اللہ کے رسول!) میری درخواست یہ ہے کہ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو، آپ نے فرمایا: کوئی اور سوال؟ تو میں نے

(۱) تفسیر الطبری: 225/5. (۲) تفسیر الطبری: 225/5 و تفسیر ابن ابی حاتم: 997/3. (۳) تفسیر الطبری: 226/5.

(۴) مجمع الزوائد، التفسیر، النساء: 7/7، حدیث: 10937 و حلیۃ الأولیاء، ترجمۃ إبراهیم بن یزید النخعی: 267/4،

حدیث: 5516 و المعجم الأوسط للطبرانی: 296/1، حدیث: 480.

عرض کی کہ وہ بھی یہی ہے، تو آپ نے فرمایا: پھر کثرتِ سجود کے ساتھ اپنے بارے میں میری مدد کرو۔^①

امام احمد نے عمرو بن مَرْہ جُنَی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، نماز پنجگانہ ادا کرتا ہوں، اپنے مال کی زکوٰۃ بھی دیتا ہوں، اور ماہِ رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ مَاتَ عَلَىٰ هَذَا كَانَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَكَذَا - وَنَصَبَ إِصْبَعَيْهِ - مَا لَمْ يَعْقِ وَالِدَيْهِ] ”جسے اس حالت میں موت آئے تو قیامت کے دن اسے انبیاء، صدیقین اور شہداء کی اس طرح رفاقت حاصل ہوگی اور اس موقع پر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو اٹھا کر اشارہ فرمایا، بشرطیکہ وہ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرے۔“^② امام احمد اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

اس سب سے بڑھ کر عظیم بشارت وہ ہے جو کتب صحاح، مسانید اور دیگر کتب میں متواتر سندوں کے ساتھ حضرات صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے^③ کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کچھ لوگوں سے محبت تو کرتا ہے لیکن ابھی تک وہ (ان جیسے اعمال کر کے)^④ ان سے ملانہیں ہوتا، تو آپ نے فرمایا: [الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ] ”آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرے۔“^⑤ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں کسی اور چیز سے اس قدر خوشی نہیں ہوئی تھی جتنی خوشی اس حدیث کے سننے سے ہوئی۔^⑥

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ مجھے تو رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی محبت ہے، لہذا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ ہی اٹھائے گا، گو میں ان جیسے عمل نہیں کر سکا۔^⑦ چنانچہ

① صحیح مسلم، الصلاة، باب فضل السجود والحث علیہ، حدیث: 489۔ ② دیکھیے جامع المسانید والسنن: 77/10 و مجمع الزوائد، البر والصلة، باب ماجاء فی العقوق 147/8، حدیث: 13429۔ مندا احمد کے مطبوعہ نسخوں میں یہ روایت نہیں ملی۔ ③ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس، حضرت صفوان بن عسال، حضرت ابوذر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل ہیں۔ ④ یہ مفہوم دوسری روایات میں ہے، دیکھیے مسند أحمد: 159/3۔ ⑤ صحیح البخاری، الأدب، باب علامة الحب فی اللہ لقوله تعالیٰ: ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ (ال عمران 3: 31)، حدیث: 6170 عن أبی موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ و حدیث: 6169۔ و صحیح مسلم، البر والصلة، باب المرء مع من أحب، حدیث: 2640 عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ و سنن أبی داود، الأدب، باب الرجل یحب الرجل علی خیر یراہ، حدیث: 5126 عن أبی ذر رضی اللہ عنہ و 5127 عن أنس رضی اللہ عنہ و جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء أن المرء مع من أحب، حدیث: 2387 عن صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ و مسند أحمد: 392/4 عن أبی موسیٰ رضی اللہ عنہ و مسند أبی یعلیٰ: 270/5، حدیث: 2888 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ ⑥ صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبی رضی اللہ عنہ، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث: 3688 و صحیح مسلم، البر والصلة، باب المرء مع من أحب، حدیث: (163)-2639۔ لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہ اور ان سے متصل الفاظ کا سیاق ایک دوسری روایت: [أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ] ہے نہ کہ [الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ] دیکھیے گذشتہ حاشیہ۔ ⑦ دیکھیے بخاری اور مسلم بحوالہ مذکورہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ وَفِرُوا جَمِيعًا ۖ وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اپنے بچاؤ کا سامان لے لو، پھر تم الگ الگ دستوں کی شکل میں یا اکٹھے ہو کر نکلو ۖ اور بے شک تم میں

لَيُبْطِلَنَّ ۚ فَإِنْ أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْنَا إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ۚ

سے کوئی ایسا بھی ہے جو نکلنے میں ضرور دیر کرتا ہے، پھر اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو وہ کہتا ہے: اللہ نے مجھ پر بڑی مہربانی کی کہ میں ان

وَلَكِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِنَ اللَّهِ لِيَقُولَنَّ كَأَنْ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ لِيُكَيِّتَنِي كُنْتُ

کے ساتھ موجود نہیں تھا ۚ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل ملے، تو وہ گویا جیسے تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہ ہو ضرور کہے گا: کاش میں ان

مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۚ فَلْيَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

کے ساتھ ہوتا، پھر میں بڑی کامیابی حاصل کرتا ۚ پھر جو لوگ آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بچے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ اللہ کے

بِالْآخِرَةِ ۖ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۚ

راستے میں لڑیں، اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے، پھر وہ قتل کر دیا جائے یا غالب آجائے تو ہم جلد اسے بہت بڑا اجر دیں گے ۚ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ط﴾ ”یہ اللہ کا فضل ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے انہیں محض اپنے فضل و رحمت سے

اس بات کا مستحق بنایا، وہ اپنے اعمال سے اس کے مستحق قرار نہیں پاسکتے تھے ﴿وَكُفِيَ بِاللَّهِ عَلَيْهِمُ ۖ﴾ ”اور اللہ جاننے والا

کافی ہے۔“ یعنی صرف وہی جانتا ہے کہ ہدایت اور توفیق کا مستحق کون ہے۔

تفسیر آیات: 74-71

دشمن کے مقابلے کے لیے تیاری کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے کی تیاری

رکھیں۔ اور یہ حکم اس بات کو مستلزم ہے کہ دشمن کے مقابلے کے لیے اسلحہ بھی تیار رکھا جائے اور ہر طرح کا ساز و سامان بھی اور

اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تیار بھی کیا جائے۔

ثُبَاتٍ یعنی ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت، ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ اور ایک سرے کے بعد دوسرا سرے

جہاد کے لیے نکلے۔ ثُبَاتٍ کی جمع ہے۔ ثُبَّةٌ کی جمع ثُبَّيْنٌ بھی آتی ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا

قول بیان کیا ہے کہ ﴿فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جماعت جماعت ہو کر نکلا کرو ﴿أَوْ وَفِرُوا جَمِيعًا﴾ ۖ ”یاسب

اکٹھے کوچ کیا کرو۔“ مجاہد، عکرمہ، سُدی، قتادہ، ضحاک، عطاء غر اسانی، مقاتل بن حیان اور حُصَیف جُزَی رضی اللہ عنہم سے بھی اسی

طرح مروی ہے۔ ①

جہاد سے پیچھے رہنا منافقوں کی علامت ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُبْطِلَنَّ ۚ﴾ ”اور یقیناً تم

میں کوئی ایسا بھی ہے کہ دیر لگاتا ہے۔“ امام مجاہد اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی

ہے۔ ② مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ ﴿لَيُبْطِلَنَّ ۚ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ جہاد سے پیچھے رہتا ہے۔ ③ اور یہ بھی احتمال ہے کہ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 998/3۔ ② تفسیر الطبری: 228/5۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 999/3۔

اس کے معنی یہ ہوں کہ وہ خود بھی جہاد سے پیچھے رہتا ہے اور دوسروں کو بھی پیچھے رکھتا ہے جیسا کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کیا کرتا تھا۔ ابن جریج اور ابن جریر کا بھی یہی قول ہے۔^① اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ جب منافق جہاد سے پیچھے رہ جاتا ہے تو: ﴿فَإِنْ أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ﴾ ”پھر اگر تم پر کوئی مصیبت پڑ جائے“، یعنی تم شہید ہو جاؤ اور اللہ کی طرف سے کسی حکمت و مصلحت کی وجہ سے تمہارا دشمن تم پر غالب آ جائے تو منافق کہتا ہے: ﴿قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا﴾^② ”اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑی مہربانی کی کہ میں ان میں موجود نہ تھا“، یعنی جہاد میں شرکت نہ کرنے کو وہ اللہ کی مہربانیوں میں سے شمار کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کس قدر اجر و ثواب سے محروم ہو گیا ہے جو میدان جہاد میں صبر کرنے یا شہید ہو جانے کی صورت میں اسے ملنا تھا۔

﴿وَلَيْنَ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ﴾ ”اور اگر اللہ کی طرف سے تم پر فضل ہو۔“ اور تمہیں فتح و نصرت اور غنیمت سے سرفراز فرمائے ﴿لَيَقُولَنَّ كَإِنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ﴾ ”تو وہ اس طرح سے کہتا ہے کہ گویا تم میں اور اس میں دوستی تھی ہی نہیں“، یعنی تمہارے دین سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ تھا، افسوس کرتا اور کہتا ہے: ﴿يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَوْدُو قَوْمًا عَظِيمًا﴾^③ ”کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو مقصد عظیم حاصل ہوتا۔“ اور مجھے بھی مال غنیمت میں سے حصہ مل جاتا اور اس کا سب سے بڑا مقصد و مطلوب یہی ہوتا ہے کہ دنیا کے مال کو کسی نہ کسی طرح سے حاصل کر لے۔

جہاد کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ﴾^④ یعنی راہ جہاد میں نکلنے والے مومن ان لوگوں سے لڑیں جو دنیا کے تھوڑے سے مال کے بدلے اپنے دین کو بیچ دیتے ہیں۔^⑤ اور اس کا سبب ان کا کفر اور عدم ایمان ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾^⑥ یعنی ہر وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے، پھر خواہ وہ قتل ہو جائے یا مغلوب ہو جائے یا دشمن اس کے مال کو چھین لے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے لیے بے حد و حساب اجر و ثواب ہے جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث ہے: ﴿تَكْفَلُ اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِهِ﴾، [إِنْ تَوَفَّاهُ أَنْ يَدْخُلَهُ الْجَنَّةَ]، [أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكِنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ] ”اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کا ضامن ہے کہ اگر اسے فوت کر دے تو اسے جنت میں داخل فرمائے گا یا اس کے حاصل کردہ اجر و ثواب اور غنیمت کے ساتھ اسے اس کے اس گھر کی طرف لوٹائے گا جس سے وہ نکل کر میدان جنگ میں گیا تھا۔“^⑦

① تفسیر الطبری: 228/5۔ ② یعنی، ﴿فَلْيُقَاتِلْ﴾ کا فاعل الْمُؤْمِنُ النَّافِرُ محذوف ہے اور ﴿الَّذِينَ يَشْرُونَ﴾ مفعول بنے گا۔

③ صحیح البخاری، فرض الخمس، باب قول النبی ﷺ: [أَحَلَّتْ لَكُمْ الْغَنَائِمُ]، حدیث: 3123 و صحیح مسلم، الإمارة، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، حدیث: (104)-1876 عن أبی ہریرۃ ؓ، البتہ اس حدیث کا پہلا حصہ مسند أبی عوانۃ: 457/4، حدیث: 7324 اور دوسرا حصہ سنن سعید بن منصور: 121/2، حدیث: 2311 اور آخری حصہ صحیحین کے مذکورہ بالا حوالے کے مطابق ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ

اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے، جو

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ

کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال کہ اس کے باشندے ظالم ہیں، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے

وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۖ ﴿٧٥﴾ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ

کوئی حمایت بھیج، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار بھیج ﴿75﴾ جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور

كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ

جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت (شیطان) کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو، بے شک شیطان کی

كَانَ ضَعِيفًا ۖ ﴿٧٦﴾

چال بڑی کمزور ہے ﴿76﴾

10
ع
7

تفسیر آیات: 75، 76

کمزور مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اس کی راہ میں جہاد کریں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو مکہ سے نکالنے میں مدد دیں جو وہاں رہنے کی وجہ سے اکتا گئے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: ﴿الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ﴾ جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو اس شہر سے نکال (کر کہیں اور لے جا۔) ”یعنی مکہ سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ﴾ (محمد 47: 13) ”اور بہت سی بستیاں آپ کی اس بستی سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا زور و قوت میں کہیں بڑھ کر تھیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾ ﴿75﴾ یعنی جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں اور میری والدہ بھی انھیں بے بس لوگوں میں سے تھے۔ ﴿1﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ﴾ یعنی مومن تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی خوشنودی کے لیے لڑتے ہیں اور کافر شیطان کی اطاعت کے لیے لڑتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنے دشمنوں سے جہاد پر برا بھختہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ ﴿76﴾ ”سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو (اور ڈرو) کیونکہ شیطان کا دواؤدودا ہوتا ہے۔“

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (النساء: 75)، حدیث: 4587۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جب مدینہ ان کا گھر بن گیا، انھیں جائے قرار نصیب ہوگئی اور مددگار میسر آ گئے لیکن اس کے باوجود جب مسلمانوں کو اس بات کا حکم مل گیا، جسے وہ پسند کرتے تھے، تو بعض لوگ اس سے گھبرانے اور دشمن کا مقابلہ کرنے سے شدید خوف کھانے لگے ﴿وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۖ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ط ۖ﴾ ”اور کہنے لگے: اے اللہ! تو نے ہم پر جہاد (جہاد) کیوں فرض کر دیا، تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی؟“، یعنی اس کی فرضیت کو کچھ عرصے کے لیے مؤخر کیوں نہ کر دیا کیونکہ جنگ میں تو خون ریزی ہوتی ہے، اس میں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں۔

یہ آیت اسی طرح ہے جس طرح یہ آیت ہے: ﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ...﴾ (محمد 47: 20) ”اور مومن لوگ کہتے ہیں کہ (جہاد کی) کوئی سورت کیوں نازل نہیں ہوتی؟ لیکن جب کوئی صاف معنوں کی سورت نازل ہوا اور اس میں جہاد کا بیان ہو تو.....“

امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے کچھ دوست مکہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! جب ہم مشرک تھے تو عزت کے ساتھ رہ رہے تھے اور جب ایمان لے آئے ہیں تو ہم ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [إِنِّي أُمِرْتُ بِالْعَفْوِ فَلَا تُقَاتِلُوا الْقَوْمَ] ”مجھے غفور و درگزر کا حکم دیا گیا ہے، لہذا ان لوگوں سے تم جنگ نہ کرو۔“ پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مدینہ میں پہنچا کر جہاد کا حکم دیا تب کچھ لوگ جہاد سے رک گئے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۖ﴾ ① اسے امام حاکم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

اور فرمان الہی ہے: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۖ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۖ﴾ ”کہہ دیجیے کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیزگار کے لیے (نجات) آخرت ہے۔“ یعنی پرہیزگار کے لیے آخرت اس کی دنیا سے بہتر ہے۔ ﴿وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۗ﴾ ③ ”اور تم پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ یعنی تمہارے اعمال کی دھاگے برابر بھی جزا کم نہیں کی جائے گی بلکہ تمہیں ان کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ اس آیت میں دنیا سے بے رغبتی دلائی گئی ہے، آخرت کی ترغیب دی گئی ہے اور جہاد کے شوق کو ابھارا گیا ہے۔

موت سے مفر نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ مَا تَكُونُوا يَدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ط ۖ﴾ (اے جہاد سے ڈرنے والو!) تم کہیں رہو موت تو تمہیں آ کر رہے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔“ یعنی ایک دن تم یقینی طور پر موت سے دوچار ہو گے کہ موت سے تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝﴾

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1005/3. ② السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، النساء، باب قوله تعالیٰ: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۖ﴾

..... ③ 325/6، حدیث: 11112 والمستدرک للحاکم، التفسیر: 307/2، حدیث: 3200.

(الرحمن 26:55) ”جو (مخلوق) زمین پر ہے، سب کو فنا ہونا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط﴾ (آل عمران 185:3) ”ہر تنفس کو موت (کا مزا) چکھنا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط﴾ (الأنبياء 34:21) ”اور (اے پیغمبر!) ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا۔“

مقصود یہ ہے کہ موت بہر حال ہر ایک کو آ کر رہی ہے، کوئی چیز موت سے بچا نہیں سکتی، لہذا جہاد کرو یا نہ کرو موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ اپنے وقت مقررہ پر بہر صورت آ کر رہے گی اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جب اپنے بستر پر موت آئی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے فلاں فلاں جنگوں میں شرکت کی، میرے جسم کے ایک ایک عضو پر نیزے یا تیر کا زخم ہے مگر میں اب اپنے بستر پر جان، جان آفرین کے سپرد کر رہا ہوں، بزدلوں کی آنکھوں کو سکون نصیب نہ ہوا! ﴿وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ﴾ ”خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔“ یعنی کیسے ہی مضبوط و مستحکم اور بلند و بالا قلعوں میں رہو کوئی تدبیر اور کوئی قلعہ موت سے نہیں بچا سکتا۔

منافقوں کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدشگونی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ﴾ ”اور ان لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔“ یعنی خوش حالی اور پھلوں، فصلوں اور اولاد وغیرہ کی صورت میں رزق۔ اور یہ مفہوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ابوالعالیہ اور سدی کے اقوال کا ہے۔ ﴿يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ﴾ ”تو کہتے ہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتی ہے۔“ قط، خشک سالی اور پھلوں اور فصلوں کی کمی کی صورت میں یا اولاد اور مویشیوں کی موت کی صورت میں جیسا کہ ابوالعالیہ اور سدی کا قول ہے۔ ﴿يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ﴾ ”تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ سے) کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچی) ہے۔“

یعنی یہ آپ کی طرف سے ہے اور یہ ہمیں اس لیے پہنچتی ہے کہ ہم نے آپ کی اتباع اور آپ کے دین کی اقتدا کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا جَاءَهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ ط﴾ (الأعراف 131:7) ”تو جب ان کو آسائش حاصل ہوتی تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر سختی پہنچتی تو موسیٰ اور ان کے رفیقوں کی بدشگونی بتاتے۔“ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ﴾ (الحج 11:22) ”اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کی بندگی کنارے پر (رہ کر) کرتے ہیں۔“

ان منافقوں نے بھی اسی طرح کہا جو بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے تھے لیکن حقیقت میں وہ اسلام کو ناپسند کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھیں کوئی گزند پہنچتی تو کہتے کہ یہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے پہنچی ہے۔ اس لیے اس کے جواب میں

① تاریخ دمشق لاین عساکر، ترجمة خالد بن الوليد رضی اللہ عنہ 197/18 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1008/3 . ③ تفسیر

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۖ

جس نے رسول کی اطاعت کی، تو اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ۖ اور مناقب کہتے ہیں

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي

کہ (ہمارا کام تو) فرمانبرداری ہے پھر جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو رات کو ان کا ایک گروہ اس بات کے خلاف جوڑ توڑ کرتا ہے جو آپ

تَقُولُ ۚ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّنُونَ ۚ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝۸۱

کہتے ہیں۔ اور اللہ لکھ لیتا ہے جو وہ رات کو سازش کرتے ہیں، چنانچہ آپ انھیں جانے دیں اور اللہ پر بھروسہ کریں اور اللہ کا ساز کے طور پر کافی ہے ۝۸۱

اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ ”کہہ دیجیے کہ (رنج و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“ یعنی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کے نتیجے میں ہے جو کہ ہر نیک و بد اور مومن و کافر میں کار فرما ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے جواب کے طور پر بظاہر اپنے رسول ﷺ سے خطاب فرمایا لیکن حقیقت میں اس کے مخاطب تمام بنی نوع انسان ہیں: ﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ يَدَاكَ﴾ ”(اے آدم زاد!) تجھ کو جو فائدہ پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔“ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی طرف سے لطف و رحمت ہے ﴿وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ يَدَاكَ﴾ ”اور جو نقصان پہنچے تو وہ تیری ہی (شامت اعمال کی) وجہ سے ہے۔“ یعنی وہ تیری ہی وجہ سے ہے اور اس کا سبب تیرا اپنا عمل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾ (الشوریٰ 42: 30) ”اور جو مصیبت تم پر آئی ہے سو تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔“

امام سدی، امام حسن بصری، ابن جریج اور ابن زید فرماتے ہیں کہ ﴿فَبِمَا كَسَبَتْ يَدَاكَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ تیرے گناہ کی وجہ سے ہے۔ امام قتادہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے ابن آدم! وہ تیرے گناہ کی سزا کے طور پر ہے۔ ① ﴿وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا﴾ ”اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے“ تاکہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی شریعت پہنچا دیں اور انھیں یہ بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ کس چیز کو پسند کرتا اور کس کو ناپسند فرماتا ہے! ﴿وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ ۝۷۹ ”اور اس بات کا اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے“ کہ اس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، وہ آپ کے اور لوگوں کے مابین بھی گواہ ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ آپ تو ان تک دین کو پہنچا رہے ہیں مگر وہ کفر و عناد کی وجہ سے حق کو رد کرتے ہوئے آپ کو صاف جواب دے رہے ہیں۔

تفسیر آیات: 81، 80

رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے: اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرما رہا ہے کہ جس نے آپ کی اطاعت کی تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی کی، اس لیے کہ آپ خواہش نفس سے بات نہیں کرتے بلکہ آپ جو بھی فرماتے ہیں وہ وحی الہی پر مبنی ہوتا ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي] ”جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے گویا میری نافرمانی کی۔“^① یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔^② وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا^③ ”اور جو نافرمانی کریں تو (اے پیغمبر!) آپ کو ہم نے ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

یعنی اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے کیونکہ آپ کی ذمہ داری تو دین کو پہنچا دینا ہے جو آپ کی اتباع کرے تو وہ سعادت مند اور کامیاب ہے اور آپ کو بھی اس کا اجر و ثواب ملے گا اور جو آپ کی نافرمانی کرے تو وہ ناکام و نامراد ہے اور آپ سے اس کے بارے میں کوئی باز پرس نہ ہوگی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ، وَمَنْ يَعُصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّهُ لَا يُضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ] ”جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس نے اپنی درستی کا سامان مہیا کر لیا۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔“^④

منافقوں کی بیوقوفی کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ^⑤ ”اور یہ لوگ منہ سے تو کہتے ہیں کہ (آپ کی) فرمانبرداری (منظور) ہے۔“ اللہ تعالیٰ یہ منافقین کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ وہ بظاہر موافقت اور اطاعت کا اقرار کرتے ہیں: فَإِذَا بَرَأُوا مِنْ عِنْدِكَ^⑥ ”پھر جب وہ آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں“ اور آپ کے پاس سے جا کر کہیں اور چھپ جاتے ہیں: بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ^⑦ ”تو ان میں سے بعض لوگ رات کو آپ کی باتوں کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔“ آپ کے سامنے انھوں نے جو اظہار کیا ہوتا ہے، رات کو چھپ چھپ کر اس کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔

وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّنُونَ^⑧ ”یعنی اللہ تعالیٰ انھیں جانتا ہے اور ان کی ان تمام باتوں کو اس کے وہ نگران فرشتے لکھ لیتے ہیں جو تمام بندوں کے ساتھ مقرر کیے گئے ہیں اور وہ بندوں کے افعال کو جانتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1011/3. ② صحیح البخاری، الأحکام، باب قول اللہ تعالیٰ: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ. ، حدیث: 7137 لیکن اس میں [الأمیر] کے بجائے [أمیری] ہے۔ و صحیح مسلم، الإمامة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة، حدیث: 1835. ③ صحیح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حدیث: 870 عن عدی بن حاتم. البتہ قوسین والے الفاظ ضعیف سند کے ساتھ، سنن أبی داود، الصلاة باب الرجل یخطب علی قوس، حدیث: 1097 عن ابن مسعود. میں ہیں۔ اور اس کی جگہ صحیح مسلم کے الفاظ: [فَقَدْ غَوَى] ”تو یقیناً وہ شریں منہک ہو گیا“ ہیں۔ مزید دیکھیے تمام المنة: 335، 336.

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ ط وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝۸۲

کیا پھر وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے ۝۸۲ اور جب

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ط وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ

ان کے پاس کوئی امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ اسے رسول اور اپنے میں سے کسی ذمہ دار حاکم کے حوالے کر

أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ط وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

دیتے، تو ایسی باتوں کی تین تک پہنچنے والے اس کی حقیقت جان لیتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند ایک کے سوا تم ضرور

وَرَحْمَتُهُ لَا تَتَّبِعُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا قَلِيلًا ۝۸۳

شیطان کے پیچھے لگ جاتے ۝۸۳

سرزنش کی ہے کہ وہ ان کی آپس میں چھپ چھپ کر کی ہوئی تمام باتوں کو خوب جانتا ہے اور راتوں کو چھپ کر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی کے جو منصوبے بناتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے بھی آگاہ ہے، اس لیے وہ ان کو اس کی ضرور سزا دے گا گواںھوں نے بظاہر اطاعت اور موافقت کا اقرار ہی کیوں نہ کیا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَيَقُولُونَ امْنًا بِاللَّهِ وَيَا الرَّسُولُ وَاطْعُنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فِرْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ : (النور: 47) ”اور (بعض لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور (ان کا) حکم مان لیا، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے۔“

فرمانِ الہی ہے: فَاعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ یعنی ان سے درگزر کریں، ان پر شفقت کریں، ان کا مؤاخذہ نہ کریں، لوگوں کے سامنے ان کے راز فاش نہ کریں اور ان سے ڈریں بھی نہیں۔ ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط وَكُفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝۸۱﴾ ”اور اللہ پر بھروسہ کریں اور اللہ ہی کافی کارساز ہے۔“ وہ اس کے لیے کافی، حامی و ناصر اور مددگار ہے جو اس پر بھروسہ کرے اور اس کی طرف رجوع کرے۔

تفسیر آیات: 83، 82

قرآن مجید حق ہے: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں تدبیر کرنے کا حکم دیتے ہوئے اور اس کے محکم معانی اور بلیغ الفاظ کے سمجھنے سے اعراض کی ممانعت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس کتاب میں کوئی اختلاف و اضطراب اور اس میں کوئی تضاد و تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ حکیم و حمید ذات گرامی کی طرف سے نازل ہوا ہے، یعنی قرآن حق ہے اور ذات حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝﴾ (محمد: 24) ”بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟“

پھر فرمایا: ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ ۖ﴾ ”اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا۔“ یعنی اگر یہ من گھڑت اور اپنی طرف سے بنایا ہوتا جیسا کہ جاہل مشرک و منافق اپنے دل میں یہ خیال کرتے ہیں ﴿لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝۸۲﴾ یعنی اس میں بہت سا اضطراب اور تضاد پاتے، حالانکہ یہ اس سے پاک ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہوا ہے جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں: "أَمَّا بِهِ لَا كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا" (آل عمران 7:3) "ہم ان (آیات) پر ایمان لائے ہیں، یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔" یعنی محکم اور متشابہ تمام آیات حق ہیں، انھوں نے تشابہات کو بھی حکمت کی طرف لوٹا دیا جس کی وجہ سے وہ راہ ہدایت پا گئے اور جن کے دلوں میں کجی ہے انھوں نے محکم کو متشابہ کی طرف لوٹایا جس کی وجہ سے وہ راہ راست سے بھٹک گئے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے راسخین (علم) میں دستگاہ کامل رکھنے والوں کی تعریف فرمائی اور کج روی اختیار کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب، عن ابیہ، عن جدہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں اور میرا بھائی ایک مجلس میں بیٹھے اور وہ مجلس اتنی گراں مایہ تھی کہ سرخ اونٹوں کی دولت بھی اس کے مقابلے میں نیچ ہے، میں اور میرا بھائی جس وقت آئے تو اس وقت کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر جمع تھے، ہم نے اس بات کو ناپسند کیا کہ ان کے درمیان گھس کر بیٹھیں، لہذا ہم ان سے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے، انھوں نے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں گفتگو شروع کی حتیٰ کہ ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ان کی آوازیں بلند ہو گئیں، تو رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے تو ناراضی کے باعث چہرہ اقدس گلزار ہو گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو خاموش کراتے ہوئے فرمایا: [مَهَلًا يَا قَوْمُ! بِهَذَا أَهْلِكْتَ الْأُمَّةُ مِنْ قَبْلِكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، وَضَرَبَهُمُ الْكُتُبُ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ، إِنَّ الْقُرْآنَ لَمْ يَنْزِلْ يُكَذِّبُ بَعْضُهُ بَعْضًا، بَلْ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا، فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ فَاعْمَلُوا بِهِ، وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوهُ إِلَى عَالِمِهِ] "لوگو! ٹھہر جاؤ، سابقہ امتیں اس وجہ سے ہلاک ہوئی تھیں کہ انھوں نے اپنے انبیاء سے اختلاف کیا اور اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو بعض کا متعارض سمجھا۔ قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ اس کے بعض حصے بعض کی تکذیب کریں بلکہ قرآن کے بعض حصے تو بعض کی تصدیق کرتے ہیں تمہیں اس کتاب سے جو کچھ معلوم ہو، اس کے مطابق عمل کرو اور جو معلوم نہ کر سکو، اسے جاننے والے کی طرف لوٹا دو۔" ①

امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی کی ایک روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ میں ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمیوں نے ایک آیت کے بارے میں اختلاف کیا حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں، تب آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا هَلَكْتَ الْأُمَّةُ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ] "تم سے پہلی امتیں اپنی کتاب میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئی تھیں۔" ② اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔ ③

تحقیق کے بغیر خبر پھیلانے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ" "اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں۔" یہ ان لوگوں کی تردید ہے جو تحقیق کے بغیر

① مسند أحمد: 2/181. ② مسند أحمد: 2/192. ③ صحيح مسلم، العلم، باب النهي عن اتباع متشابه القرآن

والتحذير.....، حديث: 2666 والسنن الكبرى للنسائي، فضائل القرآن، باب: 62 ذكر الاختلاف: 33/5، حديث:

خبروں کو پھیلا دینے اور مشہور کر دینے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ بسا اوقات وہ خبریں صحیح نہیں ہوتیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ] ”آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔“^①

امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن کی کتاب الأدب میں اسے بیان کیا ہے۔^② صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ادھر ادھر کی باتوں سے منع فرمایا۔^③ قیل وقال کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو تحقیق و تصدیق اور غور و فکر کے بغیر لوگوں سے سنی ہوئی باتوں کو اکثر بیان کرتا رہتا ہے۔ صحیح حدیث میں یہ بھی ہے: [مَنْ حَدَّثَ بِحَدِيثٍ وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ] ”جو شخص کوئی ایسی بات بیان کرتا ہے جسے وہ جھوٹی سمجھتا ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔“^④

یہاں ہم اس حدیث کا حوالہ بھی دیں گے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی اور متفق علیہ ہے کہ جب انھیں یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو وہ اپنے گھر سے مسجد میں آ گئے اور دیکھا کہ مسجد میں بھی لوگ یہی بات کر رہے ہیں ان سے برداشت نہ ہو سکا حتیٰ کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فرمان سن کر میں نے کہا: اللہ اکبر، پھر انھوں نے باقی ساری حدیث بیان کی۔^⑤

صحیح مسلم میں ہے کہ میں نے عرض کی: کیا آپ نے انھیں طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تب میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی۔ اسی موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ط وَكَوَرُوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَالْأُولَى الْأَمْرُ مِنْهُمْ لَعَلَّهُ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ مِنْهُمْ ط﴾ ”اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ اس کو پیغمبر اور اپنے میں سے کسی ذمے دار حاکم کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس امر کی تحقیق کر لی تھی۔^⑥

① صحیح مسلم، المقدمة، باب النهی عن الحديث بكل ما سمع، حدیث: 5. ② سنن أبی داود، الأدب، باب التشديد في الكذب، حدیث: 4992 لیکن اس میں [كُذِبًا] کے بجائے [أَمًّا] ہے۔ ③ صحیح البخاری، الرقاق، باب ما يكره من قيل وقال، حدیث: 6473 و صحیح مسلم، الأقضية، باب النهی عن كثرة المسائل، حدیث: 1715. ④ صحیح مسلم، المقدمة، باب وجوب الرواية عن الثقات وترك الكذابين وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب من حدث عن رسول الله ﷺ، حدیث: 39 و مسند أحمد: 252/4 و 255 واللفظ له عن المغيرة رحمہ اللہ، و 20/5 عن سمرة رحمہ اللہ. ⑤ شخص از صحیح البخاری، النكاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها، حدیث: 5191. ⑥ شخص از صحیح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النساء، حدیث: 1479.

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكْفِ
چنانچہ (اے نبی!) آپ اللہ کی راہ میں لڑیں، آپ کو اپنی ذات کے سوا کسی کا ذمہ دار نہیں بنایا گیا۔ اور آپ مومنوں کو (لڑائی پر) آمادہ کریں۔

بِأَسِّ الذِّينِ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ
امید ہے کہ اللہ ان لوگوں کو لڑائی سے روک دے جنہوں نے کفر کیا، اور اللہ لڑائی میں بہت سخت ہے اور سزا دینے میں بہت سخت ہے ﴿٨٤﴾

لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ
جو کوئی اچھی سفارش کرے گا، اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا، اور جو کوئی بری سفارش کرے گا، اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا، اور اللہ ہر

شَيْءٍ مُّقْبِلًا ﴿٨٥﴾ وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ
چیز پر نگہبان ہے ﴿٨٥﴾ اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا وہی الفاظ لوٹا دو، بے شک اللہ ہر چیز کا خوب حساب لینے

شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿٨٦﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ لِيَجْعَلَ لَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ وَمَنْ
والا ہے ﴿٨٦﴾ اللہ کے سوا کوئی معبود حق نہیں، وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اور بات کہنے

أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ﴿٨٧﴾

میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے؟ ﴿٨٧﴾

يَسْتَكْذِبُونَ ۚ کے معنی ہیں کہ وہ اس کا استخراج کرتے ہیں، یعنی اسے اس کی کانوں میں سے نکالتے ہیں۔ عربی میں
کہا جاتا ہے کہ اسْتَبْطَ الرَّجُلُ الْعَيْنَ ”آدمی نے کنواں کھودا۔“ اور یہ محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے کہ جب کوئی
کنواں کھودے اور اسے زمین کی گہرائیوں میں سے نکالے۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَا تَبْعَثُوا الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ﴿٨٣﴾ ”تو
چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔“ کے بارے میں علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا
ہے کہ مومنوں کے سوا باقی سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ ﴿١﴾

تفسیر آیات: 87-84

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ خود جہاد کریں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کو
حکم دیا کہ آپ خود بنفس نفیس جہاد کریں اور اگر کوئی اس سے اعراض کرتا ہے تو اس کی آپ پر ذمہ داری نہیں ہے، اس لیے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ﴾ ”آپ اپنی ذات کے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔“ امام ابن ابی حاتم
نے ابواسحاق کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک آدمی اگر دشمن کے سوا آدمیوں
کا مقابلہ کرتا ہے تو کیا وہ اس آیت کا مصداق ہے: ﴿وَلَا تُقَاتِلُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ﴿البقرة: 195﴾ ”اور اپنے
آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔“ تو انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ ۚ لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”(اے نبی!) آپ اللہ کی راہ میں لڑیں، آپ اپنی ذات کے سوا کسی

کے ذمے دار نہیں ہیں اور مومنوں کو بھی ترغیب دیجیے۔“^①

امام احمد نے سلیمان بن داود سے، انھوں نے ابو بکر بن عیاش سے اور انھوں نے ابواسحاق سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت براءؓ سے کہا کہ جو شخص مشرکوں پر حملہ کرتا ہے تو کیا وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث کیا اور آپ سے فرمایا: ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ﴾ اور آپ جس آیت کا حوالہ دے رہے ہیں تو اس کا تعلق اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور نہ کرنے سے ہے۔^②

مومنوں کو جہاد کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”اور مومنوں کو بھی ترغیب دیجیے۔“ یعنی انھیں جہاد کی ترغیب بھی دیں اور ان کا حوصلہ بھی بڑھائیں جیسا کہ آپ نے جنگ بدر کے دن ان کی صفیں درست کرتے ہوئے ان سے فرمایا تھا: [قُومُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ] ”ایسی جنت کے لیے کھڑے ہو جاؤ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔“^③

جہاد کی ترغیب کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ ہیں، مثلاً: امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، (وَأَتَى الزَّكَاةَ) وَصَامَ رَمَضَانَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، هَاجَرَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ حَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وَلَدَ فِيهَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا (نُبَشِّرُ) النَّاسَ بِذَلِكَ؟ قَالَ: إِنْ فِي الْجَنَّةِ مِائَةٌ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ، كُلُّ دَرَجَتَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَسَلُّوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ]

”جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اس زمین میں بیٹھ رہے جس میں وہ پیدا ہوا تھا۔ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے، جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹی ہیں۔“^④

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1017/3 . ② مسند أحمد: 281/4 . ③ صحیح مسلم، الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد، حدیث: 1901 عن أنسؓ . ④ صحیح البخاری، التوحید، باب: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (ہو: 11:7)، حدیث: 7423، البتہ [وَأَتَى الزَّكَاةَ] سنن النسائي، حدیث: 3134 اور [نُبَشِّرُ] صحیح البخاری، حدیث: 2790 میں ہے۔

حضرت عبادہ، حضرت معاذ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم سے بھی تقریباً اسی طرح مروی ہے۔^(۱) اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا أَبَا سَعِيدٍ! مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، فَعَجَبَ لَهَا أَبُو سَعِيدٍ، فَقَالَ: أَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَعَلَ، ثُمَّ قَالَ: وَأُخْرَى يُرْفَعُ بِهَا الْعَبْدُ مِائَةً دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، قَالَ: وَمَا هِيَ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ] ”اے ابوسعید! جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس بات سے تعجب کیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس بات کو دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے یہی بات دوبارہ فرمائی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک اور چیز ہے جس کی بنا پر بندہ مومن کو جنت میں سو درجوں تک رفعتوں سے ہمکنار کیا جاتا ہے جن میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہوتا ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ ابوسعید نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔“^(۲) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكْفِكَ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ط ”قريب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے۔“ یعنی جب آپ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیں گے، تب دشمنوں کے مقابلے کے لیے اور اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے ان کی ہمت، جرأت اور صبر و استقلال میں اضافہ ہو جائے گا۔ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنَكُّلًا (۶۴) ”اور اللہ لڑائی میں بہت سخت ہے اور سزا دینے میں بہت سخت ہے۔“ وہ دنیا و آخرت میں انھیں سزا دینے پر قادر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ (محمد 4: 47) ”یہ (حکم یاد رکھو) اور اگر اللہ چاہتا تو (خودی) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمھاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑو اور) کر لے۔“

اچھی اور بری سفارش: ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا ط ”جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا۔“ یعنی کسی ایسے معاملے کے لیے کوشش کرے جس کے نتیجے میں خیر و بھلائی مرتب ہو تو اسے بھی اس کے ثواب میں سے حصہ ملے گا۔ وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ط ”اور جو بری بات کی سفارش کرے، اس کو اس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا۔“ یعنی اسے اس گناہ میں سے حصہ

(۱) جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة درجات الجنة، حدیث: 2530 عن معاذ بن جبل و2531 و مسند أحمد: 321/5 عن عبادة و241، 240/5 عن معاذ بن جبل اور ان سے مروی روایت میں [حَجَّ النَّبِيِّ الْحَرَامِ] ہے اور [ولا أدری أذكر الزكاة أم لا] کے الفاظ بھی ہیں۔ و سنن النسائی، الجهاد، باب درجة المجاهد فی سبیل اللہ عزوجل، حدیث: 3134 عن أبي الدرداء۔ و سنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة الجنة، حدیث: 4331 عن معاذ۔ (۲) صحيح مسلم، الإمارة، باب بيان ما أعدّه اللہ تعالیٰ للمجاهد فی الجنة.....، حدیث: 1884 و سنن النسائی، الجهاد، باب درجة المجاهد فی سبیل اللہ عزوجل، حدیث: 3133.

ملے گا جو اس کی کوشش و نیت کی وجہ سے مرتب ہوا ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [إِشْفَعُوا تَوْجَرُوا، وَ يَقْضَى اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا شَاءَ] ”سفارش کرو تمہیں اجر و ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے فیصلہ کر دیتا ہے۔“^①

مجاہد بن جبر فرماتے ہیں کہ یہ آیت لوگوں کی آپس میں ایک دوسرے کے لیے سفارشوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^② ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْبِلًا﴾^③ ”اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عطاء، عطیہ، قدادہ اور مَطْرُورًا ق تسم فرماتے ہیں کہ مُقْبِلٌ کے معنی نگہبان کے ہیں۔^④ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی گواہ کے ہیں۔^⑤ انہی سے ایک روایت میں ہے کہ اس کے معنی محاسب کے ہیں۔^⑥

سلام کا بہتر انداز میں جواب دینے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا حُيِّنْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ ”اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا وہی الفاظ لوٹا دو۔“ یعنی جب کوئی مسلمان تمہیں سلام کہے تو اسے اس سے بہتر کلمے سے جواب دو یا انہی الفاظ میں جواب دے دو جن میں اس نے سلام کیا ہو، یاد رہے! بہتر الفاظ میں جواب دینا مستحب ہے، جبکہ انہی الفاظ میں جواب دینا فرض ہے۔

امام احمد نے ابورجاء عطارِ ردی اور انھوں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ (ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا) اور اس نے کہا: [السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: عَشْرٌ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: عَشْرُونَ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: ثَلَاثُونَ] ”السلام علیکم! آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے دس نیکیاں ہیں، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے بیس نیکیاں ہیں، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔“^⑦ امام ابو داؤد نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔^⑧ نیز اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی اور بزار نے بھی بیان کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔^⑨ اور کہا ہے کہ اس باب میں ابوسعید، حضرت علی، اور ہبل بن حذیف رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث

① صحیح البخاری، الزکاة، باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیہا، حدیث: 1432 وصحیح مسلم، البر والصلة،

باب استحباب الشفاعة فیما لیس بحرام، حدیث: 2627 عن أبی موسیٰ ﷺ. ② تفسیر الطبری: 254/5. ③ تفسیر

ابن أبی حاتم: 1019/3. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 1020/3. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 1020/3. ⑥ مسند أحمد:

439/4. ⑦ سنن أبی داؤد، الأدب، باب کیف السلام؟ حدیث: 5195. ⑧ جامع الترمذی، الاستئذان.....، باب

ما ذکر فی فضل السلام، حدیث: 2689 والسنن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ، باب ثواب السلام: 91/6،

حدیث: 10169 ومسند البزار: 62/9، حدیث: 3588.

مردی ہیں۔^①

اگر مسلمان شریعت میں مقرر کردہ آخری حد کے مطابق سلام کہے تو اسے اسی طرح سلام کا جواب دیا جائے گا جیسا اس نے کہا ہوگا۔ یاد رہے! ذمیوں کے ساتھ سلام کی پہلی نہ کی جائے اور نہ ان کے سلام کے جواب میں اضافہ کیا جائے بلکہ انھیں اس طرح جواب دیا جائے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ الْيَهُودُ فَإِنَّمَا يَقُولُ أَحَدُهُمْ: السَّلَامُ عَلَيْكَ، فَقُلْ: وَعَلَيْكَ] ”جب یہودیوں میں سے کوئی تمھیں سلام کہتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ تجھی پر موت وارد ہو، چنانچہ تم جواب میں یہ کہہ دو کہ تجھی پر (موت وارد ہو)۔“^②

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَبْدُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ، وَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ فَاصْطَرُّوهُ إِلَى أَصْبَحِهِ] ”یہودیوں اور عیسائیوں کو پہلے سلام نہ کہو اور جب رستے میں ان میں سے کسی کو ملو تو تنگ رستے کی طرف اس کو مجبور کر دو۔“^③

امام ابو داؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَفَلَا أَدْلُكُمْ عَلَى أَمْرٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ] ”اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمھیں ایک ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب اسے کرنے لگو تو آپس میں محبت بھی کرنے لگ جاؤ گے؟ (اور وہ عمل یہ ہے کہ) آپس میں ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہا کرو۔“^④

اور فرمان الہی: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ ”اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ تمام مخلوقات کے لیے صرف وہ واحد و یکتا ہی معبود ہے۔ اور یہ ارشاد باری تعالیٰ قسم پر مشتمل ہے کیونکہ اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿لِيَجْعَلَ لَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ ”وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کرے گا اس میں کوئی شک نہیں۔“ اور ﴿لِيَجْعَلَ لَكُمْ﴾ کا یہ لام جواب قسم ہے۔ اور ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ خبر اور ”قسم“ ہے کہ وہ پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کو عنقریب ایک میدان میں جمع کرے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾^⑤ ”اور اللہ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے؟“ اپنی بات، اپنی خبر اور اپنے وعدہ و وعید

① مسند البزار: 53/3، حدیث: 808 عن علیؑ ضعیف سند سے۔ وشعب الإیمان للبیہقی، باب فی مقاربتہ اہل

الدین.....، فصل فی کیفیۃ السلام.....: 454/6، حدیث: 8875 عن سهل بن حنیفؓ. ② صحیح البخاری،

الاستئذان، باب کیف الرد علی اہل الذمۃ؟ حدیث: 6257 وصحیح مسلم، السلام، باب النہی عن ابتداء اہل

الکتاب بالسلام.....، حدیث: 2164. ③ صحیح مسلم، السلام، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام.....،

حدیث: 2167. ④ سنن أبی داؤد، الأدب، باب إفشاء السلام، حدیث: 5193.

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ أَرْكَسُهُمْ بِمَا كَسَبُوا أَتُرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا

پھر تمہیں کیا ہوا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دُورگوہوں میں بٹ گئے ہو؟ حالانکہ اللہ نے ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں الٹا کر دیا ہے۔ کیا تم

مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ط وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝ (88) وَذُوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا

چاہتے ہو کہ ان لوگوں کو ہدایت دو جنہیں اللہ نے گمراہ کیا ہو؟ اور جسے اللہ گمراہ کرے، پھر اس کے لیے آپ ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے ۝ (88) وہ چاہتے

فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يَهَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط فَإِنْ تَوَلَّوْا

ہیں کہ تم بھی کفر کرو جس طرح کہ انھوں نے کفر کیا، پھر تم ان کے برابر ہو جاؤ، چنانچہ تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں

فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ (89)

ہجرت کریں، پھر اگر وہ (دین سے) منہ موڑیں تو انہیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ ۝ (89) مگر وہ لوگ (اس حکم سے

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ

مستثنیٰ ہیں) جو اس قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے یا (وہ منافق بھی مستثنیٰ ہیں) جو تمہارے پاس اس حالت میں آئیں کہ وہ لڑائی

أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ط وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ فَإِنْ

سے بیزار ہوں نہ تم سے لڑنا چاہتے ہوں اور نہ اپنی قوم سے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا، پھر وہ تم سے یقیناً لڑتے، لہذا اگر وہ تم سے کنارہ

اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ

کشی اختیار کر لیں اور تمہارے ساتھ لڑنے سے باز رہیں، اور تمہاری طرف صلح اور امن کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمہارے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی کہ

سَبِيلًا ۝ (90) سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ ط كُلَّمَا رُذِّقُوا

تم ان سے لڑائی کرو ۝ (90) تمہیں ایک اور قسم کے منافق ملیں گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی مگر جب کبھی وہ فتنے کا

إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكَسُوا فِيهَا فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ وَيَكْفُرُوا أَيْدِيَهُمْ

موقع پاتے ہیں تو اس میں کود پڑتے ہیں، چنانچہ ایسے لوگ اگر تم سے مقابلہ کرنے سے باز نہ آئیں اور تمہیں صلح اور امن کی پیشکش نہ کریں اور لڑائی سے

فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ط وَأُولَٰئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۝ (91)

اپنے ہاتھ نہ روکیں تو تم انہیں جہاں کہیں پاؤ، پکڑ کر قتل کرو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر (تمہارا ٹھکانے کے لیے) ہم نے تمہیں کھلی اجازت دے دی ہے ۝ (91)

میں اس سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ہو سکتا۔ فَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَلَا رَبَّ سِوَاهُ۔

تفسیر آیات: 88-91

اُحد سے واپس آ جانے والے منافقوں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف: منافقوں کے بارے میں اختلاف کرتے ہوئے مومنوں نے جو دو قول اختیار کر لیے تھے اللہ تعالیٰ نے اس روش کی تردید فرمائی۔ اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں اختلاف ہے، امام احمد نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ اُحد کے لیے نکلے تھے، اس وقت آپ کے ساتھ نکلنے والوں میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے تھے، تو ان کے بارے میں

صحابہ کرام دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک گروہ کا کہنا تھا کہ ہمیں انھیں قتل کر دینا چاہیے جبکہ دوسرے گروہ کی رائے یہ تھی کہ نہیں انھیں قتل نہیں کرنا چاہیے، لہذا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ﴾ ”تو کیا سبب ہے کہ منافقوں کے بارے میں تم دو گروہ ہو رہے ہو؟“ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّهَا طَبِئَةٌ وَإِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِئْصَةِ] ”یہ شہر طیبہ ہے، یہ میل کچیل کو اسی طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔“^① اسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے۔^②

عونی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مکہ کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن وہ مشرکوں کو غالب کرنا چاہتے تھے، وہ اپنی کسی ضرورت سے مکہ سے نکلے تو اس وقت کہنے لگے کہ اگر اصحاب محمد ﷺ سے ہماری ملاقات ہوگئی تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مومنوں کو جب ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک جماعت یہ کہنے لگی کہ ان نامرادوں کے پیچھے جاؤ اور انھیں قتل کر دو، یہ تمہارے دشمن کو تم پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔ مومنوں کی ایک دوسری جماعت نے کہا کہ سبحان اللہ! کیا تم ایسے لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہو جو تمہاری ہی طرح مسلمان ہیں؟ محض اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ انھوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھروں کو نہیں چھوڑا اور اس وجہ سے تم ان کے خونوں اور مالوں کو حلال سمجھنے لگے ہو؟

اس طرح مسلمان دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے مابین موجود تھے اور آپ ﷺ نے (ابھی تک) ان میں سے کسی کو کسی بات سے روکا بھی نہ تھا، تب اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ﴾ ”تو کیا سبب ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو؟“^③ اسے امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔^④

وَاللَّهُ أَدْرَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا ۖ ”حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کر دیا ہے۔“ یعنی انھیں غلطی میں مبتلا کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿أَدْرَسَهُمْ﴾ کے معنی اَوَّعَهُمْ کہ انھیں مبتلا کر دیا ہے، الجھادیا ہے۔^⑤ ”بِمَا كَسَبُوا“ ”ان کے اعمال کی وجہ سے۔“ یعنی اس لیے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت کی ہے۔

① مسند أحمد: 184/5 تفسیر ابن کثیر میں: [كَمَا يَنْفِي الْكِبْرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ] کے الفاظ ہیں جبکہ ان کا سیاق یہ نہیں بلکہ وہ ہجرت مدینہ کے ضمن میں منقول ہیں۔ واللہ أعلم۔ دیکھیے صحیح البخاری، فضائل المدینہ، باب فضل المدینہ، حدیث: 1871 و صحیح مسلم، الحج، باب المدینہ، تنفی خبثها، حدیث: 1382 عن أبي هريرة ر. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ﴾ (النساء: 88)، حدیث: 4589 و صحیح مسلم، کتاب و باب صفات المنافقین.....، حدیث: 2776 مختصراً۔ اور اس حدیث کا یہ حصہ: [إِنَّهَا طَبِئَةٌ.....] صحیح مسلم، الحج، باب المدینہ تنفی خبثها.....، حدیث: 1384 میں ہے، نیز جامع الترمذی کے الفاظ یہ ہیں: [إِنَّهَا طَبِئَةٌ] وقال [إِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيدِ]، التفسیر، باب ومن سورة النساء، حدیث: 3028. ③ تفسیر الطبری: 263/5. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 1023/3. ⑤ تفسیر الطبری: 266/5.

اور باطل کی اتباع کی۔ ﴿اَتْرِيدُونَ اَنْ تُهْدُوا وَمَنْ اضْلَلُ اللّٰهُ ط وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيْلًا﴾ ⑧ ”کیا تم چاہتے ہو کہ ان لوگوں کو ہدایت دو جنہیں اللہ نے گمراہ کر دیا ہو؟ اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے، پھر آپ اس کے لیے کبھی بھی رستہ نہیں پائیں گے۔“ مطلب یہ ہے کہ اسے ہدایت کا رستہ نہیں مل سکتا اور وہ کبھی بھی ہدایت حاصل نہیں کر سکتا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَدُّوا لَوْ تُكْفِرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً﴾ ”وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں (اسی طرح) تم بھی کافر ہو کر (سب) برابر ہو جاؤ۔“ یعنی وہ تمہارے لیے بھی گمراہی کو پسند کرتے ہیں تاکہ تم اور وہ سب بھی گمراہی میں برابر ہو جاؤ اور یہ اس لیے کہ وہ تم سے شدید عداوت اور بغض رکھتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ”پس جب تک وہ اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں، لہذا تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بنانا۔“ ﴿فَاِنْ كُوْنُوْا﴾ کے معنی عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیے ہیں کہ اگر وہ ہجرت کو ترک کر دیں۔ اور امام سدی نے یہ بیان کیے ہیں کہ اگر وہ کفر کا اظہار کریں۔ ①

لڑائی سے مستثنیٰ کیے جانے والے: پھر اللہ تعالیٰ نے لڑائی سے مستثنیٰ کیے جانے والوں کا ذکر فرمایا: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمِهِمْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّمْنًا﴾ ”مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملے ہوں جن کا تم سے (صلح کا) عہد ہو۔“ یعنی جو ایسے لوگوں سے جا ملیں جن کا تم سے صلح یا ذمہ کا عہد ہو تو ان سے معاملہ بھی انہی کی طرح کرو۔ یہ سدی، ابن زید اور ابن جریر کا قول ہے۔ ②

صحیح بخاری میں صلح حدیبیہ کے قصے میں ہے کہ جس نے چاہا وہ قریش کے ساتھ صلح و عہد میں داخل ہو گیا اور جس نے چاہا وہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ صلح اور عہد میں داخل ہو گیا۔ ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس حکم کو اس آیت نے منسوخ کر دیا تھا: ﴿اِذَا اُتِيَ الْاَشْهُرُ الْحُرْمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ﴾ (التوبة: 5) ”پھر جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔“ ④

﴿اَوْ جَاءَكُمْ حَصْرَتٌ مِّنْ دُوْرِهِمْ﴾ ”یا (ایسے لوگ ہوں کہ) لڑائی سے دلبرداشتہ ہو کر تمہارے پاس چلے آئیں۔“ یہ کچھ دوسرے لوگ ہیں جن کے خلاف جنگ کرنے کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میدان جنگ میں آتے ہیں تو ان کے دل تنگ ہوتے ہیں، وہ تم سے لڑنے کو ناپسند کرتے ہیں اور وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں، یعنی وہ نہ تمہارے ساتھ ہیں اور نہ تمہارے مخالف ہیں۔

﴿وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَسَاطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتُوْكُمْ﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے۔“ لیکن اپنے لطف و کرم سے اس نے انہیں تم سے دور رکھا۔ ﴿فَاِنْ اَعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَالْقَوَا اِلَيْكُمْ السَّلَامُ﴾

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1026/3. ② تفسیر الطبری: 268/5. ③ ماخوذ از صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط

فی الجہاد والمصالحة، حدیث: 2731 و مسند أحمد: 325/4 و اللفظ له عن المسور بن مخرمة ؓ. ومروان

بن الحکم مرسلًا. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 1027/3.

”پھر اگر وہ تم سے (جنگ کرنے سے) کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں۔“ یعنی پھر صلح کر لیں چاہیں ﴿فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا﴾ ﴿٩٠﴾ ”تو اللہ نے تمہارے لیے کوئی راہ نہیں رکھی کہ ایسے لوگوں کے خلاف جنگ کرو۔“ یعنی جب تک ان کا حال اس طرح ہے تو تمہیں ان سے لڑنے کی اجازت نہیں ہے، یہ بنی ہاشم کے ان لوگوں کی طرح ہیں جو بدر کے دن مشرکوں کے ساتھ نکلے تھے اور وہ جنگ میں شریک تو ہوئے لیکن وہ اسے ناپسند کرتے تھے، مثلاً: حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ، اسی لیے اس دن نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قتل سے منع فرمایا تھا اور قید کرنے کا حکم دیا تھا۔^①

﴿سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ ط﴾ ”عنقریب کچھ اور لوگ ایسے بھی پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں۔“ یہ لوگ ظاہری صورت میں تو ان لوگوں ہی کی طرح ہیں جن کا پہلے ذکر ہوا لیکن یہ نیت کے اعتبار سے ان سے مختلف ہیں کیونکہ یہ منافق ہیں، نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے تو اسلام کا اظہار کرتے تاکہ اپنے خونوں، مالوں اور اولادوں کو بچا سکیں مگر خفیہ طور پر یہ کفار سے دوستی رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ مل کر وہی عبادت کرتے ہیں جو وہ عبادت کرتے ہیں تاکہ ان کے پاس مومن ہو جائیں اور خفیہ طور پر بھی یہ انہی کے ساتھ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شُيُطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ ط﴾ (البقرة: 14)

”اور وہ جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہا ہوتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔“ اور یہاں یہ فرمایا: ﴿كَلِمًا دُذُّوًا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكَسُوا فِيهَا﴾ (لیکن) جب کبھی فتنہ انگیزی کو بلائے جائیں تو اس میں اوندھے منہ گر پڑیں۔“ یعنی منہمک ہو جائیں۔ سُدّی کہتے ہیں کہ یہاں فتنے سے مراد شرک ہے۔^②

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مکہ کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ جب نبی اکرم ﷺ کے پاس آتے تو ریاکاری کی وجہ سے آپ کو سلام کہتے اور جب قریش کے پاس واپس جاتے تو اپنے بتوں کے سامنے اوندھے منہ گر جاتے اور اس طرز عمل سے وہ یہ چاہتے تھے کہ اپنے آپ کو دونوں کے ہاں محفوظ کر لیں تو اس وجہ سے ان سے لڑنے کا حکم دیا گیا، بشرطیکہ وہ کنارہ کشی اختیار نہ کریں اور صلح نہ کر لیں۔^③ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِنْ لَمْ يَعْزُبُوا عَنْكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمْ السَّلَامَ ط﴾ ”پھر اگر تم سے (لڑنے سے) کنارہ کشی نہ کریں اور نہ تمہاری طرف (پیغام) صلح بھیجیں۔“ یعنی صلح کا معاہدہ نہ کر لیں ﴿وَيُلْقُوا إِلَيْهِمْ ط﴾ ”اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں۔“ یعنی جنگ سے ﴿وَحَدُّهُمْ ط﴾ ”تو ان کو پکڑ لو۔“ یعنی قیدی بنالو۔ ﴿وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ط﴾ ”اور جہاں ان کو پاؤ قتل کر دو۔“ ﴿وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ ﴿٩١﴾ ”اور ان لوگوں کے مقابلے میں ہم نے تمہارے لیے حجت صریح مقرر کر دی ہے۔“ یعنی روشن اور واضح دلیل۔

① المستدرک للحاکم: 223/3، حدیث: 4988 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، والطبقات الکبریٰ لابن سعد: 4/10، 11 اور دیکھیے

صحیح البخاری، العتق، باب إذا أسرا أخو الرجل.....، حدیث: 2537 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3/1029۔

③ تفسیر الطبری: 5/273۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَاقُتَلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ

اور کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے (ہو جائے تو اور بات ہے) اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے، اس پر

رَقَبَةٌ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَّةٌ مُّسْلِمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

ایک مسلمان غلام آزاد کرنا اور مقتول کے رشتے داروں کو خون بھادا کرنا لازم ہے۔ ہاں، اگر وہ لوگ معاف کر دیں (تو اور بات ہے)۔ پھر اگر وہ مقتول

عَدُوٌّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ

ایسی قوم میں سے ہو جو تمہاری دشمن ہو جبکہ وہ خود مومن ہو تو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا لازم ہے۔ اور اگر وہ ایسی قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے

وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَّةٌ مُّسْلِمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ

درمیان معاہدہ ہو چکا ہو تو اس کے وارثوں کو خون بھادا جائے گا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا، پھر جو شخص غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ دو

يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۖ تَوْبَةُ مِّنَ اللَّهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ

ماہ لگا تا روزے رکھے، یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے توبہ (قبول کرنے کا ذریعہ) ہے۔ اور اللہ خوب جاننے والا، بہت حکمت والا ہے ﴿٩٢﴾ اور جو شخص کسی

يَقُتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَبِدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خُلْدًا ۚ فِيهَا وَغَضَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ

مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوگی اور اللہ نے اس کے لیے بہت

وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾

بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿٩٣﴾

تفسیر آیات: 92، 93

مومن کے قتل خطا کے بارے میں حکم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مومن بھائی کو

کسی طرح بھی قتل کرے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَحِلُّ دَمُ

أَمْرِي مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَن لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا بِأَحَدٍ ثَلَاثٍ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالنَّيْبُ الزَّانِي،

(وَالنَّارُكَ لِذِيهِ الْمَفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ)] ”کسی ایسے مسلمان آدمی کا جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں

اللہ کا رسول ہوں، تین میں سے کسی ایک صورت کے سوا خون حلال نہیں ہے: (1) جان کے بدلے جان (2) شادی شدہ بدکار

اور (3) اپنے دین اسلام سے ارتداد کر کے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔“ ﴿٩١﴾

پھر جب ان تین میں سے کوئی ایک صورت وقوع پذیر ہو تو رعایا میں سے کسی کو اس کے قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ

یہ امام یا اس کے نائب کا اختیار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِلَّا خَطَاً﴾ ”مگر غلطی سے۔“ یہ استثناء منقطع ہے۔ ﴿٩٢﴾

① صحیح البخاری، الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ﴾، حدیث: 6878 و صحیح

مسلم، القسامة والمحابرین، باب ما یباح به دم المسلم، حدیث: 1676 آخری جملہ صحیح مسلم کے مطابق ہے۔ ② اور اس

صورت میں إِلَّا بمعنی لیکن ہوگا اور مفہوم یہ ہوگا کہ کسی مومن کو کسی بھی صورت الاثن نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن اگر اس کو غلطی سے قتل

کر بیٹھے تو اس (قاتل) پر یہ حد ہے۔ تفسیر القرطبی: 312/5.

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مجاہد وغیرہ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عیاش بن ابوربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو ابوجہل کا اپنی ماں اسماء بنت سلمہ بن مُخَرَّبَہ کی طرف سے بھائی تھا۔ اس نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جو ابوجہل کے ساتھ مل کر انھیں اسلام قبول کرنے کی وجہ سے تکلیفیں دیا کرتا تھا اور وہ حارث بن یزید عامری تھا، عیاش نے اس کے لیے اپنے دل میں برے ارادے کو چھپائے رکھا مگر وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے ہجرت بھی کر لی لیکن عیاش کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ اور اس نے فتح مکہ کے دن جب اسے دیکھا تو سمجھا کہ شاید وہ ابھی تک اپنے دین پر ہے، اس لیے اس نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا۔^(۱)

عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ انھوں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس نے اس وقت کلمہ پڑھ لیا تھا جب انھوں نے اس پر تلوار کو اٹھایا، انھوں نے اس واقعے کا ذکر جب نبی اکرم ﷺ کے پاس کیا تو کہا کہ اس نے محض اپنی جان بچانے کی خاطر کلمہ پڑھا تھا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: [أَلَا شَقَقْتُ عَنْ قَلْبِهِ؟] ”کیا تم نے اس کے دل کو چیر (کردیکھ) لیا تھا؟“^(۲) لیکن (صحیح بخاری و مسلم کی) حدیث میں یہ قصہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ کسی اور صحابی سے منسوب ہے۔^(۳)

اور فرمان الہی ہے: وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٌ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ“ اور جو غلطی سے بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کر دے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے۔“ قتلِ خطا میں یہ دونوں چیزیں واجب ہیں۔ ایک تو اس عظیم گناہ کا کفارہ ہے، خواہ بغیر ارادے کے غلطی ہی سے سرزد ہوا ہو اور اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ایک مومن (غلام) کی گردن کو آزاد کیا جائے، کافر کی گردن کو آزاد کر کے بھی عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ امام احمد نے ایک انصاری صحابی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ وہ ایک سیاہ رنگ کی لونڈی کو لے کر آیا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھ پر ایک مومن گردن کی آزادی واجب ہے، اگر آپ اس لونڈی کو مومن سمجھتے ہیں تو میں اسے آزاد کر دیتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: [أَتَشْهَدِينَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟] قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: أَتَشْهَدِينَ أَنَّي رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: أَتُؤْمِنِينَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: أُعْتِقُهَا“ ”کیا تو گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: کیا تو اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: کیا تو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان رکھتی ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: اسے آزاد کر دو۔“^(۴) اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اگر صحابی کا نام مذکور نہیں ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱) ملخص از تفسیر الطبری: 276/5 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1031/3. (۲) ملخص از تفسیر الطبری: 278/5 لیکن یہ روایت مرسل ہے۔ (۳) یعنی حضرت أسامہ بن زید رضی اللہ عنہ دیکھیے صحیح البخاری، المغازی، باب بعث النبی ﷺ أسامة بن زيد.....،

حدیث: 4269 و صحیح مسلم، الإیمان، باب تحریم قتل الکافر.....، حدیث: 96. (۴) مسند أحمد: 452، 451/3. اور اس باب میں معاویہ بن حکم سے بھی روایت ہے، صحیح مسلم، المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاة، حدیث: 537.

﴿وَدِيَّةٌ مِّمَّا لِيَ الْأَهْلِ﴾ ”اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے۔“ یہ دوسرا واجب ہے جو قاتل کو مقتول کے وارثوں کو ان کے عزیز کے فوت ہو جانے کی وجہ سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ اور واجب ہے کہ قتل خطا کی دیت میں پانچ قسم کے اونٹ ادا کیے جائیں۔^① جیسا کہ امام احمد اور اہل سنن نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قتل خطا کی دیت میں فیصلہ فرمایا کہ بیس بنت مخاض (ایسی اونٹیاں جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو گئی ہوں) بیس ابن مخاض (ایسے اونٹ جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو گئے ہوں) بیس بنت لبون (ایسی اونٹیاں جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو گئی ہوں) بیس، جذعہ (ایسے اونٹ جو عمر کے پانچویں سال میں داخل ہو گئے ہوں) اور بیس جثہ (ایسے اونٹ جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو گئے ہوں) ادا کیے جائیں یہ سنن نسائی کی روایت کے الفاظ ہیں۔^②

یہ دیت قاتل کے اپنے مال میں سے نہیں بلکہ اس کے عاقلہ (قاتل کے اولاد کے علاوہ پوری رشتے دار جن پر دیت واجب ہوتی ہے) پر واجب ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاندان ہذیل کی دو عورتیں لڑ پڑیں تو ایک نے دوسری کو پتھر مار کر اسے اور اس کے پیٹ کے بچے کو قتل کر دیا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ جھگڑا پیش ہوا، چنانچہ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ جنین کی دیت غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہے اور عورت کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔^③

اس کا تقاضا ہے کہ عمد خطا کا حکم وجوب دیت میں محض قتل ہی کی طرح ہے لیکن اس میں دیت عمد کی طرح تین قسم کے اونٹوں کی صورت میں واجب ہے کیونکہ اس میں عمد کا شبہ ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا، انھوں نے انھیں اسلام کی دعوت دی مگر وہ اچھی طرح سے اُسلَمَنانہ کہہ سکے اور انھوں نے صَبَانًا صَبَانًا ”ہم بے دین ہو گئے ہم بے دین ہو گئے“ کہنا شروع کر دیا، تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کرنا شروع کر دیا اور..... جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی، تب آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: اَللّٰهُمَّ! اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ] ”اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے، میں اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔“^④ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انھوں نے ان کے مقتولوں کی دیت اور تلف شدہ اموال حتیٰ کہ ان کے کتوں کے پانی پینے کے

① مسند أحمد: 384/1 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ② مسند أحمد: 450/1 و سنن النسائی، القسامة، باب ذکر أسنان دية الخطأ، حدیث: 4806 و سنن أبی داود، الدیات، باب الدية کم هی؟ حدیث: 4545 و جامع الترمذی، الدیات، باب ماجاء فی الدية کم هی.....؟ حدیث: 1386 و سنن ابن ماجه، الدیات، باب دية الخطأ، حدیث: 2631 مذكوره روایت ضعیف ہے، البتہ شواہد کی بنا پر حسن ہے۔ دیکھیے مسند أحمد: 78/21 و سنن أبی داود، حدیث: 4541-4554 و سنن النسائی، حدیث: 4805۔ ③ صحیح البخاری، الدیات، باب جنین المرأة، وأن العقل علی الوالد وعصبة الوالد لا علی الولد، حدیث: 6909 و صحیح مسلم، القسامة والمحارین، باب دية الجنین ووجوب الدية فی قتل الخطاء.....، حدیث: (35)-1681 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ۔ ④ صحیح البخاری، المغازی، باب بعث النبی ﷺ خالد بن الولید إلی بنی جذیمه، حدیث: 4339۔

برتنوں تک کا معاوضہ ادا کر دیا۔^①

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ امام یا اس کے نائب کی غلطی کی دیت یا کفارہ بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ ﴿إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا﴾ ”ہاں، اگر وہ معاف کر دیں (تو ان کو اختیار ہے۔)“ یعنی اس میں دیت واجب ہے جو مقتول کے وارثوں کو ادا کی جائے گی۔ ہاں، اگر وہ معاف کر دیں تو پھر دیت واجب نہیں ہے۔ ﴿وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ﴾ ”پھر اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے۔“ یعنی اگر مقتول مومن ہو مگر اس کے وارث حربی کافر ہوں تو ان کے لیے دیت نہیں ہے لیکن قاتل کو ایک مسلمان غلام ضرور آزاد کرنا ہوگا نہ کہ کوئی غیر مسلم۔ ﴿وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ﴾ ”اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو جن کا تم سے (صلح کا) عہد ہو۔“ یعنی اگر مقتول کے وارث ذمی ہوں یا ان سے صلح کا معاہدہ کیا گیا ہو تو پھر انھیں ان کے مقتول کی دیت ادا کی جائے۔

اور مقتول اگر مومن ہو تو کامل دیت بھی ادا کی جائے گی اور قاتل پر ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا بھی واجب ہوگا۔ ﴿فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ﴾ ”پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے۔“ جن میں ایک دن کے روزے کا نافع بھی نہ کرے بلکہ مسلسل دو ماہ روزے رکھے، اگر اس نے کسی مرض یا (عورت ہے تو) حیض و نفاس وغیرہ کے کسی شرعی عذر کے بغیر ایک دن بھی نافع کر لیا تو اسے از سر نو روزے رکھنا ہوں گے۔ ﴿تُوبَةُ مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمًا﴾ ”یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے (قبول) (توبہ) (کے لیے) ہے اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) بڑا حکمت والا ہے۔“ یعنی جس قاتل نے قتل خطا کا ارتکاب کیا ہو اور وہ آزاد کرنے کے لیے غلام نہ پائے تو اس کی توبہ کی صورت یہ ہے کہ وہ متواتر دو ماہ کے روزے رکھے۔ ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمًا﴾ ”کی تفسیر قبل ازیں کئی بار بیان کی جا چکی ہے۔“^②

قتل عمد پر وعید: قتل خطا کے حکم کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے قتل عمد کا حکم بیان کیا، چنانچہ فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدِّيًا﴾ ”اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا۔“ یہ شدید سزائیں اور زبردست وعید ہے، اس شخص کے لیے جو اس کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے جسے کتاب اللہ کی کئی آیات میں شرک کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے، مثلاً: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الفرقان: 25: 68) ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس نفس کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (شریعت کے حکم) سے۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِمْلَاقٌ نَحْنُ نَرِزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنٌ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ

① فُصِّلَ فِي السِّيَرَةِ النَّبَوِيَّةِ لِابْنِ هِشَامٍ، غَضَبَ الرَّسُولِ مِمَّا فَعَلَ خَالِدٌ وَإِسْرَالَهُ عَلَيْهِ: 4/74، 73 و دلائل النبوة للبيهقي،

باب بعث النبي ﷺ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ: 5/114۔ ② دیکھیے النساء، آیات: 11 اور 24 کے ذیل میں۔

إِلَّا بِالْحَقِّ ذِكْرِكُمْ وَضَعِكُمْ بِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○ (الأنعام: 151) ”کہہ دیجیے (لوگو!) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کر دی ہیں (ان کی نسبت اس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے (بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) احسان کرتے رہنا۔ اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا (کیونکہ) تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کا وہ تمہیں ارشاد فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔“

قتل کی حرمت کے بارے میں آیات کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ احادیث ہیں، مثلاً: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ] ”قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے خونوں ہی کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔“^① ایک دوسری حدیث میں ہے جسے امام ابوداؤد نے بروایت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنَقًا صَالِحًا مَا لَمْ يُصَبْ دَمًا حَرَامًا، فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَغَ] ”مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تیز رفتار، عمل میں ہوشیار اور نیکو کار رہتا ہے، بشرطیکہ حرام خون کا ارتکاب نہ کرے اور جب وہ کسی حرام خون کا ارتکاب کر لیتا ہے تو وہ تھک ہار کر (ان صفات سے) منقطع ہو جاتا ہے۔“^② ایک اور حدیث میں ہے: [لَزَوَالِ الدُّنْيَا أَهْوَىٰ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ] ”پوری دنیا کا ختم ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان آدمی کے قتل کی نسبت کم تر ہے۔“^③

کیا عمدہ قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہو جاتی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ مومن کو قصد امارڈالنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن جبیر کا قول بیان کیا ہے کہ اس مسئلے میں جب اہل کوفہ میں اختلاف ہوا تو میں سفر کر کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعِدًّا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ ”اور جو شخص مسلمان کو قصد امارڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے۔“ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور اسے کسی شے نے منسوخ نہیں کیا۔^④

جمہور سلف و خلف امت کا قول یہ ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے، اگر وہ توبہ کر لے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر

① صحیح البخاری، الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعِدًّا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾، حدیث: 6864

و صحیح مسلم، القسامة والمحاربين، باب المجازاة بالدماء فی الآخرة.....، حدیث: 1678. ② سنن أبی داؤد،

الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، حدیث: 4270. ③ جامع الترمذی، الدیات، باب ماجاء فی تشدید

قتل المؤمن، حدیث: 1395 و سنن النسائی، تحريم الدم، باب تعظیم الدم، حدیث: 3992. ④ عن عبد اللہ بن عمرو

رضی اللہ عنہ. ⑤ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعِدًّا﴾ (النساء: 93)، حدیث: 4590. مزید

دیکھیے حدیث: 3855 و صحیح مسلم، التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: 3023.

لے، خشوع و خضوع کا اظہار کرے اور نیک عمل، بجالانا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور مقتول کو اپنے فضل و کرم سے نواز کر خوش کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ تَالِئًا مِّنْ تَابٍ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاولئك يَبْذِلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ط﴾ (الفرقان: 68-70) ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے..... مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔“ اس خبر کو منسوخ قرار دینا اور اسے صرف مشرکوں پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور آیت: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا﴾ کو صرف مومنوں پر محمول کرنا خلاف ظاہر اور محتاج دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِيُعَذِّبَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِّنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ ط﴾ (الزمر: 53) ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔“ یہ آیت کریمہ کفر، شرک، شک، نفاق، قتل اور فسق وغیرہ سب گناہوں کے لیے عام ہے جو شخص بھی ان گناہوں سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (النساء: 48) ”اللہ (اس گناہ کو) نہیں بخشنے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا جس کے لیے اور جس گناہ کو چاہے معاف کر دے۔“ اور یہ آیت بھی شرک کے سوا دیگر تمام گناہوں کو شامل ہے اور اس کا اس سورہ کریمہ میں اس آیت کے بعد اور اس سے پہلے ① ذکر اس لیے کیا گیا ہے تاکہ گناہوں کی مغفرت کی امید کو تقویت پہنچائی جاسکے۔

صحیح بخاری و مسلم میں اس اسرائیلی کا واقعہ بھی موجود ہے جس نے ایک سوانسان کو قتل کیا تھا اور جب اس نے ایک عالم سے پوچھا کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو اس نے کہا: کیوں نہیں! آپ کے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ پھر اس نے ایک بستی کی طرف بھی رہنمائی کی کہ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس نے اس بستی کی طرف ہجرت کی تو اسے رستے ہی میں موت آگئی تو اس کی روح کو رحمت کے فرشتے نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ ② ہم نے اس واقعے کو کئی بار ذکر کیا ہے۔ ③ اگر بنی اسرائیل کے اس شخص کی جرم قتل سے توبہ قبول ہو سکتی ہے تو اس امت کے گناہ گاروں کی توبہ تو بالاولیٰ قبول ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے وہ تمام بوجھ اور بیڑیاں اتار چھینکی ہیں جو ان پر ڈال دی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو آسان دین حنیف کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔

آیت کریمہ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَذِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ائمہ سلف میں سے ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ سزا دینا چاہے تو یہ اس قاتل کی سزا ہے۔ ④ اسی طرح ہر گناہ کے بارے میں جو وعید بیان کی گئی ہے، اس کا یہی مفہوم ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کچھ ایسے اعمال صالحہ بھی کیے ہوں جو اس تک اس سزا کو نہ

① یعنی آیت: 48 اور 116. ② ملخص از صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب: 54، حدیث: 3470 و صحیح مسلم،

التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله، حدیث: 2766 عن أبي سعيد الخدري ؓ مفصلاً. ③ دیکھیے النساء

100:4 اور الزمر 53:39 کے ذیل میں۔ ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 1038/3. دیکھیے الدر المنثور: 352/2.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم اللہ کے راستے میں نکلو تو تحقیق کر لیا کرو، اور جو شخص تمہیں سلام کرے تو اس کے متعلق یہ نہ کہو کہ تو مومن

السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ ط

نہیں۔ تم دنیاوی زندگی کا سامان چاہتے ہو، تو اللہ کے پاس (تمہارے لیے) بہت سے مال غنیمت ہیں۔ تم اس سے پہلے خود بھی اس حالت

كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٩٤﴾

میں مبتلا رہ چکے ہو، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، لہذا معاملے کی تحقیق کر لیا کرو۔ بے شک تم جو عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿94﴾

پہنچنے دیں وعید کے سلسلے میں یہ ایک انتہائی مستحسن قول ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔ اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قاتل جہنم میں داخل ہوگا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے ہم نوا لوگوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں یا جہنم کے بقول اس کا کوئی عمل صالح نہ ہو جو اسے جہنم سے بچا سکے تو پھر بھی وہ ابدی جہنمی نہیں ہوگا۔ خلود سے مراد یہ ہوگا کہ وہ طویل عرصے تک جہنم میں رہے گا کیونکہ متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْإِيمَانِ] ”جہنم میں سے ہر اس شخص کو باہر نکال لیا جائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو“۔ ﴿٩٤﴾

تفسیر آیت: 94

سلام کہنا اسلام کی علامت ہے: امام احمد نے عکرمہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کو بیان کیا ہے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ اس نے انہیں سلام کہا تو انہوں نے کہا کہ اس نے ہم سے پہنچنے کے لیے سلام کہا ہے، لہذا انہوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ﴿٩٤﴾ امام ترمذی نے اسے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور اس باب میں حضرت اسامہ بن زید سے بھی حدیث مروی ہے۔ ﴿٩٤﴾ امام حاکم نے بھی اسے روایت کیا اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے (اس سند سے) بیان نہیں کیا۔ ﴿٩٤﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص اپنی بکریوں کے ریوڑ میں تھا کہ مسلمانوں نے اسے جالیا، تو اس نے کہا: السلام علیکم مگر انہوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریوں کو پکڑ لیا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ اور جو شخص تم کو سلام

① صحیح البخاری، ایمان، باب تفاضل أهل الإيمان.....، حدیث: 22 عن أبي سعيد رضي الله عنه. و 44 عن أنس رضي الله عنه.

و صحیح مسلم، ایمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة، حدیث: (326)-193 عن أنس رضي الله عنه. و جامع الترمذی، صفة

جہنم، باب منه قصة آخر أهل النار، حدیث: 2598 واللفظ له عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه. ② مسند أحمد:

229/1. ③ جامع الترمذی، التفسیر، باب ومن سورة النساء، حدیث: 3030 اور وفی الباب سے غالباً صحیحین کی اس

روایت کی طرف اشارہ ہے، دیکھیے صحیح البخاری: 4269 و صحیح مسلم: 96. ④ المستدرک للحاکم، التفسیر: 235/2،

کرے، اس سے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت: ﴿عَرَضَ الْحَيَوةَ الدُّنْيَا﴾ ”دنیا کی زندگی کے فائدے“ سے مراد یہی مالِ غنیمت ہے۔ (اور السِّلْمُ) میں کئی اور قراءتیں بھی ہیں، مثلاً: السَّلَامُ اور السَّلَمُ۔) جبکہ انھوں نے السَّلَمُ ہی پڑھا ہے۔^① امام احمد رحمہ اللہ نے قَعْقَاع کی اپنے باپ عبداللہ بن ابوحذافہ رضی اللہ عنہما سے روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اِضْمٌ^② کی طرف بھیجا، چنانچہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوا جس میں ابوقنادہ حارث بن ربیع اور مُحَلَّم بن جَنَامہ بن قیس رضی اللہ عنہما بھی تھے، ہم چلے جا رہے تھے اور جب وادی اِضْم میں پہنچے تو عامر بن اَضْبُط اشجعی اپنے اونٹ پر سوار ہمارے قریب ہوئے تو ان کے پاس تھوڑا سا سامان اور دودھ کا مشکیزہ بھی تھا، جب وہ ہمارے پاس سے گزرے تو انھوں نے ہمیں سلام کہا جس کی وجہ سے ہم نے تو انھیں کچھ نہ کہا مگر مُحَلَّم بن جَنَامہ نے حملہ کر کے انھیں قتل کر دیا، اس لیے کہ دونوں میں پہلے سے کوئی ناراضی تھی، مُحَلَّم نے اس کے اونٹ اور سامان کو بھی لے لیا، جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ کو یہ واقعہ بتایا، چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا۔^③ اس روایت کو بیان کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ متفرد ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقدار سے فرمایا تھا: [إِذَا كَانَ رَجُلٌ مِّمَّنْ^④ يُخْفِي إِيمَانَهُ مَعَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَأُظْهِرَ إِيمَانَهُ فَقَتَلْتَهُ، فَكَذَلِكَ كُنْتَ أَنْتَ تُخْفِي إِيمَانَكَ بِمَكَّةَ مِنْ قَبْلِ] ”یہ شخص اپنی قوم کفار میں رہتے ہوئے اپنے ایمان کو مخفی رکھے ہوئے تھا مگر جب اس نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تو تو نے اسے قتل کر دیا، حالانکہ تو بھی اس سے پہلے مکہ میں اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔“^⑤ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معلق اور مختصر بیان کیا ہے جبکہ یہ روایت مطول اور موصول بھی مروی ہے۔

چنانچہ حافظ ابوبکر بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سَرِیَّہ روانہ فرمایا جس میں مقدار بن اسود بھی تھے، جب وہ لوگوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ الگ الگ ہو چکے ہیں مگر ایک شخص جس کے پاس بہت سامان ہے، وہ ابھی تک وہیں ہے، اس نے انھیں دیکھ کر کہہ دیا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مگر مقدار نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، اس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا: کیا تم نے ایسے آدمی کو بھی قتل کر دیا جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ﴾ (النساء: 4: 94)، حدیث: 4591 و صحیح

مسلم، التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: 3025۔ ② یہ مدینہ منورہ کی شمالی جانب ارض جھینہ کی ایک جگہ کا نام

ہے جو جبل احد کے پیچھے واقع ہے۔ ③ مسند أحمد: 11/6 والسیرة النبویة لابن هشام، غزوة ابن أبی حدرہ بطن اِضْم

..... 275/4: ودلائل النبوة للبيهقي، باب السرية التي قتل فيها محمّل بن جَنَامَہ: 305/4 والطبقات الكبرى لابن سعد:

282/4۔ ④ تفسیر ابن کثیر میں مومن ہے جو کشف الأستار، حدیث: 2202 کے ضمن میں ہے۔ ⑤ صحیح البخاری،

الديات، باب قول الله تعالى: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعِدًّا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ﴾، (النساء: 93) حدیث: 6866۔

گواہی دے رہا تھا؟ اللہ کی قسم! میں اس بات کا نبی اکرم ﷺ سے ضرور ذکر کروں گا، جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مگر مقداد نے اسے بھی قتل کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَدْعُ لِي الْمِقْدَادَ، يَا مِقْدَادُ! أَقْتَلْتَ رَجُلًا يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَكَيْفَ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَدًّا؟ قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا﴾] ”مقداد کو میرے پاس بلاؤ، مقداد آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مقداد! تم نے ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا جو لا الہ الا اللہ کہتا تھا تمہارا کیا حال ہو گا جب وہ کل لا الہ الا اللہ کے ساتھ آئے گا؟ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ”مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم کو سلام کرے، اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو بہت سی غنیمتیں ہیں، تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو۔“ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مقداد سے فرمایا: [كَانَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ يُخْفِي إِيمَانَهُ مَعَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَأَظْهَرَ إِيمَانَهُ فَقَتَلْتَهُ، فَكَذَلِكَ كُنْتَ تُخْفِي إِيمَانَكَ بِمَكَّةَ مِنْ قَبْلُ] ”یہ مومن شخص اپنی کافر قوم میں رہتے ہوئے اپنے ایمان کو مخفی رکھے ہوئے تھا مگر جب اس نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تو تو نے اسے قتل کر دیا، حالانکہ تو بھی اس سے پہلے مکہ میں اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔“^(۱)

﴿فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ﴾ ”سو اللہ کے نزدیک تو بہت سی غنیمتیں ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس جو بھلائیاں ہیں وہ دنیا کی زندگی کے اس فائدے سے کہیں بہتر ہیں جس کی وجہ سے تم نے اس شخص کو قتل کر دیا جس نے تمہیں سلام کہا تھا اور تمہارے سامنے اپنے ایمان کا اظہار کیا تھا مگر تم اس سے غافل ہو گئے۔ اور تم نے اس پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے آپ کو تم سے بچانے کے لیے تقیہ کے طور پر اسلام کا اظہار کر رہا ہے تاکہ تم دنیا کی زندگی کے فائدے کو حاصل کر سکو مگر اللہ کے پاس جو رزقِ حلال ہے وہ اس شخص کے مال سے تمہارے لیے کہیں بہتر ہے۔

﴿كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ﴾ ”تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔“ الغرض! اس سے پہلے تم بھی اس شخص کی طرح تھے جو اپنے ایمان کو اپنی قوم سے چھپائے ہوئے تھا جیسا کہ ابھی ابھی مرفوع حدیث کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ ذُكِّرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ

(۱) كشف الأستار، التفسير، سورة النساء، حديث: 2202 ومختصر زوائد مسند البزار، التفسير: 78/2، حديث: 1458

اور دیکھیے تعلیق التعليق: 242/5 .

لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کسی عذر کے بغیر (بیچھے) بیٹھ رہنے والے مومن اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقُعْدِينَ

اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو (بیچھے) بیٹھ رہنے والوں پر مرتبے میں فضیلت دی ہے۔ اور اللہ نے سب سے بھلائی کا

دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى ط وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقُعْدِينَ أَجْرًا

وعدہ کیا ہے، اور اللہ نے مجاہدین کو (بیچھے) بیٹھ رہنے والوں کے مقابلے میں بہت بڑا اجر دیا ہے ﴿۹۵﴾ ان کے لیے اللہ کی طرف سے درجے ہیں اور

عَظِيمًا ﴿۹۶﴾ دَرَجَتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۹۷﴾

بخشش اور رحمت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿۹۷﴾

فِي الْأَرْضِ (الأنفال: 26) ”اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے۔“

امام عبدالرزاق نے بھی ﴿كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ﴾ کے بارے میں سعید بن جبیر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے تم بھی اپنے ایمان کو اسی طرح چھپا کر رکھتے تھے جس طرح بکریوں کے اس چرواہے نے اپنے ایمان کو اپنی قوم سے چھپایا تھا۔ ﴿۱﴾ اور فرمان الہی: ﴿فَتَبَيَّنُوا﴾ ”تو تحقیق کر لیا کرو۔“ یہ پہلے بیان کی گئی بات کی تاکید ہے۔ اور ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ ﴿۹۶﴾ ”بے شک تم جو عمل کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے۔“ کے بارے میں حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہ سرزنش اور وعید ہے۔ ﴿۲﴾

تفسیر آیات: 96, 95

جہاد کرنے والے اور گھروں میں بیٹھ رہنے والے برابر نہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت لکھوائی تو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے اپنے نایاب ہونے کی شکایت کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ ”کوئی عذر نہ رکھنے والے۔“ کے الفاظ نازل فرمادیے۔ ﴿۳﴾

امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں دیکھا تو میں آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا، انھوں نے بیان کیا کہ حضرت زید بن ثابت نے انھیں یہ خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے لکھوایا: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”مسلمانوں میں سے بیٹھ رہنے والے، اللہ کے رستے میں لڑنے والوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔“ اور آپ جس وقت لکھوار ہے تھے عین اسی وقت ابن ام

﴿۱﴾ تفسیر عبدالرزاق: 472/1، رقم: 626 اور اس میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے جو مذکورہ آیت کی تفسیر کی ابتدا میں بیان ہوا ہے۔

﴿۲﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1042/3، ﴿۳﴾ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

(النساء: 95)، حدیث: 4593 و صحیح مسلم، الإمارة، باب سقوط فرض الجہاد عن المعذورین، حدیث: 1898۔

مکتوم آئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اگر مجھے جہاد کرنے کی استطاعت ہوتی تو میں بھی ضرور جہاد کرتا۔ انھوں نے یہ اس لیے عرض کی کہ وہ نابینا تھے، چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول شروع فرمادیا، اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی، مجھے اس قدر بوجھ محسوس ہوا کہ میں ڈرنے لگا کہیں میری ران ہی نہ ٹوٹ جائے، جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی (تو معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ الفاظ بھی نازل فرمادیے ہیں: ﴿عَيُّوْا اُولِيَ الصُّرْرِ﴾ ”کوئی عذر نہ رکھنے والے“،^① اس روایت کو (اسی سند سے) صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، امام مسلم نے نہیں۔^②

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ غزوہ بدر میں شرکت نہ کرنے والے اور شرکت کرنے والے برابر نہیں ہیں کیونکہ جب جنگ بدر پیش آئی تو عبد اللہ بن جحش^③ اور ابن ام مکتوم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم دونوں تو نابینا ہیں، کیا ہمارے لیے رخصت ہے؟ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَيُّوْا اُولِيَ الصُّرْرِ﴾ ”جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں کوئی عذر نہیں رکھتے، وہ اور جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔“ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے لیکن ان بیٹھ رہنے والوں سے مراد وہ ہیں جو کوئی عذر نہیں رکھتے۔ ﴿وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقُعْدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ④ ”اگر عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت بخشی ہے (یعنی) اللہ کی طرف سے درجات ہیں۔“ جو انھیں بغیر عذر کے جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والے مومنوں پر حاصل ہیں۔ یہ ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں۔^④ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

پہلے یہ حکم مطلق تھا کہ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ لیکن جب ﴿عَيُّوْا اُولِيَ الصُّرْرِ﴾ کے الفاظ بذریعہ وحی نازل ہو گئے تو اس سے ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دے دیا گیا جو نابینا ہیں، لنگڑا پن یا مرض وغیرہ کے ایسے عذر رکھتے ہوں جن کی وجہ سے ان کے لیے جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَّا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَاَدْيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ؟ قَالَ: وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُدُوْا] ”مدینہ میں رہنے کے باوجود کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم نے جس قدر بھی سفر کیا اور جتنی وادیوں کو بھی طے کیا وہ تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ تو

① صحیح البخاری، الجہاد والسير، باب قول اللہ عزوجل: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾، حدیث: 2832.

② صحیح مسلم، الإمارة، باب سقوط فرض الجہاد، حدیث: 1898 عن البراء رضی اللہ عنہ. ③ یہ وہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نہیں جو اسلام میں سب سے پہلے امیر بنائے گئے اور بدر و احد میں شریک ہوئے بلکہ یہ ایک دوسرے عبد اللہ بن جحش ہیں۔ واللہ اعلم، دیکھیے الإصابۃ: 33/4، رقم: 4602. البتہ امام نسائی نے السنن الکبریٰ: 327/326/6 میں عبد الرحمن بن جحش ذکر کیا ہے۔ ④

جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء، حدیث: 3032.

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْبَلِيَّةَ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا

جن لوگوں کی اس حالت میں فرشتے جان قبض کرتے ہیں کہ وہ (جان بوجھ کر کافروں میں رہ کر) اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہوں،

مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ط

تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں: ہم زمین میں کمزور تھے۔ تب فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ

فَأُولَئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ

تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ چنانچہ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے ﴿٩٧﴾ مگر وہ مرد، عورتیں

وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولَئِكَ

اور بچے جو واقعی بے بس ہوں اور وہ اس جگہ سے نکلنے کا کوئی وسیلہ اور کوئی راستہ نہیں پاتے ﴿٩٨﴾ اس لیے ان لوگوں کے بارے میں امید

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُو عَنْهُمْ ط وَكَانَ اللَّهُ عَفْوًا غَفُورًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ

ہے کہ اللہ انھیں معاف کر دے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے ﴿٩٩﴾ اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے

اللَّهُ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ط وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا

وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور گنجائش پائے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کی خاطر

إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ط وَكَانَ اللَّهُ

اپنے گھر سے نکلے، پھر اسے راستے میں موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا۔ اور اللہ نہایت بخشنے والا،

عَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٠٠﴾

بہت رحم کرنے والا ہے ﴿١٠٠﴾

مدینہ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: (ہاں) اگرچہ وہ مدینہ میں ہیں لیکن انھیں عذر نے جہاد میں شرکت سے روکا ہے۔“ ﴿٩٧﴾

اور فرمانِ الہی: ﴿وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى ط﴾ ”اور اللہ کا نیک وعدہ سب کے لیے ہے۔“ یعنی جنت اور بے پایاں

اجرو ثواب کا وعدہ۔ اور یہ آیت کریمہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جہاد فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے: ﴿وَقَضَى اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقُعَيْدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٨﴾﴾ ”اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے

والوں کے مقابلے میں اجرِ عظیم کے لحاظ سے فضیلت دی ہے۔“ پھر فرمایا کہ یہ فضیلت جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ بالا

خانوں، گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی رحمتوں اور برکتوں کی صورت میں ہوگی،

چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ط وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا رَحِيمًا ﴿٩٩﴾﴾ ”(ان کے لیے) اللہ کی

طرف سے درجے ہیں اور بخشش اور رحمت ہے۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہے۔“

① صحیح البخاری، المغازی، باب: 82، حدیث: 4423 و صحیح مسلم، الإمارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو

مرض أو.....، حدیث: 1911 عن جابر ؓ اور یہاں [العذر] کے بجائے [مرض] ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، مَا بَيْنَ كُلِّ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ] ”یقیناً جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار فرما رکھا ہے جبکہ ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے مابین ہے۔“^(۱)

تفسیر آیات: 97-100

ہجرت کی استطاعت رکھنے والوں کے لیے مشرکوں میں رہنے کی ممانعت: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو اسود محمد بن عبد الرحمن کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اہل مدینہ کی طرف سے ایک لشکر (اہل شام سے جنگ کرنے کے لیے) بھیجے کا فیصلہ کیا گیا اور اس میں میرا نام بھی لکھا گیا تو میں نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات کر کے انہیں یہ بات بتائی تو انہوں نے مجھے اس سے سختی سے منع کر دیا۔ اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان فرمایا کہ کچھ مسلمان مشرکوں کے ساتھ تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے بجائے کافروں کی تعداد میں اضافے کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اور اس طرح میدان جنگ میں وہ تیر یا تلوار لگنے سے قتل بھی ہو جاتے تو ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ﴾ الآية ”بلاشبہ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں.....“^(۲) آخر آیت تک۔

امام ضحاک کا قول ہے کہ یہ آیت کچھ ایسے منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مکہ ہی میں رہ گئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی اور جنگ بدر کے دن وہ مشرکوں کے ساتھ نکلے اور ان میں سے کچھ لوگ مارے بھی گئے تو یہ آیت کریمہ ان کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔^(۳) گو، یہ آیت عام ہے اور ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو قدرت کے باوجود ہجرت نہ کرے اور اقامت دین کے لیے کوشش نہ کرے تو وہ اپنی جان پر خود ظلم کرتا ہے۔

اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ وہ ایک حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ﴾ ”بلاشبہ جن لوگوں کی اس حالت میں فرشتے جان قبض کرتے ہیں کہ وہ (جان بوجھ

(۱) یہ الفاظ صحیح البخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہیں، دیکھیے الجہاد والسیر، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، حدیث: 2790۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اسی مفہوم کی روایت منقول ہے، دیکھیے الإمارة، باب بیان ما أَعَدَّ اللَّهُ تَعَالَى لِلْمُجَاهِدِ.....، حدیث: 1884۔ (۲) صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ﴾ (النساء: 4: 97)، حدیث: 4596۔ یہ مکہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے۔ عکرمہ کا طرز استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کی تعداد میں اضافہ کرنے والے مومنوں کی مذمت فرما رہا ہے باوجود اس کے کہ وہ دلی طور پر ان سے موافقت کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ اسی طرح تم بھی اس لشکر میں اضافے کا باعث نہ بنو کیونکہ یہ جہادی سبیل اللہ نہیں ہے (اس لیے کہ مد مقابل بھی مسلمان ہی ہیں) اور تم بھی اس لشکر کی موافقت کا ارادہ نہیں رکھتے۔ دیکھیے فتح الباری مذکورہ حدیث کے تحت: 263/8۔ (۳) تفسیر الطبری: 319/4۔

کر کافروں میں رہ کر) اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہوں۔“ یعنی جنہوں نے ترک ہجرت کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوتا ہے تو جان قبض کرنے کے وقت فرشتے ﴿قَالُوا فَيَمُوتُ كُنْتُمْ﴾ ”ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟“ یعنی تم یہاں کیوں ٹھہرے رہے، تم نے ہجرت کیوں نہ کی؟ ﴿قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ﴾ ”وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں عاجز و ناتواں تھے۔“ گویا ہم شہر سے نکل کر کسی دوسری جگہ جانے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ ﴿قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً﴾ ”فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی؟“

امام ابو داؤد نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَ سَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ] ”جو شخص کسی مشرک کے ساتھ مل کر رہے اور اسی کے ساتھ سکونت اختیار کرے تو وہ بھی اس جیسا ہے۔“^①

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ﴾ ”ہاں، جو بے بس ہیں۔“ سے لے کر آیت کے آخر تک ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ترک ہجرت میں معذور قرار دیا ہے کیونکہ یہ لوگ مشرکوں کے ہاتھوں سے نجات حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور اگر استطاعت رکھتے بھی ہوں تو انھیں رستے کا علم نہیں ہے، اس لیے فرمایا: ﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا﴾ ”وہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ رستہ جانتے ہیں۔“ امام مجاہد، عکرمہ، اور سدی فرماتے ہیں کہ یہاں ﴿سَبِيلًا﴾ سے مراد مدینہ کا رستہ ہے۔^② ﴿فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُو عَنْهُمْ﴾ ”تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف کر دے۔“ یعنی ان کے ہجرت نہ کرنے سے درگزر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لفظ ﴿عَسَى﴾ کا استعمال وجوب اور یقین کے معنی میں ہوتا ہے۔ ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ ”اور اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرماتے ہوئے جب [سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہا تو پھر سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: [اللَّهُمَّ! نَجِّ عِيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، اللَّهُمَّ! نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اللَّهُمَّ! نَجِّ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، اللَّهُمَّ! نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اللَّهُمَّ! اشْدُدْ وَطَأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، اللَّهُمَّ! اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ] ”اے اللہ! عیاش بن ابوربیعہ کو (ظلم سے) نجات عطا فرما، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات عطا فرما، اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما، اے اللہ! بے بس مومنوں کو نجات عطا فرما اور قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت کر دے اور انھیں قحط سالی میں مبتلا کر دے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط پڑا تھا۔“^③

① سنن أبی داؤد، الجہاد، باب فی الإقامة بأرض الشرك، حدیث: 2787 اور دیکھیے سنن أبی داؤد: 2645 و جامع الترمذی: 1604. ② تفسیر الطبری: 322، 321/5 و تفسیر ابن أبی حاتم: 1048/3. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُو عَنْهُمْ﴾ (النساء: 99)، حدیث: 4598. بعض طرق میں نَجِّ کے بجائے اُنَجِّ ہے۔ اور دیکھیے صحیح البخاری، حدیث: 804.

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں اور میری والدہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ﴾ فرما کر معذور قرار دیا ہے۔^①

اور فرمان الہی ہے: ﴿وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ط﴾ ”اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھربار چھوڑ جائے، وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشاکش پائے گا۔“ اس آیت میں ہجرت کے شوق کو ابھارا گیا ہے۔ اور مشرکوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ مومن جہاں بھی جائے گا، وہ مشرکوں سے بے نیاز ہو جائے گا۔ اور ایسی جگہ پائے گا جہاں وہ ان سے محفوظ رہ سکے۔ مُرَاعِمٌ مصدر ہے، عرب کہتے ہیں رَاعِمٌ فَلَانٌ قَوْمُهُ مُرَاعِمًا وَمُرَاعِمَةً ”فلاں اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل گیا۔“^② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ الْمُرَاعِمُ زمین میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو کہتے ہیں۔^③ امام ضحاک، ربیع بن انس اور ثوری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^④ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی اس چیز سے نجات کے ہیں جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔^⑤ اور ﴿سَعَةً﴾ کے معنی رزق کے ہیں جیسا کہ قتادہ اور کئی ائمہ تفسیر سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ضلالت کے بجائے ہدایت سے اور فقر کے بجائے غنا سے نواز دے گا۔^⑥

﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی نیت سے اپنے گھر سے نکلے پھر تے ہی میں اسے موت آجائے تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمے واجب ہو گیا۔“ یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہجرت کرنے والے ہی کا اجر و ثواب ملے گا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب صحاح، مسانید اور سنن میں بھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَى]، [فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهَجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ امْرَأَةٍ يَتَرَوُّجُهَا فَهَجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ] ”یقیناً تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے صرف وہی ہے جو وہ نیت کرے جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کے لیے ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے حصول یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔“^⑦

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (النساء: 75)، حدیث: 4588. ② تفسیر الطبری: 322/5 ولسان العرب، مادة: رَغِمَ. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1049/3. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 1049/3. ⑤ تفسیر الطبری: 328/5. ⑥ صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ؟ (ابتدائی حصہ، حدیث: 1 اور آخری حصہ، حدیث: 2529 کے مطابق ہے۔ و صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ.....]، حدیث: 1907 و سنن أبی داود، الطلاق، باب فی ما عنی به الطلاق والنیات، حدیث: 2201 و جامع الترمذی، فضائل الجہاد، باب ماجاء فیمن یقاتل رباء وللدنیا، حدیث: 1647 و سنن النسائی، الأیمان والنذور، باب النیة فی الیمین، حدیث: 3825 و سنن ابن ماجہ، الزہد، باب النیة، حدیث: 4227 و مسند أحمد: 25/1 و مسند البزار: 380/1، حدیث: 257.

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ ۖ إِنَّ خِفَافًا

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کر لو، اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر (حملہ کر کے) تمہیں فتنے میں ڈال دیں گے،

أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿١٠١﴾

بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں ﴿١٠١﴾

یہ حکم عام ہے جو ہجرت اور دیگر تمام اعمال کے لیے بھی ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث کا بھی یہی مفہوم ہے جس میں اس شخص کا ذکر ہے جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا، پھر ایک عابد سے پوچھا کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس (عابد) نے جواب دیا: نہیں۔ تو اس نے اس کو بھی قتل کر کے اس تعداد کو سو تک پہنچا کر ایک عالم سے پوچھا: کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ عالم نے جواب دیا: کیوں نہیں! تمہارے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ پھر اس عالم نے یہ بھی رہنمائی کی کہ اپنے اس شہر سے ہجرت کر کے فلاں شہر میں چلے جاؤ اور وہاں اللہ کی عبادت کرو اور وہ جب اپنے شہر سے ہجرت کر کے اس دوسرے شہر کی طرف جارہا تھا تو اسے رستے ہی میں موت آ گئی۔

اور اب رحمت اور عذاب کے فرشتوں نے جھگڑنا شروع کیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ شخص توبہ کر کے آیا ہے، عذاب کے فرشتوں نے جواب دیا کہ اس نے اس کے بعد کبھی کوئی کام کیا ہی نہیں تو انھیں حکم دیا گیا کہ دونوں طرف کی زمین کی پیمائش کرو جس طرف کی زمین کے یہ زیادہ قریب ہو تو اسی میں سے اسے شمار کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو جو منزل مراد تھی حکم دیا کہ تو قریب ہو جا اور جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی اسے حکم دیا کہ تو اس سے دور ہو جا، فرشتوں نے پیمائش کی تو اسے اس زمین کے ایک بالشت زیادہ قریب پایا جس کی طرف ہجرت کر کے یہ جارہا تھا تو رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب اسے موت آئی تو یہ اپنے سینے کو اس زمین کی طرف گھسیٹ رہا تھا جہاں ہجرت کر کے جارہا تھا۔ ﴿١﴾

تفسیر آیات: 101

نماز قصر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ ”اور جب تم زمین میں سفر کرو۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضًى﴾ ”وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ.....“ (الآیۃ المزل 73: 20) ”اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض اللہ کے فضل (معاش) کی تلاش میں زمین میں سفر کرتے ہیں.....“ ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾ ”تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کرو۔“ یعنی نماز کی کمیت میں کمی کر لو اور چار رکعتوں والی نماز کی دو رکعتیں پڑھ لو۔ ﴿إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر (حملہ کر کے) تمہیں فتنے میں ڈال دیں گے۔“

﴿١﴾ صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب: 54، حدیث: 3470 مختصراً، وصحیح مسلم، التوبة، باب قبول توبة

القاتل وإن كثر قتله، حدیث: 2766 وَالْمَعْظَمُ لَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ؓ

اس آیت کے نزول کے وقت جو اکثر و بیشتر صورتحال تھی، یہ (خوف کی شرط) اسی کے مطابق ہے کیونکہ اسلام کے آغاز میں ہجرت کے بعد مسلمانوں کو اپنے اکثر سفروں میں خطرات درپیش رہتے تھے بلکہ ان کے سفر ہوتے ہی عام جنگوں یا خصوصی مہموں کے لیے تھے۔ اور تمام قبائل عرب نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ برپا کر رکھی تھی۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ منطوق جب اکثر و بیشتر صورتحال یا کسی خاص واقعے پر مبنی ہو تو اس کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا۔⁽¹⁾ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَكْرَهُوا فِتْنَتَكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ إِنَّ أَرْدَنَ تَحَصُّنًا﴾ (النور: 33) ”اور تمہاری لونڈیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرنے کی خاطر انھیں بدکاری پر مجبور نہ کرو۔“ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو پھر تم انھیں بدکاری پر مجبور کر سکتے ہو) اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَبَّائِبُكُمُ اثْنَتَيْنِ فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ﴾ (النساء: 23) ”اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو ان کی لڑکیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو وہ بھی تم پر حرام ہیں۔“ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان عورتوں کی جو لڑکیاں تمہاری پرورش میں نہ ہوں، وہ حرام نہیں ہیں۔)

امام احمد نے یعلیٰ بن امیہ کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کرو اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر (حملہ کر کے) تمہیں فتنے میں ڈال دیں گے۔“ لیکن اب تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو امن عطا فرما دیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے بھی اس بات سے تعجب ہوا تھا جس سے تم تعجب کر رہے ہو تو میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تھا: [صَدَقَ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَأَقْبِلُوا صَدَقَتَهُ] ”اب یہ تخفیف صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کر دیا ہے، لہذا اس کے صدقے کو قبول کرو۔“⁽²⁾ اس حدیث کو امام مسلم اور اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔⁽³⁾ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ روایت اسی سند سے محفوظ ہے۔ اس کے رجال معروف ہیں۔

امام ابوبکر بن ابوشیبہ نے ابو حنظلہ حذاء کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز سفر کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: (کہ نماز سفر کی دو رکعتیں ہیں، میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے: بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے اور اب ہم تو حالت امن میں ہیں۔ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی سنت یہی ہے کہ سفر میں دو رکعتیں پڑھی جائیں۔⁽⁴⁾

① لہذا آیت کریمہ کا یہ مطلب نہیں کہ اگر سفر میں کافروں کی طرف سے ایذا کا خوف نہ ہو تو پھر نماز قصر نہ کی جائے۔ ② مسند احمد:

25/1. ③ صحیح مسلم، کتاب و باب صلاة المسافرين وقصرها، حدیث: 686 وسنن أبی داود، صلاة السفر، باب صلاة المسافرين، حدیث: 1199 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء، حدیث: 3034 وسنن النسائی، تقصیر الصلاة فی السفر، باب، حدیث: 1434 وسنن ابن ماجہ، إقامة الصلوات..... باب تقصیر الصلاة فی السفر، حدیث: 1065. ④ المصنف لابن أبی شیبہ، من كان يقصر الصلاة: 205/2، حدیث: 8158 لیکن قوسین والے الفاظ کے علاوہ۔

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقْبْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةً مِنْهُمْ مَعَكَ وَلِيَأْخُذُوا

اور (اے نبی!) جب آپ مومنوں کے درمیان ہوں، پھر انہیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں تو ان میں سے ایک گروہ اپنے

أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا

تھیاری لگائے ہوئے آپ کے ساتھ جماعت میں کھڑا ہو، پھر جب وہ سجدہ کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی

فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلِيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَذَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ

نماز نہیں پڑھی تو وہ آپ کے ساتھ نماز ادا کرے اور وہ ساتھ لے اپنا بچاؤ اور اپنے تھیاری (لگائے رکھے)۔ کافر چاہتے ہیں کہ تم اپنے

عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ

تھیاریوں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یکبارگی دھاوا بول دیں۔ اور اگر تمہیں بارش سے تکلیف ہوا

كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ط

تم بیمار ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے تھیاری (ایک طرف) رکھ دو، اور اپنا بچاؤ ساتھ لو۔ بے شک اللہ نے کافروں کے لیے

إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٠٢﴾

رسو کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿١٠٢﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے تو آپ نماز کی دو دور کعتیں ادا فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ ہم مدینہ میں واپس آ گئے۔ میں نے عرض کی: آپ لوگوں نے مکہ میں کتنا قیام کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔^① اسی طرح اس حدیث کو دیگر محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔^②

امام احمد نے حارث بن وہب خزاعی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ منیٰ میں نمازِ ظہر اور عصر کی دو کعتیں ادا کی تھیں، حالانکہ یہاں مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور وہ بے حد امن میں تھے۔^③

امام ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔^④ بخاری کی روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انتہائی پر امن حالت میں بھی منیٰ میں ہمیں دو کعتیں پڑھائی تھیں۔^⑤

① صحیح البخاری، التقصیر، باب ماجاء فی التقصیر.....، حدیث: 1081. ② صحیح مسلم، کتاب وباب صلاة

المسافرین وقصرها، حدیث: 693 وسنن أبی داود، صلاة السفر، باب متى يتم المسافر؟ حدیث: 1233 وجامع الترمذی، السفر، باب ماجاء فی کم تقصر الصلاة؟ حدیث: 548 وسنن النسائی، تقصیر الصلاة فی السفر، باب،

حدیث: 1439 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات.....، باب کم یقصر الصلاة المسافر؟ حدیث: 1077. ③ مسند

أحمد: 306/4. ④ صحیح البخاری، الحج، باب الصلاة بمنی، حدیث: 1656 وصحیح مسلم، صلاة المسافرین،

باب قصر الصلاة بمنی، حدیث: 696 وسنن أبی داود، المناسک، باب القصر لأهل مكة، حدیث: 1965 وجامع

الترمذی، الحج، باب ماجاء فی تقصیر الصلاة بمنی، حدیث: 882 وسنن النسائی، تقصیر الصلاة، باب الصلاة

بمنی، حدیث: 1446. ⑤ صحیح البخاری، التقصیر، باب الصلاة بمنی، حدیث: 1083.

تفسیر آیت: 102

نماز خوف اور اس کی اقسام: نماز خوف کی بہت سی اقسام ہیں کیونکہ دشمن کبھی تو قبلہ کے سامنے ہوتا ہے اور کبھی وہ کسی اور طرف ہوتا ہے، پھر نماز کبھی چار رکعتوں والی ہوتی ہے اور کبھی تین والی، مثلاً: نماز مغرب اور کبھی دو رکعتوں والی، مثلاً: نماز صبح اور نماز سفر، پھر کبھی مسلمان اسے باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور کبھی جنگ اس قدر گھمسان کی ہوتی ہے کہ وہ باجماعت ادا کر ہی نہیں سکتے الگ الگ پڑھتے ہیں کبھی قبلہ رخ ہو کر اور کبھی غیر قبلہ رخ۔ کبھی سوار ہو کر اور کبھی سواری سے نیچے اتر کر۔ حتیٰ کہ اس حالت میں وہ چلتے ہوئے اور دشمن پر پے در پے وار کرتے ہوئے بھی نماز ادا کر سکتے ہیں۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حالت میں وہ صرف ایک رکعت پڑھیں گے کیونکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبانی حضر میں نماز کی چار رکعات، سفر میں دو رکعتیں اور خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض قرار دی ہے۔^(۱) امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ امام منذری نے حواشی میں لکھا ہے کہ عطاء، جابر، حسن، مجاہد، حکم، قتادہ اور حماد کا بھی یہی قول ہے۔ طاؤس اور ضحاک کا بھی یہی مذہب ہے۔^(۲) ابو عاصم عبادی نے بیان کیا ہے کہ امام محمد بن نصر مزنی کی رائے میں حالت خوف میں نماز صبح کی ایک رکعت ہے، امام ابن حزم کا بھی یہی مذہب ہے۔^(۳) امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ شمشیر زنی کے وقت ایک رکعت ہی کافی ہوگی اور اسے اشارے کے ساتھ ادا کر لو اور اگر ایک رکعت پڑھنے کی بھی استطاعت نہ ہو تو پھر صرف ایک سجدہ کر لو کیونکہ نماز ذکر الہی کا نام ہے۔

ہم نماز خوف کی کیفیت سے قبل اس آیت کریمہ کا سبب نزول بیان کریں گے۔ امام احمد نے ابو عیاش زرقی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم غُفَّان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ مشرک ہمارے سامنے آ گئے، ان کی قیادت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے اور وہ ہمارے اور قبلہ کے مابین تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز ظہر پڑھائی تو مشرکوں نے کہا کہ مسلمان ایک ایسی حالت میں تھے کہ ہمیں ان پر اچانک حملہ کر دینا چاہیے تھا، پھر کہنے لگے کہ ابھی ان کی ایک ایسی نماز کا وقت آنے لگا ہے جو انھیں اپنے بیٹوں اور اپنی جانوں سے بھی عزیز ہے تو ظہر و عصر کے درمیان جبریل ان آیات کو لے کر نازل ہو گئے: ﴿وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقْبْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ.....﴾

جب نماز عصر کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا اور انھوں نے اپنے ہتھیار پکڑ لیے اور ہم نے آپ کے پیچھے دو صفیں بنالیں، پھر آپ نے جب رکوع کیا تو ہم سب نے بھی رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے بھی سر

(۱) صحیح مسلم، کتاب و باب صلاة المسافرين وقصرها، حدیث: 687 و سنن أبی داود، صلاة السفر، باب من قال یصلی بكل طائفة رکعة.....، حدیث: 1247 و سنن النسائی، صلاة الخوف، حدیث: 1533 و سنن ابن ماجہ، إقامة الصلوات.....، باب تقصیر الصلاة فی السفر، حدیث: 1068 لیکن ابن ماجہ میں: [وفی الخوف رکعة] نہیں ہے۔ (۲) مختصر سنن أبی داود للحافظ المنذری، صلاة الخوف، باب من قال: یصلی بكل طائفة رکعة.....، تحت الحدیث: 1202. (۳) الْمُحَلَّى: 35-33/5.

اٹھایا، پھر جب نبی اکرم ﷺ نے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ والی صف نے سجدہ کیا اور دوسری صف کے لوگ کھڑے ہو کر ان کا پہرہ دیتے رہے۔ انھوں نے جب سجدہ کر لیا تو وہ کھڑے ہو گئے اور دوسرے بیٹھ گئے اور انھوں نے اپنی جگہ پر سجدہ کیا، پھر یہ ان کی جگہ پر اور وہ ان کی جگہ پر آ گئے، پھر آپ نے رکوع کیا تو سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو سب نے سر اٹھایا، پھر نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھ والی صف نے سجدہ کیا اور دوسرے لوگوں نے کھڑے ہو کر پہرہ دیا جب یہ بیٹھ گئے تو دوسرے بھی بیٹھ گئے۔ اور انھوں نے سجدہ کیا، پھر آپ ﷺ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح دو مرتبہ نماز پڑھائی ایک مرتبہ عُثْمَانُ میں اور دوسری مرتبہ نُفْلُکَیْم کے علاقے میں۔^(۱) اسی طرح اس کی روایت کو امام ابوداؤد اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔^(۲) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اور صلاۃ خوف کی بابت دیگر کئی احادیث بھی موجود ہیں، مثلاً: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، آپ نے تکبیر کہی تو ان سب نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی، آپ نے رکوع کیا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا، پھر آپ نے سجدہ کیا تو انھوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو جن لوگوں نے سجدہ کر لیا تھا وہ اٹھ گئے اور انھوں نے اپنے بھائیوں کا پہرہ دینا شروع کر دیا اور دوسرے لوگ آ گئے اور انھوں نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور اس طرح سب لوگوں نے ایک دوسرے کا پہرہ دیتے ہوئے نماز ادا کر لی۔^(۳)

امام احمد نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں نماز خوف اس طرح پڑھائی کہ ایک صف آپ کے آگے کھڑی ہو گئی اور دوسری آپ کے پیچھے تو جو صف آپ کے پیچھے تھی اسے آپ نے پوری ایک رکعت پڑھائی، پھر یہ صف آگے بڑھ گئی اور اپنے ساتھیوں کی جگہ پر جا کھڑی ہوئی اور وہ لوگ ان کی جگہ پر آ کر کھڑے ہو گئے، انھیں بھی رسول اللہ ﷺ نے ایک مکمل رکعت پڑھائی اور سلام پھیر دیا، اس طرح نبی اکرم ﷺ کی تو دو رکعتیں تھیں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ہی رکعت پڑھی۔^(۴) اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^(۵) اور صحیح مسلم میں ایک دوسری سند سے بالفاظ دیگر منقول ہے۔^(۶) علاوہ ازیں محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اس حدیث کو اپنی کتب صحاح، سنن اور مسانید میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ہی سے روایت کیا ہے۔^(۷)

① مسند أحمد: 59/4 . ② سنن أبي داود، صلاة السفر، باب صلاة الخوف، حديث: 1236 لیکن یہاں: [فنزلت آية القصر] ہے۔ و سنن النسائي، صلاة الخوف، حديث: 1551 اور دیکھیے صحیح مسلم: (308)۔ 840 . ③ صحیح البخاری، صلاة الخوف، باب يحرس بعضهم بعضاً في صلاة الخوف، حديث: 944 . ④ مسند أحمد: 298/3 . ⑤ سنن النسائي، صلاة الخوف، حديث: 1546 . ⑥ صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الخوف، حديث: 840 . ⑦ صحیح ابن خزيمة: 294/2، حديث: 1347 والسنن الكبرى للبيهقي: 263/3 ومسند أبي داود الطيالسي: 336/3، حديث: 1898 .

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيًّا وَتَعَوَّدًا وَعَلَىٰ جُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا

پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے رہو، پھر جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو (پوری)

الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ۝۱۰۳ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ

نماز پڑھو، بے شک مومنوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض ہے ۱۰۳ اور تم دشمن قوم کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو

إِنْ تَكُونُوا تَأْلِفُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلِفُونَ كَمَا تَأْلِفُونَ ۚ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ط

بے شک وہ بھی تکلیف اٹھاتے ہیں جیسے تم تکلیف اٹھاتے ہو۔ اور تم اللہ سے جس چیز کی امید رکھتے ہو، وہ اس کی امید نہیں رکھتے۔ اور اللہ خوب

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۰۴

جاننے والا، بہت حکمت والا ہے ۱۰۴

امام ابن ابوحاتم نے سالم کی اپنے باپ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ﴾ نماز خوف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دو میں سے ایک جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور دوسری جماعت اس وقت دشمن کے بالمقابل تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس جماعت کو بھی ایک رکعت پڑھائی جو دشمن کے بالمقابل تھی، پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور دونوں جماعتوں نے کھڑے ہو کر اپنے طور پر ایک ایک رکعت پڑھ لی۔^① اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے بطریق معمر اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔^② علاوہ ازیں یہ حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بہت سی سندوں کے ساتھ مروی ہے۔^③ حافظ ابوبکر بن مرزوبیہ نے اس کی سندوں اور الفاظ کو بہت احسن انداز میں یکجا بیان کر دیا ہے، نیز امام ابن جریر نے بھی اسی طرح اس کے تمام طرق والفاظ ایک ہی جگہ بیان کر دیے ہیں۔^④

آیت کریمہ کے بظاہر الفاظ کے مطابق نماز خوف میں ہتھیار اٹھانے کا حکم علماء کی ایک جماعت کے نزدیک وجوب پر محمول ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَكُمْ ۚ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ﴾ ”اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو، مگر ہوشیار ضرور رہنا۔“ یعنی ہر وقت اس طرح چوکنے رہنا کہ جب بھی تمہیں ہتھیار پہننے کی ضرورت محسوس ہو تو بلا تکلف پہن سکو۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا﴾ ”بلاشبہ اللہ نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

① تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1054. ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة ذات الرقاع، حدیث: 4133 وصحیح

مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الخوف، حدیث: 839 وسنن ابی داود، صلاة السفر، باب من قال یصلی بكل

طائفة ركعة ثم یسلم.....، حدیث: 1243 وجامع الترمذی، الجمعة، باب ماجاء فی صلاة الخوف، حدیث: 564.

③ ان صحابہ کرام میں حضرت جابر، حذیفہ، زید بن ثابت، ابن عباس، ابو ہریرہ، ابن مسعود، سہل بن ابو حمزہ اور ابو عیاش زُریؓ شامل

ہیں۔ ④ تفسیر الطبری: 5/341، 340.

تفسیر آیات: 103، 104

نمازِ خوف کے بعد کثرت سے ذکرِ الہی کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نمازِ خوف کے بعد کثرت سے اس کا ذکر کیا جائے گو ذکرِ الہی دیگر تمام نمازوں کے بعد بھی مشروع اور مرغوب ہے لیکن نمازِ خوف کے بعد اس کی زیادہ تاکید ہے کیونکہ اس نماز کے ارکان میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ اور اس میں آنے جانے کی بھی رخصت ہے، علاوہ ازیں اور بھی کئی سہولتیں ہیں جو دیگر نمازوں میں نہیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَطْلُمُوا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ﴾ (التوبة: 36) ”تو ان (مہینوں) میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔“

اگرچہ دوسرے مہینوں میں بھی ظلم کرنا منع ہے لیکن حرمت والے مہینوں کی سخت حرمت و عظمت کی وجہ سے اس کی ممانعت کی زیادہ تاکید ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَمًا وَقُوْعًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ﴾ ”پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرو۔“ یعنی ہر ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرو۔ ﴿وَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِمْوُا الصَّلٰوةَ﴾ ”پھر جب خوف جاتا رہے تو (اس طرح سے) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو)۔“ یعنی جب امن حاصل ہو جائے، خوف جاتا رہے اور طمانیت حاصل ہو جائے تو پوری نماز پڑھو اور اسے اس طرح پڑھو جس طرح تمہیں اس کی حدود، خشوع، رکوع، سجود اور دیگر تمام ارکان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْعًا﴾ ”بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿كِتٰبًا مَّوْقُوْعًا﴾ کے معنی ہیں مفروضاً، یعنی اسے اپنے اوقات میں ادا کرنا فرض ہے۔^① مجاہد، سالم بن عبد اللہ، علی بن حسین، محمد بن علی، حسن، مقاتل، سُدّی اور عطیہ عوفی رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^② حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ نماز کا وقت بھی حج کے وقت کی طرح مقرر ہے۔^③ زخمی ہونے کے باوجود دشمن کے تعاقب کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَهِنُوْا فِيْ ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ﴾ ”اور کفار کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا۔“ یعنی دشمن کی تلاش میں کسی کمزوری کا ثبوت نہ دو بلکہ ان کا تعاقب کرو، ان سے خوب لڑو، اور گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔ ﴿اِنْ تَكُوْنُوْا تَالِئًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُولٰٓئِكَ لَا يَلُوْنُ كِتٰبًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ”اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو اسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جیسے تم بے آرام ہوتے ہو۔“ یعنی اگر تم زخمی اور قتل ہوتے ہو وہ بھی تو اسی طرح زخمی اور قتل ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ﴾ (آل عمران: 140) ”اگر تمہیں زخم (شکت) لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ﴾ ”اور تم اللہ سے (ایسی ایسی) امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھ سکتے۔“ مطلب یہ ہے کہ جو تمہیں اور انہیں زخم اور دکھ پہنچتے ہیں، اس اعتبار سے تو تم سب برابر ہو مگر تم اللہ تعالیٰ سے ثواب

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1057/4. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1057/4. ③ تفسیر الطبری: 355/5.

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ط وَلَا تَكُنْ

(اے نبی!) بے شک ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے، تاکہ آپ کو اللہ نے جو سیدھی راہ دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں

لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تَجَادِلْ

کے درمیان فیصلہ کریں، اور آپ خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنیں ﴿١٠٥﴾ اور اللہ سے بخشش مانگیں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے

عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَحْفُونَ

والا ہے ﴿١٠٦﴾ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے جھگڑانہ کریں جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو خیانت

مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَحْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ ط

کرنے والا، گناہ گار ہو ﴿١٠٧﴾ وہ لوگوں سے (تو اپنی حرکتیں) چھپا سکتے ہیں، مگر اللہ سے نہیں چھپا سکتے اور وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾ هَآنَتُمْ هَؤُلَاءِ جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ

رات کو چھپ کر ایسا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں، اور وہ جو بھی عمل کرتے ہیں اللہ اسے گھیرے ہوئے ہے ﴿١٠٨﴾ ہاں، تم لوگوں نے یہاں دنیا کی

الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلِ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَمْ مَّنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿١٠٩﴾

زندگی میں تو ان (مجرموں) کی طرف سے جھگڑا کر لیا، پھر قیامت کے دن اللہ کے ہاں ان کی طرف سے کون جھگڑے گا؟ یا (ہاں) کون ان کا وکیل ہوگا؟ ﴿١٠٩﴾

اور نصرت و حمایت کی امید رکھتے ہو جیسا کہ اس نے تم سے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبانی وعدہ فرمایا ہے اور اس کا وعدہ برحق اور اس کی خبر سچی ہے لیکن تمہارے دشمنوں کو اس طرح کی کسی چیز کی امید نہیں ہے، لہذا تم ہی ان کی نسبت جہاد کرنے کے زیادہ حق دار ہو اور تمہیں ہی اللہ تعالیٰ کے کلمے کی اقامت اور سر بلندی کی زیادہ شدید رغبت ہونی چاہیے۔ ۵ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾ ”اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) خوب حکمت والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ زیادہ علم و حکمت والا ہے اپنے ان ٹکونی اور شرعی احکام کے بارے میں جن کا وہ فیصلہ فرما دیتا اور جنہیں نافذ کر دیتا ہے، اس کی ذات گرامی ہر حال میں قابلِ ستائش ہے۔

تفسیر آیات: 105-109

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾ ”(اے پیغمبر!) ہم نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے۔“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سچی کتاب ہے جو حالات و واقعات کے بیان کرنے میں بھی سچی ہے اور لوگوں سے مطالبات کرنے میں بھی سچی ہے۔ ﴿لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ط﴾ ”تاکہ آپ کو اللہ نے جو ہدایت دی ہے (اس کے مطابق) لوگوں (کے مقدمات) کا فیصلہ کریں۔“

صحیح بخاری و مسلم میں زینب بنت ام سلمہ کی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑنے والوں کی آواز کو سنا تو آپ کا شانہ نبوت سے نکل کر ان کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا: [إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّمَا أَقْضِي عَلَىٰ نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ، وَلَعَلَّ (أَحَدَكُمْ) أَنْ يَكُونَ الْهَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي لَهُ،

فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ، فَلْيَحْمِلْهَا أَوْ لِيَذَرْهَا] ”میں بھی ایک بشر ہوں اور جس طرح سنتا ہوں اس کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں، ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی دلیل کو دوسرے کی نسبت زیادہ اچھے طریقے سے پیش کرے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو جسے میں فیصلہ کر کے کسی مسلمان کا حق دے دوں تو وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا ہے، خواہ وہ اسے لے لے یا چھوڑ دے۔“^①

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ دو انصاری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ آپ سے اپنی اس میراث کے بارے میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے جس (کی حد بندی) کے نشانات مٹ چکے تھے لیکن دونوں کے پاس کوئی گواہی نہ تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَإِنِّي أَقْضِي بَيْنَكُمْ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ يَأْتِي بِهَا إِسْطَافًا فِي عُنُقِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَبَكَى الرَّجُلَانِ، وَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا: حَقِّي لِأَخِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَمَّا إِذَا قُلْتُمَا فَاذْهَبَا فَاقْتَسِمَا، ثُمَّ تَوَخَّيَا الْحَقَّ ثُمَّ اسْتَهِمَا، ثُمَّ لِيُحْلِلْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْكُمَا صَاحِبَهُ]

”بلاشبہ تم اپنے جھگڑے میرے پاس لے کر آتے ہو اور میں تو صرف ایک بشر ہوں، ہو سکتا ہے تم میں سے بعض لوگ بعض لوگوں کی نسبت اپنی بات (دلیل) زیادہ چرب زبانی سے پیش کر سکیں۔ لیکن میں تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں جو میں سنتا ہوں، لہذا اگر میں نے فیصلہ کرتے ہوئے کسی کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دے دیا تو وہ اسے نہ لے کیونکہ یہ تو میں اسے جہنم کی آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں جسے وہ قیامت کے دن اپنی گردن پر بھڑکا تا ہوا لے کر آئے گا۔

یہ ارشاد نبوی سن کر وہ دونوں انصاری رونے لگے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میرا حق بھی میرے بھائی ہی کے لیے ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! جب تم نے یہ بات کہی ہے تو جاؤ اور اسے آپس میں تقسیم کر لو، صرف اپنے اپنے حق کی جستجو کرو اور قرعہ ڈال لو، پھر تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی (کے حقوق) سے بری الذمہ ہو جائے۔“^②

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی بیان کیا ہے۔^③ اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: [إِنِّي إِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ بِرَأْيِي فِيمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِ] ”جن احکام کے متعلق مجھ پر کوئی چیز نازل نہیں ہوئی، ان میں تو میں یقیناً اپنی رائے ہی سے فیصلہ کرتا ہوں۔“^④ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يَسْتَحْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَحْفُونَ مِنَ اللَّهِ.....﴾ الآية ”یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ

① اسی ترتیب سے حدیث کے یہ الفاظ کسی ایک حدیث میں بیان نہیں ہوئے، بخاری و مسلم میں حضرت ام سلمہ کی روایت کے مختلف طرق سے یہ الفاظ ماخوذ ہیں، دیکھیے صحیح البخاری، المظالم، باب إثم من خاصم في باطل.....، حدیث: 2458 و صحیح مسلم، الأفضية، باب بيان أن حكم الحاكم لا يغير الباطن، حدیث: 1713 بس یہاں [أحدكم] کے بجائے [بعضكم] ہے۔ اور وہ المعجم الكبير للطبرانی: 343/23 میں ہے۔ ② مسند أحمد: 320/6۔ ③ سنن أبي داود، القضاء، باب في قضاء القاضي إذا أخطأ، حدیث: 3584۔ ④ سنن أبي داود، القضاء، باب في قضاء القاضي إذا أخطأ، حدیث: 3585۔

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ

اور جو شخص برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا پائے گا ﴿١١٠﴾ اور جو شخص

يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَكْسِبْ

کوئی گناہ کرتا ہے تو بے شک اس کی یہ کمائی اسی کے لیے وبال ہوگی، اور اللہ خوب جاننے والا، بہت حکمت والا ہے ﴿١١١﴾ اور جو شخص کوئی خطایا گناہ

خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿١١٢﴾ وَلَوْ لَا فَضْلُ

کرتا ہے، پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دیتا ہے تو (ایسا کر کے) وہ ایک بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھاتا ہے ﴿١١٢﴾ اور اگر آپ پر اللہ کا

اللَّهُ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ ط وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ

فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو لوگوں کے ایک گروہ نے یقیناً ارادہ کر لیا تھا کہ وہ آپ کو بہکا دے، اور وہ اپنے آپ کے سوا کسی کو نہیں بہکاتے،

وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ط وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ

اور وہ آپ کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور اللہ نے آپ پر یہ کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھایا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔

تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾

اور آپ پر اللہ کا فضل بہت زیادہ ہے ﴿١١٣﴾

سے نہیں چھپتے.....۔“ یہ منافقوں کی تردید ہے کہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے لوگوں سے تو چھپتے ہیں تاکہ وہ انھیں برا بھلا نہ کہیں مگر وہ اپنے ان برے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے آ جاتے ہیں جبکہ وہ تو ان کی مخفی باتوں سے بھی آگاہ ہے اور وہ ان کے دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ ط وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا﴾ ﴿١١٠﴾ ”حالانکہ جب وہ رات کو ایسے مشورے کرتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا تو وہ ان کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور اللہ ان کے (تمام) کاموں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ یہ منافقوں کے لیے زبردست سرزنش اور وعید ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿هَآئِنُكُمْ هَآؤًا جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَوةِ الدُّنْيَا﴾ ”ہاں! تم لوگ دنیا کی زندگی میں تو ان (مجرموں) کی طرف سے بحث کر لیتے ہو۔“ فرض کرو کہ یہ لوگ اگر اس کی وجہ سے دنیا میں کامیاب بھی ہو جائیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں یا جسے ان حکام کے سامنے ظاہر کیا جاتا ہے جو ظاہری حالات کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور وہ اسی بات کے مکلف ہیں تو کل روز قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا کریں گے جو ظاہر اور خفیہ تمام حالات کو جانتا ہے؟ اس دن ان کے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لیے کون ان کی وکالت کرے گا؟ یعنی اس دن کوئی ان کا وکیل بننے کے لیے تیار نہ ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا﴾ ﴿١١٠﴾ ”یا کون ان کا وکیل بنے گا؟“

تفسیر آیات: 113-110

توبہ واستغفار کی ترغیب: اللہ تعالیٰ اپنے جو دو کرم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ جو شخص توبہ کرے، خواہ اس نے کوئی بھی گناہ کیا ہو تو وہ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ

اللَّهُ يَجِدُ اللَّهُ عَفْوَراً رَّحِيماً ﴿١١٠﴾ ”اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشنے والا (اور) مہربان پائے گا۔“ علی بن ابی طلحہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں بھی فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے عفو، حلم و کرم، وسعت رحمت اور مغفرت کے بارے میں بتایا ہے کہ جو شخص کوئی بھی چھوٹا یا بڑا گناہ کر بیٹھے ﴿ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهُ يَجِدُ اللَّهُ عَفْوَراً رَّحِيماً﴾ ﴿١١٠﴾ ”پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشنے والا (اور) مہربان پائے گا۔“ خواہ اس کے گناہ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں سے بھی بڑے کیوں نہ ہوں۔^①

امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں جب بھی رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان کو سنتا تو اللہ تعالیٰ جس قدر چاہتا مجھے اس سے نفع پہنچا دیتا۔ مجھ سے یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ اور ابو بکر نے سچ بیان کیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ لِدَٰلِكَ الذَّنْبِ، إِلَّا غَفَرَ لَهُ] ”جو مسلمان کوئی بھی گناہ کر بیٹھے، پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔“

پھر آپ نے یہ دو آیتیں پڑھیں: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهُ يَجِدِ اللَّهُ عَفْوَراً رَّحِيماً﴾ ﴿١١٠﴾ ”اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو اللہ تعالیٰ کو غفور و رحیم پائے گا۔“ اور ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ﴾ الآية. (آل عمران 3: 135) ”اور وہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں“^②

﴿وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ﴾ ”اور جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے۔“ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَذَرُوا دِرْهَمًا وَذَرَّ أُخْرَىٰ﴾ (الأنعام 6: 164) ”اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“ یعنی کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا خود حساب دینا ہوگا، کوئی کسی کے اعمال کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ ﴿١١٠﴾ ”اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔“ اور یہ اس کے علم و حکمت اور عدل و رحمت ہی کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کے گناہ کا وبال اسی پر ہو اور اس کے سوا کسی اور پر نہ ہو۔ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ ”اور آپ کو وہ باتیں سکھائی ہیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔“ یعنی ان کے نازل ہونے سے پہلے جانتے نہیں تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ط مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ﴾ (الشوریٰ 52: 42) ”اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (وحی) بھیجی ہے، آپ کتاب کو نہ جانتے تھے۔“ یہ آخر سورت تک۔ اور فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ﴾ (القصص 28: 86) ”اور آپ کو امید نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر آپ کے پروردگار کی مہربانی سے (نازل ہوئی)۔“ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے:

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ

ان کی اکثر خفیہ سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر جو شخص صدقے یا نیکی یا لوگوں کے درمیان صلح کا حکم دے (تو یہ اچھی بات ہے) اور جو کوئی اللہ کی

النَّاسِ ط وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾

رضاحاصل کرنے کے لیے ایسا کرے، تو ہم اسے جلد بہت بڑا اجر عطا کریں گے ﴿۱۱۴﴾ اور جس شخص کے سامنے واضح شکل میں ہدایت آجائے اور اس کے

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُوْمِنِينَ

بعد وہ رسول کی مخالفت کرے، اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے کی پیروی کرے، تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ جانا

نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾

چاہے اور ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے ﴿۱۱۵﴾

وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٥﴾ ”اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔“

تفسیر آیات: 115، 114

حسن گفتار: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ﴾ ”ان لوگوں کی بہت سی سرگوشیاں اچھی نہیں۔“ یعنی لوگوں کا بہت سا کلام اچھا نہیں ہوتا ﴿إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ ”ہاں، (اس شخص کی بات اچھی ہو سکتی ہے) جو خیرات یا نیکی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے۔“

امام احمد نے اُمّ کلثوم بنت عقبہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِي خَيْرًا أَوْ يَقُولُ خَيْرًا] ”وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں میں صلح کرا دے اور اچھی خبر منسوب کرے یا اچھی بات کہے۔“ (نیز انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے نہیں سنا کہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں، آپ نے ان میں سے تین کے سوا کسی اور بات کی رخصت دی ہو) اور وہ تین باتیں یہ ہیں: (1) جنگ اور (2) لوگوں میں صلح کے بارے میں بات۔ (3) مرد کی اپنی بیوی سے بات اور بیوی کی اپنے شوہر سے بات۔) امام احمد بیان کرتے ہیں کہ یہ ام کلثوم بنت عقبہ ان مہاجر خواتین میں سے تھیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ ﴿۱﴾ امام ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ ﴿۲﴾

① مسند أحمد: 403/6 اور قوسین والی عبارت حقیقت میں ابن شہاب زہری کی ہے۔ دیکھیے صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الکذب، حدیث: 2605 وفتح الباری، حدیث: 2692 کے ذیل میں اور الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 245/45. ② صحیح البخاری، الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، حدیث: 2692 اور اس میں امام زہری کا قول نہیں ہے۔ و صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الکذب و بیان ما یباح منه، حدیث: 2605 و سنن أبی داود، الأدب، باب فی إصلاح ذات البین، حدیث: 4920، 4921 و جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی إصلاح ذات البین، حدیث: 1938 مختصراً. و السنن الکبریٰ للنسائی، عشرة النساء، باب الرخصة فی أن يحدث الرجل أهله بما لم یکن.....: 351/5، حدیث: 9123.

امام احمد ہی نے ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصَّلَاةِ وَالصَّيَامِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ] ”کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں جو درجے کے اعتبار سے نماز، روزے اور صدقے سے بھی افضل ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: وہ عمل لوگوں میں صلح کر دینا ہے۔ اور فرمایا: لوگوں کے باہمی تعلقات کو خراب کر دینا تو ایک ایسا عمل ہے جو تباہ و برباد کر دینے والا ہے۔“^①

اس حدیث کو امام ابو داود اور ترمذی رحمہما نے بھی روایت کیا ہے۔^② اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ﴾ ”اور جو ایسے کام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرے گا۔“ یعنی اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کی امید سے کرے گا ﴿فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾^③ ”تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔“

پیغمبر کی مخالفت کرنے والے کی سزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ﴾ ”اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے۔“ یعنی جو شخص اس شریعت کے راستے کے علاوہ جسے رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں، کسی اور رستے پر چلے تو وہ ایک طرف ہے اور شریعت دوسری طرف ہے، پھر اگر وہ قصد و ارادے سے ایسا کر رہا ہو کہ حق اس کے سامنے ظاہر، واضح اور روشن ہو گیا ہو ﴿وَيَكْتَبُ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے۔“ اگرچہ یہ پہلی صفت کے ساتھ لازم و ملزوم ہی ہے لیکن مخالفت کبھی تو شارع کی نص کی ہوتی ہے اور کبھی اس بات کی جس پر یقینی طور پر امت محمدیہ علیہا السلام کا اجماع ہو۔ اس لیے کہ امت کی فضیلت اور اس کے نبی کی عظمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ کسی غلط بات پر اس کا اجماع ہو جیسا کہ بہت سی احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے۔^④

اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا کسی اور راہ کو اختیار کرے تو اسے اللہ تعالیٰ نے سزا دلواتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿لَوْ لِهَ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾^⑤ ”تو جدھر وہ پھرتا ہے ہم اسے ادھر ہی پھیر دیتے ہیں اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔“ یعنی جو شخص ایسے رستے پر چلتا ہے تو

① مسند احمد: 445، 444/6. ② سنن أبی داود، الأدب، باب فی إصلاح ذات البین، حدیث: 4919 وجامع الترمذی، صفة القيامة، باب فی فضل صلاح ذات البین، حدیث: 2509 بعض الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے۔ ③ دیکھیے سنن أبی داود، الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، حدیث: 4253 وجامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة، حدیث: 2167 و سنن ابن ماجہ، الفتن، باب السواد الأعظم، حدیث: 3950 و کتاب السنة لابن أبی عاصم، باب ما ذکر عن النبی ﷺ من أمره بلزوم الجماعة.....: 80-85 والسلسلة الصحيحة: 1331 وتلخیص الحیبر: 141/3 تحت الحدیث: 1474.

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ط وَمَنْ يُشْرِكْ

بے شک اللہ یہ گناہ ہرگز نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور وہ اس کے سوا جسے چاہے معاف کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک

بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنشَاءً وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا

کرتا ہے، تو وہ یقیناً بہت دور کی گرامی میں جا پڑا ہے ﴿١١٦﴾ وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں، اور دراصل وہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں ﴿١١٧﴾

شَيْطَانًا مَرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَعَنَهُ اللَّهُ مَوْ قَالَ لَا تَخْذَنْ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَا ضَلَّتْهُمْ

اللہ نے اس پر لعنت کی ہے، اور اس نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصہ ضرور لے کر رہوں گا ﴿١١٨﴾ اور میں انہیں گمراہ کر دوں گا، اور

وَلَا مُنِيْبَهُمْ وَلَا مُرْتَبَهُمْ فَلْيَبْتِكُنْ أَذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَا مُرْتَبَهُمْ فَلْيَعْيِرَنَّ خَلْقَ

انہیں امیدیں دلاؤں گا، اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان چیریں گے، اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بناوٹ میں ردو بدل

اللَّهُ ط وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ

کریں گے۔ اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنا لے تو وہ یقیناً کھلے نقصان میں جا پڑا ﴿١١٩﴾ شیطان لوگوں سے وعدے کرتا ہے

وَيُؤْتِيهِمْ ط وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ

اور انہیں امیدیں دلاتا ہے مگر شیطان کے سارے وعدے فریب کے سوا کچھ نہیں ﴿١٢٠﴾ ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ اس سے چھٹکارے

عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

کی کوئی صورت نہ پائیں گے ﴿١٢١﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم جلد انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا ط وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ﴿١٢٢﴾

نیچے نہیں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور اللہ سے بڑھ کر کون قول و قرار میں سچا ہے؟ ﴿١٢٢﴾

ہم اسے اس پر چلنے دیتے ہیں اور اسے مہلت دیتے ہوئے ایسے رستے کو اس کے لیے اچھا اور مزین کر کے پیش کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبْ بِهَذَا الْحَدِيثِ ط سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (القلم: 44:68) ”لہذا چھوڑ دیجیے مجھے اور اس کو جو اس حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے۔ ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔“

اور فرمایا: ﴿فَلَبَّازِعُوْاْ أَزَاجَ اللَّهِ قُلُوْبُهُمْ ط﴾ (الصف: 5:61) ”پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے“ اور فرمایا: ﴿وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ (الأنعام: 110:6) ”اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔“ اور آخرت میں ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم بنایا ہے کیونکہ جو شخص راہ ہدایت کو چھوڑ دے تو قیامت کے دن اس کے لیے جہنم کے رستے کے سوا اور کوئی رستہ نہ ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ.....﴾ (الآیة). (الصَّفَّتْ: 22:37) ”جو لوگ ظلم کرتے تھے ان کو اور ان کے ہم جنسوں کو جمع کر لو.....“ اور فرمایا: ﴿وَرَأَى الْمَجْرُمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾ (الكهف: 53:18) ”اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو

تفسیر آیات: 116-122

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور فرمان الہی: ﴿لَعَنَهُ اللَّهُ﴾ ”جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔“ یعنی اسے دھکاردیا، اپنی رحمت سے دور کر دیا اور بارگاہ سے نکال دیا تھا۔ تو اس نے کہا: ﴿لَا تَخْذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ ”میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا۔“ یعنی ایک متعین، طے شدہ، اور معلوم حصہ۔ مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے لوگ جہنم رسید ہوں گے اور صرف ایک شخص جنت میں جائے گا۔ ﴿وَلَا يَصْلَتْهُمْ﴾ ”اور ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔“ یعنی حق قبول کرنے کے بجائے انھیں گمراہ کر دوں گا، ﴿وَلَا مَنِيَّتَهُمْ﴾ ”اور امیدیں دلاتا رہوں گا۔“ یعنی ترکِ توبہ کو ان کے لیے مزین کر دوں گا، انھیں امیدیں دلاؤں گا جس کی وجہ سے وہ توبہ کرنے میں بہت دیر کر دیں گے، پھر ان کے نفوس کے بارے میں انھیں فریب اور دھوکے میں مبتلا کر دوں گا، ﴿وَلَا مَرَّتَهُمْ فَلَيُبْتَلِئَنَّ إِذَا انْ أَلَا نَعَامُ﴾ ”میں انھیں حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان چریں گے۔“

قتادہ، سُدی اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جانوروں کے کانوں کو چیر کر انھیں ان کے بحیرہ، سائبہ اور وسیلہ ہونے کی علامت قرار دے دیں گے۔ ﴿وَلَا مَرَّتَهُمْ فَلَيَعْيَرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ ط﴾ ”اور (یہ بھی) کہتا رہوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلتے رہیں۔“ امام حسن بن ابوالحسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد الْوَشْمُ، یعنی گودنا ہے۔ ﴿٣﴾ اور صحیح مسلم میں یہ حدیث بھی ہے کہ (جانور کے) چہرے پر داغ لگانا منع ہے۔ ﴿٤﴾ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ایسا کرنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ ﴿٥﴾

صحیح حدیث میں بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ثابت ہے کہ گودنے والی (جسم پر سوئی وغیرہ سے سرمایا نیل بھرنے والی) اور گودوانے والی، چہرے کے بال صاف کرنے اور کروانے والی، حسن کے لیے دانتوں میں فاصلہ کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلتے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے فرمایا کہ میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1069/4. ② تفسیر الطبری: 381/5 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1069/4. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1070/4. ④ صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب النهی عن ضرب الحيوان في وجهه ووسمه فيه، حدیث: 2116 عن جابر رضی اللہ عنہ: ”تفسير ابن كثير کے مطبوعہ نسخوں میں الوشم في الوجه ہے جبکہ دلائل کی رُو سے یہ واضح ہے کہ وشم، یعنی گودنا انسانی جسم کے کسی حصے پر بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ اس کے مشابہ ایک لفظ الوشم ہے جو جانوروں کے داغنے کے بارے میں مستعمل ہے جیسا کہ الوشم هو اُتر كية، مثلاً: [يَسْمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ] ”رسول اللہ ﷺ زکاة کے اونٹوں پر علامت امتیاز لگاتے۔“ (صحیح البخاری: 1502 عن انس رضی اللہ عنہ)۔ اور اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: لَعَنَ اللَّهُ الَّذِي وَسَمَهُ ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس (گدھے کے چہرے) پر داغ لگایا ہے۔“ (صحیح مسلم: 117 عن جابر رضی اللہ عنہ)۔ اور اسی سے میسّم، یعنی داغ لگانے کا آلہ ہے۔ اور یہ جانور کے چہرے کے علاوہ باقی جسم پر جائز ہے۔ اسی لیے تو سین میں ”جانور“ کا اضافہ کیا گیا ہے اگر یہ توجہ نہ کی جائے تو پھر یہاں فی الوجه کے لفظ زائد ہیں۔ اور صحیح مسلم کی آگے آنے والی حدیث اس کی واضح دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔ ⑤ صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب النهی عن ضرب الحيوان.....، حدیث: 2117 عن جابر رضی اللہ عنہ۔

فرمائی ہو اور اس کا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بھی ذکر ہو، آپ کا اشارہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرف تھا: ﴿وَمَا أَتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَاٰخُذُوْهُ وَاٰمَنُوْا بِمَا نَهٰكُم عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: 59) ”اور جو چیز تم کو تنبیہ کر دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں تو (اس سے) باز رہو۔“^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُّبِيْنًا ط﴾ ”اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا، وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔“ غرض یہ کہ وہ دنیا و آخرت میں خائب و خاسر ہو گیا اور یہ ایک ایسا خسارہ ہے جو کسی صورت میں بھی پورا نہ ہو سکے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ﴿يَعِدُّهُمْ وَيَنْبِئُهُمْ ط وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا عُرُوْرًا ۝﴾ ”وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انھیں وعدے دیتا ہے، وہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔“ یہ ایک امر واقع ہے جس کے بارے میں بتایا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ شیطان اپنے دوستوں سے وعدہ کرتا ہے کہ صرف وہی دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے، حالانکہ وہ صریحاً جھوٹ بولتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان جو کچھ وعدے انھیں دیتا ہے، وہ دھوکا ہی دھوکا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے حوالے سے ابلیس کے بارے میں بتایا ہے: ﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَبَّآ اَقْضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعَدَ الْحَقُّ وَوَعَدْتُكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۝۲۱ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۲﴾ (ابراہیم: 14: 22) ”اور جب (حساب کتاب کے) اُمور کا فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا: (جو) وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا یقیناً سچا (تھا) اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا، تو میں نے اس کی خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا۔ ہاں، میں نے تم کو (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہنا مان لیا تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریادری کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریادری کر سکتے ہو، میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم پہلے مجھے شریک بناتے تھے، بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔“ ﴿اُوْلٰئِكَ ۝۲۳﴾ ”ایسے لوگوں کا۔“ یعنی شیطان کے وعدوں اور امیدوں کو اچھا سمجھنے والوں کا ﴿مَا ذٰلَهُمْ جَهَنَّمَ ۝۲۴﴾ مطلب یہ کہ قیامت کے دن ان کا ٹھکانا اور ان کا انجام جہنم ہوگا ﴿وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۝۲۵﴾ ”اور وہ اس سے نکل بھاگنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔“ یعنی جہنم سے نجات، خلاصی اور جان بخشی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

نیک مومنوں کی جزا: پھر اللہ تعالیٰ نے سعادت مند اور متقی و پرہیزگار لوگوں کے آخرت میں حسن انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے۔“ یعنی جن اچھے کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے ترک کرنے کا انھیں حکم دیا گیا تھا، ان کے دلوں نے اس کی تصدیق کی اور اعضاء نے اس کے

① صحیح البخاری، اللباس، باب المتفلحات للحسن، حدیث: 4886 و 5931 و صحیح مسلم، اللباس والزينة، باب

تحريم فعل الواصلة والمستوصلة، حدیث: 2125 مفصلاً .

لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ ط مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ ۖ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ

(انجام کا دار و مدار) تمہاری خواہشات پر ہے نہ اہل کتاب کی خواہشات پر، بلکہ جو کوئی برائے عمل کرے گا، اس کا اسے بدلہ دیا جائے گا، اور وہ اللہ کے سوا

دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ (123) وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا ۝ اور جو کوئی نیک کام کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مؤمن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اور

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝ (124) وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ

ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ۝ اور دین میں اس شخص سے زیادہ اچھا کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا بھی

لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ط وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ (125) وَلِلَّهِ مَا

ہو، اور ملتِ ابراہیم کی پیروی کرے، جو صرف حق پرست تھا؟ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا خاص دوست بنایا تھا ۝ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ۝ (126)

ہی کا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ۝

مطابق عمل کیا ۝ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝ ”ان کو ہم بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔“ ان میں وہ جس وقت چاہیں اور جہاں چاہیں گے بلا تکلف آئیں جائیں گے ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝ ”ابدالاً بادان میں رہیں گے۔“ نہ انھیں وہاں کبھی زوال ہوگا اور نہ وہ وہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہونا چاہیں گے۔

۝ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا ۝ یعنی یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم ہے کہ وہ لامحالہ واقع ہو کر رہے گا۔ اسی لیے مفعول مطلق ۝ حَقًّا ۝ لا کر اس وعدے کی صداقت کی تاکید کی ہے کیونکہ مفعول مطلق یقینی طور پر خبر کے وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور فرمایا: ۝ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝ ”اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے؟“ مطلب یہ ہے کہ قول اور خبر کے اعتبار سے اس سے زیادہ سچا اور کوئی نہیں ہو سکتا، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ رب۔

رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے: [إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، (وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ)، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ، وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ] ”بے شک سب سے زیادہ سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ اور بدترین امور وہ ہیں جن کو دین میں نیا نیا ایجاد کر لیا گیا ہو اور دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔“ ①

① سنن النسائي، صلاة العيدين، باب كيف الخطبة؟ حديث: 1579 اور يها [خير] کے بجائے [أحسن] ہے۔ وصحيح

ابن خزيمة، باب صفة خطبة النبي ﷺ 143/3 مزید دیکھیے صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة،

حديث: 867 و مسند أحمد: 310/3، 311 عن جابر بن عبد الله .

تفسیر آیات: 126-123

نجات آرزوؤں پر نہیں بلکہ عملِ صالح پر موقوف ہے: امام قتادہ کہتے ہیں: ہم سے یہ بیان کیا گیا کہ مسلمانوں اور اہل کتاب نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا۔ اہل کتاب نے کہا کہ ہمارا نبی تمہارے نبی سے پہلے گزرا ہے، ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی ہے، لہذا تمہاری نسبت ہم اللہ کے زیادہ قریب ہیں، اس کے جواب میں مسلمانوں نے کہا کہ تمہاری نسبت ہم اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ ہمارے نبی ﷺ تو خاتم النبیین ہیں۔ اور ہماری کتاب سابقہ تمام آسمانی کتابوں کی ناخ ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں: ﴿لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ﴾ تا ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ”(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا..... اور اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے حکم کو قبول کیا اور وہ نیکو کار بھی ہے۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ مسلمانوں کی جنت کو ان اہل کتاب کے خلاف ظاہر اور غالب کرتے ہوئے فرمایا ہے جنہوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا تھا۔^① سُدّی، مسروق، ہُصَک، ابوصالح اور دیگر کئی مفسرین سے تقریباً اسی طرح منقول ہے۔^②

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بھی اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ مختلف ادیان سے وابستہ لوگوں نے آپس میں جھگڑا کیا، اہل تورات نے کہا کہ ہماری کتاب تمام کتابوں سے بہتر ہے، ہمارے نبی تمام نبیوں سے بہتر ہیں، اہل انجیل نے بھی اسی طرح کہا۔ اور اہل اسلام نے کہا کہ اسلام کے سوا اور کوئی دین، دین ہی نہیں ہے، ہماری کتاب نے سابقہ تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے، ہمارے نبی ﷺ تو خاتم النبیین ہیں اور ہمیں اور تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمہاری کتاب پر ایمان ضرور لائیں لیکن عمل اپنی ہی کتاب کے مطابق کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان مختلف اہل ادیان میں فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ﴾ ”(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا۔“^③

اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ دین ظاہری نمود و نمائش کا نام ہے نہ خواہشوں اور آرزوؤں کا بلکہ دین تو اس ایمان کا نام ہے جو دلوں میں راسخ ہو جائے اور اعمال اس کی تصدیق کریں جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے تو اسے محض اپنے دعوے سے سب کچھ حاصل نہیں ہو جاتا اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کی بات حق ہے تو محض اس کے دعوے سے اس کی بات کو حق اور سچ نہیں مان لیا جائے گا بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس کوئی دلیل ہو۔ اس لیے اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہیں اور انہیں محض اپنی آرزوؤں کی وجہ سے نجات نہیں مل سکے گی بلکہ نجات کا انحصار تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس شریعت کی اتباع پر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی زبانی حکم دیا، اسی لیے اس کے بعد

① تفسیر الطبری: 390/5 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1073/4 . ③ تفسیر الطبری: 391/5 .

فرمایا: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ﴾ اور جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی کا بدلہ دیا جائے گا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿ (الزلزال 99: 8) ”پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔“

روایت کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو یہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری (جیسا کہ) امام ابن ابوحاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے معلوم ہے کہ قرآن مجید کی سب سے زیادہ سخت آیت کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: مَا هِيَ يَا عَائِشَةُ؟ [عائشہ! وہ کون سی آیت ہے؟] میں نے عرض کی: ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ﴾ تب آپ نے فرمایا: [هُوَ مَا يُصِيبُ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ حَتَّى النَّكْبَةِ يُنْكَبُهَا] ”اس بدلے سے مراد وہ تکلیف ہے جو مردِ مؤمن کو پہنچتی ہے حتیٰ کہ اسے جو بھی مصیبت پہنچتی ہے (وہ اس کے برے عمل کا بدلہ بن جاتی ہے)۔“^① اسی طرح اس حدیث کو امام ابن جریر اور امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔^②

سعید بن منصور نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ﴾ تو یہ مسلمانوں پر بہت گراں گزری تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [قَارِبُوا وَسَلِّدُوا، فَإِنَّ كُلَّ مَا يُصَابُ بِهِ الْمُسْلِمُ كَفَّارَةٌ، حَتَّى الشُّوْكَةُ يُشَاكُهَا، وَالنَّكْبَةُ يُنْكَبُهَا] [اعتدال پسندی سے کام لو اور درست راہ اختیار کرو، مسلمان کو جو تکلیف بھی پہنچتی ہے، وہ اس کے لیے کفارہ بن جاتی ہے حتیٰ کہ اسے جو کنا بھی چبھے اور جو مصیبت بھی پہنچے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔“^③ اسی طرح (کچھ کمی بیشی سے) اس کو امام احمد، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم نے بھی روایت کیا ہے۔^④

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا يَجِدُ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾^⑤ ”اور وہ اللہ کے سوانہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہاں، اگر وہ اپنی موت سے قبل توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا، اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔ ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الظُّلُمَاتِ مِنْ ذِكْرٍ أَوْ أُكْتَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ نَقِيرًا﴾^⑥ ”اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو۔“ جب اللہ تعالیٰ نے برے اعمال کے بدلے کا ذکر کیا کہ وہ برے اعمال کرنے والے بندے کو ضرور پکڑے گا یا دنیا میں اور یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ اس کے برے اعمال کی اسے دنیا ہی میں سزا مل جائے اور یا پھر آخرت میں پکڑے گا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ. ہم دعا

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1072/4. ② تفسیر الطبری: 399/5 و سنن أبی داود، الجنائز، باب عیادة النساء، حدیث:

3093 مفسلاً. ③ سنن سعید بن منصور: 1378/4، حدیث: 694. ④ صحیح مسلم، البر والصلة، باب ثواب

المؤمن فیما یصیبه من مرض.....، حدیث: 2574 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء، حدیث:

3038 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب: 102 قوله تعالیٰ: ﴿لَئِنْ سَأَلْتُمْ بِمَا آتَيْنَاكُمْ﴾، حدیث: 11122 و مسند

أحمد: 248/2. ⑤ تفسیر الطبری: 396/5 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1072/4.

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں عافیت، درگزر اور معافی عطا فرمائے۔

چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اس احسان اور فضل و رحمت کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں نیک اعمال کو شرف قبولیت سے نوازے گا بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہوں۔ پھر انہیں جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کی نیکیوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں کرے گا۔ یہاں اس سلسلے میں ﴿نَقِيرًا﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور نقیر اس چھوٹے سے گڑھے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کی پشت پر ہوتا ہے اور فُتِيل کے متعلق بات پہلے گزر چکی ہے۔^① یعنی وہ دھاگہ جو گٹھلی کے درمیان میں ہوتا ہے۔ اسی طرح قُطْمِير اس لفافے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔ فُتِيل، نقیر اور قُطْمِير، تینوں الفاظ کا تعلق کھجور سے ہے اور یہ تینوں الفاظ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔^②

قبولیت عمل کی شرائط: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ﴾ ”اور اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا؟“ جس نے اپنے رب تعالیٰ کے لیے عمل کو خالص کیا اور ایمان کے ساتھ حصول ثواب کی نیت سے عمل کیا ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ”اور وہ نیکو کار بھی ہے۔“ یعنی اپنا عمل اس طریق کار کے مطابق سرانجام دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کیا ہے اور جس ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنے رسول کو مبعوث فرمایا ہے۔

اور یہ دو ایسی شرطیں ہیں کہ ان کے بغیر کسی عمل کرنے والے کا عمل صحیح ہو ہی نہیں سکتا، یعنی عمل کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خالص بھی ہو اور درست بھی۔ خالص سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ ہی کے لیے ہو اور درست سے مراد یہ ہے کہ وہ شریعت کے مطابق ہو، عمل کا ظاہر اتباع اور باطن اخلاص کے ساتھ صحیح قرار پائے گا۔ عمل میں اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ فاسد ہوگا۔ جس کے عمل میں اخلاص کی شرط نہ ہو تو وہ منافق ہوگا۔ منافق وہ ہوتے ہیں جو لوگوں کے دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں۔ اور جس شخص کا عمل رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے مطابق نہیں ہوگا تو وہ گمراہ اور جاہل ہوگا۔ اور جس عمل میں یہ دونوں شرطیں موجود ہوں تو وہ مومنوں کا عمل ہے۔ جن کے اچھے اعمال کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا اور برے اعمال کو معاف فرما دیتا ہے۔

اسی لیے فرمایا: ﴿وَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ ”اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے۔“ ان سے مراد حضرت محمد ﷺ اور روز قیامت تک آپ کی پیروی کرنے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ أَوَّلَى الْغَايِبِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ.....﴾ الآية (آل عمران 68) ”ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر (آخر الزمان).....“ اور فرمایا: ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل 123:16) ”پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی

① دیکھیے النساء، آیت: 49 کی تفسیر میں۔ ② دیکھیے ﴿فَتِيلًا﴾ (النساء 49) اور ﴿قُطْمِيرٌ﴾ (فاطر 35:13)۔

کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔“

حنیف اسے کہتے ہیں جو اپنے قصد و ارادے کے ساتھ شرک سے الگ ہو جائے، یعنی شرک کو علی وجہ البصیرت ترک کر دے، حق کو کلیتاً قبول کر لے کوئی روکنے والا اسے راہِ حق سے روک نہ سکے اور کوئی بھی اس کے قدموں کو حق سے ڈمگانہ سکے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۖ﴾ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کی ترغیب دی ہے کیونکہ وہ ایک ایسے پیشوا ہیں کہ جن کی اقتدا کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ تقرب الہی کے اس سب سے بلند مقام تک پہنچ گئے تھے، جہاں تک رسائی ممکن ہے، یعنی وہ درجہ خلّت کے اس مقام پر پہنچ گئے تھے جو محبت کے مقامات میں سے بلند ترین مقام ہے اور انھیں یہ مقام اپنے رب کی کثرت کے ساتھ اطاعت کی وجہ سے حاصل ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۖ﴾ (النجم 53:38) ”اور ابراہیم جنھوں نے (حق طاعت و رسالت) پورا کیا۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَتْهُنَّ ۖ فَتَبَسَّ ۖ﴾ (البقرة 124:2) ”اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ﴾ (النحل 120:16) ”بیشک ابراہیم (لوگوں کے) امام (اور) اللہ کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے عمرو بن میمون کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن تشریف لائے تو انھوں نے صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے جب یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۖ﴾ تو ایک آدمی بول اٹھا کہ پھر تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ماں کی آنکھوں کے لیے یہ بات باعث ٹھنڈک تھی۔ ① انھیں خلیل اللہ کے لقب سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ ان کے رب تعالیٰ کو ان سے بے انتہا محبت تھی۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا وہ مظاہرہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند آیا۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں ارشاد فرمایا تھا: [أَيُّهَا النَّاسُ! لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ خَلِيلًا لَّاتَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلًا، وَلَكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ] ”لوگو! اگر میں نے اہل زمین میں سے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو ابن ابوقحافہ کو اپنا خلیل بنا لیتا لیکن تمہارے صاحب تو اللہ کے خلیل ہیں۔“ ②

① صحیح البخاری، المغازی، باب بعث أبي موسى ومعاذ إلى اليمن، حديث: 4348. ② صحیح البخاری، الصلاة، باب الخوخة.....، حديث: 466 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله عنه، حديث: 2382 عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه. وحديث: 2383 والنلفظ له عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه. [أَيُّهَا النَّاسُ] اور خطبے وغیرہ کا ذکر اسی حدیث کے دوسرے طرق میں ہے، مثلاً: صحيح مسلم: 2382 والطبقات الكبرى لابن سعد: 227/2 ومسند أحمد: 18/3.

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ط قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ لَا مَا يُثْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَصَى

اور (اے نبی!) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے: اللہ خود ان کے بارے میں حکم دے رہا ہے اور کتاب کی وہ آیتیں

النِّسَاءِ الَّتِي لَا تَوْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

بھی، جو یتیم لڑکیوں کے بارے میں تمہیں (پڑھ کر) سنائی جاتی ہیں جنہیں ان کا مقرر حق تم نہیں دیتے اور تم چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو، اور (وہ) کمزور

الْوِلْدَانِ لَا وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَمَى بِالْقِسْطِ ط وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ①

بچوں کے بارے میں (تمہیں حکم دے رہا ہے) اور یہ کہ تم یتیموں سے انصاف کرو۔ اور تم جو بھی نیکی کرو، تو بے شک اللہ اس کا خوب علم رکھتا ہے ②

بخاری بن عبد اللہ بخاری، عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا اسی طرح خلیل بنالیا ہے جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا تھا۔“ ①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ”اور آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کا ہے۔“ سب اسی کی ملکیت، اسی کے بندے اور اسی کی مخلوق ہیں، سب میں اسی کا تصرف و اختیار کا فرما ہے، اس کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس کے حکم کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا، اس کی عظمت، قدرت، عدل، حکمت، لطف اور رحمت کی وجہ سے جو وہ کرتا ہے، کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا ﴿وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا﴾ ② ”اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ یعنی اس کا علم ساری مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اپنے بندوں کی کوئی بات بھی اس سے مخفی نہیں، آسمان و زمین کا کوئی ذرہ یا اس سے بھی کوئی چھوٹی یا بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، ہر وہ ذرہ جو لوگوں کو نظر آتا ہو یا نہ آتا ہو اس سے مخفی نہیں ہے۔

تفسیر آیت: 127

یتیم لڑکی کے بارے میں حکم: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس آیت کریمہ: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ کے بارے میں روایت کو بیان کیا ہے کہ یہ آیت اس آدمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کے پاس یتیم لڑکی ہوتی تھی اور وہی اس کا والی وارث ہوتا تھا۔ وہ لڑکی اسے اپنے تمام مال حتیٰ کہ کھجور کے درخت میں شریک کر لیتی تھی۔ اور اس کی اس سے نکاح کرنے میں بھی رغبت ہوتی تھی اور اس بات کو وہ ناپسند کرتا تھا کہ اسے کسی اور کے نکاح میں دے تاکہ وہ شراکت کی وجہ سے اس کے مال میں حصہ دار بن جائے، لہذا وہ اسے نکاح کرنے سے روک رکھتا تھا۔ تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔ ② اور اسی طرح اس

① صحیح مسلم، المساجد، باب النہی عن بناء المسجد علی القبور.....، حدیث: 532 والمستدرک للحاکم، تواریخ المتقدمین، ذکر ابراہیم النبی ﷺ.....: 550/2، حدیث: 4018 • حقیقۃً عن جندب ﷺ و سنن ابن ماجہ، المقدمة، فضل العباس بن عبد المطلب، حدیث: 141 عن عبد اللہ بن عمرو ﷺ. ودلائل النبوة للبيهقي، باب ماجاء فی تحدّث رسول اللہ ﷺ.....: 484/5 عن ابن مسعود ﷺ. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ (النساء: 127)، حدیث: 4600.

کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔^①

امام ابن ابوجاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يَفْتِيكُمْ فِيهِنَّ لَا مَا يَتْلُو عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ.....﴾ الآية ”(اے پیغمبر!) لوگ آپ سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں، کہہ دیجیے: اللہ تم کو ان کے (ساتھ نکاح کرنے کے) معاملے میں اجازت دیتا ہے اور کتاب کی وہ آیتیں بھی جو تمہیں (پڑھ کر) سنائی جاتی ہیں۔“ اور اس پہلے حکم سے مراد یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي النِّسَاءِ فَآْكُحُوا مَا كَتَبَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء: 4: 3) ”اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو (ان کے سوا) جو عورتیں تم کو پسند ہوں، ان سے نکاح کر لو۔“^②

اسی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوا هُنَّ﴾ ”اور خواہش رکھتے ہو کہ ان کے ساتھ نکاح کر لو۔“ یعنی یتیم لڑکی جو تمہارے زیر پرورش ہو اگر وہ کم مال اور معمولی حسن و جمال والی ہو تو پھر تم اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتے، لہذا انہیں منع کر دیا گیا کہ اگر وہ محض مال اور جمال کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہوں تو پھر نکاح نہ کریں الا یہ کہ عدل و انصاف سے کام لیں۔^③ اس حدیث کا اصل صحیحین میں بھی ہے۔^④

مقصود یہ ہے کہ کسی آدمی کے زیر پرورش اگر کوئی ایسی یتیم لڑکی ہو جس سے نکاح کرنا اس کے لیے حلال ہو اور اس کی یہ خواہش بھی ہو کہ وہ اس سے نکاح کر لے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ اسی طرح کا مہر دے جس طرح کا مہر اس جیسی عورتوں کو دیا جاتا ہو اور اگر وہ مہر مثل نہ دینا چاہے تو پھر اس کے سوا کسی اور عورت سے نکاح کر لے عورتوں کی کوئی کمی ہے۔^⑤ یہ مفہوم اس آیت کریمہ کا ہے جو اس سورہ مبارکہ کے شروع میں ہے۔ اور (جو آیت یہاں بیان ہوئی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ) اگر آدمی کی اس سے نکاح کرنے کی خواہش نہ ہو اور وہ اس کی نظر میں یا حقیقت میں بد صورت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس بات سے منع کر دیا ہے کہ وہ اسے روک رکھے اور شادی نہ کرے کہ کہیں اس کا شوہر اس کے حصے کے مال کا شریک نہ بن جائے جیسا کہ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی آدمی کے پاس کوئی یتیم لڑکی ہوتی تو وہ اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا جس کے معنی یہ تھے کہ اب اس سے کوئی نکاح نہیں کر سکے گا۔ اگر وہ خوبصورت ہوتی اور اس کی خواہش ہوتی تو اس سے خود نکاح کر لیتا اور اس کے مال کو کھالیتا اور اگر بد صورت ہوتی تو نہ خود نکاح

① صحیح مسلم، التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: (9)-3018. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1076/4.

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1077/4. ④ صحیح البخاری، الشرکة، باب شرکة الیتیم وأهل المیراث، حدیث: 2494

و صحیح مسلم، التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: 3018. ⑤ صحیح البخاری، الشرکة، باب شرکة

الیتیم.....، حدیث: 2494 و صحیح مسلم، التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: 3018. ⑤ تفسیر

الطبری: 410/5.

وَأِنْ أَمْرًا خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے ظلم و زیادتی یا نظر انداز کیے جانے کا اندیشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں کسی طرح صلح

بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا

کر لیں، اور صلح ہی اچھی ہے، اور انسانی نفس میں بخیلی رکھی گئی ہے، اور اگر تم احسان کرو اور پرہیزگار بنو تو بے شک تم جو بھی عمل کرتے ہو، اللہ اس کی

فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٢٨﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْبُوا بَيْنَ النِّسَاءِ

خوب خبر رکھتا ہے ﴿۱۲۸﴾ اور تم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ تم اپنی بیویوں میں ہر طرح سے عدل کرو، خواہ تم اس کی کتنی ہی خواہش رکھو، پھر تم کسی ایک کی

وَكُورْ حَرْصُكُمْ فَلَا تَسِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا

طرف پوری طرح مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو بیچ میں لگتی چھوڑ دو، اور اگر تم اصلاح کا رویہ اختیار کرو اور پرہیزگار بنو تو اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم

فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٢٩﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ ط

کرنے والا ہے ﴿۱۲۹﴾ اور اگر وہ دونوں (میاں بیوی) ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو اللہ اپنے فضل سے ہر ایک کو (دوسرے سے) بے نیاز کر دے گا۔

وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾

اور اللہ بڑی وسعت والا، خوب حکمت والا ہے ﴿۱۳۰﴾

کرتا اور نہ اسے کسی اور کے نکاح میں دیتا حتیٰ کہ وہ اسی طرح مرجاتی اور جب مرجاتی تو یہ اس کے مال کا وارث بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیتے ہوئے ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔ ﴿۱﴾

وَالسُّتْضَعِفَيْنِ مِنَ الْوِلْدَانِ ﴿۲﴾ ”اور بے چارے بے کس بچوں کے بارے میں (حکم دے رہا ہے۔)“ کے متعلق

فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ چھوٹے بچوں اور لڑکیوں کو وراثت میں سے ان کا حصہ نہیں دیتے تھے۔ اور یہ چیز اس

فرمان الہی سے واضح ہے: ﴿لَا تُوْثِقُوْهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ﴾ ”جن کو تم ان کا حق تو دیتے نہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع

فرمادیا اور ہر حصے دار کا حصہ واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لِلَّذِكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ (النساء 11:4) ”ایک لڑکے کا

حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔“ خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ ﴿۲﴾ سعید بن جبیر وغیرہ کا قول بھی تقریباً اسی طرح ہے۔ ﴿۳﴾

سعید بن جبیر نے فرمان الہی: ﴿وَأَنْ تَقُوْهُمُوْا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ﴾ ”اور یہ (بھی حکم دیتا ہے) کہ یتیموں کے بارے میں

انصاف پر قائم رہو۔“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جیسے یتیم لڑکی کے صاحب مال و جمال ہونے کی صورت میں تم اس کو ترجیح

دیتے ہوئے اس سے خود نکاح کر لیتے ہو تو ایسے ہی اگر وہ صاحب مال و جمال نہ ہو تو پھر بھی اس سے نکاح کر لو اور اس صورت

میں بھی تم اسی کو ترجیح دو۔ ﴿۴﴾ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿۵﴾ ”اور جو بھلائی تم کرو گے تو بے شک

اللہ اس کو جانتا ہے۔“ یہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کرنے اور اپنی اطاعت بجالانے کا شوق دلایا ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے

① تفسیر الطبری: 410/5 . ② تفسیر الطبری: 411/5 . ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1076/4 . ④ تفسیر ابن ابی

تمام اعمال کو جانتا ہے اور وہ ان کا پورا پورا صلہ عطا فرمائے گا۔

تفسیر آیات: 130-128 ﴿

خاوند کی زیادتی کے بارے میں احکام: اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے حالات کے بارے میں آگاہ فرماتے اور شرعی احکام بیان کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ کبھی خاوند بیوی سے نفرت کرتا ہے اور کبھی اس کے ساتھ اتفاق سے رہتا ہے اور کبھی اس سے جدائی اختیار کر لیتا ہے تو ان میں سے جب پہلی حالت ہو اور بیوی کو خدشہ ہو کہ اس کا خاوند اس سے نفرت یا بے رغبتی کرے گا تو اسے یہ اختیار ہے کہ شوہر کو اس سے باز رکھنے کے لیے وہ اپنے کچھ نفقہ یا لباس یا شب باشی وغیرہ کے کسی حق سے دستبردار ہو کر صلح کر لے۔ اور شوہر کو اختیار ہے کہ اگر اس کی بیوی اس طرح کی کوئی پیش کش کرے تو وہ اسے قبول کر لے۔ عورت کے لیے اس طرح کی کوئی پیش کش کرنے اور شوہر کے لیے اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا﴾ ”تو میاں بیوی پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں (کسی قرارداد پر) صلح کر لیں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ ”اور صلح خوب (چیز) ہے۔“ یعنی صلح کر لینا جدائی اختیار کر لینے سے بہتر ہے۔ ﴿وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ﴾ یہاں ﴿الشُّحُّ﴾ بمعنی شاحۃ لیا گیا ہے، یعنی اختلاف کی صورت میں جدائی کے اختیار کر لینے سے صلح کر لینا بہتر ہے۔

امام ابو داؤد طیالسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت سُوْدَةُ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو اندیشہ لاحق ہوا کہ رسول اللہ ﷺ انھیں طلاق دے دیں گے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میرا دن عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو دے دیں مگر مجھے طلاق نہ دیں تو آپ نے اسی طرح کیا، چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاصًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا.....﴾ ”الآیہ“ اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں.....“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ دونوں جس چیز پر بھی صلح کر لیں وہ جائز ہے۔^① اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔^② اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے مروی ہے کہ جب سُوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا عمر رسیدہ ہو گئیں تو انھوں نے اپنا دن عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو ہبہ کر دیا تو نبی اکرم ﷺ ان کا دن بھی حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے پاس گزارتے تھے۔^③

امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت مبارکہ ﴿وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاصًا﴾ کے بارے میں حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مرد کے پاس سن رسیدہ عورت ہوتی ہے جس سے وہ زیادہ محبت و معاشرت

① مسند أبی داود الطیالسی، فی ترجمة عکرمۃ مولی ابن عباس: 403/4، حدیث: 2805. ② جامع الترمذی،

تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء، حدیث: 3040. ③ صحیح البخاری، النکاح، باب المرأة تهب یومها من

زوجها.....، حدیث: 5212 لیکن یہاں عمر رسیدہ ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ وصحیح مسلم، الرضاع، باب جواز هبتها نوبتها،

حدیث: 1463.

نہیں کرتا بلکہ اسے الگ کر دینا چاہتا ہے تو وہ یہ کہتی ہے کہ میں اپنے (نان و نفقہ اور تقسیم وغیرہ کے) معاملے میں تجھے مکمل اختیار دیتی ہوں، یعنی تو مجھے کسی بھی صورت طلاق نہ دے، چنانچہ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔^①

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ کے معنی: علی بن ابوطلمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شوہر اگر بیوی کو یہ اختیار دے کہ اگر وہ چاہے تو اس کے پاس رہے اور اگر چاہے تو علیحدگی اختیار کر لے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ شوہر اسی پر اصرار کرے کہ وہ دوسری بیوی کو ترجیح دیتے ہوئے اسے طلاق دے دے گا۔^② لیکن آیت سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ دونوں کا اس بات پر صلح کر لینا کہ بیوی اپنے بعض حقوق ترک کر دے گی اور شوہر اس کی اس پیشکش کو قبول کر لے گا یہ کلیتہاً جدائی اختیار کرنے سے بہتر ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ یہ معاملہ طے کر لیا تھا کہ وہ اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے وقف کر دیں گی اور آپ انھیں طلاق نہیں دیں گے اور وہ بدستور ازواج مطہرات میں شمار رہیں گی۔

رسول اللہ ﷺ کے حق میں بھی یہی صورت افضل تھی تا کہ امت بھی اس صلح کی مشروعیت اور جواز کے سلسلے میں آپ کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات زیادہ پسند ہے کہ اس کے بندے جدائی اور علیحدگی اختیار کرنے کے بجائے الفت و محبت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط﴾ ”اور صلح خوب (چیز) ہے۔“ جبکہ طلاق اللہ سبحانہ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ چیز ہے۔^③ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَإِنْ تَحْسَبُوا تُتَّقُونَ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ ”اور اگر تم نیکوکاری اور پرہیزگاری کرو گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔“ یعنی اگر تم بیوی کو ناپسند کرنے کے باوجود اپنے پاس ہی رکھو اور صبر کرو اور اسے وہ تمام حقوق عطا کرو جو اس طرح کی عورتوں کے ہوں تو تمہاری اس نیکی کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ تمہیں اس کی پوری پوری جزا عطا فرمائے گا۔

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ ”اور تم خواہ کتنا ہی چاہو عورتوں میں ہرگز برابری نہیں کر سکو گے۔“ یعنی لوگو! تم تمام وجوہ سے عورتوں میں برابری نہیں کر سکتے۔ اگر تم ایک رات ایک کے پاس اور دوسری رات دوسری کے پاس گزارنے کی باری کی تقسیم کر بھی دو تو تم محبت، شہوت اور مباشرت کے اعتبار سے فرق کو دور نہیں کر سکتے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عبیدہ سلمانی، مجاہد، حسن بصری اور ضحاک بن مزاحم رضی اللہ عنہم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔^④

امام احمد اور اہل سنن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات میں باریوں کی تقسیم کے اعتبار سے پورا پورا عدل و انصاف فرمایا کرتے تھے، پھر دعا فرمایا کرتے تھے: [اللَّهُمَّ! هَذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ،

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ (النساء: 4: 128)، حدیث: 4601.

ہاں، عمر رسیدہ ہونے کا ذکر حدیث: 2694 میں ہے۔ ② الدر المنثور: 411/2. ③ دیکھیے سنن أبی داود، الطلاق، باب فی

کراهية الطلاق، حدیث: 2178 و سنن ابن ماجہ، الطلاق، باب حدثنا سويد بن سعيد، حدیث: 2018 والمستدرک

للحاکم، الطلاق: 196/2، حدیث: 2794 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما. یہ روایت ضعیف ہے، إرواء الغلیل: 108-106/7، حدیث: 2040.

④ تفسیر الطبری: 423/5 و تفسیر ابن أبی حاتم: 1083/4.

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰوْتُوْا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ

اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اور ہم نے تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی، ان کو اور تمہیں بھی یہی حکم دیا کہ

اِنْ اَتَقُّوْا اللّٰهَ ط وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا

اللہ سے ڈرتے رہو، پھر اگر تم کفر کرو گے تو بے شک آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے، اور اللہ بہت بے پروا،

حَمِيْدًا ۝۱۳۱ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝۱۳۲ اِنْ يَّشَاْ يُّذْهِبْكُمْ

قابل تعریف ہے ۝ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اور اللہ بطور کارساز کافی ہے ۝ اے لوگو! اگر اللہ چاہے

اَيُّهَا النَّاسُ وَاَيَّاتٍ بِاٰخِرِيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝۱۳۳ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ

تو تمہیں ہٹا کر تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے اور اللہ اس بات کی پوری قدرت رکھتا ہے ۝ جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہو

الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط وَكَانَ اللّٰهُ سَبِيْعًا بَصِيْرًا ۝۱۳۴

تو اللہ کے پاس تو دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے، اور اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ۝

فَلَا تَلْمِزْنِيْ فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ] ”اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے اور اس پر مجھے ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں ہے۔“ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یعنی دل کے معاملے میں مجھے ملامت نہ کرنا۔ یہ الفاظ ابو داؤد کی روایت کے مطابق ہیں۔ ① اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

﴿فَلَا تَلْمِزُوا كُنَّ الْمَلِيْلَ﴾ ”تو ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی طرف جھک جاؤ۔“ یعنی اگر ایک کی طرف میلان زیادہ ہو تو یہ نہ کرو کہ کلیتہاً ہی اس کی طرف مائل ہو جاؤ، ﴿فَقَدْ رَوَوْهَا كَالْمَعْلَقَةِ﴾ ”پھر دوسری کو (ایسی حالت میں) چھوڑ دو کہ گویا بیچ میں لٹک رہی ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، حسن، ضحاک، ربیع بن انس، سدی اور مقاتل بن حیان رحمہم فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسری کو اس طرح چھوڑ دو گویا وہ نہ شوہر والی ہو اور نہ مطلقہ۔ ②

امام ابو داؤد طیالسی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ كَانَ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ اِلٰى اِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَحَدُ شِقِيْهِ سَاقِطٌ] ”جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو جائے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا ایک پہلو ساقط (فالج زدہ) ہوگا۔“ ③ ﴿وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ”اور اگر آپس میں موافقت کر لو اور پرہیز گاری کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ یعنی اگر اپنے امور کی اصلاح کر لو اور اپنے مقدور کے مطابق عدل و انصاف سے باری مقرر کرو اور تمام حالات میں اللہ

① مسند أحمد: 144/6 وسنن أبي داود، النكاح، باب في القسم بين النساء، حديث: 2134 وجامع الترمذی،

النكاح، باب ماجاء في التسوية بين الضرائر، حديث: 1140 وسنن النسائي، عشرة النساء، باب ميل الرجل إلى بعض

نساءه دون بعض، حديث: 3395 وسنن ابن ماجه، النكاح، باب القسمة بين النساء، حديث: 1971. ② تفسير ابن

أبي حاتم: 1084/4. ③ مسند أبي داود الطيالسی، ترجمة بشير بن نهيك: 201/4، حديث: 2576.

تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو اللہ تعالیٰ بعض عورتوں کی طرف تمہارے زیادہ میلان کو معاف فرمادے گا۔

﴿وَأَن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ ط وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا﴾ ﴿١٣٠﴾ ”اور اگر میاں بیوی (میں موافقت نہ ہو سکے اور) ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی کر دے گا اور اللہ بڑی کشائش والا (اور) حکمت والا ہے۔“ یہ تیسری حالت، یعنی جدائی اور علیحدگی اختیار کرنے کی حالت کو بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے تب اللہ تعالیٰ دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔ اور دونوں کو ایک دوسرے سے بہتر جیون ساتھی عطا فرمادے گا۔ ﴿وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا﴾ ﴿١٣١﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بہت فضل فرمانے والا ہے اور عظیم احسان فرمانے والا ہے اور وہ اپنے تمام افعال، اپنے تمام فیصلوں اور اپنی شریعت کے تمام حکموں میں حکمت والا ہے۔

تفسیر آیات: 131-134

اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، ان سب کا وہی حاکم ہے۔ اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ﴾ ”اور یقیناً جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کو بھی اور تم کو بھی ہم نے تاکید کی حکم کیا ہے۔“ یعنی تم کو بھی وہی حکم دیا ہے جو انھیں حکم دیا کہ اللہ عزوجل سے ڈرو اور صرف اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کرو۔

پھر فرمایا: ﴿وَأَن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ ”اور اگر کفر کرو گے تو (سمجھ رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اللہ ہی کا ہے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَسِيدٌ﴾ ﴿١٣٢﴾ (ابراہیم 14: 8) ”اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب ناشکری کرو تو بے شک اللہ بھی بے نیاز (اور) قابل تعریف ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَكْفُرُوا وَتَوَكَّلُوا وَاسْتَغْنَى اللَّهُ ط وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَسِيدٌ﴾ ﴿١٣٣﴾ (التغابن 64: 6) ”تو انھوں نے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی بے نیازی کی اور اللہ تعالیٰ تو ہے ہی بہت بے نیاز، سب خوبیوں والا۔“ یعنی اپنے بندوں سے بے نیاز ہے اور اپنے تمام فیصلوں اور احکام میں قابل ستائش ہے۔

اور فرمان الہی: ﴿وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ ﴿١٣٤﴾ ”اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کا رَساز کافی ہے۔“ یعنی ہر جاندار جو کچھ کر رہا ہے، وہ اسے دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان اور نگران ہے۔ ﴿إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ ط وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ قَدِيرًا﴾ ﴿١٣٥﴾ ”لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور (تمہاری جگہ) اور لوگوں کو پیدا کر دے اور اللہ اس بات پر قادر ہے۔“ مفہوم یہ ہے کہ جب تم اس کی نافرمانی کرتے ہو تو اس بات کو مت بھولو کہ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تم سب کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ اور لوگوں کو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ بِالْأَيْسُطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم انصاف کے لیے ڈٹ جانے والے اور اللہ کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ وہ تمہارے اپنے خلاف یا

انفُسِکُمْ اَوْ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ اِنْ يَكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ

تمہارے والدین اور رشتے داروں کے خلاف ہو، معاملے کا فریق امیر ہو یا غریب، دونوں صورتوں میں تمہاری نسبت اللہ زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ پس

أُولَىٰ بِهِمَا قَدْ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ اَنْ تَعْدِلُوا وَاِنْ تَلَوْا اَوْ تُعْرَضُوا فَان

تم نفسانی خواہش کے پیچھے پڑ کر انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اور اگر تم نے توڑ مروڑ کر بات کی یا (گواہی دینے سے) منہ موڑا تو بے شک تم جو بھی

اللَّهُ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٣٥﴾

عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿١٣٥﴾

یہاں بسادے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ”وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ“ (محمد 47: 38) ”اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔“

”مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ جو شخص دنیا کی جزا کا طالب ہو تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت (دونوں) کے لیے اجر (موجود) ہے۔“ یعنی جس شخص کا مطلوب و مقصود صرف دنیا ہی ہے اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے، لہذا جب تم اس سے دونوں کا ثواب طلب کرو گے تو وہ تمہیں دونوں کا اجر و ثواب عطا فرما کر بے نیاز کر دے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ”فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا“ (الآیۃ البقرۃ: 200-202) ”پھر بعض لوگ ایسے ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو (جو دینا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر، ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور بعض ایسے ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت سے نوازا اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما، یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے کاموں کا حصہ (بہترین اجر) ہے.....“

اور فرمایا: ”مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ“ (الشوریٰ 42: 20) ”جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو اس کے لیے ہم اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے۔“ اور فرمایا: ”مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ۚ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۚ كُلًّا نُّبَدِّهُ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۚ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ط“ (الآیۃ بنی اسرائیل 17: 21-21) ”جو شخص دنیا (کی سودگی) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں، پھر اس کے لیے جہنم کو (ٹھکانا)

مقرر کر دیتے ہیں جس میں وہ ذلیل اور رحمت سے محروم ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے، ہم ان کو بھی اور ان کو بھی تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رکی ہوئی نہیں۔ دیکھو! ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔“ اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ ﴿34﴾ ”اور اللہ سنتا، دیکھتا ہے۔“

تفسیر آیت: 135

عدل قائم کرنے اور اللہ کی رضا کے لیے گواہی دینے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ عدل و انصاف پر قائم رہیں اور اسے چھوڑ کر دائیں بائیں نہ جھکیں، کسی ملامت گر کی ملامت یا کسی دوسرے انسان کی کوشش انہیں راہِ عدل سے نہ ہٹائے۔ مومنوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار اور حامی و ناصر بن جائیں۔ ﴿شُهِدَ آدَمُ لِلَّهِ﴾ ”اللہ کے لیے (سچی) گواہی دینے والے۔“ اور یہ فرمان اس طرح ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَاقْبِمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ﴾ (الطلاق: 65) یعنی گواہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے دینی چاہیے اور جب گواہی سے مطلوب و مقصود یہی ہوگا تو پھر وہ یقینی طور پر صحیح، مبنی بر عدل و انصاف اور تحریف، تبدیلی اور کتمان سے پاک ہوگی، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ﴾ یعنی گواہی سچی دو، خواہ اس میں تمہارا اپنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔

اور اسی طرح جب تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو سچی بات کہو، خواہ اس میں بھی تمہارا نقصان ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا، وہ اسے ہر مشکل سے نکال کر اس کے لیے آسانی پیدا فرما دے گا۔ ﴿أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾ یا اگر گواہی تمہارے والدین اور رشتے داروں کے خلاف ہو تو اس میں ان سے رعایت نہ کرو بلکہ سچی گواہی دو، خواہ اس کی وجہ سے انہیں نقصان ہی کیوں نہ ہو کیونکہ حق ہر ایک پر حاکم اور ہر ایک سے مقدم ہے۔ ﴿إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أُولَىٰ بِهَمَّا﴾ ”اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو اللہ ان کا خیر خواہ ہے۔“ یعنی نہ تو کسی کی دولت کی وجہ سے اس سے رعایت کرو اور نہ کسی کے فقر کی وجہ سے (اس معاملے میں) اس پر شفقت کرو کہ ان دونوں کا اللہ والی ہے۔ اور تمہاری نسبت وہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے۔ اور وہ زیادہ جانتا ہے کہ ان دونوں کی بہتری کس چیز میں ہے۔

﴿فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا﴾ ”تو تم خواہشِ نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔“ مطلب یہ کہ خواہشِ نفس، عصبیت اور لوگوں کا تم سے بغض تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اپنے امور و معاملات میں عدل کو چھوڑ دو بلکہ ہر حال میں عدل کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا يَجْعَلْ مَنَّاكُمْ شَتَاً قَوْمٌ عَلَىٰ الْآلَا تَعْدِلُوا﴾ ”ہو اَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ“ (المائدہ: 8) ”اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو، انصاف کیا کرو کہ یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔“

اسی قبیل سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جو انھوں نے اس وقت کہا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ، اس کے رسول اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر بھی جو اس

الَّذِي نَزَّلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

نے اس سے پہلے نازل کی۔ اور جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرے

فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝۱۳۶

تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا ۝۱۳۶

اہل خیر کے پھلوں اور فصولوں کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجا تھا اور اہل خیر نے انھیں رشوت دینا چاہی تاکہ ان کے ساتھ نرمی برتیں تو انھوں نے فرمایا تھا: اللہ کی قسم! میں اس گرامی قدر شخصیت کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں جو ساری مخلوق سے مجھے زیادہ محبوب ہیں اور تم مجھے بندروں اور خزیروں سے بھی بہت زیادہ ناپسند ہو، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے محبت اور تم سے نفرت اس بات پر مجبور نہیں کر سکتی کہ میں تمہارے بارے میں عدل سے کام نہ لوں۔ انھوں نے جواب دیا: ہاں، عدل ہی کی وجہ سے آسمانوں اور زمین کا نظام قائم ہے۔^① یہ حدیث ان شاء اللہ سورہ مائدہ کی تفسیر میں باسند بیان کی جائے گی۔^②

﴿وَإِنْ تَلَاَوْ أَوْ تَعْرُضُوا﴾ ”اگر تم (شہادت میں) کج بیانی کرو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے۔“ امام مجاہد اور دیگر کئی ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ ﴿تَلَاَوْ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم شہادت میں تحریف اور تبدیلی کرو گے۔^③ اور اللہ کے معنی تحریف کرنے اور جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونُ الْسَنَتَهُمْ بِأَلْسِنَتِهِ﴾ (آل عمران: 78) اور ﴿أَوْ تَعْرُضُوا﴾ اعراض سے ہے جس کے معنی شہادت کے چھپانے اور ترک کرنے کے ہیں۔^④ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ إِثْمٌ قَلْبُهُ﴾ (البقرة: 283) ”اور جو اس کو چھپائے گا تو وہ دل کا گناہ گار ہوگا۔“

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [الْأَخْبِرْكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ؟ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا] ”کیا میں تمہیں بہترین گواہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ وہ ہے جو پہلے ہی گواہی دے دے۔“^⑤

① مسند أحمد: 367/3 وصحيح ابن حبان، المزارعة، باب ذكر خبر ثالث..... 608,607/11 والسنن الكبرى

للبیهقی، السير، باب من رأى قسمة: 137/9 والمصنف لعبد الرزاق: 7201-7209 نحوه. اور مختصر آیت سنن أبی

داود، البيوع، باب في الخرص، حديث: 3414, 3415 وسنن ابن ماجه، الزكاة، باب خرص النخل والعنب، حديث:

1820 میں ہے۔ ② سورہ مائدہ کی تفسیر میں بالخصوص اور باقی تفسیر میں بالعموم یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ ③ تفسیر الطبری: 436/5.

④ تفسیر الطبری: 436/5. ⑤ صحيح مسلم، الأفضية، باب بيان خير الشهود، حديث: 1779 وسنن أبی داود،

القضاء، باب في الشهادات، حديث: 3596 عن زيد بن خالد ؓ.

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ أَزْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُعْطِرْ

بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا، پھر ایمان لے آئے، پھر کفر کیا پھر کفر میں کہیں بڑھ گئے، اللہ انہیں ہرگز نہیں

لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿١٣٧﴾ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣٨﴾ الَّذِينَ

بخشے گا اور نہ انھیں ہدایت کا راستہ دکھائے گا ﴿١٣٧﴾ (اے نبی!) منافقوں کو خبردار کر دیجیے کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿١٣٨﴾ جو مومنوں

يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط اَيَّبَتُّونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ

کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کافروں کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں؟ پھر بے شک عزت تو ساری اللہ ہی کے لیے

الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ط وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا

ہے ﴿١٣٩﴾ اور اس نے اس کتاب میں تمھارے لیے نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہو یا ان کا مذاق اڑایا جا رہا

وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ط إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ ط إِنَّ

ہو تو تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں، ورنہ تم بھی اس وقت یقیناً انھی جیسے ہو گے،

اللَّهُ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿١٤٠﴾

بے شک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے ﴿١٤٠﴾

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں خبردار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ ﴿١٣٩﴾ ”تو بلاشبہ اللہ

تمھارے سب کاموں سے خوب واقف ہے۔“ اور ان کا وہ پورا پورا بدلہ بھی دے گا۔

﴿تفسیر آیات: 136﴾

مومنوں کو ایمان لانے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان لائیں، یعنی ایمان کے تمام احکام،

شاخوں، ارکان اور ستونوں میں داخل ہو جائیں، یہ تحصیل حاصل نہیں ہے بلکہ یہ کامل کی تکمیل، پختگی اور اس پر ہمیشہ قائم دائم

رہنے کے باب میں سے ہے جیسا کہ مومن اپنی ہر نماز میں کہتا ہے: ﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ ﴿الفاتحة: 1﴾

”ہم کو سیدھے رستے چلا۔“ یعنی ہمیں اس میں بصیرت عطا فرما ہدایت میں اضافہ فرما اور اس پر ثابت قدم رکھ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی

ذات کے ساتھ ساتھ اپنے رسول پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا

بِرَسُولِهِ﴾ ﴿الحديد: 28﴾ ”مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ﴾ ”اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخرازاں) پر نازل کی

ہے۔“ یعنی قرآن مجید ﴿وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ مِنْ قَبْلُ﴾ ”اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں (سب پر ایمان

لاؤ۔“ یہاں کتاب کا لفظ جنس کے لیے ہے جو سابقہ تمام کتابوں پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کے لیے یہاں ﴿نَزَّلَ﴾ کا لفظ

استعمال کیا گیا ہے کیونکہ یہ حسب حالات و واقعات تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے جیسے بندوں کو اپنے دنیا و آخرت کے معاملات میں

ضرورت تھی جبکہ سابقہ تمام آسمانی کتابیں (اپنے اپنے دور میں) ایک بار نازل ہوئی تھیں، اس لیے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ ﴿36﴾ اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روز قیامت سے انکار کرے وہ رستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔ یعنی طریق ہدایت سے بھٹک گیا اور راہ اعتدال سے بہت دور ہو گیا۔

تفسیر آیات: 140-137

منافقوں کے حالات اور ان کا انجام: اللہ تعالیٰ اس شخص کے بارے میں فرما رہا ہے جس نے ایمان کو قبول کر لیا اور اسے چھوڑ دیا، پھر اسے قبول کر لیا، پھر اسے چھوڑ کر ضلالت کو قبول کر لیا اور ضلالت و گمراہی میں بڑھتا چلا گیا حتیٰ کہ مر گیا تو مرنے کے بعد ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں، اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں کرے گا۔ جس صورت حال میں وہ مبتلا ہوگا، اس سے نکلنے کی اس کے لیے کوئی صورت پیدا نہیں فرمائے گا، ہدایت کا کوئی رستہ اسے عطا نہیں کرے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا﴾ ﴿37﴾ ”ان کو اللہ نہ توبخشے گا اور نہ سیدھا رستہ دکھائے گا۔“

امام ابن ابی حاتم نے ﴿ثُمَّ أَزَادُوا كُفْرًا﴾ ”پھر کفر میں بڑھتے گئے۔“ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ یہ لوگ اپنے کفر ہی پر قائم رہے حتیٰ کہ مر گئے۔ امام مجاہد نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ ﴿پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿بَشِيرِ الْمُنْفِقِينَ يَا أَيُّهَا الْعَبَّاسُ﴾ ﴿38﴾ ”(اے پیغمبر!) منافقوں (دور خے لوگوں) کو بشارت سنا دیں کہ ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے۔“

منافقین وہ ہیں جن کی یہ خصلت ہو کہ وہ ایمان لانے کے بعد پھر کفر کو اختیار کر لیں تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک نشانی یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ مومنوں کے بجائے کافروں کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں، یعنی حقیقت میں یہ کافروں ہی کے ساتھ ہیں، انہی کے ساتھ یہ دوستی اور محبت کے تعلقات قائم رکھتے ہیں۔ اور جب علیحدگی میں ان سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، مسلمانوں سے تو ہم مذاق کرتے ہیں جب ان سے ہم آہنگی کا اظہار کرتے ہیں۔

منافقوں نے کافروں سے جو دوستی اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اَيَّبَتُّونَ عِنْدَهُمْ﴾ ”کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟“ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عزت تو سب اللہ وحدہ لا شریک کی ہے اور اس کی جسے وہ عزت عطا فرمادے جیسا کہ اس نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدِ الْوَعْدَ فَلْيَعَزَّزْهُ جَعِيلًا﴾ (فاطر 10:35) ”جو شخص عزت کا طلب گار ہے تو عزت سب اللہ ہی کی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلِلَّهِ الْوَعْدُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (المنفوقون 8:63) ”عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی

الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ

وہ لوگ تمہارے انجام کا انتظار کرتے رہتے ہیں، پھر اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح حاصل ہو تو وہ کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں

لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ ۚ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْذِذْ عَلَيْكُمْ وَنَنْصَحْكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ قَالَهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ

کو کچھ غلبہ ملے تو ان سے کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور (کیا) ہم نے تمہیں مومنوں سے نہیں بچایا؟ پھر قیامت کے دن اللہ ان کے

الْقِيَمَةِ ۖ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۚ

درمیان فیصلہ کر دے گا، اور اللہ کافروں کو مومنوں کے خلاف ہرگز کوئی راستہ نہیں دے گا ۚ

اور البتہ منافق نہیں جانتے۔“

مقصود یہ ہے کہ جو شخص عزت کا طلب گار ہو تو اسے چاہیے کہ اسے اللہ ہی کی جناب سے طلب کرے۔ اس کی عبودیت کو اختیار کرے اور اپنے آپ کو اس کے مومن بندوں میں سے بنا لے جن سے اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں فتح و نصرت کے وعدے فرمائے ہیں۔ فرمان الہی: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يَكْفُرُ بِهَا وَيَسْتَهْزِئُ بِهَا فَلَا تَفْعَلُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِذَا مَثَلُهُمْ ۖ﴾ اور بے شک اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں ان کے پاس مت بیٹھو، ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔“ یعنی ممانعت کا حکم پہنچنے کے بعد جب تم اس کا ارتکاب کرو گے اور کافروں کے ساتھ اس جگہ بیٹھنے پر راضی ہو جاؤ گے جس میں اللہ کی آیتوں سے انکار کیا جا رہا ہو، ان کی ہنسی اڑائی جا رہی ہو اور ان کی عظمتِ شان میں کمی کی جا رہی ہو اور تم انہیں ایسا کرنے دو تو پھر تم بھی ان کے اس گناہ میں برابر کے شریک ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿إِذَا مَثَلُهُمْ ۖ﴾ ”یقیناً تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔“ یعنی گناہ کے اعتبار سے تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔^①

اس آیت کی ابتدا میں جس حکم (کے اتارے جانے) کی طرف اشارہ فرمایا ہے تو اس سے مراد سورۃ انعام، جو کی سورت ہے، کی یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ﴾ (الأنعام: 68) ”اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں نکتہ چینی کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔“ مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ سورۃ انعام کی اس آیت نے ﴿إِذَا مَثَلُهُمْ ۖ﴾ ”ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔“ کو منسوخ کر دیا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ جِسَائِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ ذَكَرُوا لَهُمْ قِيَمَتِمْ يَتَّقُونَ ۖ﴾ (الأنعام: 69) ”اور پرہیزگاروں پر ان لوگوں کے حساب کی کچھ بھی جواب دہی نہیں لیکن نصیحت کرنا (فرض ہے) تاکہ وہ بھی پرہیزگار ہوں۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۖ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ منافقوں

اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔“ یعنی منافق جیسے یہاں کافروں کے ساتھ کفر میں شریک رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ انھیں جہنم کی آگ میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اکٹھا رکھے گا۔ جہنم کی سزاؤں، زنجیروں، بیڑیوں اور شیریں، ٹھنڈے پانی کے بجائے گرم پانی اور دوزخیوں کے جسوں سے نکلنے والی پیپ کے پینے اور دیگر سزاؤں میں یہ شریک ہوں گے۔

تفسیر آیت: 141 ﴿

منافق، مسلمانوں پر مصائب و آلام کے انتظار میں رہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں ہمیں یہ خبر دی ہے کہ وہ ہمیشہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ مسلمان برے حالات سے دوچار ہوں۔ ان کی حکومت زوال پذیر ہو جائے اور کافروں کو ان پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِنَ اللَّهِ﴾ ”پھر اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے۔“ یعنی فتح و نصرت، تائید و حمایت اور غنیمت حاصل ہو ﴿قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ﴾ ”تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟“ یہ کہہ کر وہ مومنوں سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ﴿وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ﴾ ”اور اگر کافروں کو غلبہ حاصل ہو۔“ یعنی ﴿نَصِيبٌ﴾ بمعنی فتح اور غلبہ کے ہے۔ جیسا کہ احد کے دن ہوا کیونکہ رسولوں کی بھی آزمائش ہوتی ہے اور بالآخر انجام کار فتح و نصرت انھی کی ہوتی ہے۔

﴿قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَنْعَلَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں؟“ مطلب یہ کہ خفیہ طور پر ہم نے تمہاری مدد کی اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور رسوا کرنے میں ہم نے کوئی کسر اٹھانہ رکھی حتیٰ کہ تم ان پر غالب آ گئے۔ سدی بیان کرتے ہیں: ﴿أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم تم پر غالب تھے۔ ① جیسا کہ فرمایا: ﴿اسْتَحِذَّ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ﴾ (المجادلہ 19:58) ”شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا۔“ یہ بھی منافقوں کی طرف سے کافروں کے ساتھ اظہار محبت تھا۔ یہ کافروں کے ساتھ اپنے تعلقات قائم رکھنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ بھی تاکہ مسلمانوں کے ہاں بھی انھیں پذیرائی حاصل ہو اور کافروں کے مکرو فریب سے بھی محفوظ رہیں اور یہ ان کے ضعفِ ایمان اور قلتِ ایقان کا نتیجہ تھا۔ ②

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالَ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ”تو اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔“ یعنی منافقو! اللہ تعالیٰ تمہارے ردی باطن کو جانتا ہے لیکن دنیا کی زندگی میں بظاہر تم پر جو احکام شرعیہ نافذ ہوتے ہیں تو اس سے فریب نہ کھاؤ۔ اس میں بھی اللہ کی حکمت ہے۔ یاد رکھو! تمہارے یہ ظاہری حالات قیامت کے دن تمہارے لیے کچھ فائدہ مند نہ ہوں گے کیونکہ اس دن تو بھید ظاہر کیے جائیں گے اور سینوں کے راز افشا کر دیے جائیں گے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَكُنْ يَجْعَلُ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾ ③ ”اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔“

امام عبدالرزاق نے مسیح کندی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس

① تفسیر الطبری: 446/5 . ② سورۃ مجادلہ کی مذکورہ آیت کے سیاق و سباق سے یہ چیز واضح ہوتی ہے۔

إِنَّ السُّفْهَانَ يُخْذِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۖ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا

بے شک منافقین اللہ کو دھوکا دیتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو دل

کُسَالٰی ۚ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ (142) مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ ۝

سے نہ چاہتے ہوئے بلوغوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، اور وہ اللہ کو بس تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں ۝ (143) وہ کفر اور ایمان کے درمیان ڈانواں ڈول

لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ ۚ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ سَبِيلًا ۝ (143)

ہیں، نہ (پورے) اس طرف نہ (پورے) اس طرف، اور (اے نبی!) جسے اللہ گمراہ کرے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راہ نہیں پائیں گے ۝ (143)

نے اس آیت کا مطلب پوچھا اور کہنے لگا کہ کافران کو شہید بھی کر دیتے ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ، اور فرمایا: ۝ قَالَ يُحْكِمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝ (143) ”تو اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مومنوں پر (روز قیامت) ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔“ ۝ (143) ابن جریج نے عطاء خراسانی سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کہ اس کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ ۝ (143) اسی طرح سُدّی نے ابو مالک اشجعی کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ۝ (143) سُدّی کا قول ہے کہ یہاں ۝ سَبِيلًا ۝ (143) کے معنی حجت ہیں۔ ۝ (143)

جبکہ آیت کریمہ میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا تو اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر اس طرح غالب اور مسلط نہیں کرے گا کہ وہ انھیں صفحہ ہستی سے بالکل مٹا دیں، گو بعض اوقات کافروں کو کچھ مسلمانوں کے مقابلے میں کامیابی ضرور حاصل ہو جاتی ہے لیکن دنیا و آخرت میں انجام کار فتح و نصرت مسلمانوں ہی کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۝ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ (المؤمن 51:40) ”یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں۔“

بہر حال منافقوں نے امیدیں لگا رکھی تھیں، مسلمانوں کی حکومت کے زوال پذیر ہونے کے منتظر تھے اور کافروں سے دوستی اور محبت کے تعلقات استوار کر رکھے تھے تاکہ مسلمانوں پر غلبے کے وقت کفار ان منافقوں کو گزند نہ پہنچائیں۔ ان تمام باتوں کی اس آیت کریمہ میں تردید ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ۝ (المائدة 52:5) ”تو (اے نبی!) جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے آپ ان کو دیکھیں گے کہ ان میں دوڑ دوڑ کر (لے جاتے ہیں) کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آجائے سو قریب ہے کہ اللہ فتح بھیجے یا اپنے

ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر، جو چھپایا کرتے تھے، پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔“

تفسیر آیات: 142، 143

منافقوں کا اللہ کو دھوکا دینا، نماز میں سستی کرنا اور تذبذب کا شکار رہنا: سورۃ بقرہ کے آغاز میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (البقرہ: 2: 9) ”یہ (اپنے پندار میں) اللہ کو اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خٰدِعُهُمْ﴾ ”بے شک منافق (اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہی کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔“ اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تو دھوکا نہیں دیا جاسکتا کیونکہ وہ تو دلوں کی دھڑکنوں بلکہ پوشیدہ رازوں اور بھیدوں کو بھی جانتا ہے لیکن منافقین اپنی جہالت اور قلتِ علم و عقل کی وجہ سے یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا چمکا جیسے لوگوں میں چل گیا اور ان کے ظاہری حالات کے باعث ان پر احکام شریعت جاری ہو گئے، اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ان سے یہی سلوک ہوگا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو بھی چمکا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس قسمیں کھائیں گے کہ دنیا میں یہ استقامت اور راستی پر تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ اس طرح کی باتیں اور قسمیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے نفع بخش ثابت ہوں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ﴾ (المجادلہ: 18: 58) ”جس دن اللہ ان سب کو دوبارہ اٹھائے گا تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اسی طرح) اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَهُوَ خٰدِعُهُمْ﴾ ”اور وہ انہی کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔“ یعنی وہ انہیں ان کی سرکشی و گمراہی کے باوجود مہلت دیتا ہے اور انہیں اس طرح ذلیل و رسوا کرتا ہے کہ دنیا میں یہ حق کو پا ہی نہیں سکیں گے اور قیامت کے دن بھی ان سے اسی طرح کا معاملہ کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقَتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْظَرُوْنَا نَقْتَسِمَ مِنْ ثَوْرِكُمْ ؕ قِيْلَ اٰنْجِعُوْا وَاَرَاَكُمْ فَاَلْتَسِيْءُوْا نُوْرًا ط فَضْرَبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَهُٗ بَابٌ ط بَاطِنُهُ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظٰهَرُهُٗ مِنْ قَبْلِهِ الْعَذَابُ ۝ يٰۤاُدُوْهُمْ هُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ط قَالُوْا بَلٰی وَلٰكِنْ كُنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُوْرُ ۝ قَالِیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدَیْةٌ وَلَا مِنْ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ط مَا وَاٰكُمْ النَّارُ ط هِیَ مَوْلٰیكُمْ ط وَبٰئْسَ الْمَصِیْرُ ۝﴾ (الحدید: 15-13: 57) ”اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف نظر (شفقت) کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کر لیں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ سو (وہاں) نور تلاش کرو، پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی اندرونی جانب ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو بیرونی جانب ہے اس طرف عذاب (واذیت) تو (منافق لوگ مومنوں سے) کہیں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے:

کیوں نہیں! لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنوں میں مبتلا کر رکھا اور (ہمارے حق میں حوادث کے) منتظر رہے اور (اسلام میں) شک کیا اور (لا طائل) آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا۔ اور اللہ کے بارے میں تم کو (شیطان) دغا باز دھوکہ دیتا رہا، لہذا آج تم سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور نہ (وہ) کافروں ہی سے (قبول کیا جائے گا) تمہارا (سب کا) ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہارے زیادہ لائق ہے اور وہ لوٹ جانے کی بہت بری جگہ ہے۔“

اور حدیث میں آیا ہے: [مَنْ سَمِعَ سَمَعَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ رَأَى رَأَى اللَّهُ بِهِ] ”جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے کوئی بات کرے تو اللہ (روز قیامت) لوگوں کو سنا دے گا (کہ اس نے یہ کام شہرت و ناموری کے لیے کیا تھا) اور جو ریاکاری کے لیے کوئی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ (روز قیامت) اس کی ریاکاری کو واضح (کر کے اسے ذلیل و رسوا) کر دے گا۔“^①

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْمُؤْا كَمَا لَمُؤْا﴾ ”اور جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر۔“ سب سے اشرف، افضل اور بہترین عمل، یعنی نماز کے بارے میں ان کا حال یہ ہے کہ جب اسے ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بے حد سست اور کاہل ہو کر کیونکہ ان کی نماز ادا کرنے کی نیت ہی نہیں ہوتی اور نہ اس پر ایمان ہوتا ہے، لہذا اسے یہ خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں اور نہ اس کے معانی کو سمجھتے ہیں۔

یہ ان کی ظاہری حالت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی باطنی فاسد حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يُرَآءُ وَنَ النَّاسِ﴾ ”(صرف) لوگوں کے دکھانے کو۔“ یعنی ان میں نہ اخلاص ہے اور نہ اللہ تعالیٰ ہی سے معاملہ کرنا چاہتے ہیں بلکہ یہ محض تقیہ اور تکلف کے طور پر نماز ادا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو دکھا سکیں کہ یہ بڑے نمازی ہیں، اس وجہ سے یہ ان نمازوں میں شرکت نہیں کرتے جن میں (اندھیرے وغیرہ کی وجہ سے) اکثر و بیشتر صورتوں میں لوگ دیکھ نہیں سکتے، مثلاً: عشا اور صبح کی نمازیں جو اندھیرے میں ادا کی جاتی ہیں۔

صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَثْقَلَ صَلَاةٍ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ وَكَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَا تَوَهُمَا وَكَوْ حَبُؤًا وَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتَقَامَ، ثُمَّ أَمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَتَطْلُقَ مَعِيَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزْمٌ مِّنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ] ”منافقوں پر سب سے بھاری نماز عشا اور صبح کی نماز ہے۔ اور اگر انھیں معلوم ہو جائے کہ ان میں کس قدر اجر و ثواب ہے تو یہ ان میں ضرور شریک ہوں، خواہ گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے آئیں۔ میں چاہتا ہوں کہ نماز کا حکم دوں اور اقامت کہی جائے اور کسی دوسرے آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں اپنے ساتھ کچھ ایسے لوگوں کو لے کر جاؤں جن کے پاس ایندھن کے گٹھے ہوں، چنانچہ جو لوگ نماز کے لیے نہ آئے ہوں تو ان کے گھروں کو آگ

① صحیح البخاری، الرقاق، باب الرياء والسمعة، حدیث: 6499 عن جندب رضی اللہ عنہ۔ وصحیح مسلم، الزهد، باب

تحريم الرياء، حدیث: 2986 في لفظه عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، البتہ بعض نسخوں میں [راءى] کے بجائے [راى] ہے۔

سے جلا دوں۔“^①

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرَقًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ، لَشَهِدَ الْعِشَاءَ]، [لَوْ لَا مَا فِي الْبُيُوتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذَّرِّيَّةِ لَأَقَمْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ وَأَمَرْتُ فِتْيَانِي يُحَرِّقُونَ مَا فِي الْبُيُوتِ بِالنَّارِ] ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کسی کو یہ معلوم ہو کہ اسے ایک موٹی ہڈی یا دو عمدہ کھربلیں گے تو وہ نماز ادا کرنے کے لیے ضرور آئے۔ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نمازِ عشاء پڑھاتا اور نو جوانوں کو حکم دیتا کہ وہ ان کے گھروں کو آگ سے جلا دیں۔“^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ”اور وہ اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔“ یعنی یہ اپنی نمازوں میں نہ خشوع و خضوع سے کام لیتے ہیں اور نہ جانتے ہیں کہ وہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں بلکہ یہ نہایت غفلت اور بے پروائی سے کام لیتے ہیں اور نماز سے مقصود جو خیر و بھلائی ہے اس سے اعراض کیے رہتے ہیں۔

امام مالک نے علاء بن عبد الرحمن کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ]، [يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ، قَامَ فَفَقَرَ أَرْبَعًا، لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا] ”یہ منافقوں کی نماز ہے، یہ منافقوں کی نماز ہے، یہ منافقوں کی نماز ہے، بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان میں ہو جاتا ہے تو یہ کھڑے ہو کر چار ٹھونکیں مار لیتا ہے اور ان میں اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔“^③ اسی طرح اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔^④ اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مُذَبِّذِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ ط﴾ ”[بچ] میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ ان کی طرف۔“ یعنی منافقین ایمان اور کفر کے مابین حیران ہیں۔ ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے نہ مومنوں کے ساتھ ہیں اور نہ کافروں کے ساتھ بلکہ ظاہری طور پر مومنوں کے ساتھ ہیں اور باطنی طور پر کافروں کے ساتھ۔ کچھ شک میں اس طرح مبتلا ہیں کہ کبھی مومنوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور کبھی کافروں کی طرف جیسا کہ فرمایا: ﴿كَلِمًا

① صحیح البخاری، الأذان، باب فضل صلاة العشاء في الجماعة، حدیث: 657 و صحیح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة.....، حدیث: (252)-651 وَاللَّفْظُ لَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. ② پہلا حصہ صحیح البخاری، الأذان، باب وجوب صلاة الجماعة، حدیث: 644 و صحیح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة.....، حدیث: 651. اور دوسرا حصہ مسند أحمد: 367/2 عن أبي هريرة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ میں ہے۔ ③ پہلا حصہ الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب النهي عن الصلاة بعد الصبح: 75/1، حدیث: 523 و سنن أبي داود، الصلاة، باب وقت العصر، حدیث: 413 اور دوسرا حصہ صحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب التكبیر.....، حدیث: 622 کے مطابق ہے۔ ④ صحیح مسلم، حوالہ مذکورہ و جامع الترمذی، الصلاة، باب ما جاء في تعجيل العصر، حدیث: 160 و سنن النسائي، المواقيت، باب التشديد في تأخير العصر، حدیث: 512.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط اَتْرِيدُونَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف (کارروائی کے لیے) کھلی جھٹ

اَنْ تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِينًا ﴿١٤٤﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرِكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

دے دو؟ ﴿١٤٤﴾ بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے، اور وہاں آپ ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائیں گے ﴿١٤٤﴾

وَكُنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿١٤٥﴾ اِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَاصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوا

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی، اور قہام لیا اللہ (کے دین) کو اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو ایسے لوگ

دِينَهُمُ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ط وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ اَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾

مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد بہت بڑا اجر عطا کرے گا ﴿١٤٦﴾ اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاَمَنْتُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٤٧﴾

کیا کرے گا؟ اور اللہ بڑا قدر دان، خوب جاننے والا ہے ﴿١٤٧﴾

اَضَاءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوا ط ﴿البقرة: 20﴾ ”جب بجلی (چمکتی اور) ان پر روشنی ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کھڑے رہ جاتے ہیں۔“

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ: ﴿مُذَبِّذِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا اِلٰی هَؤُلَاءِ وَلَا اِلٰی هَؤُلَاءِ ط﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ نہ اصحاب محمد ﷺ کی طرف ہوتے ہیں اور نہ ان یہودیوں کی طرف۔ ﴿١﴾ امام ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ، تَعْبُرُ اِلٰی هَذِهِ مَرَّةً وَاِلٰی هَذِهِ مَرَّةً لَا تَدْرٰی اَيُّهُمَا تَتَّبِعُ؟] ”منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو ریڑیوں کے درمیان متردد ہوتی ہے کبھی اس ریڑی کی طرف آتی ہے اور کبھی اس کی طرف اور نہیں جانتی کہ ان دونوں میں سے کس کے پیچھے لگے؟“ ﴿٢﴾ اس روایت کو شیخین رحمہما میں سے صرف امام مسلم ہی نے بیان کیا ہے۔ ﴿٣﴾

اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا﴾ ﴿٤﴾ ”اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تو تم اس کے لیے کبھی بھی رستہ نہیں پاؤ گے۔“ یعنی جسے اللہ راہ ہدایت سے دور ہٹا دے تم اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ ﴿٥﴾ (الکھف: 17:18) ”پھر آپ اس کے لیے کوئی دوست رہنما نہ پائیں گے۔“ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ط﴾ ﴿٦﴾ (الأعراف: 186:7) ”جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کو کوئی ہدایت پر نہیں لاسکتا۔“ اور منافقین جن کو اللہ نے راہ نجات سے دور ہٹا دیا تھا، ان کے لیے کوئی ہادی اور اس صورت حال سے جس میں

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 452/5۔ ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 451/5۔ ﴿٣﴾ صحیح مسلم، کتاب و باب صفات المنافقین.....،

حدیث: 2784، البتہ [لا تدری ایهما تتبع] یہاں نہیں، اس کے لیے دیکھیے مسند أحمد: 102/2 و سنن النسائی، الإیمان،

باب مثل المنافق، حدیث: 5040۔

یہ بتلا ہیں کوئی نجات دینے والا نہیں ہے کیونکہ ان کے لیے یہ صورت حال اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور اللہ کے فیصلے کو کوئی نال نہیں سکتا اور جو وہ کرتا ہے، اس کے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جاسکتا جبکہ تمام انسانوں سے ان کے اعمال کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

تفسیر آیات: 144-147

کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ مومنوں کے بجائے کافروں کو دوست بنائیں، ان کی صحبت و رفاقت اختیار کریں، ان کی ہمدردی و خیر خواہی کریں۔ ان سے محبت کے تعلقات استوار کریں اور مومنوں کے خفیہ حالات ان سے بیان کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُ ۗ وَيَحْذَرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ط﴾ (آل عمران 28:3) ”مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو ہرگز دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں۔ ہاں، اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے۔“ یعنی وہ تمہیں اپنے غضب اور اپنی سزا سے ڈراتا ہے، لہذا اس نے جس بات سے منع کیا ہے اس کا ارتکاب نہ کرو، اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿أَنْتَرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ ﴿۱۴۴﴾ ”کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو؟“ یعنی تمہیں سزا دینے میں اس کی حجت تم پر پوری ہو جائے۔

امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ سلطان کا لفظ حجت کے معنی میں آیا ہے۔ ﴿۱﴾ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ امام مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، محمد بن کعب قرظی، ضحاک، سُدّی اور نصر بن عَزَبی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿۲﴾

منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّارِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔“ قیامت کے دن انھیں ان کے شدید کفر کی سزا دی جائے گی کہ وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ علی بن ابوطالب والہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم کی آگ میں سب سے نیچے ہوں گے۔ ﴿۳﴾ اور دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ جہنم کے بھی اس طرح مختلف درجہات (پستی کی منزلیں) ہیں جس طرح جنت کے مختلف درجات ہیں۔ ﴿۴﴾ امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ منافقین کو دوزخ میں تابوتوں میں بند کر کے تالے لگا دیے جائیں گے۔ ﴿۵﴾

﴿۱﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1097/4. ﴿۲﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1097/4. ﴿۳﴾ تفسیر الطبری: 454/5 و تفسیر ابن ابی

حاتم: 1098/4. ﴿۴﴾ تفسیر القرطبی: 425/5. ﴿۵﴾ تفسیر الطبری: 454/5.

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ط وَكَانَ اللَّهُ سَبِيْعًا عَلِيْمًا ①

اللہ اونچی آواز میں برائی کی بات کرنے کو پسند نہیں کرتا، مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو (اسے اجازت ہے) اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ② اگر تم

إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخَفُّوهُ أَوْ تُعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ③

کھلے طور پر کوئی نیکی کرو یا چھپا کر کرو، یا برائی سے درگزر کرو، تو اللہ بھی بہت معاف کرنے والا، بڑی قدرت والا ہے ④

امام ابن ابوجاتم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منافقین کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ انھیں تابوتوں میں بند کر کے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈال دیا جائے گا۔ ① ﴿وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾ ② ”اور آپ ان کا کسی کو مددگار نہ پائیں گے۔“ جو انھیں اس حالت سے نجات دے سکے اور دردناک عذاب سے باہر نکال سکے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان میں سے جو شخص دنیا میں توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ اور ندامت کو قبول فرمائے گا بشرطیکہ یہ خالص توبہ کرے، نیک عمل کرے اور تمام امور میں اپنے رب کی اطاعت کرے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَاصْلَحُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبُيُوتُ وَاصْلَحُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْتَعِظُوا بِآيَاتِهِ وَأَخْلَصُوا دِيْنَهُمْ لِلَّهِ﴾ ③ ”ہاں، جنھوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑا اور خاص اللہ کے حکم بردار ہو گئے۔“ یعنی انھوں نے ریاکاری کے بجائے اخلاص کو اختیار کیا تو انھیں عمل صالح نفع دے گا، خواہ وہ کم ہی ہو۔ ﴿فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ④ یعنی قیامت کے دن یہ مومنوں کے زمرے میں شمار ہوں گے۔ ﴿وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ⑤ ”اور اللہ عنقریب مومنوں کو اجر عظیم دے گا۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے سوا سب سے بے نیاز ہے اور بندوں کو ان کے گناہوں پر عذاب دے سکتا ہے، لہذا اللہ نے فرمایا ہے: ﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِكُمْ بَعْدَ إِذْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ﴾ ⑥ ”اگر تم (اللہ کے) شکر گزار ہو اور (اس پر) ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا؟“ یعنی اگر تم اپنے عمل درست کر لو اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لے آؤ تو ﴿وَكَانَ اللَّهُ شَآكِرًا عَلِيْمًا﴾ ⑦ ”اور اللہ تو قدر شناس (اور) جاننے والا ہے۔“ یعنی جو اللہ کا شکر ادا کرے تو وہ اسے اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے اور جودل سے اس کی ذات گرامی پر ایمان لائے تو وہ اسے جانتا اور اس کی پوری پوری جزا عطا فرماتا ہے۔

تفسیر آیات: 148، 149

مظلوم کے لیے ظالم کو علانیہ برا کہنے کی اجازت کے ساتھ ساتھ درگزر کرنے کی ترغیب: ابن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ ① ”اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں فرماتا کہ کوئی کسی کے لیے بددعا کرے الا یہ کہ وہ مظلوم ہو تو اس کے لیے اجازت ہے کہ وہ ظالم کے لیے بددعا کر سکتا ہے، اس لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿إِلَّا مَنْ ظَلَمَ﴾ ② ”مگر وہ جو مظلوم ہو۔“ اور اگر وہ صبر کر لے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ ③ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے بددعا نہ کرے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور وہ کہتے

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۖ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُولَٰئِكَ

ہیں: ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راہ اختیار کریں ﴿۵۵﴾ وہی لوگ حقیق کافر

هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۖ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۵۸﴾ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اور انھوں نے ان

وَلَمْ يُفِرُّوْا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرُهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٥٢﴾

میں سے کسی ایک کے درمیان بھی تفریق نہیں کی، وہی لوگ ہیں جنھیں اللہ جلد ان کا اجر دے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ﴿۷۷﴾

بلکہ یہ دعا کرے کہ اے اللہ! میری اس کے خلاف مدد فرما اور مجھے اس سے میرا حق دلا دے۔^(۱) اور آپ ہی سے ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ اسے اجازت دی گئی ہے کہ وہ ظالم کے لیے بددعا کر سکتا ہے لیکن اس پر زیادتی نہ کرے۔^(۲)

عبدالکریم بن مالک جو ری نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے تو تم اسے گالی دے سکتے ہو لیکن اگر وہ تم پر کوئی بہتان باندھے تو تم اس پر بہتان نہ باندھو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَمَّا اَنْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَاعَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۖ﴾ (الشوریٰ: 41:42) ”اور جس پر ظلم ہوا اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کچھ الزام نہیں۔“^③

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْمُسْتَبَانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ] ”دونوں گالیاں دینے والے کو کچھ کہتے ہیں اس کا گناہ ان دونوں میں سے ابتدا کرنے والے پر ہے بشرطیکہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔“^(۴)

اور فرمانِ الہی: ﴿إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ نَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا﴾ ﴿۱۴۹﴾ ”اگر تم لوگ بھلائی کھلم کھلا کرو گے یا چھپا کر، یا برائی سے درگزر کرو گے تو اللہ بھی معاف کرنے والا (اور) صاحبِ قدرت ہے۔“ یعنی لوگو! اگر تم بھلائی کھلم کھلا کرو یا چھپا کر یا اسے معاف کر دو جو تم سے برائی کرے تو یہ بات تمھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے گی۔ اور اس کے ہاں تمھیں اس کا بہت ثواب ملے گا کہ اس کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معاف فرما دیتا ہے، حالانکہ وہ انھیں سزا دینے پر بھی قادر ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا﴾ ﴿۱۴۹﴾ ”تو اللہ بھی معاف کرنے والا (اور) صاحبِ قدرت ہے۔“ اسی لیے ایک موقوف روایت میں ہے کہ حاملینِ عرش میں سے بعض فرشتے یہ کہتے ہیں: [سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ عَلَى جِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ] ”تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ کہ علم کے باوجود حلم سے کام لیتا

① تفسير الطبري: 3/6. ② تفسير ابن أبي حاتم: 1101/4. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 1101/4. ④ سنن أبي داود،

الأدب، باب المستبآن، حديث: 4894 وصحيح مسلم، البر والصلة، باب النهي عن السباب، حديث: 2587.

ہے۔“ اور بعض یہ کہتے ہیں: [سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ عَلَى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ] ”تیری ذات پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ کہ تو قدرت کے باوجود معاف فرما دیتا ہے۔“^①

اور صحیح حدیث میں ہے: [مَا نَقَصَ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ]، [وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا]، [وَمَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ] ”صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سر بلندی عطا فرما دیتا ہے۔“^②

تفسیر آیات: 150-152

بعض رسولوں کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا خالص کفر ہے: اللہ تعالیٰ نے ان یہود و نصاریٰ کی سرزنش کی ہے جو اس کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انھوں نے ایمان لانے میں اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کر دیا ہے۔ پھر بعض انبیاء پر ان کا ایمان ہے اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور یہ محض اپنی خواہش و عادت اور اپنے آباء و اجداد کی تقلید کی وجہ سے ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کے پاس کوئی دلیل ہوتی ہے۔ ان کے پاس قطعاً کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ محض خواہش و عصیت سے کام لیتے ہیں۔ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ ان کا دیگر انبیاء پر تو ایمان تھا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں تھا۔ اسی طرح عیسائیوں کا دیگر انبیاء پر تو ایمان تھا مگر خاتم النبیین اور اشرف المرسلین حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کفر کرتے تھے۔ سامرہ^③ حضرت موسیٰ بن عمران کے خلیفہ حضرت یوشع کے بعد اور کسی نبی پر ایمان نہیں رکھتے۔ اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ مجوسیوں کا زرادشت نامی ایک نبی پر ایمان تھا، پھر انھوں نے اس کی شریعت کے ساتھ بھی کفر شروع کر دیا تو شریعت کو ان کے درمیان میں سے اٹھالیا گیا۔ واللہ اعلم۔

بہر حال مقصود یہ ہے کہ جو کسی بھی نبی کے ساتھ کفر کرے تو گویا اس نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ کفر کیا کیونکہ ہر اس نبی پر ایمان لانا واجب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا، لہذا جو شخص حسد یا عصیت یا خواہش کی وجہ سے

① شعب الإيمان للبيهقي، الباب الثامن، فصل في معنى قول الله عز وجل: ۞ تَعُوجُ الْبَيْكَةُ ۞، حديث: 364 وكتاب العظمة للأصفهاني: 954/3، حديث: 481 وكتاب العرش للحافظ الذهبي، الفصل الرابع، الكلام على حملة العرش، المبحث الأول، ص: 300، 299 وتفسير عبدالرزاق: 342، رقم: 3314 وتفسير الطبري: 10/19. ② پہلا جملہ المعجم الأوسط، من اسمه أحمد: 619، 618، حديث: 2270 عن أم سلمة ۞. یہ روایت ضعیف اور سیاق مختلف ہے، البتہ یہ معنا صحیح ہے۔ ومسند البزار: 243/3، حديث: 1032، دوسرا جملہ صحیح مسلم، البر والصلة، حديث: 2588 عن أبي هريرة ۞. اور تیسرا جملہ حلیۃ الأولیاء، إبراہیم بن أدهم: 48/8، حديث: 11339 عن أبي هريرة ۞ کے مطابق ہے۔ اور دیکھیے السلسلة الصحيحة: 2328. اور صحیح مسلم وغیرہ میں بحوالہ مذکورہ حدیث کا متن اس طرح ہے: [مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ] عن أبي هريرة ۞. ③ یہودی قبیلہ سامرہ کا مذہب یہودی مذہب سے مختلف تھا یہ شریعت موسوی کی بڑی پابندی کرتے تھے اور یہودیوں پر مقدس صحائف میں تحریف کا الزام لگاتے تھے اور ان کی بولی آرامی تھی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

کسی بھی نبی کی نبوت کا انکار کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن انبیاء پر اس کا ایمان ہے وہ بھی شرعی ایمان نہیں ہے بلکہ وہ کسی غرض، خواہش اور عصبیت پر مبنی ہے۔ اسی لیے یہ فرما کر ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ ”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں“ انھیں اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرنے والے نامزد کر دیا گیا ہے۔

﴿وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ ”اور وہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں۔“ یعنی ایمان لانے میں ﴿وَيَقُولُونَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُكْفِرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُتَّخَذَ وَابْنُ ذَلِكَ سَبِيلًا﴾ ”اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے درمیان ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا﴾ ”وہ بلا اشتباہ کافر ہیں۔“ یعنی ان کا کفر یقینی ہے کیونکہ جن انبیاء کے ساتھ یہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ شرعی ایمان نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ کے رسول ہونے کی وجہ سے ایمان ہوتا تو وہ ان جیسے دیگر انبیاء پر اور ان انبیاء پر بھی ایمان لے آتے جن کی نبوت دلیل کے اعتبار سے زیادہ واضح اور برہان کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اور ان کی نبوت کے بارے میں بھی یہ حقیقت پسندانہ رویہ رکھتے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ ”اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ یعنی جس طرح انھوں نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ گستاخانہ رویہ اختیار کیا جن کے ساتھ یہ ایمان نہیں لائے تھے اسی طرح انھیں بھی ذلت اور رسوائی کا عذاب دیا جائے گا۔ یہ اس لیے کہ یا تو انھوں نے اس دین و ہدایت کو کوئی اہمیت ہی نہ دی جسے یہ رسول اللہ کے پاس سے لے کر آئے بلکہ اس سے انھوں نے مکمل طور پر اعراض کیا اور دنیا کے اس سازو سامان کے جمع کرنے میں لگے رہے جس کی انھیں قطعاً کوئی ضرورت ہی نہیں تھی یا انھیں یہ عذاب اس لیے ہوگا کہ انھوں نے ان کی نبوت کا علم ہونے کے باوجود کفر کیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بہت سے علمائے یہود نے کیا کہ انھوں نے اس عظیم نبوت کے عطا کیے جانے پر آپ ﷺ سے حسد کیا،^(۱) آپ کی مخالفت اور تکذیب کی، آپ سے دشمنی کی اور جنگیں لڑیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیوی ذلت مسلط کر دی جیسا کہ اس کے بعد اخروی ذلت سے بھی دوچار ہوں گے۔

جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ﴾ (البقرة: 61) ”اور ان پر ذلت اور مسکنت ڈال دی گئی اور اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔“ اور یہ ذلت و رسوائی دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ان پر مسلط کی گئی ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ ”اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی میں فرق نہ کیا (سب کو مانا۔)“ سے مراد امت محمدیہ علیہم السلام کے لوگ ہیں کہ وہ

(۱) جیسا کہ النساء کی آیت: 54 میں ہے: ﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ اور اسی طرح البقرة کی آیت: 109 سے بھی واضح ہوتا ہے: ﴿لَوْ يَرَوْكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ تَحَارَّوْا ۚ كَآلَ حَسَدِ الْاِثْنَيْنِ عِنْدَ النَّفْسَيْنِ﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(بنی اسرائیل) میں اس طرح مذکور ہیں: ﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۖ﴾ آیات (بنی اسرائیل 90-93) ”اور کہنے لگے کہ ہم تو آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ (عجیب و غریب باتیں نہ دکھائیں یا) ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری نہ کر دیں.....“

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَى الْأَكْبَرَ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْدَةً فَأَخَذَتْهُمُ الضُّعْفَةُ ۖ يُظْلِمُهُمُ﴾ ”تو یہ موسیٰ سے اس سے بھی بڑی بڑی درخواستیں کر چکے ہیں (ان سے) کہتے تھے: ہمیں اللہ کو ظاہر (آنکھوں سے) دکھا دو، سوان کے گناہ کی وجہ سے ان کو بجلی نے آ پکڑا۔“ یعنی ان کی سرکشی، بغاوت، ضد اور عناد کی وجہ سے اور سورہ بقرہ میں اس کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے: ﴿وَإِذْ قُلْتُمْ لِمُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَرَى اللَّهَ جَهْدَةً فَأَخَذَتْكُمُ الضُّعْفَةُ ۖ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ بَعْدَ مَوْتِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝﴾ (البقرہ 2: 55، 56) ”اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! جب تک ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے آپ پر ایمان نہیں لائیں گے تو تم کو بجلی نے آ گھیرا اور تم دیکھ رہے تھے، پھر موت آ جانے کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کر دیا تاکہ تم شکر کرو۔“ اس کے بعد فرمایا: ﴿ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعُجُلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ﴾ ”پھر ان کے پاس کھلی نشانیاں آ جانے کے باوجود وہ بچھڑے کو (معبود) بنا بیٹھے۔“ یعنی اگرچہ بلاد مصر میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں وہ کھلی نشانیاں اور زبردست دلائل دیکھ چکے تھے اور یہ مشاہدہ کر چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے دشمن فرعون کو اپنے تمام لشکروں کے ساتھ سمندر میں غرق کر دیا تھا اور انھیں سمندر سے صحیح سلامت پار کر دیا تھا مگر سمندر پار کرنے کے بعد ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ ان کا جب ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت کرتے تھے تو یہ کہنے لگے: ﴿اجْعَلْ لَنَا آلِهَةً كَمَا لَهُم آلِهَةٌ﴾ (الأعراف 7: 138) ”جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا (مقرر کر) دو۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف اور سورہ طہ⁽¹⁾ میں ان کا بچھڑے کو معبود بنانے کا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے مناجات کے لیے تشریف لے جانے کے بعد لوٹے تو انھوں نے بچھڑے کو معبود بنانے کا یہ بھیاںک جرم دیکھا جس سے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے یہ صورت قرار دی کہ جس نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ اس کو قتل کر دے جس نے بچھڑے کی پوجا کی ہے۔ اس طرح انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَعَقَوْنَا عَنْ ذَلِكَ ۖ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطٰنًا مُبِينًا ۝﴾ ”تو اس سے بھی ہم نے درگزر کی اور موسیٰ کو صریح غلبہ دیا۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِثْقَا قِہْمٍ﴾ ”اور ان سے عہد لینے کے لیے ہم نے ان پر (کوہ) طور اٹھا کھڑا کیا۔“ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب انھوں نے تورات کے احکام کی پابندی کرنے سے انکار کر دیا تھا

(1) دیکھیے الأعراف، آیات 148-155 و طہ، آیات 85-97.

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بَغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا

پھر (ہم نے ان پر لعنت کی) اس لیے کہ انھوں نے اپنا عہد توڑا، اللہ کی آیتوں کا انکار کیا، نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے اور انھوں نے یہ کہا کہ ہمارے دل

غُلْفٌ ۖ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥٥﴾ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ

پر دوس میں ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، چنانچہ وہ ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے ہی ﴿١٥٥﴾ اور (ہم نے ان پر لعنت کی) ان

عَلَى مَرِيْمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ﴿١٥٦﴾ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ

کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر بہت بڑا بہتان لگانے کی وجہ سے ﴿١٥٦﴾ اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کیا،

اللَّهُ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلْبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ

حالانکہ انھوں نے نہ انھیں قتل کیا اور نہ انھیں سولی پر چڑھایا بلکہ انھیں شبہ میں ڈال دیا گیا۔ اور بے شک جنہوں نے عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کیا وہ

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿١٥٧﴾ بَلْ

ضرور ان کے متعلق شک میں ہیں۔ ان لوگوں کے پاس ان کے بارے میں کوئی علم نہیں سوائے گمان کی پیروی کے، اور انھوں نے یقیناً انھیں قتل

رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ

نہیں کیا ﴿١٥٨﴾ بلکہ اللہ نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ بڑا زبردست، بہت حکمت والا ہے ﴿١٥٨﴾ اور اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہ بچے گا جو عیسیٰ پر ان

قَبْلَ مَوْتِهِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾

کی موت سے پہلے ایمان نہ لے آئے، اور قیامت کے دن وہ ان سب پر گواہ ہوں گے ﴿١٥٩﴾

اور موسیٰ علیہ السلام جس دین و شریعت کو لائے تھے، اس کی حکم عدولی ان سے ظاہر ہو رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر پہاڑ کو

بلند کر دیا اور ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانو تو انھوں نے ماننا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کر رہے ہو گئے مگر

حالتِ سجدہ میں بھی اپنے سروں کے اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ ان پر گرنے جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ ۖ الآية

(الأعراف 171:7) ”اور جب ہم نے ان (کے سروں) پر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا وہ ایک سائبان تھا اور انھوں نے خیال کیا کہ

یقیناً وہ ان پر گرنے ہی والا ہے تو (ہم نے کہا:) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے زور سے پکڑے رہو۔“ وَفَلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا

الْبَابَ سُجَّدًا ﴿١٥٩﴾ ”اور انھیں حکم دیا کہ (شہر کے) دروازے میں (داخل ہونا تو) سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا۔“ انھیں جس قول و

فعل کا حکم دیا گیا تھا، اس کی انھوں نے مخالفت کی۔ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ بیت المقدس کے دروازے سے سجدہ کرتے

ہوئے اور ﴿١٥٩﴾ (البقرة 58:2) کہتے ہوئے داخل ہوں، یعنی اے اللہ! جہاد ترک کرنے اور اس سے اعراض کی صورت

میں جو گناہ ہم سے سرزد ہوا اسے معاف فرمادے، تو نے ہمیں وادیِ تبیہ میں چالیس سال تک ذلیل کیا، چنانچہ یہ اپنی سرینوں

کے بلِ حنطۃ فی شِعْرۃ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ ﴿١٦٠﴾

﴿وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ﴾ ”اور یہ بھی حکم دیا کہ ہفتے کے دن (مچھلیاں پکڑنے) میں تجاوز (حکم کے خلاف) نہ کرنا۔“ یعنی ہم نے انھیں صریح حکم کیا کہ ہفتے کے دن کی حفاظت کرنا اور اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے، اس کی حرمت پامال نہ کرنا، جب تک اس کا حکم برقرار رہے۔ ﴿وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾ ”اور (غرض) ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔“ غلیظ کے معنی پختہ اور مضبوط کے ہیں مگر انھوں نے اس پختہ عہد کی مخالفت کی، نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا اس کے ارتکاب کے لیے حیلہ سازی سے کام لیا جیسا کہ سورہ اعراف کی آیت مبارکہ: ﴿وَسَأَلَهُمُ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً الْيَمْرِ﴾ (الاعراف 163:7) کی تفسیر میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 155-159

یہودیوں کے جرائم: یہ ان گناہوں کا ذکر ہے جن کا یہودیوں نے ارتکاب کیا اور انھی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کو واجب قرار دے کر انھیں ہدایت سے محروم کر دیا۔ انھوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ آیات سے مراد دلائل و براہین اور وہ معجزات ہیں جن کا انھوں نے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں مشاہدہ کیا تھا۔ ﴿وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ﴾ ”اور ان کے انبیاء کو ناحق مار ڈالنے کی وجہ سے۔“

ان کے جرائم کی کثرت اور انبیاء کے بارے میں جرأت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ انھوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک بہت بڑی جماعت کو شہید کر دیا تھا۔ ﴿وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ﴾ ”اور ان کے یہ کہنے کے سبب کہ ہمارے دلوں پر پردے (پڑے ہوئے) ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، سُدی، قتادہ رحمہم اللہ اور کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے: ﴿غُلْفٌ﴾ کے معنی پردے کے ہیں۔^(۱) یہ ایسے ہی ہے جیسے مشرکوں نے یہ کہا تھا: ﴿وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ﴾ (خم السجدة 5:41) ”اور انھوں نے کہا کہ تو جس کی طرف ہمیں بلارہا ہے ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ﴾ ”بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر مہر کر دی۔“ گویا انھوں نے عذر یہ پیش کیا کہ ان کے دل اسے یاد نہیں رکھ سکتے جو وہ کہتا ہے کیونکہ وہ پردے میں ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں، بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ قبل ازیں سورہ بقرہ میں اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔^(۲) ﴿فَلَا يُؤْمِنُونَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ”(تو) یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔“ یعنی ان کے دل کفر، سرکشی اور قلتِ ایمان کے عادی ہو چکے ہیں۔

حضرت مریم پر بہتان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا دعویٰ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَكْفُرُهُمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا﴾ ”اور ان کے کفر کے سبب اور مریم (علیہا السلام) پر ایک بہتان عظیم باندھنے کے سبب“ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت مریم پر بدکاری کا الزام لگایا تھا۔^(۳) سُدی، جوہیر، محمد بن

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 1108/4۔ (۲) دیکھیے البقرہ، آیت: 7۔ (۳) تفسیر ابن ابی حاتم: 1109/4۔

اسحاق اور دیگر کئی اہل علم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^① اس آیت کریمہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت مریم اور ان کے بیٹے پر بڑے بڑے بہتان باندھے۔ حضرت مریم پر یہ بہتان باندھا کہ انھوں نے زنا کیا اور اسی زنا کے نتیجے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، بعض یہودیوں نے تو حد کر دی اور کہا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے زنا بھی حیض کی حالت میں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان یہود مردود پر قیامت تک مسلسل لعنت برسائے۔

﴿وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ﴾ ”اور ان کے یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کے پیغمبر تھے قتل کر دیا۔“ یعنی یہ شخص جو اپنے لیے اس منصب رسالت کا مدعی تھا، ہم نے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ”رسول اللہ“ تحارت اور مذاق کے طور پر کہتے تھے جیسا کہ مشرکوں نے کہا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ يُزِيلُ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ﴾ (الحجر 15:6) ”اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا! یقیناً تو کوئی دیوانہ ہے۔“ یہودیوں کو اللہ تعالیٰ اپنی لعنت، ناراضی اور غضب و عتاب میں مبتلا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جب عیسیٰ ابن مریم کو روشن دلائل اور ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا تو انھوں نے نبوت اور آپ کے زبردست معجزات کی وجہ سے آپ سے حسد کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزات عطا فرمائے کہ آپ مادر زاد اندھے اور برص و جذام کے مریضوں کا علاج کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، مٹی سے پرندے کی شکل بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا اور اسے اڑتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا جاسکتا تھا۔^② علاوہ ازیں اور بھی کئی معجزات تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمایا اور جن کا آپ کے ہاتھوں ظہور ہوا تھا لیکن اس سب کچھ کے باوجود یہودیوں نے آپ کی تکذیب اور مخالفت کی اور ہر ممکن طریقے سے آپ کو ایذا پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ مل کر کسی ایک شہر میں سکونت اختیار نہیں کر سکتے تھے بلکہ آپ اپنی والدہ کے ہمراہ اکثر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے تھے مگر یہودی اس کے باوجود خاموش نہ رہے اور انھوں نے اس وقت کے دمشق کے بادشاہ کے پاس آپ کی شکایت کی جو کہ مشرک اور ستارہ پرست تھا اور اس کی قوم کے لوگوں کو یونان کہا جاتا تھا۔

یہودیوں نے اس بادشاہ کے پاس آپ علیہ السلام کی شکایت کرتے ہوئے کہا: بیت المقدس میں ایک ایسا شخص ہے جو لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر کے گمراہ کر رہا ہے اور بادشاہ کی رعایا کو خراب کر رہا ہے۔ بادشاہ یہ بات سن کر سخت ناراض ہوا اور اس نے بیت المقدس میں اپنے نائب کو لکھا کہ اس شخص کو گرفتار کر کے پھانسی پر چڑھا دے اور سر پر کانٹوں کا تاج رکھ دے اور لوگوں کو اس کی ایذا رسانی سے محفوظ کر دے۔ جب بیت المقدس کے نگران کو بادشاہ کا یہ خط ملا تو اس نے حکم کی اس طرح تعمیل کی کہ وہ یہودیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ اس گھر میں گیا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ سکونت پذیر تھے۔ آپ کے ان اصحاب کی تعداد بارہ یا تیرہ یا سترہ بیان کی جاتی ہے۔

① تفسیر ابن ابی حاتم 1109/4. ② عیسیٰ ابن مریم کے معجزات کی تفصیل دیکھیے آل عمران 3:49 والمائدہ 5:110.

یہ جمعے کا دن، عصر کے بعد کا وقت تھا اور آنے والی رات ہفتے کی رات تھی۔ یہودیوں نے اس گھر کا محاصرہ کر لیا۔ آپ نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ لوگ یقیناً اب اس گھر کے اندر داخل ہو جائیں گے یا مجھے باہر نکلنا پڑے گا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم میں سے کوئی ہے جس کی مجھ سے مشابہت پیدا کر دی جائے تو وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا؟ اس کے لیے ایک نوجوان اٹھا مگر آپ نے محسوس فرمایا کہ وہ کم عمر ہے۔ اس لیے آپ نے یہ بات دو تین بار دہرائی مگر ہر دفعہ وہی نوجوان اٹھا تو آپ نے فرمایا: ہاں! تم ہی اس لائق ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت ڈال دی جس کی وجہ سے وہ بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرح معلوم ہوتا تھا، پھر اس مکان کی چھت میں ایک روشن دان کھول دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اونگھ طاری کر کے آپ کو آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَقِّيكَ وَ رَافِعُكَ إِلَيَّ** (آل عمران 55:3) ”جب اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! بے شک میں تجھے پورے لوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب آسمانوں پر اٹھالیا گیا تو آپ کے ساتھی اس مکان سے باہر نکل گئے۔ یہودیوں نے جب اس نوجوان کو دیکھا جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بنا دیا گیا تھا تو انھوں نے سمجھا کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں، چنانچہ انھوں نے رات کے وقت انھیں پکڑ کر پھانسی چڑھا دیا اور سر پر کانٹوں کا تاج رکھ دیا۔ یہودیوں نے اظہار کیا کہ انھوں نے آپ کے پھانسی دیے جانے کے بارے میں کوشش کی ہے اور اس پر انھوں نے بڑا فخر بھی کیا۔

جہالت اور عقل کی کمی کی وجہ سے بعض عیسائیوں نے بھی یہودیوں کی اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا تھا، البتہ ان لوگوں نے اسے صحیح تسلیم نہیں کیا تھا جو اس وقت اس گھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے کیونکہ انھوں نے تو آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا خود مشاہدہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ باقی عیسائیوں کا وہی خیال تھا جو یہودیوں کا خیال تھا کہ جن کو پھانسی دی گئی ہے، وہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام ہی ہیں حتیٰ کہ انھوں نے ذکر کیا ہے کہ ان کی پھانسی پر لٹکتی ہوئی لاش کے نیچے بیٹھ کر حضرت مریم علیہ السلام روئی بھی تھیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس مصلوب شخص نے اس وقت حضرت مریم علیہ السلام سے بات بھی کی تھی۔^① واللہ اعلم۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کا امتحان تھا اور اس میں بڑی حکمت بھی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کو بالکل واضح، روشن اور اس قرآن عظیم میں ظاہر کر دیا ہے جسے اس نے اپنے اس رسول کریم پر نازل فرمایا ہے جنہیں اس نے روشن معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ مؤید فرمایا ہے۔ اللہ رب العالمین جو اصدق القائلین ہے، تمام مخفی باتوں اور دلوں کی دھڑکنوں سے آگاہ ہے، آسمانوں اور زمین کی تمام مخفی چیزوں کو جانتا ہے اور ان سب باتوں کو جانتا ہے جو ہوئی ہیں یا ہوں گی یا نہیں ہوں گی اور یہ بھی جانتا ہے کہ اگر وہ ہوتیں تو کس طرح ہوتیں؟ بہر حال اس ذات گرامی نے فرمایا ہے: **﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط﴾** ”اور انھوں نے نہ انھیں (عیسیٰ کو) قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ انھیں شبہے میں ڈال دیا گیا۔“، یعنی انھوں نے ان کی سی صورت دیکھ کر اسے عیسیٰ ہی سمجھ لیا۔

① تفصیل کے لیے دیکھیے الدر المنثور و تفسیر الطبری، اسی آیت کے ذیل میں۔ اور البدایہ والنہایہ، رفع عیسیٰ علیہ السلام: 84/2۔

اسی لیے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَقِيَ شَٰكٌ مِّنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ اور یقیناً جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروی ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں۔“ ان سے مراد یہودیوں میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کے قتل کا دعویٰ کیا تھا اور عیسائیوں میں سے وہ جاہل لوگ مراد ہیں جنہوں نے یہودیوں کے اس دعوے کو صحیح تسلیم کر لیا تھا۔ یہ سب لوگ شک، حیرت، گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا﴾ اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا، یعنی جسے انہوں نے قتل کیا اس کے بارے میں انہیں یقین نہیں تھا کہ وہ عیسیٰ ہیں بلکہ یہ شک اور وہم میں مبتلا تھے۔

﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب (اور) خوب حکمت والا ہے۔“ یعنی وہ اس قدر عالی جناب ہے کہ اس کی جناب کا برے ارادے سے قصد نہیں کیا جاسکتا اور جو اس کے دروازے پر آ کر پناہ لے لے اس کا کچھ بگاڑ نہیں جاسکتا۔ اور وہ جن امور کو پیدا فرماتا ہے، ان میں وہ حکمت والا ہے اور اس کی حکمت عظیم الشان، اس کی دلیل قاطع، اس کی سلطنت زبردست اور اس کا امر قدیم ہے۔

امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو وہ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور اس وقت گھر میں بارہ حواری تھے آپ ان کے پاس گھر کے چشمے سے (غسل کر کے) آئے اور آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ مجھ پر ایک بار ایمان لائے ہیں تو بارہ بار کفر بھی کریں گے، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی صورت میری صورت جیسی ہو جائے اور میری جگہ قتل کیا جائے، پھر وہ جنت میں میرے ساتھ میرے درجے میں ہو؟ ایک نوجوان کھڑا ہوا جو ان سب میں سے کم عمر تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ، آپ نے اس بات کو دوہرایا تو بھی وہی نوجوان کھڑا ہوا، آپ نے پھر اس سے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ آپ نے اپنی اس بات کو ایک بار پھر دوہرایا^① تو وہی نوجوان کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اس کام کے لیے میں تیار ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، تم ہی یہ کام کر سکتے ہو، چنانچہ اس کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی بنادی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گھر کے روشن دان سے آسمان پر اٹھا لیا گیا، یہودی آپ کی تلاش میں نکلے تو انہوں نے اس نوجوان کو پکڑ کر قتل کر دیا، پھر سولی پر چڑھا دیا، چنانچہ ان میں سے واقعی بعض لوگ جو آپ پر ایمان لائے تھے تو انہوں نے بارہ بار آپ کے ساتھ کفر کیا اور وہ تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

ان میں سے ایک فرقے نے کہا کہ اللہ ہم میں اس وقت تک رہا جب تک اس نے چاہا، پھر وہ آسمان پر چڑھ گیا، یہ فرقہ یعقوبیہ کہلاتا ہے۔ دوسرے فرقے نے کہا کہ اللہ کے بیٹے نے جب تک چاہا ہم میں قیام کیا، پھر اللہ نے اسے اپنے پاس اٹھا

① تفسیر ابن ابوحاتم میں تیسری بار دوہرانے کا ذکر نہیں ہے جبکہ تیسری مرتبہ کا ذکر الدر المنثور: 423/2 اور السنن الکبریٰ للنسائی،

التفسیر، باب سورة الصف: 489/6، حدیث: 11591 میں ہے۔

لِیَا، یہ فرقہ نَسْطُور یہ کہلاتا ہے اور تیسرے فرقے نے کہا کہ جب تک اللہ نے چاہا اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہم میں رہا، پھر اسے اللہ نے اپنے پاس اٹھا لیا، یہ لوگ مسلمان کہلائے۔ مذکورہ دونوں کافر فرقے اس تیسرے مسلمان فرقے پر غالب آ گئے اور اسے قتل کر دیا۔ اسلام مٹا جا رہا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرما دیا۔^(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام نسائی نے بھی اس کو بروایت ابو کُرَیْب (محمد بن العلاء) بواسطہ ابو معاویہ اسی طرح روایت کیا ہے۔^(۲)

ائمہ سلف میں سے بھی کئی ایک نے اسی طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کون ہے جس کی صورت میری صورت جیسی بنا دی جائے، پھر اسے میری جگہ قتل کیا جائے اور اس کے صلہ میں وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا؟^(۳)

ہر اہل کتاب آپ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ امام ابن جریر نے اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر اہل کتاب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئے گا۔^(۴) عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تقریباً اسی طرح روایت کیا ہے۔^(۵)

ابو مالک نے ﴿إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت اہل کتاب ایمان لے آئیں گے حتیٰ کہ ہر اہل کتاب آپ کی موت سے پہلے آپ پر لازمی طور پر ایمان لے آئے گا۔^(۶)

قیامت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کے اللہ کی طرف دعوت دینے کے بارے میں احادیث مبارکہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح، جسے شرف قبولیت حاصل ہے، کی کتاب ذکر الانبیاء کے باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخُزَيْرَ، وَيَضَعُ الْحِزْبَةَ، وَيَقْبِضَ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا] ”اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ ابن مریم ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ کو ختم کر دیں گے اور مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا حتیٰ کہ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1110. ② السنن الكبرى للنسائي، التفسير، سورة الصف: 6/489. ③ تفسیر الطبری:

6/19 و تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1110. ④ تفسیر الطبری: 6/25. ⑤ تفسیر الطبری: 6/26. ⑥ تفسیر الطبری:

ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔“ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔“ ^(۱) اسی طرح اس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ ^(۲) اور فرمان الہی: ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَيْهَلَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَفَجِّ الرُّوحَاءِ بِالْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوْ لَيَشْنِيْنَهُمَا جَمِيعًا] ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام فَجِّ الرُّوحَاءِ نامی جگہ سے حج یا عمرے یا دونوں کا اکٹھا ہی تلبیہ پکاریں گے۔“ ^(۳) اسی طرح اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ^(۴)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُ الْخَنزِيرَ وَيُمَجِّى الصَّلِيبَ وَتُجْمَعُ لَهُ الصَّلَاةُ وَيُعْطَى الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَ وَيَضْعُ الْحَرَاَجَ وَيَنْزِلُ الرُّوحَاءُ فَيَحْجُّ مِنْهَا أَوْ يَعْتَمِرُ أَوْ يَجْمَعُهُمَا] ”عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو وہ خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو مٹا دیں گے، آپ کے لیے نماز کو جمع کیا جائے گا، اور (لوگوں کو) مال سے اس قدر نواز جائے گا کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا، آپ خراج کو ختم کر دیں گے، مقام رَوْحَاء میں نازل ہوں گے اور وہاں سے حج یا عمرے یا دونوں ہی کا احرام باندھیں گے۔“ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ حَظْلہ کا خیال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ہر اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا حصہ ہے یا یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ ^(۵) اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ ^(۶)

ایک اور روایت: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فَيَكُفُّكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ؟] ”تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں مسیح ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا؟“ ^(۷) اسی طرح اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ^(۸) اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم، حديث: 3448. ② صحيح مسلم، الإيمان،

باب نزول عيسى ابن مريم حاكمًا بشريعة نبينا محمد ﷺ،، حديث: 155. ③ مسند أحمد: 513/2. ④ صحيح

مسلم، الحج، باب إهلاك النبي ﷺ، حديث: 1252 اور یہاں حاجًا أَوْ مُعْتَمِرًا ہے۔ فَجِّ الرُّوحَاءِ کے متعلق مولانا صفی

الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ مقام دراصل رَوْحَاء ہے اور فَجِّ کشادہ راہ کو کہا جاتا ہے اور یہ مقام مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب 73 کلو

میٹر پر واقع ہے۔ اور اس سے اگلی روایت سے بھی پتا چلتا ہے کہ اس جگہ کا نام رَوْحَاء ہے۔ ⑤ مسند أحمد: 290/2. ⑥ تفسیر

ابن ابی حاتم: 1113/4. ⑦ صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم ﷺ، حديث: 3449.

⑧ مسند أحمد: 272/2.

نے بھی بیان کیا ہے۔^①

ایک اور روایت: امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَاتٍ ، أُمَمَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ نَازِلٌ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَّرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَصَّرَانِ ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصْبِهِ بَلَلٌ ، فَيَذُقُ الصَّلِيبَ ، وَيَقْتُلُ الْخَنْزِيرَ ، وَيَضَعُ الْحَزِيَّةَ ، وَيَدْعُو النَّاسَ إِلَى الْإِسْلَامِ ، فَيَهْلِكُ اللَّهُ فِي زَمَانِهِ الْمَلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ ، وَيُهْلِكُ اللَّهُ فِي زَمَانِهِ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ ، وَتَقَعُ الْأَمْنَةُ عَلَى الْأَرْضِ حَتَّى تَرْتَعَ الْأَسُودُ مَعَ الْإِبِلِ ، وَالنَّمَارُ مَعَ الْبَقَرِ ، وَالذَّنَابُ مَعَ الْغَنَمِ ، وَيَلْعَبُ الصَّبِيَّانَ بِالْحَيَّاتِ لَا تَضُرُّهُمُ ، فَيَمُكُّتُ أَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَتَوَفَّى ، وَيُصَلَّى عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ]

”تمام انبیاء عطا کی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں مگر ان کا دین ایک ہے۔ میں عیسیٰ علیہ السلام کا اور لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ قریبی ہوں کیونکہ میرے اور ان کے مابین اور کوئی نبی نہیں ہے۔ اور وہ نازل ہونے والے ہیں۔ جب انھیں دیکھو گے تو تم انھیں اس طرح پہچان لو کہ وہ ایک ایسے شخص ہوں گے جن کا قدر میاں، رنگ سرخ سفیدی مائل ہوگا، انھوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے پہن رکھے ہوں گے۔ ان کا سریوں محسوس ہوگا جیسے اس سے پانی کے قطرے گر رہے ہوں، حالانکہ وہ گیلا نہیں ہوگا، وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا دیگر تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کو بھی ہلاک کر دے گا، پھر زمین اس قدر پر امن ہو جائے گی کہ شیر افونوں کے ساتھ، چیتے گایوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ مل کر چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ بھیلیں گے اور سانپ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے، پھر فوت ہو جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔“^② اسی طرح اس کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔^③

ایک اور حدیث: صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَابِقٍ ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ حَيْشٌ مِّنَ الْمَدِينَةِ مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ ، فَإِذَا تَصَافَوْا ، قَالَتِ الرُّومُ: خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَّوْا مِنَّا نَقَاتِلَهُمْ ، فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ: لَا وَاللَّهِ إِلَّا نَحْلِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا ، فَيَقَاتِلُونَهُمْ ، فَيَنْهَرُمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا ، وَيَقْتُلُ ثُلُثُهُمْ أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللَّهِ ، وَيَفْتَحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا ، فَيَفْتَحُونَ قُسْطَنْطِينِيَّةَ ، فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ

① صحیح مسلم، الإيمان، باب نزول عیسیٰ ابن مریم حاکماً بشریعة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم،، حدیث: (244) - 155.

② مسند أحمد: 406/2. ③ سنن أبی داؤد، الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث: 4324 لیکن اس میں حدیث کا ابتداء

حصہ اور اسن و امان کا بول بالا ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ و صحیح ابن حبان: 234، 233/15، حدیث: 6821.

الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَقُوا سُيُوفَهُمْ بِالزِّيْتُونِ، إِذْ صَاحَ فِيهِمُ الشَّيْطَانُ: إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِي أَهْلِيكُمْ، فَيَخْرُجُونَ، وَذَلِكَ بَاطِلٌ، فَإِذَا جَاءُوا الشَّامَ خَرَجَ، فَبَيْنَا هُمْ يُعَلِّدُونَ لِلِقَاتِ يُسُوءُونَ الصُّفُوفَ، إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، فَأَمَّهُمْ، فَإِذَا رَأَاهُ عَدُوُّ اللَّهِ، ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَكَهُ لَأَنْذَابَ حَتَّى يَهْلِكَ، وَلَكِنْ يَقْتُلُهُ اللَّهُ بِيَدِهِ، فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ]

”اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک رومی مقامِ اعماق یادِ ایتق^① میں حملہ آور نہ ہوں گے، ان کے مقابلے کے لیے مدینہ سے ایک ایسا لشکر آئے گا جو اس وقت روئے زمین کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جب وہ ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہوں گے تو رومی کہیں گے کہ ہمیں چھوڑ دو تا کہ ہم ان لوگوں سے جنگ کریں جنہوں نے ہمارے آدمیوں کو قیدی بنا لیا ہے تو مسلمان جواب دیں گے: نہیں، اللہ کی قسم! ہم تمہیں اپنے بھائیوں سے جنگ نہیں کرنے دیں گے مگر وہ ان سے لڑائی کریں گے تو ان میں سے ایک تہائی پسپائی اختیار کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو ہرگز قبول نہیں فرمائے گا۔ اور ایک تہائی شہید ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل شہداء ہوں گے اور ایک تہائی فتح یاب ہو جائیں گے اور وہ کبھی بھی فتنے میں مبتلا نہ ہوں گے اور وہ قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے۔

وہ اپنی غنیمتوں کو تقسیم کر رہے ہوں گے اور انہوں نے زیتون کے ساتھ اپنی تلواروں کو لٹکا رکھا ہوگا جبکہ شیطان ان میں چیخ کر کہے گا کہ مسیح (دجال) تمہارے پیچھے تمہارے اہل و عیال میں موجود ہے تو سب لوگ واپس جا کر دیکھیں گے مگر یہ بات جھوٹی ہوگی لیکن جب وہ شام آئیں گے تو مسیح (دجال) کا خروج ہو چکا ہوگا، مسلمان لڑائی کے لیے صفوں کو درست کر رہے ہوں گے، تب نماز کھڑی ہوگی تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ ان کے امام کو امامت کا کہیں گے جب اللہ کا دشمن (مسیح دجال) آپ کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پکھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پکھل جاتا ہے۔ اگر آپ اسے چھوڑ دیں تو وہ پکھل پکھل کر ہی ہلاک ہو جائے گا مگر اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ کے نیزے پر اس کا خون دکھائے گا۔“^②

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لُتْقَاتِلَنَّ الْيَهُودُ فَلَتَقْتُلَنَّهُمْ، حَتَّى يَقُولَ الْحَجَرُ: يَا مُسْلِمُ! هَذَا يَهُودِيٌّ، فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ] ”یہودی تم سے ضرور جنگ کریں گے، چنانچہ تم انہیں یقیناً قتل کر دو گے حتیٰ کہ پتھر بھی کہے گا: اے مسلم! یہ یہودی ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو۔“^③ صحیح مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ،

① یہ دونوں شام کے علاقے ہیں جو ترکی اور شام کی سرحد پر حلب سے تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ ② صحیح مسلم، الفتن،

باب فی فتح قسطنطنیہ و خروج الدجال.....، حدیث: 2897. اور دیکھیے مسند أحمد: 420/3. ③ صحیح البخاری،

المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، حدیث: 3593 و صحیح مسلم، الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی یمر

الرجل.....، حدیث: 2921. ④



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ أَوِ الشَّجَرِ، فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ! يَا عَبْدَ اللَّهِ! هَذَا يَهُودِيٌّ خَلَفَنِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلَّا الْغُرَقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ [”اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کر لیں گے، مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں گے حتیٰ کہ یہودی پتھروں یا درختوں کے پیچھے چھپتے پھریں گے اور حجر یا شجر پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے آؤ اور اسے قتل کر دو سوائے غُرَقَد کے درخت کے وہ ایسا نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔“] ①

اس حدیث سے مشابہت کے پیش نظر ہم یہاں حضرت نو اس بن سَمْعَانَ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ذکر کرتے ہیں جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح دجال کا ذکر فرمایا، اور اس کی چھوٹی بڑی تمام باتوں کو بیان فرمایا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ بھجوروں کے جھنڈ میں ہے۔ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اس خوف کو ہمارے چہروں سے معلوم کر لیا اور فرمایا:

[مَا شَأْنُكُمْ؟ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ذَكَرْتَ الدَّجَالَ غَدًا فَخَفَضَتْ فِيهِ وَرَقَّتْ، حَتَّى ظَنَنَّا فِي طَائِفَةِ النَّحْلِ، فَقَالَ: غَيْرِ الدَّجَالَ أَخَوْفُنِي عَلَيْكُمْ، إِنْ يَخْرُجُ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجُ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَأَمُرُّوْ حَجِيجَ نَفْسِهِ، وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ.

إِنَّهُ شَابٌ قَطَطٌ، عَيْنُهُ طَائِفَةٌ كَأَنِّي أَشَبَّهُهُ بِعَبْدِ الْعَزَّى بْنِ قَطَنِ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ، إِنَّهُ خَارِجٌ حَلَّةَ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللَّهِ! فَابْتَثُوا، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا لَبِثُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ يَوْمًا، يَوْمٌ كَسَنَةٌ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٌ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَذَلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَتِ اتَّكْفِينَا فِيهِ صَلَاةَ يَوْمٍ؟ قَالَ: لَا، أَقْدَرُوا لَهُ قُدْرَةً، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرْتُهُ الرِّيحُ، فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ، وَيَسْتَحْيِيوْنَ لَهُ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطَرُ، وَالْأَرْضَ فَتَنْتَبِثُ، فَتَرْوَحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرَى وَأَسْبَعَهُ ضُرُوعًا وَأَمَدَهُ حَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمَجَّلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِيبَةِ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكَ، فَتَتَّبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيْعَاسِيبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُّمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسِّيفِ، فَيَقْطَعُهُ جَزَلَتَيْنِ رَمِيَّةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ، فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهَهُ وَيَضْحَكُ.

فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ عليه السلام فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقَى دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنَحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَاطَأَ رَأْسَهُ قَطْرٌ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جَمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ،

① صحيح البخاری، الجہاد والسير، باب قتال اليهود، حدیث: 2926۔ لیکن یہاں غرقد کا ذکر نہیں ہے۔ وصحیح مسلم،

الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل، حدیث: 2922 و لَمَقَاتُ .

فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ حِجْدُ رِيحٍ نَفْسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفْسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرَفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يَدْرِكَهُ بَبَابٌ لُدٌّ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللَّهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بَدْرَ جَنَّتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ.

فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي، لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِيَالِهِمْ، فَحَرَّزُ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ، وَيَبْعَثُ اللَّهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةٍ طَبْرِيَّةٍ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهِذِهِ مَرَّةً مَاءٌ، وَيُحْصِرُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابَهُ، حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمْ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ، فَيُرْسِلُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ النَّعْفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُضْبِحُونَ فَرَسِي كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبِيرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهْمُهُمْ وَتَنَنُّهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللَّهِ، فَيُرْسِلُ اللَّهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ مَطَرًا لَا يَكُنْ مِنْهُ بَيْتٌ مَدْرٍ وَلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرَكَهَا كَالزَّلْفَةِ.

ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْتِ تَمَرْتِكِ وَرُدِّي بَرَكَتِكِ، فَيَوْمِئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقُحْفُهَا، وَيُبَارِكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى إِنَّ اللَّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ (وَاللَّقْحَةُ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ) وَاللَّقْحَةُ مِنَ الْعَنَمِ لَتَكْفِي الْفَحْدَ مِنَ النَّاسِ.

فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ رِيحًا طَيِّبَةً، فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ أَبْطَاهِمُ، فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمْرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ]

”کیا بات ہے؟ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے صبحِ دجال کی بابت وضاحت فرمائی اور اس کی چھوٹی بڑی تمام باتوں کو بیان فرمایا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہے، آپ نے فرمایا: دجال کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے مجھے تمہارے بارے میں زیادہ خوف ہے۔ اگر دجال نے میری موجودگی میں خروج کیا تو تمہاری طرف سے میں اس پر حجت قائم کرتے ہوئے غالب آ جاؤں گا اور اگر میری عدم موجودگی میں اس نے خروج کیا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرے اور ہر مسلمان کے لیے اللہ میرا خلیفہ ہوگا۔

بے شک دجال ایک گھٹنگریالے بالوں والا نوجوان ہوگا۔ اس کی ایک آنکھ پھولی ہوئی ہوگی، گویا میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ مشابہت دینا چاہوں گا۔ تم میں سے جو شخص اسے پالے تو وہ اس پر سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھ کر دم کرے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان ایک راستے پر نکلے گا اور دائیں بائیں فساد برپا کر دے گا لیکن تمہیں اے بندگانِ الہی!

ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ زمین میں کتنا عرصہ ٹھہرے گا؟ فرمایا: چالیس دن جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک جمعے (7 دن) کے برابر اور باقی تمام دن تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔

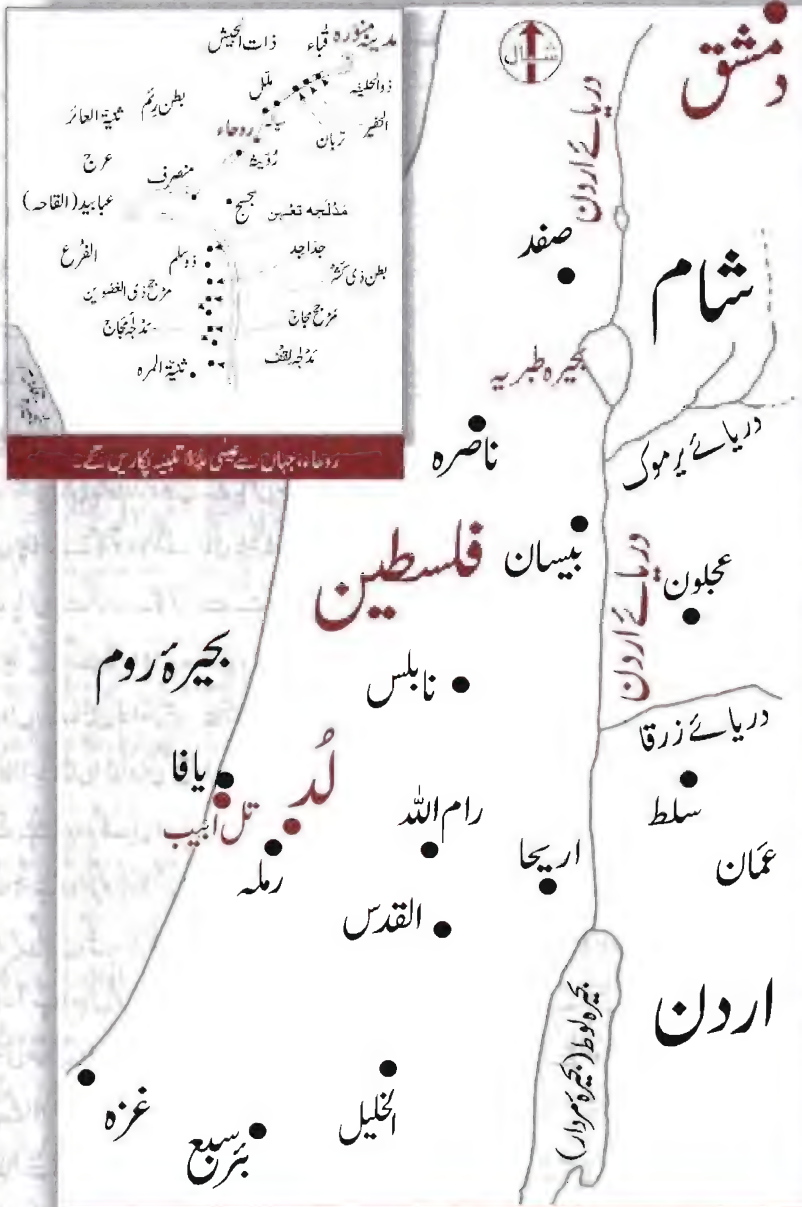
ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ دن جو سال کے برابر ہوگا، کیا اس میں ہمارے لیے ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ فرمایا: نہیں، بلکہ اس وقت نماز کے اوقات کا اندازہ لگالینا۔ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ زمین میں کس قدر تیزی کے ساتھ گھومے گا؟ فرمایا: اس بارش کے مانند جسے پیچھے سے تیز ہوا دھکیل رہی ہو۔ وہ کچھ لوگوں کے پاس جا کر انھیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت پر لبیک کہیں گے۔ وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسانے لگ جائے گا، زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ لگانے لگ جائے گی، لوگوں کے چوپائے جب شام کو ان کے پاس آئیں گے تو ان کی کوہانیں پہلے کی نسبت زیادہ لمبی ہوں گی اور ان کے تھن دودھ سے بہت زیادہ بھرے ہوں گے اور ان کے پہلو باہر نکلے ہوں گے، پھر دجال کچھ اور لوگوں کے پاس جا کر انھیں بھی دعوت دے گا تو وہ اس کی دعوت کو ٹھکرا دیں گے، لہذا جب وہ وہاں سے واپس چلا جائے گا تو وہ خشک سالی کا شکار ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان کے ہاتھ میں کوئی مال و دولت باقی نہ بچے گا۔ وہ بے آباد زمین کے پاس سے گزرے گا تو اسے کہے گا کہ تو اپنے خزانے باہر نکال دے تو اس کے خزانے شہد کی مکھیاں کی طرح اس کے پیچھے لگ جائیں گے، پھر وہ ایک بھر پور جوانی کے مالک کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر دولخت کر دے گا۔ اس کے جسم کے دونوں ٹکڑوں کے مابین فاصلہ تیر سے نشانہ تک جتنا ہوگا، پھر وہ اسے بلائے گا تو وہ اس کی طرف ہنستا مسکراتا ہوا آئے گا۔

انہی حالات میں اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو مبعوث فرما دے گا وہ دمشق کی مشرقی جانب سفید مینار کے پاس اتریں گے۔ انھوں نے ہلکے زرد رنگ کی دو چادریں زیب تن کر رکھی ہوں گی اور دو فرشتوں کے پروں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے، جب وہ سر کو جھکائیں گے تب اس سے پانی کے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر کو اٹھائیں گے تو اس سے موتیوں کی طرح بوندیں گریں گی۔ جو کافر بھی آپ کی سانس کی ہوا کو پائے گا، وہ مرجائے گا اور ان کی سانس کی ہوا، ان کی حد نظر تک جائے گی۔ آپ دجال کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ اسے لُذ شہر^① کے دروازے کے پاس پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے شر سے محفوظ رکھا ہوگا۔ آپ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور انھیں جنت میں ان کے درجات کے بارے میں بتائیں گے۔

اسی حالت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائے گا کہ میں نے اب اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنے کی کسی کتاب نہیں ہے، لہذا میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا کر محفوظ کر لو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ یا جوج و ماجوج کو نکالے گا اور وہ گویا اونچی جگہوں سے دوڑتے ہوئے آئیں گے، ان کا پہلا دستہ بخیرہ طہر یہ^② کے پاس سے گزرے گا تو وہ اس

① یہ لُذ فلسطین کا ایک شہر ہے جو آج کل اسرائیل کے دار الحکومت تل ابیب کا ہوائی اڈا ہی نہیں بلکہ اس کی فضائی چھاؤنی بھی ہے۔ ② یہ

شمالی فلسطین (اسرائیل) میں دریائے اردن کے مغرب میں واقع ہے اسے بخیرہ طہر یہ بھی کہا جاتا ہے۔



میں موجود سارا پانی پی لے گا اور جب ان کا آخری دستہ گزرے گا تو وہ کہے گا کہ یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء محصور ہو جائیں گے حتیٰ کہ (تنگی معیشت کے سبب) نیل کا سران کے نزدیک تمہارے آج کے سودینار سے بہتر ہوگا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ کی بارگاہ میں دعا کریں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ یا جوج و ما جوج کی گردنوں میں ایک کیڑا داخل فرما دے گا اور وہ سب کے سب اس طرح مرجائیں گے جیسے کوئی ایک شخص مرتا ہے، پھر اس کے بعد اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے رفقاء پہاڑ سے اتر کر میدانی علاقے میں آجائیں گے اور وہ زمین میں ایک بالشت کے برابر جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے کیونکہ ساری زمین ان کی چربی اور بدبو سے بھری ہوئی ہوگی، پھر اللہ کے نبی عیسیٰ اور آپ کے رفقاء اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیج دے گا جو خراسانی اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گے تو وہ انھیں اٹھا کر وہاں پھینک دیں گے، جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ ایسی موسلا دھار بارش برسائے گا جو ہر گھر پر برسے گی، خواہ وہ اینٹوں کا بنا ہو یا خیمے کی صورت میں ہو، اس سے اللہ تعالیٰ زمین کو دھو کر آئینے کے مانند شفاف بنا دے گا۔

پھر زمین سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے پھل اگائے اور اپنی برکت کو واپس لے آئے تو اس برکت کی وجہ سے اتنے بڑے بڑے انار پیدا ہوں گے کہ پوری ایک جماعت کے لیے ایک انار کافی ہوگا اور وہ اس کے چھلکے کے سائے میں آرام کر سکیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ دودھ میں بھی اتنی برکت پیدا فرما دے گا کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہوگا۔ گائے کا دودھ ایک قبیلے کے لیے اور ایک بکری کا دودھ ایک کنبے کے لیے کافی ہوگا۔

اس حالت میں اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، جو ان کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور ہر مومن اور مسلم کی روح کو قبض کر لے گی اور بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو زمین میں گدھوں کی طرح کھلم کھلا جنسی عمل کریں گے اور انھی بدترین قسم کے لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔^(۱) اس روایت کو امام احمد اور اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔^(۲) اس حدیث کو ہم امام احمد ہی کی سند سے سورۃ انبیاء کی آیت: ۛ حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ يٰۤاُجُوجُ وَمَۤا جُوجُ ۛ (الانبیاء: 96) کی تفسیر میں بھی بیان کریں گے۔

ہمارے اس زمانے، یعنی 741ھ میں جامع مسجد اموی کا تراشیدہ پتھروں سے ایک سفید مینار تعمیر کیا گیا ہے اور یہ اس قدیم مینار کے عوض تعمیر کیا گیا ہے جو ملعون عیسائیوں کی طرف منسوب آگ سے منہدم ہو گیا تھا،^(۳) اور اس مینار کی (دوبارہ) تعمیر کا اکثر خرچ انھی کے مالوں سے تھا۔ اور ظن غالب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی مینار پر اتریں گے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے (کہ وہ مینار دمشق کی مشرقی جانب ہوگا۔)

(۱) صحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937. (۲) مسند أحمد: 181/4 و سنن أبی داود، الملاحم،

باب خروج الدجال، حدیث: 4321 مختصراً جداً. و جامع الترمذی، الفتن، باب ما جاء فی فتنة الدجال، حدیث:

2240 والسنن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلة، باب ما یجیر من الدجال: 235/6، حدیث: 10783 مختصراً.

وسنن ابن ماجہ، الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم وخروج یأجوج ومأجوج، حدیث: 4075. (۳)

تفصیل کے لیے دیکھیے البدایة والنهاية، ثم دخلت سنة أربعین وسبع مائة: 198، 197/14.

ایک اور حدیث: اس حدیث کو بھی امام مسلم نے اپنی صحیح میں یعقوب بن عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، جب ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ یہ کیا حدیث ہے جو تم بیان کرتے ہو کہ قیامت فلاں فلاں وقت قائم ہوگی؟ انھوں نے سُبْحَانَ اللَّهِ يَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یا اس طرح کا کوئی کلمہ کہا اور فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ آئندہ کسی سے کچھ بھی بیان نہیں کروں گا۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ تھوڑے عرصے بعد تم ایک بہت بڑا سانحہ دیکھو گے اور وہ یہ کہ بیت اللہ جل جائے گا اور یہ یہ واقعات پیش آئیں گے، پھر انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

[يَخْرُجُ الدَّجَالُ فِي أُمَّتِي فَيَمُكُّثُ أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا ، فَيَبْعَثُ اللَّهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ ، فَيُطَلِّبُهُ فَيُهْلِكُهُ ، ثُمَّ يَمُكُّثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عِدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ ، حَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتَّى تَقْبِضَهُ . قَالَ : سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ : فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي حِفْظِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السَّبَاعِ ، لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا ، وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا ، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ : أَلَا تَسْتَجِيبُونَ ؟ فَيَقُولُونَ : فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ ، وَهُمْ فِي ذَلِكَ دَارٌ رَزَقَهُمْ ، حَسَنَ عَيْشُهُمْ ، ثُمَّ يَنْفُخُ فِي الصُّورِ فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْعَى لَيْتًا وَرَفَعَ لَيْتًا ، قَالَ : وَأَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ رَجُلٌ يَلُوطُ حَوْضَ إِبِلِهِ ، قَالَ : فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ - أَوْ قَالَ : يُنْزِلُ اللَّهُ - مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُ أَوْ الظَّلُّ - نُعْمَانُ الشَّائِكُ - فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ ، ثُمَّ يَنْفُخُ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ○ (الزمر: 68) ثُمَّ يُقَالُ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلُمُّوا إِلَى رَبِّكُمْ ۖ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ○ (الصَّف 24: 37) قَالَ : ثُمَّ يُقَالُ : أَخْرِجُوا بَعَثَ النَّارِ ، فَيُقَالُ : مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ : مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةَ وَتِسْعِينَ ، قَالَ : فَذَلِكَ يَوْمٌ ۖ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ○ (المزمل 17: 73) وَذَلِكَ يَوْمٌ يَكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ○ (القلم 42: 68)]

”میری امت میں سے دجال نکلے گا جو چالیس۔ معلوم نہیں آپ نے دن یا مہینے یا سال فرمایا۔^① تک رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث فرمادے گا، ان کی شکل و صورت گویا عروہ بن مسعود جیسی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے، پھر لوگ سات سال اس طرح ہرگز اسی گے کہ کوئی سے دو انسانوں میں بھی دشمنی نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس سے روئے زمین کا ہر وہ شخص فوت ہو جائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی خیر یا

① حضرت ثواس بن سمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وضاحت گزری ہے کہ اس سے مراد چالیس دن ہیں جو ہمارے موجودہ دنوں کے مطابق

تقریباً 424 دن بنتے ہیں۔

ایمان ہوگا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے اندر بھی گھسا ہوا ہوگا تو یہ ہوا وہاں بھی پہنچ کر اس کی روح کو قبض کر لے گی۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا کہ شر و فساد میں پرندوں کی طرح آگے بڑھنے والے اور ظلم و زیادتی میں درندوں جیسے بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں سمجھیں گے۔ شیطان ان کے پاس انسانی شکل و صورت میں آئے گا اور کہے گا کہ تم میری بات کیوں نہیں مانتے ہو؟ وہ پوچھیں گے کیا حکم ہے؟ تو شیطان انھیں بتوں کی عبادت کا حکم دے گا۔ اس کے باوجود ان کے پاس رزق کی فراوانی ہوگی اور ان کی زندگی بھی مزے کی ہوگی، پھر صور میں پھونکا جائے گا اور جو شخص بھی اس کی آواز کو سنے گا، وہ گردن کا ایک پہلو جھکا دے گا اور دوسرا اٹھالے گا۔^① سب سے پہلے اس آواز کو سننے والا وہ شخص ہوگا جو اپنے اوتنوں کے حوض کوٹھی کا لپ کر رہا ہوگا وہ یہ آواز سن کر بے ہوش ہو جائے گا اور دیگر لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا۔ یا فرمایا: نازل فرمائے گا۔ جو شبہم یا سائے جیسی ہوگی۔ نعمان راوی کو شک ہے کہ یہاں آپ نے الظِّل یعنی شبہم کا لفظ استعمال فرمایا یا الظِّل یعنی سائے کا۔^② اس سے لوگوں کے جسم آگ آئیں گے، پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ کہا جائے گا کہ اے لوگو! تم سب اپنے رب کی طرف چلو: اور انھیں ٹھہراؤ (اس لیے) کہ ان سے (ضروری) سوال کیے جانے والے ہیں، پھر کہا جائے گا کہ آگ کا حصہ نکالو تو پوچھا جائے گا کہ کتنا حصہ؟ تو جواب دیا جائے گا کہ ایک ہزار میں سے نو سو نانوے، تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ دن ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ نیز یہ وہ دن ہوگا جس دن پنڈلی کھولی جائے گی۔“^③

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ: عبدالرحمن بن آدم کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ [فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَّرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَصَّرَانِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يَصْبُهُ بَلَلٌ] ”جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لو کہ وہ ایک درمیانے قد کے شخص ہیں جن کا رنگ سرخ سفیدی مائل ہے، انھوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے زیب تن فرما رکھے ہوں گے، ان کے سر کو خواہ پانی نہ بھی لگا ہو مگر وہ یوں معلوم ہوگا گویا اس سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں۔“^④

اور حضرت ثواس بن سَعْنَانَ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی قبل ازیں بیان ہو چکا ہے: [فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقَى دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضْعًا كَفَيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَاطَأَ رَأْسَهُ قَطَرٌ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّوْلُؤِ، فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفْسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفْسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرَفُهُ] ”آپ دمشق

① دہشت اور ہولناکی کی وجہ سے بے ہوش ہو جائے گا جیسا کہ السنن الکبریٰ للنسائی میں [أَصْغَى لَنَا وَرَفَعَ لَنَا] کی جگہ [فَلَا يَفْقَى أَحَدٌ إِلَّا ضَعْفًا] کے الفاظ ہیں۔ دیکھیے: 501/6، حدیث: 11629۔ ② الظِّل ہی رائج ہے، شرح النووی: حدیث: 2940 کے ضمن میں۔ ③ صحیح مسلم، الفتن، باب فی خروج الدجال ومکنته فی الأرض، ونزول عیسی وقتله ایام.....، حدیث: 2940 ومسند أحمد: 166/2۔ ④ مسند أحمد: 406/2 وسنن أبی داود، الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث: 4324۔

کی مشرقی جانب سفید مینار کے پاس ہلکے زرد رنگ کی دو چادریں پہنے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔ جب آپ سر جھکائیں گے تو اس سے پانی کے قطرے گریں گے اور جب سر اوپر اٹھائیں گے تو اس سے موتیوں جیسی بوندیں گریں گی۔ آپ کی سانس کی ہوا محسوس کرنے کے بعد ہر کافر فوراً مر جائے گا اور آپ کی سانس کی ہوا آپ کی حد نظر تک جائے گی۔“^①

امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَيْلَةَ أُسْرَى بِي لَقِيتُ مُوسَى، قَالَ: فَنَعْتَهُ - فَإِذَا رَجُلٌ - حَسْبُتُهُ قَالَ: - مُضْطَرِبٌ، رَجُلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنْوَةَ، قَالَ: وَلَقِيتُ عِيسَى - فَنَعْتَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: رَبْعَةُ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ، يَعْنِي الْحَمَّامَ، وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ] ”شب معراج موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کا حلیہ اس طرح بیان کیا: عبدالرزاق بن ہمام جو راوی ہیں کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ معمر نے یہ کہا تھا: دراز قد درمیانے جسم اور معمولی خم دار بالوں والے گویا وہ شَنْوَةَ (بین کے ایک قبیلے) کے باشندوں میں سے ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے بھی میری ملاقات ہوئی تو ان کا حلیہ آپ ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا: کہ ان کا قد درمیانہ اور رنگ سرخ ہے اور دیکھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے گویا ابھی حمام سے باہر نکلے ہوں۔ اور آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی میں نے دیکھا اور میں آپ کی ساری اولاد میں سے آپ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔“^②

امام بخاری رحمہ اللہ نے مجاہد کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ عِيسَى وَمُوسَى وَإِبْرَاهِيمَ، فَأَمَّا عِيسَى فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيضُ الصَّدْرِ، وَأَمَّا مُوسَى فَأَدْمُ حَسِيمٌ سَبْطٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ الزُّطِّ] ”میں نے حضرت عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ، گھنگریالے بالوں اور چوڑے سینے والے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ، دراز قد والے اور سیدھے بالوں والے تھے،^③ گویا آپ زُطُّ^④ قبیلے کے لوگوں میں سے ہوں۔“^⑤

① صحیح مسلم، الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937. ② صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرْثِيَةً﴾ (مریم: 16)، حدیث: 3437 و صحیح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السموات وفرض الصلوات، حدیث: 168. ③ حسیم کا معنی طویل القامت اس لیے کیا گیا ہے کہ گذشتہ حدیث میں مُضْطَرِبٌ اور ایک روایت میں ضَرْبٌ ہے جس کا اطلاق دلے تلے شخص پر ہوتا ہے، لہذا یہاں حسیم سے مراد دراز قد ہے۔ اور اس حدیث میں سبط ”سیدھے بالوں والے“ کا ذکر ہے جبکہ اس سے پہلے حوالے میں رجل الرأس کے الفاظ ہیں۔ جو بال بالکل معمولی خم دار ہوں ان پر سیدھے بالوں کا اطلاق ممکن ہے۔ (فتح الباری) ④ الزطیہ قبیلہ یا تو ہند کے قبائل میں سے ہے جیسا کہ صاحب عون الباری نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ دراصل ”جٹ“ کا معرب ہے جنھیں ”جٹ“ بھی کہا جاتا ہے۔ برصغیر میں دراز قد، جسامت اور طاقت میں مشہور ہیں یا پھر یہ سوڈانیوں کا قبیلہ ہے۔ دیکھیے فتح الباری وارشاد الساری وغیرہ۔ ⑤ صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرْثِيَةً إِذْ أَنْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا﴾ (مریم: 16)، حدیث: 3438. یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بجائے مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما صحیح ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن لوگوں میں مسیح دجال کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، إِلَّا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ] ”بے شک اللہ تعالیٰ یک چشم نہیں ہے جبکہ مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی آنکھ مٹنے کی طرح ابھری ہوئی ہوگی۔“ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے: ①

[أَرَأَيْتَ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ عِنْدَ الْكُعْبَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ آدَمٌ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنْ آدَمِ الرِّجَالِ، تَضْرِبُ لِمَتَهُ بَيْنَ مُنْكَبَيْهِ، رَجُلُ الشَّعْرِ، يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً، وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مُنْكَبَيْ رَجُلَيْنِ، وَهُوَ بَيْنَهُمَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا: هَذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ، وَرَأَيْتُ وَرَاءَهُ رَجُلًا جَعْدًا قَطَطًا، أَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَشْبَهِهِ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنِ، وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مُنْكَبَيْ رَجُلَيْنِ، يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ]

”(اللہ تعالیٰ) نے مجھے رات خواب میں کعبے کے پاس دکھایا کہ ایک شخص نہایت خوبصورت گندمی رنگ کا ہے جس کے بال دونوں کندھوں کے درمیان تک ہیں اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی ہے سر سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں اور وہ اپنے دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام ہیں، پھر میں نے آپ کے پیچھے ایک اور شخص کو دیکھا کہ جس کے بال گھنگریالے اور چھوٹے چھوٹے ہیں، جو دائیں آنکھ سے کانا اور میرے مشاہدے میں ابن قطن سے بے حد مشابہ ہے اور وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا یہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔“ ②

پھر امام بخاری نے سالم کی اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں ③ بلکہ آپ نے یہ فرمایا ہے: [بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَطُوفُ بِالْكُعْبَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ آدَمٌ سَبَطُ الشَّعْرِ، يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ، يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً - أَوْ يُهَرِّاقُ رَأْسُهُ مَاءً - فَقُلْتُ:

① ”صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے....“ یہ الفاظ تفسیر کے بعض نسخوں میں نہیں ہیں اور یہی مناسب ہے کیونکہ یہ سابق حدیث میں اسی

سند سے بیان ہوئے ہیں اور دوسرا یہ کہ حدیث کا یہ حصہ صحیح بخاری میں بھی ہے جبکہ مذکورہ الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ اس میں نہیں ہے۔ ②

صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ﴾.....، حدیث: 3439 و صحیح مسلم،

الإيمان، باب ذكر المسيح ابن مريم والمسيح الدجال، حدیث: (274)-169. البتہ ابتدائی حصہ صحیح بخاری اور دوسرا حصہ صحیح

مسلم کے مطابق ہے۔ ③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ظن غالب تھا کہ احمر مسیح ابن مریم علیہ السلام کی صفت نہیں بتائی گئی بلکہ یہ صفت تو مسیح دجال

کی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو گندمی رنگ کے ہیں جیسا کہ آ رہا ہے، اس لیے انھوں نے قسم کھائی تھی، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے شروحات

صحیح بخاری۔

فَظَلِمَ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ طَيْبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ

پھر جو لوگ یہودی ہوئے ان کے ظلم کی وجہ سے اور ان کے اکثر لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر کچھ پاک چیزیں حرام کر دیں جو

کَثِيرًا ۞ (160) وَأَخَذْنَاهُمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلَهُمْ أَمْوَالُ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ط وَاعْتَدْنَا

پہلے ان کے لیے حلال تھیں ۞ اور اس وجہ سے بھی کہ وہ سود لیتے تھے، حالانکہ انھیں اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگوں کا مال ناحق

لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۞ (161) لَكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا

کھاتے تھے۔ اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۞ لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ اور مومن ہیں وہ ایمان

أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

لا تے ہیں اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا، اور وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور آخرت کے دن پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۞ (162)

22
10
2

ایمان رکھتے ہیں، وہی لوگ ہیں جنہیں ہم جلد بہت بڑا اجر دیں گے ۞

مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: ابْنُ مَرْيَمَ، فَذَهَبَتِ التَّفْثُ، فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرٌ، جَسِيمٌ، جَعَدَ الرَّأْسَ، أَعْوَرَ عَيْنَيْهِ الْيُمْنَى،
كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةً طَافِيَةً، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا الدَّجَالُ، وَأَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنِ [”میں خواب
میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ گندی رنگ اور سیدھے بالوں والا ایک شخص دو آدمیوں کے درمیان چل رہا ہے
اور اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں تو میں نے کہا: یہ کون ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ ابن مریم ہیں۔ میں نے مڑ کر
دیکھا تو مجھے ایک اور شخص بھی نظر آیا جس کا رنگ سرخ، جسم موٹا، سر کے بال چھوٹے چھوٹے اور گھنگریالے ہیں وہ دائیں آنکھ
سے کانہ ہے۔ اس کی آنکھ گویا مٹنے کی طرح اپنے مقام سے ابھری ہوئی ہے، میں نے کہا: یہ کون ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ
دجال ہے۔ اس کے ساتھ لوگوں میں سے سب سے زیادہ مشابہت ابن قطن کی ہے۔“ ① امام زہری فرماتے ہیں کہ ابن قطن
خاندان خزاعہ میں سے ایک شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں مر گیا تھا۔ یہ تمام الفاظ صحیح بخاری کی روایت کے ہیں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۞ ﴾ ”اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔“
امام قتادہ فرماتے ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کے خلاف یہ گواہی دیں گے کہ آپ نے ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور آپ
نے خود بھی اللہ عز وجل کی بندگی کا اثبات کیا تھا۔ ② اور یہ فرمان اللہ کے اس فرمان کی طرح ہے جیسا کہ سورہ مائدہ کی آخری
آیات میں فرمایا ہے: ﴿ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقِبَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ۝ تَا الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾ (المائدة

(116-118)۔

تفسیر آیات: 160-162

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ ﴾ ، حدیث: 3441 . ②

تفسیر الطبری: 31/6 .

ظلم کی وجہ سے یہود کے لیے پاکیزہ چیزوں کی حرمت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہودیوں کے ظلم اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اس نے ان کے لیے بہت سی ایسی پاکیزہ چیزوں کو بھی حرام قرار دے دیا تھا جسے ان کے لیے پہلے حلال قرار دیا تھا۔ یہ حرمت قدری بھی ہو سکتی ہے، یعنی اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ انھوں نے اپنی کتاب کی تاویل کی اور احکام الہی کو بدل کر بہت سی حلال چیزوں کو اپنے اوپر تشدد، سختی اور تنگی کے باعث حرام قرار دے لیا اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس حرمت سے مراد شرعی حرمت ہو اور اس کے معنی یہ ہوں کہ بہت سی چیزیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں، اللہ تعالیٰ نے تورات میں انھیں ان کے لیے حرام قرار دے دیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَآءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ﴾ (آل عمران 93:3) ”بنی اسرائیل کے لیے تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی تمام چیزیں حلال تھیں، سوائے ان کے جو یعقوب نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔“

اس آیت کریمہ کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے^① کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تورات کے نازل ہونے سے پہلے بنی اسرائیل کے لیے کھانے کی تمام چیزیں حلال تھیں علاوہ اونٹ کے گوشت اور دودھ وغیرہ کے جسے حضرت یعقوب نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تورات میں بھی ان کے لیے بہت سی اشیاء کو حرام قرار دے دیا جیسا کہ اس نے سورہ انعام میں فرمایا ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا إِلَّا مَا حَصَلَتْ ظُهُورُهُمْ أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَدِيقُونَ﴾ (الأنعام 146:6) ”اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے اور گایوں اور بکریوں سے ان کی چربی حرام کر دی تھی سوائے اس کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا استزیوں میں ہو یا ہڈی میں ملی ہو، یہ سزا ہم نے ان کی سرکشی کے سبب دی تھی اور ہم تو سچ کہنے والے ہیں۔“

یعنی ان چیزوں کو ہم نے ان کے لیے اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ اپنی بغاوت، سرکشی، اپنے رسولوں کی مخالفت اور ان سے اختلاف کے باعث اسی بات کے مستحق تھے۔ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿فَظَلِمْنَا مِنْ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا﴾^② ”تو ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں، جو ان کے لیے حلال تھیں، حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے۔“ انھوں نے خود بھی حق کی پیروی نہ کی اور دوسرے لوگوں کو بھی اتباع حق سے روکا اور قدیم و جدید ہر دور میں ان کی یہی خصلت رہی ہے۔ اسی وجہ سے یہ اللہ کے نبیوں کے دشمن تھے، بہت سے انبیائے کرام کو انھوں نے شہید کر دیا اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کی انھوں نے تکذیب کی۔

① دیکھیے آل عمران، آیت: 93۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ

(اے نبی!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی کی، اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق،

وإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ

یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زیور عطا کی ﴿۱۶۳﴾ اور ہم نے کئی رسول بھیجے،

وَأَتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ﴿۱۶۴﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ

اس سے پہلے ہم ان کا حال آپ کے سامنے بیان کر چکے ہیں۔ اور کئی رسول ایسے ہیں کہ ان کا حال ہم نے آپ کے سامنے بیان نہیں کیا۔

عَلَيْكَ ط وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ﴿۱۶۵﴾ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى

اور اللہ نے موسیٰ سے (خاص طور پر) کلام کیا ﴿۱۶۵﴾ اور خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے، تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے

اللَّهُ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۱۶۶﴾

اللہ کو الزام دینے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور اللہ بڑا زبردست، خوب حکمت والا ہے ﴿۱۶۶﴾

فرمان الہی: ﴿وَآخِذْهُمْ بِالْزُبُرِ وَقَدْ نُفِوا عَنْهُ﴾ ”اور اس سبب سے بھی کہ باوجود منع کیے جانے کے سود لیتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے تو انھیں سود سے منع فرمادیا تھا مگر انھوں نے مختلف مکر و فریب اور طرح طرح کی حیلہ سازیوں کے ذریعے سے سود لینا اور لوگوں کے مال کو باطل طریقے سے کھانا شروع کر دیا تھا۔ اور فرمایا: ﴿وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ ﴿۱۶۷﴾ ”اور ان میں سے جو کافر ہیں ان کے لیے ہم نے درد دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

پھر فرمایا: ﴿لَكِنَّ الرُّسُلَ حُجَّتٌ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ﴾ ”البتہ جو لوگ ان میں سے علم میں یکے ہیں۔“ یعنی جو دین میں ثابت قدم ہیں، حقیقت میں انھیں ہی علم نافع میں پختگی کا ملکہ حاصل ہے جیسا کہ سورہ آل عمران میں اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے۔ ﴿۱﴾
﴿وَالْمُؤْمِنُونَ﴾ یہ ﴿الرُّسُلُ حُجَّتٌ﴾ پر عطف ہے اور یہ جملہ: ﴿يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ ”وہ اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں (سب پر) ایمان رکھتے ہیں“ اس کی خبر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ عبد اللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعید، اُسید بن سعید اور اسد بن عبید رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو دائرۃ اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور انھوں نے اس دین و شریعت کی تصدیق کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا۔ ﴿۲﴾ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ ”اور زکاۃ دیتے ہیں۔“ یہاں زکاۃ سے مراد مال کی زکاۃ بھی ہو سکتی ہے اور جان کی بھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں کی زکاۃ مراد ہو۔ واللہ اعلم۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ ”اور اللہ اور روز آخرت کو مانتے ہیں۔“ یعنی اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا اور اچھے یا برے اعمال کی

﴿۱﴾ دیکھیے آل عمران، آیت: 7. ﴿۲﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1116 والدر المنثور: 2/434.

جزا اور سزا سے ہمکنار ہونا ہے۔ ﴿أُولَٰئِكَ﴾ سے مذکورہ بالا کی خبر شروع ہوتی ہے ﴿۱﴾ اور ﴿سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ﴿۲﴾ ”ان کو ہم غریب اجر عظیم دیں گے۔“ اجر عظیم سے یہاں جنت مراد ہے۔

تفسیر آیات: 163-165 ﴿۳﴾

نبی اکرم ﷺ کی طرف سابقہ انبیاء کی طرح وحی بھیجی گئی: محمد بن اسحاق نے محمد بن ابو محمد کے حوالے سے عکرمہ یا سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سَلَمَیْن اور عدی بن زید نے کہا کہ اے محمد (ﷺ)! ہمیں تو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بعد کسی اور انسان پر وحی نازل فرمائی ہو؟ تو ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَاللَّهْمَّ مِنْ بَعْدِهِ﴾ ﴿۴﴾ تَا ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ ﴿۵﴾ ”(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کی طرف اس طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی..... اور اللہ بڑا زبردست اور خوب حکمت والا ہے۔“ ﴿۶﴾ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اپنے عبد اور رسول محمد ﷺ کی طرف بھی اسی طرح وحی نازل فرمائی ہے جس طرح اس نے آپ سے پہلے تمام انبیاء کرام ﷺ پر وحی نازل فرمائی تھی۔ ﴿وَآتَيْنَا دَاوُدَ ذُبُورًا﴾ ﴿۷﴾ ”اور داود (ﷺ) کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی۔“ زبور اس کتاب کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت داود علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔

قرآن مجید میں پچیس رسولوں کا ذکر ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ﴾ ﴿۸﴾ ”اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم آپ سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات آپ سے بیان نہیں کیے۔“ یعنی اس آیت سے پہلے کی اور غیر کی سورتوں میں جن انبیاء کرام ﷺ کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (1) آدم (2) اور لیس (3) نوح (4) ہود (5) صالح (6) ابراہیم (7) لوط (8) اسماعیل (9) اسحاق (10) یعقوب (11) یوسف (12) ایوب (13) شعیب (14) موسیٰ (15) ہارون (16) یونس (17) داود (18) سلیمان (19) الیاس (20) یسوع (21) زکریا (22) یحییٰ (23) عیسیٰ (24) بہت سے مفسرین کے نزدیک ذوالکفل بھی نبی ہیں اور (25) ان سب کے سردار حضرت محمد ﷺ۔ ان کے علاوہ بہت سے حضرات انبیاء کرام ﷺ ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ ﴿۹﴾ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کے شرف سے نوازا ہے، اسی وجہ سے آپ کو کلیم بھی کہا جاتا ہے۔ حافظ ابو بکر بن مردویہ نے عبد الجبار بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ابو بکر بن عیاش کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے: [وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا] ”اور اللہ تعالیٰ سے موسیٰ (ﷺ) نے کلام کیا۔“ تو ابو بکر بن عیاش نے فرمایا کہ اس طرح تو کوئی

﴿۱﴾ لَعْنَةُ الْوَيْسُخُونَ ﴿۲﴾ مبتدا اور ﴿يُؤْتُونَ﴾ خبر، مبتدا اور خبر مل کر جملہ ہو کر مبتدا اور ﴿أُولَٰئِكَ﴾ اس کی خبر بن جائے گی۔ ﴿۳﴾ السيرة

کافر ہی پڑھ سکتا ہے۔ میں نے اعمش سے، انھوں نے یحییٰ بن وثاب سے، انھوں نے عبدالرحمن سلمیٰ سے، انھوں نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اسی طرح پڑھا ہے: ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا﴾^① ابو بکر بن عیاش نے اس طرح پڑھنے والے پر شدید ناراضی کا اظہار اس لیے کیا کہ اس نے قرآن کے لفظ اور معنی میں تحریف کر دی تھی اور وہ شخص ان معترضہ میں سے تھا جو اس بات کے منکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا ہو یا وہ اپنی مخلوق میں سے کسی سے کلام کرتا ہو۔

ایک معترضی کے بارے میں مروی ہے کہ اس نے جب ایک استاذ کے پاس اس طرح پڑھا: [وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا] تو اس نے کہا: اے بری ماں کے بیٹے! اس ارشاد باری تعالیٰ کی کیا تاویل ہوگی جس میں آیا ہے: ﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ﴾ (الأعراف: 143) ”اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر (کوہ طور پر) پہنچے اور ان کے پروردگار نے ان سے کلام کیا۔“ کیونکہ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہونے کے بارے میں اس قدر واضح ہے کہ اس میں کسی تحریف اور تاویل کی قطعاً کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

انبیاء کی بعثت سے مقصود حجت قائم کرنا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾ ”(سب) پیغمبروں کو خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا)۔“ یعنی ان کو خوش خبری سناتے تھے جو اللہ کی اطاعت کرتے اور نیکوں کے ساتھ اس کی خوشنودی کے طالب ہوتے تھے۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزاؤں سے ڈراتے تھے جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ﴿لَعَلَّآ يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ ”تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر حجت اور الزام کا موقع نہ رہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے خوش خبری سنانے اور ڈرانے کے لیے اپنی کتابیں نازل فرمائیں، اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور وہ سب کچھ واضح فرما دیا جسے وہ پسند فرماتا اور ناپسند فرماتا ہے تاکہ کسی کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے کہ اسے تو خبر ہی نہ ہوئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَىٰ﴾ (طہ: 134) ”اور اگر ہم بلاشبہ ان کو پیغمبر (کے بھیجے) سے پیشتر کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیرے کلام (واحکام) کی پیروی کرتے۔“

اسی طرح یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ مِّمَّا قَدَّمْتْ أَيْدِيَهُمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (القصص: 47) ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے اپنے ہاتھوں آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں

① المعجم الأوسط للطبرانی: 276/9، حدیث: 8603 و مجمع الزوائد: 13، 12/7، حدیث: 10959.

لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ بِعِلْمِهِ ۖ وَالْمَلَكُ يَشْهَدُونَ ط وَكَفَى بِاللَّهِ

لیکن اللہ نے آپ پر جو نازل کیا ہے، وہ اس کی بابت گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں

شَهِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ ١٦٧ إِنَّ

اور اللہ بطور گواہ کافی ہے ۝ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا، یقیناً وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں ۝ بے شک جن

الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۝ ١٦٨ إِلَّا طَرِيقَ

لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ کے شایان نہیں کہ وہ انھیں بخش دے اور نہ یہ شایان ہے کہ وہ انھیں سیدھی راہ دکھائے ۝ مگر وہ انھیں جہنم کا

جَهَنَّمَ خُلْدٍ فِيهَا أَبَدًا ط وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ ١٦٩ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ

راستہ دکھائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے ۝ اے لوگو! یقیناً یہ رسول تمہارے رب کی طرف سے حق

الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمْنُوا خَيْرًا لَكُمْ ط وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ مَا فِي السَّمَوَاتِ

لے کر تمہارے پاس آیا ہے، لہذا تم ایمان لاؤ، یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا، اور اگر تم کفر کرو گے تو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کے لیے ہے،

وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ ١٧٠

اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ۝

نہیں بھیجا کہ ہم تیری آیات کی تابع داری کرتے اور ایمان والوں میں ہو جاتے (تو ہم رسول نہ بھیجتے۔)“

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا أَحَدٌ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ،

وَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ، وَلَا شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللَّهِ، وَلِذَلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ]

[وَلَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللَّهِ] ، [مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ اللَّهُ الْمُرْسَلِينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ] ”اللہ تعالیٰ

سے زیادہ غیور کوئی نہیں اسی وجہ سے اس نے ظاہری اور خفیہ برائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح کو پسند کرنے

والا اور کوئی نہیں اسی وجہ سے اس نے اپنی ذات گرامی کی خود مدح فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی پر حجت قائم کرنا اور عذر کا

کوئی موقع باقی نہ رکھنا کسی کو پسند نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس نے نبیوں کو خوشخبری سنانے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا

تھا۔“ ① ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ أَنْزَلَ الْكِتَابَ وَأَرْسَلَ الرُّسُلَ] ”اسی وجہ سے اس نے اپنی

کتابوں کو نازل فرمایا اور اپنے رسولوں کو بھیجا۔“ ②

تفسیر آیات: 170-166

① اس حدیث کا پہلا جز: صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالى: وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ .

(الأنعام: 151) ، حدیث: 4634 و صحیح مسلم، التوبة، باب غیرة الله تعالى وتحريم الفواحش، حدیث: (34)-2760

کے مطابق ہے۔ اور دوسرے حصے کا سیاق مختلف ہے اور وہ صحیح البخاری: 7416 میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اور تیسرا جز اسی

دوسرے سیاق سے صحیح مسلم: 1499 کے مطابق ہے۔ ② صحیح مسلم، التوبة، باب غیرة الله تعالى وتحريم

الفواحش، حدیث: (35)-2760 .

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ تَا عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ (النساء: 163-165) میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اثبات اور ان مشرکین و اہل کتاب کی تردید ہے جنہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا تھا، چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ﴾ ”لیکن اللہ نے جو (کتاب) آپ پر نازل کی ہے اس کی نسبت اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے وہ اپنے علم سے نازل کی ہے۔“ یعنی اگرچہ آپ کی تکذیب اور مخالفت کرنے والے اس بات کے منکر ہیں مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ آپ اس کے وہ رسول ہیں جن پر اس نے اپنی کتاب کو نازل فرمایا ہے۔ کتاب سے مراد وہ قرآن مجید ہے کہ ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (حم السجدة: 41) ”اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔“

اسی لیے فرمایا: ﴿أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ﴾ ”اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے۔“ یعنی اپنے اس علم کے مطابق جس کے بارے میں اس نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا، یعنی روشن دلائل، ہدایت اور فرقان اور وہ امور جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا یا ناپسند فرماتا ہے۔ اور جس میں ماضی اور مستقبل سے متعلق غیب کی باتیں اور اللہ تعالیٰ کی وہ صفات مقدسہ بھی شامل ہیں جنہیں کوئی نبی مرسل اور ملک مقرب اس وقت تک معلوم نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو علم سے نہ نواز دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ (البقرة: 255) ”اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، ہاں! جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کر دیتا ہے)۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهٖ عِلْمًا﴾ (طہ: 110) ”اور وہ (اپنے) علم سے اللہ کا احاطہ نہیں کر سکتے۔“ ارشاد ہے: ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ط﴾ ”اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔“ یعنی اس کے سچ ہونے کی جو آپ کے پاس آیا، جو آپ کی طرف وحی کیا گیا اور جسے آپ پر اتارا گیا، حالانکہ اس کی گواہی تو خود اللہ تعالیٰ بھی دے چکا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُفِيَ بِاللّٰهِ شَهِيدًا ط﴾ ”اور گواہ تو اللہ ہی کافی ہے۔“

ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ط﴾ ”جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے رستے سے روکا، یقیناً وہ رستے سے بھٹک کر دور جا پڑے۔“ انہوں نے خود بھی کفر کیا، حق کو اختیار نہ کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی حق کی اتباع اور اقتداء سے روکا تو وہ حق سے خارج ہو گئے، بھٹک گئے اور بے حد دور جا پڑے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے بارے میں اپنا حکم صادر فرمایا ہے، جو اس کی آیات، اس کی کتاب اور اس کے رسول کے ساتھ کفر اور اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں، اسی طرح اللہ کے رستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور محرمات کی بے حرمتی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے گا نہیں۔ ﴿وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ط﴾ ”اور نہ انہیں (نیکی اور بھلائی کا) رستہ ہی دکھائے گا۔“ ﴿إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ﴾ ”ہاں، جہنم کا رستہ (دکھائے گا)۔“ یہ استثنا منقطع ہے۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط﴾ ”جس میں وہ ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔“

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ

اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزرا جاؤ اور اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہو۔ بے شک مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اللہ کا

مَرِيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ ۖ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ ۖ فَامْنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ

رسول اور اس کا کلمہ ہی ہے جسے اس نے مریم کی طرف ڈالا، اور وہ اس کی طرف سے ایک روح ہے، چنانچہ تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ

وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ ط إِنَّهُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۚ

کہو کہ معبود تین ہیں۔ اس سے باز آ جاؤ، یہ تمہارے لیے بہتر ہے، بے شک اللہ ہی واحد معبود ہے، وہ اس (امر) سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو،

لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۚ

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور اللہ بطور کارساز کافی ہے ﴿۱۷۱﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَامْنُوا خَيْرًا لَّكُمْ ط﴾
 ”لوگو! اللہ کے پیغمبر تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق بات لے کر آئے ہیں تو (ان پر) ایمان لاؤ (تاکہ)
 تمہارے حق میں بہتر ہو۔“ یعنی تمہارے پاس حضرت محمد ﷺ تمہارے پروردگار کی طرف سے ہدایت، دین حق اور بیان
 شافی لے کر آئے ہیں تو جس چیز کو وہ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لاؤ، آپ ﷺ کی پیروی کرو، یہی بات تمہارے حق میں
 بہتر ہے۔ پھر فرمایا: ﴿وَأَنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”اور اگر کفر کرو گے تو (جان رکھو کہ) جو کچھ
 آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کا ہے۔“ وہ تم سے اور تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے اور تمہارے کفر سے اسے کوئی
 نقصان نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ مُوسَىٰ إِنَّ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾
 ﴿فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ (ابراہیم 8: 14) ”اور موسیٰ علیہ السلام نے (صاف صاف) کہہ دیا کہ اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں
 سب کے سب ناشکری کرو تو بے شک اللہ بھی بے نیاز (اور) قابل تعریف ہے۔“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا﴾
 ”اور اللہ (سب کچھ) جاننے والا ہے۔“ یعنی وہ جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے تو وہ اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور گمراہی
 کا مستحق کون ہے تو وہ اسے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ﴿حَكِيمًا﴾ یعنی وہ اپنے تمام اقوال و افعال اور شرع و قدر میں
 حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت: 171

دین میں غلو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مبالغہ آرائی کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو غلو اور مبالغہ آرائی
 سے منع فرمایا ہے۔ عیسائیوں میں یہ مرض بہت زیادہ ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے بہت تجاوز کر گئے ہیں
 اور انھوں نے آپ کے بارے میں اس سے بہت اونچے درجے کا تصور کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ انھوں نے
 آپ کو دائرۂ نبوت سے نکال کر دائرۃ الوہیت تک پہنچا دیا اور آپ کی بھی اسی طرح عبادت شروع کر دی جس طرح وہ اللہ
 تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں بلکہ انھوں نے تو آپ کے ان پیروکاروں کے بارے میں بھی بہت غلو سے کام لیا ہے جن کے

بارے میں آپ ﷺ کی رائے یہ تھی کہ وہ آپ کے دین پر ہیں۔ عیسائیوں کے بارے میں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ معصوم تھے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ان کی ہر بات میں اتباع کی، خواہ وہ حق ہو یا باطل، گمراہی ہو یا ہدایت، صحیح ہو یا غلط۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿إِتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُحَبَاءَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (التوبة: 31) ”انھوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔“

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطَرَتِ النَّصَارَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا: عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] ”تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں مبالغے سے کام لیا تھا، میں تو صرف بندہ ہوں، اس لیے تم مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔“^① امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو بیان فرمایا ہے اور آپ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: [فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا: عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] ”میں تو صرف اسی کا بندہ ہوں، لہذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔“^②

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اے ہمارے سردار! ہمارے سردار کے صاحبزادے! اے ہم میں سے بہترین انسان اور ہم میں سے بہترین انسان کے صاحبزادے! (تو یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ، لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، وَاللَّهُ! مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ] ”اے لوگو! اپنی گفتگو میں بھی تقویٰ اختیار کرو، کہیں شیطان تمہارے دل و دماغ پر چھانہ جائے، میں محمد بن عبد اللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔ اللہ کی قسم! میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس سے بلند مرتبے پر پہنچاؤ جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سرفراز فرمایا ہے۔“^③ اس حدیث کو بعینہ اس سند سے صرف امام احمد نے بیان کیا ہے۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ﴾ ”اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔“ یعنی اس پر افترا پرداز نہ کرو، کسی کو اس کی بیوی اور بیٹا قرار نہ دو، اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے بہت بلند و بالا، منزہ اور مقدس ہے، وہ اپنی سیادت، کبریائی اور عظمت میں وحدہ لا شریک ہے، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ رب، اس لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ﴾ ”مسح (یعنی مریم) کے

① مسند أحمد: 24/1. ② صحيح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ أَنْبَأْتُ مِنَ أَهْلِهَا﴾ (مریم: 16)، حدیث: 3445. ③ مفسر طبرانی نے جو سند بیان کی ہے اس سند میں [بقولکم] کے بجائے

[بتقواکم] ہے جبکہ دوسرے طریق سے [قُولُوا بِقَوْلِكُمْ] ”اپنے وہی الفاظ کہا کرو“ کے الفاظ بھی ہیں۔ دیکھیے مسند أحمد: 241/3.

④ مسند أحمد: 153/3 و صحيح ابن حبان: 133/14، حدیث: 6240 لیکن یہاں آخری فقرہ نہیں ہے۔ والسنن الكبرى

بیٹے عیسیٰ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف القا فرمایا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں۔ یعنی وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے اور اس کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور اس کا وہ کلمہ بشارت ہیں جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کلمے کے ذریعے سے پیدا فرمایا جس کے ساتھ اس نے جبریل علیہ السلام کو مریم کی طرف بھیجا۔ اور جبریل نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اسی کے اذن سے ان میں روح پھونک دی تھی اور اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کو مریم کی حکم سے پیدا ہو گئے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری تھی اور یہ پھونک ان کے اندام نہانی میں اس طرح داخل ہو گئی جس طرح ماں باپ کے ملاپ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بہر حال ساری مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اس طرح پیدائش کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا جاتا ہے کیونکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، آپ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُن سے اور اس روح سے پیدا ہوئے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے جبریل کو دے کر بھیجا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَا كِلَيْنِ الظَّالِمِينَ ۝ (المائدة: 75) ”مسح ابن مریم تو صرف پیغمبر تھے، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور ان کی والدہ (اللہ کی) سچی فرمانبردار تھیں دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ط خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ (آل عمران: 59) ”عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے مٹی سے ان کا قالب بنایا، پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالَّتِي أَحْصَانَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۝ (الأنبياء: 91) ”اور ان (مریم) کو بھی یاد کرو (جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور ان کو اور ان کے بیٹے کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَانَتْ فَرْجَهَا ۝ (التحریم: 66) ”اور عمران کی بیٹی مریم علیہ السلام کی (مثال) جنہوں نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ۝ (الزخرف: 59) ”وہ تو ہمارے ایسے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا۔“

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے معمر کے حوالے سے قتادہ سے روایت کیا ہے: ﴿ وَكَلِمَتُهُ أُلْقِيَهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ ۝ سے مراد کلمہ کُن ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آپ پیدا ہو گئے۔ ① امام ابن ابی حاتم نے احمد بن سنان واسطی سے روایت کیا ہے کہ میں نے شاؤ بن یحییٰ سے سنا کہ کلمہ ہی عیسیٰ علیہ السلام نہیں بن گئے تھے بلکہ کلمے کے ذریعے سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رحمہ اللہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أُلْقِيَ إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ] ”جو شخص

اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے، رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں اور جنت حق ہے اور جہنم بھی حق ہے، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دے گا، خواہ وہ کیسا ہی عمل کرتا ہو۔^① اور بُجَادَہ نے عُبَادَہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: [مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ الَّتِي شَاءَ] ”اللہ تعالیٰ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس میں سے چاہے اس کو داخل فرما دے گا۔“^② اس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^③

آیت اور حدیث میں رُوحٌ مِّنْهُ کے الفاظ اسی طرح ہیں جس طرح یہ آیت ہے: وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (الحاثیہ 13:45) ”اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا دیا۔“ یعنی یہ سب کچھ اسی کا پیدا کیا ہوا اور اسی کی طرف سے ہے، یہاں [مِنْ] بعض کا مفہوم ادا کرنے کے لیے نہیں ہے (کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جز ہوں) جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ ان پر مسلسل لعنت ہو۔ بلکہ یہ تو ابتدائے غایت کے لیے ہے جیسا کہ مذکورہ دوسری آیت، یعنی وَسَخَّرَ لَكُم مَّا..... میں ہے۔

اور روح کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف تشریف و تکریم کے طور پر ہے۔ جس طرح هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ (ہود 11:64) ”یہ اللہ کی اونٹنی ہے۔“ اور وَطَهَّرَ بَيْنَتِي لِلطَّائِفِينَ (الحج 26:22) ”اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھا کرو۔“ ان دونوں آیتوں میں ناقہ اور بیت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی ہے: [فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَّبِّي فِي دَارِهِ] ”میں اپنے رب سے اس کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہوں گا۔“^④ یہ تمام استعمالات ایک ہی انداز اور اسلوب کے مطابق ہیں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَامُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ”تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔“ یعنی اس بات پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ بالکل اکیلا، یکتا اور لاٹائی ہے، اس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ بیوی اور خوب خوب جان لو اور مان لو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ”اور (یہ) نہ کہو (کہ اللہ) تین ہیں۔“ یعنی عیسیٰ اور ان کی والدہ کو اللہ کے شریک نہ بناؤ، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسے سورہ مائدہ کی یہ آیت ہے: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ (المائدہ 73:5) ”تحقیق وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قوله تعالى: يَا هَلْكَ الْكِتَابُ لَا تَعْلَمُونَ فِي دِينِكُمْ (النساء 4:171)، حدیث:

3435. ② صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، حدیث: 3435. ③ صحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی أن

من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً، حدیث: 28 لیکن یہاں حضرت عیسیٰ کے متعلق [ورسولہ] کے بجائے [وابن أمته]

ہے۔ ④ صحیح البخاری، التوحید، باب قول الله تعالى: وَجُوهٌ يُؤْمِنُونَ نَاصِرَةً ۖ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۖ (القيمة

23، 22:75)، حدیث: 7440 و مسند أحمد: 244/3 عن أنس ؓ۔ یہ طویل حدیث شفاعت کا حصہ ہے۔

تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“ اور جیسا کہ اسی سورہ مائدہ ہی کے آخر میں فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقِبِي ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (المائدہ 116:5) ”اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود بنا لو؟“ اور سورہ مائدہ میں یہ بھی فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (المائدہ 72:5) ”وہ لوگ بلاشبہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہیں۔“

ان ملعون عیسائیوں کے پاس جہالت کی وجہ سے نہ تو کوئی ضابطہ ہے اور نہ ان کے کفر کی کوئی حد ہے، ان کے اقوال اور ان کی ضلالت مختلف ہے، ان میں سے بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود مانتے ہیں، بعض اللہ کا شریک اور بعض اللہ کا بیٹا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کے بہت سے گروہ ہیں جن کی مختلف آراء ہیں اور متضاد اقوال ہیں۔ بعض متکلمین نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر کسی جگہ دس عیسائی بیٹھے ہوں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے گیارہ اقوال ہوں گے۔

عیسائیوں کے فرقے: ان کے مشہور عالم سعید بن بطریق، جو چوتھی صدی ہجری میں اسکندریہ میں ان کا ایک بڑا عالم تھا، نے ذکر کیا ہے کہ سرکردہ عیسائی پادریوں کی ایک بہت بڑی کونسل امانت کبیرہ⁽¹⁾ کے سلسلے میں منعقد ہوئی۔ حالانکہ یہ ایک نہایت گھٹیا خیانت تھی۔ اور یہ مشہور شہر قسطنطنیہ کے بانی قسطنطین کے دور (325ء) کی بات ہے۔ اس کونسل میں عیسائی پادریوں نے

(1) 325ء میں قسطنطنیہ کے قریب (موجودہ ترکی میں) نیقیہ (Nicaea) کے مقام پر تاریخ عیسائیت کی ”پہلی عالمی کونسل“ (First Ecumenical Council) منعقد ہوئی۔ اس میں کم و بیش دو ہزار تین سو چالیس (2340) سرکردہ پادریوں (Bishops) نے شرکت کی اور ایک ”شاہی مذہب“ اختیار کیا گیا۔ اس کونسل میں انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے اور رسول علیہ السلام کے متعلق جن اعتقادات پر اتفاق کیا، خواہ وہ عیسائیت کے مطابق تھے یا نہیں، ان اعتقادات کو ”امانت کبیرہ“ یا ”امانت“ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی ”عقیدہ نیقیہ“ (Nicene Creed) یا (Nicene Constantinopolitan creed) کہلاتا ہے۔ پروفیسر ساجد میر علیہ السلام نے ”انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا“ (1962) 657/6 کے حوالے سے اپنی کتاب ”عیسائیت“ میں اسے نقل فرمایا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے: ”عقائد میں خصوصی اہمیت اس عقیدے کی ہے جسے نیقیہ کی پہلی کلیسائی کونسل منعقدہ 325ء نے آریوئی نظریات کے دفاع میں وضع کیا اور یہ اس طرح ہے:

”ہم ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں جو مقتدر باپ اور تمام مرنے اور غیر مرنے اشیاء کا خالق ہے، نیز ہم خداوند یسوع مسیح پر ایمان رکھتے ہیں جو خدا کا بیٹا تھا۔ صرف وہی تھا جو باپ سے پیدا ہوا (باپ ہی کے جوہر سے بنا) خدا میں سے خدا، نور میں سے نور (اصل خدا ہی میں سے اصل خدا، خدا نے بنایا نہیں بلکہ خدا سے پیدا ہوا اور اسی جوہر سے جو خدا کا ہے۔) جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے اسی کے ذریعے سے بنا۔ وہ ہم بنی آدم کی خاطر اور ہماری نجات کے لیے نیچے (زمین پر) آیا اور گوشت پوست کا انسان بنا، تکلیف اٹھائی، تیسرے دن جی اٹھا، اور آسمان پر چڑھ گیا۔ وہ زندوں اور مردوں میں عدالت قائم کرنے آئے گا اور ہم روح القدس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو خداوند ہے اور زندگی بخشے والا ہے۔ اس کی باپ اور بیٹے کے ساتھ پرستش و تعظیم ہوتی ہے۔“ (”عیسائیت“: 16، 15 اور دیکھیے 77-116) اس ”امانت“ کو علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے باب: الخبر عن عیسیٰ ابن مریم: 173، 172/2 میں بھی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ مشہور عیسائی مؤرخ ابن العمید نے بھی (المجموع المبارك) میں ذکر کیا ہے۔ اور ملاحظہ کیجیے: الملل والنحل للشہرستانی: 168/1 اور مفسر قرآن کی البدایۃ والنہایۃ، بیان بناء بیت لحم والقمامۃ: 94/2 و باب لبس للجنب لمس التوراة: 137-139۔ اور اسی طرح مفسر قرآن نے ان فرقوں کا ذکر سورہ آل عمران، آیت: 55، سورہ مائدہ، آیت: 14، سورہ مریم، آیت: 37 اور سورہ روم، آیت: 1 کے تحت بھی کیا ہے۔

بدترین اختلاف کا ثبوت دیا، اس کونسل میں دو ہزار سے زیادہ پادری جمع تھے جو مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے، ان میں پچاس ایک بات کہہ رہے تھے، بیس دوسری بات، سو تیسری بات اور ستر چوتھی بات۔ قسطنطین نے جب یہ دیکھا کہ ان میں سے تین سواٹھارہ سے بھی زیادہ ایک بات پر متفق ہیں تو بادشاہ نے اس بات کو قبول کر کے اس کی تائید و حمایت شروع کر دی۔ یہ خود بھی ایک بڑا فلسفی تھا۔ اس نے اس گروہ کے اقوال کے علاوہ دیگر تمام اقوال کو مسترد کر دیا، ان تین سواٹھارہ کو منظم کر کے ایک گروپ بنا دیا گیا، ان کے لیے گرجے تعمیر کیے گئے، اور انھوں نے کتابیں اور قوانین وضع کیے اور اس میں انھوں نے اس ”امانت“ کا ذکر کیا جسے وہ چھوٹے بچوں کو تلقین کرتے ہیں تاکہ اسے وہ اپنے پختہ عقیدے کے طور پر اختیار کر لیں اس گروہ کے پیروکار مَلِکِیَّة Melchite یا Melkite (یا ملاکیہ، شاہی مذہب والے کہلاتے ہیں اور یہی آرتھوڈکس Orthodox، بنیاد پرست اور دقینوسی عیسائی) ہیں۔^①

پھر انھوں نے ایک دوسری کونسل منعقد کی تو اس میں فرقہ یعقوبیہ (Jacobites) نے جنم لیا، پھر تیسری کونسل منعقد ہوئی اور اس میں فرقہ نسطوریہ (Nestorians) پیدا ہوا۔^② ان میں سے ہر فرقہ مسیح میں اقا نیم ثلاثہ کو ثابت تو کرتا ہے لیکن اس کی کیفیت کے بارے میں مختلف ہے۔ اسی طرح ان کے بقول لاہوت و ناسوت میں بھی ان کا اختلاف ہے کہ کیا یہ دونوں متحد ہو گئے یا نہیں یا دونوں باہم مل گئے ہیں یا اس میں حلول کر گئے ہیں۔ بہر حال اس سلسلے میں ان تین فرقوں کے تین مختلف اقوال ہیں جن کی وجہ سے ان میں سے ہر فرقہ دوسرے کو کافر سمجھتا ہے جبکہ ہم ان تینوں ہی کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے فرمایا ہے: ﴿إِنْتَهُوْا خَيْرًا لِّكُلِّ طَیْفَةٍ﴾ (اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ”یہاں ﴿خَيْرًا﴾ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی یُكُنْ خَيْرًا۔ ﴿إِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ مَّ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا﴾ (۱۸) ”اللہ ہی معبود واحد ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔“ یعنی سب کچھ اسی کی ملکیت اور اسی کی مخلوق ہے، آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کے غلام اور اسی کی تدبیر و تصرف کے ماتحت ہیں۔ وہ ہر چیز کا کارساز ہے تو مخلوق میں سے کوئی اس کی بیوی یا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ اسی نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اَنْیَ یَکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ وَّکَلَمْ تَکُنْ لَہٗ صَاحِبَةً ط وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ۚ وَہُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ (الأنعام 101:6) ”(وہی) آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کے اولاد کہاں سے ہو جبکہ اس کی

① اس فرقے کو 451ء میں خلقدونی (خلقدونی) کونسل نے بحال رکھا اور زیادہ تر عیسائی اسی پر ہیں اور یہ فرقہ زیادہ تر روم میں ہے۔

② ابن العمد عیسائی مورخ نے لکھا ہے کہ دیستورس جو اسکندریہ کا بڑا عیسائی راہنما تھا، اس کا نام بچپن میں یعقوب تھا اور یہی یعقوب الاسکافی البرادعی تھا۔ اس وجہ سے اس کے مذہب کے پیروکاروں کو یعقوبیہ کہا جاتا ہے۔ بحوالہ تاریخ ابن خلدون: 175/2۔ یہ کونسل پہلی کونسل سے کم و بیش 290 سال بعد ہوئی۔ عیسائیوں کا یہ فرقہ مشرق (موجودہ شرق اوسط) میں ہے۔ یہ قسطنطنیہ کے عیسائی راہنما نسطوریوں کے پیروکار تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی عیسائی کونسلیں منعقد ہوئیں جن میں بہت سے فرقے رونما ہوئے۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ط وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ

”مسیح (یعنی ابن مریم) کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی عار نہیں اور نہ مقرب فرشتوں کو عار ہے، اور جو کوئی اللہ کی عبادت کو عار

عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرُ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿١٧٢﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

خیال کرے اور تکبر کرے، تو اللہ جلد ان سب کو اپنی طرف جمع کرے گا ﴿١٧٢﴾ پھر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے

الطَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ؕ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا

تو اللہ انھیں ان کے پورے اجر دے گا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ عطا کرے گا، اور جن لوگوں نے اللہ کی عبادت کو عار خیال

وَأَسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ؕ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧٣﴾

کیا اور تکبر کیا تو وہ انھیں بہت دردناک عذاب دے گا اور وہ اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی حمایتی اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے ﴿١٧٣﴾

بیوی ہی نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿١٧٢﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۚ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۚ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۚ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۚ إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۚ لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۚ وَكُلُّهُمْ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرْدًا ۚ ﴿١٧٣﴾ (مریم: 88-95) ”اور کہتے ہیں رحمن اولاد رکھتا ہے۔ (ایسا کہنے والو! یہ تو) تم بری بات (زبان پر) لاتے ہو، قریب ہے کہ اس (افتر) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں کہ انھوں نے رحمن کے لیے اولاد تجویز کی اور رحمن کو شایان نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے، تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب رحمن کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے اس نے ان (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔“

تفسیر آیات: 173، 172

انبیاء اور فرشتے اللہ کے بندے ہونے کو موجب عار نہیں سمجھتے: امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ﴿١٧٢﴾ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ کے معنی ہیں وہ تکبر نہیں کرتے۔ ﴿١٧٣﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الطَّالِحَاتِ کے معنی ہیں کہ وہ اسے موجب عار نہیں سمجھتے۔ ﴿١٧٢﴾ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ط کے معنی ”مسیح (یعنی ابن مریم) کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی عار نہیں اور نہ مقرب فرشتوں کو عار ہے۔“ کیونکہ اس نے فرمایا ہے: ﴿١٧٣﴾ وَيَسْتَكْبِرُ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿١٧٢﴾ ”اور جو شخص اللہ کا بندہ ہونے کو موجب عار سمجھے اور سرکشی کرے تو اللہ سب کو اپنے پاس جمع کر لے گا۔“ یعنی ان سب کو قیامت کے دن اپنے پاس جمع کرے گا اور ان کے بارے میں مبنی بر عدل و انصاف فیصلہ فرمائے گا۔

اسی لیے فرمایا: ﴿١٧٣﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الطَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ؕ یعنی ان

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1124/4. ② تفسیر الطبری: 50/6 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1124/4.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾

اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک دلیل آگئی ہے، اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح نور نازل کیا ہے ﴿١٧٤﴾

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۖ وَيَهْدِيهِمْ

پھر جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے اور اس (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو وہ ضرور انہیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا، اور انہیں

إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾

اپنی طرف (بچنے کے لیے) سیدھا راستہ دکھائے گا ﴿١٧٥﴾

کے اعمال صالحہ کے مطابق انہیں نہ صرف پورا پورا اجر و ثواب دے گا بلکہ اپنے فضل و کرم اور رحمت و احسان سے انہیں ان کے اعمال سے زیادہ بدلہ عطا فرمائے گا۔ ﴿وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا﴾ ”اور جنہوں نے (بندہ ہونے کو) عار سمجھا اور انکار کیا۔“ اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی سے دور رہے ﴿فَيَعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾ ﴿١٧٥﴾ ”تو ان کو وہ تکلیف دینے والا عذاب دے گا اور وہ اللہ کے سوا اپنا حامی اور مددگار نہ پائیں گے۔“ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دُخْرِينَ﴾ ﴿المؤمن 60:40﴾ ”جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر خود سری کرتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ مطلب یہ کہ دنیا میں یہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی سے خود سری اور تکبر و غرور کا اظہار کرتے تھے، اب اسی طرح حقیر و ذلیل اور رسوا ہو کر جہنم رسید ہوں گے۔

تفسیر آیات: 175، 174

قرآن مجید کے اوصاف: اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں مطلع فرما رہا ہے کہ ان کے پاس اس کی طرف سے ایک برہان عظیم آچکی ہے، برہان عظیم اس حجت اور قطعی دلیل کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی عذر باقی نہ رہے اور ہر قسم کے شک و شبہ کا ازالہ ہو جائے۔ اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا﴾ ﴿١٧٤﴾ ”اور ہم نے (کفر اور ضلالت کا اندھیرا دور کرنے کو) تمہاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے۔“ نور مبین کے معنی ایسی روشنی کے ہیں جو حق کو واضح کرتی ہو۔ ابن جریج اور دیگر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ ﴿١٧٥﴾

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ﴾ ”چنانچہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہے۔“ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کو اختیار کیا اور اپنے تمام امور و معاملات میں اس کی ذات گرامی پر توکل کیا۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے قرآن کو مضبوطی سے تھام لیا۔ ﴿١٧٥﴾

﴿فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ﴾ ”تو عنقریب ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا۔“ یعنی ان پر رحمت فرماتے ہوئے انہیں جنت میں داخل کرے گا اور اپنے فضل و احسان سے نوازتے ہوئے انہیں کئی گنا زیادہ اجر و ثواب

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۖ إِنَّ امْرَأًا هَكَذَا لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ

(اے نبی!) لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے: ”کلالہ“ کے بارے میں حکم دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک

فلہا نصف مآ ترک ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا ۚ إِنَّ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۖ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ

بہن ہو تو اس کے لیے بھائی کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے۔ اور اگر بہن کی اولاد نہ ہو، تو اس کا بھائی اس کا وارث ہوگا، پھر اگر بہنیں دو (پادو

فَلَهُمَا الثُّلُثُ ۖ مِمَّا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۖ

سے زیادہ) ہوں تو ان کے لیے بھائی کے چھوڑے ہوئے مال کا دو تہائی ہے۔ اور اگر کئی بھائی بہن، مرد اور عورتیں (وارث) ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضْلُوا ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾

کے حصے کے برابر ہوگا، اللہ تمہارے لیے وضاحت سے بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ﴿۱۷۶﴾

اور درجات کی بلندی عطا فرمائے گا۔ ﴿وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ”اور اپنی طرف (پہنچنے کا) سیدھا رستہ دکھائے گا۔“ صراط مستقیم سے مراد ایسا واضح، صاف اور سیدھا رستہ ہے جس میں کوئی کجی اور ٹیڑھ پن نہ ہو۔ دنیا و آخرت میں مومنوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں اپنے اعتقاد اور اعمال کے اعتبار سے سلامتی و استقامت کی راہ پر ہوتے ہیں اور آخرت میں اس صراط مستقیم پر ہوں گے جو انھیں کشاں کشاں باغبائے بہشت کی طرف لے جائے گا۔

تفسیر آیت: 176

کلالہ کے بارے میں حکم، اور یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورہ براءت اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ ہے۔^①

امام احمد نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں اس وقت بیمار اور بے ہوش تھا، آپ نے وضو فرمایا، پھر مجھ پر پانی کے چھینے مارے یا آپ نے فرمایا کہ اس پر پانی کے چھینے مارو تو اس سے میں ہوش میں آ گیا۔ میں نے عرض کی کہ میرا وارث کلالہ ہے تو میراث کی تقسیم کیسے ہوگی؟ چنانچہ اس موقع پر آیت فرض (میراث) نازل ہو گئی۔^② اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔^③ اسی طرح اسے محدثین کی ایک جماعت نے بھی روایت کیا ہے۔^④ اور بعض روایات میں الفاظ یہ ہیں کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت میراث نازل فرمائی:

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ (النساء: 4: 176)، حدیث: 4605

وصحیح مسلم، الفرائض، باب آخر آية أنزلت آية الكلاله، حدیث: 1618. ② مسند أحمد: 298/3. ③ صحیح

البخاری، المرض، باب وضوء العائد للمريض، حدیث: 5676 و 194 وصحیح مسلم، الفرائض، باب ميراث الكلاله،

حدیث: (7) - 1616. ④ سنن أبي داود، الفرائض، باب في الكلاله، حدیث: 2886 و جامع الترمذی، الفرائض،

باب ميراث الأخوات، حدیث: 2097 والسنن الكبرى للنسائي، الطب، باب وضوء العائد للمريض: 359/4، حدیث:

7512 و سنن ابن ماجه، الفرائض، باب الكلاله، حدیث: 2728.

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ ”(اے پیغمبر!) لوگ آپ سے حکم (الہی) پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے: اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔“^①

گویا معنی یہ ہوئے کہ لوگ آپ سے کلالہ کے بارے میں حکم الہی دریافت کرتے ہیں۔ ﴿قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ﴾ ”کہہ دیجیے: اللہ تمہیں (کلالہ کے بارے میں) یہ حکم دیتا ہے۔“ تو اس جواب میں کلالہ کے ذکر سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ استفتا (سوال) کلالہ کے بارے میں ہے جو سوال میں مذکور نہیں ہے۔

کلالہ اور اس کے اشتقاق کے بارے میں قبل ازیں گفتگو ہو چکی ہے^② کہ یہ لفظ اِکلیل سے مشتق ہے اور اِکلیل اس تاج کو کہتے ہیں جو تمام اطراف سے سر کو ڈھانپے ہوتا ہے۔ اسی لیے اکثر علماء نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو فوت ہو اور اس کا نہ کوئی بیٹا ہو اور نہ باپ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ کلالہ اسے کہتے ہیں جو لا ولد ہو جیسا کہ اس آیت کریمہ میں بھی ہے: ﴿إِنْ أُمُرُوا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ﴾ ”اگر کوئی ایسا مرد جائے جس کے اولاد نہ ہو۔“

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر کلالہ کی میراث کا مسئلہ پیچیدہ ہو گیا تھا جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں: میری آرزو تھی کہ نبی اکرم ﷺ ہم سے فراق سے پہلے تین چیزوں کی وضاحت فرمادیں: (1) دادا کی میراث (2) کلالہ کے بارے میں حکم اور (3) ربا کے مسائل میں سے کچھ مسائل۔^③

امام احمد نے معدان بن ابوطحہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی چیز کے بارے میں اس قدر کثرت سے سوال نہیں کیا جس طرح کثرت سے میں نے آپ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا تھا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اپنی انگلی مبارک میرے سینے پر ماری اور فرمایا: [يَكْفِيكَ آيَةُ الصِّبْفِ الَّتِي فِي آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ] ”تمہارے لیے موسم گرما میں نازل ہونے والی یہ آیت کافی ہے جو سورہ نساء کے آخر میں ہے۔“^④ امام احمد نے اسے اسی طرح اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔^⑤

اور امام مسلم نے اسے اس سے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔^⑥

آیت کریمہ کے معنی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ أُمُرُوا هَلَكَ﴾ ”اگر کوئی (ایسا) مرد جائے۔“ ﴿هَلَكَ﴾ کے معنی مر

① صحیح مسلم، الفرائض، باب میراث الکلالہ، حدیث: 1616 اور گزشتہ حوالہ۔ اور بعض طرق میں اس موقع پر ﴿يُؤْتِيكُمْ اللَّهُ﴾ (النساء: 11) کے نزول کا ذکر بھی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: 307/8، حدیث: 4577 کے ذیل میں۔ ② دیکھیے النساء: آیت: 12 کے ذیل میں۔ ③ صحیح البخاری، الأشربة، باب ماجاء فی أن الخمر ما خامر العقل، حدیث: 5588 و صحیح مسلم، التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر، حدیث: 3032۔ ④ مسند أحمد: 26/1 معدان بن ابی کی ایک دوسری روایت کے الفاظ [الَّتِي نَزَلَتْ فِي الصِّبْفِ] ہیں۔ مسند أحمد: 48/1۔ ⑤ لیکن کئی دوسرے طرق سے مسند احمد میں مفضل بھی ذکر ہوئی ہے، دیکھیے مسند أحمد: 48، 27، 15/1۔ ⑥ صحیح مسلم، المساجد، باب نہی من أكل ثوماً أو بصلاً.....، حدیث: 1617 و 567۔

جانے کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (الفصص 28:88) یعنی اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے، جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ ﴿وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ ﴿الرَّحْمٰنُ 26، 27﴾ (جو مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور آپ کے پروردگار ذو الجلال والاكرام کا چہرہ ہی باقی رہے گا۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ﴾ ”جس کی اولاد نہ ہو۔“ یعنی نہ اولاد ہو اور نہ ماں باپ اور یہ مفہوم اس جملے سے معلوم ہوتا ہے: ﴿وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾ ”اور اس کی بہن ہو تو اس کو بھائی کے ترکے سے آدھا حصہ ملے گا۔“ اور اگر مرنے والے کا باپ زندہ ہوتا تو اس صورت میں اس کی بہن کو وراثت میں سے کچھ بھی نہ ملتا کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ باپ موجود ہو تو بہن محروم رہتی ہے تو اس نص قرآن سے معلوم ہوا کہ کلام سے مراد وہ شخص ہے جو مر جائے اور اس کی نہ اولاد ہو اور نہ ماں باپ۔ اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ باپ موجود ہو تو بہن کو نصف تو کیا میراث میں سے بالکل کوئی حصہ نہیں ملتا۔

امام ابن جریر اور دیگر کئی ائمہ نے حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر کسی میت نے اپنے وارثوں میں ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی تو اس صورت میں بہن کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوتا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾ ”اگر کوئی (ایسا) مرد مر جائے جس کی اولاد نہ ہو (اور نہ ماں باپ) اور اس کی بہن ہو تو اس کو بھائی کے ترکے میں سے آدھا ملے گا۔“^(۱) ان کا کہنا یہ ہے کہ اور اگر وہ اپنے پیچھے بیٹی چھوڑے تو یہ اس کی اولاد ہے اور بہن کو عدم اولاد کی صورت میں ملتا ہے جیسا کہ فرمان ہے: ﴿لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ﴾ تو اس صورت میں بہن کو کچھ نہیں ملے گا لیکن جمہور نے اس میں حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی رائے کے خلاف یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اس صورت میں بیٹی کو اصحاب الفروض میں سے ہونے کی وجہ سے نصف حصہ ملے گا اور بہن کو عصبہ ہونے کی وجہ سے نصف حصہ ملے گا اور اس کی دلیل اس آیت کے سوا اور ہے (جو عقرب آ رہی ہے۔)

اس آیت میں تو اس کے حصے کو فرض ہونے کے اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔ اور عصبہ ہونے کے اعتبار سے میراث میں سے اس کے حصے کا ذکر اس روایت میں ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بطریق سلیمان از ابراہیم از اسود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ہمارے ایک مسئلے میں اسی طرح فیصلہ کیا تھا کہ بیٹی کے لیے نصف اور بہن کے لیے بھی نصف حصہ ہے، پھر سلیمان نے یہ بھی کہا کہ انھوں نے ہمارے ایک مسئلے میں اس طرح فیصلہ کیا تھا اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ فیصلہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں کیا تھا۔^(۲)

صحیح بخاری ہی میں ہزیر بن ثمر ضحیل سے بھی روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی، ایک پوتی اور

(۱) تفسیر الطبری: 60/6 والمصنف لابن أبي شيبه، الفرائض، باب في رجل مات وترك ابنته وأخته: 244/6، حدیث:

31059 والسنن الكبرى للبيهقي، الفرائض، باب الأخوات مع البنات عصبه: 233/6. (۲) صحیح البخاری، الفرائض،

باب میراث الأخوات مع البنات عصبه، حدیث: 6741.

ایک بہن کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ بیٹی اور بہن کو نصف نصف حصہ ملے گا اور ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا کہ جاؤ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو وہ بھی میری تائید کریں گے، چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا گیا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس بات کا بھی ذکر کر دیا گیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں یہ جواب دوں تو گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا، لہذا میں تو اس بارے میں وہ فیصلہ کروں گا جو نبی اکرم ﷺ کا فیصلہ تھا اور وہ یہ کہ بیٹی کے لیے نصف حصہ ہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ، تاکہ دو ٹکٹ کا ٹکملہ ہو جائے اور جو باقی بچے گا وہ بہن کے لیے ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے واپس جا کر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ جواب بتایا تو انھوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تم میں موجود ہیں مجھ سے نہ پوچھا کرو۔^①

فرمان الہی ہے: ﴿وَهُوَ يَرِيثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ﴾ ”اور اگر بہن مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو اس کے تمام مال کا وارث بھائی ہوگا۔“ یعنی اگر بہن کلالہ فوت ہو جائے جبکہ اس کی اولاد نہ ہو نہ ماں باپ تو اس کے تمام مال کا وارث اس کا بھائی ہوگا اور اگر اس کا باپ زندہ ہو تو بھائی کو اس کی وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ اور اگر اس کے ساتھ اصحاب الفروض میں سے کوئی ہو تو اسے اس کا حصہ دیا جائے گا، مثلاً: شوہر یا ماں کی طرف سے بھائی اور باقی حقیقی بھائی کو ملے گا کیونکہ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْحَقُّوْا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرَ] ”اصحاب الفروض کو ان کے حصے دو اور ان مقررہ حصوں کے بعد جو کچھ باقی بچے، وہ قریب ترین مرد رشتہ دار کے لیے ہے۔“^② ﴿وَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَيْنِ مِمَّا تَرَكَ﴾ ”اور اگر (مرنے والے بھائی کی) دو بہنیں ہوں تو دونوں کے لیے بھائی کے ترکے میں سے دو تہائی ہے۔“ اگر کلالہ کی صورت میں مرنے والے کسی شخص کی دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ دو ٹکٹ ہے۔

اسی طرح بہنیں اگر دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حکم بھی یہی ہوگا۔ اسی سے علماء کی ایک جماعت نے دو بیٹیوں کا حکم مستنبط کیا ہے جیسا کہ بیٹیوں کے متعلق حکم ﴿وَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثًا مِمَّا تَرَكَ﴾ (النساء: 11) ”پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انھیں متروکہ مال کا دو تہائی ملے گا۔“ سے بہنوں کے بارے میں حکم کا بھی استنباط کیا گیا ہے۔ ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ ”اور اگر بھائی بہن، یعنی مرد اور عورتیں ملے جلے وارث ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔“ یہ عصبات، یعنی بیٹوں، پوتوں اور بھائیوں کے بارے میں حکم ہے جبکہ مرد اور عورتیں ملے جلے وارث ہوں تو اس صورت میں مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔

﴿يُيَسِّرُ اللَّهُ لَكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان فرائض اور حدود کا تعین اور احکام کی وضاحت فرماتا ہے۔ اللہ کا فرمان: ﴿إِنْ

① صحیح البخاری، الفرائض، باب میراث ابنہ ابنہ مع ابنہ، حدیث: 6736. ② صحیح البخاری، الفرائض، باب

ابنی عمّ أحدهما أخ لألم.....، حدیث: 6746 وصحیح مسلم، الفرائض، باب ألحقوا الفرائض بأهلها، حدیث: 1615.

تَضَلُّوا ۖ كَمَعْنَى لِفَلَا تَضَلُّوا ۖ ہے۔ مطلب یہ کہ حق واضح ہونے کے بعد اس سے دور نہ ہٹ جاؤ۔ ۖ وَاللَّهُ بِحُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾ ”اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔“ یعنی وہ تمام امور کے انجام اور ان کی مصلحتوں کو اور ان میں بندوں کے لیے بہتری کے پہلوؤں کو جانتا ہے۔ اور اس بات کو بھی خوب جانتا ہے کہ رشتہ داروں میں سے مرنے والے کے ترکے کا کون کس قدر مستحق ہے!

امام ابن جریر نے طارق بن شہاب کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شانے کی ہڈی کو پکڑا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا کہ کلالہ کے بارے میں، میں ایک ایسا فیصلہ کروں گا جس کے متعلق خواتین اپنے گھروں میں بھی باتیں کریں گی۔ اس وقت اچانک گھر سے ایک سانپ نکل آیا اور تمام لوگ منتشر ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا تو یہ کام مکمل فرما دیتا۔^(۱) اس روایت کی سند صحیح ہے۔

ابو عبد اللہ امام حاکم نیشاپوری نے بھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ سے یہ تین سوال پوچھ لیتا تو یہ مجھے سرخ اونٹوں (کی دولت) سے بھی زیادہ محبوب ہوتے: (۱) آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ (۲) جو لوگ یہ کہیں کہ ہم مال میں زکاۃ کی فرضیت کا تو اقرار کرتے ہیں لیکن زکاۃ آپ کو نہیں دیں گے تو کیا ان سے جنگ کرنا حلال ہے؟ اور (۳) کلالہ کے بارے میں سوال کرتا۔ امام حاکم نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے مگر انھوں نے اس روایت کو بیان نہیں کیا۔^(۲)

امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مجھے اس مسئلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت سے حیا دامن گیر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کلالہ سے مراد وہ شخص ہے جس کا نہ بیٹا ہو اور نہ باپ۔^(۳) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا ہے تو جمہور صحابہ کرام و تابعین عظام اور قدیم و جدید ہر دور کے ائمہ کرام کا بھی یہی مذہب ہے۔ قرآن مجید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ بِحُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾﴾ ”(یہ احکام) اللہ تم سے اس لیے بیان فرماتا ہے کہ بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔“ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے واضح طور پر بیان فرما دیا ہے۔ واللہ اعلم۔



(۱) تفسیر الطبری 58/6 والسنن الکبریٰ للبیہقی، الفرائض، باب التشدید فی الکلام فی مسئلة الجد مع الإخوة.....: 245/6. (۲) المستدرک للحاکم، التفسیر، باب تفسیر سورة النساء: 303/2، حدیث: 3186. (۳) تفسیر الطبری: 376/4. نوٹ: احکام وراثت کے لیے آخر میں ضمیمہ ملاحظہ کیجیے۔

تفسیر سُورَةُ مَائِدَةٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرح) بوجہ نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۖ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدے پورے کیا کرو، تمہارے لیے چوپائے مویشی حلال کیے گئے ہیں، سوائے ان کے جن کے نام تمہیں پڑھ کر سنا دیے

مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا

جانیں گے، جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کو حلال نہ جانو، بے شک اللہ جو چاہتا ہے، فیصلہ کرتا ہے ① اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی نشانیں

شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ

کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینوں کی، نہ حرم میں قربان ہونے والے اور نہ پٹے پہنانے جانوروں کی، اور نہ بیت الحرام کا قصد کرنے والوں

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۖ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ

کی وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں۔ اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں صرف اس لیے ان سے

أَنْ صَدَّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۖ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا

زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کرے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روک دیا تھا، اور تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ

عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ②

اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ②

فضیلت اور زمانہ نزول: امام ترمذی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورتیں مائدہ اور فتح ہیں۔ ① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا اور کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ سب سے آخر میں سورت ۱۱؎ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ نازل ہوئی تھی۔ ② امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں ترمذی کی روایت کی طرح (عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے) بیان کیا، اسے صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا اور لکھا ہے کہ شیخین نے اسے بیان نہیں کیا۔ ③ امام حاکم نے جُبْرِ بن نفیر کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: میں نے حج

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، حدیث: 3063۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ یہاں سورہ فتح سے مراد

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ ہے۔ (الإتقان: 37/1)۔ ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة،

حدیث: 3063۔ ③ المستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة المائدة 2: 311، حدیث: 3211۔

کیا اور اس عرصے میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا: جبیر! تم سورہ مائدہ پڑھتے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو انھوں نے فرمایا: یہ نازل ہونے والی آخری سورت ہے، اس میں جن باتوں کو حلال پاؤ انھیں حلال قرار دے لو اور جنہیں حرام پاؤ، انھیں حرام سمجھو۔ اس کے بارے میں بھی امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے مگر انھوں نے اسے بیان نہیں کیا۔^①

امام احمد نے عبد الرحمن بن مہدی کی معاویہ بن صالح سے روایت کو بیان کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے کہ میں نے ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ کا اخلاق قرآن تھا۔^② اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^③

تفسیر آیات: 2,1

امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا مجھے کوئی وصیت کیجیے تو انھوں نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنو: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اے ایمان والو!“ تو خوب غور سے سنو کیونکہ یہ کوئی خیر کی بات ہوتی ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہوتا ہے یا یہ کوئی شر کی بات ہوتی ہے جس سے اللہ نے منع فرمایا ہوتا ہے۔^④ خیمہ سے روایت ہے کہ ہر وہ چیز جسے قرآن مجید میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اے ایمان والو!“ کے خطاب سے بیان کیا گیا ہے، اسے تورات میں یا أَيُّهَا الْمَسَاكِينُ! ”اے مسکینو!“ کے خطاب سے بیان کیا گیا ہے۔^⑤

فرمان باری تعالیٰ: ﴿أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ ”معاہدے پورے کیا کرو۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی دیگر ائمہ تفسیر نے بیان فرمایا ہے کہ عقود سے مراد عہد (معاہدے) ہیں۔^⑥ امام ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عقود سے مراد (معاہدے) ہیں۔ اور اس سے مراد وہ اقرار ہیں جو لوگ قسمیں اٹھا کر کیا کرتے ہیں۔^⑦ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ معاہدوں کو پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور حرام قرار دیا ہے اور جو فرائض و حدود قرآن میں مقرر کیے ہیں، ان کی پابندی کرو اور انھیں نہ توڑو، انھیں توڑنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بہت سخت حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مِمَّا آمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝﴾ (الرعد: 25) ”اور جو لوگ اللہ سے عہد واثق کر کے اس کو توڑ ڈالتے اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، ان کو قطع کر دیتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں، انھی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے (آخرت کا) گھر بھی بہت برا ہے۔“^⑧

① المستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة المائدة: 311، حدیث: 3210. ② مسند أحمد: 188/6. ③ السنن

الکبریٰ للنسائی، التفسیر، سورة المائدة: 333/6: 11138. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 196/1. ⑤ المصنف لابن

ابی شیبہ، الزهد، باب خیمہ بن عبد الرحمن، رقم: 35014. ⑥ تفسیر الطبری: 63/6. ⑦ تفسیر الطبری: 63/6.

⑧ تفسیر الطبری: 65/6.

امام ضحاک بھی فرماتے ہیں کہ معاہدوں کو پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال و حرام قرار دیا ہے، نبی اور کتاب کے ساتھ ایمان لانے والوں سے جو عہد و پیمان لیا ہے اور اپنے بندوں پر حلال اور حرام میں سے جن چیزوں کو فرض قرار دیا ہے ان سب کے بارے میں حکم ہے کہ ان کی پابندی کی جائے۔

حلال و حرام جانور: ارشاد الہی: ﴿أَحَلَّتْ لَكُمْ بِهِمَهُ الْأَنْعَامُ﴾ ”تمہارے لیے چوپائے جانور (جو چرنے والے ہیں) حلال کر دیے گئے ہیں۔“ ان سے مراد اونٹ، گائے اور بکریاں ہیں جیسا کہ امام حسن، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے۔^(۱) ابن جریر فرماتے ہیں کہ عرب بہیمۃ الانعام انھی جانوروں کو کہتے ہیں۔^(۲) حضرت ابن عمر، ابن عباس اور کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ اگر کسی مادہ کو ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ میں مردہ جنین ہو تو وہ بھی حلال ہے۔^(۳)

جنین کے بارے میں سنن ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی ہے کہ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم اونٹنی، گائے یا بکری ذبح کرتے ہیں تو ان کے پیٹ سے بچے بھی نکل آتے ہیں تو کیا ہم ان کو پھینک دیں یا کھالیا کریں؟ فرمایا: [كُلُوهُ إِنَّ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ] ”اگر تم چاہو تو کھا سکتے ہو ان کی ماں کا ذبح کرنا ہی کافی ہے۔“ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن (صحیح) قرار دیا ہے۔^(۴) امام ابوداؤد نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ذَكَاتُ الْحَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ] ”پیٹ کے بچے کو ذبح کرنے کے لیے اس کی ماں کو ذبح کرنا ہی کافی ہے۔“^(۵) اسے صرف امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور ارشاد الہی ہے: ﴿إِلَّا مَا يُثَلَّ عَلَيْكُمْ﴾ ”سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ہے مردار، خون، سُور کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔^(۶) امام قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد مردار اور ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔^(۷) حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد آیت کریمہ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخُزْيُرِ وَمَا أَهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ.....﴾ الآية (المائدة: 3:5) ”تمہارے لیے حرام کیے گئے ہیں مردہ جانور، خون، سُور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے سے مرجانے والا، چوٹ لگ کر مرجانے والا، کسی کا سینگ لگ کر مرنے والا، اور وہ جانور بھی جسے درندے کھا جائیں.....“ میں

(۱) تفسیر الطبری: 67/6 و تفسیر الخازن: 4/2 و تفسیر القرطبی: 34/6. (۲) تفسیر الطبری: 68/6. (۳) تفسیر الطبری:

68/6. (۴) سنن أبی داؤد، الضحایا، باب ماجاء فی ذکاة الحنین، حدیث: 2827 و جامع الترمذی، الصيد، باب

ما جاء فی ذکاة الحنین، حدیث: 1476 و سنن ابن ماجہ، الذبائح، باب ذکاة الحنین ذکاة أمہ، حدیث: 3199. (۵)

سنن أبی داؤد، الضحایا، باب ماجاء فی ذکاة الحنین، حدیث: 2828. (۶) تفسیر الطبری: 69/6. (۷) تفسیر الطبری:

مذکور چیزیں ہیں (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔)

اس آیت میں مذکور چوپائے جانور اگر چہ فی نفسہ حلال ہیں لیکن وہ عوارض کی وجہ سے حرام ہو گئے ہیں، اس لیے فرمایا: ﴿إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ ”مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔“ یعنی ان (مذکور) جانوروں میں سے، ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النَّصَبِ﴾ ”اور جو تھان پر ذبح کیا جائے۔“ حرام ہے اور وہ کسی صورت میں بھی حلال نہیں ہو سکتا، اسی لیے فرمایا: ﴿أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ﴾ ”تمہارے لیے چوپائے جانور (جو چرنے والے ہیں) حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔“ یعنی سوائے ان بعض جانوروں کے جو بعض حالات میں حرام قرار دے دیے جاتے ہیں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿غَيْرَ مُحِلِّ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ﴾ ”جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کو حلال نہ جانو۔“ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں چوپائے جانوروں سے مراد عام پالتو جانور اونٹ، گائے، بکریاں اور عام وحشی جانور، مثلاً: ہرن اور نیل گائے وغیرہ ہیں۔ پالتو جانوروں میں سے حرام کو ﴿إِلَّا مَا يُتْلَى﴾ ”مگر جو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔“ کہہ کر مستثنیٰ قرار دے دیا اور وحشی جانوروں میں سے حلال کو حالت احرام میں حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿غَيْرَ مُحِلِّ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ﴾ ”جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کو حلال نہ جانو۔“

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لیے چوپائے جانوروں کو تمام حالات میں حلال قرار دے دیا ہے مگر ایک صورت اس شخص کے لیے مستثنیٰ ہے جو حالت احرام میں ہونے کی وجہ سے شکار کو حرام سمجھنے کا پابند ہو۔ یہ (حکم) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ﴿فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَاتَّقَ اللَّهَ عَفْوَرٌ رَّحِيمٌ﴾ (النحل: 115:16) ”ہاں، اگر کوئی ناچار ہو جائے بشرطیکہ گناہ کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے نکلنے والا تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ یعنی مجبور و مضطر کے لیے ہم نے مردار کھانے کو بھی جائز قرار دے دیا ہے بشرطیکہ اس کا مقصد گناہ کا ارتکاب کرنا اور حد سے تجاوز کرنا نہ ہو، اس طرح گوہم نے یہاں چوپائے جانوروں کو تمام حالات میں حلال قرار دیا ہے لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حرام قرار دو کیونکہ یہ اس اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کے تمام ادا مروا ہی سے متعلق فیصلے اور احکام مبنی بر حکمت ہیں، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ﴾ ① ”بے شک اللہ جو چاہتا ہے، فیصلہ کرتا ہے۔“

بیت اللہ اور حرمت والے مہینے کے احرام کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِدَ اللَّهِ﴾ ”مومنو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ سے مراد مناسک حج ہیں۔ ① امام مجاہد کا قول ہے کہ صفا، مروہ، ہدیٰ اور اونٹ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ②

یہ بھی کہا گیا ہے کہ شعائر اللہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تو اس صورت میں آیت کریمہ کے معنی یہ ہوں گے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، تم انہیں حلال نہ سمجھو، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ﴾

”اور نہ (بے حمتی کرو) حرمت والے مہینے کی۔“ یعنی اس کی حرمت کی پاسداری کرو اور اس کی عظمت کا اعتراف کرو، اس مہینے میں جنگ کی پہل نہ کرو اور حرام چیزوں کے ارتکاب سے اجتناب کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَسْكُونُكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قِتَالٌ فِيهِ كَيْبَرٌ﴾ (البقرة: 217) ”(اے محمد!) لوگ آپ سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دیجیے: ان میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا﴾ (التوبة: 36) ”اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں۔“

صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجة الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: ﴿إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمَحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ﴾ [زمانہ اب اپنی اسی حالت میں لوٹ آیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، سال کے مہینے بارہ ہیں جن میں سے چار حرمت والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک رجب مضربو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔“^① یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ان مہینوں کی حرمت قیامت تک باقی رہے گی۔

بیت اللہ کی طرف قربانی کے جانوروں کو لے جانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ﴾ ”اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان جانوروں کی (جو اللہ کی نذر کر دیے گئے ہوں اور) جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں۔“ یعنی بیت الحرام کی طرف قربانی کے جانور بھیجنا ترک نہ کرو کیونکہ اس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ اور ان کی گردنوں میں پٹے ڈالنا بھی ترک نہ کرو تا کہ یہ دوسرے جانوروں سے ممتاز ہو جائیں اور معلوم ہو جائے کہ یہ کعبے کی ہدی کے جانور ہیں اور ان کے بارے میں برا ارادہ کرنے والا اپنے ارادے سے باز رہے اور انھیں دیکھنے والا بھی اسی طرح کے جانور بھیجنے کی خواہش کرے۔ اور جو شخص نیکی و ہدایت کی دعوت دیتا ہے، اسے بھی عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جاتی۔^②

رسول اللہ ﷺ نے جب حج ادا فرمایا تو آپ نے ذوالحلیفہ، یعنی وادی عقیق میں شب بسر فرمائی تھی، صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کے ساتھ، جو تعداد میں نو تھیں، مباشرت بھی فرمائی تھی، پھر آپ نے غسل فرمایا، خوشبو استعمال کی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، اس کے بعد قربانی کے جانوروں کو اشعار کیا، یعنی نشان لگائے اور پٹے پہنائے اور حج اور عمرے کا احرام

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ.....﴾ (الآية (التوبة: 36))، حدیث: 4662 و صحیح

مسلم، القسامة والمحارین، باب تغلیظ تحريم الدماء، حدیث: 1679. ② یہ اصول رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے

ماخوذ ہے: [مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورٍ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا] سنن أبی داود،

السنة، باب من دعا إلى السنة، حدیث: 4609 و جامع الترمذی، العلم، باب فیمن دعا إلى هدی، حدیث: 2674 عن

أبی هريرة ؓ اور یہ مکمل روایت عنقریب آ رہی ہے۔

باندھا، ① آپ ﷺ کے ہدی کے جانور جو بہت سے اونٹ تھے جن کی تعداد ساٹھ سے بھی زیادہ تھی اور وہ بہت ہی خوبصورت شکلوں اور رنگوں کے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ذَٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝﴾ (الحج: 32: 33) ”یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص اللہ کی (عظمت کی) نشانیوں کی تعظیم کرے تو بلاشبہ یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔“

مقاتل بن حیان کہتے ہیں: فرمان الہی: ﴿وَلَا الْقُلَافَ﴾ ”اور نہ ان جانوروں کی (جو اللہ کی نذر کر دیے گئے ہوں اور) جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں۔“ کے معنی یہ ہیں کہ ان جانوروں کو بھی حلال نہ سمجھو۔ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی عادت یہ تھی کہ حرمت والے مہینوں کے علاوہ دیگر مہینوں میں جب وہ اپنے علاقوں سے باہر نکلتے تو وہ اپنے گلوں میں بال اور اون کے پٹے ڈال لیتے تھے، مشرکین حرم، حرم کے درختوں کی داڑھیوں کے پٹے ڈال لیتے تھے اور اس سے وہ امن میں رہتے تھے۔ اسے ابن ابوجاتم نے روایت کیا ہے، پھر انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ اس سورت میں سے دو آیتیں منسوخ ہیں: ایک یہ آیت فلاندا اور دوسری آیت: ﴿فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ﴾ (المائدہ: 42: 5) ”پھر اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ (کو اختیار ہے کہ) آپ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں یا ان سے اعراض کریں۔“ ②

بیت اللہ جانے والوں کی بے حرمتی کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا آفَاقِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَنْتَعُونَ فَضْلًا مِّنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا﴾ ”اور نہ ان لوگوں کی (بے حرمتی کرو) جو عزت کے گھر (بیت اللہ) کو جارہے ہوں (اور) اپنے پروردگار کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہوں۔“ یعنی بیت اللہ کا قصد کر کے جانے والوں سے لڑنے کو بھی حلال نہ سمجھو کیونکہ جو اس گھر میں داخل ہوتا ہے، وہ امن میں ہو جاتا ہے، اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے حصول کی خاطر بیت اللہ کی طرف جارہا ہو تو اسے بھی نہ روکو اور نہ اسے کوئی تکلیف یا ایذا پہنچاؤ۔ مجاہد، عطاء، ابو العالیہ، مطرف بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عبید بن عمیر، ربیع بن انس، مقاتل بن حیان، قتادہ اور کئی ایک دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس آیت: ﴿يَنْتَعُونَ فَضْلًا مِّنْ رَبِّهِمْ﴾ میں اللہ کے فضل سے مراد تجارت ہے۔ ③ جیسا کہ قبل ازیں: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ ط﴾ (البقرہ: 198) ”اس کا تمہیں کچھ گناہ نہیں کہ (جج کے دنوں میں بذریعہ تجارت) اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو۔“ کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔

① ماخوذ از صحیح البخاری، الحج، باب خروج النبی ﷺ علی طریق الشجرة، حدیث: 1533 و باب من أشعرو قلد بذی الحلیفہ ثم أحرم، حدیث: 1694، 1695 والغسل، باب إذا جامع ثم عاد، حدیث: 267 و صحیح مسلم، الحج، باب الصلاة فی مسجد ذی الحلیفہ، حدیث: 1188 و باب الطیب للمحرم عند الإحرام، حدیث: 1192. ② الدر المنثور: 503/2 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة المائدہ: 312، حدیث: 3217 اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی کی مثل امام مجاہد سے بیان کیا ہے۔ تفسیر الطبری: 333/6. ③ تفسیر الطبری: 84، 83/6، وتفسیر القرطبی: 44/6 والدر المنثور: 451/2.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرِضْوَانًا ط﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ اپنے حج سے اللہ کی رضا کے طلب گار ہیں۔^(۱) عکرمہ، سدی اور ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حکم بن ہند بکری کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا تھا۔ اور آئندہ سال جب اس نے بیت اللہ کے لیے عمرے کا قصد کیا تو بعض صحابہ نے پروگرام بنایا کہ اسے راستے میں روکیں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا: ﴿وَلَا أَقْبِلِينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط﴾ ”اور نہ ان لوگوں کی جو عزت کے گھر (بیت اللہ) کو جا رہے ہوں (اور) اپنے پروردگار کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہوں۔“^(۲)

احرام اتارنے کے بعد شکار کا جواز: اور فرمان الہی ہے: ﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ط﴾ ”اور جب احرام اتار دو تو (پھر اختیار ہے کہ) شکار کرو۔“ یعنی جب تم احرام سے فارغ ہو کر حلال ہو جاؤ تو ہم نے تمہارے لیے جس شکار کو حرام قرار دیا تھا، اب اسے حلال قرار دے دیا ہے۔ یہ (شکار کرنے کی) ممانعت کے بعد (اس کے کرنے کا) حکم ہے اور اصول کے مطابق صحیح بات یہ ہے کہ حکم کو ممانعت سے پہلے کی حالت کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، پس اگر ممانعت سے پہلے واجب ہو تو اسے واجب کی طرف، مستحب ہو تو مستحب کی طرف اور اگر مباح (جائز) ہو تو مباح کی طرف لوٹایا جائے گا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ممانعت کے بعد حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے تو بہت سی آیات سے اس کی تردید ہوتی ہے۔^(۳) اور جو یہ کہتے ہیں کہ ممانعت کے بعد حکم اباحت پر دلالت کرتا ہے تو بہت سی آیات سے اس کی بھی تردید ہوتی ہے۔^(۴) تمام دلائل سے جو بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے، وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ واللہ اعلم۔

عدل و انصاف ہر حال میں واجب ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدَّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوا م﴾ ”اور لوگوں کی دشمنی اس وجہ سے کہ انھوں نے تم کو عزت والی مسجد سے روکا تھا، ہرگز تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو۔“ اس کے معنی ظاہر ہیں کہ ان لوگوں سے بغض اور دشمنی جنھوں نے حدیبیہ کے سال تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا، تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، ان سے اذراہ ظلم و عداوت انتقام لینے لگو بلکہ ہر ایک کے ساتھ جیسا کہ حکم الہی ہے، عدل و انصاف کا معاملہ کرو جس طرح یہ آیت ہے، اسی طرح آگے بھی ایک آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اَعِدُّوْا لَهُمْ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ط﴾ (المائدہ: 8) ”اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی بات پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔“ یعنی کسی قوم سے بغض تمہیں ترک عدل پر آمادہ نہ کرے کیونکہ ہر ایک کے لیے یہ واجب ہے کہ وہ کسی سے بھی کسی حال میں بھی معاملہ کرتے ہوئے عدل کے دامن کو ہاتھ

(۱) تفسیر الطبری: 84/6۔ (۲) تفسیر الطبری: 78/6 والدر المنثور: 451/2۔ (۳) جیسا کہ فرمان باری ہے: ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ

الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ ط﴾ (الجمعة: 10) ”پھر جب نماز پوری ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ۔“ (۴) جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَاِذَا اسْلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ ط﴾ (التوبة: 5) ”پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو قتل کر دو۔“

سے نہ چھوڑے۔

امام ابن ابوقحتم نے زید بن اسلم کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیبیہ میں تھے جب مشرکوں نے انھیں بیت اللہ جانے سے روک دیا تھا اور یہ بات ان پر بہت گراں گزری تھی۔ اور اسی دوران میں جب مشرق کے کچھ مشرک وہاں سے گزر رہے تھے اور ان کا عمرہ کرنے کا ارادہ تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم بھی ان کی راہ میں رکاوٹ پیدا کریں گے جیسا کہ ان کے ساتھیوں نے ہماری راہ روکی تھی تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔^① اور ﴿سَيَأْتِيَنَّكُمْ﴾ کے معنی بغض کے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے۔^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ﴾ ”اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ فعل خیرات اور ترک منکرات، یعنی نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کریں مگر باطل، گناہ اور حرام کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کریں۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اِثْم یہ ہے کہ جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے ترک کر دیا جائے اور عدوان یہ ہے کہ ان حدود سے تجاوز کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین، تمہاری جانوں یا دوسرے انسانوں کے بارے میں مقرر کی ہیں۔^③

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُنْصِرُ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ!، هَذَا أَنْصِرُهُ مَظْلُومًا فَكَيْفَ أَنْصِرُهُ إِذَا كَانَ ظَالِمًا؟ قَالَ: تَحْجِرُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذَلِكَ نَصْرُهُ] ”اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! وہ جب مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں گا لیکن اگر وہ ظالم ہو تو پھر اس کی مدد کس طرح کروں؟ فرمایا: اسے ظلم کرنے سے روک دیا یا باز رکھو تو یقیناً یہ اس کی مدد ہے۔“^④ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے بطریق ہشتم اسی طرح بیان فرمایا ہے۔^⑤

امام احمد نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَىٰ أَذَاهُمْ أَغْظَمُ أَجْرًا مِّنَ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَىٰ أَذَاهُمْ] ”وہ مومن جو لوگوں سے مل جل کر رہتا اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، اسے اس سے زیادہ اجر و ثواب ملے گا جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی تکلیفوں پر صبر نہیں کرتا۔“^⑥

اور صحیح حدیث میں ہے: [مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا]

① الدر المنثور: 450/2۔ ② تفسیر الطبری: 87/6 والدر المنثور: 451/2۔ ③ تفسیر الطبری: 89/6۔ ④ مسند أحمد:

99/3۔ ⑤ صحیح البخاری، الإكراه، باب یمن الرجل لصاحبه: أنه أخوه، حدیث: 6952 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ ⑥

مسند أحمد: 365/5 وجامع الترمذی، صفة القيامة، باب فی فضل المخالطة.....، حدیث: 2507 وسنن ابن ماجہ،

الفتن، باب الصبر علی البلاء، حدیث: 4032 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

حَرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمُ الْخَنزِيرِ وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ

تمھارے لیے حرام کیے گئے ہیں مردہ جانور، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے سے مر جانے والا،

وَالْمَوْقُودَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالطَّيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ

چوٹ لگ کر مرنے والا، اوپر سے گر کر مرنے والا، کسی کا سینگ لگ کر مرنے والا اور وہ جانور بھی جسے درندے کھا جائیں، سوائے اس کے جسے تم ذبح

عَلَى النُّصْبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقُطَ الْيَوْمَ يَكْسُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

کر لو، اور وہ جانور جو آستانوں پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ تم فال کے تیروں سے قسمت معلوم کرو، یہ سب گناہ (کے کام) ہیں۔ آج وہ لوگ ناامید ہو گئے

دِينَكُمْ فَلَا تَحْشَوْهُمْ وَاحْشَوْنَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

جسوں نے تمھارے دین کا انکار کیا، لہذا تم ان سے نہ ڈرو، اور تمھی سے ڈرو، آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ

کر دی، اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا، پس جو شخص بھوک سے بے بس ہو جائے جبکہ وہ گناہ پر مائل ہونے والا نہ ہو، تو یقیناً اللہ

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ③

بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ③

أَجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا] ”جو شخص ہدایت کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے مطابق اجر و ثواب ملے گا جو اس کے مطابق عمل کریں گے۔ اور اس سے عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص گمراہی و ضلالت کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جو اس کے مطابق عمل کریں گے اور اس سے عمل کرنے والوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ ①

تفسیر آیت: 3

جن حیوانات کو کھانا حرام ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مطلع فرمایا ہے کہ ان کے لیے مردار حرام ہے۔ اس سے مراد ہر وہ جانور ہے جو ذبح کیے اور شکار کیے بغیر از خود مر جائے۔ مردار کو اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ یہ خون نہ بہنے کی وجہ سے دین اور بدن کے لیے بے حد نقصان دہ ہوتا ہے، ہاں! البتہ مچھلی اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ ہر حال میں حلال ہے، خواہ اسے ذبح کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں، امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے اپنی اپنی سنن میں اور امام ابن خزمہ و ابن حبان رحمہم اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [هُوَ الطَّهْرُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ] ”اس کا پانی پاک اور مردار حلال

① صحیح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة، حدیث: 2674 و سنن أبی داؤد، السنة، باب من دعا

إلى السنة، حدیث: 4609 عن أبی هريرة ؓ.

ہے۔“ ① اسی طرح مکڑی بھی حلال ہے جیسا کہ عنقریب حدیث آرہی ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالدَّمُ﴾ ”اور خون“ اس سے ذبح کے وقت گردن سے بہنے والا خون مراد ہے، اسی وجہ سے ایک دوسرے مقام پر ﴿أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا﴾ (الأنعام: 145) ”یا بہتا خون“ فرمایا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یکجہی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اسے کھا سکتے ہو، لوگوں نے کہا کہ وہ تو خون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو خون حرام ہے، اس سے مراد بہتا ہوا خون ہے۔ ② امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَجَلٌ لَنَا مَيْتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ: فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ: فَالْكَبِدُ وَالطَّحَالُ] ”ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال قرار دے دیے گئے ہیں، دو مردار سے مراد: مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون سے مراد جگر اور کلیجی ہیں۔“ ③ امام احمد بن حنبل، ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی رحمہم نے بھی اسے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ ④

اور فرمان الہی ہے: ﴿وَلَحْمُ الْخَنزِيرِ﴾ ”اور سور کا گوشت (بھی حرام ہے۔)“ سور، خواہ پالتو ہو یا جنگلی جس طرح اس کا گوشت حرام ہے، اسی طرح اس کے جسم کے باقی تمام اعضاء اور چربی وغیرہ بھی حرام ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خَنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ﴾ (الأنعام: 145) میں فَإِنَّهُ کی ضمیر کا مرجع خنزیر ہے لحم خنزیر نہیں ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ خنزیر کے جسم کے تمام اجزاء ہی حرام ہیں لیکن از روئے لغت یہ استدلال بہت بعید از قیاس ہے، اس لیے کہ اس صورت میں ضمیر کا مرجع مضاف ہوتا ہے مضاف الیہ نہیں۔ (اس لیے کہنا یوں چاہیے کہ) یقیناً لحم (گوشت) ہی عام ہے اور اس

① الموطأ للإمام مالک، الطہارۃ، باب الطہور للوضوء، حدیث: 45 وسنن أبی داود، الطہارۃ، باب الوضوء بماء البحر، حدیث: 83 وجامع الترمذی، الطہارۃ، باب ماجاء فی ماء البحر أنه طہور، حدیث: 69 وسنن النسائی، المیاء، باب الوضوء بماء البحر، حدیث: 333 وسنن ابن ماجہ، الطہارۃ وسننہا، باب الوضوء بماء البحر، حدیث: 386 وصحیح ابن خزیمة، الوضوء، باب الرخصة فی الغسل والوضوء من ماء البحر..... 59/1، حدیث: 111 وصحیح ابن حبان، الطہارۃ، باب المیاء: 49/4، حدیث: 1243. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 1406/5. ③ کتاب الأم للشافعی، الصید والذبائح، باب ذکاة الجراد والحیتان: 177/3. ④ مسند أحمد: 97/2 وسنن ابن ماجہ، الأطعمة، باب الکبد والطحال، حدیث: 3314 واللفظ له، البتہ [أَجَلٌ] کے بجائے حوالوں میں [أَجَلٌ] ہے۔ اور [أَجَلٌ] کے لیے دیکھیے: سنن الدارقطنی، الأشربة وغیرہا، باب الصید والذبائح والأطعمة وغیر ذلك: 271، 270/4، حدیث: 4687 والسنن الکبری للبیہقی، الطہارۃ، باب الحوت یموت فی الماء والجراد: 254/1. یہ روایت مرفوعاً ضعیف ہے، البتہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہونے کی حیثیت سے صحیح ہے اور اس لحاظ سے یہ درحقیقت مرفوع ہی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ کہنا: ”ہمارے لیے حلال کیا گیا ہے“ یہ مرفوع کے حکم ہی میں ہوتا ہے۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 16/10.

سے مراد اس کے جسم کے تمام اجزاء ہیں جیسا کہ عربی زبان کے اس لفظ اور عرف عام سے یہ مفہوم بالکل واضح طور پر سمجھ میں آرہا ہے۔

صحیح مسلم میں یزیدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ شِبِيرٍ، فَكَانَ مِمَّا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ] ”جو شخص نرد شیر (شطرنج کی طرح کا ایک کھیل، بعض نے اسے چوس بھی لکھا ہے۔) کھیلے تو اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت اور خون میں ڈالا۔“^① اس حدیث سے اندازہ فرمائیں کہ اگر محض اس کے گوشت کو ہاتھ لگانے سے اس قدر نفرت دلائی گئی ہے تو اسے کھانے اور بطور غذا استعمال کرنے کی ممانعت کس قدر شدید ہوگی۔ یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ لحم (گوشت) کا لفظ اس کی چربی اور دیگر تمام اعضاء پر بھی مشتمل ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ (وَرَسُولَهُ) حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ، فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفْنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبَحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ: لَا، هُوَ حَرَامٌ] ”اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا ہے عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے اس سے کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے، چمڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے اور لوگ اسے چراغوں میں جلاتے ہیں؟ فرمایا: نہیں، یہ حرام ہے۔“^② صحیح بخاری میں حدیث ابوسفیان میں ہے کہ انھوں نے ہر قل شاہ روم سے یہ کہا تھا کہ ”وہ (نبی) ہمیں مردار اور خون سے منع کرتے ہیں۔“^③

اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ ”اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔“ یعنی جو چیز ذبح کی جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے تو وہ بھی حرام ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واجب قرار دیا ہے کہ اس کی پیدا کردہ چیزوں کو اس کے عظیم نام سے ذبح کیا جائے، لہذا اگر کوئی شخص اس سے اعراض کرتے ہوئے جانور ذبح کرتے وقت کسی صنم، طاغوت، بت یا دیگر تمام مخلوقات میں سے کسی بھی چیز کا نام لے گا تو ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ وہ جانور حرام ہو جائے گا۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَالْمُنْخَنِقَةُ﴾ ”اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے۔“ اس سے مراد وہ جانور ہے جو گلا گھٹ کر مر جائے، خواہ قصد و ارادے سے یا اتفاق سے، مثلاً: یہ کہ وہ اپنی اس رسی وغیرہ سے الجھ جائے جس سے اسے باندھا گیا ہو اور اس طرح وہ مر جائے تو وہ بھی حرام ہوگا۔ ﴿وَالْمَوْقُودَةُ﴾ ”اور جو چوٹ لگ کر مر جائے۔“ اس سے مراد وہ جانور ہے جسے کسی بھاری اور

① صحیح مسلم، الشعر، باب تحریم اللعب بالنرد شیر، حدیث: 2260. ② صحیح البخاری، البیوع، باب بیع المیتة

والأصنام، حدیث: 2236 و صحیح مسلم، المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام، حدیث:

1581 عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ. ③ صحیح البخاری، بدء الوحی، باب: کیف کان بدء الوحی، حدیث: 7 یہاں

بھی اور اسی طرح صحیح بخاری کے کئی مقامات پر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تو موجود ہے لیکن یہ الفاظ نہیں ہیں، البتہ مذکورہ الفاظ اسی سیاق سے

مسند أبی عوانة، الجهاد، بیان کتاب النبی ﷺ إلی ہرقل: 273/4 میں ہیں۔

غیر دھار والی چیز سے مارا جائے جس سے اس کی موت واقع ہو جائے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک دیگر ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد وہ جانور ہے جسے کسی لکڑی سے مارا جائے اور اس سے اسے اس قدر چوٹ لگ جائے کہ وہ مر جائے۔^(۱) قتادہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ جانوروں کو لائٹھوں سے مارتے تھے اور جب وہ مر جاتے تو پھر انھیں کھا لیتے تھے۔^(۲)

صحیح (بخاری) میں عدی بن ابوحاتم سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں شکار پر ایک ایسی لائٹھی پھیلتا ہوں جس کے آگے چھری لگی ہوتی ہے اور وہ شکار کو لگ جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: [إِذَا رَمَيْتَ بِالْمِعْرَاضِ فَخَزَقْ فَكُلْهُ، وَإِنْ أَصَابَهُ بَعْرُضُهُ (فَإِنَّهُ وَقِيدٌ) فَلَا تَأْكُلْهُ] ”اگر تم چھری لگی لائٹھی پھیلتو اور وہ جانور کو پھاڑ دے تو اسے کھا لو اور اگر وہ اسے عرض کے بل لگے تو وہ وقید (موقوف) یعنی چوٹ لگ کر مرا ہے، لہذا اسے نہ کھاؤ۔“^(۳) اس حدیث میں آپ نے فرق بیان فرمادیا ہے کہ اگر جانور کو تیر یا چھوٹا نیزہ وغیرہ دھار کی طرف سے لگے تو اسے آپ نے حلال قرار دیا ہے اور اگر وہ عرض کے بل لگے اور اس سے چوٹ لگ کر جانور مر جائے تو اسے آپ نے حلال قرار نہیں دیا۔ فقہاء کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے۔

﴿وَالْمُتَرَدِّيَّةُ﴾ ”اور جو گر کر مر جائے۔“ اس سے مراد وہ جانور ہے جو پہاڑ وغیرہ کی چوٹی یا کسی بلند جگہ سے گر کر مر جائے تو وہ بھی حلال نہیں ہے۔ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ جانور ہے جو پہاڑ سے گر کر مر جائے۔^(۴) قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ جانور ہے جو کنوئیں میں گر کر مر جائے۔^(۵) سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ جانور ہے جو پہاڑ سے گر کر یا کنوئیں میں گر کر مر جائے۔^(۶)

﴿وَالنَّطِيحَةُ﴾ ”اور جو سینگ لگ کر مر جائے۔“ اس سے مراد وہ جانور ہے جو کسی دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے تو وہ بھی حرام ہے، خواہ وہ سینگ سے زخمی ہوا ہو اور اس سے خون بھی نکلا ہو، خواہ خون ذبح کرنے کی جگہ سے نکلا ہو تو پھر بھی وہ حرام ہے۔ نطیحة کا لفظ فَعِيلَةٌ کے وزن پر مَفْعُولَةٌ کے معنی میں ہے، یعنی مَنْطُوحَةٌ اور اس کے معنی ہیں جسے سینگ مار دیا گیا ہو۔

اور فرمان الہی ہے: ﴿وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ﴾ ”اور وہ جانور بھی (حرام ہے) جس کو درندے پھاڑ کھائیں۔“ یعنی جس پر شیر، ببر شیر، چیتا، بھیڑ یا کتا وغیرہ حملہ کر کے اس کے کچھ حصے کو کھالے اور وہ اس کی وجہ سے مر جائے تو وہ بھی حرام ہے، خواہ اس کا خون بہا ہو اور بہا بھی ذبح کرنے کی جگہ سے ہو تو ایسا جانور بھی بالاجماع حرام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس بکری، گائے

① تفسیر الطبری: 93/6 . ② تفسیر الطبری: 93/4 . ③ صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب صید المعراض،

حدیث: 5476 وصحیح مسلم، الصيد والذبائح.....، باب الصيد بالکلاب المعلمة والرمی، حدیث: 1929 .

البتة [فإنه وقيد] کے الفاظ صحیح مسلم، حدیث: (3)-1929 میں ہیں۔ ④ تفسیر الطبری: 93/6 . ⑤ تفسیر الطبری:

اور اونٹ وغیرہ کو کھالیا کرتے تھے جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہوتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے ایسے جانور کو کھانا حرام قرار دے دیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا مَا ذَكَّيْنَاهُ﴾ ”مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔“ اس سے مراد وہ جانور ہے جو مر رہا ہو مگر ابھی تک اس میں زندگی موجود ہو اور اسے ذبح کرنا ممکن ہو۔ اور اس استثناء کا تعلق مذکورہ جانوروں میں سے ان سے ہے جن کو مستثنیٰ کرنا ممکن ہو۔ اور وہ گلا گھٹ کر، چوٹ لگ کر، گر کر، سینک لگ کر زخمی ہونے والے اور درندوں کے پھاڑ کھائے ہوئے جانور ہی ہو سکتے ہیں۔ علی بن ابوظلمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمان باری: ﴿إِلَّا مَا ذَكَّيْنَاهُ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان جانوروں میں سے جن میں ابھی روح موجود ہو اور تم ان کو ذبح کر لو تو انہیں کھا لو وہ حلال ہیں۔^① سعید بن جبیر، حسن بصری اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔^②

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اگر تم چوٹ لگنے، گرنے والے اور سینک لگنے والے جانور کو اس طرح پالو کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلارہا ہو تو اسے کھالیا کرو۔^③ اسی طرح طاؤس، حسن، قتادہ، عبید بن عمیر، نحاک اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر سے مروی ہے کہ ذبح کیے جانے والے جانور میں جب ایسی حرکت موجود ہو جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ ابھی اس میں زندگی موجود ہے تو وہ ذبح کرنے کے بعد حلال ہے۔^④

یحییٰ بن جابر نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کل دشمن سے ہماری مڈ بھڑ ہوگی^⑤ اور ہمارے پاس چھری موجود نہیں ہے تو کیا ہم سرکندے سے ذبح کر لیں؟ آپ نے فرمایا: [مَا أَنَهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَنَلَّوْهُ لَيْسَ السِّنُّ وَالظُّفْرُ، وَسَأَحْدُثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ: فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ] ”جو چیز بھی خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھا لو لیکن اسے دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرو اور ابھی میں اس کی وجہ بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دانت ہڈی ہے اور ناخن جھشیوں کی چھری ہے۔“^⑥

اور فرمان الہی ہے: ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ ”اور وہ جانور بھی (حرام ہے) جو تھان پر ذبح کیا جائے۔“ مجاہد اور ابن جریج کہتے ہیں کہ نصب سے مراد وہ پتھر ہیں جو کعبے کے ارد گرد رکھے ہوئے تھے۔^⑦ ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ تین سوساٹھ بت تھے اور زمانہ جاہلیت میں لوگ ان کے پاس جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ اور ان کے خون بیت اللہ کے اگلے حصے پر مل دیتے تھے اور گوشت ٹکڑے ٹکڑے کر کے بتوں کے آگے رکھ دیتے تھے۔^⑧ کئی ایک اہل علم نے اسی طرح ذکر کیا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمادیا اور ایسے ذبیحوں کے کھانے کو حرام قرار دیا، خواہ بتوں کے لیے ذبح کرتے ہوئے ان پر اللہ

① تفسیر الطبری: 96/6. ② تفسیر الطبری: 96/6. ③ تفسیر الطبری: 97/6. ④ تفسیر الطبری: 97/6. ⑤ یہ غزوہ خنین کی طرف اشارہ ہے اور دشمن سے مراد ثقیف اور ہوازن وغیرہ ہیں۔ ⑥ صحیح البخاری، الشریک، باب قسمة الغنم، حدیث: 2488. ”..... دشمن سے ہماری مڈ بھڑ ہوگی“ یہ الفاظ، حدیث: 5509 کے مطابق ہیں۔ و صحیح مسلم، الأضاحی، باب جواز الذبح بکل ما أنهَرَ الدَّم،، حدیث: 1968. ⑦ تفسیر الطبری: 100/6. ⑧ تفسیر الطبری: 100/6.

کانام ہی کیوں نہ لیا گیا ہو، کیونکہ بتوں کے نام پر ذبح کرنا شرک ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور اسے اسی پر محمول کرنا درست ہے، کیونکہ اس سے پہلے یہ مذکور ہے کہ جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے، وہ حرام ہے۔ پانسوں سے قسمت معلوم کرنا حرام ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ تَسْتَفْتُوا بِالْأَزْلَامِ﴾ اور یہ بھی کہ پانسوں سے قسمت معلوم کرو۔ یعنی مومنوں! تمہارے لیے پانسوں سے قسمت معلوم کرنا بھی ہم نے حرام قرار دیا ہے۔ ازلّام جمع ہے، اس کا واحد زُلّم ہے، اسے زُلّم بھی پڑھا جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ پانسوں سے قسمت آزمائی کیا کرتے تھے اور وہ اس طرح کہ ان کے پاس تین تیر ہوتے تھے۔ ایک پر لکھا ہوتا تھا: اَفْعَلُ ”کرو“ دوسرے پر لکھا ہوتا تھا: لَا تَفْعَلُ ”نہ کرو“ اور تیسرا خالی ہوتا تھا اور اس پر کچھ بھی نہیں لکھا ہوتا تھا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایک تیر پر یہ لکھا ہوتا تھا: اَمْرُنِي رَبِّي ”میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے“ دوسرے پر لکھا ہوتا تھا: نَهَانِي رَبِّي ”میرے رب نے مجھے منع فرمایا ہے“ اور تیسرا خالی ہوتا تھا اور اس پر کچھ نہیں لکھا ہوتا تھا۔ اور جب وہ انھیں فضا میں اچھالتے اور وہ تیر اوپر آ جاتا جس پر کام کرنے کا لکھا ہوتا تو وہ اس کام کو کر لیتے، یا نہ کرنے والا اوپر آ جاتا تو وہ اسے نہ کرتے اور اگر خالی تیر اوپر آ جاتا تو وہ اس عمل کو دوبارہ کرتے۔

استقسام، قسمت کے تیروں (ازلّام) کے ذریعے سے قسمت معلوم کرنا سے ماخوذ ہے۔ امام ابن جریر نے بھی اس کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لوگ ان تیروں سے اپنے امور و معاملات کے انجام معلوم کیا کرتے تھے۔^①

محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ قریش کے سب سے بڑے بت کا نام ہبل تھا، جو کعبے کے اندر ایک کنویں پر نصب کیا گیا تھا جس میں تحائف اور کعبے کے اموال ڈالے جاتے تھے، یہاں سات تیر رکھے ہوئے تھے اور ان پر ان کے مشکل کاموں کے فیصلے لکھے ہوتے تھے، قسمت آزمائی کے وقت ان میں سے جو تیر نکل آتا اس کے مطابق عمل کرتے اور اس سے انحراف نہیں کرتے تھے۔^②

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب (فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ) تشریف لائے تو آپ نے کعبے میں داخل ہونے سے انکار کر دیا، اس میں جھوٹے معبود تھے، آپ نے انھیں نکالنے کا حکم دیا، انھوں نے ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کے بت نکالے ان دونوں کے ہاتھوں میں تیر تھے تو (یہ دیکھ کر) آپ نے فرمایا: [فَاتْلَهُمُ اللَّهُ، (أَمْ وَاللَّهِ!) لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَفْتِسِمَا بِهَا (فَطُ)] ”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بتا دے کہ اللہ کی قسم! کیا انھیں معلوم نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام نے تیروں کے ساتھ کبھی قسمت آزمائی نہیں کی تھی۔“^③

امام مجاہد فرماتے ہیں: ازلّام سے مراد عربوں کے تیر اور ایرانیوں اور رومیوں کے شطرنج کے مہرے ہیں جن کے ساتھ وہ جوا

① تفسیر الطبری: 104/6. ② تفسیر الطبری: 103/6. ③ صحیح البخاری، الحج، باب من کبر فی نواحي الكعبة،

حدیث: 1601 عن ابن عباس ؓ. اور تفسیر ابن کثیر میں [فَطُ] کی جگہ [أَبْدَأَ] ہے۔

کھیلنا کرتے تھے۔^① لیکن ان کی یہ بات کہ وہ جوئے کے لیے بنائے گئے تھے، محل نظر ہے۔ ہاں، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ انھیں کبھی خیر کی طلب کے لیے اور کبھی جوئے کے لیے استعمال کر لیتے ہوں گے۔ واللہ اعلم۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں اِزْلَام اور میسر (جوا) کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے: ^② يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصَدَّكُمْ عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ○ (المائدة 91,90:5) ”اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان میں سے ہیں سوان سے بچتے رہنا تاکہ تم نجات پاؤ، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو پھر کیا تم (ان شیطانی کاموں سے) باز آتے ہو؟“ اور اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ۖ وَ أَنْ تَسْتَفْسِدُوا بِالْأَزْلَامِ ذُلِكُمْ فَسْقُطٌ ۖ ”اور یہ بھی کہ فال نکالنے کے تیروں سے تم قسمت معلوم کرو، یہ سب گناہ (کے کام) ہیں۔“ یعنی یہ سب کام گناہ، سرکشی، ضلالت، جہالت اور شرک ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ انھیں اپنے امور و معاملات میں جب کوئی تردد ہو تو وہ استخارہ کر لیا کریں اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور جس کام کے کرنے کا وہ ارادہ رکھتے ہوں، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ (خیر طلب) کر لیا کریں۔

امام احمد، بخاری اور اہل سنن رحمہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ امور و معاملات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ ہمیں استخارہ اسی طرح سکھایا کرتے تھے جیسا کہ آپ ہمیں قرآن مجید کی سورت تعلیم فرمایا کرتے تھے، آپ فرماتے:

[إِذَا هُمْ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رُكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ، ثُمَّ لِيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ ! اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَ اَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ، وَ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ ، وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ ، وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هَذَا الْأَمْرَ - يُسْمِيهِ بِاسْمِهِ - خَيْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْيَایْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ أَمْرِیْ أَوْ قَالَ : عَاجِلِ أَمْرِیْ وَ آجِلِهِ - فَاقْدُرْهُ لِیْ ، وَ یَسِّرْهُ ، ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ ، اَللّٰهُمَّ ! وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُهُ شَرًّا لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْيَایْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ أَمْرِیْ - أَوْ قَالَ : عَاجِلِ أَمْرِیْ وَ آجِلِهِ - فَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَ اصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ اقْدُرْ لِیْ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهِ]

”اگر تم میں سے کسی کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ فرضی نماز کے علاوہ دو رکعتیں ادا کرے اور کہے: اے

① تفسیر الطبری: 102/6. ② یہ قرآن کے معنی ہیں لیکن تفسیر کے اکثر نسخوں میں فَرَّقَ ہے اور یہاں یہی زیادہ موزوں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اِزْلَام اور جوئے میں فرق کیا ہے اور فَرَّقَ کے لفظ سے بھی یہی مقصود ہے، اس لیے اِزْلَام سے صرف جو امر اولیٰ محل نظر ہے۔

اللہ! میں تیرے علم کے ذریعے سے تجھ سے خیر و بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعے سے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تیرے عظیم فضل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اس لیے کہ تو ہر کام کی قدرت رکھتا ہے اور میں کسی بھی کام کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور تو تو سب کچھ جانتا ہے اور میں کچھ بھی نہیں جانتا اور تو ہی تمام پوشیدہ باتوں کو خوب اچھی طرح جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کام۔ اور یہاں اس کام کا نام لے جس کے لیے استخارہ کیا جا رہا ہے۔ میرے حق میں میرے دین کے اعتبار سے۔ دنیا کے اعتبار سے، معاش کے اعتبار سے اور انجام کے اعتبار سے یا آپ نے یہ فرمایا: میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے اور اخروی زندگی کے اعتبار سے۔ میرے حق میں بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما دے اور اسے میرے لیے آسان فرما دے، پھر اس میں میرے لیے برکت بھی عطا فرما دے۔ اے اللہ! اگر تجھے یہ معلوم ہے کہ یہ کام میرے لیے میرے دین، میری دنیا، میری معاش اور میری آخرت کے اعتبار سے۔ یا آپ نے یہ فرمایا: میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے اور اخروی زندگی کے اعتبار سے۔ میرے حق میں برا ہے تو مجھے اس کام سے اور اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور جس کام میں بھی میرے لیے خیر و بھلائی مقدر ہو، وہ مجھے عطا فرما دے، پھر مجھے اس سے راضی بھی کر دے۔“^① یہ الفاظ امام احمد کی روایت کے ہیں اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

کفار اور شیطان کی مسلمانوں کے دین سے ناامیدی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْيَوْمَ يَكْسِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ﴾ ”آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں۔“ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اب کفار مایوس ہو گئے ہیں کہ مسلمان اب کبھی بھی ان کے دین کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔^② عطاء بن ابی رباح، صدی اور مقاتل بن حیان سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^③

اسی مفہوم کے مطابق یہ صحیح حدیث بھی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: [إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آيَسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ، وَلَكِنْ (بِالتَّحْرِيشِ) بَيْنَهُمْ] ”شیطان اب اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ نمازی جزیرۃ العرب میں اس کی عبادت کریں۔ ہاں، البتہ وہ ان کے باہمی تعلقات خراب کرنے سے مایوس نہیں ہے۔“^④ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس جملے کے معنی یہ ہوں کہ کفار مسلمانوں کی مشابہت اختیار کرنے سے ناامید ہو گئے ہیں کیونکہ مسلمان

① صحیح البخاری، التہجد، باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی، حدیث: 1162 و مسند أحمد: 344/3 و ملفوظ، البدیع، ترمذی، الوتر، باب ماجاء فی صلاة الاستخارة، حدیث: 480 و سنن النسائی، النکاح، باب کیف الاستخارة، حدیث: 3255 و سنن ابن ماجہ، إقامة الصلوات، باب ماجاء فی صلاة الاستخارة، حدیث: 1383۔ اور [دُنْیَا] مسند أحمد: 423/5 میں حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ ② تفسیر الطبری: 105/6 والدر المنثور: 455/2۔ ③ تفسیر الطبری: 105/6۔ ④ صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان.....، حدیث: 2812 عن جابر رضی اللہ عنہ۔ و جامع الترمذی، البر والصلوة، باب ماجاء فی التباعد، حدیث: 1937 و مسند أحمد: 313/3۔ لیکن [بِالتَّحْرِيشِ] مسند أبی یعلی الموصلی: 194/4 میں ہے۔

ایسی صفات سے اتصاف پذیر ہو گئے ہیں جو شرک اور مشرکوں کے خلاف ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ صبر کریں، کفار کی مخالفت میں ثابت قدم رہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، پس فرمایا: ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ﴾ ”تو ان سے مت ڈر اور مجھی سے ڈرتے رہو۔“ یعنی اگر وہ تمہاری مخالفت کرتے ہیں تو ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھی سے ڈرو، میں تمہیں ان کے مقابلے میں فتح و نصرت سے سرفراز کروں گا، تمہارے سینوں کو ٹھنڈا کروں گا اور تمہیں دنیا و آخرت میں ان پر سر بلندی عطا کروں گا۔

اسلام ہی کامل دین ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا ہے۔“ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ سب سے بڑی اور عظیم الشان نعمت ہے کہ اس نے ان کے لیے ان کے دین کو کامل اور مکمل کر دیا ہے، اب انھیں اسلام کے سوا نہ کسی اور دین کی ضرورت ہے اور نہ اپنے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے سوا کسی اور نبی کی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنا کر قیامت تک کے جنوں اور انسانوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے، لہذا اب حلال وہ ہے جسے آپ حلال قرار دیں، حرام وہ ہے جسے آپ حرام کہیں، دین وہ ہے جو آپ پیش فرمائیں اور آپ جو بھی فرمائیں وہ حق اور سچ ہے، اس میں کذب و شک کا ادنیٰ سا بھی شائبہ تصور نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَتَتَّبِعْ كَلِمَتِ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾ (الأنعام: 115) ”اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ باتیں خبر کے اعتبار سے سچ اور امر و نہی کے اعتبار سے عدل و انصاف پڑتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے ان کے دین کو کامل کر دیا اور ان پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا تو پھر ارشاد فرمایا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔“ لہذا تم بھی اسی دین پر خوش ہو جاؤ کیونکہ یہ وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے، اسی دین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیائے کرام میں سے افضل رسول حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان پر تمام کتابوں میں سے اشرف کتاب کو نازل فرمایا۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے ہارون بن عترہ کی اپنے باپ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ حج اکبر کے دن نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے لگ گئے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَا يُبْكِيكَ؟ قَالَ: أَبْكَانِي أَنَّا كُنَّا فِي زِيَادَةٍ مِّنْ دِينِنَا، فَأَمَّا إِذَا اكْمَلُ فَإِنَّهُ لَمْ يَكْمُلْ شَيْءٌ إِلَّا نَقَصَ، فَقَالَ: صَدَقْتَ] ”روتے کیوں ہو؟ انھوں نے عرض کی: مجھے یہ بات رلا رہی ہے کہ پہلے ہمارے دین میں اضافہ ہو رہا تھا اور جب کوئی چیز مکمل ہو جائے تو پھر اس میں کمی شروع ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔“^(۱) اس کی تائید اس صحیح و ثابت حدیث سے بھی ہوتی ہے:

(۱) تفسیر الطبری: 107، 106/6 والمصنف لابن أبي شيبة، الزهد، باب ما ذكر عن نبينا ﷺ في الزهد، رقم: 34397 یہ

روایت مرسل ہے۔

[إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا ، وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ ، (فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ)] ”اسلام کا آغاز اجنبیت میں ہوا اور حالتِ اجنبیت ہی کی طرف یہ عقرب لوٹ آئے گا، جیسے اس کا آغاز ہوا تو ان اجنبیوں کے لیے خوش خبری ہے۔“^(۱)

امام احمد رحمہ اللہ نے طارق بن شہاب کی روایت بیان کی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: امیر المؤمنین! آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر ہم یہودیوں کی کتاب میں یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید کا دن بنا لیتے۔ آپ نے فرمایا: کون سی آیت؟ اس نے جواب دیا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی اور میں اس وقت کو بھی جانتا ہوں جب یہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی، وقت عرفے کی شام کا تھا اور دن جمعۃ المبارک کا (ہماری تو اس دن دو عیدیں تھیں۔)^(۲) اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حسن بن صباح از جعفر بن عون کی سند سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^(۳) نیز اسے امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^(۴) صحیح بخاری میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں طارق کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: واللہ! آپ ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر ہمارے ہاں یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو ہم اسے عید بنا لیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کریمہ کب اور کہاں نازل ہوئی تھی اور جب یہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کہاں تشریف فرما تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ عرفے کا دن تھا اور اللہ کی قسم! ہم بھی اس وقت عرفے ہی میں تھے، سفیان کہتے ہیں کہ مجھے اس میں شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں، اور اس آیت سے مراد ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾۔^(۵)

سفیان رحمہ اللہ کا اگر روایت میں شک ہے تو یہ ان کے تقوے کی وجہ سے ہے کہ انھیں اس بات میں شک ہے کہ ان کے شیخ نے انھیں اس کے بارے میں خبر دی ہے یا نہیں اور اگر انھیں اس کے بارے میں شک ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر وقوف عرفہ جمعہ کے دن تھا یا نہیں تو میرا خیال ہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے۔ اور اصحاب مغازی و سیر اور فقہاء میں سے بھی کسی کا اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اختلاف ہو بھی کیسے کہ یہ بات تو ایسی احادیث متواترہ سے ثابت ہے جن کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث کئی

(۱) صحیح مسلم، ایمان، باب بیان أن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً، حدیث: 146 [فطوبى للغرباء] کے الفاظ صحیح مسلم کی حدیث: 145 کے ہیں۔ وجامع الترمذی، ایمان، باب ما جاء أن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً، حدیث: 2629 و سنن ابن ماجہ، الفتن، باب بدأ الإسلام غريباً، حدیث: 3986. (۲) مسند أحمد: 28/1. (۳) صحیح البخاری، ایمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه، حدیث: 45 عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ. (۴) صحیح مسلم، التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: 3017 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، حدیث: 3043 و سنن النسائی، مناسك الحج، باب ما ذكر في يوم عرفة، حدیث: 3005 عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ. (۵) صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (المائدة: 3)، حدیث: 4606.

سندوں سے مروی ہے۔

اضطرابی حالت میں مردار کھانے کا جواز: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمِنْ اضْطَرَّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ ۖ فَإِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ③ ”پس جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (جبکہ وہ) گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ یعنی اگر کسی کو ان حرام اشیاء میں سے کسی چیز کے کھانے کی ضرورت پیش آ جائے جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور وہ ان کو کھانے کے لیے مجبور و مضطر ہو جائے تو وہ کھا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مجبور و مضطر بندے کی حاجت و ضرورت کو جانتا ہے، لہذا وہ اس سے درگزر فرماتا ہے۔

مسند (احمد) اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتِيَ رُحْصَةً، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتِيَ مَعْصِيَتَهُ] ”بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصتوں کو قبول کر لیا جائے جیسا کہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ اس کی معصیت کا ارتکاب کیا جائے۔“ یہ الفاظ ابن حبان کی روایت کے ہیں۔ ① مردار کھانے کے جواز کی یہ شرط نہیں ہے کہ تین دن گزر جائیں اور اسے کھانے کی کوئی چیز نہ ملے جیسا کہ اکثر عوام اور دیگر میں یہ بات مشہور ہے بلکہ جب بھی کوئی مجبور و مضطر ہو جائے تو اس کے لیے اسے کھانا جائز ہو جاتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو داؤد لیشی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم ایک ایسے علاقے میں ہیں، جہاں ہم بھوک سے ناچار ہو جاتے ہیں تو ہمارے لیے مردار کھانا کب حلال ہوتا ہے؟ فرمایا: [إِذَا لَمْ تَصْطَبِحُوا، وَلَمْ تَغْتَبِقُوا، وَلَمْ تَحْتَفِقُوا بَقْلًا فَشَأْنُكُمْ بِهَا] ”جب تم صبح کا کھانا نہ ملے اور جب شام کا کھانا نہ ملے اور تم صبح کوئی سبزی ترکاری وغیرہ بھی نہ ملے تو اسے کھاؤ۔“ ② اس سند سے اسے صرف امام احمد ہی نے روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔

اس حدیث کے الفاظ [إِذَا لَمْ تَصْطَبِحُوا] کے معنی ہیں کہ جب تک تم صبح کا کھانا نہ ملے، [وَلَمْ تَغْتَبِقُوا] کے معنی ہیں کہ جب تک تم صبح شام کا کھانا نہ ملے [وَأَوْ تَحْتَفِقُوا بَقْلًا] یعنی یا تم صبح سبزی ترکاری وغیرہ نہ ملے۔ اور [فَشَأْنُكُمْ بِهَا] کے معنی ہیں کہ تم اسے کھاؤ۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ﴾ (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو تو اس کے لیے اللہ نے اسے جائز قرار دے دیا ہے جبکہ اس کے علاوہ کسی دوسرے انسان سے سکوت فرمایا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا: ﴿فَمِنْ اضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (البقرہ: 173) ”ہاں جو شخص ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور حد (ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے اس پر

① صحیح ابن حبان، الصلاة، فصل فی صلاة السفر، ذکر استحباب قبول رخصة الله إذ الله حل وعلا يحب قبولها:

451/6، حدیث: 2731 و مسند أحمد: 108/2 والمعجم الكبير للطبرانی: 85، 84/10، حدیث: 10030. ② مسند

أحمد: 218/5 وسنن الدارمی، الأضاحی، باب فی أكل الميتة للمضطر: 75/2، حدیث: 1996.

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ ۚ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ

(اے نبی!) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے (کھانے کی) کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ کہہ دیجیے: تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی

مُكَلِّبِينَ تَعْلَمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ ۚ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ

ہیں۔ اور ان شکاری جانوروں کا (کیا ہوا شکار حلال ہے) جنہیں تم سدھالینے ہو، اللہ نے تمہیں جو سکھایا ہے اس کے مطابق تم انہیں کھاتے ہو، پس وہ جس

اللَّهُ عَلَيْهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ④

شکار کو تمہارے لیے پکڑ رکھیں، اس پر اللہ کا نام پڑھو اور اس میں سے کھاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ④

کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ معصیت کے سفر میں سفر کی رخصتوں میں سے کوئی رخصت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیتوں اور نافرمانیوں کے ساتھ اس سے رخصتوں کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ اعلم۔

﴿تفسیر آیت: 4﴾

حلال کا بیان: سابقہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ناپاک چیزوں کا ذکر کیا تھا جو کھانے والے کے جسم یا دین یا دونوں ہی کے لیے نقصان دہ ہیں اور ان کے کھانے کی صرف حالتِ اضطراب ہی میں اجازت دی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ۚ وَقَدْ فَضَّلَ

لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرُّتُمْ إِلَيْهِ ۚ (الأنعام: 119) ”جو چیزیں اس نے تمہارے لیے حرام ٹھہرا دی ہیں، وہ

ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں، (بے شک ان کو نہیں کھانا چاہیے) مگر اس صورت میں کہ ان کے (کھانے کے) لیے ناچار ہو جاؤ۔“

اور اب اس آیت کے بعد فرمایا ہے: ۚ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ ۚ ”وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ

کون کون سی چیزیں ان کے لیے حلال کی گئی ہیں (ان سے) کہہ دیجیے کہ سب پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی گئی

ہیں۔“ جیسا کہ سورہ اعراف میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ

پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔ ①

مقاتل فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کے کھانے کی اجازت دی گئی ہے، وہ حلال رزق ہے۔ ② امام زہری سے پیشاب

کے بطور دوا استعمال کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ پاک چیزوں میں سے نہیں ہے، لہذا اسے بطور دوا بھی

استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ اسے امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔

سدھائے ہوئے شکاری جانوروں سے شکار کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۚ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ ۚ ”اور

ان شکاری جانوروں کا (کیا ہوا شکار) بھی حلال ہے جن کو تم نے سدھار کھا ہو۔“ یعنی تمہارے لیے وہ ذبیحہ حلال ہیں جن پر اللہ

کا نام لیا گیا ہو، کھانے کی پاک چیزیں حلال ہیں اور وہ شکار حلال ہے جسے تم شکاری جانوروں، مثلاً: کتوں، چیتوں اور بازوں

وغیرہ کے ذریعے سے شکار کرو جیسا کہ جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ کا مذہب ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

① دیکھیے آیت: 157 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1985/6 .

روایت کیا ہے کہ شکاری جانوروں سے مراد سدھائے ہوئے کتے، باز اور ہر وہ پرندہ ہے جو شکار کرنا جانتا ہے۔ اور جوارح سے مراد شکاری کتے، چیتے اور شکرے وغیرہ ہیں۔^① اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے اس کے بعد انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خیمہ، طاؤس، مجاہد، مکحول اور یحییٰ بن ابوکثیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اسی طرح امام ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ پرندوں میں سے باز وغیرہ جو شکار کریں تو اس شکار کو تم پالو تو وہ تمھارا ہے اور اگر اس نے خود کھالیا ہو تو پھر تم اسے نہ کھاؤ۔^② جمہور کا قول یہ ہے کہ پرندوں کے ساتھ شکار بھی کتوں ہی کے ساتھ شکار کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی کتوں کی طرح اپنے بچوں ہی سے شکار کرتے ہیں اور اس اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ امام ابن جریر نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے باز کے شکار کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: [مَا أُمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ] ”وہ جو تمھارے لیے روک لے تو تم اسے کھاؤ۔“^③

ان حیوانات کو جن کے ساتھ شکار کیا جاتا ہے ”جوارح“ کے نام سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کہ جوارح، جرح سے ہے جس کے معنی کمانے کے ہیں، عرب کہتے ہیں: فُلَانٌ جَرَحَ أَهْلَهُ خَيْرًا ”فلاں شخص نے اپنے اہل و عیال کے لیے نیک نامی کمائی ہے۔“ اسی طرح وہ کہتے ہیں: فُلَانٌ لَا جَارِحَ لَهُ ”فلاں شخص کا کوئی کمانے والا نہیں ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَعْلَمُ مَا جَوَّحْتُمْ بِاللَّهَارِ﴾ (الأنعام: 60) ”اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو وہ خبر رکھتا ہے۔“ یعنی تم اچھا یا برا جو عمل کماؤ، وہ اسے جانتا ہے۔

فرمان الہی: ﴿مُكَلِّبِينَ﴾ کے بارے میں احتمال ہے کہ یہ ﴿عَلَيْكُمْ﴾ کی ضمیر سے حال ہو، مطلب یہ کہ یہ فاعل سے حال ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ مفعول، یعنی: ﴿الْجَوَارِحِ﴾ سے حال ہو، یعنی وہ شکار بھی حلال ہے جو تمھارے سکھائے ہوئے ان جانوروں نے کیا ہو جو شکار کرنے کے لیے سدھائے گئے ہوں اور وہ انھیں اپنے بچوں یا ناخنوں کے ساتھ شکار کریں۔

اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شکاری جانور اپنے بچے یا ناخن کے بجائے نکر مار کر شکار کو قتل کرے تو وہ حلال نہیں ہوگا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿تَعْلَمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ﴾ ”اور جس (طریق) سے اللہ نے تمھیں (شکار کرنا) سکھایا ہے (اس طریق سے) تم نے ان کو سکھایا ہو۔“ اور وہ اس طرح کہ جب اسے شکار کے لیے چھوڑا جائے تو وہ چل پڑے اور جب اسے روکا جائے تو فوراً رک جائے اور جب وہ شکار کو پکڑ لے تو اسے اپنے مالک کے لیے پکڑے رکھے حتیٰ کہ وہ اس کے پاس آ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ ”تو جو شکار وہ تمھارے

① تفسیر ابن عباس: 171/1، رقم: 291 و تفسیر الطبری: 121/6 والسنن الکبریٰ للبیہقی، الصيد والذبائح: 235/9

والدر المنثور: 460/2. ② تفسیر الطبری: 122/6. ③ تفسیر الطبری: 122/6 و جامع الترمذی، الصيد، باب ماجاء

فی صید البزاة، حدیث: 1467 و سنن أبی داود، الضحایا، باب فی الصيد، حدیث: 2851.

لیے پکڑ رکھیں اس کو کھالیا کرو (اور شکاری جانوروں کے چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لے لیا کرو۔“ جب شکاری جانور سدھایا ہوا ہو، وہ شکار کو اپنے مالک کے لیے پکڑ رکھے اور اسے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو تو یہ شکار حلال ہے، خواہ وہ اسے قتل ہی کیوں نہ کر دے اور اس مسئلہ پر اجماع ہے۔

اس آیت کریمہ کی طرح سنت سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑتا ہوں اور میرے لیے شکار پکڑتے ہیں اور میں اللہ کا نام لے لیا کرتا ہوں؟ فرمایا:

[إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ الْمُعْلَمَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ، (فَكُلْ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ)، قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلَنِي؟ قَالَ: وَإِنْ قَتَلَنِي، مَا لَمْ يَشْرِكْهَا كَلْبٌ لَيْسَ مَعَهَا، (فَإِنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى غَيْرِهِ) قُلْتُ لَهُ: فَإِنِّي أُرْمِي بِالْمِعْرَاضِ الصَّيْدَ، فَأُصِيبُ؟ فَقَالَ: إِذَا رَمَيْتَ بِالْمِعْرَاضِ فَخَزَقَ فَكُلْهُ، وَإِنْ أَصَابَهُ بَعْرُضُهُ، فَإِنَّهُ وَقِيدٌ فَلَا تَأْكُلُ]

”جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور اللہ کا نام بھی لے لو تو جو شکار وہ تمہارے لیے پکڑے، اسے کھا لو میں نے کہا کہ اگر وہ اسے قتل کر دیں؟ فرمایا: خواہ وہ اسے قتل کر دیں۔ بشرطیکہ قتل میں کوئی ایسا کتا شریک نہ ہو جو ان میں سے نہ ہو کیونکہ تم نے تو اپنے کتے کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا ہوتا ہے اور کسی دوسرے پر اللہ کا نام نہیں لیا ہوتا، میں نے عرض کی کہ میں شکار پر چھری لگی ہوئی لاٹھی پھینکتا ہوں جو اسے لگ جاتی ہے؟ فرمایا: اگر تم ایسی لاٹھی پھینکو اور وہ اسے پھاڑ دے تو اسے کھا لو اور اگر وہ لاٹھی عرض کی طرف سے لگے تو وہ چوٹ لگا ہوا جانور ہے، اسے مت کھاؤ۔“^(۱)

اور صحیح بخاری و مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: [إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ فَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ، فَإِنْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَادْكُرْ كَتَمَهُ حَيًّا فَادْبَحْهُ، وَإِنْ أَدْرَكَ كَتَمَهُ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ (فَإِنْ أَخَذَ الْكَلْبُ ذَكَاتَهُ)] ”جب تم اپنے کتے کو بھیجو تو اس پر اللہ کا نام لاؤ اور اگر وہ تمہارے لیے پکڑے اور تم اسے زندہ پاؤ تو اسے ذبح کر لو اور اگر تم اسے پاؤ کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے لیکن اسے خود نہیں کھایا تو پھر تم اسے کھا لو کیونکہ کتے کا اسے پکڑنا ہی اسے ذبح کرنا ہے۔“^(۲) اور

(۱) صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب صید القوس، حدیث: 5477 و صحیح مسلم، الصيد والذبائح، باب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، حدیث: (1)-1929 واللفظ له، البتہ تو سین والے الفاظ علی الترتیب درج ذیل حوالوں کے مطابق ہیں: جامع الترمذی، الصيد، باب ماجاء فی الکلب يأكل من الصيد، حدیث: 1470 وسنن النسائی، الصيد والذبائح، باب النهی عن أكل ما لم يذكر اسم الله عليه، حدیث: 4269 و صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب: إذا وجد مع الصيد كلبا آخر، حدیث: 5486. (۲) صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب التسميه على الصيد، حدیث: 5475 و صحیح مسلم، الصيد والذبائح، باب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، حدیث: (6)-1929 واللفظ له، البتہ تو سین والے الفاظ المعجم الكبير للطبرانی: 71/17 کے مطابق ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [فَإِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ] ”اگر اس نے شکار کو خود کھا لیا ہو تو پھر تم اسے نہ کھاؤ کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ شکار خود اس نے اپنے لیے کیا ہوگا۔“^①

شکاری جانور کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لینا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ ”تو جو شکار وہ تمہارے لیے پکڑ رکھیں اس کو کھا لیا کرو اور (شکاری جانوروں کے چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لے لیا کرو۔“ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: [إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ الْمُعْلَمَ، وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ، فَكُلْ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ] ”جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور اسے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لو تو جو شکار وہ تمہارے لیے پکڑے اسے کھا لو۔“^②

صحیحین میں ابو ثعلبہ سے مروی حدیث میں بھی ہے: [إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ فَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ]، [وَإِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ] ”جب تم اپنے کتے کو چھوڑو تو اس پر اللہ کا نام لے لو، اور جب تم اپنے تیر کو پھینکو تو اس پر اللہ کا نام لے لو۔“^③

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب تم اپنے شکاری جانور کو بھیجو تو اللہ کا نام لے لو اور اگر بھول جاؤ تو کوئی حرج نہیں۔^④ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اسے کھانے کے وقت اللہ کا نام لیا جائے جیسا کہ صحیحین میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پرورش کردہ عمر بن ابوسلمہ سے فرمایا تھا: [اسْمَ اللَّهِ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ] ”اللہ کا نام لو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے

① صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب الصيد إذا غابه عنه يومين أو ثلاثة، حديث: 5484 وصحيح مسلم، الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمي، حديث: (2)-1929، ص ١٠٠ . . . ② صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب إذا أكل الكلب . . . ، حديث: 5483 وصحيح مسلم، الصيد والذبائح . . . ، باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمي، حديث: 1929 وجامع الترمذی، الصيد ماجاء في الكلب يأكل من الصيد، حديث: 1470 . . . ③ صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة، حديث: 5484 اس حدیث کا ابتدائی حصہ صحیح مسلم، الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمي، حديث: (6) ١٠٠٠ اور آخری حصہ (7)-1929 کے مطابق ہے لیکن یہ الفاظ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت کے ہیں، البتہ ابو ثعلبہ کی روایت جو تفسیر ابن کثیر میں مذکور ہے اس کے قریب ترین الفاظ جامع ترمذی میں اس طرح ہیں: [إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ الْمُكَلَّبَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ . . . وَإِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ] جامع الترمذی، الأطعمة، باب ماجاء في الأكل في آتية الكفار، حديث: 1797 اور ابو ثعلبہ کی روایت صحیحین میں بالفاظ دیگر مروی ہے دیکھیے: صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب ماجاء في التصيد، حديث: 5488 وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمي، حديث: 1930 مطوًلاً . . . ④ تفسیر الطبری: 135/6 والدر المنثور: 460/2 .

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ط وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلْلٌ لَكُمْ ط وَطَعَامُكُمْ حَلْلٌ

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے، اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، اور تمہارے لیے

لَهُمْ ط وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا

پاک دامن مسلمان عورتیں، اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں حلال ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی جبکہ تم انہیں ان کے مہر دے دو، نیز انہیں

اتَّيَسَّرَ لَكُمْ ط أَجُورُهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ط وَمَنْ يَكْفُرْ

نکاح کی قید میں لانے والے بنو نہ بدکاری کرنے والے اور نہ چھپی آشنائی رکھنے والے، اور جو ایمان سے انکار کرے گا تو اس کا عمل یقیناً برباد ہو گیا

بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ط وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ⑤

اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا ⑤

آگے سے کھاؤ۔“ ① اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) ہمارے پاس کچھ ایسے لوگ جنہوں نے کفر کو نیا نیا چھوڑا ہوتا ہے، گوشت لے کر آتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا ہوتا ہے یا نہیں؟ فرمایا: [سَمِعُوا اللَّهَ عَلَيْهِ (أَنْتُمْ) وَكُلُّوا] ”تم خود اس پر اللہ کا نام لے لو اور کھاؤ۔“ ②

تفسیر آیت: 5

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے: اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کرتے ہوئے کہ اس نے اپنے مومن بندوں کے لیے ناپاک چیزوں کو حرام اور پاک اشیاء کو حلال قرار دیا ہے، فرمایا ہے: ﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ط﴾ ”آج تمہارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب، یعنی یہود و نصاریٰ کے ذبیحوں کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلْلٌ لَكُمْ ط﴾ ”اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لیے حلال ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوامامہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطاء، حسن، مکحول، ابراہیم نخعی، سدی اور مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہاں کھانے سے مراد اہل کتاب کے ذبیحے ہیں۔ ③ اور اس بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحے مسلمانوں کے لیے حلال ہیں کیونکہ وہ بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے، اس لیے وہ بھی اپنے ذبیحوں پر اللہ ہی کا نام لیتے ہیں، گو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کے عقیدے میں ایسی باتیں بھی ہیں جن سے اس کی ذات منزہ، ارفع و اعلیٰ اور پاک ہے۔

① صحیح البخاری، الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، حديث: 5376 وصحيح مسلم، الأشربة،

باب آداب الطعام والشراب وأحكامها، حديث: 2022. ② صحيح البخاری، البيوع، باب من لم ير الوساوس.....،

حديث: 2057 اور [أَنْتُمْ] صحيح البخاری، الذبائح والصيد، باب ذبيحة الأعراب ونحوهم، حديث: 5507 کے مطابق

ہے۔ ③ تفسیر الطبری: 137، 136/6.

صحیح حدیث میں عبداللہ بن مُعْقِل رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ خیبر کے دن چربی سے بھرا ہوا ایک تھیلا پھینکا گیا جسے میں نے سنبھال لیا اور کہا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا۔ اور جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری اس بات پر مسکرا رہے تھے۔^①

اس حدیث سے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے بوقت ضرورت کھانے پینے کی چیزوں کو لے لینا جائز ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اصحاب مالک نے یہود کے ذبیحے میں سے چربی وغیرہ کے کھانے کو، جو ان کے عقیدے کے مطابق حرام ہے، ممنوع قرار دیا ہے اور جمہور نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بہتر دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ اہل خیبر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روٹ کی ہوئی بکری کا تحفہ دیا اور اس کی دسٹ کو ہر آلود کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دسٹ کا گوشت پسند تھا، اس لیے جیسے ہی آپ نے اسے کھانے کے لیے منہ لگایا تو وہ دسٹ بول اٹھی کہ وہ زہر آلود ہے، البتہ اس سے آپ کے سامنے کے دو دانت مبارک اور رگ ابھر متاثر ہو گئے تھے، آپ کے ساتھ بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے بھی اسے کھالیا تھا اور اسی وجہ سے وہ فوت ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب نامی اس یہودی عورت کو قتل کر دیا تھا جس نے گوشت میں زہر ملا یا تھا۔^②

اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ آپ نے اور آپ کے ساتھ اس وقت موجود صحابہ نے اسے کھانے کا ارادہ تو کر لیا تھا مگر یہودیوں سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ انھوں نے اس میں سے اس چربی وغیرہ کو دور کر دیا ہے یا نہیں جس کا کھانا ان کے عقیدے کے مطابق حرام ہے۔

اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَكُلُوا مِمَّا حَلَلُوا﴾ ”اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔“ یعنی تمہارے لیے یہ حلال ہے کہ تم اپنے ذبیحے اہل کتاب کو کھلاؤ، یہ ان کے ہاں حکم کے بارے میں خبر نہیں ہے، ہاں! البتہ اس کے بارے میں یہ خبر ہو سکتی ہے جو انھیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ہر اس کھانے کو کھالیں جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، خواہ وہ کھانا ان کی اپنی ملت کے لوگوں کا ہو یا کسی دوسری ملت کے لوگوں کا لیکن پہلے معنی زیادہ واضح ہیں، یعنی مسلمانو! تمہارے لیے یہ حلال ہے کہ تم اپنے ذبیحے انھیں کھلاؤ جس طرح ان کے ذبیحے تم خود کھا لیتے ہو، اور یہ بدلے و مقابلے کے قبیل سے ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لباس مبارک عبداللہ بن ابی ابن سلول کے لیے اس وقت دیا تھا جب وہ فوت ہوا تا کہ اس میں اسے کفن دیا جاسکے کیونکہ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں تشریف آوری کے وقت انھیں اپنا لباس دیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلے میں اسے

① صحیح البخاری، فرض الخمس، باب ما یصیب من الطعام فی أرض الحرب، حدیث: 3153 وصحیح مسلم،

الجهاد، باب جواز الأكل من طعام الغنیمة فی دار الحرب، حدیث: 1772 بالفاظ دیگر، البتہ سنن أبی داود: 2702 و سنن النسائی: 4440 کے الفاظ قریب تر ہیں۔ ② ملخص از صحیح البخاری، المغازی، باب الشاة التی سُمِّت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیر،

حدیث: 4249 وصحیح مسلم، السلام، باب السم، حدیث: 2190 و سنن أبی داود، الدیات، باب فیمن سقی رجلا

سما أو أطعمه فمات، أُنْفَاد منه، حدیث: 4510-4512 .

اپنا لباس دیا^① اور وہ حدیث جس میں یہ حکم ہے: [لَا تَصْحَبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيًّا] ”مومن ہی کو اپنا ساتھی بناؤ اور تمہارا کھانا متقی و پرہیزگار ہی کھائے۔“^② تو اسے فضیلت اور استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے: فرمان الہی ہے: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ ”اور پاک دامن مومن عورتیں۔“ یعنی تمہارے لیے پاک دامن مومن عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے۔ آیت کریمہ سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ پاک دامن سے مراد یہ ہے کہ وہ بدکاری سے پاک ہوں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿مُحْصَنَاتٌ غَيْرُ مُسَفِّحَاتٍ وَلَا مُتَخَذَاتٍ أَخْدَانٍ﴾ (النساء: 25) ”عقیقہ ہوں نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے تھی کہ عیسائی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، آپ فرماتے تھے کہ اس سے بڑھ کر اور زیادہ شرک کیا ہو سکتا ہے کہ عیسائی عورت یہ کہتی ہے کہ اس کا رب عیسیٰ ہے۔^③ اور اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ (البقرة: 221) ”اور (مومنو!) تم مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرو۔“

امام ابن ابی حاتم نے ابومالک غفاری کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب یہ آیت: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ نازل ہوئی تو لوگ ان سے نکاح کرنے سے رک گئے حتیٰ کہ اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْكُفَرَاءِ أُولَٰئِكَ لَا حَرَمٌ لَّهُمْ﴾ ”اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں حلال ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔“ تو لوگوں نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا شروع کر دیا۔^④

صحابہ کرام میں سے بہت سے لوگوں نے عیسائی عورتوں سے نکاح کیا^⑤ اور اس میں اس آیت کریمہ میں دی گئی اجازت کے پیش نظر کوئی حرج محسوس نہیں کیا تھا۔ اور اس آیت سے انھوں نے سورۃ بقرہ کی آیت: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ کی تخصیص کر دی تھی بشرطیکہ یہ کہا جائے کہ اہل کتاب کی عورتیں بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہیں، ورنہ دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر اہل کتاب اور مشرکین کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے، مثلاً: ﴿لَمْ يَكُنْ

① صحیح البخاری، الجنائز باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعله؟ حدیث: 1350. ② سنن ابی داود، الأدب، باب من یؤمر أن یحالس، حدیث: 4832 وجامع الترمذی، الزهد، باب ما جاء فی صحبة المؤمن، حدیث: 2395 و مسند أحمد: 38/3 ولفظ: ه. ③ ماخوذ از صحیح البخاری، الطلاق، باب قول الله تعالى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ (البقرة: 221)، حدیث: 5285. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 397/2 والمعجم الكبير للطبرانی: 105/12، حدیث: 12607. ⑤ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عثمان بن عفان، حذیفہ بن یمان اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم کے نام آتے ہیں اور ان میں سے بعض نے یہودی عورتوں سے بھی نکاح کیا تھا، دیکھیے السنن الکبریٰ للبیہقی، النکاح، باب ما جاء فی تحریم حرائر اهل الشرك: 172/7 والمصنف لعبد الرزاق، اهل الكتاب، باب نکاح نساء اهل الكتاب: 78/6 والمصنف لابن ابی شیبہ، النکاح، باب من كان یکره النکاح فی اهل الكتاب: 462/3 و باب من رخص: 463/3.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کر لو

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ط وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ط وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْطُطِي

اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھو لو۔) اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کر لو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم

أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَايِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا

میں سے کوئی قضاے حاجت سے (فارغ ہو کر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو، پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم

صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِّنْهُ ط مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ

کر لو، پس اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لو، اللہ نہیں چاہتا کہ تمہیں تنگی میں ڈالے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے،

حَرْجٍ وَلَكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾

اور تم پر اپنی نعت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو ﴿٦﴾

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالشَّارِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾ (البينة 1:98) ”اہل کتاب کے بعض کافر

اور مشرکین (کفر سے) رُکنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس واضح دلیل آ جائے۔“ اور جیسا کہ فرمان الہی ہے: وَقُلْ

لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ ءَاسَلْتُكُمْ ط إِنْ أَسَلَّمُوا فَقَدْ اٰهْتَدَوْا ؕ (آل عمران 20:3) ”اور (اے نبی!) اہل کتاب

اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ کیا تم بھی (اللہ کے فرمانبردار بننے اور) اسلام لاتے ہو؟ تو اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو یقیناً

ہدایت پالیں۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذَا أَتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ﴾ ”جب تم انھیں ان کا مہر دے دو۔“ یعنی جس طرح وہ پاک

دامن اور عفت مآب ہیں تو تم بھی خوش دلی سے ان کا مہر انھیں ادا کرو۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اور اسی طرح عامر شعی،

ابراہیم نخعی اور حسن بصری رحمہم کا اس کے بارے میں فتویٰ ہے کہ جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرے اور وہ (عورت) دخول

سے پہلے زنا کر لے تو ان دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی اور عورت مرد کو اس کا دیا ہوا مہر واپس کر دے گی۔ اس فتوے کو ان

سے امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ ﴿١﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ط﴾ ”اور ان سے عفت قائم رکھنی مقصود

ہو نہ کھلی بدکاری کرنی اور نہ چھپی دوستی کرنی۔“ جیسے عورتوں کے بارے میں پاک دامنی اور عفت مآب کی شرط تھی، ایسے ہی مرد

کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ وہ پاک دامن اور عفت مآب ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿غَيْرَ مُسْفِحِينَ﴾ وہ ایسے بدکار نہ ہوں کہ

معصیت سے باز ہی نہ آئیں اور اپنے نفسوں پر قابو ہی نہ پاسکیں۔ ﴿وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ط﴾ یعنی اور نہ وہ (مخفی طور پر)

انہیں اپنی محبوبائیں بنائیں کہ بدکاری صرف انہی سے کریں^① جیسا کہ سورۃ نساء میں بھی اسی طرح بیان کیا جا چکا ہے۔^②

تفسیر آیت: 6

وضو کا حکم: اس آیت کریمہ میں قصد نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو شخص بے وضو ہو تو اس کے لیے وضو کرنا واجب ہے اور جو با وضو ہو اس کے لیے دوبارہ وضو کر لینا مستحب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لیے وضو کرنا واجب تھا لیکن بعد ازاں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔^③

امام احمد رحمہ اللہ نے سلیمان بن بُریدہ کی اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو فرمایا کرتے تھے لیکن فتح مکہ کے دن آپ نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا اور ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آج آپ نے ایسا کام کیا ہے جو پہلے نہیں کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: [إِنِّي عَمَدًا فَعَلْتُهُ يَا عُمَرُ!] ”عمر! میں نے یہ دانستہ کیا ہے۔“^④ اس طرح اس حدیث کو امام مسلم اور اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔^⑤ اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن جریر نے فضل بن مبشر سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ ایک ہی وضو سے کئی نمازیں ادا فرمالیا کرتے تھے لیکن جب پیشاب کرتے یا بے وضو ہو جاتے تو وضو کر لیتے اور وضو سے بچے ہوئے پانی کے ساتھ موزوں پر مسح کر لیا کرتے تھے، میں نے عرض کی: ابو عبد اللہ! یہ کام آپ اپنی رائے سے کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں اسی طرح کرتا ہوں جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔^⑥

- ① دراصل جاہلیت میں بدکاری کی دو صورتیں تھیں، ایک تو وہ مرد یا عورتیں تھیں جو اجرت پر سرعام اس کے مرتکب ہوتے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ کئی مردوں یا عورتوں نے اپنے اپنے پوشیدہ دوست اور محبوب بنارکھے ہوتے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ گل چھڑے اڑاتے۔ ان کے ہاں سرعام بدکاری کرنا تو جرم اور باعث ملامت تھا لیکن چھپی دوستی اور آشنائی جو کسی ایک کے ساتھ خاص ہو، اسے وہ روا سمجھتے تھے یہاں سورۃ مائدہ میں ایسے مردوں کو چھپی آشنائی سے روکا گیا ہے اور سورۃ نساء میں ایسی عورتوں کو منع کیا گیا ہے جو کسی مرد کو مختص کر کے آشنا بنالیں، پھر اسے روا بھی سمجھیں، دیکھیے تفسیر الطبری: 30-28/5 . ② دیکھیے آیت: 25 کے ذیل میں عنوان: ”آزاد عورتوں سے نکاح.....“ البتہ مصباح المنیر میں امام شاکب رحمہ اللہ کا وہ قول سورۃ نساء میں بیان نہیں ہوا کہ ﴿وَلَا تُنْكِحُوا مَا كَانُوا آبَاءُكُمْ يُنْكِحُونَ﴾ (النساء: 25) سے مراد ایسی عورتیں ہیں جو صرف ایک ہی کو اپنا چھپا آشنا بنالیں اور اسی کی ہو جائیں، دیکھیے تفسیر الطبری: 29/5 . ③ دیکھیے مسند أحمد: 225/5 . ④ مسند أحمد: 358/5 ، البتہ مسند میں [فعلتہ] کے بجائے [فعلت] ہے۔ اور وہ کتب سنن میں موجود ہے۔ ⑤ صحیح مسلم، الطہارۃ، باب جواز الصلوات کلھا بوضوء واحد، حدیث: 277 و سنن أبی داود، الطہارۃ، باب الرجل یصلی الصلوات بوضوء واحد، حدیث: 172 و جامع الترمذی، الطہارۃ، باب ماجاء أنه یصلی الصلوات بوضوء واحد، حدیث: 61 و سنن النسائی، الطہارۃ، باب الوضوء لكل صلاة، حدیث: 133 و سنن ابن ماجہ، الطہارۃ و سننہا، باب الوضوء لكل صلاة و الصلوات کلھا بوضوء واحد، حدیث: 510 و تفسیر الطبری: 153/6 . ⑥ تفسیر الطبری: 151/6 اور دیکھیے سنن ابن ماجہ، الطہارۃ و سننہا، باب الوضوء لكل صلاة و الصلوات کلھا بوضوء واحد، حدیث: 511 .

امام احمد نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے عبید اللہ سے کہا: کیا تم نے دیکھا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وضو ہوں یا بے وضو وہ ہر نماز کے لیے وضو کرتے ہیں تو انھوں نے یہ طریقہ کس سے لیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اسماء بنت زید بن خطاب نے ان سے بیان کیا کہ ان سے عبد اللہ بن حنظلہ بن ابو عامر ابن غسیل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر نماز کے لیے وضو کا حکم دیا گیا تھا، خواہ آپ با وضو ہوں یا بے وضو۔ جب آپ کو اس میں دشواری محسوس ہوئی تو آپ کو ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دے دیا گیا اور وضو کے بارے میں یہ حکم دے دیا گیا کہ اس وقت وضو کریں جب بے وضو ہوں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ انھیں اس بات کی طاقت ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضو کر سکتے ہیں حتیٰ کہ وہ ساری زندگی وفات تک اسی طرح کرتے رہے۔^(۱) اسی طرح اسے امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔^(۲) نماز کے لیے ہمیشہ تازہ اور مکمل وضو کرنے کا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فعل اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔

امام ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا تو صحابہ نے عرض کی کہ ہم آپ کے پاس وضو کے لیے پانی لائیں؟ تو آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ] ”مجھے صرف نماز پڑھنے کے لیے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔“^(۳) اسی طرح اس حدیث کو امام ترمذی اور نسائی نے بیان کیا ہے۔^(۴) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن (صحیح) قرار دیا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپ باہر تشریف لے گئے، پھر آپ جب قضائے حاجت سے واپس تشریف لائے تو کھانا پیش کیا گیا اور عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: [لَمْ، أَصَلِّ فَاَتَوَضَّأُ؟] ”کیوں، کیا میں نے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟“^(۵)

وضو کی نیت اور تسمیہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاعْسِلُوا وَوُحِّدْكُمْ﴾ ”تو اپنے چہرے دھولو۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾ ”جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ دھولیا کرو۔“ سے استدلال کیا گیا ہے کہ وضو میں نیت واجب ہے گویا اصل کلام اس طرح ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو نماز کے لیے منہ دھولیا کرو جیسا کہ عرب کہتے ہیں: إِذَا رَأَيْتَ الْأَمِيرَ فَقُمْ ”جب تم امیر کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔“ یعنی امیر کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ صحیحین میں حدیث ہے: [إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَى] ”بس تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے

① مسند أحمد: 225/5 . ② سنن أبي داود، الطهارة، باب السواك، حديث: 48 . ③ سنن أبي داود، الأطعمة،

باب في غسل اليدين عند الطعام، حديث: 3760 . ④ جامع الترمذی، الأطعمة، باب في ترك الوضوء قبل الطعام،

حديث: 1847 وسنن النسائي، الطهارة، باب الوضوء لكل صلاة، حديث: 132 . ⑤ صحيح مسلم، الحيض، باب

جواز أكل المحدث الطعام وأنه لا كراهة في ذلك.....، حديث: (119)-374 ومسند أحمد: 359/1 .

لیے وہی کچھ ہے جو وہ نیت کرے۔“^①

اور یہ بھی مستحب ہے کہ چہرہ دھونے سے پہلے وضو شروع کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھی جائے کیونکہ بہت سی جید سندوں کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ] ”جو وضو (شروع) کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لے، اس کا وضو ہی نہیں ہوتا۔“^② اور یہ مستحب ہے کہ برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھو لے اور سوکراٹھنے کے بعد تو اس کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَدْخُلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَإِنْ أَحَدُكُمْ لَا يَذَرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ] ”جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنے ہاتھ کو تین بار دھونے سے پہلے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔“^③

فقہاء کے نزدیک چہرے کی حد طول کی طرف سے سر کے بالوں کے اگنے کی جگہ سے لے کر رخساروں اور ٹھوڑی کے نیچے تک اور عرض کی طرف سے ایک کان سے لے کر دوسرے کان تک ہے۔ یاد رہے! اس میں اعتبار عام صورت حال کا ہے اگر کسی کی پیشانی سے بال گر گئے ہوں یا اس قدر بڑھ گئے ہوں کہ انھوں نے پیشانی کو بھی ڈھانپ رکھا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔

داڑھی کا خلال: امام احمد رحمہ اللہ نے ابو وائل (شقیق بن سلمہ) کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا..... اس حدیث میں انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ آپ ﷺ نے چہرہ دھوتے وقت تین بار داڑھی کا خلال بھی کیا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا جس طرح یہ کام کرتے ہوئے تم نے مجھے دیکھا ہے۔^④ اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ رحمہما نے بھی بیان کیا ہے۔^⑤ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اور امام بخاری

① صحیح البخاری، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ،.....، حديث: 1 وصحيح مسلم، الإمامة، باب قوله ﷺ: إنما الأعمال بالنية،.....، حديث: 1907. ② سنن أبي داود، الطهارة، باب في التسمية على الوضوء، حديث: 101 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. وجامع الترمذی، الطهارة، باب ما جاء في التسمية عند الوضوء، حديث: 25 عن سعيد بن زيد رضی اللہ عنہ. وسنن النسائي، الطهارة، باب التسمية عند الوضوء، حديث: 78 عن أنس رضی اللہ عنہ. وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب ما جاء في التسمية في الوضوء، حديث: 397 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ. وحديث: 400 عن سهل بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ. ③ صحيح البخاری، الوضوء، باب الاستحجار وترأ، حديث: 162 وصحيح مسلم، الطهارة، باب كراهة غمس المتوضئ،.....، حديث: 278. لیکن [فَلَا يَدْخُلْ] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الرجل يدخل يده في الإناء قبل أن يغسلها، حديث: 105 میں ہے۔ ④ مسند أحمد: 57/1. لیکن تحلیل لحيه (داڑھی کا خلال) کا ذکر یہاں نہیں جبکہ یہ صحیح ابن حبان، الطهارة، باب سنن الوضوء: 363/3، حديث: 1081 وسنن الدارقطني، الطهارة، باب ما روى في الحث.....: 85/1، حديث: 283 میں ہے، اور دیکھیے مسند أحمد: 234/6 عن عائشة رضی اللہ عنہا. ⑤ جامع الترمذی، الطهارة، باب ما جاء في تحليل اللحية، حديث: 31 وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب ما جاء في تحليل اللحية، حديث: 430.

نے حسن قرار دیا ہے۔^①

وضو کی کیفیت: امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے وضو (شروع) کیا تو اپنے چہرے کو دھویا، پھر پانی کا ایک چلو لیا اور اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر چلو لے کر اس طرح کیا، یعنی اس کے ساتھ دوسرے ہاتھ کو ملا لیا اور اس سے چہرے کو دھویا، پھر پانی کا چلو لے کر اس سے اپنے دائیں ہاتھ کو دھویا، پھر پانی کا چلو لے کر اس سے اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر پانی کا چلو لے کر اپنے دائیں پاؤں پر اس قدر چھینٹے مارے حتیٰ کہ اسے دھو دیا، پھر پانی کا چلو لے کر اپنے بائیں پاؤں کو دھویا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا۔^② اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔^③

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَأَيُّكُمْ إِلَى الْمَوَافِقِ﴾ ”اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا کرو۔“ یعنی کہنیوں سمیت جیسا کہ حسب ذیل آیت میں بھی الٰہی حرف جار مع کے معنی میں ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا﴾ (النساء: 2:4) ”اور نہ تم ان کا مال اپنے مال کے ساتھ (ملا کر) کھاؤ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔“ وضو کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے وقت بازوؤں کے کچھ حصے کو بھی دھولے کیونکہ امام بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنْ أُمْتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَارِ الْوُضُوءِ، (فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ) ”میری امت (کے لوگوں) کو روز قیامت جب بلایا جائے گا تو وضو کے اثرات کی وجہ سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے (تو جسے اپنی چمک دمک کو لمبا کرنے کی استطاعت ہو تو وہ ایسا ضرور کرے)۔“^④

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے محبوب دوست ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [تَبْلُغُ الْحَلِيَّةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ] ”جہاں تک وضو کا پانی پہنچا ہوگا وہاں تک مؤمن (چمک دمک کے) زیور سے آراستہ ہوگا۔“^⑤

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ﴾ ”اور سر کا مسح کر لیا کرو۔“ یہاں باء الصاق (ملانے) جوڑنے کے لیے ہے۔ صحیحین میں امام مالک کے طریق سے عمرو بن یحییٰ مازنی کی اپنے باپ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن زید بن عاصم سے کہا، جو عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں اور جن کا شمار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے، کیا آپ مجھے یہ دکھا سکتے ہیں کہ

① السنن الكبرى للبيهقي، الطهارة، باب تحليل اللحية: 54/1 اور بعض محققين نے اس کو العلل الكبير للترمذی: 115/1

کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے۔ ② مسند أحمد: 268/1. ③ صحيح البخاری، الوضوء، باب إسباغ الوضوء، حدیث:

140. ④ صحيح البخاری، الوضوء، باب فضل الوضوء.....، حدیث: 136 و صحيح مسلم، الطهارة، باب استحباب

إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، حدیث: (35)-246. ⑤ صحيح مسلم، الطهارة، باب تبليغ الحلية حيث يبلغ

الوضوء، حدیث: 250.

رسول اللہ ﷺ وضو کس طرح فرمایا کرتے تھے؟ عبد اللہ بن زید نے کہا: ہاں، پھر انھوں نے پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر ڈالا، دونوں ہاتھوں کو دو بار دھویا، پھر تین بار کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو بار دھویا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، دونوں ہاتھوں کو آگے بھی لے آئے اور پیچھے بھی لے گئے لیکن مسح کا آغاز سر کے ابتدائی حصے سے کیا تھا اور انھیں گدی تک لے گئے تھے، پھر واپس وہاں تک لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا، پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔^①

رسول اللہ ﷺ کے وضو کی صفت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عبد خیر نے جو حدیث بیان کی ہے، وہ بھی اسی طرح ہے۔^② نیز امام ابو داؤد نے حضرت معاویہ اور مقدام بن معدیکرب سے بھی رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بارے میں جو احادیث بیان کی ہیں، ان میں بھی اسی طرح ہے۔^③ الغرض یہ تمام احادیث اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ سارے سر کا مسح کرنا واجب ہے۔

امام عبدالرزاق نے عمران بن ابان کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا اور انھیں دھویا، پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرے کو تین بار دھویا، پھر دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر بائیں کو اسی طرح، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر دائیں پاؤں کو اسی طرح دھویا، پھر بائیں پاؤں کو تین بار دھویا۔ اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح وضو فرمایا تھا جس طرح میں نے یہ وضو کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ تَوَضَّأَ وَضُوءِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ] ”جو شخص اس طرح وضو کرے جس طرح میں نے یہ وضو کیا ہے، پھر دو رکعتیں پڑھ لے اور ان میں اپنے نفس سے باتیں نہ کرے تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“^④ اسے امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے بھی صحیحین میں بیان فرمایا ہے۔^⑤

سنن ابو داؤد میں وضو کی کیفیت کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے سر کا مسح ایک بار ہی کیا۔^⑥

پاؤں کا بغیر موزوں یا جرابوں کے مسح نہیں بلکہ انھیں دھونا واجب ہے: ارشاد الہی: ۞ وَاجْلِسْكُمْ إِلَى الْكُعْبَيْنِ ط

- ① صحیح البخاری، الوضوء، باب مسح الرأس كله، حدیث: 185 و صحیح مسلم، الطہارۃ، باب آخر فی صفة (الوضوء)، حدیث: 235. ② سنن أبی داؤد، الطہارۃ، باب صفة وضوء النبی ﷺ، حدیث: 111 و جامع الترمذی، الطہارۃ، باب ما جاء فی وضوء النبی ﷺ، کیف كان؟ حدیث: 49. ③ سنن أبی داؤد، الطہارۃ، باب صفة وضوء النبی ﷺ، حدیث: 121-124. ④ المصنف لعبد الرزاق، الطہارۃ، باب ما یُکْفَرُ الوضوء والصلاة: 44/1، 45، حدیث: 139. ⑤ صحیح البخاری، الوضوء، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، حدیث: 159 و صحیح مسلم، الطہارۃ، باب صفة الوضوء و کماله، حدیث: 226. ⑥ سنن أبی داؤد، الطہارۃ، باب صفة وضوء النبی ﷺ، حدیث: 108.

میں ﴿وَأَرْجُلُكُمْ﴾ کو ﴿فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ﴾ پر عطف کی وجہ سے منصوب پڑھا گیا ہے۔ امام ابن ابوجاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے اسے ﴿وَأَرْجُلُكُمْ﴾ (نصب کے ساتھ) پڑھا اور فرمایا ہے کہ پاؤں کا تعلق دھونے سے ہے۔^① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عروہ، عطاء، عکرمہ، حسن، مجاہد، ابراہیم، ضحاک، سدی، مقاتل بن حیان، زہری اور ابراہیم تیمی رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^② پاؤں کے دھونے کے واجب ہونے کے بارے میں یہ قراءت ظاہر ہے جیسا کہ سلف نے کہا ہے۔

مجاورت اور کلام کی مناسبت کی وجہ سے اسے مجرور بھی پڑھا گیا ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں: جُحِرُ صَبٌّ خَرِبٌ ”سانڈے کا خراب سوراخ۔“ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿عَلَيْهِمْ شِيَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ﴾ (الدھر: 21) ”ان (کے بدنوں) پر دیرینا کے سبز اور طلّس کے کپڑے ہوں گے۔“ عربی زبان میں یہ ایک جانا بوجھا اور مشہور و معروف اسلوب ہے۔ پاؤں دھونے کے بارے میں احادیث مبارکہ: امیر المؤمنین حضرت عثمان، امیر المؤمنین حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، عبداللہ بن زید بن عاصم اور مقداد بن معد یکریم رضی اللہ عنہم سے مروی یہ حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرماتے ہوئے اپنے پاؤں کو اختلاف روایات کے مطابق ایک بار یا دو بار یا تین بار دھویا تھا۔^③

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں، جو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا، آپ ہم سے پیچھے تھے۔ آپ جب ہمارے پاس تشریف لائے تو نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے اور ہم نے اپنے پاؤں پر مسح کرنا شروع کر دیا تھا تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا: ﴿أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ﴾ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ [”(وضو کو اچھی طرح پورا کرو) ہلاکت ہے ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ سے۔“ یہ آپ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔^④ صحیحین میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔^⑤

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ﴿أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ﴾ (فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ: وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ) ”(اے ابو عبد الرحمن!) وضو اچھی طرح مکمل کرو بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”ہلاکت ہے ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ سے۔“^⑥

① تفسیر الطبری: 173/6. ② تفسیر الطبری: 173، 172/6. ③ دیکھیے عنوان ”وضو کی کیفیت“ ④ صحیح البخاری، الوضوء، باب غسل الرجلین [ولا یسمح علی القدمین]، حدیث: 163 و صحیح مسلم، الطہارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالہما، حدیث: (27)۔ 241. ⑤ لُحُوظ: اس حدیث کے ابتدائی الفاظ [أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ] صحیح مسلم میں شروع کے بجائے حدیث کے آخر میں ہیں اور صحیح بخاری کی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ ⑤ صحیح البخاری، الوضوء، باب غسل الأعقاب، حدیث: 165 و صحیح مسلم، الطہارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالہما، حدیث: (30)۔ 242 عن أبی ہریرۃ ؓ مختصراً. ⑥ صحیح مسلم، الطہارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالہما، حدیث: 240 جبکہ صحیح مسلم میں [أَسْبِغُوا] کے بجائے [أَسْبِغْ] ہے۔

عبداللہ بن حارث بن جزء سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا کہ [وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ وَبُطُونِ الْأَقْدَامِ مِنَ النَّارِ] ”ایڑیوں اور پاؤں کے تلووں کو ہلاکت ہے جہنم کی آگ سے۔“ اسے امام بیہقی و حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔^(۱)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ ایک شخص نے وضو کرتے ہوئے اپنے پاؤں پر ناخن کے بقدر جگہ چھوڑ دی جسے پانی نہیں پہنچا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ لیا تو فرمایا: [ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ] ”واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔“^② حافظ ابوبکر بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے وضو کیا اور پاؤں پر ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی (جسے اس نے نہ دھویا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: [ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ] ”لوٹ جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔“^③

امام احمد نے بعض اصحاب نبی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا در اس حالیکہ اس کے پاؤں کی پشت پر درہم کے بقدر جگہ خشک تھی جسے پانی نہیں لگا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا۔^(۴) امام ابو داؤد نے اسے بروایت بقیہ بن ولید بیان کیا ہے اور اس میں یہ زائد الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے فرمایا: نماز بھی دوبارہ پڑھو۔^(۵) اس حدیث کی سند جید، قوی اور صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

انگلیوں میں خلال کرنے کا حکم: حُمران کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بارے میں مروی حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی انگلیوں میں خلال کیا۔ ^(۵) اہل سنن نے لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے عرض کی: اے

① السنن الكبرى للبيهقي، الطهارة، باب الدليل على أن فرض الرجلين الغسل، حديث: 70/1 والمستدرک للحاکم: 162/1، حدیث: 580. ② صحیح مسلم، الطهارة، باب وجوب استيعاب جميع أجزاء محل الطهارة، حدیث: 243. ③ السنن الكبرى للبيهقي، الطهارة، باب الدليل على أن فرض الرجلين الغسل، 70/1. اور دیکھیے سنن أبي داود، الطهارة، باب تفریق الوضوء، حدیث: 173. ④ مسند أحمد: 424/3 تفسیر میں اس روایت کی سند میں بعض اصحاب النبی ﷺ کے بجائے بعض ازواج النبی ﷺ تھا لیکن اول الذکر ہی درست ہے کیونکہ مسند احمد کے علاوہ سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، دیکھیے بعدوالا حاشیہ۔ ⑤ سنن أبي داود، الطهارة، باب تفریق الوضوء، حدیث: 175 والسنن الكبرى للبيهقي، الطهارة، باب تفریق الوضوء: 83/1 اور دیکھیے إرواء الغلیل: 126/1، 127. ⑥ المصنف لعبد الرزاق، الطهارة، باب کم الوضوء من غسلة: 41/1، حدیث: 125 وجمع الزوائد، الطهارة، باب التحلیل: 539/1، حدیث: 1202 وصحیح ابن خزيمة، الوضوء، باب تحلیل اللحية فی الوضوء عند غسل الوجه: 79، 78/1، حدیث: 152، 151 والمسند الجامع: 432/12، حدیث: 9661 مذکورہ اور دیگر حوالوں میں انگلیوں میں خلال کے متعلق یہ روایت حمران کے بجائے شقیق بن سلمہ سے ہے، اور جو روایات حمران کی عثمان بن عفانؓ کے واسطے سے ہیں ان میں انگلیوں کے خلال کا ذکر نہیں۔ واللہ أعلم۔ دیکھیے صحیح البخاری، حدیث: 159 وصحیح مسلم، حدیث: 226 اور بعض روایات میں ذکر ہے کہ ”پاؤں کی انگلیوں میں خلال کیا۔“ بہر حال حضرت ابن عباس سے مسند أحمد: 287/1 میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: [حَلَّلْ أَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ] ”اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔“

”اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (تیمم) کر لو۔“

تیمم کے سلسلے میں قبل ازیں سورۃ نساء کی آیت کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔^(۱) لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے تاکہ کلام موجب طوالت نہ ہو، وہاں ہم نے آیت تیمم کا سبب نزول بھی بیان کر دیا تھا لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ایک حدیث بھی بیان فرمائی ہے جس میں خصوصی طور پر سورۃ مائدہ کی اس آیت کا ذکر ہے۔^(۲)

اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرا ہار ”بیداء“ میں اس وقت گر گیا جب ہم مدینہ میں داخل ہونے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری کو بٹھا دیا اور آپ سواری سے نیچے تشریف لے آئے، میری گود میں سر مبارک رکھا اور استراحت فرمانے لگے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے مجھے زور سے کچوکا مارا اور فرمایا کہ تم نے ہار کی وجہ سے یہاں لوگوں کو روک رکھا ہے؟ نبی کریم کے آرام کے خیال سے میں بے حس و حرکت بیٹھی رہی، حالانکہ مجھے تکلیف ہوئی تھی، پھر نبی اکرم ﷺ جب بیدار ہوئے اور صبح (کی نماز) کا وقت ہوا تو پانی تلاش کیا گیا لیکن میسر نہ آ سکا تو یہ آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ.....﴾ (الآیۃ نازل ہو گئی، اس آیت کے نزول کے بعد انسید بن خضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے آل ابو بکر! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے تم میں برکت پیدا فرمادی ہے، تم تو لوگوں کے لیے سراپا برکت ہو۔^(۳)

ارشاد الہی: ﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ﴾ ”اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا۔“ اسی لیے اس نے تمہارے لیے سہولت و آسانی پیدا فرمادی ہے اور کسی مشکل میں مبتلا نہیں کیا بلکہ مرض اور پانی کی عدم موجودگی کی صورت میں اس نے توسع اور رحمت کے پیش نظر تیمم کی اجازت دے دی ہے اور بعض وجوہ و اسباب کے سوا جن کا قبل ازیں بیان ہو چکا ہے، تیمم کو پانی کے استعمال کے قائم مقام قرار دے دیا ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ”الاحکام الکبیر“ میں ان تمام مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

فرمان الہی: ﴿وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُظَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾^(۴) ”بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔“ یعنی تم اپنے رب کی ان نعمتوں پر اس کا شکر بجالاؤ جنہیں اس نے وسعت دے کر شفقت، رحمت، سہولت اور فیاضی کی صورت میں تمہارے لیے مشروع قرار دیا ہے۔

وضو کے بعد دعا: سنت سے یہ ثابت ہے کہ وضو کرنے والا وضو کے بعد یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اس آیت کریمہ پر عمل کرنے والوں میں داخل کر کے پاک صاف ہونے والوں میں سے بنا دے جیسا کہ امام احمد، امام مسلم اور اہل سنن نے

(۱) دیکھیے آیت: 43 کے ذیل میں عنوان: ”تیمم کا بیان“ (۲) صحیح بخاری میں اس حدیث کے تمام طرق میں آیت تیمم کے نزول کا ذکر ہے، اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ اس موقع پر جو آیت نازل ہوئی وہ سورۃ مائدہ کی تھی سورۃ نساء کی نہیں۔ (۳) صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (المائدہ: 6)، حدیث: 4608 و صحیح مسلم، الحیض، باب التیمم، حدیث: 367.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ ہم خود ہی (باری باری اپنے) اونٹوں کی نگہداشت کرتے تھے جب میری باری آئی تو میں نے شام کے وقت اونٹوں کو واپس (باڑے میں) چھوڑا (خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا) تو اس وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے، اس وقت میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

[مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْحَنَّةُ] ”جو بھی مسلمان وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، اور کھڑے ہو کر دل اور چہرے سے خوب متوجہ ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا: یہ کس قدر عمدہ بات ہے، میرے سامنے سے ایک شخص نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے جو بات بیان فرمائی تھی، وہ تو اس سے بھی زیادہ عمدہ تھی، میں نے دیکھا تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ ابھی آئے ہیں۔ (اس سے پہلے) آپ نے یہ بیان فرمایا ہے: [مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ - أَوْ فَيُسْبِغُ - الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ: تَمَّ مِثْلُ] ”تم میں سے جو شخص خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر وضو کرنے کے بعد یہ کہے: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔“ [إِلَّا فَتَبَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْحَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ] ”تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ان میں سے جس دروازے سے بھی وہ چاہے، داخل ہو جائے۔“ یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

وضو کی فضیلت: امام مالک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ - أَوِ الْمُؤْمِنُ - فَعَسَلَ وَجْهَهُ، خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ - أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ - فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ - أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ - فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَسَّتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ - أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ - حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ]

”جب کوئی مرد مسلم یا مرد مومن وضو کرتے ہوئے اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اس کے چہرے کی ہر وہ غلطی جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا ہے پانی کے ساتھ۔ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ۔ دھل جاتی ہے۔ جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ہر وہ غلطی جسے اس نے اپنے ہاتھوں سے چھوا ہوتا ہے پانی کے ساتھ۔ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ۔

① صحیح مسلم، الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، حدیث: 234 و مسند أحمد: 153/4 و سنن أبی داود، الطہارۃ، باب ما یقول الرجل إذا توضأ، حدیث: 169 و سنن النسائی، الطہارۃ، باب القول بعد الفراغ من الوضوء، حدیث: 148 مختصراً و سنن ابن ماجہ، الطہارۃ و سننہا، باب ما یقال بعد الوضوء، حدیث: 470 و صحیح ابن حزمۃ، الوضوء، باب فضل التہلیل والشہادۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بالرسالۃ والعبودیۃ 110/1، 111، حدیث: 222 و السنن الکبریٰ للبیہقی، الطہارۃ، باب ما یقول بعد الفراغ من الوضوء: 78/1.

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ ۖ إِذْ قُلْتُمْ سَبْعًا وَاطْعَنَّا ز وَاتَّقُوا

اور تم پر اللہ کی جو نعمت ہوئی اسے یاد رکھو، اور وہ عہد بھی یاد رکھو جو اس نے تم سے معاہدہ کیا، جب تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اللہ

اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑦ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ

سے ڈرو، بے شک اللہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے ⑦ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اللہ کے لیے (حق پر) قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی

بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا ط اِعْدِلُوا فَهُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ز

دینے والے بنو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو،

وَ اتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ⑧ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ لَهُمْ

بے شک تم جو عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب آگاہ ہے ⑧ اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان کے

مَغْفِرَةٌ ۖ وَ أَجْرٌ عَظِيمٌ ⑨ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ أُولَٰٓئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ⑩ يَٰٓأَيُّهَا

لے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے ⑨ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی لوگ دوزخی ہیں ⑩ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ نے تم

الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۖ اِذْ هُمْ قَوْمٌ اَنْ يَبْسُطُوا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ

پر جو نعمت نازل کی وہ یاد کرو، جب ایک قوم نے ارادہ کیا تھا کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے انہیں تم پر ہاتھ ڈالنے سے روک دیا،

اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَ اتَّقُوا اللَّهَ ط وَعَلَىٰٓ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑪

اور اللہ سے ڈرو، اور ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں ⑪

دھل جاتی ہے۔ اور جب وہ اپنے پاؤں دھو رہا ہے تو ہر وہ غلطی جس کی طرف اس کے پاؤں چلے ہوں، پانی کے ساتھ۔ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ۔ دھل جاتی ہے حتیٰ کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔“ ⑪ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑫

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الطَّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأَنِ ۖ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، الصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ أَوْ عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو، فَبَايَعُ نَفْسَهُ، فَمُعْتَقُهَا أَوْ مُوبَقُهَا] ”طہارت نصف ایمان ہے، الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے سے آسمان وزمین کے درمیان کا یہ سارا خلا بھر جاتا ہے۔ نماز نور ہے، صدقہ (ایمان کی) دلیل ہے، صبر روشنی ہے، قرآن آپ کے حق میں یا آپ کے خلاف دلیل ہے۔ ہر شخص صبح کرتا ہے تو اپنے نفس کو بیچ دیتا ہے، پھر اسے آزاد کر لیتا ہے یا ہلاک کر دیتا ہے۔“ ⑬

⑪ الموطأ للإمام مالك، الطهارة، جامع الوضوء: 18/1، حديث: 60. ⑫ صحيح مسلم، الطهارة، باب خروج الخطايا مع

ماء الوضوء، حديث: 244. ⑬ صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حديث: 223. تفسير ابن كثير کے بعض

نسخوں میں [وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ] کے الفاظ ہیں۔

صحیح مسلم ہی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ وَلَا صَلَاةَ بِغَيْرِ طُهْرٍ] ”اللہ تعالیٰ خیانت کے مال سے صدقہ اور بغیر وضو کے نماز قبول نہیں کرتا۔“^①

تفسیر آیات: 11-7

رسالت و اسلام کی نعمت کی یاد دہانی: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو یہ یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نے انھیں ان نعمتوں سے نوازا ہے کہ انھیں یہ عظیم الشان دین عطا فرمایا، رسول کریم ﷺ کو ان کی طرف مبعوث فرمایا اور جو ان سے یہ عہد و پیمان لیا کہ وہ آپ کی بیعت کریں گے، اتباع و اطاعت بجالائیں گے، تائید و حمایت کریں گے، دست و بازو بن جائیں گے اور آپ کے دین سے نہ صرف خود وابستہ ہو جائیں گے بلکہ اسے آگے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچائیں گے، ان تمام نعمتوں کی یاد دہانی کراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ كُنَّا نَبْعَثُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَبْعًا وَاطْعَنَّا﴾ ”اور اللہ نے جو تم پر احسان کیے ہیں ان کو یاد رکھو اور اس عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ کیا تھا (یعنی) جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا۔“ یہی وہ بیعت ہوتی تھی جو مسلمان دائرۃ اسلام میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کیا کرتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بیعت کر رکھی تھی کہ ہم اپنی خوشی اور ناخوشی، جنگی اور آسانی میں بھی اور خود پر دوسروں کو ترجیح دیے جانے کی صورت میں بھی بات سنیں گے اور اطاعت بجالائیں گے اور صاحب امر لوگوں سے ہم کوئی جھگڑا نہیں کریں گے۔^② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (الحديد: 8: 57) ”اور تم کیسے لوگ ہو کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے جبکہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور اگر تم مومن ہو تو وہ تم سے (اس کا) پختہ عہد بھی لے چکا ہے۔“

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ یہودیوں کو اس عہد و پیمان کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے جو ان سے حضرت محمد ﷺ کی اتباع اور آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کو تسلیم کرنے کے بارے میں لیا گیا تھا۔ اس قول کو علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔^③

پھر فرمایا: ﴿وَ اتَّقُوا اللَّهَ ط﴾ ”اور اللہ سے ڈرو۔“ یہ ترغیب و تاکید ہے کہ ہر حال میں اللہ کے ڈر اور خوف کو پیش نظر رکھا جائے، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ وہ ذات گرامی تو ﴿عَلَيْهِمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾^④ یعنی سینوں کے بھیدوں اور دلوں کی دھڑکنوں تک سے آگاہ ہے۔

① صحیح مسلم، الطہارۃ، باب وجوب الطہارۃ للصلاۃ، حدیث: 224 و سنن أبی داود، الطہارۃ، باب فرض الوضوء، حدیث: 59۔۔۔۔۔ ② صحیح البخاری، الفتن، باب قول النبی ﷺ سترون بعدی أموراً تنکرونها، حدیث: 7056 و صحیح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی.....، حدیث: 1709 (بعد الحدیث: 1840) عن عبادة بن الصامت ؓ۔ ③ تفسیر الطبری: 192/6 و الدر المنثور: 469/2۔

عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ﴾ ”اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) قائم رہنے والے بنو۔“ یعنی لوگوں کے لیے یا ریا کاری کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے لیے حق کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور ”شَهِدَاءَ بِالْقِسْطِ“ ”انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔“ یعنی عدل و انصاف کے لیے گواہی دو، ظلم و استبداد کے حق میں گواہی نہ دو۔

صحیحین میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھے بعض مال کا عطیہ دیا اور میری والدہ عمرہ بن رواحہ نے کہا کہ میں تو اس وقت تک خوش نہ ہوں گی جب تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ نہ بنالیں، میرے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس مقصد کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: [أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ؟ قَالَ: لَا]، [قَالَ: فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ] ”کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اس طرح کا عطیہ دیا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو۔“ نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے واپس آ کر اپنا صدقہ واپس لے لیا۔^①

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا يَجْزِيكُمْ شَتَاؤُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلا تَعْدِلُوا﴾ ”اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔“ یعنی کسی قوم سے بغض تمہیں ترک عدل پر مجبور نہ کرے بلکہ ہر ایک سے عدل کا معاملہ کرو، خواہ وہ دوست ہو یا دشمن، اسی لیے فرمایا: ﴿إِعْدِلُوا فَهُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ ”انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔“ یعنی ترک عدل کی نسبت تمہارا عدل کرنا پرہیزگاری ہے۔ اور فعل اس مصدر عدلٌ پر دلالت کر رہا ہے جس کی طرف ہو ضمیر راجع ہے اور قرآن مجید اور عربی زبان میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، مثلاً: قرآن مجید میں ہے: ﴿وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ اذْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ﴾ (النور: 28) ”اور اگر (یہ) کہا جائے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو، یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔“

اور فرمان الہی: ﴿هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ ”یہی پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔“ یہاں اسم تفضیل کا صیغہ أقرب ایسی جگہ استعمال ہوا ہے کہ دوسری جانب اس سے متعلق کوئی چیز نہیں ہے جیسا کہ حسب ذیل آیت کریمہ میں ہے: ﴿أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا﴾ (الفرقان: 25) ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔“ اسی طرح بعض صحابیات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: أَنْتَ أَفْظُ وَأَغْلَطُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم ”(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت مزاج نہیں) تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں درشت مزاج اور سخت دل ہو۔“^②

① اس حدیث کا ابتدائی حصہ صحیح البخاری، الہبة وفضلها والتحريض علیہا، باب الہبة للولد، حدیث: 2586 اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، الہبة وفضلها والتحريض علیہا، باب الإشهاد فی الہبة، حدیث: 2587 کے مطابق ہے۔ و صحیح مسلم، الہبات، باب کراهية تفضيل بعض الأولاد فی الہبة، حدیث: (13، 14)۔ 1623۔ ② صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب، حدیث: 3683 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، حدیث: 2396 عن سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ ⑧ ”اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔“ اور تم جو اعمال کرو گے، ان کی وہ تمہیں جزا دے گا، اچھے اعمال بجالاؤ گے تو اچھا بدلہ دے گا اور اگر برے اعمال کرو گے تو سزا دے گا، اسی لیے اس کے بعد کی آیت میں فرمایا: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ ⑨ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اجر عظیم، یعنی جنت سے سرفراز فرمائے گا، جو اپنے بندوں پر اس کی بیش بہا رحمت ہے، جسے بندے اپنے اعمال سے حاصل نہیں کر سکتے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت ہی سے حاصل کرتے ہیں، گو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا سبب بندوں کے اعمال ہی بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو اپنی رحمت، فضل، عفو اور رضوان کے حصول کے لیے اسباب بنادیا ہے، بہر حال سب کچھ اسی کی طرف سے ہے اور اسی کا ہے۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

پھر فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ ⑩ ”اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔“ یہ اس کا عدل، اس کی حکمت اور اس کا وہ حکم ہے جس میں ظلم کا ادنیٰ شائبہ تک نہیں بلکہ وہ تو حاکم عادل، حکیم اور قدیر ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے کافروں کے ہاتھوں کو مسلمانوں سے روک دیا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُذِّبَتْ إِلَيْكُمْ عَلَيْهِمْ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ ”اے ایمان والو! اللہ نے جو تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ روک دیے۔“ امام عبدالرزاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جگہ (آرام فرمانے کے لیے) اتر پڑے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درختوں کے سائے کی تلاش میں متفرق ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہتھیار کو ایک درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے پاس آیا، اس نے اسے پکڑ کر سونت لیا اور نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگا: ”آج تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟“

آپ نے فرمایا: [اللَّهُ، قَالَ الْأَعْرَابِيُّ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: اللَّهُ] ”اللہ عز وجل (بچائے گا) اس اعرابی نے یہ بات دو یا تین بار کہی کہ آج تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اور نبی اکرم ﷺ ہر بار جواب میں یہی فرماتے رہے کہ مجھے اللہ بچائے گا۔“ تو اعرابی نے تلوار کو پھینک دیا، نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو بلایا اور انھیں اس اعرابی کی یہ بات بتائی جو اس وقت آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اسے اس کی اس بدتمیزی کی کوئی سزا نہ دی۔

معمر کہتے ہیں کہ امام قتادہ اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا کرتے تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ عربوں نے رسول اللہ ﷺ کو اچانک شہید کر دینے کا ارادہ کیا تھا اور اسی مقصد سے انھوں نے اس بدو کو بھیجا تھا، چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں یہی

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ

اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا، اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے تھے، اور اللہ نے کہا: بے شک میں تمہارے

إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَرْتُمْهُمْ

ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو گے، اور زکوٰۃ ادا کرو گے، اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے، اور اللہ کو اچھا قرض

وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّا أَكْفِرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دُخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

دو گے، تو میں ضرور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دوں گا، اور ضرور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، پھر اس

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝۱۲ فِيمَا

کے بعد جس نے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھی راہ سے ہٹک گیا ۝ چنانچہ ان کے اپنا عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی، اور ہم نے ان کے

نَقُضُهُمْ مِيثَاقَهُمْ لَعْنُهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۚ

دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ کلمات کو ان کے موقع محل سے بدل ڈالتے ہیں، اور جس چیز کی انہیں تاکید کی گئی تھی اس کا ایک حصہ انہوں نے بھلا دیا

وَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۚ مِنْهُمْ

اور آپ کو ان میں سے چند افراد کے سوا دوسروں کی خیانت کی اکثر اطلاع ملتی رہتی ہے، چنانچہ آپ انہیں معاف کر دیں اور ان سے درگزر

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝۱۳ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا

کریں، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ۝ اور جن لوگوں نے کہا: بے شک ہم نصاریٰ ہیں، ان سے ہم نے عہد لیا تھا، پھر

نَضَرْنَا أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ فَاعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ

جس چیز کی انہیں تاکید کی گئی تھی، اس کا ایک حصہ انہوں نے بھلا دیا، چنانچہ ہم نے روز قیامت تک ان کے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دیا،

إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝۱۴

اور وہ جو کچھ کرتے رہتے ہیں اللہ جلد انہیں اس سے آگاہ کرے گا ۝۱۴

واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ① اس بدو کا نام غورث بن حارث تھا اور اس کا یہ قصہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ ②

محمد بن اسحاق بن یسار، مجاہد، عکرمہ اور کئی ایک دیگر ائمہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ بنو نضیر کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر پتھر گرا کر آپ کو شہید کر دیں۔ جب آپ ان کے پاس بنی عامر کے لوگوں کی دیت میں تعاون حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے مگر ان بد بختوں نے اس ناپاک منصوبے کو عمرو بن جحاش بن کعب کے سپرد کر دیا تھا اور انہوں نے اسے یہ کہہ دیا تھا کہ جب نبی اکرم ﷺ دیوار کے سائے میں بیٹھیں اور یہ آپ کے ارد گرد جمع ہو جائیں تو وہ آپ کے اوپر پتھر گرا دے مگر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس سازش

① تفسیر عبدالرزاق: 10/2، رقم: 684. ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة ذات الرقاع، حدیث: 4135، 4136

وصحیح مسلم، الفضائل، باب توکلہ علی اللہ تعالیٰ وعصمة اللہ تعالیٰ له من الناس، حدیث: 843 نحوہ.

سے آپ کو مطلع فرمادیا اور آپ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مدینہ تشریف لے آئے، اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا تھا۔^①

اور ارشاد الہی: **وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ** ①۔ ”اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔“ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ارادوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور وہ اسے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے، پھر اس واقعے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دے دیا گیا کہ آپ یہودیوں کا محاصرہ کر لیں۔ آپ نے ان کا محاصرہ کیا انھیں ان کے قلعوں سے باہر نکالا اور مدینہ منورہ سے انھیں جلا وطن کر دیا تھا۔

تفسیر آیات: 12-14

اہل کتاب سے عہد اور عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس عہد و پیمان کو پورا کریں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول محمد ﷺ کی زبانی ان سے لیا ہے، اور حق کو قائم کریں اور انصاف کی گواہی دیں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے انھیں یاد دلایا ہے کہ حق اور ہدایت کی توفیق عطا فرما کر، انھیں کیسی کیسی عظیم الشان ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کرنا شروع فرمایا ہے کہ عہد و پیمان تو اس نے مسلمانوں سے پہلے اہل کتاب، یعنی یہود و نصاریٰ سے بھی لیا تھا مگر جب انھوں نے اس عہد و پیمان کی تمام دھجیوں کو اڑا دیا تو سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے انھیں لعنت میں مبتلا کر دیا، اپنی جناب سے انھیں دھتکا کر دیا اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے تاکہ وہ ہدایت اور دین حق تک پہنچ ہی نہ سکیں اور وہ ہے علم نافع اور عمل صالح۔

چنانچہ فرمایا: **وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ** ”اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے قرار لیا تھا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کیے تھے۔“ یعنی ان کے قبیلوں کے سردار مقرر کر دیے تاکہ وہ ان کی بیعت کر کے اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب کی باتوں کو سن کر اطاعت بجالانے کا عہد کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن اسحاق اور کئی ایک ائمہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جابر و سرکش لوگوں سے جہاد کے لیے متوجہ تھے تو آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ ہر خاندان سے ایک ایک سردار مقرر کر دیں۔^②

عقبہ کی رات انصار کے نقیب: اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی عقبہ کی رات جب انصار سے بیعت لی تو ان کے بھی بارہ نقیب تھے جن میں سے تین خاندان اوس میں سے تھے: (1) أُسَید بن حُضَیر (2) سعد بن حَیْثَمہ اور (3) رفاعہ بن عبد المُنْذِر۔ (رفاعہ کے بجائے ابوالحیثم بن الَّتَّحْنَان رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔) اور نو خاندان خزرج میں سے تھے: (1) ابوامامہ اسعد بن زُرارہ (2) سعد بن ربیع (3) عبد اللہ بن رواحہ (4) رافع بن مالک بن عجلان (5) براء بن معرور (6) عبادہ بن صامت (7) سعد بن عبادہ (8) عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور (9) منذر بن عمرو بن ثَعْلَبہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں بھی ان کا ذکر

① تفسیر الطبری: 6/197، 198. ② تفسیر الطبری: 6/204، 205 امام ابن جریر نے ان نقیبوں کے نام بھی ذکر کیے ہیں۔

کیا ہے اور ان اشعار کو ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔^(۱) مقصود یہ ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس رات نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اپنی قوم کے نقیب تھے اور انھوں نے ہی سمع و طاعت بجالانے کے لیے اپنی قوم کی طرف سے حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔^(۲)

اور ارشاد الہی: **وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ** ”اور اللہ نے فرمایا کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ میں تمہاری حفاظت کروں گا اور اپنی تائید و حمایت سے نوازوں گا۔ **لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي** ”اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے۔“ یعنی تمہارے سامنے وحی الہی کی جو باتیں پیش کریں گے، تم ان کی تصدیق کرو گے۔ **وَعَزَّزْتُوهُمْ** ”اور تم ان کی مدد کرو گے۔“ یعنی حق کی حمایت میں ان کی نصرت و اعانت کرو گے۔ **وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا** ”اور تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے۔“ یعنی اس کی راہ میں اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنے مال کو خرچ کرو گے۔ **لَا تُكْفِرُوا عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ** ”تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا۔“ یعنی تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور ان کی پردہ پوشی کروں گا اور تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں کروں گا۔ **وَلَا دُخْلَتْكُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** ”اور ضرور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔“ الغرض تم سے تمام تکلیف دہ چیزوں کو دور کر دوں گا اور تمہیں تمہارا مقصود عطا کر دوں گا۔

عہد شکنی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ**^(۳) ”پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا، وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔“ یعنی جس نے یہ پختہ عہد و پیمان کرنے کے بعد اسے توڑ دیا، اس کی مخالفت کی، اس کا انکار کر دیا اور اس کے ساتھ اس شخص کی طرح معاملہ کیا جو اسے جانتا ہی نہ ہو تو اس نے واضح راستے کو چھوڑ کر غلطی کی اور وہ راہ ہدایت سے بھٹک کر گمراہی کی دلدل میں جا پھنسا۔

پھر یہ بیان کرتے ہوئے کہ اس عہد شکنی کی انھیں کیا سزا ملی، اللہ نے فرمایا: **فِيمَا نَقُضُهُمْ مِيثَاقَهُمْ لَعْنَهُمْ** ”تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی۔“ یعنی انھیں حق سے دور اور ہدایت سے محروم کر دیا۔ **وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً** ”اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔“ کہ دلوں کی قساوت اور سنگینی کی وجہ سے کسی بھی نصیحت کو حاصل ہی نہیں کرتے۔ **يَحْزَنُونَ الْكَلِمَةَ عَنْ مَوَاضِعِهِ** ”یہ لوگ کلمات (کتاب) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں ان کا رویہ خراب اور ان کا تصرف بدترین ہے کہ یہ ان کی غلط تاویل کرتے ہیں، یہ انھیں غلط معنی پہناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو اس نے بیان فرمائی ہی نہیں ہیں۔ **عَيَاذًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ** . **وَسَوْأَ حَقًّا ذِكْرُوا بِهِ** ”اور جن باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی، ان کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے۔“ اور

(۱) السيرة النبوية لابن هشام، أسماء النبلاء الاثنى عشر وتمام خبر العقبة: 443/2-445. (۲) دیکھیے دلائل النبوة للبيهقي:

453، 452/2 وصحيح ابن حبان، التاريخ، باب بدء الخلق، ذكر وصف بيعة الأنصار.....: 172/14-174 ومسند

أحمد: 323، 322/3 عن جابر بن عبد الله .

اس سے اعراض کرتے ہوئے اس کے مطابق عمل ترک کر دیا۔ ﴿وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ﴾ ”ہمیشہ آپ ان میں سے (کسی ایک نہ ایک کی) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہیں۔“ یعنی یہ آپ اور آپ کے صحابہ سے جو مکاری اور غداری کرتے رہتے ہیں آپ اس سے مطلع ہوتے رہتے ہیں۔ امام مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کی جو سازش کی تھی، یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔^①

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ﴾ ”تو ان کی خطائیں معاف کیجیے اور (ان سے) درگزر کیجیے۔“ کہ یہی حقیقی فتح و نصرت ہے جیسا کہ بعض سلف نے فرمایا ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی معاملہ نہیں ہو سکتا کہ جو شخص آپ کے بارے میں اللہ کے حکم کی نافرمانی کرے مگر آپ اس کے بارے میں اللہ کے حکم کی اطاعت بجالائیں، اس سے ان کی تالیف قلبی ہوگی اور شاید اس طرح وہ حق اور ہدایت کو قبول کر لیں، اسی لیے اللہ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾^② ”بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“ یہاں احسان سے مراد اس شخص سے درگزر کرنا ہے جو آپ سے برا سلوک کرے۔

امام قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ﴾ منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے: ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (التوبة: 29) ”جو لوگ اہل کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یعین رکھتے ہیں) ان سے جنگ کرو۔“^③

عیسائیوں کی عہد فراموشی اور اس کا نتیجہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي أَخَذْنَا مِنْهُمُ﴾ ”اور جن لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نصاریٰ ہیں، ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا۔“ یعنی جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ نصاریٰ اور حضرت مسیح ابن مریم ﷺ کے پیروکار ہیں، حالانکہ وہ ایسے نہیں تھے، ہم نے ان سے بھی یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی نصرت و حمایت کریں گے، آپ کے نقش قدم پر چلیں گے اور ہر اس نبی کے ساتھ ایمان لائیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہوگا مگر ان کا طرز عمل بھی یہود سے مختلف نہ تھا، انھوں نے بھی اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اس عہد و پیمان کی دھجیاں اڑا دیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ﴾ ”پھر انھوں نے بھی اس نعمت کا جو ان کو دی گئی تھی، ایک حصہ فراموش کر دیا تو ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے دشمنی اور کینہ ڈال دیا۔“ وہ باہمی طور پر عداوت و بغض میں مبتلا ہو گئے اور قیامت تک اسی طرح ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے۔

اسی طرح عیسائیوں کے مختلف جنسوں کے مختلف گروہوں کا یہی حال ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بارے میں بدترین قسم کی دشمنی و بغض میں مبتلا ہیں، ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے کو ناپاک قرار دیتا اور اپنے گرجے میں آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ فرقہ ملکیت یعقوبیہ کو کافر قرار دیتا ہے، نسطوریہ اور

① تفسیر الطبری: 213/6. ② تفسیر الطبری: 215/6 و تفسیر عبدالرزاق: 11/2، رقم: 687.

يَا هَلْ الْكِتَابُ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے، وہ تمہارے لیے اللہ کی کتاب کی بہت سی ایسی باتیں ظاہر کرتا ہے جنہیں تم چھپاتے تھے، اور

وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ﴿١٥﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ

بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کرنے والی کتاب آ گئی ہے ﴿١٥﴾ جس کے ذریعے سے اللہ

اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ

اس شخص کو سلامتی کی راہ دکھاتا ہے جو اللہ کی رضا کی پیروی کرنا چاہتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے

إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾

اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے ﴿١٦﴾

آریوسہ فرماتے بھی ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگاتے رہتے ہیں۔ بہر حال ان میں سے ہر فرقہ دوسرے کو دنیا میں کافر قرار دیتا ہے اور آخرت میں بھی اہل کفر ہی سے شمار کرتا ہے۔^①

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ ﴿١٤﴾ ”اور جو کچھ وہ کرتے رہے، اللہ عنقریب ان کو اس سے آگاہ کرے گا۔“ یہ عیسائیوں کو زبردست سرزنش کی جارہی ہے کہ انہوں نے بدترین قسم کے جرم کا ارتکاب کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ذمے جھوٹی باتیں لگائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کی طرف وہ باتیں منسوب کیں جن سے وہ بہت پاک، بے حد بلند وبالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ انہوں نے اللہ کی بیوی اور بیٹا بنادیا، حالانکہ وہ ذات باری تعالیٰ واحد، احد، یکتا اور بے نیاز ہے، وہ نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ باپ اور نہ کوئی اس کا ہمسرہ ہے۔

تفسیر آیات: 15، 16

رسول ﷺ اور قرآن کے ساتھ حق کا بیان: اللہ تعالیٰ اپنی ذات بابرکات کے بارے میں یہاں یہ فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تمام کائنات ارضی کے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، امی ہوں یا کتابی۔ اور روشن دلائل اور حق و باطل کے درمیان کھلم کھلے فرق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا هَلْ الْكِتَابُ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾ ”اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزمان) آ گئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب (الہی) میں سے چھپاتے تھے، وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں۔“ اہل کتاب نے اللہ کی کتاب میں جو تبدیلی، تحریف اور تاویل کی آپ اسے اور ان کی افتراء پرداز یوں کو کھول کھول کر بیان فرما دیتے ہیں اور ان کی تبدیل کی ہوئی بہت سی باتوں سے سکوت بھی فرماتے ہیں کیونکہ ان کے بیان کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جو شخص رجم کا انکار کرے تو اس نے

① عیسائیوں کے فرقوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے سورۃ النساء، آیت: 171 کے ذیل میں عنوان: ”عیسائیوں کے فرقے“

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے یہ کہا کہ بے شک اللہ تو وہی مسیح ابن مریم ہے۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: پس کون ہے جو اللہ کے آگے کچھ اختیار رکھتا

إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ط وَلِلَّهِ مُلْكُ

ہو اگر اللہ مسیح ابن مریم کو اور ان کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لے؟ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جو

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ط وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾

کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے ﴿١٧﴾ اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللہ کے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ط قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ط

بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ (نہیں) بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے

بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ ط يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ط وَلِلَّهِ مُلْكُ

انسان ہو، وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہے عذاب دیتا ہے۔ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جو کچھ ان دونوں کے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

درمیان ہے، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿١٨﴾

در حقیقت قرآن کا اس انداز سے انکار کیا کہ اسے اس کا شعور بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جو فرمایا ہے: ﴿يَا هَلْ

الْكِتَابُ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ﴾ ”اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس

ہمارے رسول (آخر الزمان) آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب (الہی) میں سے چھپاتے تھے، وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول

کھول کر بتا دیتے ہیں۔“ اہل کتاب نے جن باتوں کو چھپایا تھا، ان میں سے جرم بھی ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس

حدیث کی سند صحیح ہے لیکن امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں فرمایا۔ ﴿١٧﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے اس قرآن عظیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جسے اس نے نبی کریم حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ

مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾ ﴿١٨﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾ ”بے شک تمہارے پاس

اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آچکی ہے جس کے ذریعے سے اللہ اپنی رضا پر چلنے والوں کو سلامتی کے رستے دکھاتا

ہے۔“ یعنی نجات، سلامتی اور استقامت کے رستے۔ ﴿وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيَهُمْ إِلَى

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ﴿١٩﴾ ”اور انہیں اپنے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا اور ان کو سیدھے رستے پر چلاتا

ہے۔“ یعنی انہیں مصیبتوں سے نجات عطا فرماتا ہے، سب سے زیادہ سیدھے رستے کو واضح فرماتا ہے، ناپسندیدہ چیزوں کو ان

سے دور فرماتا اور پسندیدہ چیزوں کے حصول کی توفیق عطا فرماتا ہے، مگر اہی کو ان سے دور کرتا اور سب سے صحیح حالت کی طرف

رہنمائی فرماتا ہے۔

عیسائیوں کا شرک و کفر: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ عیسائیوں نے مسیح ابن مریم - جو بندگان الہی میں سے ایک بندے اور مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں - کے بارے میں یہ دعویٰ کر کے کہ وہ اللہ ہیں، بدترین قسم کے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان کی اس بات سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کرتے ہوئے کہ تمام اشیاء پر اسے قدرت حاصل ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے تصرف و اختیار میں ہے۔ فرمایا: ﴿قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَفَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَبِيعًا ط﴾ (ان سے) کہہ دیجیے کہ اگر اللہ عیسیٰ ابن مریم اور ان کی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کے آگے کسی کی پیش چل سکتی ہے؟ اگر وہ ایسا کرنے کا ارادہ فرمائے تو اسے کون روک سکتا ہے؟ کس کی یہ مجال ہے کہ وہ اسے اس سے روک سکے؟

پھر فرمایا: ﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ط﴾ ”اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔“ تمام موجودات کا وہی مالک و خالق ہے اور وہ ہر اس چیز پر قادر ہے جسے وہ چاہے۔ وہ اپنی قدرت، حکمت، عدل اور عظمت کے ساتھ جو کام بھی کرنا چاہے، اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں، اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے درحقیقت ملعون نصاریٰ کی تردید فرمائی ہے۔

اہل کتاب کے اس دعوے کی تردید کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے کذب و افتراء کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصْرَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ط﴾ ”اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔“ یعنی ہم اس کے انبیاء کی طرف منسوب ہیں اور وہ (انبیاء) اس (اللہ) کے بیٹے ہیں، لہذا اللہ کی ان پر خاص عنایت ہے اور وہ ان سے بہت محبت کرتا ہے۔ یہ اپنی کتاب کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اسرائیل سے یہ کہا تھا: [أَنْتَ ابْنِي بِكْرِي] ”تو میرا پہلوٹھی کا بیٹا ہے۔“ انھوں نے اس کی غلط تاویل کی بلکہ تحریف کی یہی وجہ ہے کہ انھی میں سے بہت سے مسلمان ہونے والے عقل مند لوگوں نے ان کی اس بات کی تردید کی اور کہا کہ ان کے ہاں اس طرح کے الفاظ اعزاز و اکرام کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ عیسائیوں نے اپنی کتاب کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: [إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى أَبِي وَأَبِيكُمْ، يَعْنِي رَبِّي وَرَبَّكُمْ] ”بے شک میں اپنے اور تمہارے باپ، یعنی اپنے اور تمہارے رب کے پاس جا رہا ہوں۔“ اور معلوم ہے کہ وہی نسبت جو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے ان کی تمام امت کی طرف ہے، یعنی [أَبِي وَأَبِيكُمْ] لیکن انھوں نے اپنے بارے میں کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں جیسا کہ عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ دعویٰ ہے۔

اُن کا ان الفاظ کے استعمال کرنے سے مقصود یہ تھا کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اعزاز اور پذیرائی حاصل ہے، اسی وجہ سے انھوں نے جب یہ کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تو اس کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُوا مَا

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے، جو رسولوں کے وقفے کے بعد تمہارے لیے باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو

جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ط وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾

کوئی خوشخبری دینے والا اور کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ پس یقیناً تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿١٩﴾

ہے: ﴿قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ط﴾ ”کہہ دیجیے کہ پھر وہ تمہاری بد اعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟“ یعنی اپنے دعوے کے مطابق اگر تم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہو تو پھر تمہارے کفر، کذب اور افتراء کی وجہ سے اس نے تمہارے لیے آتش جہنم کیوں تیار کر رکھی ہے؟

ارشاد الہی: ﴿بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْنِ خَلَقَ ط﴾ ”بلکہ تم اس کی مخلوقات میں سے انسان ہو۔“ اور دیگر انسانوں کی زندگی تمہارے لیے نمونہ ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے تمام بندوں پر حاکم ہے۔ ﴿يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ط﴾ ”وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے۔“ وہ جو ارادہ فرماتا ہے، اسے کر گزرتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ ﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ذ﴾ ”اور آسمان وزمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے۔“ سب کچھ اس کی ملکیت اور اسی کے تصرف و اختیار میں ہے۔ ﴿وَالْيَهُ الْبَصِيرُ ﴿٢٠﴾“ اور (سب کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ یعنی اسی کے پاس سب کا ٹھکانا ہے اور وہ اپنے بندوں کے بارے میں جو چاہے فیصلہ فرمائے گا لیکن وہ ذات گرامی سراپا عدل ہے اور وہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔

تفسیر آیت: 19

اللہ تعالیٰ اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے مخاطب ہو کر فرما رہا ہے کہ اس نے ان کی طرف اپنے رسول خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے جن کے بعد اور کوئی نبی و رسول نہیں ہے بلکہ آپ ہی تمام انبیائے کرام کے بعد تشریف لانے والے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ ”رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد“، یعنی آپ ﷺ کے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے درمیان کافی طویل مدت ہے۔ اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ مدت کتنی تھی؟ ابو عثمان نہدی اور امام قتادہ کا ایک روایت کے مطابق قول یہ ہے کہ یہ مدت چھ سو سال تھی۔ ① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔ ② حضرت قتادہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ مدت پانچ سو ساٹھ سال تھی۔ ③ معمر نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کیا ہے کہ یہ مدت پانچ سو چالیس سال تھی۔ ④

اور مشہور قول پہلا ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ مدت چھ سو سال تھی۔ اور بعض اہل علم نے اس مدت کو چھ سو بیس سال قرار دیا

① تفسیر البغوی: 33/2 و تفسیر القرطبی: 121/6. ② صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب إسلام سلمان الفارسی

رحمہ اللہ، حدیث: 3948. ③ تفسیر البغوی: 33/2 و تفسیر عبدالرزاق: 12/2، رقم: 691. ④ تفسیر البغوی: 33/2 و تفسیر

عبدالرزاق: 12/2، رقم: 691.

ہے۔^① تو ان دونوں (چھ سو اور چھ سو تیس سال کے اقوال) میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ پہلے قائل کی مراد چھ سو تیس سال ہیں اور دوسرے کی مراد قمری سال ہیں۔ اور ہر سو تیس اور قمری سالوں میں قریباً تین سال کا فرق ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے قصے میں یہ بیان فرمایا ہے: **وَكُنُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا** ○ (الکھف 25:18) ”اور وہ غار میں تین سو سال اور نو سال زیادہ رہے۔“ یعنی قمری حساب سے وہ تین سو نو سال غار میں رہے (یہ اس لیے فرمایا) تاکہ اہل کتاب کو شمسی حساب سے ان کی تین سو سال کی جس مدت کا علم تھا۔ اسے (قمری لحاظ سے) پورا کر دیا جائے۔

”فترت“ سے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جو انبیائے بنی اسرائیل میں سے آخری نبی ہیں، اور حضرت محمد ﷺ، جو علی الاطلاق بنی آدم کی طرف مبعوث ہونے والے نبیوں میں سے آخری نبی ہیں، کے درمیان کی مدت مراد ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ]** میں دوسروں کی نسبت ”ابن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں..... میرے اور ان کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہے۔“^② اس حدیث سے ان لوگوں کی بھی تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے بعد ایک اور نبی بھی آئے ہیں جن کا نام خالد بن سنان ہے^③ جیسا کہ قضاہی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

بہر حال مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اس وقت مبعوث فرمایا جب پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ موقوف ہو چکا تھا، ہدایت کے رستے مٹ چکے تھے، ادیان کو بدل دیا گیا تھا اور اللہ وحدہ لا شریک کے بجائے دنیا میں بتوں، آگ اور صلیب کی پوجا شروع ہو چکی تھی تو ان حالات میں آپ کی بعثت انسانیت کے لیے ایک بہت بڑی نعمت تھی۔ اور اس نعمت کی ضرورت بھی نہایت شدت سے محسوس ہو رہی تھی کیونکہ تمام روئے زمین فتنہ و فساد سے بھر گئی تھی۔ اور یہود و نصاریٰ و صابین کے صرف ان چند علماء کے سوا جو سابقہ انبیاء کے دین سے وابستہ تھے، باقی تمام لوگ بدترین قسم کی سرکشی و جہالت میں مبتلا ہو گئے تھے۔

جیسے امام احمد رحمہ اللہ نے عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

[إِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُم مَّا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِي فِي يَوْمِي هَذَا، كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عِبَادِي حَلَالٌ،

① تفسیر القرطبی: 121/6 امام ابن جریر نے بھی ان اقوال کو ذکر کیا ہے۔ دیکھیے تفسیر الطبری: 228/4. ② صحیح البخاری،

أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: **وَإِذْ كُنَّا فِي الْكُنُفِ مَرْيَمَ** (مریم: 16)، حدیث: 3442 و صحیح مسلم،

الفضائل، باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام، حدیث: 2365. ③ المعجم الكبير للطبرانی: 442، 441/11، حدیث: 12250

والمصنف لابن أبي شيبة، الفضائل، باب ماجاء في بني عيس: 416/6، حدیث: 32483. حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ خالد

بن سنان کی بیٹی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اپنا کپڑا اس کے لیے بچھا دیا اور فرمایا: **[يَنْتَ نَبِيَّ صَبْعَةٍ قَوْمُهُ]** ”یہ ایسے

نبی کی بیٹی ہے جسے اس کی قوم نے کھو دیا تھا۔“ لیکن یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔

وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمْ الشَّيَاطِينُ فَأَضَلَّتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ، وَحَرَمْتُ عَلَيْهِمْ مَا أَحَلَلْتُ لَهُمْ، وَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا، ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ نَظَرَ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَمَقَّتَهُمْ عَجْمِيَّتَهُمْ وَعَرَبِيَّتَهُمْ، إِلَّا بَقَايَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، وَقَالَ: إِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِأَتْلِيكَ وَأَتْلِي بِكَ، وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ، تَقْرُوهُ نَائِمًا وَيَقْظَانًا، ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أُحَرِّقَ قُرَيْشًا، فَقُلْتُ: يَا رَبِّ! إِذَنْ يَتْلَعُوا رَأْسِي، فَيَدْعُوهُ حُبْرَةً، فَقَالَ: اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اسْتَخْرِجُوكَ، فَأَعْرِضْهُمْ نُغْرَكَ، وَأَنْفِقْ عَلَيْهِمْ فَسَنَنْفِقَ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جُنْدًا تَبْعُكَ خَمْسَةَ مِثْلَهُ، وَقَاتِلْ بِمَنْ أَطَاعَكَ مِنْ عَصَاكَ.

وَأَهْلُ الْحَنَةِ ثَلَاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ، مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ فَقِيرٌ عَفِيفٌ مُتَصَدِّقٌ وَأَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ: الضَّعِيفُ الَّذِي لَا زَبَرَ لَهُ، الَّذِينَ هُمْ فِيكُمْ تَبَعًا أَوْ تَبَعَاءَ، شَكَّ يَحْيَى- لَا يَتَّبِعُونَ أَهْلًا وَلَا مَالًا، وَالْخَائِنُ الَّذِي لَا يَخْفَى عَلَيْهِ طَمَعٌ وَإِنْ دَقَّ إِلَّا خَانَهُ، وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمَسِي إِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ- وَذَكَرَ الْبُحْلُ أَوْ الْكَذِبَ- وَالشُّنْظِيرَ- الْفَاحِشَ]

”بے شک میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تم جن باتوں سے بے علم ہو اور اس نے وہ مجھے آج سکھا دی ہیں، میں تمہیں بھی ان کی تعلیم دوں، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میں نے اپنے بندوں کو جو مال عطا فرمایا ہے، وہ سب حلال ہے۔ میں نے اپنے سب بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے مگر شیطانوں نے ان کے پاس آ کر انہیں ان کے دین سے گمراہ کر دیا اور جن چیزوں کو میں نے ان کے لیے حلال قرار دیا تھا، انہوں نے حرام کر دیا۔ شیطانوں ہی نے انہیں یہ حکم دیا کہ میرے ساتھ شرک کریں جبکہ میں نے اس کی کوئی سند نازل نہیں کی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف دیکھا اور اہل کتاب کے چند لوگوں کے سوا تمام عرب و عجم سے ناراضی کا اظہار کیا، اور فرمایا کہ میں نے آپ کو مبعوث کیا ہے تاکہ آپ کو آزماؤں اور آپ کے ساتھ دوسرے لوگوں کی بھی آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکتا جسے آپ نیندو بیداری ہر حالت میں پڑھیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں قریش کو جلادوں، میں نے عرض کی: اے میرے رب! وہ تو میرے سر کو کچل دیں گے اور اسے روٹی کی طرح بنا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کو نکال دیں جیسا کہ انہوں نے آپ کو نکالا، آپ ان کے خلاف جہاد کریں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے، آپ ان کے خلاف خرچ کریں، ہم آپ پر خرچ کریں گے، آپ ایک لشکر بھیجیں، ہم اس سے پانچ گنا بھیجیں گے اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں، ان کے ساتھ مل کر اپنے نافرمانوں سے جنگ کریں۔

اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں: (1) عدل و اصلاح والا اور صدقہ کرنے والا بادشاہ (2) رحم دل اور ہر رشتے دار اور مسلمان کے ساتھ رقیق القلب انسان اور (3) معاف کرنے والا، فقیر، صدقہ کرنے والا انسان۔ اور اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَقَوْمُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی، جب اس نے تم میں سے نبی بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا،

مُلُوكًا ۖ وَآتَكُمْ مَّا لَمْ يُوْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ②۰ يَقَوْمُ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ

اور تمہیں وہ کچھ دیا جو ساری دنیا میں کسی کو نہیں دیا گیا ②۰ اے میری قوم! مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے نام لکھ دی ہے اور تم اپنی

الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ②۱ قَالُوا يَبُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا

پشت کے بل منہ نہ موڑو، پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو جاؤ گے ②۱ انھوں نے جواب دیا: اے موسیٰ! بے شک اس زمین میں ایک بڑی زور آور قوم

قَوْمًا جَبَّارِينَ ۖ وَإِنَّا لَنُتَدْخِلُهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا ۖ فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا

ہے۔ اور ہم ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ لوگ اس میں سے نکل جائیں، پھر اگر وہ اس میں سے نکل گئے تو بے شک ہم داخل

دُخْلُونَ ②۲ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۖ

ہو جائیں گے ②۲ جو لوگ اللہ سے ڈرتے تھے، ان میں سے دو آدمی جن پر اللہ کا فضل تھا، وہ بولے: تم ان کے مقابلے کے لیے دروازے میں داخل ہو

فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمُ غَالِبُونَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا ۚ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ②۳ قَالُوا

جاؤ، پھر جب تم دروازے میں داخل ہو گئے تو بے شک تم غالب آ جاؤ گے اور اگر تم مومن ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے ②۳ وہ کہنے لگے: اے

يَبُوسَىٰ إِنَّا لَنُتَدْخِلُهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا فَادْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا

موسیٰ! ہم ہرگز اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں، چنانچہ تو اور تیرا رب جائے، پھر تم دونوں ان سے لڑو، ہم تو یہیں

قُعُودُونَ ②۴ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَآخِي فَأَفْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ

بیٹھے ہیں ②۴ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک مجھے اپنے آپ اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں، چنانچہ تو ہمیں اس نافرمان قوم سے الگ

الْفَاسِقِينَ ②۵ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۖ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ط

کردے ②۵ اللہ نے فرمایا: بے شک وہ (مقدس زمین) ان لوگوں پر چالیس برس تک حرام کر دی گئی ہے، وہ زمین میں چالیس برس تک ادھر ادھر بھٹکتے

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ②۶

پھریں گے، چنانچہ آپ اس نافرمان قوم کا غم نہ کھائیں ②۶

- (1) وہ کمزور جس میں (ایسی) عقل نہیں (جو اس کو گناہوں سے بچائے) جو تمہارے پیچھے چلنے والے ہیں جن کا اپنا کوئی اہل اور مال نہیں (جس میں ٹھہر کر وہ زندگی کے حقوق و فرائض جان کر جہنم سے بچ سکیں۔ ان کو کمزور عدم بصیرت کی وجہ سے کہا گیا۔) (2) وہ خائن جو ہر چھوٹی بڑی چیز کی خیانت کرتا ہے۔ (3) وہ شخص جو ہر صبح شام اپنے اہل و مال کی طرف سے آپ کو دھوکا دینا چاہتا ہے، پھر (4) آپ نے بخل یا کذب کا ذکر کیا اور (5) فاشی کا ارتکاب کرنے والے کا بھی ذکر کیا۔ ①

① صحیح مسلم، الجنة و نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حديث: 2865

اس حدیث کے یہاں ذکر کرنے سے مقصود ان الفاظ کی طرف توجہ مبذول کروانا ہے: [إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ نَظَرَ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَمَقَّتَهُمْ عَجْمِيَّتَهُمْ وَعَرَبِيَّتَهُمْ إِلَّا بَقَايَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف دیکھا اور اہل کتاب کے چند لوگوں کے سوا تمام عرب و عجم سے ناراضی کا اظہار کیا۔“

روئے زمین کے تمام لوگ دین کی بابت التباس کا شکار ہو گئے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اس طرح مخلوق کی ہدایت کا سامان فراہم کیا، آپ کی کوششوں سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکال کر روشنیوں اور اجالوں میں پہنچا دیا اور انھیں انتہائی منور اور روشن شریعت عطا کر دی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ﴾ (یٰٰنہ) کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے یا ڈرسانے والا نہیں آیا۔“ یعنی دین میں تغیر و تبدل کر دینے والو! تاکہ کل تم یہ دلیل نہ پیش کر سکو کہ ہمارے پاس تو کوئی ایسا رسول آیا ہی نہیں جو خیر کی خوش خبری سنا تا اور شر سے ڈراتا تو اب دیکھو کہ تمہارے پاس بشیر و نذیر پیغمبر حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ ﴿وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (۱۹) ”اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اس بات پر قادر ہوں کہ جو میری نافرمانی کرے میں اسے سزا دوں اور جو میری اطاعت بجالائے، اسے اجر و ثواب سے نوازوں۔^①

تفسیر آیات: 20-26

موسٰی علیہ السلام کا اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلانا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے، رسول اور کلیم موسٰی بن عمران علیہ السلام کا ذکر فرما رہا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں یاد دلائیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں سرفراز فرمایا تھا اور کہا کہ اگر تم استقامت کے ساتھ صراطِ مستقیم پر رہے تو اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں سے نواز دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهِ يُقُولُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ﴾ ”اور جب موسٰی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم پر اللہ تعالیٰ نے جو احسان کیے ہیں، ان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے۔“ یعنی جب کوئی نبی فوت ہو جاتا ہے تو تم میں اللہ تعالیٰ ایک دوسرا نبی بھیج دیتا ہے اور تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس طرح ان میں بے شمار انبیاء آئے جنھوں نے اللہ کی طرف دعوت دی اور اس کے عذاب سے ڈرایا حتیٰ کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے علی الاطلاق خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد بن عبد اللہ ﷺ کو وحی و تنزیل سے سرفراز فرمایا۔ آپ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اشرف و افضل ہیں۔ اور ارشاد الہی: ﴿وَجَعَلَكُمْ مِلَّةً﴾ ”اور تمھیں بادشاہ بنایا۔“ امام عبد الرزاق نے اس جملے کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول روایت کیا ہے کہ تم نے خدمت کے لیے خادم، عورت اور گھر کو استعمال کیا۔^② امام حاکم نے بھی مستدرک

① تفسیر الطبری: 6/229. ② تفسیر عبد الرزاق: 2/14، رقم: 700 و تفسیر الطبری: 6/231.

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول روایت کیا ہے کہ اس سے مراد عورت اور خادم کو خدمت کے لیے استعمال کرنا ہے۔ ﴿وَإِنَّكُمْ مِمَّا لَمْ يَأْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ﴾ ② یعنی تم کو اتنا کچھ عنایت کیا کہ اس وقت کے اہل عالم میں سے کسی کو نہیں دیا۔ ① امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے مگر انھوں نے اسے بیان نہیں کیا۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے سب سے پہلے خادموں کو اپنی خدمت کے لیے استعمال کیا تھا۔ ②

حدیث میں آیا ہے: [مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ مُّعَافًى فِي حَسَدِهِ ، آمِنًا فِي سِرِّهِ ، عِنْدَهُ قُوَّةٌ يَوْمُهُ ، فَكَانَ مَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا (بِحَذَا فِيرَهَا)] ”تم میں سے جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اہل و مال کے اعتبار سے مطمئن ہو، جسمانی طور پر وہ صحت مند ہو اور اس دن کی خوراک اس کے پاس موجود ہو تو اسے گویا دنیا اپنی تمام تر نعمتوں کے ساتھ مل گئی ہے۔“ ③

بنی اسرائیل کی فضیلت صرف ان کے اپنے زمانے کے لوگوں پر تھی: اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَإِنَّكُمْ مِمَّا لَمْ يَأْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ﴾ ④ ”اور تم کو اتنا کچھ عنایت کیا کہ اہل عالم میں سے کسی کو نہیں دیا۔“ یعنی تمہارے زمانے کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیا کہ یہ لوگ اپنے زمانے میں یونانیوں، قبطیوں اور دیگر تمام اقوام عالم سے اشرف و افضل تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ ⑤ (الحاثیہ: 45-16) ”اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت بخشی اور ہم نے انھیں پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں اور ہم نے انھیں اہل عالم پر فضیلت دی۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل نے ان سے کہا: ﴿يَبُوسَى اجْعَلْ لَّنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمُ آلِهَةٌ ط قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ إِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَبَرِّئُونَ مِمَّا فِيهِ وَبِطُلَّ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ قَالَ أَغْدِرَ اللَّهُ أَعْيُكُمْ إِلَهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝﴾ (الأعراف: 140-138) ”اے موسیٰ! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، ہمارے لیے بھی ایک معبود بنادے، موسیٰ نے کہا کہ بے شک تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو، بے شک یہ لوگ جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں وہ باطل ہے۔ اور (یہ بھی) کہا کہ بھلا میں (اللہ کے سوا) تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں، حالانکہ اس نے تم کو تمام اہل عالم پر فضیلت بخشی ہے؟“

بہر حال مقصود یہ ہے کہ بنی اسرائیل اپنے زمانے کے لوگوں سے افضل تھے جبکہ ہماری یہ امت ان سے اشرف، اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل، شریعت کے اعتبار سے اکمل، رستے کے اعتبار سے اقوم، نبی کے اعتبار سے اکرم، حکومت کے اعتبار سے اعظم،

① المستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة المائدة: 312/2 ، حدیث: 3214. ② تفسیر الطبری: 231/6. ③

جامع الترمذی، الزهد، باب فی الوصف من حیزت له الدنیا، حدیث: 2346 و سنن ابن ماجہ، الزهد، باب القناعة، حدیث: 4141 عن عیبد اللہ بن محصن ؓ. و اللفظ له وصحیح ابن حبان، الرقائق، باب الفقر والزهد والقناعة، ذکر الإخبار عن طیب اللہ جل وعلا عیشہ فی هذه الدنیا: 446/2، حدیث: 671 عن أبی الدرداء ؓ. والسلسلة الصحیحة: 408/5، حدیث: 2318. حدیث میں لفظ [بحذا فیرها] کا ذکر علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں کیا ہے۔

رزق کے اعتبار سے زیادہ، اموال و اولاد کے اعتبار سے اکثر، مملکت کے اعتبار سے وسیع اور عزت و اقبال کے اعتبار سے اداوم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرة: 143) ”اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔“

ہم نے سورہ آل عمران کی آیت: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران 110:3) کی تفسیر میں اس امت کی فضیلت، شرف اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی پذیرائی سے متعلق بہت سی متواتر احادیث بیان کی ہیں۔^①

مولیٰ ﷺ کا اپنی قوم کو ارض مقدس میں داخل ہونے کا حکم دینا اور قوم کی سرکشی: پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مولیٰ ﷺ نے بنی اسرائیل کو یہ ترغیب دی کہ وہ جہاد کریں اور بیت المقدس^② میں داخل ہوں جو ان کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں ان کے ہاتھ میں تھا (اس سے پہلے کہ) جب انھوں نے اور ان کے اہل و عیال نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں وہاں سے مصر ہجرت کر لی تھی، پھر وہ مولیٰ ﷺ کے ساتھ نکلے تک وہاں مصر ہی میں رہے تھے۔ اور اب جب واپس آئے تو دیکھا کہ اب بیت المقدس پر سرکش عمارت کا قبضہ و تسلط ہے تو اللہ کے رسول حضرت مولیٰ ﷺ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ بیت المقدس میں داخل ہو کر اپنے ان دشمنوں سے جہاد کریں اور ساتھ ہی ساتھ فتح و نصرت کی خوشخبری بھی سنائی مگر انھوں نے جہاد سے منہ موڑ لیا اور اپنے پیغمبر کی مخالفت اور نافرمانی کی تو سزا کے طور پر انھیں ریگستانِ تیہ میں بھیج دیا گیا جہاں وہ چالیس سال تک بھٹکتے پھرے اور ان کو کچھ بھائی نہیں دیتا تھا کہ وہ منزل مقصود تک کس طرح پہنچیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی انھیں دنیا میں سزا ملی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مولیٰ ﷺ نے ان سے کہا: ﴿يَقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ﴾ ”اے میری قوم! تم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ۔“ المقدسہ سے یہاں مراد پاک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ ”جسے اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے۔“ یعنی اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ اسرائیل کی زبانی تم سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ یہ تم میں سے ان لوگوں کی وراثت ہوگی جو مومن ہوں گے۔ ﴿وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ﴾ ”اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیر دینا۔“ یعنی جہاد سے منہ نہ موڑنا ﴿فَتَنَقَّلُوا خُسْرَيْنَ﴾ ﴿قَالُوا يَبُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ﴾ ﴿وَإِنَّا لَنَ كَدْخُلُهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ﴾^③

”ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے۔ وہ کہنے لگے کہ مولیٰ! بے شک وہاں تو بڑے زبردست لوگ (رہتے) ہیں۔“ جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں یقیناً ہم وہاں نہیں جاسکتے ہاں، اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم جاداخل ہوں گے۔“ یعنی انھوں نے عذر یہ پیش کیا کہ مولیٰ! جس شہر میں داخل ہو کر جہاد کرنے کا تم نے ہمیں حکم دیا ہے، وہاں بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں جو جسمانی طور پر بڑے تو مند اور طاقت ور ہیں اور ہمیں ان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں ہے، لہذا جب تک وہ اس شہر میں موجود

① دیکھیے آیت: 110 کے ذیل میں عنوان: ”امت محمدیہ ﷺ سب سے افضل اور بہتر امت ہے“ ② حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے

«بیت المقدس اور ہیکل سلیمانی: شہر بیت المقدس یا بیت المقدس کو عرب آج کل القدس کہتے ہیں جبکہ یہود و نصاریٰ اسے اورشلیم یا یروشلم (Jerusalem) کا نام دیتے ہیں۔ شروع میں بیت المقدس سے مراد ”ہیکل“ یا معبد تھا اور یہ عبرانی ”بیت بمقدس“ کا عربی مترادف ہے مگر بعد میں اس کا اطلاق پورے شہر پر ہونے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں ایک پہاڑی پر قیام کیا تھا۔ یعقوب علیہ السلام نے وحی الہی کے مطابق یہاں بیت المقدس (مسجد) کی بنیاد ڈالی جس کی وجہ سے شہر بیت المقدس آباد ہوا۔ اور جب مولیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ہمراہ دشت تیار سے فلسطین جاتے ہوئے موآب (اردن) پہنچے تو وہاں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد بنی اسرائیل نے یوشع بن نون کی قیادت میں دریائے اردن پار کر کے اریحا، بیت المقدس اور پورا کنعان (فلسطین) فتح کر لیا۔ پھر جالوت کے قتل کے بعد داود علیہ السلام نے فلسطین دوبارہ فتح کیا اور ان کے نقشے کے مطابق سلیمان علیہ السلام (متوفی 961 ق م) نے بیت المقدس میں مسجد تعمیر کرائی، اس لیے یہودی اسے ہیکل سلیمانی کہنے لگے۔ 586 ق م میں بخت نصر نے ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو مسمار کر دیا اور ایک لاکھ یہودیوں کو غلام بنا لے گیا۔ 539 ق م میں شاہ فارس کوروش کبیر (سائرس اعظم) نے بابل فتح کر کے یہودیوں کو رہائی دلائی اور بیت المقدس پھر آباد ہو گیا۔ یہودی حکمران ہیرودا اعظم نے 18 ق م میں ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کیا مگر 70ء میں ایک بار پھر رومی جرنیل ٹائٹس نے یروشلم شہر اور ہیکل سلیمانی تباہ و برباد کر دیے۔ 135ء میں شاہ میڈرین نے شہر دوبارہ تعمیر کر کے اسے ایلیا کپیتولنم کا نام دیا۔ چوتھی صدی عیسوی میں رومی حکمران قسطنطین اعظم نے عیسائیت قبول کر لی تو بیت المقدس میں کینتہ القیامہ (قمامہ) اور کینتہ صہیون تعمیر کیے گئے۔

مسجد اقصیٰ اور قُبَّة الصَّخْرَةِ: 16ھ/637ء میں بیت المقدس کے مسیحی بطریق صفریون نے شہر کی چابیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیں تو آپ نے مسلمانوں کے ہمراہ اس جگہ کی صفائی کر کے نماز ادا کی جہاں ایک چٹان (صخرہ) سے نبی ﷺ معراج کو تشریف لے گئے تھے۔ اسی احاطے کو قرآن میں ”مسجد اقصیٰ“ کہا گیا کیونکہ وہ مکہ سے بہت بعید (اقصى) تھی، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں باقاعدہ مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جو مسجد اقصیٰ کہلاتی ہے۔ خلیفہ عبد الملک (65 تا 85ھ) نے قُبَّة الصخرہ تعمیر کرایا اور مسجد اقصیٰ ولید بن عبد الملک کے عہد میں تعمیر ہوئی۔ پورے احاطے کا رقبہ 136 ایکڑ ہے۔ مسجد اقصیٰ احاطے کے جنوبی حصے میں ہے۔ مسجد کی مغربی دیوار کو مسلمان حَائِطُ الْبَرَقِ کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ کی سواری ”براق“ کو جبریل نے اس دیوار سے باندھا تھا مگر یہودی اسے حَائِطُ الْمَبْکِیٰ یا دیوار گریہ کا نام دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ دیوار ہیکل کا باقی ماندہ حصہ ہے۔

ہلال و صلیب کی کشمکش اور اسرائیل: 492ھ/1099ء میں یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسجد اقصیٰ میں بہت رد و بدل کیا اور اس کا نام پھر ہیکل سلیمانی (Templum Solomonis) رکھا، نیز مسجد کے اندر گر جا بنالیا۔ 583ھ/1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کر کے مسجد اقصیٰ کو مسیحی نشانات سے پاک کیا اور محراب اور مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ سلطان نے قُبَّة الصخرہ سے صلیب اتار کر وہاں ہلال نصب کیا، صخرہ کے گرد کی دیوار مع قربان گاہ ہٹادی، نیز گنبد پر دوبارہ سنہری رنگ پھردیا۔ پہلی جنگ عظیم چھڑی تو دسمبر 1917ء میں برطانوی فوج فلسطین اور بیت المقدس پر آن قابض ہوئی۔ برطانویوں نے سازش کے تحت یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی کھلی چھوٹ دی، چنانچہ 1948ء میں یہاں اسرائیل وجود میں لایا گیا اور آخر کار جون 1967ء کی چھ روزہ جنگ میں اسرائیلی بیت المقدس سمیت بقیہ فلسطینی علاقوں پر بھی قابض ہو گئے۔

(محسن فارانی، بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 1/16۔ اٹلس سیرت نبوی (دارالسلام)۔ نشانات ارض قرآن)

ہیں، ہمارے لیے وہاں جانا ممکن نہیں ہے، ہاں! البتہ اگر وہ وہاں سے از خود چلے جائیں تو پھر ہم اس شہر میں داخل ہو جائیں گے ورنہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

یوشع اور کالب کا جہاد کے بارے میں خطاب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا﴾ ”جو لوگ (اللہ سے) ڈرتے تھے، ان میں سے دو شخص جن پر اللہ کی عنایت تھی، کہنے لگے۔“ یعنی جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے اعراض کیا تو دو آدمیوں نے، جن کو اللہ نے عظیم نعمت سے نوازا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں میں سے تھے، انھیں جہاد کی ترغیب دی۔ بعض ائمہ نے قرآن مجید کے ان الفاظ کو اس طرح بھی پڑھا ہے: [قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ] ”جن لوگوں سے ڈرا جاتا تھا، ان میں سے دو شخص کہنے لگے۔“ ① یعنی لوگوں میں ان کا رعب و دبدبہ تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دو شخص یوشع بن نون اور کالب بن یوننا ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، عطیہ، سدی، ربیع بن انس اور کئی ائمہ سلف و خلف رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ ②

بہر حال ان دونوں نے ان سے کہا: ﴿ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَالْكُمْ ظُهُورَهُمْ مِنَ الْوَعْدِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا ۚ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ③ ”تم ان لوگوں کے مقابلے کے لیے دروازے میں داخل ہو جاؤ، جب تم دروازے میں داخل ہو گئے تو یقیناً فتح تمھاری ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو۔“ یعنی اگر تم نے اللہ پر بھروسہ رکھا، اس کے حکم کی اطاعت کی اور اپنے رسول کی بات مانی تو اللہ تعالیٰ تمھیں تمھارے دشمن کے مقابلے میں کامیاب کرے گا اور تمھیں اپنی تائید و حمایت سے سرفراز فرمائے گا اور تم اس شہر میں داخل ہو جاؤ گے جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے مگر اس وعظ و نصیحت کا بھی ان پر قطعاً کوئی اثر نہ ہوا۔

﴿قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنْ كُنْ دَخَلْتُمَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَادْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ ④ ”وہ بولے کہ موسیٰ! بے شک جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جاسکتے (اگر ضروری لڑنا ہے) تو تم اور تمھارا رب جاؤ اور لڑو! بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔“ اس طرح بنی اسرائیل نے جہاد سے انکار کیا، اپنے رسول کی مخالفت کی اور اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں بزدلی و دوں ہمتی کا ثبوت دیا۔

غزوہ بدر کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتہائی شاندار جواب: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غزوہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کو اس وقت کتنا خوبصورت جواب دیا تھا جب آپ نے اس لشکر سے لڑائی کے لیے مشورہ کیا تھا جو ابوسفیان کے قافلے کی حفاظت کے لیے آیا تھا۔ یہ قافلہ توبیخ نکلا مگر لشکر مدینہ کے قریب آ گیا تھا اور اس کی تعداد نو سو سے لے کر ایک ہزار کے درمیان تھی اور یہ ہر طرح کے کیل کانٹے سے لیس تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کی اور بہت احسن انداز میں

① تفسیر الطبری: 241/6۔ ② تفسیر الطبری: 241، 240/6۔ ”کالب“ کو بعض نے کلاب اور کالوب بھی ذکر کیا ہے۔

بات کی، پھر مہاجرین میں سے کچھ اور صحابہ کرام نے بھی بات کی مگر رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: [أَشِيرُوا عَلَيَّ أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ!] ”مسلمانو! مجھے مشورہ دو۔“ دراصل آپ اس مسئلے میں انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے کیونکہ اس دن ان کی حیثیت جمہور کی تھی۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! گویا آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے، اس ذات اقدس کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ اس سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں تو ہم آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا، اور ہم اس بات سے قطعاً منہ نہیں موڑیں گے کہ آپ کل دشمن سے مقابلہ کریں۔ ہم جنگ میں بڑا صبر کرنے والے ہیں، دشمن کے مقابلے میں بڑے سچے اور دلیر ثابت ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے کوئی ایسا کارنامہ دکھائے جس سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو، لہذا آپ اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ ہمیں لے چلیں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد کی یہ بات سن کر بے حد خوش ہوئے۔^①

ابوبکر بن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ بدر کے لیے روانہ ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا، آپ نے پھر مشورہ طلب فرمایا تو انصاری کہنے لگے کہ اے گروہ انصار! رسول اللہ ﷺ کا روئے سخن تمھاری طرف ہے۔ انصار کہنے لگے کہ اگر حضور اقدس ﷺ کا روئے سخن ہماری طرف ہے تو ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾^② ”تم اور تمھارا رب جاؤ اور لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔“ اے اللہ کے رسول! اس ذات اقدس کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ برک غماد تک جانے کا بھی حکم دیں گے تو ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ اسے امام احمد، نسائی، اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔^③

امام بخاری رحمہ اللہ نے (بخاری شریف کی کتاب) مغازی اور تفسیر میں کئی سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے۔ اور کتاب التفسیر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾^④ ”تم اور تمھارا رب جاؤ اور لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔“ ہم تو عرض کرتے ہیں کہ آپ تشریف لے چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اقدس فرط مسرت سے

① البدایہ والنہایہ، غزوہ بدر العظمیٰ یوم الفرقان یوم النقی الجمعان: 262/3 امام صاحب نے ہدایہ میں مختلف الفاظ کے

ساتھ اس واقعے کو بیان کیا ہے۔ اور بالفاظ دیگر یہ واقعہ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی ہے، دیکھیے صحیح مسلم، الجہاد، باب غزوہ بدر،

حدیث: 1779 و مسند أحمد: 220، 219/3 و صحیح ابن حبان: 25، 24/11، حدیث: 4722۔ ② مسند أحمد: 188/3

والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، قوله تعالیٰ: ﴿قَالُوا يَمُوتُ إِنْ كُنْ نَذَلْنَاهَا أَهْدًا.....﴾ الآية: 334/6، حدیث:

11141 و صحیح ابن حبان: 24، 23/11، حدیث: 4721۔

جنگ کا اٹھا۔^①

موسٰی علیہ السلام کی یہودیوں کو بددعا: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ﴾^② ”موسٰی نے (اللہ سے) التجا کی کہ پروردگار! بے شک میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی کر دے۔“ یعنی بنی اسرائیل نے جب جہاد کرنے سے انکار کر دیا تو موسٰی علیہ السلام ان سے بہت ناراض ہوئے اور ان کے لیے بددعا کرتے ہوئے بارگاہ الہی میں عرض کرنے لگے: ﴿رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي﴾ ”پروردگار! بے شک میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا۔“ ان میں سے کوئی میری بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرے اور میری دعوت پر لبیک کہے۔

﴿فَافْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ﴾^③ ”چنانچہ تو ہمارے اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی کر دے۔“ عطیہ عوفی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے۔^④ علی بن ابوطالب رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^⑤ امام ضحاک رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے اور حق کو باطل سے ممتاز کر دے۔^⑥ اور ان کے علاوہ دیگر کئی ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اور ان (بنی اسرائیل) کے درمیان جدائی ڈال دے۔^⑦

بیت المقدس میں چالیس سال تک یہودیوں کا داخلہ حرام قرار دے دیا گیا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتَيَهُونَ فِي الْأَرْضِ ط﴾ ”پھر بے شک وہ (مقدس زمین) ان پر چالیس برس تک کے لیے حرام کر دی گئی (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور تہ کی) زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے۔“ حضرت موسٰی علیہ السلام نے جس وقت اپنی قوم کے لیے بددعا کی جب انھوں نے جہاد سے انکار کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چالیس سال تک ارض مقدس میں داخل ہونے کو حرام قرار دے دیا۔ یہ سارا عرصہ انھوں نے جنگل میں حیران و سرگرداں پھرتے ہوئے گزارا کہ انھیں باہر نکلنے کا راستہ ہی نہیں ملتا تھا۔

تاہم اس میدان تہیہ میں بھی بہت سے عجیب و غریب امور اور خرق عادت واقعات پیش آئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر بادلوں کا سایہ فرمایا، ان کے لیے من و سلوی نازل کیا، ایک ہی پتھر سے پانی کے بارہ (12) چشمے جاری فرما دیے، علاوہ ازیں اس طرح کے دیگر بہت سے معجزات بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت موسٰی علیہ السلام کی تائید و حمایت میں انھی کے ہاتھوں ظاہر فرمائے، اسی جنگل (تہیہ) ہی میں تورات نازل ہوئی، بنی اسرائیل کو احکام دیے گئے تھے اور اسی جنگل میں وہ قہر عہد جسے قہر

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قولہ: ﴿فَإِذْ هَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَفَاقَتَا﴾ (المائدة: 24)، حدیث: 4609.

② تفسیر الطبری: 246/6 والدر المنثور: 481/2. ③ تفسیر الطبری: 246/6. ④ تفسیر الطبری: 247/6. ⑤

تفسیر الطبری: 246/6 و تفسیر الرازی: 200/11.

زمان بھی کہا جاتا ہے،^(۱) بنایا گیا تھا۔

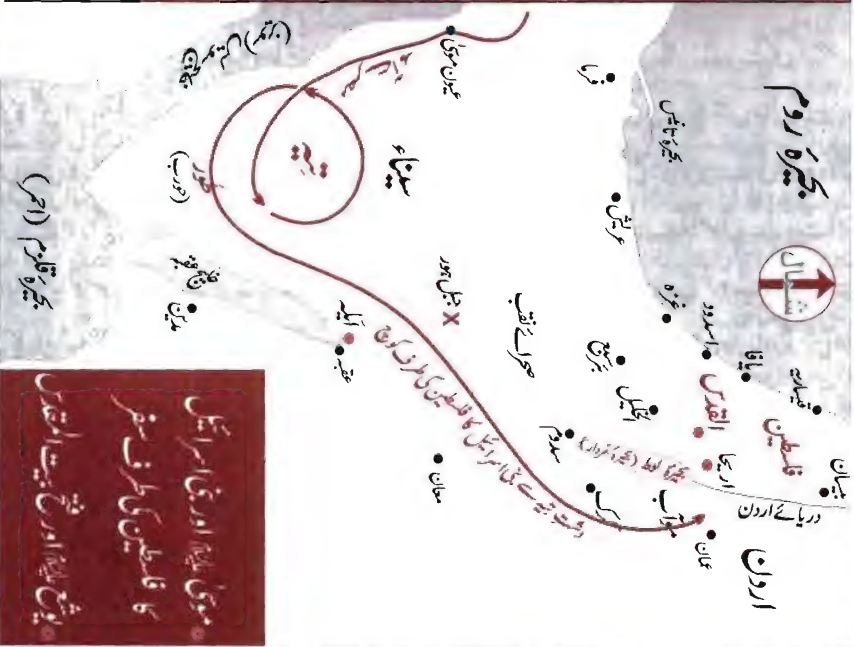
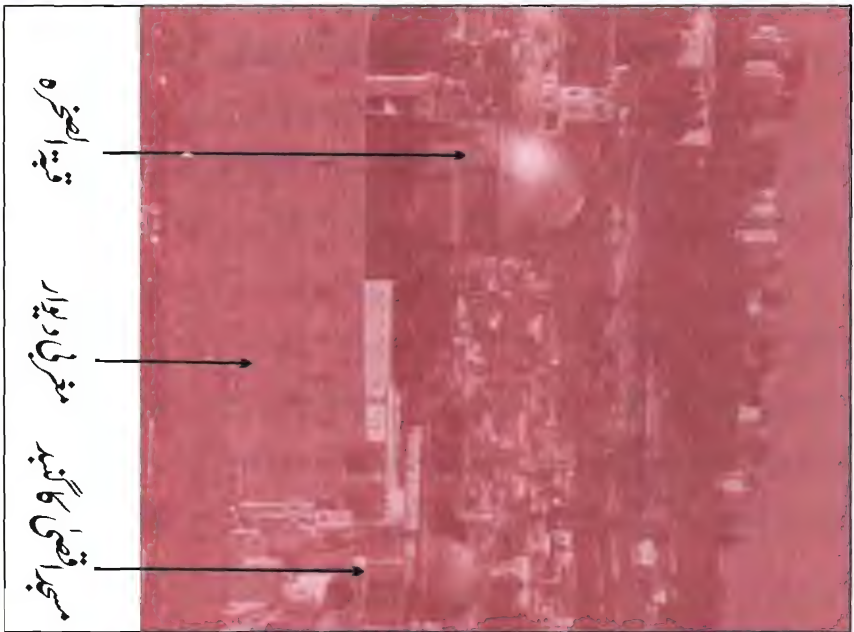
فتح بیت المقدس: ارشاد الہی: ﴿اَرْبَعِينَ سَنَةً﴾، ﴿يَتِيَهُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ کی وجہ سے منصوب ہے، بہر حال چالیس سال کی یہ مدت جب ختم ہوگئی تو یوشع بن نون علیہ السلام انھیں یا ان میں سے باقی ماندہ لوگوں اور دوسری نسل کے تمام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے، بیت المقدس کا قصد کیا اور اس کا جا کر محاصرہ کر لیا اور جمعے کے دن عصر کے بعد اسے فتح کر لیا۔ جب سورج غروب ہونے کے قریب تھا اور حضرت یوشع کو خطرہ لاحق ہوا کہ ہفتے کا دن شروع ہو جائے گا تو انھوں نے کہا کہ اے سورج! تو اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے اور میں بھی اسی کے حکم کا پابند ہوں، اے اللہ! سورج کی رفتار کو روک دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورج کی رفتار کو روک دیا تھا حتیٰ کہ حضرت یوشع نے بیت المقدس کو فتح کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نون کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل سے کہیں کہ وہ جب شہر کے دروازے سے داخل ہوں تو سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور زبان سے [حِطَّة] کا لفظ کہتے جائیں، یعنی اے اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے مگر ان لوگوں نے اس حکم کو بھی بدل دیا اور اس کی مخالفت اس طرح کی کہ حالت سجدہ کے بجائے اُلٹے پاؤں سرینوں کے بل داخل ہوئے اور [حِطَّة] کے بجائے [حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ] کہنے لگے، یعنی ہم دانے مانگتے ہیں۔ یہ سب کچھ تفصیل کے ساتھ سورہ بقرہ کی تفسیر میں قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔^(۲)

امام ابن ابوجاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿فَالْتَمَحَا مُحَرَّمَةً عَلَيْهِمْ اَرْبَعِينَ سَنَةً﴾ یَتِيَهُونَ فِي الْأَرْضِ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ وہ چالیس برس تک اس جنگل میں حیران و سرگرداں پھرتے رہے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کا بھی اس جنگل ہی میں انتقال ہو گیا تھا بلکہ ہر اس شخص کا انتقال ہو گیا تھا جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ تھی اور جب چالیس سال کا یہ عرصہ گزر گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی قیادت حضرت یوشع بن نون نے کی اور وہ انھیں لے کر بیت المقدس گئے اور انھی نے اسے فتح کیا تھا۔^(۳) انھی سے کہا گیا تھا کہ آج جمعے کا دن ہے، انھوں نے بیت المقدس کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تو سورج غروب ہونے کے قریب تھا، لہذا انھیں خطرہ لاحق ہوا کہ اگر سورج غروب ہونے سے قبل فتح نہ ہوئی تو ہفتے کا دن شروع ہو جائے گا تو انھوں نے سورج سے مخاطب ہو کر کہا: میں اللہ کے حکم کا پابند ہوں اور تو بھی اللہ کے حکم کا

① اہل کتاب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ ایک قبۃ (گنبد) تعمیر کریں جس میں درخت شمشاد کی لکڑیاں، موسیوئوں کی کھالیں اور بکریوں کے بال استعمال کیے جائیں اور اسے سونے چاندی کے تانے بانے سے تیار کردہ حریر کے کپڑے سے آراستہ کیا جائے۔ اس گنبد میں، جو اندر سے بڑا وسیع و عریض تھا، دس چوکور ستون تھے جن کی لمبائی انھیں فٹ اور چاروں طرف سے ان کی چوڑائی چار فٹ رکھی گئی تھی۔ اس گنبد کی چھت بھی مرصع تھی اور اس میں سونے چاندی سے نقش بنائے گئے تھے۔ اور اس کے ہر پہلو میں دو دروازے تھے جن کی سردلیں اور چوکھٹیں سونے چاندی سے تیار کر کے نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس کے سب سے بڑے مرکزی دروازے کو بھی اسی طرح سونے چاندی سے تیار کر کے نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اور جب یوشع بن نون علیہ السلام نے بیت المقدس کا اقتدار سنبھالا تو انھوں نے اس قبۃ کو صحرۃ بیت المقدس پر نصب کروایا۔ باخو از البداية والنهاية: 286-288/1. ② دیکھیے آیات:

59, 58 کے ذیل میں۔ ③ تفسیر الطبری: 249/6 و تاریخ الطبری: 306/1.



پابند ہے، اس سے سورج کی رفتار تھم گئی حتیٰ کہ انھوں نے بیت المقدس کو فتح کر لیا۔

اور جب فتح کیا تو انھیں وہاں سے اس قدر زبردست مال و دولت ملا کہ انھوں نے اس سے پہلے اس طرح کا مال کبھی نہیں دیکھا تھا مگر جب انھوں نے اس مال کو جمع کر کے رکھ دیا تا کہ اسے آگ کھالے تو اسے کھانے کے لیے آگ نہ آئی، اس لیے انھوں نے فرمایا کہ لوگو! تم نے خیانت کی ہے، اس کا سراغ لگانے کے لیے انھوں نے مختلف خاندانوں کے سرداروں کو جو تعداد میں بارہ تھے، بلایا اور کہا کہ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھو تو ان میں سے ایک شخص کا ہاتھ آپ کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا تو آپ نے اس سے کہا کہ تم نے خیانت کی ہے، لہذا اس مال کو لے آؤ جو تم نے چھپایا ہے تو وہ سونے کا بنا ہوا گائے کا ایک ایسا سر لے کر آیا جس میں یا قوت کی دو آنکھیں اور موتیوں کے دانت تھے اسے بھی جب مال غنیمت کے ساتھ رکھا گیا تو آگ آئی اور مال غنیمت کو کھا گئی۔^① واقعے کے اس سیاق کا شاہد صحیح بخاری میں بھی ہے۔^②

اللہ تعالیٰ کی موسیٰ علیہ السلام کو تسلی: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ﴾^③ ”تو تم ان نافرمان لوگوں (کے حال) پر افسوس نہ کرو۔“ میں درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تسلی ہے کہ میں نے ان کے بارے میں جو فیصلہ کر دیا ہے تم اس پر حزن و ملال کا اظہار نہ کرو کیونکہ یہ لوگ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اسی سزا کے مستحق ہیں، اس قصے کو بیان کرتے ہوئے یہودیوں کو بھی سرزنش کی جارہی ہے اور ان کی ذلتوں، رسوائیوں، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانیوں اور ان کے حکم جہاد سے انکار کو بیان کیا جا رہا ہے کہ انھوں نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے میں بزدلی و دودھ پستی کا ثبوت دیا، حالانکہ ان میں اللہ کے رسول اور کلیم اور اس زمانے کے تمام لوگوں سے برگزیدہ شخصیت حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود تھے جو فرما رہے تھے کہ تم جہاد کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازے گا۔

اور وہ اس سے پہلے اپنے سر کی آنکھوں سے خود یہ مشاہدہ بھی کر چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بہت بڑے دشمن فرعون کو اس کے تمام لشکر سمیت دریا میں غرق کر دیا تھا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اس واقعے کو ابھی کوئی بہت عرصہ بھی نہیں گزرا تھا مگر اب وہ اس شہر کے لوگوں سے جہاد کرنے سے انکار کر رہے تھے، حالانکہ یہ تعداد اور اسباب و وسائل کے اعتبار سے اہل مصر کے مقابلے میں عشرِ عشیر بھی نہ تھے مگر اب ان کی یہ کروتیاں ہر خاص و عام کے سامنے واضح ہو گئی ہیں اور ایسی ذلت و رسوائی ان کے چہروں پر ملی گئی ہے کہ جسے کوئی پردہ بلکہ رات کا اندھیرا بھی نہیں چھپا سکتا مگر اس کے باوجود یہ اپنی جہالت میں حیران اور سرکشی میں سرگرداں پھرتے ہیں، اور ستم بالائے ستم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ بلکہ اس کے دشمن ہونے کے باوجود دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے دنیا ہی میں یہ عبرت ناک سزا دی کہ ان میں سے کچھ لوگوں کو خزیروں اور بندروں کی صورت میں مسخ کر دیا اور ان پر

① الدر المنثور: 481/2 . ② صحیح البخاری، فرض الخمس، باب قول النبی ﷺ: [أحلت لكم الغنائم]، حدیث:

3124 و صحیح مسلم، الجہاد، باب تحلیل الغنائم لهذه الأمة خاصة، حدیث: 1747.

وَائْتِلْ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنِي آدَمَ بِالْحَقِّ ۖ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ

اور (اے نبی!) آپ انھیں آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ ٹھیک ٹھیک سنائیں، جب ان دونوں نے قربانی کی تھی، پھر ان میں سے ایک کی قربانی تو قبول کر لی گئی

مِنَ الْآخَرِ ط قَالَ إِنَّمَا يُتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ كَإِنَّمَا بَسَطْتَ

اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ دوسرا بولا: میں تجھے قتل کر دوں گا۔ پہلے نے جواب دیا: اللہ صرف پرہیزگاروں سے (قربانی) قبول کرتا ہے ﴿٢٧﴾ اگر تو نے

إِلَى يَدِكَ لَتَتَفَتَّنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِي إِلَيْكَ لَا أَقْتُلُكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ

اپنا ہاتھ میری طرف (اس ارادے سے) بڑھایا کہ مجھے قتل کر دے تو بھی میں اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کر دوں۔ بے شک میں اللہ

الْعَلِيِّنَ ﴿٢٨﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۖ وَذَلِكَ جَزَاؤُ

سے ڈرتا ہوں جو سب جہانوں کا رب ہے ﴿٢٨﴾ میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ اپنے سر لے لے اور دونوں میں شامل ہو جائے۔ اور ظالموں کا

الظَّالِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ

بہی بدلہ ہے ﴿٢٩﴾ پھر اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کو قتل کرنے پر اکسایا، چنانچہ اس نے اسے قتل کر دیا اور وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو گیا ﴿٣٠﴾ پھر

اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِثِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ط قَالَ يُوَيْلَتِي أَعَجَزْتُ

اللہ نے (دہاں) ایک کو ابھیجا، وہ (اپنے بچوں سے) زمین کریدنے لگا، تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے دفن کرے، وہ کہنے لگا: افسوس! میں

أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِثِي سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿٣١﴾

اس کو بے جیسا ہونے سے بھی عاجز رہا کہ اپنے بھائی کی لاش دفن دیتا، چنانچہ وہ پچھتاتے والوں میں سے ہو گیا ﴿٣١﴾

ایسی لعنت برسائی جو جہنم رسید ہونے تک ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی بلکہ انھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہی میں رکھے گی۔ وَلَهُ
الْحَمْدُ فِي جَمِيعِ الْوُجُودِ .

تفسیر آیات: 27-31

قصہ ہابیل و قابیل: اللہ تعالیٰ نے سرکشی، حسد اور ظلم کے خوفناک انجام کو بیان کرنے کے لیے یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے دو
حقیقی بیٹوں قابیل اور ہابیل کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے پر کس طرح زیادتی کی حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا
اور یہ محض سرکشی اور اس نعمت پر حسد کی وجہ سے تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے نوازا تھا کہ اس کی اس قربانی کو اس نے شرف
قبولیت عطا فرمادیا تھا جو اس نے اخلاص کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کی تھی اور اس طرح مقتول گناہوں کی معافی اور
جنت میں داخلے کی وجہ سے کامیاب ہو گیا، اور قاتل دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد رہا۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ۞ وَائْتِلْ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنِي آدَمَ بِالْحَقِّ ۖ اور (اے محمد ﷺ!)
ان کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کا واقعہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا دیں۔ ”یعنی ان یہودی حاسدوں، سرکشوں، بندروں اور
خزیریوں کے بھائیوں اور ان جیسے دیگر تمام لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ سنا دیں، کئی ایک ائمہ سلف و خلف کے بقول،
جن کے نام ہابیل اور قابیل تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَا لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْكُمْ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَلَا تَتَّبِعُوا أَمْرًا مِنْكُمْ وَلَا مِنْ دُونِهِمْ فِي شَيْءٍ مِنْ دِينِهِمْ وَلَا يَتَّبِعُوا أَمْرًا مِنْكُمْ وَلَا مِنْ دُونِهِمْ فِي شَيْءٍ مِنْ دِينِهِمْ وَلَا يَتَّبِعُوا أَمْرًا مِنْكُمْ وَلَا مِنْ دُونِهِمْ فِي شَيْءٍ مِنْ دِينِهِمْ﴾ (آل عمران 62:3) ”بے شک یہی بیان سچا ہے“ اور فرمایا: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ ط﴾ (الکھف 13:18) ”ہم ان کے حالات آپ سے صحیح صحیح بیان کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ﴾ (مریم 34:19) ”یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے۔“

حضرت آدم علیہ السلام کے ان دو بیٹوں کا قصہ یہ ہے جیسا کہ کئی ایک ائمہ سلف و خلف نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں انھیں اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ ضرورت کے پیش نظر وہ اپنی بیٹیوں کا اپنے ہی بیٹوں سے نکاح کر دیں لیکن انھوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ کے ہاں ہر دفعہ ایک بیٹے اور ایک بیٹی کی ولادت ہوتی تھی تو وہ ایک بار کی بیٹی کی دوسری بار کے بیٹے سے شادی کر دیتے تھے، ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن بد صورت تھی جبکہ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہت خوب صورت تھی، لہذا اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ خود اس سے نکاح کر لے لیکن حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے انکار فرما دیا مگر یہ کہ دونوں قربانی کریں اور جس کی قربانی قبول ہو جائے، وہ اس لڑکی سے نکاح کر لے، اس طرح ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی مگر قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی تو پھر وہ واقعہ پیش آیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اس وقت اس بات سے منع کر دیا گیا تھا کہ لڑکی کی اس کے جڑواں بھائی سے شادی کی جائے بلکہ اس کی شادی دیگر بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ کی جاتی تھی اور ہر دفعہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ اسی طرح معاملہ رہا ایک مرتبہ ایک لڑکے کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی بد صورت اور دوسرے کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی خوب صورت تھی تو بد صورت لڑکی کے بھائی نے کہا کہ تو اپنی بہن میرے نکاح میں دے دے اور میں اپنی بہن تیرے نکاح میں دے دیتا ہوں مگر اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ نہیں، اپنی بہن سے شادی کرنے کا میں خود زیادہ حق دار ہوں اور اس کے لیے دونوں نے قربانی بھی کی اور اس طرح بکری والے کی قربانی تو قبول ہو گئی مگر کھیتی والے کی قربانی قبول نہ ہوئی تو اس نے اپنے ہی بھائی کو قتل کر دیا۔ اس روایت کی سند جید ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۖ﴾ (اللہ صرف پرہیزگاروں ہی کی (نیاز) قبول فرماتا ہے۔“ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص اپنے فعل میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قربانی قبول فرما لیتا ہے۔ امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ ”اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک نماز قبول فرمائی ہے تو یہ بات مجھے دنیا اور دنیا کی ساری دولتوں سے زیادہ عزیز ہوگی۔“ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ

① ہابیل اور قابیل کے واقعے کی تفصیل کے لیے دیکھیں تفسیر الطبری: 6/254-257 و تفسیر القرطبی: 6/133، 134 و تفسیر

الرازی: 11/203، 204 و تفسیر البغوی: 2/39، 38.

الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ ۞ اللَّهُ تَعَالَىٰ بِرَهْزَنَ غَارٍ هِيَ سَمْعُهُ قَوْلُ فَرَمَاتِهِ ۞ ﴿٢٨﴾

اور ارشاد الہی ہے: ﴿٢٨﴾ ۞ ”اور اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھ کو قتل کرنے کے لیے تجھ پر ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، بے شک مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔“ جب کسی جرم یا گناہ کے بغیر بھائی نے اسے قتل کی دھمکی دی تو اس کے اس نیک بھائی نے اسے یہ جواب دیا تھا۔ تقوے کی وجہ سے اللہ نے جس کی قربانی کو قبول فرمایا تھا کہ میں تمہاری اس بری حرکت کا جواب اسی طرح کی بری حرکت سے نہیں دوں گا کیونکہ اس طرح تو ہم دونوں گناہ کے اعتبار سے برابر ہو جائیں گے اور ہم میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں کہ اس طرح کا کوئی کام کروں جس طرح کا کام تم کرنا چاہتے ہو، اس لیے میں تو صبر کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ عبد اللہ بن عمرو کا قول ہے کہ اللہ کی قسم! یہ شخص دونوں میں سے زیادہ بہادر اور طاقت ور تھا مگر تقوے کی وجہ سے اس نے کوئی زیادتی نہ کی۔ ﴿٢٩﴾

اسی وجہ سے صحیحین میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا، فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ۔ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ] ”جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم رسید ہوں گے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ تو قاتل ہے مگر مقتول کا کیا قصور ہے؟ (کہ وہ بھی جہنم میں جائے گا۔) فرمایا: اس لیے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر حریص تھا۔“ ﴿٣٠﴾

امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابوقاص رحمہ اللہ نے حضرت عثمان رحمہ اللہ کے دور میں فتنے کے موقع پر کہا تھا: میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: [إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِي] ”بلاشبک وشبہ عنقریب ایک فتنہ رونما ہوگا کہ جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔“ عرض کی: رسول اللہ! اگر وہ میرے گھر میں داخل ہو کر میری طرف اپنا ہاتھ دراز کرے تاکہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا: [كُنْ كَابِنِ آدَمَ] ”اس صورت میں ابن آدم (ہابیل) کی طرح ہو جاؤ (جس نے قتل ہونا گوارا کر لیا تھا۔)“ ﴿٣١﴾ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ ﴿٣٢﴾

① الدر المنثور: 484/2. ② تفسیر الطبری: 254/6-261. ③ صحیح البخاری، الإیمان، باب: ۞ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا ، الآية (الحجرات: 9)، حدیث: 31 عن الأحنف بن قیس رحمہ اللہ. و صحیح مسلم، الفتن، باب إذا تواجہ المسلمان بسيفيهما، حدیث: 2888. ④ مسند أحمد: 185/1. ⑤ جامع الترمذی، الفتن، باب ما جاء إنه تكون فتنه القاعد فيها خير من القائم، حدیث: 2194 و سنن أبي داود، الفتن والملاحم باب النهی عن السعي في الفتن، حدیث: 4257.

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، خباب بن ارتؓ، ابوبکرہ، ابن مسعود، ابوقاد، ابو موسیٰ اور خُرشہ بن الحارث الغزالی رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔^(۱)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبْوَءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾ ”میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ اپنے سر لے لے اور دوزخیوں میں شامل ہو جائے اور ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔“ حضرت ابن عباس، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبْوَءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تو میرے قتل کے گناہ میں بھی ماخوذ ہو اور اپنے ان گناہوں میں بھی جو تو نے اس سے پہلے کیے ہیں جیسا کہ امام ابن جریر نے بیان کیا ہے۔^(۲)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ”پھر اس کے نفس نے اس کو بھائی کے قتل ہی کی ترغیب دی، چنانچہ اس نے اسے قتل کر دیا اور خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گیا۔“ یعنی اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا اور اس کا سہارا دیا اور اس وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ کے باوجود اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ جب اس نے قتل کا ارادہ کیا تو اپنے بھائی کی گردن کو مروڑنا شروع کر دیا (مگر اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کس طرح قتل کرے) تو ابلیس ایک جانور کو لے کر آیا اور اس نے اس کے سر کو ایک پتھر پر رکھ دیا اور ایک دوسرے پتھر سے مار مار کر اس کے سر کو کچل کر اسے قتل کر دیا، آدم علیہ السلام کا بیٹا یہ منظر دیکھ رہا تھا تو اس نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ اسی طرح کیا۔^(۳) اسے امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔

عبداللہ بن وہب نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ اس نے اپنے بھائی کو سر سے پکڑا تا کہ اسے قتل کر دے تو وہ اس کے سامنے لیٹ گیا تو اس نے اس کے سر اور ہڈیوں پر مارنا شروع کر دیا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اسے قتل کس طرح کرے، ابلیس آیا اور اس نے پوچھا کیا تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، تو ابلیس نے کہا کہ یہ پتھر لو اور اس کے سر پر دے مارو، اس نے ایسے ہی کیا کہ پتھر اس کے سر پر دے مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا، پھر ابلیس جلدی سے حضرت حواء کے پاس آیا اور کہنے لگا: حواء! قاتیل نے ہاتھ قتل کر دیا ہے، حضرت حواء نے فرمایا: تجھ پر افسوس!

(۱) صحیح البخاری، الفتن، باب تكون فتنة القاعد فيها خير من القائم، حدیث: 7071 وصحیح مسلم، الفتن، باب نزول الفتن كمواقع القطر، حدیث: 2886 عن أبي هريرة ؓ. وسنن الدار قطنی: 3224 عن خباب بن ارت ؓ. وسنن أبي داود، الفتن والملاحم، باب النهي عن السعي في الفتنة، حدیث: 4256 عن أبي بكره ؓ. ومسند أحمد: 1/449، 448/1 عن أبي مسعود ؓ. والمعجم الكبير للطبرانی، ترجمة بسر بن سعيد عن أبي واقد: 249/3، حدیث: 3307 عن أبي واقد ؓ. وصحیح ابن حبان، الرهن، باب ذكر البيان بأن على المرأة عند الفتن أن يكون مقتولا لا قاتلا: 13/297، حدیث: 5962 عن أبي موسى ؓ. ومسند أحمد: 4/106 عن خُرشة بن الحارث الغزالی ؓ. (۲) تفسیر الطبری: 6/262. (۳) تفسیر الطبری: 6/266 والدر المنثور: 2/488.

قتل کیا ہوتا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ وہ اب نہ کھائے گا، نہ پیے گا اور نہ حرکت ہی کر سکے گا، حضرت حواء نے فرمایا کہ یہ تو موت ہے، ابلیس نے کہا کہ ہاں، میرا مقصد یہی ہے کہ قاتیل نے ہانبل کو مار دیا ہے تو اس سے حضرت حواء نے رونا شروع کر دیا، حضرت آدم علیہ السلام آئے تو حضرت حواء رو رہی تھیں، انھوں نے فرمایا: کیا بات ہے؟ حضرت حواء نے کوئی جواب نہ دیا، حضرت آدم علیہ السلام نے دوبار اور پوچھا مگر انھوں نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ تو اور تیری بیٹیاں روتی رہیں گی، میں اور میرے بیٹے اس رونے سے بری ہیں۔

اور فرمان الہی: ﴿فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ① ”تو وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔“ یعنی دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے، اور اس سے بڑھ کر اور کوئی خسارہ ہو بھی کیا سکتا ہے؟ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا، إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ] ”جب بھی کسی انسان کو ظلم سے قتل کیا جائے گا تو آدم کے اس پہلے بیٹے کے ذمے بھی اس کے خون کا حصہ ہوگا کیونکہ وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے قتل کو ایجاد کیا۔“ ② اسے امام ابوداؤد کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ③

امام ابن جریر نے عبداللہ بن عمرو کی روایت کو بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے: تمام انسانوں میں سے سب سے زیادہ بد بخت آدم کا وہ بیٹا ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا، اس وقت سے لے کر قیامت تک زمین پر جس قدر بھی خون بہایا جائے گا، اسے اس کا گناہ ملے گا کیونکہ یہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے قتل کو ایجاد کیا تھا۔ ④

اور فرمان الہی: ﴿فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ط قَالَ يُوَيْلُكَى أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْءَةَ أَخِي ط فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ﴾ ⑤ ”پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ وہ کہنے لگا: افسوس! میں اس کو جیسا ہونے سے عاجز رہا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا، پھر وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔“

سدی نے حضرات صحابہ کرام تک اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب یہ لڑکا فوت ہو گیا تو اس کے بھائی نے اسے جنگل ہی میں چھوڑ دیا کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کس طرح دفن کرے تو اللہ تعالیٰ نے دو کتوں کو بھیجا جو بھائی تھے، انھوں نے بھی آپس میں لڑائی کی اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا، پھر اس کے لیے گڑھا کھودا، اور اس میں ڈال کر اس پر مٹی ڈال دی تو یہ منظر

① مسند أحمد: 383/1. ② صحيح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، حديث: 3335 وصحيح

مسلم، القسامة والمحاربن، باب بيان إثم من سن القتل، حديث: 1677 وجامع الترمذی، العلم، باب ماجاء أن الدال على الخير كفعله، حديث: 2673 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، قوله تعالى: ﴿قَالُوا يَبْهُوتُ لَنَا كُنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا﴾ 334/6، حديث: 11142 وسنن ابن ماجه، الديات، باب التغليظ في قتل مسلم ظلما، حديث:

2616. ③ تفسير الطبري: 264/6.

مَنْ أَجَلَ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ

اس وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو قتل کر دے، سوائے اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد کرنے والا ہو،

فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ط وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ط

تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک جان کو (ناخن قتل ہونے سے) بچائے، تو گویا اس نے تمام لوگوں کی جان بچائی۔ اور ہمارے

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَكُسُفُوفُونَ ﴿٣٢﴾

رسول واضح نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے، پھر بے شک اس کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں حد سے نکل جانے والے ہیں ﴿٣٢﴾

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں، ان کی سزا تو صرف یہ ہے کہ انہیں قتل کیا

أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ط ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ

جائے یا سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ دنیا میں ان کے لیے ذلت

فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ

ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ﴿٣٣﴾ سوائے ان لوگوں کے جو اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ، توبہ کر لیں، پس تم جان لو کہ

فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾

بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿٣٤﴾

دیکھ کر کہنے لگا: ﴿يُؤْيِيكَ اَعْجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَاَوَارِي سَوْعَةً اَرَحِي﴾ ”افسوس! میں اس کو

جیسا ہونے سے عاجز رہا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔“ ﴿١﴾ علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ زندہ کو امر وہ

کوئے کے پاس آیا تو اس نے مردہ کوئے کو دفن کر دیا تو ابن آدم، جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا، کہنے لگا: ﴿يُؤْيِيكَ اَعْجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ﴾ ”افسوس! میں اس کوئے جیسا ہونے سے عاجز رہا۔“ ﴿٢﴾

اور ارشاد الہی: ﴿فَاصْبِرْ مِنَ الدُّمَيِّنِ﴾ ﴿٣﴾ ”چنانچہ وہ چھپتانے والوں میں سے ہو گیا۔“ امام حسن رضی اللہ عنہ صریح فرماتے

ہیں کہ خسارہ اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے نادم و پشیمان بھی کر دیا۔

سرکشی و قطع رحمی کی جلد سزا: حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ تَعَالَى

لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدْخِرُ لِصَاحِبِهِ، فِي الْآخِرَةِ، مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ] ”سرکشی و قطع رحمی

سے بڑھ کر اور کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کی اللہ تعالیٰ آخرت میں سزا کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی جلد سزا دیتا ہو۔“ ﴿٤﴾ اسی قانون

① تفسیر الطبری: 268/6. ② تفسیر الطبری: 268/6. ③ سنن أبی داود، الأدب، باب فی النهی عن البغی، حدیث:

4902 وجامع الترمذی، صفة القيامة، باب فی عظم الوعيد علی البغی وقطیعة الرحم، حدیث: 2511 وسنن ابن ماجه،

الزهد، باب البغی، حدیث: 4211 و مسند أحمد: 36/5.

قدرت کے مطابق قاتیل کو بھی اپنے اس گناہ کی یہ دونوں سزائیں ملی ہیں۔ فَإِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

تفسیر آیات: 32-34

انسان کا احترام واجب ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے اپنے ہی بھائی کو ظلم اور دشمنی سے قتل کر دیا، لہذا اسی وجہ سے ﴿كُتِبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ﴾ ”ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا۔“ یعنی انھیں معلوم کرا دیا کہ ان کے لیے حکم شریعت یہ ہے کہ ﴿أَكْثَرُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ ”کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا، سوائے اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد کرنے والا ہو تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک جان کو (ناحق قتل ہونے سے) بچائے تو گویا اس نے تمام لوگوں کی جان بچائی۔“ یعنی جو شخص کسی کو قصاص یا زمین میں خرابی کی سزا وغیرہ کے کسی سبب کے بغیر قتل کرے اور بغیر کسی سبب اور جرم کے، اس کے قتل کو حلال سمجھے تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا کیونکہ اس کے نزدیک انسان انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا﴾ ”اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا۔“ اور اس نے عقیدہ یہ رکھا کہ اسے قتل کرنا حرام ہے تو اس اعتبار سے وہ گویا تمام انسانوں کی سلامتی اور زندگی کا موجب ہوا، اسی لیے فرمایا: ﴿فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ ”تو وہ گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔“

اعمش وغیرہ نے ابوصالح سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس دن حاضر ہوا جب آپ کو اپنے گھر میں محصور کر دیا گیا تھا تو میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! میں آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ! کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ تمام لوگوں کو، پھر ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دیں؟ میں نے عرض کی: جی نہیں! اگر آپ نے ایک آدمی کو بھی قتل کیا تو گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا، لہذا آپ چلے جائیں، میں آپ کو اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر و ثواب دے گا اور آپ کو کوئی گناہ نہیں ہوگا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی یہ بات سن کر واپس آ گیا اور میں نے کسی سے کوئی لڑائی نہیں کی۔^①

علی بن ابیطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ بات ارشاد باری تعالیٰ: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ کے مطابق تھی۔ زندگی کے موجب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایسے انسان کو قتل نہ کرے جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام قرار دیا ہو، اسی لیے اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگانی بخشی، یعنی جو اس کے قتل کو حرام سمجھے مگر یہ کہ اسے قتل کرنا حق ہو تو اس سے تمام انسان محفوظ رہے۔^② امام مجاہد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس کے قتل سے رک گیا۔^③

① الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 70/3 والدر المنثور: 490/2 . ② تفسیر الطبری: 275/6 . ③ تفسیر الطبری: 275/6 .

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَبِيحًا ط﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جس نے کسی ایک ایسے انسان کو قتل کیا جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا۔^① سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جس نے کسی ایک مسلمان کے خون کو حلال سمجھا اس نے گویا تمام انسانوں کے خون کو حلال سمجھا اور جس نے کسی ایک مسلمان کے خون کو حرام سمجھا تو اس نے گویا تمام انسانوں کے خون کو حرام سمجھا۔ ابن جریج نے اعرج سے اور انھوں نے امام مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم رسید کرے گا، اسے غضب اور لعنت میں مبتلا کرے گا، اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار کرے گا۔ فرماتے ہیں: اگر وہ سب لوگوں کو بھی قتل کرے تو اس سے زیادہ اسے عذاب نہ ہو، ابن جریج ہی نے امام مجاہد سے یہ بھی روایت کیا ہے: ﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ﴾ کہ جو شخص کسی ایک انسان کو بھی قتل نہ کرے تو اس کی وجہ سے سب لوگوں کی زندگی محفوظ ہوگی۔^②

حد اعتدال سے نکل جانے والوں کے لیے سرزنش: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ن﴾ ”اور یقیناً ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے ہیں۔“ یعنی بینات سے روشن اور واضح دلائل و براہین مراد ہیں۔ ﴿ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَكُسِيرُونَ﴾ ”پھر بے شک اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ ملک میں حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں۔“ یعنی حرام امور کا علم ہونے کے باوجود ان کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے یہ ان کی سرزنش کی جا رہی ہے۔

مدینہ کے گرد و پیش کے یہودی قبائل بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قریظہ وغیرہ کا یہی حال تھا کہ زمانہ جاہلیت میں اوس و خزرج کے خاندانوں کے ساتھ ان کی لڑائیاں جاری رہتی تھیں اور جب حالت جنگ ختم ہو جاتی تو اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیا کرتے تھے اور جسے چاہتے قتل کر دیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو تو تورات کی مذمت کرتے ہوئے سورہ بقرہ میں فرمایا: ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ٥ ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنْكُمْ فِي دِيَارِهِمْ لَتَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِلَافِ وَالْعُدُوانِ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسْرَىٰ تَقْتُلُوهُمْ وَهِيَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ط أَفْتَوُمُونِ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۖ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ٦﴾ (البقرہ: 2: 84, 85) ”اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کشت و خون نہ کرنا اور اپنے لوگوں کو ان کے وطن سے نہ نکالنا تو تم نے اقرار کر لیا اور تم (اس بات کے) گواہ ہو، پھر تم وہی ہو کہ اپنوں کو قتل بھی کر دیتے ہو اور اپنے میں سے بعض لوگوں پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کر کے انھیں وطن سے نکال بھی دیتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو فدیہ دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو، حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا (یہ) کیا (بات ہے کہ) تم (اللہ کی) کتاب کے بعض احکام کو تو مانتے

① تفسیر الطبری: 276, 275/6. ② تفسیر الطبری: 275/6.

ہو اور بعض سے انکار کیے دیتے ہو تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے غافل نہیں۔“

لڑائی کرنے والے اور اشرار کی سزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ.....﴾

الآیۃ ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں، ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں.....“

محاربہ کے معنی جنگ اور مخالفت کے ہیں، اس لفظ کا اطلاق کفر، راہ زنی، مسافروں کو ڈرانے دھمکانے، زمین میں فتنہ و فساد برپا کرنے اور دیگر مختلف قسم کی شرارتوں پر ہوتا ہے۔ ابن جریر نے عکرمہ اور امام حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ تا ﴿أَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ ذَّحِيمٌ﴾ ③۴ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان میں سے جو شخص تمہارے قابو میں آنے سے پہلے پہلے توبہ کر لے تو اس سے کوئی مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا لیکن یاد رہے! یہ آیت کسی ایسے مسلمان کو حد سے نہیں بچاتی جو قتل کر دے یا ملک میں فساد برپا کرے یا اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کر کے اور مسلمانوں کے قابو میں آنے سے پہلے کفار سے جا ملے تو اس پر ہر صورت میں حد قائم کی جائے گی، مسلمانوں سے بھاگ کر کفار کے ہاں پناہ لینا اسے حد سے بچا نہیں سکے گا۔ ①

امام ابو داؤد اور نسائی نے بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ یہ آیت: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾ مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ② اور مومنوں ③ میں سے جو شخص قابو میں آنے سے پہلے توبہ کر لے تو یہ بات اسے حد سے بچا نہ سکے گی۔ ④

صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام ہے اور مشرک و غیر مشرک ان سب لوگوں کے لیے ہے جو ان جرائم کا ارتکاب کریں جیسا کہ امام بخاری و مسلم نے ابوقلابہ (عبداللہ بن زید جزی بصری) کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان

① تفسیر الطبری: 280/6. ② یعنی کوئی کافر یا مشرک اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت کرے، فساد برپا کرے اور راہ زنی وغیرہ کرے،

پھر گرفتار ہونے سے قبل توبہ کر لے تو اس پر کوئی حد نہیں لگے گی کیونکہ ارشاد باری ہے: ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ﴾ ”سوئے ان لوگوں کے جو پہلے اس سے کہ تم ان پر قابو پاؤ، توبہ کر لیں۔“ ③ ابو داؤد کی اس روایت کو بظاہر دیکھنے سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ [فَمَنْ تَابَ مِنْهُمْ] ”جو ان میں سے توبہ کر لے۔“ سے مراد مشرک ہی ہیں لیکن یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے

خلاف ہے، جیسا کہ سنن نسائی میں اسی روایت سے واضح ہے، اسی لیے ترجمے میں ”مومنوں“ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور نسائی میں اس روایت کا وہی مفہوم ہے جو امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اوپر بیان ہوا ہے۔ ④ سنن أبی داؤد، الحدود، باب ماجاء فی

المحاربة، حدیث: 4372 و سنن النسائی، تحریم الدم، باب ذکر اختلاف طلحة بن مصرف و معاوية بن صالح علی یحیی بن سعید فی هذا الحدیث، حدیث: 4051.

کیا ہے کہ خاندانِ عکَل کے آٹھ اشخاص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ سے اسلام قبول کرنے کی بیعت کر لی، مدینہ کی آب و ہوا انھیں موافق نہ آئی تو وہ بیمار ہو گئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: [أَلَا تَخْرُجُونَ مَعَ رَاعِيْنَا فِي إِبِلِهِ، فَتُصِيبُونَ مِنْ أَبْوَالِهَا وَالْأَبَانِهَا؟] ”تم لوگ ہمارے چرواہے کے ساتھ اونٹوں کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے تاکہ ان کے پیشاب اور دودھ استعمال کرو؟“ انھوں نے کہا: ہاں، یہ ٹھیک ہے تو وہ مدینہ سے باہر چلے گئے، انھوں نے اونٹوں کے پیشاب اور دودھ کو پیا تو وہ تندرست ہو گئے اور انھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں صحابہ کرام کو بھیجا جو انھیں پکڑ کر مدینہ میں واپس لے آئے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، ان کی آنکھوں میں گرم سلاخیاں پھیری جائیں اور انھیں دھوپ میں پھینک دیا جائے حتیٰ کہ یہ سب مر گئے۔ یہ صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں۔^(۱) اور بخاری و مسلم کی ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ ان لوگوں کا تعلق خاندانِ عکَل یا غُرینہ سے تھا۔^(۲) ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ انھیں دھوپ میں ڈال دیا گیا اور یہ پانی مانگتے تھے تو انھیں پانی بھی نہیں دیا گیا۔^(۳)

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿أَنْ يُقْتَلُوا أَوْ يَصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيُهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَخُوا مِنَ الْأَرْضِ ۚ﴾ ”یہ کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں۔“ کے بارے میں ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان جماعت پر ہتھیار اٹھائے اور رستے کو خطرناک بنا دے، پھر مسلمانوں کو اس پر فتح حاصل ہو جائے اور وہ اسے گرفتار کر لیں تو اس کے بارے میں امام المسلمین کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اسے قتل کر دے یا سولی چڑھا دے یا اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے۔^(۴) سعید بن مسیب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے اور ان کے اقوال کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔^(۵)

ان اقوال کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں حرفِ اُو (یا) استعمال کیا گیا ہے جو اختیار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اس کے اس استعمال کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، مثلاً: حالتِ احرام میں شکار کے بدلے کے بارے میں فرمایا: ﴿فَجَزَاءُ مِمَّا قُتِلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ

(۱) صحیح البخاری، الجہاد والسیر، باب إذا حرقَ المشرك المسلم هل يُحرق؟ حدیث: 3018 و صحیح مسلم، القسامة والمحاربين، باب حکم المحاربين والمرتدين، حدیث: (10-1671) * لَمَعَاتُ ۛ (۲) صحیح البخاری، الوضوء، باب أبواب الإبل والدواب والغنم ومرابضها، حدیث: 233 و صحیح مسلم، القسامة والمحاربين، باب حکم المحاربين والمرتدين، حدیث: (11-1671)۔ (۳) صحیح البخاری، الوضوء، باب أبواب الإبل والدواب والغنم ومرابضها، حدیث: 233 و صحیح مسلم، القسامة والمحاربين، باب حکم المحاربين والمرتدين، حدیث: (11-1671)۔ (۴) تفسیر الطبری: 291/6۔ (۵) تفسیر الطبری: 291/6، 292، 291/6۔

عَذَلْ ذَٰلِكَ صَيَّامًا ﴿الْمَائِدَةُ: 95﴾ ”پھر بدلہ (دے اور وہ یہ ہے کہ) اسی طرح کا چوپایہ جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کر دیں قربانی (کرے اور یہ قربانی) کعبے پہنچائی جائے یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا (ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے۔“ کفارہ فدیہ کے بارے میں فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهَ أَذًى مِّنْ ذَٰلِيسِهِ فَعُذِيَّةٌ مِّنْ صِيَامِهِ أَوْ صَدَقَةٌ أَوْ نُسْلٌ ۖ﴾ (البقرة: 196) ”پھر اگر کوئی تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو تو (اگر وہ سر منڈالے تو) اس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔“ اور اسی طرح قسم کے کفارے کے بارے میں فرمایا: ﴿فَكَفَّارَتُهُٓ اِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِيْنٍ مِّنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعَمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ط﴾ (الْمَائِدَةُ: 89) ”تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا۔“ ان تمام آیات کریمہ میں حرف او اختیار کے لیے استعمال ہوا ہے تو اسی طرح اس آیت میں بھی یہ اختیار ہی کے لیے ہے، یعنی حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ ان میں سے جو مناسب سمجھے سزا دے دے۔

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿اَوْ يَنْقُضُوْا مِنَ الْاَرْضِ ط﴾ ”یا ملک سے نکال دیے جائیں۔“ کے معنی بعض اہل علم نے یہ بھی بیان کیے ہیں کہ ایسے مجرم کو جب پکڑ کر قابو کر لیا جائے تو امام کو اختیار ہے کہ اس پر حد قائم کرے یا اسے دارالاسلام سے جلاوطن کر دے۔ اسے امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انس بن مالک، سعید بن جبیر، ضحاک، ربیع بن انس، زہری، لیث بن سعد اور امام مالک بن انس سے روایت کیا ہے۔^① جبکہ دیگر ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ اسے ایک شہر سے نکال کر دوسرے شہر میں بھیج دے بادشاہ یا اس کا کوئی نائب اسے اپنے سارے معاملات میں سے نکال دے۔ سعید بن جبیر، ابوالشعنا، حسن، زہری، ضحاک اور مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ اسے شہر بدر کیا جائے لیکن سرزمین اسلام سے اسے باہر نہ بھیجا جائے۔^② کچھ اور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں جلا وطنی سے مراد قید کرنا ہے۔^③

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۳﴾ ”یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا (بھاری) عذاب (تیار) ہے۔“ یعنی یہ انہیں قتل کرنا، تختہ دار پر لٹکانا، ہاتھ پاؤں کا مخالف سمت سے کاٹنا اور جلاوطن کرنا اس دنیا میں لوگوں کے سامنے انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان مجرموں کے لیے قیامت کے دن جو عذاب عظیم تیار فرما رکھا ہے وہ اس کے علاوہ ہے، اس سے ان لوگوں کے قول کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جہاں تک اہل اسلام کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں صحیح مسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم سے بھی رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح بیعت لی جس طرح خواتین سے بیعت لی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں، چوری نہ کریں، بدکاری نہ کریں، اپنے بچوں

① تفسیر الطبری: 294-296/6 و تفسیر الماوردی: 34/2۔ ② تفسیر الطبری: 296/6 والدر المنثور: 494/2 و تفسیر

الماوردی: 34/2۔ ③ تفسیر الطبری: 298/6 و تفسیر الرازی: 217/11۔

کو قتل نہ کریں اور ایک دوسرے پر ^①بہتان نہ لگائیں جو اس وعدے کو نبھائے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

اگر کسی نے ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہوگی اور جس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمائی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو وہ اسے معاف فرما دے۔ ^②حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَذْنَبَ فِي الدُّنْيَا ذَنْبًا فَعُوقِبَ بِهِ ، قَالَهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ يُنْتَنَى عُقُوبَتَهُ عَلَى عَبْدِهِ ، وَمَنْ أَذْنَبَ ذَنْبًا فِي الدُّنْيَا فَسَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَفَا عَنْهُ ، قَالَهُ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَعُودَ فِي شَيْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ] ”جو شخص دنیا میں کوئی گناہ کرے اور اسے اس کی سزا مل جائے تو اللہ تعالیٰ بہت بڑا عادل ہے، وہ اپنے بندے کو اس کی دوبارہ سزا نہیں دے گا اور جو شخص دنیا میں کوئی گناہ کرے اور اللہ اس کی پردہ پوشی فرمالے اور اسے معاف فرما دے تو وہ ذات گرامی بہت معزز ہے کہ جسے اس نے معاف فرما دیا ہو اس کی اسے سزا دے۔ اسے امام احمد، ابن ماجہ اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ^③اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب (صحیح) قرار دیا ہے۔ حافظ دارقطنی سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے اور اس روایت کا مرفوع ہونا صحیح ہے۔ ^④

امام ابن جریر نے ﴿ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا﴾ ”یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے۔“ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ آخرت سے پہلے ہی دنیا میں ان کے لیے شر، عار، سزا، ذلت اور رسوائی ہے۔ ﴿وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ”اور آخرت میں ان کے لیے بڑا (بھاری) عذاب (تیار) ہے۔“ اگر وہ اپنے اس فعل سے توبہ نہ کریں اور اس طرح مرجائیں تو دنیا کی اس سزا اور ذلت و رسوائی کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا کہ انھیں عذاب جہنم میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ ^⑤

مخبرین گرفتاری سے قبل توبہ کر لیں تو حدود ساقط ہو جائیں گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْرَأُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ﴾ ^⑥ ”مگر جن لوگوں نے اس سے پیشتر کہ تمہارے قابو آ جائیں توبہ کر لی تو جان رکھو کہ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کا تعلق مشرکین سے

① اس حدیث میں یہاں الفاظ یہ ہیں: [وَلَا يَعْصُهُ بَعْضُنَا بَعْضًا] اور اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ایک دوسرے پر بہتان نہ لگائیں یا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بعضہ کے معنی کے بارے میں تین اقوال ہیں (1) جادو کرنا (2) بہتان باندھنا اور (3) غیبت کرنا۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تین اقوال قریب المعنی ہیں اور ان سب میں جھوٹ کا عنصر قدرے مشترک ہے۔ (مترجم) ② صحیح مسلم، الحدود، باب الحدود کفارات لأهلها، حدیث: (43)-1709. ③ مسند أحمد: 159/1 و سنن ابن ماجہ، الحدود، باب الحدود الکفارة، حدیث: 2604 و جامع الترمذی، الإيمان، باب ما جاء لا یزنی الزانی وهو مؤمن، حدیث: 2626. ④ سنن الدارقطنی، الحدود والديات: 215/3. دیکھیے مسند البزار: 126/2، حدیث: 482 کے ذیل میں۔ ⑤ تفسیر الطبری: 299/6.

ہے تو ان کے بقول اس کا مفہوم ظاہر ہے اور جہاں تک مسلمان محاربین کا تعلق ہے تو وہ بھی اگر گرفتار ہونے سے قبل توبہ کر لیں تو ان سے بھی قتل، پھانسی اور ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کی سزا ساقط ہو جائے گی۔

آیت کریمہ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی قابو میں آنے سے پہلے پہلے توبہ کر لے تو اس سے سزا ساقط ہو جائے گی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اسی کے مطابق ہے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے شععی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حارث بن بدر تمیمی اہل بصرہ میں سے تھا، اس نے فتنہ و فساد اور جنگ برپا کی لیکن پھر اس نے قریش کے کئی لوگوں سے اس سلسلے میں معذرت کی جن میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے، انھوں نے اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بات کی تو آپ نے اس کی معذرت کو قبول نہ کیا تو یہ شخص سعید بن قیس ہمدانی کے پاس آ گیا جس نے اسے اپنے گھر میں چھپا دیا، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا: یا امیر المؤمنین! جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرے اور زمین میں فتنہ و فساد برپا کرے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا ہے، اس نے یہ کہہ کر ان آیات کو پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ یہاں تک پہنچ گیا: ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدُرُوا عَلَيْهِمْ﴾ ”تو یہ ارشاد باری تعالیٰ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے لیے امان لکھ دی۔ سعید بن قیس کہتے ہیں کہ اس شخص کا نام حارث بن بدر تھا۔ امام ابن جریر نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔^①

امام ابن جریر نے عام شععی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ خاندان مراد کا ایک شخص حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آیا جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفے کے گورنر تھے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرض نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ وہ کہنے لگا: ابو موسیٰ! میں فلاں بن فلاں مرادی ہوں اور میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور زمین میں فتنہ و فساد برپا کیا ہے اور میں تمہارے قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ کر رہا ہوں، یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے فرمایا: اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی، زمین میں فساد برپا کیا اور ہمارے قابو میں آنے سے پہلے ہی اس نے توبہ کر لی ہے، لہذا جو شخص بھی اس سے ملے تو اس سے اچھا سلوک کرے، (اگر سچا ہوا تو اچھے رستے پر چلتا رہے گا اور اگر جھوٹا ہوا تو خود ہی اپنے گناہوں کی لپیٹ میں آ جائے گا) تو یہ شخص کچھ عرصے تک تو پر سکون رہا مگر اس نے پھر بغاوت شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے گناہوں کی سزا دی کہ یہ قتل ہو گیا۔^②

اس کے بعد امام ابن جریر نے موسیٰ بن اسحاق مدنی کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ علی اسدی نے بھی لڑائی کی، راستہ پر خطر بنادیا، خون ریزی کی اور مال لوٹ لیا، حکمرانوں اور عوام نے اسے قابو کرنے کی کوشش کی مگر وہ قابو میں نہ آیا حتیٰ کہ وہ از خود تائب ہو کر آ گیا اور اس نے توبہ اس وقت کی جب ایک شخص کو یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے سنا: ﴿يُعَذِّبُ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (الزمر: 53) ”اے

① تفسیر الطبری: 302، 301/6. ② تفسیر الطبری: 303/6.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، اور اس کا قرب تلاش کرو، اور اس کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔⁽³⁵⁾ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا

تُفْلِحُونَ⁽³⁵⁾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا

اگر ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو ساری زمین میں ہے اور اس کے برابر اور بھی ہوتا کہ وہ قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لیے فدیے میں دے

بِهِ مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ⁽³⁶⁾ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ⁽³⁶⁾ يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوا

دیں تو بھی وہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ان کے لیے بہت دردناک عذاب ہے۔⁽³⁶⁾ وہ آگ سے نکلنا چاہیں گے مگر وہ اس میں سے نہیں نکل

مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا⁽³⁷⁾ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ⁽³⁷⁾

سکیں گے، اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔⁽³⁷⁾

میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ بے شک اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) یقیناً وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“ تو کہا کہ اللہ کے بندے! اس آیت کو ذرا دوبارہ پڑھنا، اس نے اسے دوبارہ پڑھا تو اس نے فوراً اپنی تلوار کو میان میں ڈال لیا اور توبہ کرتے ہوئے صبح کے وقت مدینہ میں پہنچ گیا، غسل کیا، مسجد نبوی میں حاضر ہو گیا، صبح کی نماز ادا کی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے جھرمٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا، دن روشن ہوا تو لوگوں نے اسے پہچان لیا اور اس کے سامنے کھڑے ہو گئے تو یہ کہنے لگا کہ تم مجھے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ میں تو تمھارے قابو میں آنے سے قبل از خود توبہ کر کے آ گیا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، یہ سچ کہہ رہا ہے، پھر اسے ہاتھ سے پکڑ کر مروان بن حکم کے پاس لے گئے جو ان دنوں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے اور فرمایا: دیکھو! یہ علی (اسدی) توبہ کر کے آ گیا ہے، تم اسے کچھ نہیں کہہ سکتے، اسے قتل نہیں کر سکتے، چنانچہ مروان نے بھی اسے چھوڑ دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس علی (اسدی) نے توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں سمندر میں جہاد بھی کیا جب رومیوں سے مد بھیڑ ہوئی اور اس کی کشتی رومیوں کی کشتی کے قریب ہوئی تو اس نے ان کی کشتی میں چھلانگ لگا دی تو وہ سب ڈر کے مارے بھاگ کر کشتی کے ایک دوسرے کنارے کی طرف چلے گئے جس کی وجہ سے توازن برقرار نہ رہا، کشتی الٹ گئی اور یہ بھی اور اس کشتی میں سوار تمام رومی بھی سمندر میں ڈوب گئے۔⁽¹⁾

تفسیر آیات: 35-37

تَقْوَى، وسیلہ اور جہاد کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کے تقوے کو اختیار کریں، تقوے کو جب طاعت الہی کے ساتھ ملا لیا جائے تو پھر اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ان تمام امور کو ترک کر دیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا اور جنھیں اس نے حرام قرار دیا ہے اور اس کے بعد فرمایا: وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ⁽³⁵⁾ اور اس کا قرب تلاش کرتے

رہو۔“ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے، انھوں نے طلحہ سے، انھوں نے عطاء سے روایت بیان کی ہے کہ وسیلے کے معنی قربت کے ہیں۔^(۱) مجاہد، ابو وائل، حسن، قتادہ، عبد اللہ بن کثیر، سدی، ابن زید اور کئی ایک دیگر ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔^(۲)

امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اطاعت بجالا کر اور اس کی خوشنودی کے عمل سرانجام دے کر اس کا قرب حاصل کرو۔^(۳) ابن زید نے اس کی تائید میں اس آیت کریمہ کو بھی پڑھا: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ﴾ (بنی اسرائیل 57: 17) ”یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں، وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں۔“^(۴)

وسیلہ اس سبب کو کہتے ہیں جس سے مقصود تک پہنچا جاسکے، وسیلہ جنت کے سب سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجے کا نام بھی ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اور آپ کا جنت میں گھر ہوگا اور جنت کا یہ مقام اللہ تعالیٰ کے عرش کے سب سے قریب ہوگا۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ! رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ، وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ اِلٰى مُحَمَّدٍ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِي وَعَدْتَهُ (اِلَّا) حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے: اے اللہ! جو تو اس پوری پوری دعوت (توحید) اور قائم ہونے والی نماز کا مالک ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس قابل تعریف مقام (شفاعت) تک پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرما رکھا ہے، اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔“^(۵)

صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ [إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ: ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا (اللَّهِ) لِي الْوَسِيْلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَبْغَى إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ] ”جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے: پھر مجھ پر درود بھیجو جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا، پھر میرے لیے وسیلے کی دعا کرو، وسیلہ جنت کا وہ عظیم الشان مقام ہے جو بندگان الہی میں سے صرف ایک ہی کو نصیب ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا، لہذا جس نے میرے لیے وسیلے کی دعا کی تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔“^(۶)

(۱) تفسیر الطبری: 308/6 . (۲) تفسیر الطبری: 309/6 . (۳) تفسیر الطبری: 309/6 . (۴) تفسیر الطبری:

309/6 . (۵) صحیح البخاری، الأذان، باب الدعاء عند النداء، حدیث: 614 لفظ (إلا) سنن النسائي، الأذان، باب

الدعاء عند الأذان، حدیث: 681 میں ہے۔ (۶) صحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن

سمعه.....، حدیث: 384 .

اور ارشاد الہی ﴿وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ﴿35﴾ ”اور اس کے رستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“
 محرمات کے ترک کرنے اور طاعات کے بجالانے کے حکم کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کافروں،
 مشرکوں، سیدھے رستے کو چھوڑ دینے والوں اور دین حق کو ترک کر دینے والے دشمنوں کے خلاف جہاد بھی کریں اور اس کی
 رغبت دیتے ہوئے اس نے فرمایا ہے کہ اس نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن کی فلاح اور وہ عظیم
 سعادت تیار فرما رکھی ہے جو ان ابدی و سرمدی نعمتوں کی صورت میں ہے جو کبھی ختم نہ ہوں گی، کبھی زوال پذیر نہ ہوں گی، انھیں
 رہنے سہنے کے لیے ایسے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ بالا خانے عطا کیے جائیں گے جو امن و سکون کا مرکز ہوں گے جن کا منظر
 انتہائی حسین ہوگا جن میں سکونت انتہائی خوش گوار ہوگی اور جن کے رہنے والے سداشاداں و فرحاں ہوں گے جو کبھی افسردہ و
 غمگین نہیں ہوں گے، ہمیشہ ہمیش زندہ رہیں گے اور کبھی جام موت نہ پیئیں گے نہ ان کا لباس ہی کبھی بوسیدہ ہوگا اور نہ ان کا
 شباب ہی کبھی ختم ہوگا۔

قیامت کے دن کفار سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا: اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس
 سزا اور اس عذاب کا ذکر فرمایا ہے جو قیامت کے دن اس نے اپنے کافر دشمنوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:
 ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ
 مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ﴿36﴾ ”بے شک جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس روئے زمین (کے تمام خزانے اور اس) کا سب
 مال و متاع ہو اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہوتا کہ قیامت کے روز عذاب (سے رستگاری حاصل کرنے) کا بدلہ دیں تو ان سے
 قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کو درد دینے والا عذاب ہوگا۔“

اگر ان میں سے کوئی شخص زمین بھر کر اور اس کے ساتھ اسی قدر اور سونا بھی لے کر آئے تا کہ اس دن کے عذاب کا فدیہ ادا
 کر سکے جس نے اس کا احاطہ کر رکھا ہوگا اور یقینی طور پر اس تک پہنچنے ہی والا ہوگا تو اس سے یہ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ
 عذاب الہی سے وہ ہرگز ہرگز کسی بھی قیمت پر چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے گا۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ﴿36﴾ ”ان کو
 درد دینے والا عذاب ہوگا۔“ ﴿يُرِيدُونَ أَن يُخْرَجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾ ﴿37﴾
 ”(ہر چند) چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں مگر اس سے نہیں نکل سکیں گے اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے۔“ جیسا کہ
 دوسری جگہ فرمایا: ﴿كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يُخْرَجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا ۚ﴾ (الحج 22:22) ”جب وہ چاہیں گے کہ اس
 رنج (تکلیف کی وجہ) سے دوزخ سے نکل جائیں تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے۔“

جہنم کے عذاب کی شدت اور تکلیف کی وجہ سے وہ ہمیشہ یہ چاہیں گے کہ اس سے نکل جائیں مگر انھیں اس سے نکل جانے کا
 کوئی رستہ نہ ملے گا، جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے جب بھی انھیں اٹھا کر جہنم کی بالائی سطح پر لے آئیں گے تو جہنم کے فرشتے
 لوہے کے ہتھوڑوں سے مار مار کر پھر جہنم کے نچلے طبقے میں گرا دیں گے۔ ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾ ﴿37﴾ ”اور ان کے لیے

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ

اور تم چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ اللہ کی طرف سے اس گناہ کی عبرت ناک سزا ہے جو انھوں نے کیا،

حَكِيمٌ ③۸ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اور اللہ غالب، خوب حکمت والا ہے ③۸ پھر جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، بے

رَحِيمٌ ③۹ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ

شک اللہ بڑا بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ③۹ کیا تمہیں علم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا

وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ④۰

ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے ④۰

ہمیشہ کا عذاب ہے۔“ جو دائمی اور ابدی ہے اور جس سے وہ نہ نکل سکیں گے اور نہ کسی طرح نجات حاصل کر سکیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُؤْتَى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيَقَالُ لَهُ:

يَا ابْنَ آدَمَ! كَيْفَ وَجَدْتَ مَضْجَعَكَ؟ فَيَقُولُ: شَرَّ مَضْجَعٍ، فَيَقَالُ: هَلْ تَفْتَدِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ ذَهَبًا؟ قَالَ:

نَعَمْ، يَارَبَّ! فَيَقُولُ اللَّهُ: كَذَبْتَ قَدْ سَأَلْتُكَ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ فَلَمْ تَفْعَلْ، فَيُؤْمَرُ بِهِ إِلَى النَّارِ]

”جہنمیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا، اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے بستر کو کیا پایا؟ وہ جواب دے گا:

بدترین بستر، اس سے کہا جائے گا: کیا تو ساری زمین کے برابر سونا بطور فدیہ دینے کے لیے تیار ہے؟ وہ جواب دے گا: ہاں،

یارب! میں تیار ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ میں نے تجھ سے اس کی نسبت بہت کم اور آسان سوال

کیا تھا مگر تو نے اسے پورا نہ کیا، لہذا حکم ہوگا اسے جہنم رسید کر دو۔“ اس حدیث کو امام مسلم اور امام نسائی نے (بالفاظ دیگر) بیان

کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 38-40

چور کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، زمانہ

جاہلیت میں بھی چوری کی سزا قطعید ہی تھی، اسلام نے بھی اسی سزا کو برقرار رکھا۔ ہاں، البتہ اس کے لیے کچھ شرائط کا اضافہ کر دیا

گیا جیسا کہ ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے، جیسے: شریعت مطہرہ میں قسامہ، دیت اور قرض وغیرہ سے متعلق زمانہ جاہلیت کے

معمولات کو برقرار رکھا گیا اور ان میں بھی جو کمی تھی اسے دور کر کے انسانی مصلحتوں کے مطابق کچھ چیزوں کا اضافہ کر دیا گیا۔

چور کا ہاتھ کب کاٹا جائے؟ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَعَنَ اللَّهُ

السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقَطَّعُ يَدُهُ، وَ يَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقَطَّعُ يَدُهُ] ”اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے خود چراتا ہے تو اس کا

① صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء بملء الأرض ذہبا، حدیث: 2805 و 2807 وسنن

النسائی، الجہاد، باب ما یتمنى أهل الجنة، حدیث: 3162 مختصراً .

ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔^(۱)

امام بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تُقَطَّعُ يَدُ السَّارِقِ فِي رُبْعٍ دِينَارٍ فَصَاعِدًا] ”چور کا ہاتھ ایک چوتھائی دینار اور اس سے زیادہ میں کاٹ دیا جائے۔“^(۲) صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُقَطَّعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا فِي رُبْعٍ دِينَارٍ فَصَاعِدًا] ”چور کا ہاتھ ایک چوتھائی دینار اور اس سے زیادہ (مالیت کا سامان چوری کرنے ہی) پر کاٹا جائے۔“^(۳) یہ حدیث اس مسئلے میں فیصلہ کن نص ہے کہ اعتبار ربع دینار کا ہے اور وہ حدیث جس میں ڈھال کی قیمت، یعنی تین درہم کو سرقہ کا نصاب قرار دیا گیا ہے وہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس دور میں ایک دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا تو تین درہم اس کا چوتھائی حصہ ہی بنے گا، لہذا اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوگئی۔

اس مسئلے میں حضرت عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے، نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز، لیث بن سعد، اوزاعی، امام شافعی اور آپ کے اصحاب، ایک روایت کے مطابق امام اسحاق بن راہویہ، ابو ثور اور امام داود بن علی ظاہری رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد بن حنبل اور ایک روایت کے مطابق امام اسحاق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ نصاب سرقہ کے سلسلہ میں ربع دینار اور تین درہم دونوں باتیں شریعت سے ثابت ہیں، لہذا جو شخص ان میں سے کسی ایک کے بقدر یا اس کے مساوی قیمت کی کوئی چیز چرالے تو اسے قطع ید کی سزا دی جائے گی۔^(۴)

امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب ابو یوسف، محمد، زفر اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ سرقہ کا نصاب بغیر ملاوٹ کے دس خالص درہم ہیں لیکن احادیث صحیحہ کی روشنی میں ثابت پہلا قول ہی ہے کہ نصاب سرقہ ربع دینار اور اس سے اوپر ہے اور مناسب بھی یہی ہے کہ ربع دینار کی مقدار ہی کو نصاب قرار دیا جائے تاکہ لوگ دوسروں کے مال چرانے میں جلدی نہ کریں، اہل عقل کے ہاں اس میں یہی حکمت و مصلحت کارفرما ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿جَزَاءُ سَائِقِ كَسْبًا نَّكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾^(۵) ”یہ ان کے فعلوں کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ زبردست (اور) صاحب حکمت ہے۔“ یعنی یہ چور مرد و عورت کی اس بری کرتوت کی سزا ہے کہ انھوں نے اپنے جن ہاتھوں کے ساتھ لوگوں کے مال پر دست درازی کی تھی انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا اور عبرت کے طور پر کاٹ دیا جائے۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ”اور اللہ زبردست ہے۔“ یعنی اپنے انتقام لینے میں اور ﴿حَكِيمٌ﴾^(۶) ”صاحب حکمت ہے۔“ اپنے امر و نہی اور شرع و قدر میں۔

(۱) صحیح البخاری، الحدود، باب قول الله تعالى: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ﴾.....، حدیث: 6799 و صحیح مسلم،

الحدود، باب حد السرقة ونصابها، حدیث: 1687. (۲) صحیح البخاری، الحدود، باب قول الله تعالى: ﴿وَالسَّارِقُ

وَالسَّارِقَةُ﴾.....، حدیث: 6790، 6789 و صحیح مسلم، الحدود، باب حد السرقة ونصابها، حدیث: 1684. (۳)

صحیح مسلم، الحدود، باب حد السرقة ونصابها، حدیث: (2)-1684. (۴) فتح الباری: 106، 105/12. (۵)

چوری کی توبہ مقبول ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ اور جو شخص گناہ کے بعد توبہ کر لے اور نیکو کار ہو جائے تو بے شک اللہ اس کو معاف کر دے گا کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ جو شخص چوری کے بعد توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لے گا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عمرو کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چوری کی تو جن لوگوں کی اس نے چوری کی تھی وہ اسے دربار رسالت میں لے آئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! اس عورت نے ہماری چوری کی ہے، عورت کی قوم نے کہا کہ ہم اس کا فدیہ ادا کر دیتے ہیں، یعنی اس کے اہل والوں نے مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اقْطَعُوا يَدَهَا] ”اس کا ہاتھ کاٹ دو۔“ اس کی قوم نے کہا کہ ہم اس کا پانچ سو دینار فدیہ ادا کرنے کو تیار ہیں مگر آپ نے پھر بھی یہی فرمایا: [اقْطَعُوا يَدَهَا] ”اس کا ہاتھ کاٹ دو۔“ چنانچہ اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ عورت نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ [قَالَ: نَعَمْ، أَنْتِ الْيَوْمَ مِنْ خَطِيئَتِكَ كَيَوْمَ وَلَدَتْكِ أُمُّكِ] ”آپ نے فرمایا: ہاں، اب تم اپنے گناہ سے اس طرح پاک ہو گئی ہو جس طرح اس دن پاک تھی جب تمہاری ماں نے تمہیں جنم دیا تھا۔“ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا تھا: ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ اور جو شخص گناہ کے بعد توبہ کر لے اور نیکو کار ہو جائے تو بے شک اللہ اس کو معاف کر دے گا کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“^①

یہ عورت جس نے چوری کی تھی، خاندان مخزوم کی عورت تھی اور اس کا واقعہ صحیحین میں بھی بروایت امام زہری عن عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قریش کو اس عورت کے بارے میں فکر دامن گیر ہوئی، جس نے نبی اکرم ﷺ کے عہد میں غزوہ فتح کے زمانے میں چوری کر لی تھی، آپس میں مشورہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ کون ہو جو اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرے؟ کہنے لگے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کو بہت پیارے ہیں، ان کے سوا اور کون جرأت کر سکتا ہے۔ اس عورت کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اسامہ بن زید نے اس کی سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا: [أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ؟] ”اللہ عزوجل کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟“ اسامہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے لیے اللہ سے معافی طلب فرمائیں۔

شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: [أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَإِنِّي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا] ”اما بعد! تم

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزَنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَقْوَاهِهِمْ

اے رسول! آپ ان لوگوں کا غم نہ کھائیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنے منہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے،

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۖ سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ لَا

حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لاتے، اور کچھ ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے، وہ جھوٹی باتیں سننے کے عادی ہیں اور دوسری قوم کی جاسوسی کرنے

لَمْ يَأْتُوكَ ط يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۚ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ

والے ہیں جو (ابھی اطاعت کے لیے) آپ کے پاس نہیں آئی۔ وہ کلمات کا موقع محل ثابت ہونے کے بعد اسے بدل دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر تمہیں

وَإِنْ لَمْ تُؤْتُوهُ فَاحْذَرُوا ط وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ

یہ حکم دیا جائے تو قبول کر لو اور اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو ان سے الگ تھلگ ہو جاؤ۔ اور جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو آپ اللہ کی طرف سے اس

شَيْئًا ط أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ ط لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ

کے بارے میں قطعاً کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ نے نہیں چاہا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ④۱ سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْثُونَ لِلصَّحْتِ ط فَإِنْ جَاءُوكَ

میں رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ④۱ وہ جھوٹی باتیں سننے کے عادی ہیں اور جی بھر کر حرام کھانے والے ہیں۔ پھر اگر

فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَصْرِفُوا شَيْئًا ط

وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ (کو اختیار ہے کہ) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں یا ان سے اعراض کریں اور اگر آپ ان سے منہ موڑ لیں گے تو بھی

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ط إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ④۲ وَكَيْفَ

وہ آپ کو قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور اگر آپ ان کے درمیان کوئی فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ کریں۔ بے شک اللہ انصاف کرنے

يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ط

والوں کو پسند کرتا ہے ④۲ اور وہ کہیں آپ سے فیصلہ کرواتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات (موجود) ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر وہ اس (حکم) سے منہ

وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ④۳ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۖ يُحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ

موڑتے ہیں۔ اور وہ ایمان لانے والے نہیں ④۳ بے شک ہم نے تورات نازل کی، اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ انبیاء جو اللہ کی اطاعت کرنے

الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّيِّنُونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتَحْفَظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ

والے تھے، اس کے مطابق یہودیوں کے فیصلے کرتے تھے اور اللہ والے اور علماء فیصلے کرتے تھے، اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے نگران بنائے گئے

وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَآخِشُوا ۚ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ط

تھے اور وہ اس پر گواہ تھے، چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو اور میری آیتیں تھوڑی قیمت پر نہ بیچو۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے

وَمَنْ لَمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ④۴

کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی کافر ہیں ④۴

سے پہلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا تھا کہ ان میں سے اگر کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور اگر کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر (میری بیٹی) فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔“ پھر آپ نے حکم جاری فرمایا اور اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ بعد میں اس عورت نے اچھی طرح توبہ کر لی تھی، شادی بھی کی اور بعد میں جب کبھی ہمارے پاس آتی تو میں اس کی ضرورت و حاجت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیتی تھی۔^①

صحیح مسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہ عورت دوسروں سے مستعار لے کر انکار کر دیا کرتی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دے دیا تھا۔^②

پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے بعد فرمایا ہے: ﴿أَلَمْ تَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”کیا تم کو معلوم نہیں کہ بے شک آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے۔“ وہ تمام کائنات کا مالک اور حاکم ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور وہ جو ارادہ فرماتا ہے، اسے کر گزرتا ہے: ﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾^④ ”جس کو چاہے عذاب کرے اور جسے چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

تفسیر آیات: 41-44

یہودیوں اور منافقوں کی حرکتوں پر غم نہ کرنے کی تلقین: یہ آیات کریمہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو کفر میں بہت جلدی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں اور اپنے افکار و آراء اور نظریات کو اللہ تعالیٰ کی شریعت سے مقدم قرار دیتے ہیں: ﴿مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنُ قُلُوبُهُمْ﴾ ”(کچھ تو) ان میں سے (ہیں) جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں۔“ یعنی اپنی زبانوں سے تو انھوں نے ایمان کا اظہار کیا مگر ان کے دل ایمان سے خالی ہیں اور یہی لوگ منافق ہیں۔

﴿وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا﴾ ”اور (کچھ) ان میں سے جو یہودی ہیں۔“ جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور یہ سب ﴿سَمْعُونَ لَكَاذِبٍ﴾ ”غلط باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرتے پھرتے ہیں۔“ جھوٹی باتوں کو سننے اور انھیں آگے پھیلانے میں سرگرم رہتے ہیں۔ ﴿سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ﴾ ”یہ ایسے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں، اے محمد ﷺ! جو بنتے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے۔“ یعنی یہ ایسے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں، اے محمد ﷺ! جو ابھی تک آپ کی مجلس میں آئے ہی نہیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ باتوں کی جاسوسی کر کے انھیں آپ کے ان دشمنوں تک پہنچا دیتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آتے۔

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب: (54) بعد باب حدیث الغار، حدیث: 3475 وأيضاً، المغازی، باب: (54) بعد

باب مقام النبی ﷺ بمكة زمن الفتح، حدیث: 4304 وصحیح مسلم، الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره.....،

حدیث: (9)-1688. ② صحیح مسلم، الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره.....، حدیث: (10)-1688.

یہودیوں کی تحریف اور رجم سے انحراف: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ﴾ ”(صحیح) باتوں کو ان کے مقامات (میں ثابت ہونے) کے بعد بدل دیتے ہیں۔“ یعنی ان کی غلط تاویل کرتے ہیں اور سمجھنے بوجھنے اور جاننے کے باوجود انھیں بدل دیتے ہیں۔ ﴿يَقُولُونَ إِنَّ أُوتَيْنِمْ هَذَا فَحَدُّهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْدَرُوا﴾ ”(لوگوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہی (حکم) ملے تو اسے قبول کر لینا اور اگر نہ ملے تو (اس سے) احتراز کرنا۔“ بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور کہنے لگے کہ آؤ اس کا فیصلہ ہم محمد ﷺ سے کروا لیتے ہیں اگر وہ دیتا ادا کرنے کا فیصلہ کریں تو قبول کر لو اور اگر قصاص کا فیصلہ کریں تو پھر ان کی بات نہ سنو۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ ان دو یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے زنا کیا تھا اور انھوں نے اپنی کتاب کے اس حکم کو بدل دیا تھا کہ اگر کوئی شادی شدہ شخص زنا کرے تو اسے رجم کر دیا جائے، انھوں نے اس حکم میں یہ تبدیلی کر دی تھی کہ رجم کے بجائے سو کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا بٹھا کر ذلیل و رسوا کیا جائے۔

ہجرت کے بعد ان میں زنا کا جب یہ واقعہ پیش آیا تو کہنے لگے کہ آؤ ہم ان سے فیصلہ کرا لیتے ہیں اگر کوڑے مارنے اور منہ کالا کرنے کا فیصلہ کریں تو اسے قبول کر لو اور اسے اپنے اور اللہ کے مابین حجت قرار دے لو کیونکہ یہ اللہ کے ایک نبی کا فیصلہ ہے اور اگر وہ رجم کا فیصلہ کریں تو پھر بات کو تسلیم نہ کرو۔ اس واقعے کا ذکر کئی احادیث میں بھی آیا ہے۔

امام مالک نے نافع سے اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد و عورت نے زنا کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: مَا تَحْدُثُونَ فِي التَّوْرَةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ؟ ”رجم کے بارے میں تم تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟“ انھوں نے جواب دیا یہ کہ ہم انھیں ذلیل و رسوا کر کے کوڑے مار دیں، یہ سن کر عبداللہ بن سلام نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تورات میں حکم رجم موجود ہے، تورات لاؤ، وہ تورات لائے، انھوں نے اسے کھولا اور ان میں سے ایک شخص نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور آگے پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا، عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ ہاتھ اٹھاؤ، اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم تھی۔ یہودی کہنے لگے: ہاں، اے محمد! یہ صحیح کہہ رہے ہیں، تورات میں آیت رجم موجود ہے، رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور ان دونوں بدکاری کرنے والوں کو رجم کر دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ رجم کے وقت مرد و عورت کی طرف جھک رہا اور اسے پتھروں سے پچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے اور یہ الفاظ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ہیں۔^①

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے یہودیوں سے فرمایا: مَا تَصْنَعُونَ بِهِمَا؟ ”تم ایسے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟“ انھوں نے جواب دیا کہ ہم ان کے چہروں کو کالا کر کے انھیں ذلیل و رسوا کر دیتے

① صحیح البخاری، الحدود، باب أحكام أهل الذمة وإحصانهم إذا زنوا.....، حدیث: 6841 و صحیح مسلم،

الحدود، باب رجم اليهود، أهل الذمة، فی الزنی، حدیث: 1699 والموطأ للإمام مالك، الحدود، باب ماجاء فی

الرجم: 331/2، حدیث: 1576.

ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ﴿فَاتُّوْا بِالتَّوْرَةِ فَاَتْلُوْهَا﴾ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ (آل عمران 93:3) ”اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ اور اسے پڑھو (دلیل پیش کرو۔)“ چنانچہ وہ تورات لے آئے اور انھوں نے اپنے ایک شخص اعمور سے کہا کہ اسے پڑھو، اس نے پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ پڑھتے پڑھتے جب وہ آیت رجم پر پہنچا تو اس نے اس آیت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، (ابن سلام) نے کہا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم چمک رہی تھی، اس نے کہا: اے محمد! اس میں آیت رجم ہے لیکن ہم اس آیت کو چھپائے ہوئے ہیں۔ آپ نے حکم دیا اور ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔^①

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ایسے یہودی مرد و عورت کو لایا گیا جنھوں نے زنا کیا تھا تو رسول اللہ یہودیوں کے پاس آئے اور فرمایا: [مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَةِ عَلٰی مَنْ زَنٰی؟] ”زنا کرنے والے کے بارے میں تم تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟“ انھوں نے جواب دیا یہ کہ ہم ان کے چہروں کو کالا کر دیں، انھیں گدھے پر سوار کر کے الٹے منہ بٹھا دیں اور گلیوں بازاروں میں گھما کر انھیں ذلیل و رسوا کریں۔ آپ نے فرمایا: ﴿فَاتُّوْا بِالتَّوْرَةِ فَاَتْلُوْهَا﴾ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ (آل عمران 93:3) ”اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ اور اسے پڑھو (دلیل پیش کرو۔)“ وہ تورات کو لے آئے اور انھوں نے اسے پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اسے پڑھنے والا جوان جب آیت رجم پر پہنچا تو اس نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور آگے پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا۔

عبداللہ بن سلام نے جو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، عرض کی: اے اللہ کے رسول! اسے حکم دیں کہ یہ اپنا ہاتھ اٹھائے، اس نے ہاتھ اٹھایا تو ہاتھ کے نیچے آیت رجم تھی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور اس بدکار جوڑے کو رجم کر دیا گیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بھی انھیں رجم کرنے والوں میں شامل تھا اور میں نے دیکھا کہ وہ مرد اس عورت کو پتھروں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔^②

امام ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو مدینہ کی وادی قُف میں آنے کی دعوت دی تو آپ ان کے بیت المدراس (وہ گھر جس میں وہ پڑھتے پڑھاتے تھے) میں تشریف لے گئے، انھوں نے عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کر لیا ہے، لہذا آپ فیصلہ فرمائیں، (راوی کا بیان ہے کہ) انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک تکیہ بھی رکھا تھا جس پر آپ جلوہ افروز تھے، آپ نے فرمایا: [اَتْتُونِيْ بِالتَّوْرَةِ فَاَتِيْ بِهَا، فَنَزَعَ الْوِسَادَةَ مِنْ تَحْتِهٖ وَوَضَعَ التَّوْرَةَ عَلَيْهَا، وَقَالَ: اٰمَنْتُ بِكَ وَبِمَنْ اَنْزَلَكَ، ثُمَّ قَالَ: اَتْتُونِيْ بِاَعْلَمِكُمْ، فَاَتِيْ بِفَتٰى شَابٍّ] ”میرے پاس تورات لاؤ، تورات کو لایا گیا تو آپ نے تکیہ نکال کر اس کے اوپر تورات کو رکھ دیا، آپ نے تورات سے مخاطب ہو کر کہا: میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں اور

① صحیح البخاری، التوحید، باب ما يجوز من تفسير التوراة.....، حدیث: 7543. ② صحیح مسلم، الحدود،

باب رجم اليهود، أهل الذمة فى الزنى، حدیث: 1699.

اس ذات گرامی پر بھی جس نے تجھے نازل فرمایا ہے، پھر آپ نے فرمایا: تم اپنے میں سے سب سے بڑے عالم کو لاؤ، چنانچہ ایک نوجوان (عبداللہ بن صُوریا) کو بلایا گیا۔^(۱) اور باقی قصہ اسی طرح روایت کیا گیا ہے جیسا کہ قبل ازیں امام مالک کی نافع سے روایت کے حوالے سے اوپر بیان کیا گیا ہے۔

یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکمِ تورات کے مطابق فیصلہ فرمایا اور یہ اس لیے نہیں تھا کہ وہ جس چیز کے صحیح ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے آپ نے اس کی حوصلہ افزائی فرمائی کیونکہ یہودیوں کو تو خود یہ حکم تھا کہ وہ ہر حال میں شریعتِ محمدیہ کی اتباع کریں۔ آپ نے تورات کے مطابق یہ فیصلہ اس لیے فرمایا تھا کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور خاص وحی کے ذریعے سے مطلع فرمادیا تھا، اس وجہ سے آپ نے ان سے یہ بھی پوچھ لیا تھا کہ اس کے بارے میں تورات میں کیا حکم ہے؟ تاکہ آپ ان سے اس بات کا اقرار کرالیں جو ان کے پاس موجود ہے جسے وہ مسلسل چھپا رہے، انکار کر رہے اور طویل زمانوں سے اس کے مطابق عمل نہیں کر رہے تھے۔ جب انھوں نے اس کا اعتراف کر لیا، حالانکہ انھیں معلوم تھا کہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے اور اپنی جس کتاب کے صحیح ہونے کا یہ عقیدہ رکھتے ہیں اپنی کج روی، عناد اور تکذیب کے باعث اس کی مخالفت بھی کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع بھی انھوں نے اس خواہش کی وجہ سے کیا تھا کہ آپ ان کی آراء کے مطابق فیصلہ کریں گے، اس لیے نہیں کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ آپ صحیح فیصلہ فرمائیں گے۔ اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿إِنْ أُوْتِيتُمْ هَٰذَا﴾ ”اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے“ کہ انھیں کوڑے مارو اور ان کے منہ کا لے کر دو ﴿فَخُذُوهُ﴾ ”تو اسے قبول کرلو“ ﴿وَإِنْ لَّمْ تُوْتُوهُ فَاخْذُرُوْا﴾ ”اور اگر یہ (حکم) نہ دیا جائے تو احتراز کرنا“، یعنی اس کو قبول کرنے اور اس کی اتباع کرنے سے۔

﴿وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ سَتُعَوِّنُ لِلْكَذِبِ ۖ﴾ ”اور اگر کسی کو اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اس کے لیے آپ کچھ بھی اللہ سے (ہدایت کا) اختیار نہیں رکھتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہیں چاہا۔ ان کے لیے دنیا میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے (یہ) جھوٹی باتیں سننے کے عادی ہیں۔“ جھوٹی باتوں سے یہاں مراد باطل باتیں ہیں۔ ﴿أَكْلُوْنَ لِلشَّحْتِ﴾ ”جی بھر کے حرام (مال) کھانے والے ہیں۔“ سحت کے معنی مال حرام کے ہیں اور اس سے مراد رشوت ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ایک صحابہ سے مروی ہے۔^(۲) یعنی جس کا یہ حال ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا دل کیسے پاک کرے اور اس کی دعا کس طرح قبول کرے!

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿فَإِنْ جَاءَ ذَٰلِكَ﴾ ”تو اگر یہ آپ کے پاس آئیں“ کسی مقدمے کا فیصلہ کرانے کے لیے ﴿فَاحْكُم بَيْنَهُمُ أَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا﴾ ”تو آپ

(۱) سنن أبی داود، الحدود، باب فی رحم اليهودیین، حدیث: 4449. (۲) تفسیر الطبری: 326/6.

(کو اختیار ہے کہ) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں یا ان سے اعراض کریں اور اگر آپ ان سے اعراض کر لیں گے تو وہ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔“ آپ ان کا فیصلہ نہ کریں تو آپ کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ سے فیصلہ کرانے میں ان کا مقصود اتباع حق نہیں ہے بلکہ یہ تو اس سے بھی اپنی خواہشات کی پیروی چاہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، سدی، زید بن اسلم، عطاء خراسانی اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور ناسخ یہ آیت ہے: ﴿وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ (المائدة: 49) ”اور جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے، اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کریں۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنْ حَكَمْتَ فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ﴾ ”اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو انصاف کا فیصلہ کریں۔“ یعنی حق اور عدل کے ساتھ، گو یہ خود ظالم اور راہ عدل سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ ﴿٤٢﴾ ”بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

یہودیوں کے غلط مقاصد کی مذمت اور تورات کی تعریف: پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی فاسد آراء اور غلط مقاصد کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے اپنی اس کتاب کو جو ان کے پاس موجود ہے جس کے صحیح ہونے کا یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور جس کے مطابق ہمیشہ عمل کرنے کا انھیں حکم بھی دیا گیا تھا اسے ترک کر کے ایک دوسری چیز کی طرف رجوع کر رہے ہیں، حالانکہ اس کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ باطل ہے اور اس کی پابندی ان کے لیے لازم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَكَيْفَ يُحْكَمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَكَّنُونَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ ط وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿٤٣﴾ ”اور یہ آپ سے کیسے فیصلے کراتے ہیں جبکہ خود ان کے پاس تورات (موجود) ہے۔ جس میں اللہ کا حکم (لکھا ہوا) ہے؟ (یہ اسے جانتے ہیں) پھر اس کے بعد اس (حکم) سے منہ موڑتے ہیں اور یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے تورات کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا جسے اس نے اپنے بندے اور رسول موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا﴾ ”بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اسی کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرمانبردار تھے، یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں۔“ وہ اس کے حکم سے نہ اعراض کرتے تھے اور نہ اس میں کوئی تبدیلی یا تحریف ہی کرتے تھے۔ ﴿وَالرَّبِّينِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ﴾ ”اور اللہ والے اور علماء بھی۔“ اور ان میں سے علماء اور خصوصاً علمائے ربانی بھی اسی کے احکامات، یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں۔ ﴿بِمَا اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ﴾ ”اس لیے کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان مقرر یے گئے تھے۔“ کتاب اللہ کو ان کے پاس امانت رکھا گیا تھا اور انھیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ اس کے احکام کو ظاہر کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

﴿وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءً﴾ ”فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَخَشَوُا اللَّهَ“ ”اور اس پر گواہ تھے (حکم الہی کا یقین رکھتے تھے) چنانچہ تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا۔“ ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں صرف مجھی سے ڈرو۔ ﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي

ثُمَّ قَلِيلًا ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٤٤﴾ ”اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت میں نہ بیچو اور جو لوگ اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔“ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں جن کا بیان آگے آ رہا ہے۔

ان آیات کریمہ کا ایک اور سبب نزول: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ ﴿٤٤﴾ ”اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔“ ﴿فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ ﴿٤٥﴾ (المائدہ: 45) ”تو یہی لوگ ظالم ہیں۔“ ﴿فَأُولَئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ﴾ ﴿٤٦﴾ (المائدہ: 47) ”تو یہی لوگ بدکار ہیں۔“ یہودیوں کی دو جماعتوں کے بارے میں نازل فرمائی ہیں ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زمانہ جاہلیت میں غالب آگئی تھی حتیٰ کہ ان کا اس بات پر معاہدہ ہو گیا کہ اگر غالب جماعت نے مغلوب کے کسی شخص کو قتل کر دیا تو اس کا فدیہ پچاس سق ہوگا لیکن مغلوب جماعت کے کسی فرد نے اگر غالب کے کسی شخص کو قتل کر دیا تو اس کا فدیہ سو سق ہوگا، یہ اپنے اس معاہدے پر قائم تھے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں جلوہ افروز ہو گئے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد یہ دونوں جماعتیں ہی مغلوب اور ذلیل ہو گئیں، حالانکہ ابھی تک رسول اللہ ﷺ ان پر غالب بھی نہیں آئے تھے اور اس (قانون) پر ان کی موافقت بھی نہیں کی تھی، دران حالیکہ آپ مدت صلح میں تھے۔

اسی اثنا میں مغلوب پارٹی نے غالب پارٹی کے ایک شخص کو قتل کر دیا تو اس نے پیغام بھیجا کہ اس کے فدیے کے طور پر سو سق ارسال کرو، مغلوب پارٹی نے جواب دیا کہ بھلا ان دو قبیلوں میں کبھی ایسا ہو سکتا ہے جن کا دین ایک ہو، نسب ایک ہو اور شہر بھی ایک ہو کہ ان میں سے ایک کی دیت تو پوری ہو اور دوسرے کی دیت نصف ہو۔ ہم نے تو تم سے یہ معاہدہ تمہارے ڈر اور ظلم کی وجہ سے کیا تھا اور اب جبکہ محمد ﷺ تشریف لے آئے ہیں ہم تمہیں یہ نہیں دیں گے، قریب تھا کہ اس کی وجہ سے پھر ان میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے مگر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ سے وہ اپنا یہ فیصلہ کرائیں۔

غالب پارٹی نے اس موقع پر یہ کہا بھی کہ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا کہ جتنا تم کمزور پارٹی کو دو محمد ﷺ اس سے دو گنا لے کر تم کو دیں اور یہ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے محض ہمارے ظلم اور ڈر کی وجہ سے ہم سے یہ معاہدہ کیا تھا، لہذا کسی کو خفیہ طور پر محمد ﷺ کے پاس بھیجو جو تمہیں یہ بتا سکے کہ اس مسئلے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ اگر نبی کریم ﷺ تمہاری مرضی کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کو منصف تسلیم کر لو اور اگر آپ یہ فیصلہ نہ کریں تو پھر ان کو منصف تسلیم نہ کرو، انھوں نے کچھ منافقوں کو خفیہ طور پر آپ کے پاس بھیجا تا کہ وہ یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کی رائے سے مطلع کر سکیں جب یہ منافق دربار رسالت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے اپنے رسول ﷺ کو ان کے تمام مقاصد اور ارادوں سے مطلع فرمادیا اور اس موقع پر ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ﴾ ﴿٤٦﴾ (المائدہ: 41-47) ”اے پیغمبر ﷺ جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں، ان کی وجہ سے غمناک نہ ہونا..... ایسے لوگ نافرمان ہیں۔“ آیات نازل فرمادیں اور ان آیات

میں انھی کی طرف اشارہ ہے۔^① تقریباً اسی طرح اس روایت کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔^②

حافظ ابو جعفر بن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سورۃ مائدہ کی آیات: ﴿فَاحْكُم بَيْنَهُمُ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ تا ﴿الْمُقْسِطِينَ﴾ بنو نضیر اور بنو قریظہ کی دیت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ بنو نضیر کے مقتولوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ ان کی پوری دیت ادا کی جاتی تھی جبکہ بنو قریظہ کے مقتولوں کی نصف دیت تھی انھوں نے اس سلسلے میں جب رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ان آیات کو نازل فرما دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس مسئلے میں حق اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور سب کی دیت برابر قرار دے دی۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سا واقعہ ان آیات کے نزول کا سبب قرار پایا تھا۔^③ اس روایت کو امام احمد، ابوداؤد، اور نسائی نے بھی بروایت ابن اسحاق اسی طرح بیان کیا ہے۔^④

عوفی اور علی بن ابوطلمحہ والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیات ان دو یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جنھوں نے زنا کیا تھا جیسا کہ سابقہ احادیث کے حوالے سے قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں سبب جمع ہو گئے ہوں اور ان دونوں کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہوں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ﴾ (المائدہ 5: 45) ”اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ بے شک جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔“ اس سے اس بات کو تقویت پہنچتی ہے کہ ان آیات کا سبب نزول مسئلہ قصاص ہے۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾^⑤ ”اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔“ کے بارے میں براء بن عازب، حذیفہ بن یمان، ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو بکر، ابو جراح عطار دی، عکرمہ، عبید اللہ بن عبد اللہ اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^⑥ امام حسن بصری نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس آیت کے مطابق عمل ہمارے لیے بھی واجب ہے۔^⑦ عبد الرزاق نے سفیان ثوری سے، انھوں نے منصور سے اور انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ یہ آیات بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور اس امت سے بھی اللہ تعالیٰ ان کے مطابق عمل کرنے ہی سے راضی ہوگا۔^⑧

علی بن ابوطلمحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

① مسند أحمد: 246/1. ② سنن أبي داود، القضاء، باب في القاضي يخطئ، حديث: 3576 مختصراً. ③ تفسير

الطبري: 330/6. ④ سنن أبي داود، القضاء، باب الحكم بين أهل الذمة، حديث: 3591 و سنن النسائي، القسامة،

باب ذكر الاختلاف على عكرمة في ذلك، حديث: 4737 و مسند أحمد: 363/1. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 1143/4

و تفسير الطبري: 344، 343/6 و تفسير الماوردي: 43/2. ⑥ تفسير الطبري: 349/6. ⑦ تفسير الطبري: 349/6.

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۖ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ۖ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ

اور ہم نے تورات میں ان کے لیے لکھ دیا تھا کہ بے شک جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، اور ناک کے بدلے ناک، اور کان کے

بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۖ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۖ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ۖ وَمَنْ

بدلے کان، اور دانت کے بدلے دانت، اور تمام زخموں کا قصاص ہے، پھر جو شخص اسے معاف کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے

لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾

نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی ظالم ہیں ﴿٤٥﴾

الْكَافِرُونَ ﴿٤٤﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کا انکار کرے تو اسی نے کفر کیا اور جو ان کا اقرار تو کرے مگر ان کے مطابق فیصلے نہ کرے تو وہ ظالم اور فاسق ہے۔ ﴿٤٤﴾

امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ ہمیں معمر نے طاؤس سے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق حکم نہ دینا کفر ہے۔ ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ یہ کفر تو ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کے انکار جیسا کفر نہیں ہے۔ ﴿٢﴾ امام ثوری نے ابن جریج سے اور انھوں نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ یہ حقیقی کفر سے کم درجے کا کفر، حقیقی ظلم سے کم درجے کا ظلم اور حقیقی فسق سے کم درجے کا فسق ہے۔ ﴿٣﴾ وکیع نے سعید بنی سے اور انھوں نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں کفر سے مراد وہ کفر نہیں ہے جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دے دیتا ہے۔ ﴿٤﴾

تفسیر آیت: 45 ﴿٤٥﴾

یہ بھی یہودیوں کو تو بیخ و سرزنش کی جا رہی ہے کہ تورات میں ان کے لیے حکم یہ تھا کہ جان کے بدلے جان ہے مگر وہ جان بوجھ کر اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حکم کی مخالفت کرتے تھے اور بنو نضیر کے مقتول کا تو بنو قریظہ سے قصاص لیتے تھے لیکن بنو قریظہ کے مقتول کا بنو نضیر سے قصاص نہیں لیتے تھے بلکہ دیت لے لیتے تھے، اس طرح شادی شدہ زانی کی سزائے رجم کے بارے میں بھی انھوں نے تورات کے حکم کی مخالفت شروع کر دی تھی اور اس کے بجائے کوڑے مارنے اور منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کرنے کا طریقہ اختیار کر لیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ ﴿٤٤﴾ (المائدہ: 44) ”اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔“ کیونکہ انھوں نے جان بوجھ کر اپنی مقصد و ارادے سے سرکشی کی روش اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کیا تھا، اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ ﴿٤٥﴾ ”تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔“ کیونکہ انھوں نے اس معاملے میں مظلوم کو ظالم سے انصاف نہ دلایا جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام کے ساتھ عدل و انصاف اور مساوات کا حکم

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 349/6 و تفسیر الماوردی: 43/2 . ﴿٢﴾ تفسیر عبدالرزاق: 19/2، رقم: 713 و تفسیر الطبری: 348/6 .

﴿٣﴾ تفسیر عبدالرزاق: 20/2، رقم: 717 . ﴿٤﴾ تفسیر الطبری: 348/6 .

دیا تھا مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی، ظلم کی روش کو اختیار کیا اور ایک دوسرے پر زیادتی شروع کر دی۔
مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کرنا: امام ابو نصر بن صباغ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الشامل“ میں لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ کے عموم سے استدلال کے پیش نظر تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی جسے امام نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کے نام خط میں لکھا تھا: [وَأَنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ] ”اور بے شک مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔“^(۱) اور ایک دوسری حدیث میں الفاظ یہ ہیں: [الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ] ”تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔“^(۲) جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابن صباغ نے اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے جو فرمایا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس کی پھوپھی رُبَیع نے ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا انھوں نے لڑکی کے خاندان سے معافی کا مطالبہ کیا لیکن انھوں نے اس کا انکار کر دیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: [الْقِصَاصُ] ”اس کا قصاص دینا ہوگا“ اس کے بھائی انس بن نصر نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اس کے دانت کو توڑ دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا اَنَسُّ! كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ] ”انس! اللہ کی کتاب میں قصاص ہی کا حکم ہے۔“ اس نے عرض کی: نہیں، اے اللہ کے رسول! اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ اس کے بعد اس عورت کے خاندان کے لوگ راضی ہو گئے اور انھوں نے معاف کر دیا اور قصاص کا مطالبہ ترک کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ أَمْرًا] ”کچھ بندگان الہی ایسے بھی ہیں کہ وہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کو قسم دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا فرماتا ہے۔“^(۳) امام بخاری اور مسلم نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔^(۴)

زخموں کا قصاص: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْجُرُوحُ قِصَاصٌ ط﴾ ”اور سب زخموں کا (اسی طرح) بدلہ ہے۔“ علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جان کو جان کے بدلے میں قتل کیا جائے، آنکھ کے بدلے آنکھ کو پھوڑا جائے، ناک کے بدلے ناک کو کاٹا جائے، دانت کے بدلے دانت کو توڑا جائے، اور اسی طرح سب زخموں کا زخموں ہی کی صورت میں قصاص لیا جائے۔ اس حکم میں تمام آزاد مسلمان مرد اور عورتیں برابر ہیں جبکہ جرم کا ارتکاب عَمْدًا کیا گیا ہو، خواہ

(۱) سنن النسائي، القسامة، باب ذكر حديث عمرو بن حزم في العقول واختلاف الناقلين له، حديث: 4857 والمستدرک للحاكم، الزكاة: 397/1، حديث: 1447 وصحيح ابن حبان: 510/14، حديث: 6559. (۲) سنن أبي داود، الجهاد، باب في السرية ترد على أهل العسكر، حديث: 2751 وسنن ابن ماجه، الديات، باب: [المسلمون تتكافأ دماؤهم]، حديث: 2683 ومسنند أحمد: 180/2. (۳) مسند أحمد: 128/3. (۴) صحيح البخاری، الصلح، باب الصلح في الدية، حديث: 2703 وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب إثبات القصاص في الأسنان وما في معناها، حديث: 1675.

اس سے جان کا نقصان ہوا ہو یا جان سے کم تر، اس طرح غلاموں اور لونڈیوں نے اگر آپس میں اس جرم کا ارتکاب کیا ہو تو وہ بھی حکم میں سب برابر ہیں۔ اسے امام ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔^(۱)

ایک اہم قاعدہ: جب تک زخم مندمل نہ ہو جائے قصاص لینا جائز نہیں کیونکہ اگر زخم کے مندمل ہونے سے پہلے قصاص لیا گیا اور بعد میں زخم میں اضافہ ہو گیا تو مجرم کے لیے مزید کوئی اور سزا نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے پر سینگ مار (کر زخم کر) دیا تو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے قصاص دلا دیجیے، آپ نے فرمایا: [حَتَّى تَبْرَأَ] (جلدی نہ کر دے) ”حتیٰ کہ تمہارا زخم مندمل ہو جائے۔“

وہ دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے قصاص دلا دیجیے تو آپ نے اسے قصاص دلوادیا۔ (کچھ عرصے کے بعد وہ پھر حاضر ہوا) اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں لنگڑا ہو گیا ہوں (مجھے اس لنگڑے پن کا قصاص دلائیے)۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَدْ نَهَيْتَكَ فَعَصَيْتَنِي فَأَبْعَدَكَ اللَّهُ وَبَطَلَ عَرَجُكَ ثُمَّ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُفْتَضَّ مِنْ جُرْحٍ حَتَّى يَبْرَأَ صَاحِبُهُ] ”تحقیق میں نے تمہیں منع کیا تھا مگر تم نے میری نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں (رحمت سے) دور کر دیا (اب) تمہارا لنگڑا پن رائجاں ہے (اب تمہیں اس کا قصاص نہیں ملے گا)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا اور فرمایا: اس وقت تک زخم کا قصاص نہ لیا جائے جب تک زخمی شخص تندرست نہ ہو جائے۔“^(۲) اس روایت کو صرف امام احمد ہی نے بیان کیا ہے۔

مسئلہ: جس شخص پر زیادتی کی گئی ہو وہ اگر مجرم سے قصاص لے اور قصاص لینے کی وجہ سے مجرم کی موت واقع ہو جائے تو قصاص لینے والے کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جمہور صحابہ و تابعین اور دیگر اہل علم کا یہی قول ہے۔

معاف کر دینا گناہوں کا کفارہ ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارٌ لَّهُ﴾ ”پھر جو شخص بدلہ معاف کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا۔“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو شخص معاف کر دے اور مجرم پر صدقہ کر دے تو وہ مطلوب کے لیے کفارہ اور طالب کے لیے باعث اجر و ثواب ہوگا۔^(۳) سفیان ثوری نے بھی عطاء بن سائب، سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو شخص معاف کر دے تو وہ زخمی کرنے والے کے لیے کفارہ اور زخمی ہونے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا ذریعہ ہوگا۔ اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔^(۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاف کر دینا مجروح کے لیے کفارہ ہوگا۔ امام حسن بصری، ایک روایت کے مطابق ابراہیم خثعمی اور ابواسحاق ہمدانی کا بھی یہی قول ہے۔^(۵) امام احمد نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کو

(۱) تفسیر الطبری: 352/6 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1145/4. (۲) مسند أحمد: 217/2 والسنن الكبرى للبيهقي، الحنايات،

باب ما جاء في الاستثناء بالقصاص: 68/8. (۳) الفظ له اور دیکھیے إرواء الغلیل: 299، 298/7. (۴) تفسیر ابن ابی حاتم:

1145/4. (۵) تفسیر ابن ابی حاتم: 1146/4. (۶) تفسیر ابن ابی حاتم: 1146/4.

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ ۚ

اور ہم نے ان (رسولوں) کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے نازل شدہ کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں انجیل

وَاتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى

دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والی تھی اور پرہیزگاروں کے لیے (مراست) ہدایت اور نصیحت

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۖ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۖ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا

تھی (۴۸) اور اہل انجیل کو چاہیے کہ اللہ نے اس میں جو کچھ نازل کیا اس کے مطابق فیصلے کریں، اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلے نہ

أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۖ ۚ

کریں تو وہی نافرمان ہیں (۴۷)

بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَا مِنْ رَجُلٍ يُجْرَحُ فِي جَسَدِهِ جِرَاحَةٌ فَيَتَصَدَّقُ بِهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَ مَا تَصَدَّقَ بِهِ] ”جس شخص کے جسم پر کوئی زخم لگا دیا جائے، پھر وہ اسے معاف کر دے تو جس قدر اس نے معاف کیا ہوگا، اسی قدر اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنادے گا۔“ (۱) اسے امام نسائی اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (۴۸) ”اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“ طاؤس اور عطاء کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ان آیات میں کفر سے مراد کم تر درجے کا کفر، ظلم سے مراد کم تر درجے کا ظلم اور فتنے سے مراد کم تر درجے کا فتنہ ہے۔ (۲)

تفسیر آیات: 47, 48

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اور انجیل کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ ”اور ان (پیغمبروں) کے بعد ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔“ یعنی انبیائے بنی اسرائیل کے بعد ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ﴾ ”جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے۔“ اس کے ساتھ ایمان رکھتے اور اس کے احکام کے مطابق فیصلے فرماتے تھے۔ ﴿وَاتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ﴾ ”اور ہم نے ان کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔“ یعنی وہ حق اور ایسے نور کی طرف رہنمائی کرتی ہے جس سے شبہات کے ازالے اور مشکلات کے حل کے لیے روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ ﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ﴾ ”اور تورات کی جو اس سے پہلے (کتاب) ہے تصدیق کرتی ہے۔“ یعنی اس کی اتباع کرتی ہے اور ان چند قلیل مسائل کے سوا نہیں کرتی جن کو بنی اسرائیل کے لیے بیان کر دیا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل سے کہا تھا: ﴿وَلِأَجْلِ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي

(۱) مسند أحمد: 316/5 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، قوله تعالى: ﴿فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ﴾: 335/6،

حدیث: 11146 و تفسیر الطبری: 353/6. (۲) دیکھیے سورۃ المائدۃ، آیت: 44 کے ذیل میں۔

حُزِّمَ عَلَيْكُمْ ﴿٥٠﴾ (آل عمران 50:3) ”اور (میں) اس لیے بھی (آیا ہوں) تاکہ بعض چیزیں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں ان کو تمہارے لیے حلال کر دوں۔“ اس لیے علماء کے دواقوال میں سے مشہور قول یہ ہے کہ انجیل نے تورات کے بعض احکام کو منسوخ کر دیا تھا۔^①

ارشاد الہی ہے: ﴿وَهْدَىٰ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾ اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔“ یعنی انجیل کو ہم نے ذریعہ ہدایت بنادیا تھا جس سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی اور اسے نصیحت بنادیا جو حرام اور گناہ کے کاموں سے روکتی تھی۔ ﴿لِّلْمُتَّقِينَ﴾ ”پرہیزگاروں کے لیے۔“ یعنی ان کے لیے جو اللہ کا خوف رکھتے اور اس کے وعید و عتاب سے ڈرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِيُحْكَمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ فِيهِ﴾ اور اہل انجیل کو چاہیے کہ جو احکام اللہ نے اس میں نازل فرمائے ہیں، اس کے مطابق فیصلے کریں۔“ [وَلِيُحْكَمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ] کو ہم پر نصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، یعنی یہاں لام لام گنی ہے، یعنی ہم نے انہیں اس لیے انجیل دی تھی تاکہ وہ اپنے زمانے کے لوگوں کو اس کے مطابق حکم دیں۔ اسے لام پر جزم کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، یعنی لام امر کی صورت میں اور اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے: چاہیے کہ وہ اس کے تمام احکام کے مطابق ایمان لائیں، اس میں جو حکم دیا گیا ہے اسے قائم کریں اور اس میں حضرت محمد ﷺ کی آمد کی جو بشارت دی گئی ہے اور آپ کی اتباع اور تصدیق کا جو حکم دیا گیا ہے، آپ کی تشریف آوری پر اس پر عمل کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُفَيْمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ (المائدہ 5:68) ”(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم لوگوں پر نازل ہوئیں، ان کو قائم نہ رکھو گے تو اصل دین پر کار بند نہیں ہو سکتے۔“

اور اللہ نے فرمایا: ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (الأعراف 7:157) ”وہ لوگ جو اس رسول نبی امی محمد ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور وہ طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں، چنانچہ جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور (ہدایت) ان پر نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی فلاح پانے والے ہیں۔“ اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَمَنْ لَّمْ

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّبًا

اور (اے نبی!) ہم نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، یہ تصدیق کرنے والی ہے اس کتاب کی جو اس سے پہلے تھی اور اس پر نگہبان ہے،

عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنْ

چنانچہ آپ ان کے درمیان اللہ کی نازل کی ہوئی ہدایت کے مطابق فیصلے کریں اور آپ کے پاس جو حق آیا ہے اسے نظر انداز کر کے ان کی خواہشات کی

الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمِنْهَا جَا ط وَكَوْشَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

پیروی نہ کریں۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک دستور اور طریقہ بنایا اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ضرور ایک امت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ

وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ط إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا

تمہیں اس (کتاب) کے بارے میں آزمائے جو اس نے تمہیں دی ہے، چنانچہ تم نیکوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، تم سب نے اللہ ہی کی

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ④۸ وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا

طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں (اصل حقیقت) بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے ④۸ اور (اے نبی!) آپ ان لوگوں کے درمیان اس

تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ط

کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے (آپ پر) نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں کہیں وہ آپ کو کسی ایسے حکم

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ط وَإِنَّ كَثِيرًا

سے ادھر ادھر نہ کر دیں جو اللہ نے آپ پر اتارا ہے، پھر اگر وہ اس سے منہ موڑیں تو جان لیں کہ اللہ کا فقط یہی ارادہ ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ

مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ④۹ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ط وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا

سے انہیں سزا دے، اور بے شک ان لوگوں میں سے اکثر نافرمان ہیں ④۹ کیا پھر وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور جو قوم اللہ پر یقین رکھتی ہے، اس

لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ⑤۰

کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ ⑤۰

يَحْكُمُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ⑤۱ ”اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی

لوگ نافرمان ہیں۔“ وہ اپنے رب کی اطاعت سے خارج، باطل کی طرف مائل اور حق کے تارک ہیں۔ یہ آیت نصاریٰ کے

بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ کلام کے سیاق سے بھی ظاہر ہے۔

تفسیر آیات: 48-50

قرآن مجید کی مدح و ستائش اور اس کے مطابق فیصلے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے پہلے تورات کا ذکر فرمایا جسے اس نے حضرت

موسیٰ کلیم اللہ پر نازل فرمایا تھا اس کی مدح و ستائش کی اور اس کے زمانے کے لوگوں کو اس کی اتباع کا حکم دیا، پھر انجیل کا ذکر کیا،

اس کی مدح و ستائش کی اور اہل انجیل کو اسے قائم کرنے اور اس کی اتباع کرنے کا حکم دیا جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ ①

① ملاحظہ ہو سابقہ آیت کی تفسیر۔

اور اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کا ذکر شروع فرما دیا ہے جسے اس نے اپنے عبد اور رسول کریم حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾ اور (اے پیغمبر!) ہم نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے۔ یعنی یہ سچی کتاب ہے اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ﴾ جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ یعنی ان پہلی کتابوں کی جن میں اس کا ذکر اور اس کی تعریف بھی ہے اور یہ بھی کہ اسے اللہ تعالیٰ اپنے عبد اور رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائے گا تو جب وہ قرآن ان کی کتابوں کے بیان کے مطابق نازل ہوا تو اس نے اہل کتاب کے عقل مند و انا لوگوں کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا۔ جنہوں نے حکم الہی کو تسلیم کر لیا، اللہ کی شریعت کی اتباع کی اور اللہ کے رسولوں کی تصدیق کی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۖ وَيَقُولُونَ سُبْحَنَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۖ﴾ (بنی اسرائیل 108، 107، 108) ”کہہ دیجیے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ (یہ فی نفسہ حق ہے) بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا ہے جب وہ ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے۔ بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے سابقہ رسولوں کی زبانی ہم سے حضرت محمد ﷺ کی آمد کے بارے میں جو وعدہ فرمایا ہے، وہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔

﴿وَمُهِينًا عَلَيْهِ﴾ اور ان (سب) پر نگہبان ہے۔“ امام سفیان ثوری نے ابواسحاق سے، انھوں نے تمیمی سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَمُهِينًا﴾ کے معنی امین کے ہیں۔ ⁽¹⁾ علی بن ابوطلمح نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے کہ ﴿وَمُهِينًا﴾ کے معنی امین کے ہیں کیونکہ قرآن سابقہ تمام کتابوں کا امین ہے۔ ⁽²⁾ حضرت عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، محمد بن کعب، عطیہ، حسن، قتادہ، عطاء خراسانی اور ابن زید سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ⁽³⁾

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید سابقہ تمام کتابوں کا امین ہے، (ان میں سے جو قرآن کے مطابق ہو وہ حق اور جو مخالف ہو وہ باطل ہے۔) ⁽⁴⁾ والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَمُهِينًا﴾ کے معنی گواہ کے ہیں۔ ⁽⁵⁾ مجاہد، قتادہ اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔ ⁽⁶⁾ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَمُهِينًا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن سابقہ تمام کتابوں پر حاکم ہے۔ ⁽⁷⁾ ان تمام اقوال کے معنی قریباً قریباً ایک ہی ہیں، ﴿وَمُهِينًا﴾ کا لفظ ان تمام معانی

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1150/4 و تفسیر الطبری: 361/6. ② تفسیر الطبری: 362/6 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1150/4.

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1150/4. ④ تفسیر الطبری: 361/6. ⑤ تفسیر الطبری: 361/6 و تفسیر البغوی: 57/2.

⑥ تفسیر الطبری: 361/6 و تفسیر روح المعانی: 222/4 و تفسیر الماوردی: 45/2. ⑦ تفسیر الطبری: 362/6.

پر مشتمل ہے۔^①

لہذا قرآن مجید اپنے سے پہلے ہر آسانی کتاب کا امین بھی ہے، شاہد بھی اور حاکم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم کو جسے اس نے انسانیت کی ہدایت کے لیے آخری کتاب کے طور پر نازل فرمایا ہے، تمام کتابوں سے زیادہ جامع، سب سے عظیم اور سب سے اکمل بنا کر اس میں سابقہ تمام کتابوں کے محاسن کو نہ صرف جمع فرمادیا بلکہ اسے ایسے ایسے کمالات عطا فرمائے ہیں جو سابقہ کتابوں میں سے کسی اور کو نصیب نہ ہو سکے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے تمام کتابوں پر شاہد، امین اور حاکم بنا دیا ہے اور قیامت تک اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اٹھایا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَيِّتَ وَنُؤْتِيكَمُ الْوَيْلَ لَهُ لَٰحُظُونَ ۝﴾ (الحجر: 95) ”بے شک ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔“

ارشاد الہی: ﴿فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ﴾ ”تو جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے، اس کے مطابق ان کے فیصلے کریں۔“ یعنی اے محمد ﷺ! عرب و عجم اور امی و کتابی تمام لوگوں میں اس کے مطابق فیصلہ کرنا جو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم میں آپ کی طرف نازل فرمایا ہے اور سابقہ انبیائے کرام کی تعلیمات میں جسے اس نے برقرار رکھا اور آپ کی شریعت میں منسوخ قرار نہیں دیا ہے۔ امام ابن جریر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔^② امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ان میں فیصلے فرمائیں اور اگر چاہیں تو ان سے اعراض فرمائیں اور انھیں اپنے احکام کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیں لیکن پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا تھا: ﴿وَإِن اٰحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ ”اور جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان میں فیصلے کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔“^③ یعنی اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ان کا بھی ہماری اس کتاب ہی کے مطابق فیصلہ فرمایا کریں۔

اور فرمان الہی: ﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ ”اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔“ یعنی ان کی ان آراء کی جنہیں انھوں نے اختیار کر لیا اور جن کے سبب اسے ترک کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا تھا، اسی لیے فرمایا:

① قرآن مجید نے یہاں ایک بہت جامع لفظ مُهَيِّئِينَ استعمال کیا ہے، اس کی وضاحت کے لیے اردو میں کوئی ایک لفظ کافی نہیں، اس کے معنی میں شہادت یا شاہد کا مفہوم بھی شامل ہے، قضیے اور مسئلے کی روح کو سمجھنا اور اس کے بارے میں صحیح قوی دینا بھی اس میں شمار ہوتا ہے، اس کے معنی خلق اللہ کے امور و مسائل کی نگہبانی و حفاظت کے فرائض انجام دینا بھی ہیں، اکثر و بیشتر امین کے معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے۔ استاذ گرامی مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان تمام مدلولات پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ قرآن حکیم سابقہ تعلیمات کے بارے میں جب مُهَيِّئِينَ کا موقف اختیار کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ قرآن حکیم نے ایک شاہد و امین انسان کی طرح نہ صرف سابقہ تعلیمات کی روح کو محفوظ رکھا ہے بلکہ مُهَيِّئِينَ کی حیثیت سے اس بات کی نگرانی بھی کی ہے کہ کہاں کہاں اس روح کو بدلا گیا ہے؟ کہاں کہاں فکر و عقیدہ اور مسائل میں تحریف و تغیر سے کام لیا گیا ہے؟ اور کن کن مقامات میں حقائق دینی کے فہم و عمل میں گزشتہ قوموں میں لغزش و خطا کا صدور ہوا ہے؟ (مطالعہ قرآن، ص: 26) (مترجم) ② تفسیر الطبری: 364/6. ③ تفسیر ابن ابی حاتم:

﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط﴾ ”اور آپ کے پاس جو حق آیا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔“ یعنی اس حق کو چھوڑ کر جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا ہے، ان جاہل اور بد بخت لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔ فرمان الہی: ﴿لِكَلِّفَ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمِنْهَا جَا ط﴾ ”ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔“ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے: ﴿لِكَلِّفَ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمِنْهَا جَا ط﴾ کے معنی رستے کے ہیں۔^(۱) اور ایک روایت کے مطابق رستے اور طریقے کے ہیں۔^(۲)

اور فرمان الہی: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔“ یہ تمام امتوں سے خطاب ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی اس عظیم قدرت کی خبر بھی دی گئی ہے کہ اگر وہ چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک دین اور ایک شریعت پر جمع فرما دیتا اور اس میں سے کسی چیز کو بھی منسوخ قرار نہ دیتا لیکن اس نے ہر رسول کے لیے ایک الگ شریعت مقرر فرمائی اور بعد میں آنے والے رسول کے ساتھ اسے یا اس کے بعض حصوں کو منسوخ کر دیا حتیٰ کہ اپنے عبد اور رسول حضرت محمد ﷺ کے ساتھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا اور خاتم الانبیاء بنایا، سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمہیں اس (کتاب) کے بارے میں آزمائے جو اس نے تمہیں دی ہے۔“ یعنی اس نے شریعتیں مختلف اس لیے بنائی ہیں تاکہ اپنے بندوں کی آزمائش کرے، اطاعت کی صورت میں انہیں ثواب اور نافرمانی کی صورت میں سزا دے۔ عبد اللہ بن کثیر فرماتے ہیں: ﴿فِي مَا آتَاكُمْ﴾ سے مراد کتاب ہے۔^(۳)

پھر اللہ تعالیٰ نے نیک کاموں کی طرف جلدی کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ط﴾ ”چنانچہ تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔“ نیک کاموں سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کی اس شریعت کی اتباع جو سابقہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور اس کی کتاب قرآن مجید کی تصدیق ہے جسے اس نے اپنی آخری کتاب کے طور پر نازل فرمایا ہے۔ پھر فرمایا: ﴿إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ﴾ ”تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ لوگو! تم سب کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾ ”پھر وہ تمہیں (اصل حقیقت) بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔“ یعنی حق کے بارے میں تم نے جو اختلاف کیا وہ تم سب کو بتا دے گا، راست باز لوگوں کو ان کی صداقت کی وجہ سے جزا دے گا اور کفر کرنے والوں، انکار کرنے والوں، حق کی تکذیب کرنے والوں اور کسی دلیل و برہان کے بغیر حق سے روگردانی کرنے والوں کو سزا دے گا کیونکہ انہوں نے قطعی براہین، مضبوط اور ٹھوس دلائل کے باوجود حق کی

(۱) تفسیر الطبری: 364/6. (۲) امام بخاری نے اسے باب کے عنوان میں بیان کیا ہے، دیکھیے صحیح البخاری، الإيمان، باب

قول النبی ﷺ: [بنی الإسلام علی خمس.....] و تفسیر ابن ابی حاتم: 1152/4. (۳) تفسیر الطبری: 369/6.

مخالفت کی تھی۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿فَاسْتَقِمْوا الْخَيْرَاتِ﴾ سے مراد امت محمدیہ ہے۔ لیکن پہلے معنی زیادہ نمایاں ہیں۔^① اور ارشاد الہی: ﴿وَإِنْ أَحْكَمُ بَيْنَهُمْ يَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان میں فیصلے کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ پہلے جو حکم دیا گیا ہے، یہ اسی کی تاکید اور اس کی مخالفت کی ممانعت ہے، پھر فرمایا: ﴿وَاحْذَرُهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ﴾ ”اور ان سے ہوشیار رہیں کہ وہ آپ کو کسی ایسے حکم سے ادھر ادھر نہ کر دیں جو اللہ نے آپ پر اتارا ہے۔“ اپنے دشمن، یہودیوں سے بچیں کہ کہیں حق کے بارے میں آپ کو بہکا نہ دیں، یہ اگر اپنے بعض مسائل آپ کے پاس لے کر آتے ہیں تو اس کی وجہ سے آپ ان سے فریب نہ کھائیں کیونکہ یہ تو سراسر کاذب، کافراور خائن ہیں۔

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا﴾ ”پھر اگر وہ روگردانی کریں۔“ اس فیصلے سے جو حق کے مطابق آپ ان میں کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی یہ مخالفت کریں۔ ﴿فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُلُّهُمْ ط﴾ ”تو جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے۔“ یعنی ان کے بارے میں یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکمت سے یہ ہونے والا ہے کہ وہ انھیں ہدایت سے دور کر دے اور یہ ان کے سابقہ گناہوں کا نتیجہ ہے کہ انھیں ہدایت سے محروم کر کے گمراہی میں مبتلا کر دیا جائے۔

﴿وَإِنْ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ط﴾ ”اور بے شک ان لوگوں میں سے اکثر نافرمان ہیں۔“ اکثر لوگ اپنے رب کی اطاعت سے خارج حق کے مخالف اور اس کے منکر ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی اگرچہ آپ (کتی ہی) خواہش کریں، اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنْ تَطَّعَ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط﴾ (الأنعام 116:6) ”اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر آپ ان کا کہان لیں گے تو وہ آپ کو اللہ کا راستہ بھلا دیں گے۔“

محمد بن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ کعب بن اسد، ابن صوریہ، عبد اللہ بن نوران اور شماس بن قیس نے ایک دوسرے سے کہا کہ آؤ ہم محمد ﷺ کے پاس چلیں اور انھیں ان کے دین سے بہکا دیں، یہ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد (ﷺ) آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے علماء، اشراف اور سادات ہیں اگر ہم آپ کی پیروی کر لیں تو تمام یہودی ہماری بات تسلیم کر لیں گے اور وہ ہماری مخالفت نہیں کریں گے، ہمارا اپنی قوم سے ایک جھگڑا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے اس کا فیصلہ کرائیں، لہذا آپ ہمارے حق میں فیصلہ فرمائیں تو اس کی وجہ سے ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کر دیں گے مگر آپ نے ان یہودیوں کی اس بات کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا تھا، اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بارے میں ﴿وَإِنْ أَحْكَمُ بَيْنَهُمْ ط﴾ تا ﴿لَعَوْرَ يُوقِنُونَ ط﴾ نازل فرمادیا تھا۔ اسے امام ابن جریر

اور ابن ابوقحتم نے روایت کیا ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ط وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ⑤٠﴾ ”کیا پھر وہ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟“ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے جو اس کے اس حکم سے اعراض کریں جو محکم، ہر خیر پر مشتمل اور ہر شر سے منع کرنے والا ہے اور اس کے بجائے ان افکار و آراء اور اصطلاحات کو اختیار کر کے جنہیں کچھ انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کی کسی دلیل کے بغیر وضع کیا ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ان ضلالتوں اور جہالتوں کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے جنہیں انہوں نے اپنی آراء سے اور اپنی خواہشات کے مطابق گھڑ رکھا تھا۔

اسی طرح تاتاری اپنے امور مملکت و سیاست کو ان احکام کے مطابق چلاتے تھے جنہیں انہوں نے اپنے بادشاہ چنگیز خان سے حاصل کیا تھا جس نے ان کے لیے احکام پر مشتمل ایک ایسا مجموعہ مرتب کیا تھا جو یہودیت، عیسائیت، اسلام اور دیگر مختلف شریعتوں کا مرکب تھا، اس میں بہت سے احکام ایسے بھی تھے جو محض اس کی اپنی رائے اور خواہش کے مطابق تھے اور ان کا کسی بھی شریعت سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن اس کے بیٹے اس کتاب کو شریعت کا درجہ دیتے اور اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے بھی مقدم قرار دیتے تھے لیکن جو شخص ایسا کرے وہ کافر اور واجب القتل ہے حتیٰ کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ اور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حکم ہی کو تسلیم کرے۔

﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ط﴾ ”کیا پھر وہ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟“ یعنی زمانہ جاہلیت کے حکم کی خواہش رکھتے، اسے چاہتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرتے ہیں۔ ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ⑤٠﴾ ”اور جو قوم اللہ پر یقین رکھتی ہے، ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟“ اس شخص کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر اور کوئی حکم زیادہ عادلانہ نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کو سمجھتا، اس پر یقین و ایمان رکھتا اور یہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے، جتنا والدہ اپنے بچے سے محبت و شفقت کا سلوک کرتی ہے، وہ اپنی مخلوق کے ساتھ اس سے بھی زیادہ رحمت کا معاملہ فرماتا ہے، وہ ہر چیز کو جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور ہر چیز میں عدل فرمانے والا ہے۔

حافظ ابوالقاسم طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ، مُتَّبِعٌ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَطَالِبٌ دَمِ امْرِئٍ بَغَيْرِ حَقٍّ لِّيُهِرِقَ دَمَهُ] ”اللہ عزوجل کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا خواہش مند ہو، نیز وہ جو کسی انسان کا ناحق خون بہائے۔“^② امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو ابوالیمان سے اسی طرح اور قدرے زائد الفاظ کے ساتھ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1154/4 و تفسیر الطبری: 371، 370/6. ② المعجم الكبير للطبرانی: 308/10، حدیث:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِينَ

رکھے گا تو بے شک وہ انہی میں سے ہوگا۔ مگر اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿٥١﴾ (اے نبی!) پس آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ط فَعَسَىٰ

(مناقت کا) روگ ہے کہ وہ دوڑ کر ان (یہودیوں) میں جاتے ہیں اور (ان سے) کہتے ہیں: ہم ڈرتے ہیں کہ ہمیں کوئی مصیبت (نہ) پہنچے، پھر قریب ہے

اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ

کہ اللہ (تھیں) فتح عطا کرے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے، تو یہ لوگ (اپنی منافقت پر) سمجھتا ہیں گے جسے وہ اپنے دلوں میں چھپائے

لِدِمِينٍ ﴿٥٢﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ

ہوئے ہیں ﴿٥٢﴾ اور (اس وقت) وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، کہیں گے: کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بڑی شہود سے اللہ کی قسمیں کھائی تھیں کہ بے

إِنَّهُمْ لَعَمْرُكَ ط حَبَطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خُسِرِينَ ﴿٥٣﴾

شک وہ تمہارے ساتھ ہیں؟ ان کے عمل برباد ہو گئے چنانچہ وہ خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گئے ﴿٥٣﴾

روایت فرمایا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 53-51

یہود و نصاریٰ اور دیگر دشمنانِ اسلام سے دوستی کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنائیں کیونکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں تباہ و برباد کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ان سے دوستی کا دم بھرنے والے مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ط﴾ اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو بے شک وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔

امام ابن ابی حاتم نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو حکم دیا کہ انہوں نے جولیا اور دیا ہے اس کا حساب پیش کریں، انہوں نے ایک عیسائی کو کاتب رکھا ہوا تھا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حساب پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: کیا یہ محافظ ہے؟ کیا یہ مسجد میں آکر ہمیں وہ خط پڑھ کر سنا سکتا ہے جو ملک شام سے آیا ہے؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عرض کی: یہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ حالتِ جنابت میں ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ اس لیے کہ یہ عیسائی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے ڈانٹا، میری ران پر مارا اور فرمایا اسے نکال دو، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا

الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أُولَٰئِكَ مَرَّةً ۖ” اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔“^① پھر انھوں نے عبد اللہ بن عبدی کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اس بات سے بچنا چاہیے کہ وہ غیر شعوری طور پر یہودی یا عیسائی نہ ہو جائے، ہمارے خیال میں ان کا اشارہ اسی آیت کریمہ کی طرف تھا۔^②

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ﴾ ”(اے نبی!) پس آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے۔“ یعنی جن کے دلوں میں شک و ریب اور نفاق کا مرض ہے، وہ ظاہری اور باطنی ان سے دوستی کا دم بھرتے اور ان میں دوڑ دوڑ کے ملے جاتے ہیں۔ ﴿يَقُولُونَ نَحْمِي أَنْ تُصِيبَنَا دَآءٌ﴾ ”وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر (زمانے کی) گردش نہ آجائے۔“ یعنی وہ ان سے دوستی اور محبت کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں کافروں کو مسلمانوں پر فتح و نصرت حاصل نہ ہو جائے تو اس صورت میں یہود و نصاریٰ کی دوستی اور ان پر احسانات ان کے کام آئیں گے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَهُ بِالْفَتْحِ﴾ ”پھر قریب ہے کہ اللہ فتح دے۔“ سدی فرماتے ہیں کہ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ﴾ ”یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے۔“ سدی فرماتے ہیں کہ اس سے یہود و نصاریٰ پر عائد کیے جانے والے جزیے کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿فَيَصْبِحُوا﴾ ”تو وہ ہو جائیں گے“ یہ منافق جنھوں نے یہود و نصاریٰ سے دوستی کی تھی ﴿عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ﴾ ”اپنے دل کی ان باتوں پر جو وہ چھپایا کرتے تھے“ یعنی اپنی دوستی پر ﴿لَا مِثْلَ ۙ﴾ ”پشیمان۔“ یعنی ان کی یہ دوستی ان کے کچھ کام نہ آئے گی اور جس بات سے یہ ڈرتے ہیں، اس سے انھیں قطعاً نہ بچا سکے گی بلکہ اس میں خرابی کا پہلو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے یہ ذلیل و خوار ہو کر رہ جائیں گے پہلے اگر ان کا حال مخفی تھا تو اب اللہ تعالیٰ اسے دنیا ہی میں اپنے مومن بندوں کے سامنے واضح فرما دے گا اور انھیں اس سے تعجب ہوگا کہ یہ کیسے لوگ تھے کہ اپنے مومن ہونے کا اظہار کرتے اور قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم مومن ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کے کذب و افتراء کو بالکل واضح فرما دے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ فَاصْبِرُوا خُسْرَيْنِ﴾ ”اور (اس وقت) جو لوگ ایمان لائے (تعجب سے) کہیں گے کہ کیا یہ وہی ہیں جو شہود سے اللہ کی قسمیں کھایا کرتے تھے کہ بے شک وہ تمہارے ساتھ ہیں؟ ان کے عمل اکارت گئے اور وہ خسارے میں پڑ گئے۔“

سببِ نزول: محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہودیوں کا پہلا قبیلہ جس نے رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے معاہدے کو توڑا، وہ بنو قینقاع تھا۔ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ فرمایا اور وہ مجبور ہو گئے کہ آپ جو چاہیں ان کے بارے میں فیصلہ فرمائیں تو عبداللہ بن ابی آبن سلول نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے محمد! میرے ان

① تفسير ابن أبي حاتم: 1156/4 والدر المنثور: 516/2. ② تفسير ابن أبي حاتم: 1156/4. ③ تفسير ابن أبي حاتم:

1158/4 و تفسیر الطبری: 378/6. ④ تفسیر الطبری: 379/6 و تفسیر ابن أبی حاتم: 1159/4.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے، تو پھر اللہ جلد ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرتا ہوگا، اور وہ اس

وَيُحِبُّونَهُ ۚ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

سے محبت کرتے ہوں گے، وہ مومنوں پر نرمی کرنے والے ہوں گے اور کافروں پر سختی کرنے والے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، اور کسی

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةً لَّائِمَةً ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ

ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ (بڑی) وسعت والا، خوب جاننے

عَلِيمٌ ۝ (54) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ

والا ہے ۝ تمہارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرنے

الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ (55) وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ

والے ہیں ۝ اور جو کوئی اللہ سے اور اس کے رسول سے دوستی رکھتا ہے اور ان لوگوں سے دوستی رکھتا ہے جو ایمان لائے ہیں، تو (وہ اللہ کا گروہ ہیں اور)

اللَّهُ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (56)

یقیناً اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے ۝

8
ع
12

دوستوں سے اچھا سلوک کریں۔ یاد رہے! یہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو اس نے پھر یہ کہا کہ اے محمد! میرے ان دوستوں سے اچھا سلوک کریں، آپ نے پھر بھی اعراض فرمایا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی زرہ کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا تو آپ نے فرمایا: [أُرْسِلْنِي] ”مجھے چھوڑ دو“ اور آپ نے اس قدر شدید ناراضی کا اظہار فرمایا حتیٰ کہ آپ کے چہرہ اقدس پر سلوٹیں نمودار ہو گئیں، آپ نے پھر فرمایا: [وَيَحْكُ أُرْسِلْنِي] ”تیرا بیڑا غرق ہو! مجھے چھوڑ دے۔“ اس نے کہا کہ نہیں، اللہ کی قسم! میں نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ میرے ان دوستوں سے اچھا سلوک نہیں کریں گے جن میں سے چار سو ننگے سر اور تین سو زریں پہنے ہوئے ہیں اور جنہوں نے ہر سرخ و سیاہ سے میری حفاظت کی ہے تو کیا آپ ایک ہی دن ان سب کو تہ تیغ کر دیں گے؟ مجھے ان کی پھر بھی ضرورت ہے کیونکہ میں زمانے کی گردشوں سے ڈرتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [هُم لَكَ] ”(جائیں نے) تیرے لیے انھیں معاف کر دیا ہے۔“

محمد بن اسحاق راوی ہیں کہ مجھ سے ابو اسحاق بن یسار نے اور ان سے عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو عبد اللہ بن ابی نے ان کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے کر انھیں بچانا شروع کر دیا۔ عبادہ بن صامت بھی، جن کا تعلق بنو عوف بن خزرج سے تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس سلسلے میں حاضر ہوئے تھے کیونکہ وہ بھی عبد اللہ بن ابی کی طرح ان کے حلیف تھے مگر انھوں نے ان کے حلیف بننے کو ترک کر کے اللہ اور اس کے رسول کے دامن سے وابستگی کو اختیار کر لیا تھا اور بارگاہ رسالت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول کے پاس ان کا حلیف بننے سے اظہار برأت کرتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کا

اقرار کرتا ہوں اور کافروں کی دوستی سے انکار کرتا ہوں۔ سورۃ مائدہ کی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ﴾ تا ﴿فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ (المائدة: 51-56) آیات حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔^(۱)

تفسیر آیات: 54-56

دین سے پھر جانے کی صورت میں سرزنش: اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ اسے یہ عظیم الشان قدرت حاصل ہے کہ جو لوگ اس کے دین کی نصرت اور اس کی شریعت کی اقامت سے اعراض کریں گے تو ان کے بجائے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرمادے گا جو ان سے بہتر، ان سے زیادہ مضبوط اور ان کی نسبت زیادہ راہ راست پر ہوں گے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۖ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَلَكُمْ ﴿ (محمد: 38) ”اور اگر تم منہ پھرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔“ اور فرمایا: أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّهْلَ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ يَشَاءُ يَذْهَبَكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿ وَمَا ذَلِكُ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿ (إبراهيم: 14، 19، 20) ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ اگر وہ چاہے تو تم کو نیست و نابود کر دے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں۔“ یعنی ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی دشوار اور مشکل نہیں ہے۔

اور یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ ۖ﴾ ”اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا۔“ حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف لوٹ جائے گا، یہ خطاب عام ہے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۖ ﴿ ”تو پھر اللہ جلد ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔“

اور فرمان الہی ہے: ﴿أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ﴾ ”جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں، کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔“ یہ کامل مومنوں کی صفات ہیں کہ وہ اپنے بھائیوں اور دوستوں کے لیے نرم اور اپنے دشمنوں کے لیے انتہائی سخت ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ (الفتح: 29) ”محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں۔“ رسول اللہ ﷺ کی شان میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صُحُوكَ وَقِتَالِ ہیں۔^(۲) یعنی اپنے دوستوں کے سامنے بے حد تبسم فرمانے والے اور دشمنوں سے سخت جنگ کرنے والے۔

فرمان الہی: يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۖ ﴿ ”اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت

(۱) السيرة النبوية لابن هشام، أمر بنی قینقاع: 53-51/3 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1155/4 و دلائل النبوة للبيهقي، باب

غزوة بنی قینقاع: 175، 174/3. (۲) تفسیر السمعاني: 396/5.

کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔“ یعنی اطاعتِ الہی، اقامتِ حدود، دشمنوں سے جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے انھیں کوئی چیز روک سکتی ہے نہ کسی ملامت گر کی ملامت کے ڈر سے وہ اسے ترک کر سکتے ہیں۔

امام احمد نے حضرت ابو ذر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میرے دوست نبی اکرم ﷺ نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا: (1) آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں مسکینوں سے محبت کروں اور ان کے قریب رہوں۔ (2) آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے سے کم تر کی طرف دیکھوں اور اپنے سے بالاتر کی طرف نہ دیکھوں۔ (3) آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں رشتے داروں سے صلہ رحمی کروں، خواہ وہ مجھ سے قطع رحمی کریں۔ (4) آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں کسی سے کوئی سوال نہ کروں۔ (5) آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں حق بات کہوں، خواہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ (6) آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈروں اور (7) آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں کثرت سے [لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ] پڑھتا رہوں کیونکہ ان کلمات کو عرشِ الہی کے خزانے سے نازل کیا گیا ہے۔^①

صحیح حدیث میں ہے: [لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوا: وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ؟ قَالَ: (يَتَعَرَّضُ) مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيقُ] ”مومن کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ انھوں نے کہا: اپنے آپ کو ذلیل کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ایسی مصیبتیں اٹھالے جن کے اٹھانے کی اسے طاقت نہ ہو۔“^②

﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط﴾ ”یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔“ ان صفات سے متصف ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ ﴿وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾^③ ”اور اللہ بڑی کشائش والا (اور) جاننے والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ بے حد و حساب اور بے پایاں فضل و کرم والا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون اس کے فضل کا مستحق ہے اور کون مستحق نہیں ہے۔

ارشادِ الہی: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”تمہارے دوست تو صرف اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں۔“ اور یہ یہودی تمہارے دوست نہیں ہیں بلکہ تمہارا دوستانہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی، اس کے محبوب پیغمبر ﷺ اور مومنوں ہی سے ہونا چاہیے۔ اور فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ ”جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔“ ان صفات کے حامل مومن نماز قائم کرتے ہیں جو ارکانِ اسلام میں سے سب سے بڑا رکن ہے کیونکہ یہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جو مخلوق کا حق اور محتاجوں اور مسکینوں کی مدد ہے۔ سو فرمانِ الہی: ﴿وَهُمْ زَكَاةً﴾^④ ”اور (اللہ کے آگے) جھکتے ہیں۔“

① مسند أحمد: 159/5 والمعجم الأوسط للطبرانی: 297/6، حدیث: 5635. ② جامع الترمذی، الفتن، باب لا يتعرض

من البلاء لما لا يطيق، حدیث: 2254 و مسند أحمد: 405/5 و سنن ابن ماجه، الفتن، باب قوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ الآية (المائدة: 105)، حدیث: 4016 و سلسلة الأحاديث الصحيحة، حدیث: 613

تفیر ابن کثیر میں [يتعرض] کی جگہ [يَحْتَمِلُ] ہے لیکن یہ ہمیں کتب احادیث میں نہیں ملا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا لیا ہے، ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے

الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ

کتاب دی گئی تھی اور جو کافر ہیں۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم مومن ہو ﴿٥٧﴾ اور جب تم انہیں نماز کی طرف بلاؤ ہو تو وہ اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے

إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هُزُؤًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾

ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے ﴿٥٨﴾

بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا ہے کہ یہ جملہ ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ نحوی لحاظ سے حال بن رہا ہے، یعنی وہ حالت رکوع میں زکاۃ ادا کرتے ہیں۔ اگر اس کا یہ مفہوم ہوتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حالت رکوع میں زکاۃ ادا کرنا افضل ہے کیونکہ اس کی یہاں تعریف کی گئی ہے لیکن علماء اور ائمہ فتویٰ میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کہا، لہذا اس جملہ: ﴿وَهُمْ زَاكِعُونَ﴾ ﴿٥٩﴾ کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان فرض نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کے لیے مسجدوں میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنے صدقات و خیرات کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کرتے ہیں۔

ان آیات کی شان نزول: قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ تمام آیات حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھیں جب انھوں نے یہودیوں کے حلف سے برأت کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی پر رضامندی کا اظہار کیا تھا، اسی لیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ ﴿٥٦﴾ اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور) یقیناً اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لِلَّهِ لَإِغْلِبَنَّ أَنَا وَرَسُولِي ۖ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيَدْخُلُهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ (المجادلة: 22, 21: 58)

”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ زور آور (اور) بڑا زبردست ہے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھیں گے، خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پھر پر یکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض نبی سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں داخل کرے گا، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے خوش۔ یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے (اور) جان لو! کہ اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔“

ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں کی دوستی سے راضی ہو جائے تو وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہے، اسی لیے تو اس نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ (58) ”اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور) یقیناً اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔“

تفسیر آیات: 58, 57

کافروں کی دوستی سے ممانعت: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن یہود و نصاریٰ اور ان مشرکین کی دوستی سے نفرت دلانی ہے جو دنیا کے سب سے افضل عمل، یعنی اسلامی شریعت مطہرہ و محکمہ پر جو دنیا و آخرت کی ہر خیر و بھلائی پر مشتمل ہے، عمل کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی فاسد رائے اور جامد فکر کے مطابق اسے ہنسی اور کھیل قرار دیتے ہیں۔

اور ارشاد الہی: ﴿مَنْ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارُ﴾ ”جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (ان کو) اور کافروں کو۔“ یہاں حرف جار مِنْ بیان جنس کے لیے ہے جیسا کہ ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ﴾ (الحج 30:22) ”لہذا تم بتوں کی پلیدی سے بچو۔“ میں بھی حرف جار مِنْ بیان جنس کے لیے ہے۔ وَالْكَفَّارِ کو بعض نے عطف کی وجہ سے مجرور پڑھا ہے اور دوسروں نے اسے ﴿لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ کا معمول ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔ گویا اصل عبارت اس طرح تھی کہ وَلَا الْكَفَّارُ أَوْلِيَاءُ یعنی نہ اہل کتاب کو دوست بناؤ اور نہ کفار کو، کفار سے یہاں مشرکین مراد ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں بھی ایسے ہے جیسا کہ امام ابن جریر نے روایت کیا ہے: [لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا]۔⁽¹⁾

ارشاد الہی: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مَوْءِنِينَ﴾ (57) ”اور اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔“ اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں کو جو تمہارے اور تمہارے دین کے دشمن ہیں، اپنا دوست نہ بناؤ اگر تم اللہ کی اس شریعت پر ایمان رکھتے ہو جسے انہوں نے ہنسی مذاق قرار دے رکھا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ط وَيَحْذَرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ ط وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ○ (آل عمران 28:3) ”مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں، ہاں! اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف (تم کو) لوٹنا ہے۔“

کفار کا نماز اور اذان کا مذاق اڑانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هُزُؤًا وَلَعِبًا﴾

قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنِّي إِلَّا أَنْ أَمِنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! کیا تم ہم سے صرف اس وجہ سے ناراض ہوتے ہو کہ ہم اللہ پر اور جو (چیز) ہماری طرف نازل کی گئی اور (ہم سے)

مِنْ قَبْلُ لَا وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَلِكَ

پہلے نازل کی گئی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور بے شک تم میں سے اکثر نافرمان ہیں ﴿٥٩﴾ (اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا میں تمہیں (اس شخص کے بارے میں)

مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَن لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ

نہ بتا دوں جو جزا کے اعتبار سے، اللہ کے نزدیک اس سے بھی بدتر ہے؟ یہ وہ شخص ہے کہ اللہ نے اس پر لعنت کی اور اس پر اپنا غضب نازل کیا، اور ان میں

وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتِ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَنِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾

سے بعض کو بندر اور سوار بنادیا، اور اس شخص نے شیطان کی بندگی کی، وہی لوگ بدتر درجے میں ہیں اور سیدھی راہ سے وہ سب سے زیادہ گمراہ ہیں ﴿٦٠﴾

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمِنًا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ط

اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ کفر کے ساتھ ہی داخل ہوئے تھے اور اسی کے ساتھ نکل

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

گئے اور اللہ اس چیز کو خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں ﴿٦١﴾ اور آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ گناہ، زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی

وَكَأَكْثَرِهِمُ السُّخْتُ لَيْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ

کرتے ہیں، بہت برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ﴿٦٢﴾ رب والے اور ان کے علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ بہت برا

الْإِثْمِ وَكَأَكْثَرِهِمُ السُّخْتُ لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾

ہے جو کچھ وہ (اپنے لیے) تیار کر رہے ہیں ﴿٦٣﴾

”اور جب تم لوگ نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ اسے بھی ہنسی اور کھیل بناتے ہیں۔“ یعنی جب تم نماز کے لیے جو عقل و علم

والوں کے لیے سب سے افضل عمل ہے، اذان دیتے ہو تو یہ اسے بھی ہنسی اور کھیل بناتے ہیں اور یہ اس لیے کہ یہ سمجھ نہیں رکھتے،

اللہ کی عبادت اور اس کی شریعت کے معانی کو نہیں سمجھتے اور یہ اس شیطان کے پیروکار ہیں، [إِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ أَذْبَرَ وَكَلَهُ

حُصَاصٌ) اُیْ ضَرَاطٌ، حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قُضِيَ التَّأْذِينَ أَقْبَلَ، (فَإِذَا) ثُوبٌ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ، فَإِذَا

قُضِيَ التَّوْبِ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ (قَلْبِهِ) فَيَقُولُ: أَذْكَرُ كَذَا، أَذْكَرُ كَذَا، لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكَرُ

(قَبْلُ) حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى، (فَإِذَا) وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ) (قَبْلُ السَّلَامِ)]

”جب اذان سنتا ہے تو (شیطان) بھاگ اٹھتا ہے حتیٰ کہ اس کی ہوا خارج ہونے لگتی ہے تاکہ اذان کو سن نہ سکے لیکن جب اذان

ختم ہو جاتی ہے تو وہ پھر آ جاتا ہے اور جب نماز کے لیے اقامت ہونے لگتی ہے تو پھر بھاگ اٹھتا ہے اور جب اقامت ختم ہو

جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اور نماز پڑھنے والے آدمی کے دل میں وسوسے پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بات

یاد کرو، وہ بات یاد کرو، ایسی ایسی باتیں یاد دلاتا ہے جو پہلے بھولی بسری ہوتی ہیں۔ (اور آدمی ان باتوں میں اس طرح کھو جاتا ہے کہ)

اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں، چنانچہ جب کسی کو اس طرح کی صورت حال پیش آئے تو وہ سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔“^①

امام زہری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اذان کا بھی ذکر فرمایا ہے، پھر انھوں نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت کی۔^② اسے ابن ابوقاتم نے روایت کیا ہے۔

تفسیر آیات: 59-63

اہل کتاب کا ایمان کی وجہ سے مومنوں کو برا سمجھنا: اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! اہل کتاب کے ان لوگوں سے کہہ دیجیے جنہوں نے آپ کے دین کو ہنسی مذاق بنایا ہے: ﴿هَلْ تَنْقُمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ أَمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ﴾ کیا تم ہم سے صرف اس وجہ سے ناراض ہوتے ہو کہ ہم اللہ پر اور جو (چیز) ہماری طرف نازل کی گئی اور جو (کتابیں) پہلے نازل کی گئی ہیں ان پر ایمان لاتے ہیں؟“ اس کے سوا تمہیں ہم پر کوئی اور اعتراض ہے یا اس کے سوا ہمارا کوئی اور قصور؟ حالانکہ یہ کوئی عیب یا قابل مذمت بات نہیں ہے، گویا یہاں یہ استثناء منقطع ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے: ﴿وَمَا نَقُمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (البروج: 85) ”اور ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور قابل ستائش ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا نَقُمُوا إِلَّا أَنْ أَعْزَمَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (التوبة: 74) ”اور انھوں نے اس بات کا غصہ نکالا کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولت مند کر دیا تھا۔“ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ [مَا يَنْقُمُ ابْنُ حَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ] ”ابن حمیل تو اس وجہ سے انکار کرتا ہے کہ وہ فقیر تھا تو (اب) اللہ نے اسے دولت مند بنا دیا ہے۔“^③

اور فرمان الہی: ﴿وَإِنْ أَكْثَرْتُمْ فِسْقُونَ﴾^④ ”اور بے شک تم میں اکثر بدکردار ہیں۔“ یہ ﴿أَنْ أَمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ﴾ پر عطف ہے، یعنی ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ تم میں سے اکثر لوگ بدکردار ہیں، یعنی سیدھے رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

اہل کتاب روز قیامت بدترین عذاب کے مستحق ہوں گے: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ مِّنْ

① صحیح البخاری، الأذان، باب فضل التأذین، حدیث: 608 و السہو، باب السہو فی الفرض والتطوع، حدیث:

1232 و صحیح مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان و هرب الشیطان عند سماعه، حدیث: (19)-389 کتب احادیث میں إذا سمع الأذان کے الفاظ اس مقام پر بایں الفاظ منقول ہیں: [إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ] یا [إِذَا تُدِىَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ] اور قوسین والے الفاظ علی الترتیب درج ذیل حوالوں میں دیکھیے صحیح مسلم، حدیث: (17)-389 و سنن النسائی،

السہو، باب التحری، حدیث: 1254 و صحیح مسلم، المساجد، باب السہو فی الصلاة والسجود له، حدیث:

(82)-389 بعد الحدیث: 569 و صحیح مسلم، حدیث: (88)-571. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1164. ③ صحیح

البخاری، الزکاة، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالْغُرْمَيْنِ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ (التوبة: 60)، حدیث: 1468

و صحیح مسلم، الزکاة، باب فی تقدیم الزکاة ومنعها، حدیث: 983.

ذٰلِكَ مَثْوِبَةٌ عِنْدَ اللَّهِ ۖ ”(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ میں تمہیں (ان لوگوں کے بارے میں) نہ بتاؤں کہ جو اللہ کے ہاں اس سے بھی بدتر جزا پانے والے ہیں؟“ یعنی تم تو ہمارے بارے میں بدگمانی کرتے ہو لیکن کیا میں تمہیں بتاؤں کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے بدترین سزا کسے ملے گی؟ یقیناً وہ تمہی ہو کہ جن کی صفات اللہ نے یوں بیان فرمائی ہیں: ﴿مَنْ لَّعَنَهُ اللَّهُ﴾ ”جن پر اللہ نے لعنت کی۔“ یعنی اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ ﴿وَعَصَبَ عَلَيْهِ﴾ ”اور جس پر وہ غضب ناک ہوا۔“ ایسا غضب ناک کہ اس کے بعد پھر وہ کبھی بھی ان سے راضی نہیں ہوگا۔ ﴿وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ﴾ ”اور (جن کو) ان میں سے بندر اور سور بنا دیا۔“ جیسا کہ سورۃ بقرہ میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔^① نیز سورۃ اعراف میں بھی اس کا ذکر آئے گا۔^②

امام سفیان ثوری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بندروں اور سوروں کے بارے میں پوچھا گیا: کیا یہ وہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَهْلِكْ قَوْمًا أَوْ يَمْسَخْ قَوْمًا، فَيَجْعَلَ لَهُمْ نَسْلًا وَلَا عَقِبًا﴾، ﴿وَأَنَّ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی ہلاک کیا یا مسخ کیا تو ان کی نسل پھیل اور نہ کوئی (ان کا) جانشین بنا اور بے شک بندر اور سور تو ان مسخ ہونے والے لوگوں سے پہلے بھی تھے۔“^③

ارشاد الہی: ﴿وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ﴾ اور یعنی ان میں سے شیطان کے خدام اور غلام بنا دیے۔ معنی یہ ہیں کہ اے اہل کتاب! تم ہمارے دین پر تو طعن کرتے ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور ماسوا کے بجائے محض اسی کے لیے عبادات کا نام ہے تو تمہیں یہ باتیں کیسے زیب دیتی ہیں، حالانکہ تم میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں جن کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا﴾ ”ایسے لوگوں کا برا ٹھکانا ہے۔“ یعنی تم تو ہمارے بارے میں کہتے ہو مگر درحقیقت یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا بہت برا ہوگا۔ ﴿وَ أَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ الشَّيْءِ﴾^④ ”اور وہ سیدھے رستے سے سب سے گمراہ ہیں۔“ یہاں اسم تفضیل کے صیغہ کا استعمال اس قبیل سے ہے جہاں دوسری طرف مشارکت نہیں ہوتی جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے: ﴿أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا﴾ (الفراق 25:24) ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام قیلولہ بھی خوب ہوگا۔“

ایمان ظاہر کرنا اور کفر چھپانا منافقوں کی عادت ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ﴾ ”اور جب یہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے،

① دیکھیے البقرہ، آیت: 65 کے ذیل میں۔ ② دیکھیے مفصل تفسیر ابن کثیر، آیت: 164 کے ذیل میں۔ ③ صحیح مسلم، القدر،

باب بیان أن الآجال والأرزاق وغيرها.....، حدیث: (33)-2663 وتحفة الأخبار (مشکل الآثار)، التفسیر، باب بیان

مشکل ما روى عن رسول الله في القردة والخنازير.....: 336/8، حدیث: 6004 و مسند أحمد: 413/1. اس حدیث کا

پہلا حصہ تحفة الأخبار کے مطابق اور دوسرا حصہ صحیح مسلم کے مطابق ہے۔

حالانکہ وہ کفر لے کر داخل ہوئے تھے اور وہ اسی کے ساتھ نکل گئے۔“ یہ منافقوں کی نشانی ہے کہ مومنوں کو دھوکا دینے کے لیے ایمان کا اظہار کرتے ہیں لیکن دلوں میں کفر چھپائے ہوتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ﴾ حالانکہ یہ کفر لے کر (آپ کے پاس) داخل ہوئے تھے۔“ اور جب آپ کے پاس سے واپس جاتے ہیں تو اس وقت بھی ان کے دلوں میں کفر چھپا ہوتا ہے، آپ سے انھوں نے جو علم سنا ہوتا ہے، اس سے یہ قطعاً کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے اور نہ ہی وعظ و نصیحت کا ان پر کوئی اثر ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَهُمْ قَدْ حَرَجُوا بِهِ﴾ ”اور وہ اسی کو لے کر نکل گئے تھے۔“ اور یہ بطور خاص انھی کی نشانی ہے۔ اور ارشاد الہی: ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ﴾ اور جن باتوں کو یہ مخفی رکھتے ہیں، اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ ان کی مخفی باتوں اور ان کے دلوں کی کیفیتوں کو خوب جانتا ہے، خواہ لوگوں کے سامنے یہ حقیقت کے خلاف ہی اظہار کیوں نہ کریں مگر اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادہ ہے، وہ ان کے بارے میں خود ان سے بھی زیادہ بہتر جانتا ہے اور وہ انھیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

اور فرمان الہی: ﴿وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَسْرِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتُ﴾ ”اور آپ دیکھیں گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں۔“ گناہوں کا ارتکاب کرنے، حرام کاموں کے اختیار کرنے، لوگوں پر زیادتی کرنے اور لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے میں یہ بہت جلدی کرتے ہیں۔ ﴿لَيْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ”بے شک بہت برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“ ان کا عمل بہت برا عمل اور ان کی زیادتی بدترین زیادتی ہے۔ علماء و مشائخ کو سرزنش: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّيُّونَ وَالْأَكْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتُ لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ ”بھلا ان کے مشائخ اور علماء انھیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ بہت برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“ یعنی مشائخ اور علماء کو چاہیے تھا کہ وہ انھیں ان کاموں سے روکتے۔ ربانیوں سے ان کے صاحب اقتدار علماء اور اہل حبار سے صرف علماء مراد ہیں۔ ﴿لَيْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ”بلاشبہ وہ بہت برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھیں ان کاموں سے منع نہ کرنے کی وجہ سے ان کے مشائخ اور علماء بھی برا کرتے تھے۔ امام ابن جریر نے اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی اور ایسی آیت نہیں جس میں اس سے بڑھ کر سرزنش کی گئی ہو۔^②

امام ابن ابی حاتم نے یحییٰ بن یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے تباہ و برباد ہوئے کہ انھوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا اور ان کے مشائخ و علماء نے انھیں منع نہ کیا اور جب وہ گناہوں میں بری طرح مبتلا ہو گئے تو سزاؤں نے انھیں اپنی پلیٹ میں لے لیا، لہذا تم نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے منع کیا کرو، قبل اس کے کہ تم پر بھی کوئی ایسا عذاب نازل ہو جیسا کہ ان پر نازل ہوا تھا، یاد رکھو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

① تفسیر الطبری: 403/6 . ② تفسیر الطبری: 403/6 .

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُوبَةٌ ۖ عُلِّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۖ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ۖ

اور یہودیوں نے کہا: ”اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔“ بندھ گئے انھی کے ہاتھ، اور لعنت پڑی ان پر ان کے اس قول (ان کی اس بکواس) کی وجہ سے، بلکہ اللہ کے

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ

تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ جیسے چاہے خرچ کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ (قرآن) جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، ان میں

وَالْقَبِيلَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ط كَلِمًا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ

سے اکثر لوگوں کی سرکشی اور کفر میں ضرور اضافے کا باعث بنے گا۔ اور ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے۔ جب کبھی

أَطْفَاهَا اللَّهُ^{٦٤} وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ط وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾ وَكَوْنِ أَهْلَ

وہ بڑائی کی آگ بھڑکتا ہے میں تو اللہ سے بھجواتا ہے اور وہ زمین میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿۳۹﴾ اور اگر اہل کتاب

الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقُوا لَكَفَرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ

ایمان لے آئیں اور پرہیزگاری اختیار کر لیں تو یقیناً ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں گے اور انھیں نعمت والے باغوں میں ضرور داخل کریں گے ﴿۵۵﴾

أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَا كُلُّوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ

اور اگر یقیناً وہ تورات اور انجیل اور اپنے رب کی طرف سے نازل کی گئی (دوسری) کتابوں کے احکام پر ٹھیک ٹھیک عمل کرتے تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے

أَرْجُلُهُمْ ط مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءٌ مَا يَعْمَلُونَ ٤٦٦

پاؤں کے نیچے سے (وافر زق) کھاتے، ان میں سے ایک گروہ درمیانی راہ چلنے والا ہے۔ اور ان میں سے زیادہ تر لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ برا ہے (۵۵)

سے نہ تو کسی کے رزق میں کمی آ سکتی ہے اور نہ اس سے کسی کی موت قریب ہو سکتی ہے۔^①

امام احمد نے جریر بن عبد اللہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ قَوْمٍ يَكُونُ بَيْنَ أَطْهَرِهِمْ مَنْ

يَعْمَلُ بِالْمَعَاصِي هُمْ أَعَزُّ مِنْهُ وَالْمَنْعُ، لَمْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ بَعْقَابٌ [”جس قوم میں کوئی

ایسا شخص ہو جو گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو اور وہ اس سے زیادہ معزز اور زیادہ طاقت ور ہونے کے باوجود اسے گناہوں سے منع نہ

کر س تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اسے عذاب کی گرفت میں لے لے گا۔“^(۱۲) اس روایت کو اس طرح صرف امام احمد ہی نے

روایت کماے۔

امام ابو داؤد نے بھی حضرت جریر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ ۱۷۱

مُؤْتَاكِكُمْ فِي قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمُ بِالْمَعَاصِ، يُقَدُّونَ عَلَيَّ أَنْ يُعْمَلُوا أَعْلَيْهِ، فَلَا تُغَدُّ إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ

عَقَابِ قَوْمٍ كَمَا أَخْطَأَ بِرَأْسِهَا قَوْمَهُمْ كَذَلِكَ هِيَ تَفْعَلُ لِمَنْ لَا يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

۳“

① تفسير ابن أبي حاتم: 1167، 1166/4. ② مسند أحمد: 363/4. ③ سنن أبي داود، الملاحم، باب الأمر والنهي،

حديث: 4339 وسنن ابن ماجه ، الفتن ، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ، حديث: 4009 .

تفسیر آیات: 64-66

یہودیوں کا قول کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے: اللہ تعالیٰ یہودیوں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی قیامت تک مسلسل لعنت ہو۔ کے بارے میں فرما رہا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بات کی ہے جس سے اس کی ذات پاک بہت بلند و بالا ہے اور وہ یہ کہ وہ بخیل ہے جیسا کہ ان ملعونوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ فقیر ہے مگر ہم دولت مند ہیں، اللہ تعالیٰ کو بخیل قرار دیتے ہوئے انھوں نے کہا: ﴿يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ﴾ ”کہ اللہ کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا ہے۔“

علی بن ابوطحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ﴾ سے ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے بلکہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ بخیل ہے اور اس کے پاس جو کچھ ہے اس کو اس نے روک رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ان کی اس بات سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سدی اور ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^(۱) اور جیسا کہ اس آیت میں بھی یہی مفہوم ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهُمَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾ (بنی اسرائیل 29: 17) ”اور اپنے ہاتھ کو نہ گردن سے بندھا ہوا (بہت تنگ) کر لو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ ہی بالکل کھول دو (کہ سبھی کچھ دے دو اور انجام یہ ہو) کہ ملامت زدہ اور در ماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بخل اور تہذیر سے منع کیا ہے، تہذیر یہ ہے کہ غیر محل میں زیادہ خرچ کیا جائے۔ ﴿يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ﴾ کہنے سے یہودیوں۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت۔ کی یہی مراد تھی کہ اللہ تعالیٰ بخیل ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ یہ آیت فتنہ خاص یہودی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^(۲) عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ۔ اسی ملعون نے یہ کہا تھا کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ مَرَّةً﴾ (آل عمران 3: 181) اللہ فقیر ہے اور ہم دولت مند۔“ اور اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے مارا بھی تھا۔^(۳) اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے ان کے کذب و افتراء کے جواب میں فرمایا: ﴿غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا مَرَّةً﴾ ”انھیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت کی گئی۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بخل، حسد، بزدلی اور ذلت میں بے حد بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَمْرٌ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا﴾ ﴿أَمْرٌ يَخْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ فَقَدْ أَتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ﴿النِّسَاءُ: 53، 54﴾ ”کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے؟ تب تو لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے یا جو اللہ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس کا حسد کرتے ہیں؟ تو تحقیق ہم نے خاندان ابراہیم کو کتاب اور دانائی عنایت فرمائی تھی اور انھیں سلطنت عظیم بھی بخشی تھی۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) تفسیر الطبری: 405/6 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1167/4. (۲) تفسیر الطبری: 405/6. (۳) تفسیر الطبری: 258/4.

و تفسیر ابن ابی حاتم: 829/3.

وَصَرِيَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ الْآيَةُ (البقرة: 61) ”ان پر ذلت مسلط کر دی گئی۔“

اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ط﴾ ”بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں، وہ جس طرح (اور جتنا) چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔“ یعنی وہ بے پایاں فضل و کرم کا مالک اور بے حد و حساب عطا فرمانے والا ہے، ہر چیز کے اس کے پاس بے پناہ خزانے ہیں، اس کی مخلوق کو جو بھی نعمت حاصل ہے، وہ اسی وحدہ لا شریک ہی کے پاس سے ہے، اس نے ہماری ضرورت کی ہر اس چیز کو پیدا فرمایا ہے جس کی ہمیں رات دن، حضور و سفر اور تمام حالات میں ضرورت تھی جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَأَتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ط وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ (ابراہیم: 34) ”اور جو کچھ تم نے اس سے مانگا اس نے ہر وہ چیز تم کو عنایت کی اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننے لگو تو انھیں شمار نہ کر سکو گے۔ کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف (اور) ناشکرا ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے عبدالرزاق از مخر از بہام بن مُذَہب کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ يَمِينَ اللَّهِ مَلَأَتْ، لَا يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ، سَحَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، أَرَأَيْتُمْ مَا أَتَفَقَ مِنْهُ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَغِيضْ مَا فِي يَمِينِهِ قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، وَبِيَدِهِ الْأُخْرَى الْقَبْضُ يَرْفَعُ وَيَخْفِضُ (وَقَالَ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَتَفَقَ، أَتَفَقَ عَلَيْكَ)] ”بے شک اللہ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن کا خرچ کرنا اسے کم نہیں کر سکتا، کیا تم نے دیکھا کہ اس نے جب سے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا ہے، اس کا خرچ کرنا اسے کم نہیں کر سکا جو اس کے دائیں ہاتھ میں ہے۔ اور فرمایا اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں قبضہ ہے جس کے ساتھ وہ بلند اور پست کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔“ ① اسے امام بخاری اور مسلم رحمہما نے بھی بیان کیا ہے۔ ②

قرآن مجید کے نزول سے یہودی سرکشی و کفر میں اضافہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مِمَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ط﴾ ”اور (اے نبی!) جو (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا، وہ ان میں سے اکثر کی سرکشی اور تکذیب کو زیادہ کرے گا۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! اللہ نے آپ کو جو نعمت عطا فرمائی ہے، یہ آپ کے دشمن یہودیوں وغیرہ کے حق میں سزا ہے، اس سے جس طرح مومنوں کی تصدیق، عمل صالح اور علم نافع میں اضافہ ہوتا ہے، اس طرح آپ اور آپ کی امت سے حسد کرنے والوں کی سرکشی و کفر میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ طغیان کے معنی اشیاء میں حد سے

① مسند أحمد: 313/2، البیہقینی والے الفاظ صحیحین میں اسی حدیث کی ابتدا میں وارد ہیں۔ ② صحیح البخاری، التفسیر،

باب قوله: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (ہود: 7)، حدیث: 4684 و صحیح مسلم، الزکاة، باب الحث علی النفقة

.....، حدیث: 993.

بڑھ جانا اور کفر کے معنی تکذیب ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشَفَاعَةٌ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُولَٰئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝﴾ (خَمِ السَّجْدَةُ 41:44) ”کہہ دیجیے کہ جو ایمان لائے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرائی ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے یہ لوگ (جو حق بات نہیں سنتے گویا) دور جگہ سے پکارے جا رہے ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿وَنُزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝﴾ (نَبِيِّ إِسْرَائِيلَ 82:17) ”اور ہم قرآن میں سے جو نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔“

ارشاد الہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ﴾ ”اور ہم نے ان کے باہم عداوت اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال دیا ہے۔“ یعنی ان کے دل کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے بلکہ ان کے بعض فرقوں کی بعض کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک کے لیے عداوت رہے گی کیونکہ یہ حق پر کبھی بھی اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے، پھر انھوں نے آپ کی مخالفت و تکذیب بھی کی ہے۔

اور ارشاد الہی ہے: ﴿كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ﴾ ”یہ جب لڑائی کے لیے آگ جلاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے۔“ یعنی آپ کے خلاف انھوں نے جب بھی اسباب مہیا کیے اور آپ کے خلاف انھوں نے جب بھی لڑائی کی تو اللہ نے اسے باطل کر دیا اور ان کے مکر و فریب کو رد کر دیا اور ان کے بدترین مکر و فریب نے خود انھی کو اپنی پیٹ میں لے لیا۔ ﴿وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝﴾ ”اور یہ ملک میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“ یعنی ان کی عادت یہ ہے کہ یہ ہمیشہ زمین میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتا۔

اہل کتاب اپنی کتاب کے مطابق عمل کر کے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر سکتے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُتِبَ عَلَى الْكَافِرِ الْأَمْنُ وَاسْتِغْفَارُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّقَوْا ۚ﴾ ”اور یقیناً اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے۔“ یعنی اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاتے اور گناہوں اور حرام کاموں کے ارتکاب سے پرہیز کرتے ﴿لَنَكْفُرَنَّهُمْ عَنْهُمْ سِيئاتِهِمْ وَلَا دَخَلْنَا لَهُمُ جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝﴾ ”تو ہم ان سے ان کے گناہ محو کر دیتے اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔“ ان سے ناپسندیدہ امور کو زائل کر دیتے اور انھیں مقصود تک پہنچا دیتے، ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْبَةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ﴾ ”اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئیں ان کو قائم رکھتے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اور کتابوں سے مراد قرآن مجید ہے۔^①

﴿لَا كَلِمَآةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۖ﴾ ”تو (ان پر رزق مین کی طرح برستا کہ) اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1170/4.

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ط

اے رسول! آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیجیے۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے اس کی پیغمبری

وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾

کا حق ادا نہ کیا، اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا، اور بلاشبہ اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا ﴿٦٧﴾

نیچے سے کھاتے۔“ اگر یہ ان کتابوں کے مطابق کسی تحریف و تغیر اور تبدیلی کے بغیر صحیح صحیح عمل کرتے جو انبیاء کی طرف سے ان کے ہاتھوں میں موجود ہیں تو یہ بات یقینی طور پر انھیں اتباع حق اور اس شریعت کے تقاضے کے مطابق عمل کی طرف لے جاتی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے کیونکہ ان کی کتابیں آپ کی تصدیق اور آپ کی اتباع کے حکم سے بھری ہوئی ہیں۔

ارشاد الہی ہے: ﴿لَا كَلُومًا مِنْ قَوْمِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ط﴾ ”اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔“ یعنی اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھانے سے، آسمان سے برسنے والے اور زمین سے اگنے والے رزق کی فراوانی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ (الأعراف: 96) ”اور اگر بے شک ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے۔“

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ﴾ ﴿٦٨﴾ ”ان میں کچھ لوگ میانہ رو ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کے اعمال برے ہیں۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يُّهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ﴾ (الأعراف: 159) ”اور قوم موسیٰ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کا رستہ بتاتے اور اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔“ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کے بارے میں فرمایا: ﴿فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ﴾ (الحديد: 27) ”پس جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا۔“

اللہ تعالیٰ نے میانہ روی کو ان لوگوں کے مقامات میں سے سب سے اعلیٰ درجہ قرار دیا ہے جبکہ اس امت کے مقامات میں سے یہ درمیانہ درجہ ہے کیونکہ اس سے اوپر کا درجہ سابقین کا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۖ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ إِذْنَ اللَّهُ ۖ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ط جَنَّتٌ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ (فاطر: 32، 33) ”پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں، یہی بڑا فضل ہے (ان لوگوں کے لیے) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، وہاں ان کو سونے کے نگین اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس

(جنت) میں ان کی پوشاک ریشمی ہوگی۔“

تفسیر آیت: 67

تبلیغ کا حکم اور معصیت پر وعید: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ کو یہاں ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ﴾ کے نام سے مخاطب فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ سب کچھ لوگوں کو پہنچادیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا ہے۔ آپ نے بھی اس ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے وحی الہی میں سے کچھ چھپایا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط.....﴾ الآية ”اے پیغمبر! جو ارشادات اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں، سب لوگوں کو پہنچادیں.....“ امام بخاری نے اس روایت کو یہاں مختصر اور صحیح کے دیگر کئی مقامات پر تفصیل سے بھی بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح امام مسلم نے بھی اسے صحیح کی کتاب الایمان میں اور امام ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی ”سنن“ کی کتاب التفسیر میں بیان فرمایا ہے۔^①

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ اگر حضرت محمد ﷺ نے کسی آیت کو چھپایا ہوتا تو وہ اس آیت کریمہ کو ضرور چھپالیتے: ﴿وَتُخْفَىٰ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَهُ ط.....﴾ (الأحزاب: 37) ”اور آپ اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔“^②

امام بخاری رحمہ اللہ نے امام زہری کا بھی یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ کے ذمے پیغام بھیجنا، رسول کے ذمے اسے لوگوں تک پہنچا دینا اور ہمارے ذمے اسے تسلیم کرنا ہے۔^③ آپ کی امت نے بھی اس وقت اس بات کی گواہی دی تھی کہ آپ نے اللہ کے پیغام کو امت تک پہنچا دیا اور امانت کو ادا فرما دیا ہے۔ جب آپ نے حجۃ الوداع کے دن خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے، اپنی زندگی کے سب سے بڑے اجتماع میں ان سے یہ پوچھا تھا۔ اس اجتماع میں چالیس ہزار کے قریب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن اپنے خطبے میں ارشاد

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط.....﴾ (المائدة: 67)، حدیث:

4612 وصحیح مسلم، الإیمان ، باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿وَلَقَدْ رَأَوْا نَزْلَةً أُخْرَى ط.....﴾ (النجم: 53:13)،

حدیث: 177 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأنعام، حدیث: 3068 والسنن الکبریٰ للنسائی،

التفسیر، قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط.....﴾ 336، 335/6 حدیث: 11147. ② صحیح البخاری، التوحید، باب

﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ط.....﴾ (هود: 11:7)، حدیث: 7420 عن أنس رضی اللہ عنہ. وصحیح مسلم، الإیمان، باب معنی

قول اللہ عزوجل: ﴿وَلَقَدْ رَأَوْا نَزْلَةً أُخْرَى ط.....﴾ (النجم: 53:13)، حدیث: (288)-177. ③ صحیح البخاری،

التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط.....﴾، تعلیقاً قبل حدیث: 7530.

فرمایا: [اَنْتُمْ تَسْأَلُوْنَ عَنِّيْ، فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟] قَالُوا: نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَابَةَ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَ يَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ [”تم سے میرے بارے میں بھی پوچھا جائے گا تو کیا جواب دو گے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہم سب یہ گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے پیغام رسالت کو پہنچا دیا، ادا فرما دیا اور امت کی ہمدردی و خیر خواہی فرمائی تو آپ اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے اور اس کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے: اَللّٰهُمَّ! هَلْ بَلَغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ! هَلْ بَلَغْتُ؟“] اے اللہ! کیا میں نے (تیرے پیغام کو) پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ! کیا میں نے (تیرے پیغام کو) پہنچا دیا ہے؟“^①

ارشاد الہی: ﴿وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ ”اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے اس (اللہ) کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔“ یعنی اگر آپ اسے لوگوں تک نہ پہنچائیں گے جس کے ساتھ ہم نے آپ کو بھیجا ہے تو پھر معلوم ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ علی بن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت کو بھی چھپایا تو آپ نے گویا اللہ کے پیغام کو نہ پہنچایا۔^②

فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ ط﴾ ”اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے رکھے گا۔“ یعنی تم میرے پیغام کو پہنچا دو، میں تمہارا حافظ و ناصر ہوں، دشمنوں کے مقابلے میں تمہیں فتح و نصرت سے سرفراز کروں گا تم کسی قسم کا خوف و حزن دل میں نہ لاؤ، آپ کے دشمنوں میں سے کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا، اس آیت کے نزول سے قبل نبی اکرم ﷺ نے محافظ ساتھ رکھے ہوئے تھے۔

جیسا کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ بیدار رہے اور میں بھی آپ کے پاس ہی لیٹی ہوئی تھی، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: [كَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِّنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ] ”اے کاش! کوئی نیک صحابی آج رات میری حفاظت کرے۔“ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ میں نے ہتھیار کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا: [مَنْ هَذَا؟] ”کون ہے؟“ آنے والے نے عرض کی: میں سعد بن مالک^③ ہوں، فرمایا: [مَا جَاءَ بِكَ؟] ”کیسے آنا ہوا؟“ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں آیا ہوں کہ (آج رات) آپ کا پہرہ دوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آرام سے سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔^④ اسے بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔^⑤ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ مدینہ میں آمد کے بعد ایک

① صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبی ﷺ، حدیث: 1218 اس حدیث کا آخری حصہ صحیح البخاری، الحج، باب الخطبة أيام منی، حدیث: 1739 مطوّل کے مطابق ہے۔ ② تفسیر الطبری: 414/6۔ ③ صحیح بخاری و مسلم میں ابو وقاص ہے جو مالک ہی کی کنیت ہے۔ ④ مسند أحمد: 141/6۔ ⑤ صحیح البخاری، الجہاد، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ، حدیث: 2885 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص ﷺ، حدیث: 2410۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا الشُّرُوعَ وَالْأَنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! تم ہرگز اصل دین پر کار بند نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ تم تورات وانجیل اور اپنی طرف اپنے رب کی طرف سے نازل

مِّن رَّبِّكُمْ ط وَلَئِنْ كُنْتُمْ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ

کی گئی (دوسری) کتابوں کے احکام پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنے لگو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ (قرآن) جو آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے، ان میں سے

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْكَافِرِينَ ۖ ۞ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّبِیُّونَ

اکثر لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافے کا باعث بنے گا، اور آپ کافروں کی قوم کا غم نہ نکھائیں ۞ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ

وَالنَّصَارَىٰ مِنْ أَمْنٍ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

یہودی ہوئے اور صابئی (بے دین) اور نصاریٰ، ان میں سے جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ان پر کوئی خوف نہیں

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۖ ۞

ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۞

رات بیدار رہے۔ ① یعنی، ہجرت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے بعد سن 3 ہجری کا واقعہ ہے۔

امام ابن ابوجہم نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے پہرے کا انتظام کیا جاتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ۞ وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ ط ۞ ”اور اللہ تم کو لوگوں (کے شر) سے بچائے رکھے گا۔“ تو آپ نے قبے سے سر مبارک نکالا اور فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! انْصَرِفُوا، فَقَدْ عَصَمَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ] ”لوگو! تم چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا۔“ ② اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا اور اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔ ③ امام ابن جریر اور امام حاکم نے بھی اسے مستدرک میں روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں فرمایا۔ ④

فرمان الہی ہے: ۞ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۖ ۞ ”بے شک اللہ منکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ یعنی آپ پیغام الہی کو بس پہنچا دیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے کہ جسے چاہے ہدایت فرمائے اور جسے چاہے گمراہ رکھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۞ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۖ ۞ (البقرة: 272) ”(اے نبی!) آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمے دار نہیں ہیں اور لیکن اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔“ اور فرمایا: فَأَنذَرْتُكُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا نَارٌ تَلَوْنَ ۚ ”اے نبی! آپ ان لوگوں کو جہنم کا کام صرف (ہمارے احکام کو) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔“ (الرعد: 40: 13)

تفسیر آیات: 68، 69

① صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن ابی وقاصؓ، حدیث: (40) - 2410. ② تفسیر ابن

ابی حاتم: 1174، 1173/4. ③ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، حدیث: 3046. ④ تفسیر

الطبری: 415/6 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة المائدة: 313/2، حدیث: 3221.

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا ط كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ

بھیجا ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ہم نے ان کی طرف کئی رسول بھیجے۔ جب ان کے پاس کوئی رسول ایسی چیز لے کر آیا جسے ان کے

بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ ۖ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةً

نفس پسند نہیں کرتے تھے تو بعض نبیوں کو انھوں نے جھٹلایا اور بعض کو وہ قتل ہی کر دیتے تھے ﴿٧٠﴾ اور ان لوگوں کا خیال تھا کہ (ان کی) کوئی آزمائش نہ

فَعَمُوا وَصَبُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَبُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ط وَاللَّهُ

ہوگی، چنانچہ وہ اندھے اور بہرے ہو گئے، پھر اللہ ان پر مہربان ہوا، مگر ان میں سے زیادہ تر لوگ پھر اندھے اور بہرے ہو گئے، اور اللہ خوب دیکھنے

بَصِيرٌ ۚ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾

والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ﴿٧١﴾

قرآن کے ساتھ ایمان کے بغیر نجات نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ اعلان فرمادیں: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ﴾ ”اے اہل کتاب! تم ہرگز اصل دین پر کار بند نہیں ہو سکتے۔“ یعنی تم کچھ بھی دین پر نہیں ہو سکتے جب تک تم تورات وانجیل کو قائم نہ رکھو، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیائے کرام پر نازل ہونے والی تمام کتابوں کے ساتھ ایمان نہ لاؤ اور ان کے مطابق عمل نہ کرو اور انھی کتابوں میں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرو، ان پر ایمان لاؤ اور ان کی شریعت کی اقتدا کرو۔

اور فرمان الہی: ﴿وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ﴾ ”اور (یہ قرآن) جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر ضرور زیادہ کرے گا۔“ اس جملے کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔^①

﴿فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾^② یعنی آپ ان کافروں پر افسوس نہ کریں اور ان کی وجہ سے غم نہ کھائیں، پھر فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ بَعَثْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ فَوَلَّوْا الْبُيُوتَ﴾ ”بے شک جو لوگ اللہ پر ایمان لائے۔“ اور وہ مسلمان ہیں۔ ﴿وَالَّذِينَ هَادُوا﴾ ”اور جو لوگ یہودی ہوئے“ حاملین تورات ﴿وَالصَّبِّحُونَ﴾ ”اور بے دین“ فاصلہ طویل ہونے کی وجہ سے رفع کے ساتھ عطف یہاں بہت موزوں ہے۔ امام مجاہد کے بقول صابی، عیسائیوں اور مجوسیوں کے درمیان ایک ایسا گروہ تھا جس کا کوئی دین نہ تھا۔^③ اور ﴿وَاللَّطَرِي ۖ﴾ تو مشہور ہی ہیں کہ ان سے مراد حاملین انجیل ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ ہر وہ فرقہ جو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اور ایسا اس وقت تک ہو نہیں سکتا جب تک تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے مطابق عمل نہ کیا جائے تو جو شخص بھی ان اوصاف سے متصف ہوگا، اسے نہ مستقبل میں کوئی خوف ہوگا اور نہ اپنے پیچھے چھوڑی ہوئی دنیا کا کوئی

① دیکھیے المائدة، آیت: 64 عنوان: ”قرآن مجید سے یہودیوں کی سرکشی و کفر میں اضافہ“ کے ذیل میں۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا: بے شک اللہ تو وہی مسیح ابن مریم ہے۔ اور مسیح نے کہا: اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی

اسرائیل اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ط إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اور اس

وَمَا وَهُ النَّارُ ط وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ 72 لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ

کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں 72 یقیناً کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا: بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔

ثَلَاثَةٌ وَمَنْ مِنْ آلِهِ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ ط وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ

اور کوئی معبود نہیں سوائے ایک معبود کے۔ اور وہ جو کچھ کہتے ہیں اگر اس سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، انہیں

كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ 73 أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ ط وَاللَّهُ

ضرور دردناک عذاب ملے گا 73 پھر کیا وہ اللہ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت

غَفُورٌ رَحِيمٌ 74 مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط

رحم کرنے والا ہے 74 مسیح ابن مریم نہیں ہیں مگر ایک رسول ہی۔ بلاشبہ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، اور ان کی ماں

وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ط كَانَا يَأْكُلَنِ الطَّعَامَ ط أَنْظِرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ

صدیقہ (نہایت راستار) تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھیں ہم ان کے لیے کیسی کیسی نشانیاں بیان کرتے ہیں، پھر دیکھیں

أَنْظِرْ أُنِي يُؤَفِّكُونَ 75

وہ کدھر لے پھرے جاتے ہیں! 75

غم۔ سورہ بقرہ کی اس طرح کی ایک آیت میں اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے، ① لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 71, 70

اللہ تعالیٰ ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بات سنیں گے اور

اس کی اطاعت بجالائیں گے مگر انہوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ کر اپنی آراء اور خواہشات کی پیروی کی اور انہیں اللہ کی

شریعتوں سے مقدم قرار دیا، شریعتوں کی جو بات ان کی خواہشات کے مطابق تھی اسے لے لیا اور جو مطابق نہ تھی اسے بلا دروغ

رد کر دیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَزَيَّنُوا لَهُمْ قَوْلَ رِئَاسٍ

يَقْتُلُونَ 76 وَحَصِبُوا 77 أَلَا تَكُونُ فِتْنَةً فَاعْمُوا وَصَلُّوا 78﴾ ”جب بھی کوئی پیغمبران کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا جن کو

ان کے نفس نہیں چاہتے تھے تو وہ (انبیاء کی) ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے اور یہ خیال کرتے

تھے کہ (اس سے ان کی) کوئی آزمائش نہیں ہوگی تو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔“ یعنی انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان کے کرتوتوں

① دیکھیے آیت: 62 کے ذیل میں۔

کی وجہ سے ان پر کوئی آفت نہیں آئے گی، چنانچہ آفت آن پڑی اور ان کا حال یہ ہوا کہ وہ حق سے اندھے بہرے ہو گئے کہ یہ حق کون ہی نہیں سکتے اور نہ اس کی طرف راہ پاسکتے ہیں مگر پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی۔ ﴿ثُمَّ عَمُوا وَصَمُوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ط وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧٥﴾﴾ ”پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے حالات سے مطلع ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور گمراہی کا مستحق کون؟

تفسیر آیات: 72-75

عیسائیوں کا کفر اور حضرت مسیح کی دعوتِ توحید: اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے ان فرقوں ملکئہ، یعقوبیہ اور نسطوریہ کو کافر قرار دیا ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ مسیح اللہ ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ان کی اس بات سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو خود بھی ان سے فرمایا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پنگلوڑے میں انہوں نے سب سے پہلے جو بات کی تھی وہ یہی تھی: ﴿إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ط﴾ (مریم: 30) ”بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں۔“ آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں اللہ یا اللہ کا بیٹا ہوں بلکہ فرمایا: ﴿إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ط اَللّٰہُ ط اَلنَّبِیُّ اَلکِتٰبِ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ط﴾ (مریم: 30) ”بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔“ اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ط﴾ (مریم: 36) ”اور بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے، لہذا تم اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔“ اسی طرح انہوں نے حالتِ کہولت و نبوت میں بھی انہیں اپنے اور ان کے رب تعالیٰ و وحدہ لا شریک کی عبادت کا حکم دیا تھا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنَیْ اِسْرَآئِیْلَ اَعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ ط اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ ط﴾ ”اور مسیح یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا پروردگار ہے اور تمہارا بھی پالنہار۔ (اور جان رکھو کہ) بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا۔“ یعنی اس کے ساتھ غیر کی عبادت کرے گا۔ ﴿فَقَدْ حَزَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّةَ وَ مَا وُہُ النَّارُ ط﴾ ”تو یقیناً اللہ اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔“ یعنی اللہ نے ان کے لیے جہنم کو واجب اور جنت کو حرام قرار دے دیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ط﴾ (النساء: 116) ”بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشنے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿وَ نَادٰی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْکُمْ مِّنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقْکُمْ اللّٰہُ ط قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ حَزَمَہُمْآ عَلَی الْکُفْرِیْنَ ط﴾ (الأعراف: 50) ”اور دوزخی بہشتیوں سے پکار کر کہیں گے کہ (کسی قدر) ہم پر پانی بہاؤ یا جو رزق اللہ نے تمہیں عنایت فرمایا ہے ان میں سے (کچھ ہمیں بھی دو) وہ جواب دیں گے کہ بے شک اللہ نے بہشت کا پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا ہے۔“

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا تا کہ لوگوں میں جا کر یہ اعلان کر دے: [أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ] ”جنت میں صرف مسلمان انسان ہی داخل ہو سکے گا۔“^① اور ایک روایت میں [مُؤْمِنَةٌ] کا لفظ ہے۔“^② اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل سے کہا تھا: إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٢٥﴾ ”بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو یقیناً اللہ اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی حامی و ناصر نہ ہوگا اور نہ اس کے عذاب سے اسے کوئی بچا سکے گا۔

ارشاد الہی: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ مَرْبَعٍ﴾ ”البتہ تحقیق وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔“ یہ آیت بطور خاص عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ امام مجاہد اور کئی ایک ائمہ نے فرمایا ہے۔^③ امام سدی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کہ انھوں نے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو بھی الہ بنا دیا، یہ آیت ایسے ہے جیسے اس سورت کے آخر میں فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ آلِهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا سُبْحَانَكَ﴾ (المائدہ: 116) ”اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو دو معبود بنا لو وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے۔“^④ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ ط﴾ ”حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں“ کیونکہ متعدد معبود نہیں ہیں بلکہ وہ وحدہ لا شریک ہی تمام کائنات اور ساری موجودات کا معبود ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ﴾ ”اور اگر یہ لوگ ایسے اقوال (و عقائد) سے باز نہیں آئیں گے۔“ اور اس کذب و افتراء کو ترک نہیں کریں گے۔ ﴿لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ﴿٢٧﴾ ”تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا انھیں ضرور دردناک عذاب ہوگا۔“ آخرت میں انھیں طوق اور زنجیریں پہنا کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَكَ ط وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ﴿٢٨﴾ ”تو یہ کیوں اللہ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے؟ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق کے ساتھ جو دو کرم اور لطف و رحمت کی انتہا ہے کہ اس عظیم گناہ اور کذب و افتراء کے باوجود وہ توبہ و استغفار

① صحیح البخاری، الرقاق، باب الحشر، حدیث: 6528 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان کون هذه الأمة نصف

أهل النار، حدیث: (377)-221 عن ابن مسعود ؓ مطولا . ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة ،

حدیث: 3092 و سنن النسائی، مناسک الحج، باب قوله عز وجل: ﴿حُذُوا وَزَيِّنْتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الأعراف: 31)،

حدیث: 2961 عن علی ؓ . البتہ اس لفظ کا سیاق مختلف ہے۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1178/4 و الدر المنثور: 532/2 .

④ تفسیر ابن ابی حاتم: 1179/4 و تفسیر الطبری: 423/6 .

قُلْ اتَّبِعُوا مَنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لیے نقصان اور نفع کا کوئی اختیار نہیں رکھتی؟ اور اللہ ہی تو خوب سننے والا،

الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ

خوب جاننے والا ہے ﴿٧٦﴾ کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو، اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے

قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٧٧﴾

گمراہ ہو چکے ہیں، اور انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھی راہ سے بہک گئے ﴿٧٧﴾

کی دعوت دے رہا ہے۔ اور جو شخص صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ مسیح اللہ کے بندے اور ان کی ماں راست باز ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ”مسیح ابن مریم تو صرف (اللہ کے) پیغمبر تھے تحقیق ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے۔“ یعنی وہ بھی سابقہ تمام انبیائے کرام کی طرح بندگانِ الہی میں سے ایک بندے اور اس کے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ الْعَلِيمُ﴾ ”وہ تو ہمارے ایسے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا اور بنی اسرائیل کے لیے ہم نے ان کو (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا۔“ ﴿وَأَمَّا صِدْقٌ فَهُوَ﴾ ”اور ان کی والدہ صدیقہ (بچی فرمانبردار) تھی۔“ یعنی اللہ کے ساتھ ایمان لانے والی اور اس کی تصدیق کرنے والی تھیں اور یہ ان کے مقامات میں سب سے اعلیٰ مقام ہے اور یہ اس بات کی دلیل بھی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کونبوت نہیں ملی تھی۔

ارشاد الہی: ﴿كَانَ يَأْكُلُ الطَّعَامَ﴾ ”دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔“ یعنی وہ دونوں کھانا بھی کھاتے تھے اور اس کے فضلے کو خارج بھی کرتے تھے، اس لیے کہ وہ دونوں بھی دیگر تمام انسانوں کی طرح انسان ہی تھے، معبود نہیں تھے جیسا کہ عیسائیوں کے کئی جاہل فرقوں نے انھیں معبود بنا لیا تھا۔ ان پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت برے۔ ﴿أَنْظُرْ كَيْفَ بُيِّنَ لَهُمُ الْآيَاتِ﴾ ”دیکھیں! ہم ان لوگوں کے لیے (اپنی) آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں!“ انھیں بے حد واضح اور ظاہر کر دیتے ہیں، ﴿ثُمَّ أَنْظِرْ أَفَى يَوْمَكُنَّ﴾ ”پھر دیکھیں کہ یہ کدھر پھرے جا رہے ہیں؟“ اس بیان اور وضاحت و صراحت کے بعد یہ کدھر جا رہے ہیں؟ کس قول کو یہ تھامے ہوئے ہیں؟ یہ کس گمراہ مذہب کو اختیار کیے ہوئے ہیں؟

تفسیر آیات: 77، 76

شُرک اور دین میں غلو کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جو اس کے سوا بتوں، شرکاء اور پڑوتوں کی عبادت کرتے ہیں اور واضح فرمایا ہے کہ یہ الہیت کے قطعاً مستحق نہیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے،“ یعنی اے محمد (ﷺ)! بنی آدم کے ان تمام فرقوں سے یہ کہہ دیجیے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس میں عیسائی اور غیر عیسائی تمام مشرک شامل ہیں: ﴿اتَّبِعُوا مَنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا﴾ ”کیا تم

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذَلِكَ بِمَا

بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داود اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ اس وجہ سے ہوا کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد

عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ط لَيْسَ مَا كَانُوا

سے گزر جاتے تھے ﴿٧٨﴾ وہ ایک دوسرے کو برے کام سے منع نہیں کرتے تھے کیونکہ انھوں نے وہ خود کیا ہوتا تھا، بہت برا تھا جو وہ کرتے تھے ﴿٧٩﴾ آپ ان

يَفْعَلُونَ ﴿٧٩﴾ تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَكَّلُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا ط لَيْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ

میں سے بہتوں کو دیکھیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ بہت برا ہے جو ان کے نفوس نے ان کے لیے آگے بھیجا کہ اللہ

أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خُلِدُونَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

ان سے ناراض ہو گیا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں ﴿٨٠﴾ اور اگر ایسا ہوتا کہ وہ اللہ پر اور اس کے نبی پر اور اس پر ایمان لاتے جو اس کی طرف

وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوا لَهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿٨١﴾

نازل کیا گیا، تو ان (کافروں) کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں سے زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں ﴿٨١﴾

اللہ کے سوا ایسی چیز کی پرستش کرتے ہو جس کو تمھارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں؟“، یعنی اسے تم سے نقصان کے دور کرنے اور تمھیں نفع پہنچانے کی کوئی قدرت نہیں ہے۔ ﴿٧٨﴾ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٩﴾ ”اور اللہ ہی (سب کچھ) سنتا، جانتا ہے۔“، یعنی وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سنتا اور ہر چیز کو جانتا ہے، لہذا تم اس سے اعراض کر کے ایسے بے جان مجسموں اور مورتیوں کی پوجا کیوں کرتے ہو جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں، نہ جانتی ہیں اور نہ اپنے یا کسی اور کے نفع و نقصان ہی کا کچھ بھی اختیار رکھتی ہیں؟

پھر فرمایا: ﴿٨٠﴾ قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ ﴿٨١﴾ ”کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین (کی بات) میں ناحق مبالغہ نہ کرو۔“، یعنی اتباع حق کرو اور حد سے نہ بڑھو جس شخصیت کی تعظیم کا تمھیں حکم دیا گیا ہے اس کے بارے میں بے حد مبالغہ آرائی سے کام نہ لو کہ اسے دائرہ نبوت سے نکال کر مقام الہیت تک پہنچا دو جیسا کہ مسیح کے بارے میں تم نے کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی تھے مگر تم نے انھیں معبود بنادیا اور یہ اس لیے تم اپنے مشائخ کی اقتدا کر رہے ہو، ان مشائخ ضلالت کی اقتدا جو تمھارے اسلاف تھے اور زمانہ قدیم میں گمراہ ہو چکے تھے: ﴿٨٢﴾ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٨٣﴾ ”جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کر گئے اور سیدھے رستے سے بھٹک گئے۔“، یعنی طریق استقامت و اعتدال کو ترک کر کے انھوں نے گمراہی اور ضلالت کے رستے کو اختیار کر لیا تھا۔

تفسیر آیات: 78-81

کفار بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی لعنت: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یہ فرمایا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کے کافروں پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور اللہ کی مخلوق سے زیادتیوں کے باعث عرصہ طویل سے حضرت داود اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبانی لعنت

فرمائی ہے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان لوگوں پر تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید سب آسمانی کتابوں میں لعنت کی گئی ہے۔^(۱) پھر اپنے زمانے میں ان کے جو حالات تھے، انھیں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ط﴾ ”برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے، ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے۔“ یعنی یہ ایک دوسرے کو گناہوں اور حرام کاموں کے ارتکاب سے منع نہیں کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا تاکہ ان جیسے کام کرنے والے دوسرے لوگوں کو ان سے باز رکھا جاسکے۔ ﴿لَيْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ط﴾ ”بلاشبہ وہ برا تھا جو وہ کرتے تھے۔“

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں احادیث: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں، اس مقام کی مناسبت سے ہم ان میں سے چند ایک کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ امام احمد نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْ عِنْدِهِ، ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ] ”اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے، پھر تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعا کو بھی قبول نہیں فرمائے گا۔“^(۲) امام ترمذی نے بھی اسے روایت کیا اور اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔^(۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ] ”تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے مٹا دے اگر استطاعت نہ ہو تو زبان سے (سمجھا دے) اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“^(۴)

امام ابوداؤد نے عُرْس بن عُمیرہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا غُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ كَانَ مِنْ شَهْدَها فِكْرُهَا۔ وَقَالَ مَرَّةً: أَنْكَرَهَا۔ كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا] ”جب زمین میں کسی برائی کا ارتکاب کیا جائے اور جو وہاں موجود ہو وہ اسے ناپسند کرے۔ اور ایک بار آپ نے فرمایا: وہ اس کی تردید کرے۔ تو وہ ایسے ہے جیسے اس برائی کے وقت وہ موجود ہی نہیں تھا اور جو شخص وہاں موجود تو نہ ہو مگر وہ اس برائی کو پسند کرے تو وہ ایسے ہے جیسے خود وہاں موجود ہو۔“^(۵) اس روایت کو صرف امام ابوداؤد ہی نے بیان کیا ہے۔

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1182/4. ② مسند أحمد: 389, 388/5. ③ جامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث: 2169. ④ صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الإیمان، حدیث: 49. ⑤ سنن أبی داود، الملاحم، باب الأمر والنہی، حدیث: 4345.

اور امام ابو داود ہی نے اصحاب رسول میں سے ایک صحابی ⁽¹⁾ کی روایت کو بیان کیا ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: [لَنْ يَهْلِكَ النَّاسُ حَتَّى يَعْذِرُوا - أَوْ يُعْذِرُوا - مِنْ أَنْفُسِهِمْ] ”لوگ اس وقت تک ہلاک نہیں ہوں گے جب تک وہ اپنے گناہوں اور عیوب کی کثرت کے باعث اپنے آپ کو سزا کا مستحق نہ قرار دے لیں گے۔“ ⁽²⁾ امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا: [أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ الْحَقَّ إِذَا عَلِمَهُ] ”خبردار! کسی شخص کو جب علم ہو جائے تو پھر لوگوں کی ہیبت اسے حق بات کہنے سے باز نہ رکھے۔“ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابوسعید رونے لگے اور فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم! ہم نے کئی چیزیں دیکھیں مگر ہم لوگوں سے ڈر گئے اور بیان نہ کر سکے۔ ⁽³⁾

حدیث ابوسعید میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ (حَقٍّ) عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ] ”افضل جہاد ظالم بادشاہ کے پاس کلمہ حق کہنا ہے۔“ اس حدیث کو امام ابو داود، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ حسن غریب قرار دیا ہے۔ ⁽⁴⁾

امام احمد نے حضرت حذیفہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَا يَبْغِي لِمُسْلِمٍ أَنْ يَذِلَّ نَفْسَهُ، قِيلَ: وَكَيْفَ يَذِلُّ نَفْسَهُ؟ قَالَ: يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيقُ] ”کسی مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ عرض کی گئی کہ اپنے آپ کو ذلیل کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: یہ کہ وہ اپنے آپ کو کسی ایسی مصیبت کے لیے پیش کرے جس کی اسے طاقت نہ ہو۔“ ⁽⁵⁾ اور اسی طرح امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔ ⁽⁶⁾

منافقین کی مذمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَوَّابٍ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَكَّلُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ ”اپنے آپ کو کفر سے لاپرواہ“ آپ ان میں سے اکثر کو دیکھیں گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔“ ان آیات سے مراد امام مجاہد فرماتے ہیں کہ منافقین ہیں۔ ⁽⁷⁾ ﴿لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ﴾ ”جو کچھ ان کے نفسوں نے اپنے واسطے آگے بھیجا ہے، برا ہے۔“ اس سے مراد کفار کی دوستی اختیار کرنا اور مومنوں کی دوستی ترک کرنا ہے کیونکہ اسی بات نے تو ان کے دلوں میں نفاق پیدا کیا اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی

① امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو بطریق عبد الملک بن میسرہ الزرادی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

تفسیر الطبری: 158/8. (مترجم) ② سنن ابی داود، الملاحم، باب خبر ابن الصائد، حدیث: 4347. ③ سنن ابن

ماجہ، الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث: 4007. ④ سنن ابی داود، الملاحم، باب الأمر

والنہی، حدیث: 4344 و جامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء أفضل الجہاد کلمة عدل عند سلطان جائر، حدیث:

2174 و سنن ابن ماجہ، الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث: 4011، نیز مذکورہ حوالہ جات میں

[حَقٍّ] کے بجائے [عَدْلٍ] ہے اور [حَقٍّ] مسند أحمد: 19/3 میں ہے۔ ⑤ مسند أحمد: 405/5. ⑥ جامع الترمذی،

الفتن، باب: [لا يتعرض من البلاء لما لا يطيق]، حدیث: 2254 و سنن ابن ماجہ، الفتن، باب قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ (المائدة: 105)، حدیث: 4016. ⑦ تفسیر ابن ابی حاتم: 1183/4.

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ وَلَتَجِدَنَّ

(اے نبی!) یقیناً آپ لوگوں میں اہل ایمان سے عداوت رکھنے میں سخت ترین یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے، اور اہل ایمان سے دوستی رکھنے میں

أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِيكَ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ

ضرور قریب ترین ان لوگوں کو پائیں گے جنہوں نے کہا: بے شک ہم نصاریٰ ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک ان میں کچھ عالم ہیں، کچھ دنیا سے الگ

قَسَبِيسِينَ وَرَهَبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾

تھلگ رہنے والے ہیں اور یہ کہ وہ غرور نہیں کرتے ﴿٨٢﴾

قیامت تک کے لیے ان سے ناراض ہے، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿٨٢﴾ أَن سَخَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ ”کہ اللہ ان سے ناخوش

ہوا۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی جو مذمت فرمائی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ان سے ناراض ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے

میں یہ بھی فرمایا ہے: ﴿٨٢﴾ وَفِي الْعَذَابِ لَهُمْ خُلْدٌ ۖ ”اور وہ ہمیشہ عذاب میں (جلا) رہیں گے۔“ یعنی قیامت کے دن۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿٨٢﴾ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِمَّا اتَّخَذُواهُمْ أَولِيَاءَ ۖ ”اور اگر وہ اللہ

پر، پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی، اس پر یقین رکھتے تو ان لوگوں کو دوست نہ بناتے۔“ اگر اللہ، رسول اور قرآن پر

ان کا سچا ایمان ہوتا تو یہ اس جرم کا ارتکاب نہ کرتے کہ باطنی طور پر ان کی کافروں سے دوستی ہوتی اور مومنوں، اللہ کے نبی اور

اللہ کی کتاب سے دشمنی ہوتی۔ ﴿٨٢﴾ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿٨١﴾ ”اور لیکن ان میں اکثر نافرمان ہیں۔“ یعنی اللہ اور اس

کے رسول کی اطاعت سے باہر اور اس کی وحی و تنزیل کی آیات کے مخالف ہیں۔

تفسیر آیت: 82

شان نزول: سعید بن جبیر اور سُدّی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیات اس وفد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جسے نجاشی نے

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا کہ وہ آپ کے کلام کو سنے اور آپ کی صفات کو دیکھے جب اس وفد میں شامل لوگوں نے

آپ کو دیکھا اور آپ نے انہیں قرآن سنایا تو وہ مسلمان ہو گئے، قرآن سن کر رونے لگے اور ان پر رقت طاری ہو گئی، پھر انھوں

نے واپس جا کر نجاشی کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ ﴿٨١﴾ عطاء بن ابورباح کا قول ہے کہ ان سے مراد حبشہ کے وہ لوگ ہیں جو

اس وقت مسلمان ہو گئے تھے، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے ان کے پاس حبشہ میں گئے تھے۔ ﴿٨٢﴾

امام قتادہ کہتے ہیں کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کے دین پر تھے اور جب انھوں نے مسلمانوں کو

دیکھا اور قرآن کو سنا تو وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے اور انھوں نے اسلام قبول کرنے میں ذرہ برابر پس و پیش سے کام نہ لیا۔ ﴿٨٣﴾

امام ابن جریر نے ان آیات کے بارے میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ ان سب لوگوں کے بارے میں ہیں جن کے یہ

اوصاف ہوں، خواہ ان کا تعلق حبشہ سے ہو یا کسی اور علاقے سے۔ ﴿٨٤﴾

① تفسیر الطبری: 3/7 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1184/4 . ② تفسیر الطبری: 5/7 . ③ تفسیر الطبری: 5/7 و تفسیر

ابن ابی حاتم: 1184/4 . ④ تفسیر الطبری: 5/7 .

ارشاد الہی ہے: ﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾ (اے پیغمبر!) یقیناً آپ دیکھیں گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔“ اس لیے کہ یہودیوں کا کفر، ہٹ دھرمی، انکار حق، دشمنی، لوگوں کو حقیر سمجھنے اور اہل علم کی شان میں گستاخی کے سبب ہے، اسی وجہ سے انھوں نے بہت سے انبیائے کرام کے مقدس خون کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو رنگا حتیٰ کہ ان بد بختوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا بھی کئی بار ارادہ کیا، آپ کو زہر دیا، انھوں نے آپ پر جادو کیا اور اپنے جیسے مشرکوں کو اکسا کر کئی بار آپ کے خلاف میدان جنگ گرم کیا۔ قیامت کے دن تک ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل لعنتیں برسیں۔

اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ط﴾ ”اور یقیناً دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پائو گے جو کہتے ہیں کہ بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔“ جنھوں نے یہ گمان کیا کہ وہ نصاریٰ، حضرت مسیح کے پیروکار اور انجیل کے منہاج پر قائم ہیں، ان میں مجموعی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ محبت ہے کیونکہ دین مسیح پر ہونے کی وجہ سے ان کے دلوں میں رقت اور شفقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ط وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا﴾ (الحديد: 27: 28) ”اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی، ان کے دلوں میں ہم نے شفقت اور مہربانی ڈال دی اور رہبانیت تو انھوں نے از خود ہی ایجاد کر لی تھی۔“ ان کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی تمھارے دائیں رخسار پر پتھر مارے تو تم اپنا بائیں رخسار بھی اس کے آگے کر دو، ان کی ملت میں قتال مشروع نہیں تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قَسِيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّ اَلَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (٢٩) ”یہ اس لیے کہ بے شک ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔“ یعنی ان میں قسیسین موجود ہیں، ان سے مراد ان کے خطباء اور علماء ہیں۔

قسیسین کا واحد قسّیس اور قسّ ہے، اس کی جمع قُسُوس بھی آتی ہے اور رُهبان راہب کی جمع ہے، اس کے معنی عابد ہیں، یہ لفظ رَهْبَةً سے مشتق ہے، جس کے معنی خوف کے ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے راکب کی جمع رُكبان اور فارس کی جمع فُرسان آتی ہے۔ امام ابن ابوحاتم نے حمیہ بن رباع سے روایت کیا ہے کہ میں نے سلمان سے سنا کہ جب ان سے اس آیت: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قَسِيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ راہب لوگ ہیں جو صومعوں (خاتقاہوں) اور ویرانوں میں ہوتے اور ان میں عبادت کرتے رہتے ہیں۔ سلمان کہتے ہیں کہ میں نے اس آیت کو نبی اکرم ﷺ کے پاس پڑھا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قَسِيْسِيْنَ﴾ تو آپ نے مجھے یہ آیت اس طرح پڑھائی: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ صِدِّيْقِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾^①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قَسِيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّ اَلَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (٢٩) میں ضمناً ان کا یہ وصف

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1183/4.

وَإِذَا سَبَعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا

اور جب وہ رسول پر نازل کیا گیا کلام سنتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر رہی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حق کو پہچان

مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ

لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، لہذا تو ہمارے نام (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے ﴿٨٣﴾ اور ہمارے پاس کیا

وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۖ وَنَطْمَعُ ۖ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾ فَآثَابَهُمْ

عذر ہے کہ ہم اللہ پر اور جو حق ہم تک پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں؟ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں داخل کرے

اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ

﴿٨٤﴾ چنانچہ انھوں نے جو کہا اس کے عوض اللہ انہیں ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ نیکی کرنے والوں

الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۖ ﴿٨٦﴾

کی جزا ہے ﴿٨٥﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی دوزخی ہیں ﴿٨٦﴾

بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان میں علم، عبادت اور تواضع بھی ہے، پھر ان کا یہ وصف بھی بیان کیا گیا ہے کہ حق و انصاف کو ماننے اور تسلیم کرنے والے ہیں۔

تفسیر آیات: 86-83

ارشاد باری ہے: ﴿وَإِذَا سَبَعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ﴾ ”اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو پیغمبر (محمد ﷺ) پر نازل ہوئی تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ پڑتی ہیں، اس لیے کہ انھوں نے حق بات پہچان لی۔“ کیونکہ ان کے پاس حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بارے میں بشارت موجود تھی۔ ﴿يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾ ﴿٨٣﴾ ”وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لے آئے، لہذا تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔“ یعنی ان میں جو اس کے صحیح ہونے کی شہادت دیں اور اس کے ساتھ ایمان لائیں۔

اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کی اس قسم کا حسب ذیل آیت میں بھی ذکر فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خُشِعِينَ لِلَّهِ﴾ ﴿١﴾ (آل عمران: 199) ”اور بے شک بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو تمھاری طرف نازل کی گئی اور اس پر جو ان کی طرف نازل کی گئی، ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں۔“ اور انھی کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۖ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا ۖ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ﴾ ﴿٢﴾ تا ﴿٤﴾ لَا تَنْتَبِئِ الْجَاهِلِينَ ﴿٥﴾ (القصص: 28-52-55) ”جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی، وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب (قرآن) ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! وہ پاکیزہ چیزیں حرام مت ٹھہراؤ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور تم حد سے نہ گزرو، بے شک

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿٨٧﴾ اور اللہ نے تمہیں جو حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو جس

أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾

پر تم ایمان رکھتے ہو ﴿٨٨﴾

برحق ہے، بلاشبہ ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان تھے۔..... ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں ہیں۔“

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿فَاثْبَاهُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا﴾ ”تو اللہ نے ان کو اس کہنے کے عوض جزا دی۔“ یعنی ان کے ایمان و تصدیق اور اعتراف حق کے عوض ﴿جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط﴾ ”(بہشت کے) باغ (عطا فرمائے) جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔“ یعنی ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور کبھی بھی ان سے نقل مکانی نہ کریں گے۔ ﴿وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ﴾ ۸۷ ”اور نیکوکاروں کا یہی صلہ ہے۔“ یعنی وہ حق کی اتباع کرتے اور اس کے سامنے سراطاعت خم کر دیتے ہیں، خواہ وہ جہاں بھی ہو اور جس کے پاس بھی ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے بد بختوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا﴾ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔“ ان کا انکار کیا اور مخالفت کی تو ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ ۸۸ ”وہی اہل دوزخ ہیں۔“ اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

تفسیر آیات: 88، 87

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے: علی بن ابوظلمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ان صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم اپنے آلاتِ تناسل کو کاٹ دیتے ہیں، شہواتِ دنیا کو ترک کر دیتے ہیں اور راہبوں کی طرح دنیا میں چلتے پھرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ تک ان کی یہ بات پہنچی تو آپ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور اس بات کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں، ہم نے یہ بات کہی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: [لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَنَا مُمْ، وَأَنْكِحُ النِّسَاءَ، فَمَنْ أَخَذَ بِسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي، وَمَنْ لَمْ يَأْخُذْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي] ”لیکن میرا طرز عمل تو یہ ہے کہ میں (نفل) روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، لہذا جو شخص میری سنت کے مطابق عمل کرے، وہ مجھ سے ہے اور جو میری سنت کے مطابق عمل نہ کرے، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ ① اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے، نیز ابن مردويه نے بطریق عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ②

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں نے ازواج

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1187/4 و تفسیر الطبری: 15/7. ② تفسیر الطبری: 15/7 والدر المنثور: 544/2.

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْبَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْبَانَ ۚ

اللہ تمہاری بلا ارادہ قسموں پر تمہیں نہیں پکڑے گا لیکن ان قسموں پر ضرور پکڑے گا جو تم نے مضبوط باندھ لیں، چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ

کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا انھیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک گردن (غلام) آزاد کرانا ہے، پھر جو اس کی

أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ط فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ط ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْبَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ط

طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا (کرتو) بیٹھو۔ اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اللہ

وَاحْفَظُوا أَيْبَانَكُمْ ط كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٨٩﴾

اسی طرح تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو ﴿٨٩﴾

مطہرات سے نبی اکرم ﷺ کے سری عمل کے بارے میں سوال کیا (جواب سننے کے بعد) بعض نے کہا کہ میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا، بعض نے کہا کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور بعض نے کہا کہ میں بستر پر نہیں سوؤں گا، نبی اکرم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا: [مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا: كَذَا وَكَذَا؟ لَكِنِّي أَصَلَّيْتُ وَأَنَامْتُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، (وَأَكُلُ اللَّحْمِ) وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي] ”کچھ لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ باتیں کرتے ہیں؟ جبکہ میں رات کو قیام بھی کرتا اور سوتا بھی ہوں، روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، (گوشت بھی کھاتا ہوں) اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، لہذا جو شخص میری سنت سے اعراض کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔“ ﴿٨٩﴾

ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا تَعْتَدُوا ط﴾ ”اور حد سے نہ بڑھو۔“ مباح چیزوں کو اپنے نفسوں پر حرام قرار دے کر اپنے آپ کو تنگی میں مبتلا نہ کرو اور نہ حلال کو حرام قرار دو اور نہ حلال کھانے میں حد سے بڑھو بلکہ اسے بھی بقدر حاجت و ضرورت استعمال کرو جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ط﴾ (الأعراف: 31) ”اور کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔“ اور فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾ (الفرقان: 67) ”اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے تجاوز کرتے ہیں اور نہ ہی تنگی (بخیلی) کرتے ہیں اور ان کا خرچ اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ کی شریعت نے راہ اعتدال کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ انسان نہ غلو سے کام لے اور نہ بالکل کنارہ کش ہو جائے، یعنی افراط و تفریط نہیں ہونی چاہیے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتٍ مَّا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ط﴾ (وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾) ”جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو کہ

① صحیح البخاری، النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث: 5063 وصحیح مسلم، النکاح، باب استحباب

النکاح لمن تاقت نفسه إليه ووجد مؤنة، حدیث: 1401 م المصنف . اور قوسین والے الفاظ کی وضاحت یہ ہے کہ ان تین صحابہ میں سے ایک صحابی نے یہ الفاظ کہے تھے: [وَلَا أَكُلُ اللَّحْمِ] اس کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں بھی یہ الفاظ آگئے ہیں: [وَإِكْلُ اللَّحْمِ] لیکن کتب احادیث و سیر میں رسول اللہ ﷺ سے یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے۔ واللہ اعلم۔

بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“ پھر اس کے بعد اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ اور جو حلال طیب روزی اللہ نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ، یعنی اگر حلال اور طیب ہے تو (اسے) کھاؤ۔ ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔“ اپنے تمام امور میں اللہ سے ڈرتے رہو، اس کی اطاعت و خوشنودی کی پیروی کرو اور اس کی مخالفت و نافرمانی کی روش کو ترک کر دو ﴿الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ﴾ (89) ”جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔“

تفسیر آیت: 89 ﴿

بے ارادہ قسم: بے ارادہ قسم کے بارے میں تفصیل کے ساتھ گفتگو سورہ بقرہ میں ہو چکی ہے۔ ﴿لَهَذَا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے ارادہ قسم سے مراد یہ ہے کہ انسان کا قسم کھانے کا قصد و ارادہ تو نہیں ہوتا لیکن وہ بات بات پر بلا سوچے سمجھے اللہ کی قسمیں کھانے لگتا ہے۔

قسم کا کفارہ: ﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ﴾ ”تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔“ یعنی دس محتاج فقیروں اور ان لوگوں کو جن کے پاس اپنی ضرورت کے مطابق مال نہ ہو۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ﴾ درمیانے درجے کا جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سعید بن جبیر اور عمرہ بن الخطاب فرماتے ہیں کہ اس کے برابر جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ ﴿عطاء عُرُاسانی فرماتے ہیں کہ اس سے بہتر جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔﴾

ارشاد الہی: ﴿أَوْ كِسْوَتُهُمْ﴾ ”یا ان کو کپڑے پہنانا۔“ ان میں سے ہر ایک کو اس طرح کا لباس دیا جائے جس میں نماز پڑھنا صحیح ہو، لہذا مرد اور عورت کو اس کے مناسب حال لباس دیا جائے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر مسکین کو جبہ یا شملہ دیا جائے۔ ﴿مجاہد فرماتے ہیں کہ کم از کم ایک کپڑا دیا جائے اور زیادہ آپ جس قدر چاہیں دے سکتے ہیں۔﴾ حسن، ابو جعفر باقر، عطاء، طاؤس، ابراہیم نخعی، حماد بن ابوسلیمان اور ابوما لک فرماتے ہیں کہ ہر محتاج کو ایک ایک کپڑا دے دیا جائے۔ ﴿

ارشاد الہی: ﴿أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾ ”یا ایک غلام آزاد کرنا“ اور ضروری ہے کہ غلام مومن ہو جیسا کہ معاویہ بن حکم سلمی کی اس حدیث میں ہے جو موطا امام مالک، مسند شافعی اور صحیح مسلم میں ہے کہ انھوں نے ذکر کیا کہ ان کے ذمے ایک غلام کو آزاد کرنا تھا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک لونڈی لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: [أَيْنَ اللَّهُ؟ قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: أَعْقَبَهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ] ”اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آسمان میں، آپ نے فرمایا کہ میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: اسے

① دیکھیے آیت: 225 کے ذیل میں۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1192۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1192۔ ④ تفسیر

الطبری: 33/7۔ ⑤ تفسیر الطبری: 32/7۔ ⑥ تفسیر الطبری: 33/7۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک شراب اور جوا، آستانے اور فال نکالنے کے تیر، سب گندے کام ہیں اور شیطان کے عمل سے ہیں،

الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ

پس تم ان سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ ﴿٩٠﴾ بے شک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوائے کے ذریعے سے دشمنی اور بغض

وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ

ڈال دے، اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے، پھر کیا تم ان (شیطانی کاموں) سے باز آتے ہو؟ ﴿٩١﴾ اور تم اللہ کی اطاعت کرو، اور

مُنْتَهُونَ ﴿٩١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّمَا

رسول کی اطاعت کرو، اور احتیاط کرو، پس اگر تم حق سے بھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف کھول کر پہنچا دینا لازم ہے ﴿٩٢﴾ جو لوگ

عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ ﴿٩٢﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا

ایمان لائے اور نیک عمل کرنے لگے، انھوں نے جو کچھ (پہلے) کھایا، اس پر انھیں کوئی گناہ نہیں جبکہ وہ (آئندہ) پرہیز گاری اختیار کریں اور

طَعَبُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا ط

ایمان پر قائم رہیں اور نیک عمل کریں، پھر وہ پرہیز گاری رہیں اور ایمان پر جے رہیں، پھر وہ پرہیز گاری ہی اپنائیں اور نیکی کریں،

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٣﴾

اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ﴿٩٣﴾

آزاد کردو، یہ مومنہ ہے۔“ ﴿٩٣﴾

کفارہ قسم کی یہ تین صورتیں ہیں، قسم توڑنے والا ان میں سے جو صورت بھی اختیار کر لے وہ جائز ہے اور اس پر اجماع

ہے۔ شریعت نے ان تین صورتوں میں سے جو سب سے زیادہ آسان تھی، اس کا پہلے ذکر کیا کہ کھانا کھانا کپڑے دینے سے

زیادہ آسان ہے اور کپڑے دینا غلام آزاد کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ یہاں ادنیٰ سے اعلیٰ کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور

اگر کسی کو ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کی بھی استطاعت نہ ہو تو وہ تین روزے رکھ لے، اس سے اس کا کفارہ ادا ہو

جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ﴾ ”تو جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے

رکھے۔“ حضرت ابی بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب نے اسے اس طرح پڑھا ہے: [فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ

مُتَتَابِعَاتٍ] ”تو تین دن کے متواتر روزے رکھے۔“ ﴿٩٤﴾ یہ قراءت چونکہ تواتر سے ثابت نہیں ہے، لہذا اس کی کم سے کم حیثیت

① صحیح مسلم، المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من إباحته، حديث: 537 والموطأ للإمام

مالك، العتق والولاء، باب ما يجوز من العتق في الرقاب الواجبة، حديث: 1534 والرسالة للشافعي، باب ما نزل عاماً

دلت السنة خاصة على أنه يراد به الخاص، رقم: 242، نیز امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ نے معاویہ کے بجائے عمر بن الحکم کا ذکر کیا

ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ معاویہ ہی درست ہے، امام مالک نے جو عمر بن حکم لکھا ہے وہ ان کا وہم ہے۔ (تقریب التہذیب:

یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے یا یہ صحابہ کرام کی تفسیر ہے، بہر حال یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذَلِكَ كَفَارَةٌ آيَاكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ط﴾ ”یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور اسے توڑ دو)“، یعنی یہ قسم کا شرعی کفارہ ہے۔ ﴿وَاحْفَظُوا آيَاكُمْ ط﴾ ”اور (تم کو چاہیے کہ) اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔“ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قسم توڑ دینے کی صورت میں ان کا کفارہ ضرور ادا کرو۔^(۱) ﴿كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾^(۹۰) ”اسی طرح اللہ تمہارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔“

تفسیر آیات: 90-93

شراب اور جوئے کی حرمت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو شراب اور جوئے سے منع فرمایا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شطرنج بھی جوا ہے۔ اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔^(۲) نیز انھوں نے عطاء، مجاہد اور طاؤس ان تینوں سے یا بقول سفیان ان میں سے دو سے روایت کیا ہے کہ ہر چیز جو قمار ہے، وہ جوا بھی ہے حتیٰ کہ بچوں کا اخروٹ کے ساتھ کھیلنا بھی جوا ہے۔^(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میسر ہی قمار (جوا) ہے۔^(۴) ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میسر ہی قمار (جوا) ہے۔^(۵) لوگ زمانہ جاہلیت میں اسلام کی آمد تک جوا کھیلتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس برے کام سے منع فرمادیا۔^(۶)

انصاب وازلام کی تفسیر: انصاب کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، حسن اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر جماعہ فرماتے ہیں کہ ان سے مراد وہ پتھر (بت) ہیں جن کے پاس وہ اپنی قربانیوں کو ذبح کرتے تھے اور ازلام کے بارے میں انھوں نے فرمایا ہے کہ ان سے مراد وہ تیر ہیں جن سے یہ قسمت آزمائی کیا کرتے تھے۔ اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔^(۷)

ارشاد الہی: ﴿رَجَسُ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ ”(یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں۔“ علی بن ابوطالم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ اعمال شیطان اللہ کو ناراض کرنے والے ہیں۔^(۸) سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہ گناہ کے کام ہیں۔^(۹) زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ یہ شیطان کے اعمال میں سے بدترین ہیں۔^(۱۰) ﴿فَاجْتَنِبُوهُ﴾ ”تو ان سے بچتے رہنا“، ضمیر کا مرجع رجس ہے، یعنی اسے ترک کر دو۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ”تاکہ تم نجات پاؤ۔“ یہ ان کاموں کے ترک کر دینے کے لیے ترغیب ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصَدَّكُمْ عَنِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾^(۱۱) ”بے شک شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے

(۱) تفسیر الطبری: 42/7. (۲) تفسیر ابن ابی حاتم: 1197/4. (۳) تفسیر ابن ابی حاتم: 1197/4. (۴) تفسیر ابن ابی حاتم: 1197/4.

حاتم: 1197/4. (۵) تفسیر ابن ابی حاتم: 1197/4. (۶) تفسیر ابن ابی حاتم: 1197/4. (۷) تفسیر ابن ابی حاتم: 1197/4.

1198/4. (۸) تفسیر ابن ابی حاتم: 1198/4. (۹) الدر المنثور: 566/2. (۱۰) تفسیر ابن ابی حاتم: 1199/4.

کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم ان (شیطان کا من سے) باز آتے ہو؟“ یہ تہدید وتر ہییب ہے۔

شراب کی حرمت کے بارے میں احادیث: امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ شراب کو تین مرحلوں میں حرام قرار دیا گیا ہے: رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے اور جوا کھیتے تھے، انھوں نے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ طَقُلْ فِيهِمَا إِنَّهُمَا كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ الآية (البقرة: 219)﴾ ”(اے پیغمبر!) لوگ آپ سے شراب اور جوا کے حکم دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے (کچھ) فائدہ بھی ہے.....“ یہ آیت سن کر لوگوں نے کہا کہ شراب کو ہم پر حرام قرار نہیں دیا گیا کیونکہ فرمایا یہ گیا ہے کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدہ بھی ہیں۔

لہذا اس آیت کے نزول کے بعد بھی لوگ شراب پیتے رہے حتیٰ کہ ایک دن ایک مہاجر صحابی نے اپنے ساتھیوں کی نماز مغرب میں امامت کراتے ہوئے قراءت کو غلط ملط کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ سخت حکم نازل کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ (النساء: 43) ”مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو، نماز کے پاس نہ جاؤ۔“ لوگ اس آیت کے نزول کے بعد بھی شراب پیتے رہے اور یہ احتیاط کرتے تھے کہ نماز اس وقت پڑھتے جب وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوتے تھے، پھر اس کے بعد اس سے بھی زیادہ سخت حکم پر مبنی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِكْمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَذْلَامُ رَجُسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ﴿٩٠﴾ ”اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بت اور پانے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں تو ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔“

اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے کہا کہ اے اللہ! بس اب ہم اس سے باز آ گئے، البتہ لوگوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کچھ لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور کچھ اپنے بستر پر فوت ہوئے لیکن وہ شراب پیتے اور جوا کھیتے تھے جبکہ اللہ نے انھیں ناپاک اور اعمالِ شیطان میں سے قرار دیا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا الآية﴾ ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان پر کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے.....“ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَوْ حُرِّمَ عَلَيْهِمْ لَتَرَكُوْهَا كَمَا تَرَكْتُمْ] ”اگر ان کی زندگی میں یہ شراب حرام ہوئی ہوتی تو وہ بھی اس کو اسی طرح ترک کر دیتے جیسا کہ تم نے اسے ترک کر دیا ہے۔“ ﴿٩١﴾ اس حدیث کو صرف امام احمد ہی نے روایت کیا ہے۔

امام احمد نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب حرمت شراب کا حکم نازل ہوا تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں شافی بیان نازل فرما دے تو سورۃ بقرہ کی یہ آیت: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ.....﴾ (البقرہ: 219) نازل ہوگئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کو یہ آیت پڑھ کر سنادی گئی تو انھوں نے پھر بھی یہی دعا کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں شافی بیان نازل فرما دے تو سورۃ نساء کی آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ.....﴾ (النساء: 43) نازل ہوگئی تو اس آیت کے نزول کے بعد مؤذن جب حجتی علی الصلوة کہتا تو وہ ساتھ یہ اعلان بھی کر دیتا کہ کوئی نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت بھی سنائی گئی تھی اور اسے سن کر بھی انھوں نے یہی دعا کی تھی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں شافی بیان نازل فرما دے تو اس کے بعد سورۃ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوگئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت بھی سنائی گئی جب انھوں نے اس آیت کریمہ کے یہ الفاظ سنے: ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ ﴿۹۰﴾ ”پھر کیا تم (ان شیطانی کاموں سے) باز آتے ہو؟“ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بس ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔ ﴿۹۱﴾ اس حدیث کو امام علی بن مدینی اور امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ﴿۹۲﴾

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ لوگو! جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت یہ پانچ چیزیں: (۱) انگور (۲) کھجور (۳) گندم (۴) جو اور (۵) شہد سے تیار کی جاتی تھی لیکن یاد رکھو کہ [الْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ] ”شراب ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔“ ﴿۹۳﴾ امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت مدینہ میں پانچ قسم کی شراب استعمال ہوتی تھی مگر ان میں انگور کی شراب نہ تھی۔ ﴿۹۴﴾

ایک اور حدیث: امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں حضرت ابوطحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ابوعبیدہ بن جراح، ابی بن کعب، سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ اور ان کے کچھ دیگر دوستوں کو شراب پلا رہا تھا اور وہ شراب کے نشے میں چور ہونے کے قریب تھے کہ وہاں ایک مسلمان آیا اور اس نے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ شراب کو تو حرام قرار دے دیا گیا ہے؟ انھوں نے یہ بھی نہ کہا کہ ہم معلوم کر لیں (کہ آیا ایسا ہی ہے بلکہ فورا) انھوں نے کہا کہ انس! تمہارے برتن میں جو شراب ہے اسے فوراً اگرادو، اللہ کی قسم! انھوں نے پھر اسے دوبارہ نہیں پیا۔ یہ پکی اور کچی کھجوروں کی شراب تھی اور ان دنوں یہی شراب استعمال ہوتی تھی۔ ﴿۹۵﴾

① مسند أحمد: 53/1 وسنن أبي داود، الأشربة، باب تحريم الخمر، حديث: 3670 وجامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة المائدة، حديث: 3049 وسنن النسائي، الأشربة، باب تحريم الخمر، حديث: 5542. ② تحفة الأحوذی: 353/8. ③ صحيح البخاری، الأشربة، باب ماجاء في أن الخمر ما خامر العقل من الشراب، حديث: 5588 وصحيح مسلم، التفسير، باب في نزول تحريم الخمر، حديث: 3032. ④ صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ.....﴾ (المائدة: 90)، حديث: 4616. ⑤ مسند أحمد: 181/3.

صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا، میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں ساقی کے فرائض سرانجام دے رہا تھا اور ان دنوں کچی پکی کھجوروں کی شراب استعمال ہوتی تھی، رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک شخص اعلان کر رہا تھا کہ شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ ابو طلحہ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور اس شراب کو گرا دو، میں نے اسے گرا دیا مینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ فلاں فلاں اشخاص جو فوت ہو گئے ہیں ان کے پیٹوں میں شراب تھی تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا.....﴾ ﴿جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان پر کچھ گناہ نہیں جو وہ (پہلے) کھا چکے.....﴾^①

امام ابن جریر نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ میں ابو طلحہ، ابو عبیدہ بن جراح، ابو دجانہ، معاذ بن جبل اور سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم کو جام شراب پلا رہا تھا حتیٰ کہ کچی پکی کھجوروں کی اس ملی جلی شراب کی وجہ سے ان کے سر جھومنے لگے تو میں نے سنا کہ ایک شخص یہ اعلان کر رہا تھا: خبردار! شراب حرام قرار دے دی گئی ہے تو اس محفل میں کسی کے اندر آنے یا باہر جانے سے پہلے پہلے ہم نے شراب گرا دی، مٹکے توڑ دیے، بعض نے وضو کیا اور بعض نے غسل کر لیا، ام سلیم سے لے کر ہم نے خوشبو بھی استعمال کی، پھر ہم سب مسجد میں چلے گئے تو وہاں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَفْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصَدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ ﴿ایمان والو! بے شک شراب اور جو اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو پھر کیا تم ان (شیطانی کاموں) سے باز آتے ہو؟“ ایک آدمی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو شراب پیتا تھا اور وہ فوت ہو گیا ہے؟ تو

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا﴾ ﴿جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، کچھ گناہ نہیں جو وہ (پہلے) کھا چکے۔“ قنادہ سے ایک شخص نے پوچھا: آپ نے خود یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، ایک شخص نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا تھا کہ آپ نے خود یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں یا یہ کہا کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو جھوٹ نہیں بولتا تھا، ہم جھوٹ نہیں بولتے تھے بلکہ ہم یہ جانتے ہی نہیں تھے کہ جھوٹ کیا ہے۔^②

ایک اور حدیث: امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَعَنَتِ الْخَمْرُ

① صحیح البخاری، المظالم، باب صب الخمر فی الطريق، حدیث: 2464 و صحیح مسلم، الأشربة، باب تحریم

الخمر.....، حدیث: 1980. ② تفسیر الطبری: 50/7.

عَلَى عَشْرَةِ وُجُوهِ: لُعِنَتِ الْخَمْرُ بَعَيْنِهَا، وَشَارِبُهَا، وَسَاقِيهَا، وَبَائِعُهَا، وَمُبْتَاعُهَا، وَعَاصِرُهَا، وَمُعْتَصِرُهَا، وَحَامِلُهَا، وَالْمَحْمُولَةُ إِلَيْهِ، وَآكِلُ ثَمَنِهَا [”شراب پر دس وجوہ سے لعنت ہے: شراب خود بے عینہ ملعون ہے، اس کا پینے والا، پلانے والا، بیچنے والا، خریدنے والا، نچوڑنے والا اور جس کے لیے نچوڑی جائے، اٹھانے والا، جس کی طرف اسے اٹھا کر لے جایا جائے اور اس کی قیمت کھانے والا یہ سب ملعون ہیں۔“] ①

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرید کی طرف نکلے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا اور میں آپ کی دائیں طرف تھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آگے تو میں ہٹ کر بائیں طرف ہو گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آگے تو میں نے انھیں جگہ دے دی اور وہ آپ کے بائیں طرف ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے مرید تشریف لے آئے، وہاں شراب کا ایک مشکیزہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے چھری لانے کا کہا، میں نے چھری کو اسی دن دیکھا تھا، آپ کے حکم سے شراب کے اس مشکیزے کو پھاڑ دیا گیا، پھر آپ نے فرمایا: [لُعِنَتِ الْخَمْرُ وَشَارِبُهَا، وَسَاقِيهَا، وَبَائِعُهَا، وَمُبْتَاعُهَا، وَحَامِلُهَا، وَالْمَحْمُولَةُ إِلَيْهِ، وَعَاصِرُهَا وَمُعْتَصِرُهَا، وَآكِلُ ثَمَنِهَا] ”شراب، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، اٹھانے والے، جس کی طرف اٹھا کر لے جایا جائے، اسے کشید کرنے والے اور جس کے لیے اسے کشید کیا جائے اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔“ ②

ایک اور حدیث: حافظ ابو بکر یہی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ شراب کے بارے میں چار آیات نازل ہوئی ہیں، پھر انھوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ذکر ہے کہ ایک انصاری نے ہمیں کھانے کی دعوت پر بلایا، ہم نے کھانا کھایا، اور یہ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے، ہم شراب پی کر جب نشے کی حالت میں تھے تو ہم نے فخر کا اظہار کرنا شروع کر دیا، انصار نے کہا ہم افضل ہیں، قریش نے کہا ہم افضل ہیں۔ ایک انصاری نے اونٹ کے جڑے کی ہڈی پکڑ کر حضرت سعد کی ناک پر دے ماری اور ان کی ناک توڑ دی جس کی وجہ سے حضرت سعد کی ناک ٹوٹی ہوئی تھی تو اس واقعے کے بعد: ③ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ ④ تَا ⑤ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ⑥ آیات نازل ہوئیں۔ ③

ایک اور حدیث: امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے ایک اثر کو بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت: ⑦ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ⑧ تورات میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے حق کو نازل فرمایا ہے تاکہ اس کے ساتھ باطل کو ختم کر دے اور اس کے ساتھ کھیل کود، آلات موسیقی بانسری، بربط، دف، طنبورے، غلط اشعار اور شراب کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و جلال

① مسند أحمد: 25/2 و سنن أبي داود، الأشربة، باب العصور للخمر، حديث: 3674 و سنن ابن ماجه، الأشربة، باب

لعنت الخمر على عشرة أوجه، حديث: 3380. ② مسند أحمد: 71/2. ③ السنن الكبرى للبيهقي، الأشربة والحد

فيها، باب ماجاء في تحريم الخمر: 285/8 و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص،

حديث: 1748 بعد رقم: 2412 امام مسلم نے طویل حدیث ذکر کی ہے۔

کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ میرے حرام قرار دینے کے بعد اگر کوئی شراب پیے گا تو میں اسے قیامت کے روز ضرور پیاسا رکھوں گا اور میرے حرام قرار دینے کے بعد جس نے اسے ترک کر دیا، اسے میں ضرور یہ جنت الفردوس سے پلاؤں گا۔^(۱) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ایک اور حدیث: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں امام مالک نے حضرت نافع سے اور انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا، حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ] ”جو شخص دنیا میں شراب پیے، پھر اس سے توبہ نہ کرے تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔“^(۲) اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^(۳)

امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ (فِي الدُّنْيَا) فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا، لَمْ يَتُبْ، لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ] ”ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے جو شخص (دنیا میں) ہمیشہ شراب پیتے ہوئے مر گیا اور اس نے اس سے توبہ نہ کی تو وہ اسے آخرت میں نہیں پیے گا۔“^(۴)

عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ شراب سے اجتناب کرو کیونکہ یہ ام الخبائث ہے، تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص بہت عابد تھا اور وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا، ایک بدکردار عورت اس پر فریفتہ ہو گئی، اس نے اپنی باندی کو اس کے پاس بھیجا اور کہا کہ ایک گواہی کے بارے میں ہمیں آپ کی ضرورت ہے، یہ اس کے ساتھ چلا گیا جب بھی یہ ایک دروازے سے داخل ہوتا تو وہ اسے بند کر دیتی حتیٰ کہ یہ ایک خوبصورت عورت کے پاس پہنچ گیا جس کے پاس ایک لڑکا اور شراب کی ایک بڑی سی بوتل تھی، عورت کہنے لگی: اللہ کی قسم! میں نے تجھے کسی گواہی وغیرہ کے لیے نہیں بلایا بلکہ میں نے تجھے اس لیے بلایا ہے کہ تم میرے ساتھ ملاپ کرو یا پھر اس بچے کو قتل کر دو یا اس شراب کو پی لو۔ اس نے اسے ایک جام پلایا تو یہ کہنے لگا ایک جام اور پلاؤ، یہ اسے جام پر جام پلاتی رہی حتیٰ کہ اس نے اس کے ساتھ نہ صرف بدکاری کر لی بلکہ اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔ شراب سے بچو! کیونکہ ایمان اور شراب یکجا نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک دوسرے کو نکال باہر کرتا ہے۔^(۵) اس حدیث کی سند صحیح ہے، اسے ابوبکر بن ابوالدینا نے بھی اپنی کتاب ذم المسکر میں مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ واللہ اعلم۔

① تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1196. ② کتاب المسند للشافعی، ومن کتاب الأشربة، (موسوعة الإمام الشافعی): 10/536،

حدیث: 1352. ③ صحیح البخاری، الأشربة، باب قول الله تعالى: ﴿لَكُمْ الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ.....﴾، حدیث: 5575

وصحیح مسلم، الأشربة، باب عقوبة من شرب الخمر إذا لم يتب منها.....، حدیث: (77)-2003. ④ صحیح مسلم،

الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر.....، حدیث: 2003. ⑤ السنن الكبرى للبيهقي، الأشربة والحد فيها، باب ماجاء

في تحريم الخمر: 288، 287/8 و سنن النسائي، الأشربة، ذكر الآثام المتولدة عن شرب الخمر من ترك.....، حدیث: 5669.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَيْبَلُوكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيِّدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ ضرور تمہیں اس چیز کے شکار کے ذریعے سے آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکتے ہوں، تاکہ اللہ جان

مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

لے کہ کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، پھر اس کے بعد جو حد سے گزر گیا، اس کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿٩٤﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم

لَا تَقْتُلُوا الصَّيِّدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۖ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُّتَعِدًّا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ

احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارو، اور تم میں سے جو کوئی جان بوجھ کر (اس حالت میں) شکار مارے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسے اس کے برابر ایک

يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكِ

جانور مویشیوں میں سے فدیہ دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں گے، یہ (فدیہ) بطور قربانی کعبہ پہنچایا جائے گا۔ یا اس کا کفارہ چند

صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۚ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ سَلَفٌ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۚ وَاللَّهُ

مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اس کے برابر روزے رکھنا ہے، تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کیا، اور جو کوئی

عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾

دوبارہ وہی حرکت کرے تو اللہ اس سے بدلہ لے گا، اور اللہ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے ﴿٩٥﴾

امام احمد بن حنبل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ جب حرمت شراب کا حکم نازل ہوا تو کچھ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے وہ ساتھی جو فوت ہو گئے ہیں اور وہ شراب پیا کرتے تھے تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا.....﴾ (الآیۃ نازل فرمادی۔ اسی طرح جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو کچھ لوگوں نے عرض کی تھی اے اللہ کے رسول! ہمارے وہ بھائی جو فوت ہو گئے اور وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ أَيْمَانَكُمْ﴾ (البقرة: 143) نازل فرمادی تھی۔ ﴿١﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا﴾ (الآیۃ تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: [أَنْتَ مِنْهُمْ] ”تم بھی انھی میں سے ہو۔“ ﴿٢﴾ اسی طرح اسی سند سے امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔

تفسیر آیات: 95، 94

حرم اور حالت احرام میں شکار کی حرمت: والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿كَيْبَلُوكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ

① مسند أحمد: 295/1. ② صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن مسعود وأمه، حديث:

2459 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، حديث: 3053 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر،

قوله تعالى: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعُوا﴾: 337/6، حديث: 11153.

مِّنَ الصَّيِّدِ تَنَالَهُ آيِدِيكُمْ وَرِمَاكُمْ ﴿٥٤﴾ ”اللہ ضرورت میں اس چیز کے شکار کے ذریعے سے آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکتے ہوں۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد کمزور اور اچھوٹا شکار ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حالت احرام میں آزماتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اسے ہاتھ سے پکڑ لیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے قریب جانے سے منع فرمادیا۔^(۱) مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿تَنَالَهُ آيِدِيكُمْ﴾ سے مراد شکار کے چھوٹے جانور اور ان کے بچے ہیں اور ﴿رِمَاكُمْ﴾ سے مراد شکار کے بڑے جانور ہیں۔^(۲)

مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ یہ آیت عمرہ حدیبیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ جنگی جانور، پرندے اور شکاری جانور ان کے پڑاؤ کے پاس اس طرح کثرت سے آ رہے تھے کہ انھوں نے اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حالت احرام میں ان جانوروں کے شکار سے منع فرمادیا: ﴿لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ﴾ ”تا کہ اللہ معلوم کرے کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے۔“^(۳) یعنی اللہ تعالیٰ شکار سے انھیں آزمانا چاہتا ہے جو ان کے پڑاؤ کے پاس آ رہا ہے اور جسے ظاہری و باطنی طور پر ہاتھوں اور نیزوں سے بڑی آسانی کے ساتھ پکڑا جاسکتا ہے تا کہ معلوم ہو کہ ظاہری و باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کون کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ (المک 12:67) ”بے شک جو لوگ بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔“ اور یہاں جو یہ فرمایا ہے کہ ﴿فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ﴾ ”تو جو اس کے بعد زیادتی کرے“

سُدّی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اس بات کے معلوم کر دینے کے بعد اور اس سے ڈرا دینے کے بعد زیادتی کرے تو ﴿فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”تو اس کے لیے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے۔“^(۴) کیونکہ اس نے اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کی مخالفت کی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيِّدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ﴾ ”مومنو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارنا۔“ اللہ تعالیٰ نے حالت احرام میں شکار کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ہاں، البتہ چند چیزوں کو حالت احرام میں مارنا مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [خَمْسٌ فَوَاسِقٌ يُقْتَلْنَ فِي (الْجَلِّ وَ) الْحَرَمِ: الْغُرَابُ، وَالْجَذَاءُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ] ”پانچ موزی جانور ایسے ہیں جنہیں حرم میں قتل کیا جاسکتا ہے: (۱) کوا (۲) چیل (۳) بچھو (۴) چوہا اور (۵) باؤلاکتا۔“^(۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ: الْغُرَابُ،

(۱) تفسیر الطبری: 53/7 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1203/4. (۲) تفسیر الطبری: 52/7. (۳) تفسیر ابن ابی حاتم: 1204/4.

(۴) تفسیر ابن ابی حاتم: 1204/4. (۵) صحیح البخاری، بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب فی شراب أحدکم فلیغمسه.....، حدیث: 3314 و صحیح مسلم، الحج، باب ما یندب للمحرم وغیرہ.....، حدیث: (68)-1198، البتہ [الحل]

بخاری میں نہیں ہے جبکہ ان پانچ چیزوں کی ترتیب صحیح مسلم، حدیث: (76)-1199 کے مطابق ہے۔

وَالْحِدَاةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ [پانچ قسم کے جانور ایسے ہیں کہ انھیں قتل کرنے کی وجہ سے محرم کو کوئی گناہ نہیں ہوتا: (1) کوا (2) چیل (3) بچھو (4) چوہیا (5) باؤلاکتا،^① ایوب نے نافع سے اور انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^② ایوب کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے سانپ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ سانپ کے بارے میں تو کوئی شک اور اس کے قتل کرنے کے بارے میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔^③ باؤلے کتے کے ساتھ بیٹھریے، درندے، چیتے اور شیر وغیرہ کو بھی ملا دیا گیا ہے کیونکہ یہ جانور تو باؤلے کتے سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اور اس لیے بھی کہ ان تمام جانوروں پر کتے کے لفظ کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ محرم کون سے جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: [الْحَيَّةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفُؤَيْسِقَةُ، وَيَرْمِي الْغُرَابَ وَلَا يَقْتُلُهُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ، وَالْحِدَاةُ، وَالسَّبْعُ الْعَادِي] [(1) سانپ (2) بچھو (3) چوہیا (4) کوئے کو نکتر مار کر اڑا دے مگر اسے قتل نہ کرے۔ (5) باؤلاکتا۔ (6) چیل اور (7) چیر نے پھاڑنے والا درندہ۔^④ اس کو امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

حرم یا حالتِ احرام میں شکار کا بدلہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَدًّا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ ”اور جو تم میں سے جان بوجھ کر (اس حالت میں) شکار مارے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسے اس کے برابر ایک جانور مویشیوں سے فدیہ دینا ہوگا۔“ مجاہد بن جبر فرماتے ہیں کہ یہاں جان بوجھ کر مارنے سے مراد یہ ہے کہ جو شکار کا قصد کر رہا ہو اور اپنے احرام کو بھول گیا ہو۔^⑤ اور جسے یاد ہو کہ وہ حالتِ احرام میں ہے، پھر جان بوجھ کر وہ شکار کو قتل کرے تو اس کا معاملہ اس سے کہیں بڑا ہے کہ اس کا کفارہ ادا کیا جاسکے کیونکہ اس طرح تو اس کا احرام ہی باطل ہو جاتا ہے لیکن یہ ایک غریب قول ہے اور جمہور کا قول یہ ہے کہ وجوبِ بدلہ کے سلسلے میں قصد و ارادے سے اور بھول کر شکار کرنے والے دونوں برابر ہیں۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ قصد و ارادے سے شکار کرنے والے کے بارے میں قرآن مجید میں ذکر ہے اور بھول کر شکار کرنے والے کے بارے میں حکم سنت میں مذکور ہے۔^⑥ اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر شکار کرے اس پر بدلہ واجب ہے اور وہ گناہ گار ہے۔

① صحیح البخاری، بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم فليغمسه.....، حدیث: 3315 وصحیح مسلم، الحج، باب ما يندب للمحرم وغيره.....، حدیث: (76) 1199- (76) 1199. ② سنن النسائي، مناسك الحج، باب قتل الحداة، حدیث: 2836. ③ مسند أبي يعلى: 184/10، حدیث: 5810. ④ سنن أبي داود، المناسك، باب ما يقتل المحرم من الدواب، حدیث: 1848 وجامع الترمذی، الحج، باب ما جاء ما يقتل المحرم من الدواب، حدیث: 838 وسنن ابن ماجه، المناسك، باب ما يقتل المحرم، حدیث: 3089. ⑤ تفسير الطبري: 54/7، 55. ⑥ تفسير الطبري: 57/7.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيَذُوقَ وَعَبَاؤُهُ طَعْمًا أَلَلَهُ عَمَّا سَلَكَ ط وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ط﴾ ”تاکہ اپنے کام کی سزا (کاثرہ) چکھے (اور) جو پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کر دیا اور جو کوئی دوبارہ (ایسا کام) کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا۔“ سنت سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غلطی سے شکار کرنے والے کے لیے بھی بدلے کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید سے قصد و ارادے سے شکار کرنے والے کے لیے بدلے کا وجوب ثابت ہے۔ پھر بات یہ بھی ہے کہ شکار کرنے میں جانور کی جان کا اتلاف ہے اور جان تو دونوں صورتوں میں تلف ہو جاتی ہے، خواہ کوئی قصد و ارادے سے شکار کرے یا بھول کر۔ ہاں، البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ اگر کوئی قصد و ارادے سے شکار کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہے لیکن بھول کر شکار کرنے والا گناہ گار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ ”تو (یا اس کا) بدلہ (دے اور وہ یہ ہے کہ) اسی طرح کا چوپایہ جو اس نے مارا۔“ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اسی طرح کا جانور بطور بدلہ دینا واجب ہے جس طرح کا جانور محرم نے قتل کیا ہو، بشرطیکہ پالتو جانوروں میں اس کی مثال موجود ہو جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مثل کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا، مثلاً: انھوں نے فیصلہ کیا کہ شتر مرغ کا بدلہ اونٹ، نیل گائے کا بدلہ گائے اور ہرن کا بدلہ بکری ہے اور اگر شکار کیے جانے والے جانور کی پالتو جانوروں میں سے کوئی مثال نہ ہو تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس کی قیمت مکہ میں تقسیم کر دی جائے۔^①

ارشاد الہی: ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ ”جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف کرنے والے کریں گے۔“ یعنی مثل کے بدلے اور غیر مثل کی قیمت کا دو عادل مسلمان فیصلہ کریں۔ امام ابن جریر نے ابو جریر نخعی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے حالت احرام میں ہرن کا شکار کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ جاؤ دو مسلمان بھائیوں کو لے آؤ جو تمہارا فیصلہ کریں تو میں عبدالرحمن اور سعد کو لے آیا تو انھوں نے فیصلہ فرمایا کہ میں بدلے میں سرخ سفید رنگ کا ایک بکرا دے دوں۔^②

امام ابن جریر نے طارق کی روایت بیان کی ہے کہ اربد (بن عبداللہ بکلی) نے حالت احرام میں ایک ہرن کو شکار کیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بھی میرے ساتھ فیصلے میں شریک ہو جاؤ تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ بدلے میں ایک بکری دے دی جائے کیونکہ دونوں میں قدرے مشترک پانی پینا اور درخت کے پتے کھانا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ ”جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف کرنے والے کریں گے۔“^③

① الدر المنثور: 579/2 والسنن الکبریٰ للبیہقی، الحج، باب أين هدى الصيد وغيره: 187/5. ② تفسير الطبري:

66/7 والسنن الکبریٰ للبیہقی، الحج، باب جزاء الصيد بمثله من النعم.....: 182، 181/5. من حديث أبي حريز

③ تفسير الطبري: 65/7 والسنن الکبریٰ للبیہقی، الحج، باب جزاء الصيد بمثله من النعم.....: 182/5.

ارشاد الہی ہے: ﴿هَذَانَا بِلِغِ الْكُفْبَةِ﴾ ”قربانی (کرے اور یہ قربانی) کعبے پہنچائی جائے۔“ کعبے پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اسے حرم میں پہنچا کر وہاں ذبح کیا جائے اور اس کے گوشت کو حرم کے مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اس مسئلے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ فرمان الہی: ﴿أَوْ كَفَّارَةً لِّطَعَامِ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلُ ذَلِكِ صِيَامًا﴾ ”یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھانا (ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے۔“ یعنی جب محرم اپنے قتل کیے ہوئے شکار کے مانند کوئی جانور نہ پائے یا خود شکار یا ہوا ہی نہیں کہ جس کے مثل کوئی پالتو جانور ہو۔

علی بن ابوطالب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: ﴿هَذَانَا بِلِغِ الْكُفْبَةِ أَوْ كَفَّارَةً لِّطَعَامِ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلُ ذَلِكِ صِيَامًا﴾ کہ جب کوئی محرم شکار کر لے تو اس کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا کہ اگر اس نے ہرن وغیرہ کا شکار کیا ہو تو اسے مکہ مکرمہ میں ایک بکری ذبح کرنی ہوگی اور اگر اس کے پاس بکری نہ ہو تو وہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے اور اگر اسے اس کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے رکھ لے اور اگر اس نے بارہ سگ وغیرہ شکار کیا ہو تو اسکے بدلے میں وہ گائے ذبح کرے، اس کی استطاعت نہ ہو تو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیس روزے رکھے اور اگر وہ شتر مرغ یا نیل گائے وغیرہ شکار کرے تو اس کے بدلے میں اونٹ ذبح کرے، استطاعت نہ ہو تو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو پھر تیس روزے رکھے۔ اسے امام ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے اور (امام ابن جریر نے) یہ بھی بیان کیا ہے کہ ہر مسکین کو ایک ایک مد کھانا دے جس سے وہ سیر ہو جائیں۔^①

ارشاد الہی: ﴿يَذْكُرُكَ وَبَالَ أَمْرِهُ ط﴾ ”تا کہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے۔“ یعنی اس پر یہ کفارہ ہم نے اس لیے واجب کیا ہے تا کہ اپنے اس فعل کی سزا کا مزہ چکھے جس میں اس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کا ارتکاب کیا ہے۔ ﴿عَفَا اللَّهُ عَنْكَ سَلَفَ ط﴾ ”(اور) جو پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کر دیا۔“ یعنی زمانہ جاہلیت میں جو ہو چکا وہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے معاف کر دیا جو اسلام قبول کرنے کے بعد اچھے عمل کرے، اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اتباع کرے اور کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ط﴾ ”اور جو کوئی پھر (ایسا کام) کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا۔“ یعنی جو اسلام میں اس کے حرام ہونے کے بعد اور اس تک حکم شرعی پہنچنے کے بعد اس کا ارتکاب کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: ﴿عَفَا اللَّهُ عَنْكَ سَلَفَ ط﴾ کا کیا مطلب ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو زمانہ جاہلیت میں ہو چکا اللہ نے اسے معاف فرما دیا ہے، میں نے کہا اور ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ط﴾ کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ جو مسلمان ہونے کے بعد ایسا کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اسے کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا، میں نے کہا کہ پھر ایسا کام کرنے کی صورت میں آپ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1208 و تفسیر الطبری: 7/69، 68

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلْعِيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ

تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے، یہ تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لیے ہے۔ اور جب تک تم احرام کی حالت میں

مَا دُمْتُمْ حُرْمًا ط وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ

ہو، تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کیا گیا ہے۔ اور تم اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے ﴿٩٦﴾ اللہ نے حرمت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے

الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

قیام کا ذریعہ بنایا ہے، اور حرمت والے مہینے اور (حرم والی) قربانی اور پٹوں والے جانوروں کو بھی (حرمت دی ہے)، یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٩٧﴾ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور یہ کہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ﴿٩٧﴾ جان لو! بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے، اور

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿٩٨﴾ رسول کے ذمے (اللہ کا پیغام) پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں، اور اللہ جانتا ہے جو ختم ظاہر کرتے اور

مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾

جو تم چھپاتے ہو ﴿٩٩﴾

کے علم کے مطابق کوئی حد بھی ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: کیا امام کو چاہیے کہ اسے سزا دے؟ انھوں نے کہا نہیں، اس کا تعلق اللہ اور اس کے بندے سے ہے لیکن اسے اس کا فدیہ دینا چاہیے۔ ﴿٩٩﴾

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کفارے کی صورت میں اس سے انتقام لے گا، یہ سعید بن جبیر، عطاء اور جمہور سلف و خلف کا قول ہے۔ ﴿٩٨﴾ کہ محرم جب شکار کو قتل کر دے تو اس پر بدلہ واجب ہے اور پہلی، دوسری اور تیسری بار بلکہ بار بار ایسا کرنے میں کوئی فرق نہیں، نیز اس اعتبار سے بھی کوئی فرق نہیں کہ اس نے بھول کر ایسا کیا ہے یا جان بوجھ کر۔

امام ابن جریر فرمان الہی: ۱۰ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴿٩٩﴾ ”اور اللہ غالب (اور) انتقام لینے والا ہے۔“ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زبردست بادشاہت کا مالک ہے، کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر کسی سے وہ انتقام لینا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا، کسی کو وہ سزا دینا چاہے تو کوئی اسے اس کی سزا سے بچا نہیں سکتا کیونکہ مخلوق بھی اسی کی ہے اور امر بھی اسی کا، اسی کو عزت اور سر بلندی حاصل ہے۔ ۱۱ ذُو انتِقَامٍ ﴿٩٩﴾ یعنی جو اس کی معصیت اور نافرمانی کرے تو وہ اسے سزا دینے والا ہے۔ ﴿٩٩﴾

تفسیر آیات: 96-99

محرم کے لیے دریا کا شکار حلال ہے: سعید بن مسیب، سعید بن جبیر اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے: ۱۲ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ ”تمہارے لیے سمندر (کی چیزوں) کا شکار حلال کر دیا گیا ہے۔“ یعنی جو تر و تازہ شکار کیا جائے۔ ﴿٩٨﴾ وَطَعَامُهُ

① تفسیر الطبری: 78/7. ② تفسیر الطبری: 80,79/7. ③ تفسیر الطبری: 84/7. ④ تفسیر الطبری: 85/7 و تفسیر

”اور اس کا کھانا“ اور جو اس سے خشک نمکین بطور توشہ کے رکھ لیا جائے وہ حلال ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مشہور روایت میں ہے کہ شکار سے مراد وہ ہے جس کا شکار کر لیا جائے اور طعام سے مراد وہ ہے جسے وہ مردہ شکل میں پھینک دے۔ حضرت ابوبکر صدیق، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے، نیز عکرمہ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابراہیم نخعی اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔^①

ارشاد الہی: ﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلْغِيَاةِ﴾ ”تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لیے ہے۔“ لوگو! یہ تمہارے نفع اور خوراک کے لیے ہے۔ ﴿وَلِلْغِيَاةِ﴾ ”سَبَّار“ کی جمع ہے۔ عکرمہ فرماتے ہیں کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو دریا کے قریب رہتے ہیں یا دریا میں سفر کر رہے ہیں۔^② دیگر ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ تازہ شکار تو ان لوگوں کے لیے ہے جو دریا و سمندر کے پاس رہنے والوں میں سے اسے شکار کریں اور اس کا کھانا، یعنی جو جانور اس میں مر جائے یا اس سے شکار کر لیا جائے، اسے نمک لگا لیا جائے اور ٹکڑے بنا لیے جائیں تو وہ مسافروں اور دریا و سمندر سے دور لوگوں کے لیے زادراہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سدی وغیرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^③

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ساحل کی جانب ایک لشکر روانہ فرمایا، حضرت ابوعبیدہ بن جراح امیر لشکر تھے اور میں بھی اس لشکر میں شامل تھا، اس کی تعداد تین سو تھی، ہم ابھی رستے ہی میں تھے کہ زادراہ ختم ہو گیا تو ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے، اس طرح جو کچھ تھا وہ سب جمع کر لیا گیا اور اس میں سے وہ ہمیں روزانہ تھوڑی تھوڑی خوراک دیتے رہے حتیٰ کہ یہ سب کچھ ختم ہو گیا اور ہمیں روزانہ صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی، میں نے کہا کہ ایک کھجور کیا کرتی ہوگی؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب یہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں تو ہمیں اس کھجور کا احساس ہوا۔

انھوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جب ہم سمندر پر پہنچے تو وہاں پہاڑ کی طرح ایک مچھلی تھی، اس لشکر نے اٹھارہ دن تک اسے کھایا، ابوعبیدہ نے حکم دیا تو اس کی پسلیوں میں سے دو کو کھڑا کر دیا گیا، پھر انھوں نے حکم دیا تو سواری پر بیٹھا ہوا سواران کے نیچے سے گزرا تو یہ اس کے سر کے اوپر تھیں اور اسے چھو نہیں رہی تھیں۔^④

امام مالک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں اگر اس سے وضو کر لیں تو پیاسہ رہ جائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی کے ساتھ وضو کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [هُوَ الطَّهُّورُ مَاؤُهُ الْحَلُلُ

① تفسیر الطبری: 84/7-87 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1210/4 والسنن الكبرى للبيهقي، الصيد والذباح، باب ما لفظ

البحر وطفامن ميتة: 255/9. ② تفسیر الطبری: 92/7. ③ تفسیر الطبری: 93/7. ④ الموطأ للإمام مالك، صفة

النبي، باب ماجاء في الطعام والشراب، حديث: 1776 وصحيح البخاري، الشركة، باب الشركة في الطعام والنهد

والعروض.....، حديث: 2483 وصحيح مسلم، الصيد والذباح، باب إباحة ميتات البحر، حديث: 1935.

مَيْتَتُهُ“ اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔“^① اس حدیث کو امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور اصحاب سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے جبکہ امام بخاری، ترمذی، ابن حبان اور دیگر کئی ائمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اس حدیث کو نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^②

محرم کے لیے خشکی کا شکار حرام ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۖ﴾ ”اور خشکی کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تم پر حرام ہے۔“ یعنی حالت احرام میں تم پر خشکی کا شکار کرنا حرام ہے، یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس حالت میں شکار کرنا حرام ہے، لہذا جب کوئی محرم قصد و ارادے سے شکار کرے تو وہ گناہ گار ہوگا اور اسے تاوان ادا کرنا ہوگا یا غلطی سے شکار کر لے تو بھی اسے تاوان ادا کرنا ہوگا۔ بہر حال شکار جس طرح بھی کیا ہو، اس کا کھانا اس کے لیے حرام ہے کیونکہ یہ مردار کی طرح ہے، اس شکار کا محرم یا غیر محرم دیگر سب لوگوں کے لیے بھی کھانا حرام ہے۔

اگر کسی غیر محرم نے شکار کیا ہو اور وہ محرم کو بطور ہدیہ دے دے تو اس صورت میں اگر غیر محرم نے محرم کو ہدیہ دینے کی نیت سے شکار کیا ہو تو پھر اس کے لیے جائز نہیں ہوگا کیونکہ صُعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مقام ابواء یا وڈ ان میں ایک نیل گائے پیش کی تو آپ نے اس کے ہدیہ کو لوٹا دیا اور جب اس کے چہرے کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: [إِنَّا لَمْ نَرِدْهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَا حُرْمٌ] ”بے شک ہم نے ہدیہ اس لیے واپس کیا ہے کہ بلاشبہ ہم محرم ہیں۔“ یہ حدیث صحیحین میں ہے۔^③ اور یہ بہت سے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

اس سے استدلال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ سمجھا تھا کہ اس نے یہ شکار شاید آپ ہی کے لیے کیا ہے، اس لیے آپ نے اسے قبول نہ فرمایا اور اگر اس نے شکار محرم کی نیت سے نہ کیا ہو تو پھر اسے کھانا جائز ہے کیونکہ حدیث ابوقحادہ میں ہے کہ وہ حلال تھے اور محرم نہیں تھے کہ انھوں نے ایک نیل گائے کا شکار کیا، ان کے ساتھی محرم تھے تو انھوں نے اس شکار کے کھانے میں توقف کیا اور اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: [هَلْ كَانَ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَشَارَ إِلَيْهَا أَوْ أَعَانَ فِي قَتْلِهَا؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَكُلُوا وَأَكَلْ مِنْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ] ”کیا تم میں سے کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا یا اسے قتل کرنے میں مدد دی؟ صحابہ کرام نے جواب دیا: جی نہیں! تو آپ نے فرمایا: اسے کھا سکتے ہو اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے تناول فرمایا۔“ یہ قصہ بھی صحیحین میں بہت سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔^④

① الموطأ للإمام مالك، الطهارة، باب الطهور للوضوء، حديث: 7. ② كتاب الأم للشافعي، الطهارة: 6/1، حديث: 1 ومسند أحمد: 237/2 وسنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، حديث: 83 وجامع الترمذی، الطهارة، باب ماجاء في ماء البحر أنه طهور، حديث: 69 وسنن النسائي، المياه، باب الوضوء بماء البحر، حديث: 333 وسنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب الوضوء بماء البحر، حديث: 386. ③ صحيح البخاری، جزاء الصيد، باب إذا أهدى للمحرم حماراً وحشياً حيا لم يقبل، حديث: 1825 وصحيح مسلم، الحج، باب تحريم الصيد المأكول البري، حديث: 1193. ④ صحيح البخاری، جزاء الصيد، باب لا يشير المحرم إلى الصيد لکی بصطاده الحلال، حديث: 1824 وصحيح مسلم، الحج، باب تحريم الصيد المأكول البري، حديث: 1196.

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ ① ”اور اللہ سے جس کے پاس تم (سب) جمع کیے جاؤ گے ڈرتے رہو۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوگو! اللہ سے ڈرو، اس کی اطاعت بجالاؤ، فرائض کو ادا کرو اور جن باتوں سے اس نے منع فرمایا ہے، ان سے باز آ جاؤ۔ ان آیات میں جنہیں اس نے تمہارے نبی پر نازل فرمایا ہے، اس نے تمہیں شراب، جوئے، بتوں، پانسوں اور حالتِ احرام میں جنگل کے شکار سے منع فرمایا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے اور وہ تمہیں تمہاری نافرمانی کی سزا دے گا اور اطاعت کی جزا دے گا۔ ﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكُكْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِبْلًا لِلنَّاسِ﴾ ”اللہ نے عزت کے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے عزت والے گھر، یعنی کعبہ کو ان لوگوں کے لیے ستون اور نظام بنادیا ہے جن کے پاس کوئی ایسا سردار نہ ہو جو قوی کو کمزور پر، بدکار کو نیکو کار پر اور ظالم کو مظلوم پر زیادتی کرنے سے روک سکے۔

﴿وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ﴾ ط ”اور عزت کے مہینوں کو اور قربانی کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں۔“ ان چیزوں کو بھی اس نے اسی طرح نظام بنادیا ہے جیسا کہ کعبہ کو اس نے نظام بنایا ہے، ان سب کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے رک جاتے ہیں جبکہ ان کے پاس کوئی اور روکنے والا نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو دین کے نشانات اور بندوں کے امور کے مصالح بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ، حرمت والے مہینے، قربانی اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں، ان عربوں کے لیے جو ان کی تکریم و تعظیم کرتے تھے، اس سربراہ کے قائم مقام بنادیا ہے جو اپنے پیروکاروں کے امور کی نگہداشت کرتا ہو۔

کعبہ سے مراد سارا حرم ہے، اسے حرام اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں شکار کرنا، کانٹوں کو توڑنا اور درختوں کو کاٹنا حرام ہے، اسی طرح کعبہ، عزت والے مہینے، قربانی اور گلے میں پٹے ڈالے ہوئے جانوروں کو بھی اللہ تعالیٰ نے عربوں کے لیے نظام حکومت کی طرح بنادیا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں ان کے امور و معاملات کی درستی کا انحصار انھی پر تھا اور اسلام میں اللہ تعالیٰ نے انھیں حج و مناسک کے نشان اور نماز کا قبلہ بنادیا ہے۔

﴿ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السُّبُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ② ”یہ اس لیے

① حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہاں 96 تا 99 چار آیات ذکر فرمائیں اور ان میں سے پہلی آیت کے اس حصے تک کی تفسیر بیان فرمائی اور اس کے بعد اس آیت کے آخری حصے اور دیگر تین آیات کی یہاں تفسیر بیان نہیں فرمائی اور تمام خطوط اور مطبوع نسخے ان آیات کی تفسیر سے خالی ہیں۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سے سہو ہو گیا اور یہ تفسیر رہ گئی، یہ بات بعد از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ یہ سہو نئے لکھنے والوں کی طرف سے ہو کیونکہ اختلاف مصادر کے باوجود تمام نسخوں ہی میں اس مقام کی تفسیر موجود نہیں ہے، لہذا میں نے مناسب سمجھا کہ اس نقص کو دور کر دوں، اس لیے میں نے اس مقام کو امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی تفسیر سے اختصار اور تصرف کے ساتھ اور انھی کی تفسیر پر اکتفا کرتے ہوئے پُر کر دیا ہے اور مقدور بھر کوشش کی ہے کہ امام ابن جریر کی عبارت عالیہ ہی کو یہاں درج کیا جائے (تکمیل از قلم شیخ احمد شاکر) اصل نسخے میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس مقام سے تین آیات 97 تا 99 کی تفسیر ساقط ہو گئی ہے۔ نسخہ مکہ میں یہاں بیاض چھوڑ دی گئی ہے اور اس میں یہ تکمیل نہیں ہے۔ (ناشر)

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: پاک اور ناپاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ ناپاک کی کثرت آپ کو حیرانی میں ڈال دے، پس اے عقل والو! تم اللہ سے ڈرو تاکہ تم

لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ﴿١٠٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِنْ تُبَدَّلَ لَكُمْ تَسْؤُكُمْ ۚ وَإِنْ

فلاح پاؤ ۱۰۰) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایسی باتوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں، اور اگر تم ان کے

تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبَدَّلَ لَكُمْ ط عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ط وَاللَّهُ عَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾

متعلق سوال کرو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ نے (تمہاری) اس حرکت کو معاف کر دیا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا،

قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿١٠٢﴾

بہت حوصلے والا ہے ۱۰۱) ان کے بارے میں تم سے پہلے بھی ایک قوم نے سوال کیا تھا، پھر ان (باتوں) کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے ۱۰۲)

تاکہ تم جان لو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے بے شک اللہ سب کو جانتا ہے اور بے شک اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! میں نے ان چیزوں کو تمہارے لیے قیام اس لیے بنایا ہے تاکہ تم یہ جان لو کہ جس اللہ نے تمہاری دنیوی مصلحتوں کے لیے ان چیزوں کو قوام بنایا ہے اور وہ تمہارے نفع و نقصان سے بھی خوب آگاہ ہے، اسی طرح وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون سی چیزیں تمہاری دنیا کے لیے بہتر ہیں؟ اور کون سی تمہاری آخرت کے لیے بہتر ہیں؟ اور تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے، تمہارے امور و معاملات میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں، اس نے ایک ایک چیز کو گن رکھا ہے تاکہ نیکوکار کو اس کی نیکی کی جزا اور بدکار کو اس کی برائی کی سزا دے۔ ﴿اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ۱۰۱۔ ”جان رکھو! بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور بے شک اللہ بخشنے والا، مہربان بھی ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس بات کو خوب جان لو کہ تمہارا رب جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور جس سے تمہارے ظاہری و باطنی اعمال کی کوئی چیز بھی مخفی نہیں، وہ اپنی نافرمانی کرنے والوں کو سخت عذاب دیتا ہے اور اطاعت کرنے والوں اور اس کی طرف رجوع کرنے والوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور وہ بے حد مہربان ہے کہ توبہ کرنے والوں اور اس کی طرف رجوع کرنے والوں کو ان کے سابقہ گناہوں کی وجہ سے سزا نہیں دیتا۔ ﴿مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ﴾ ۱۰۰۔ ”پیغمبر کے ذمے تو صرف (اللہ کے پیغام کا) پہنچا دینا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ مخفی کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے سرزنش اور وعید ہے کہ ہمارے اس رسول کے ذمے، جسے ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے، یہ ہے کہ وہ تم تک ہمارے پیغام کو پہنچا دے، پھر اطاعت پر ثواب اور معصیت پر عذاب دینا ہمارا کام ہے۔ اور ہم سے نہ وہ شخص مخفی ہے جو اطاعت کرے اور ہمارے پیغام کو قبول کر لے اور نہ وہ جو نافرمانی کرے اور پیغام قبول کرنے سے انکار کر دے کیونکہ ہم تم میں سے ہر شخص کے عمل کو جانتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس نے اپنے اعضاء کے ساتھ کیا عمل سرانجام دیا اور زبان کے ساتھ کیا لفظ بولا ہے، نیز تم اپنے دلوں میں ایمان اور کفر یا یقین اور شک و نفاق کو جو چھپائے ہوئے ہو، ہم اس سے بھی خوب آگاہ ہیں تو جس ذات گرامی کی یہ شان ہو اس سے نہ تو دلوں کی دھڑکنیں

مخفی رہ سکتی ہیں اور نہ ظاہری اعمال، وہ آسمان و زمین کے ذرے ذرے سے آگاہ ہے، اسی کے ہاتھ میں ثواب و عذاب ہے، وہ اس لائق ہے کہ اسی سے ڈرا جائے، اس کی اطاعت بجالائی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔

تفسیر آیات: 102-100

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرما رہا ہے: **قُلْ** ”کہہ دیجیے“ اے محمد ﷺ! **لَا يَسْتَوِي الْعَجِيبُ وَالطَّيْبُ وَلَا عَجَبُكَ** ”کہہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ تمہیں خوش ہی لگے، یعنی اے انسان! **كَثْرَةُ الْعَجِيبِ** ”ناپاک چیزوں کی کثرت“، یعنی قلیل مگر حلال اور نافع اس کثیر سے بہتر ہے جو حرام اور نقصان دہ ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: **[مَا قَلَّ وَكَفَى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَالْهَيْ]** ”جو کم ہو اور کفایت کرے، وہ اس زیادہ سے بہتر ہے جو غافل کر دے“، **فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ** ”تو عقل والو! اللہ سے ڈرتے رہو“، یعنی اے صحیح اور مستقیم عقل والو! اللہ سے ڈرو، حرام سے اجتناب کرو اور اسے چھوڑ دو اور حلال پر قناعت کرو اور اسے کافی جانو **لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ** ”تا کہ تم فلاح پاؤ“، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بے فائدہ سوال کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ** ”مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر (ان کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ادب سکھایا ہے اور انہیں ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرمادیا ہے جن کے بارے میں سوال کرنے اور کرید کرنے میں کوئی فائدہ نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سوال کے جواب میں اگر ان باتوں کو ظاہر کر دیا جائے تو انہیں بری لگیں اور ان کا سننا ان کے لیے گراں ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے اس طرح کا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا، آپ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا: **[لَوْ تَعَلَّمُونَ مَا أَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا]** ”اگر تم اسے جان لو جسے میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔“ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور زار و قطار رونے لگے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میرے والد کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”فلاں“ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: **لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ** ”اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری جگہ پر بھی ذکر کیا ہے اور امام مسلم، احمد، ترمذی اور نسائی رحمہم نے بھی روایت کیا۔“ ⁽³⁾

① مسند أحمد: 197/5 عن أبي الدرداء رضي الله عنه. ② صحيح البخاری، التفسیر، باب قوله: **لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ** (المائدة: 101)، حدیث: 4621. ③ صحيح البخاری، الرقاق، باب قول النبي ﷺ: **[لَوْ تَعَلَّمُونَ مَا أَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا]**، حدیث: 6486 وصحيح مسلم، الفضائل، باب توقيفه ﷺ، و ترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه، حدیث: 2359 ومسند أحمد: 180/3 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، حدیث: 3056 والسنن الكبرى للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: **لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّ لَكُمْ** - 338/6، حدیث: 11154.

امام ابن جریر نے قتادہ سے اسی آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑی کثرت سے سوال پوچھے تو ایک دن آپ تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور فرمایا: [لَا تَسْأَلُونِي الْيَوْمَ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا بَيِّنْتُهُ لَكُمْ] ”آج تم مجھ سے جو بھی سوال پوچھو گے تو میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔“ یہ سن کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی معاملہ پیش نہ آنے والا ہو، میں نے دائیں بائیں دیکھا تو محسوس ہوا کہ ہر شخص اپنے کپڑے میں سر چھپائے رو رہا ہے، [فَأَنْشَأَ رَجُلٌ كَانَ يُلَاحِظِي فَيُدْعِي إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، مَنْ أَبِي؟ قَالَ: أَبُوكَ حَذَافَةُ] ”ایک شخص نے عرض کی، جسے اس کے غیر باپ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔“ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہیں اور برے فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَمْ أَرْ فِي الْخَيْرِ وَالْشَّرِّ كَالْيَوْمِ قَطُّ، صُورَتْ لِي الْحَنَّةُ وَالنَّارُ حَتَّى رَأَيْتُهُمَا دُونَ الْحَائِطِ] ”جیسا منظر آج دیکھا ہے کبھی اس طرح کا اچھا یا برا منظر نہیں دیکھا، مجھے جنت اور جہنم کا منظر دکھایا گیا حتیٰ کہ میں نے انھیں دیوار سے بھی آگے دیکھا ہے۔“ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے سعید کی سند سے بیان کیا ہے۔^①

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے ازراہ مذاق سوال پوچھا کرتے تھے کوئی کہتا کہ میرا باپ کون ہے؟ کسی کی اونٹنی گم ہو جاتی تو وہ پوچھتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ تو ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ.....﴾ الآية یہاں تک کہ آیت کو مکمل کر دیا۔ اس روایت کو صرف امام بخاری ہی نے روایت کیا ہے۔^②

امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (آل عمران 97:3) ”اور اللہ نے لوگوں پر حج فرض کیا ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی طاقت رکھیں۔“ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ خاموش رہے، انھوں نے پھر پوچھا: کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ پھر خاموش رہے، انھوں نے پھر پوچھا: کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: [لَا)، وَلَوْ قُلْتُ: نَعَمْ لَوَجَبَتْ، (وَلَوْ وَجَبَتْ) لَمَا اسْتَطَعْتُمْ] ”نہیں، ہر سال فرض نہیں ہے اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا واجب ہو جاتا جبکہ تم اس کی استطاعت نہ رکھتے۔“ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا

① تفسیر الطبری: 7/109 وصحیح البخاری، الفتن، باب التعوذ من الفتن، حدیث: 7089 وصحیح مسلم، الفضائل، باب توفیرہ ﷺ وترك إكثار سؤاله عما لا يقع.....، حدیث: (137) 2359. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِنَّ تَبَدُّ لَكُمْ تَسْؤُكُمْ ۖ (المائدة: 101)، حدیث: 4622.

..... الْآيَةُ ① اسی طرح اس کو امام ترمذی اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ② آیت سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان اشیاء کے بارے میں سوال کی ممانعت ہے کہ اگر کسی شخص کو معلوم ہو جائے تو بری لگیں، لہذا بہتر یہ ہے کہ ان سے اعراض کرتے ہوئے انھیں ترک کر دیا جائے۔

اور ارشاد الہی: ﴿وَإِنْ سَأَلْتُمْ عَنْهَا حِينَ يُنْزَلُ الْقُرْآنُ ثَبَدَ لَكُمْ ط﴾ ”اور اگر تم ان کے بارے میں پوچھو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر بھی کر دی جائیں گی۔“ یعنی اگر تم ان چیزوں کے بارے میں اس وقت پوچھو جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل کی جا رہی ہو تو تمہارے لیے انھیں بیان بھی کر دیا جائے گا۔ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (التغابن 7:64) ”اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ط﴾ اللہ نے (تمہاری) اس حرکت کو معاف فرمادیا ہے۔“ یعنی اب سے پہلے جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا۔ ﴿وَاللَّهُ عَفْوٌ حَلِيمٌ ③﴾ ”اور اللہ بخشنے والا، بردبار ہے۔“ مراد یہ ہے کہ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو، ممکن ہے کہ تمہارے سوال کی وجہ سے کوئی ایسا حکم نازل ہو جائے جس میں تمہارے لیے سختی اور تنگی ہو۔

حدیث میں آیا ہے: [إِنَّ] أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرِّمْ، فَحَرَّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْئَلَتِهِ ”بے شک مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہ تھی مگر اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام قرار دے دی گئی۔“ ④ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ] ”مجھے اس وقت تک چھوڑے رکھو جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سے سوال پوچھنے اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔“ ⑤

صحیح حدیث میں یہ بھی ہے: [إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيُّعُهَا، وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا، وَسَكَّتَ عَنْ أَشْيَاءَ (رَحْمَةً) بِكُمْ غَيْرَ نَسْيَانٍ فَلَا تَسْأَلُوا عَنْهَا] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں، پس انھیں ضائع نہ کرو، کچھ حدود مقرر فرمائی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو، کچھ چیزوں سے منع فرمادیا ہے

① مسند أحمد: 1/113. ② صحيح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث: 1337 عن أبي هريرة ؓ. جبکہ [لَا] کے لیے دیکھیے جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، حديث: 3055 عن علي ؓ. وسنن ابن ماجه، المناسك، باب فرض الحج، حديث: 2884 اور [وَلَوْ وَجَبَتْ] دیکھیے المستدرک للحاکم، التفسیر، باب من سورة آل عمران: 293/2، حديث: 3155 عن ابن عباس ؓ. ③ صحيح البخاری، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال.....، حديث: 7289 وصحيح مسلم، الفضائل، باب توقيره ؓ وترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه.....، حديث: 2358. ④ صحيح البخاری، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: 7288 وصحيح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث: 1337. ⑤ المنهاج، 2/137.

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَابِقَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ

اللہ نے نہیں بنایا کسی کو بحیرہ اور نہ سابقہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام اور لیکن یہ کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر

عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ ط وَكَثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٣﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

عقل نہیں رکھتے ﴿۱۰۳﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور (آؤ) رسول کی طرف تو وہ

وَالِی الرُّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ط أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

کہتے ہیں: ہمیں وہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ جانتے ہوں اور نہ وہ ہدایت

شَیْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾

یافتہ ہی ہوں (تو بھی وہ کی انہی پیروی کریں گے) ﴿۱۰۴﴾

ان کی بے حرمتی نہ کرو اور کچھ چیزوں سے اس نے تم پر رحمت کے پیش نظر نہ کہ بھولنے کی وجہ سے سکوت فرمایا ہے، ان کے بارے میں سوال نہ کرو۔“ ﴿۱۰۳﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ﴾ ﴿۱۰۴﴾ ”جبکہ اس طرح کی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھی تھیں۔ (مگر جب بتائی گئیں تو) پھر ان کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے۔“ یعنی یہ سوال جن سے تمہیں منع کر دیا گیا ہے، تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھے تھے اور جب انہیں ان کا جواب دیا گیا تو وہ ایمان نہ لائے بلکہ کافر ہو گئے، انہیں ان کے سوالوں کا جواب تو دیا گیا مگر وہ اس سے کوئی فائدہ نہ حاصل کر سکے کیونکہ انہوں نے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے یہ سوال نہیں پوچھے تھے بلکہ مذاق، ضد اور ہٹ دھرمی کے طور پر پوچھے تھے۔

تفسیر آیات: 104, 103

نحیرہ، سابقہ، وصیلہ اور حام کی تفسیر: امام بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن مسیب کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نحیرہ اس جانور کو کہتے تھے جس کے دودھ کو بتوں کے لیے وقف کر دیا جاتا تھا اور کوئی آدمی اس کے دودھ کو نہیں دوہتا تھا اور سابقہ اس جانور کو کہتے تھے جسے وہ اپنے معبودوں کے لیے وقف کر دیتے تھے اور ان پر کوئی بوجھ نہیں لاداجاتا تھا۔ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ، وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَابِقَ] ”میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی انتریوں کو جہنم میں گھسیٹ رہا تھا، یہ پہلا شخص تھا جس نے جانوروں کو سابقہ بنانے کی رسم کی داغ بیل ڈالی تھی۔“ اور وصیلہ اس جوان اونٹنی کو کہتے ہیں جو پہلی اور دوسری بار مادہ کو جنم دیتی اور اگر اس نے پہلی اور دوسری بار مادہ ہی کو جنم دیا ہوتا اور درمیان میں کوئی نہ نہ ہوتا تو اسے بتوں کے نام پر وقف کر دیتے

① السنن الكبرى للبيهقي، الضحايا، باب ما لم يذکر تحریمہ ولا كان فی معنی ما ذکر تحریمہ مما يؤکل أو يشرب:

12/10 و سنن الدار قطنی: 199/4، حدیث: 4768 اور بیہقی میں [رحمة] کے بجائے [رحصة] ہے اور اس حدیث کو علامہ البانی

نے ضعیف کہا ہے، دیکھیے غایۃ المرام، رقم: 4 مزید دیکھیے السلسلة الصحيحة: 325/5، حدیث: 2256.

تھے۔ اور حام اس سائڈ اونٹ کو کہتے تھے جو ایک مخصوص تعداد میں اونٹنیوں کو حاملہ کر دیتا تو اسے بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے اور اس پر کوئی بوجھ نہیں لادتے تھے اور اسے حامی کے نام سے موسوم کر دیتے تھے۔^①

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ وَعَبَدَ الْأَصْنَامَ أَبُو خُرَازَةَ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ، وَإِنِّي رَأَيْتُهُ يَجْرُ أُمْعَاءَهُ فِي النَّارِ] ”بے شک جس نے سب سے پہلے جانوروں کو سائبہ بنانے کی رسم ڈالی اور سب سے پہلے بتوں کی عبادت کی وہ ابو خرازہ عمرو بن عامر تھا اور میں نے اسے دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی انتڑیوں کو گھسیٹ رہا تھا۔“^② اس روایت کو صرف امام احمد ہی نے بیان کیا ہے۔

اس عمرو سے مراد ابن لُحی بن قُمحہ ہے، یہ بنو خزاعہ کا ایک سردار تھا اور بنو خزاعہ، بنو جُرم کے بعد بیت اللہ کے متولی بنے تھے، یہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین کو بدلاتھا اور سرزمین حجاز میں بت داخل کیے تھے، اس نے لوگوں کو بتوں کی عبادت کے ذریعے سے تقرب حاصل کرنے کی دعوت دی اور جانوروں وغیرہ کے بارے میں ان جاہلانہ رسموں کو رواج دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام میں ﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا﴾ (الأنعام: 136) ”اور انھوں نے اس میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ ٹھہرایا جو اس نے کھیتی اور چوپایوں کی شکل میں پیدا کیا۔“ اس مضمون کی آخر آیات تک ذکر فرمایا ہے۔

بحیرہ کے بارے میں علی بن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ اونٹنی تھی جو پانچ بچوں کو جنم دے دیتی تھی اگر پانچواں بچہ نہ ہوتا تو اسے ذبح کر کے صرف مرد کھاتے، عورتوں کو اسے کھانے کی اجازت نہ تھی اور اگر پانچواں بچہ مادہ ہوتا تو اس کے کان کاٹ دیتے اور کہتے کہ یہ بحیرہ ہے۔^③ سنّی وغیرہ نے بھی قریباً اسی طرح ذکر کیا ہے۔^④ سائبہ کے بارے میں امام مجاہد فرماتے ہیں کہ جس طرح اونٹوں میں سے بحیرہ تھا، اسی طرح ایسی بکری کو سائبہ کہتے تھے، اس فرق کے ساتھ کہ بکری نے چھ بچوں کو جنم دیا ہو اور اس کے بعد اگر ساتویں بچے کو وہ نہ یا مادہ یا دوز بچے جنم دیتی تو اسے ذبح کر دیتے اور اسے بھی صرف مرد کھا سکتے تھے عورتیں نہیں۔^⑤ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ سائبہ سے مراد وہ اونٹنی تھی جس نے مسلسل دس مادہ بچوں کو جنم دیا ہوتا تھا اور ان میں کوئی نہ نہ ہوتا تھا تو اسے چھوڑ دیا جاتا، اس پر سواری نہ کی جاتی، اس کی اون نہ کاٹی جاتی اور اس کے دودھ کو نہ دوہا جاتا۔ ہاں، البتہ صرف مہمان کے لیے اس کے دودھ کو دوہا جاتا تھا۔^⑥

ابو روق کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر جاتا اور اس کی ضرورت پوری ہو جاتی تو وہ اپنے مال میں سے اونٹنی یا کسی اور چیز کو بتوں کے نام پر وقف کر دیتا تھا اور اگر وہ کسی بچے کو جنم دیتی تو اسے بھی بتوں ہی کے نام پر

① صحیح البخاری، التفسیر، باب ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ﴾ (المائدہ: 103)، حدیث: 4623 و

صحیح مسلم الحنہ و نعیمہا، باب النار یدخلہا الجبارون.....، حدیث: (51)۔ 2856 مختصراً. ② مسند أحمد:

446/1. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 1220/4. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 1220/4 و تفسیر الطبری: 122/7. ⑤ تفسیر

الطبری: 122، 121/7 و تفسیر ابن أبی حاتم: 1222/4. ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم: 1222/4.

وقف کر دیا جاتا تھا۔^① سُدّی نے بھی کہا ہے کہ ان میں سے جب کسی شخص کی ضرورت پوری ہو جاتی یا اسے مرض سے شفا حاصل ہوتی یا اس کا مال زیادہ ہو جاتا تو وہ اپنے مال میں سے کچھ بتوں کے نام پر وقف کر دیتا تھا اور اگر کوئی اس سے تعرض کرتا تو اسے دنیا میں سزا دی جاتی تھی۔^②

وصیلہ کے بارے میں علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ بکری تھی جس کے بطن سے سات بچے پیدا ہو چکے ہوتے تھے، ساتویں بچے کو دیکھتے کہ اگر وہ زہر ہوتا تو اسے مرد کھاتے، عورتیں شریک نہیں ہوتی تھیں اگر وہ مادہ ہوتا تو اسے زندہ رہنے دیتے اگر بیک وقت زہر اور مادہ دو بچے پیدا ہوتے تو انھیں بھی زندہ رہنے دیتے اور کہتے کہ اس کی بہن نے اسے اپنے ساتھ ملا کر اس کے کھانے کو ہمارے لیے حرام قرار دے دیا ہے۔^③ امام عبدالرزاق نے معمر از زہری کی سند سے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ وصیلہ سے مراد وہ اونٹنی تھی جو پہلی بار مادہ بچے کو جنم دیتی اور اس کے بعد دوبارہ پھر مادہ بچے ہی کو جنم دیتی تو وہ اسے وصیلہ کے نام سے موسوم کرتے اور کہتے کہ اس اونٹنی نے یکے بعد دیگرے دو مادہ بچوں کو جنم دیا ہے، درمیان میں کوئی زہر بچہ نہیں ہے، ایسی اونٹنی کے کان کاٹ کر اسے وہ بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔^④ امام مالک بن انس نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ وصیلہ اس بکری کو کہتے تھے جس نے پانچ بار دو دو بچوں کو جنم دیا ہوتا تھا اسے وہ وصیلہ کا نام دے کر چھوڑ دیتے تھے اور اس کے بعد جس بچے کو وہ جنم دیتی تو اسے صرف مرد کھاتے عورتیں نہیں کھا سکتی تھیں اور اگر وہ مردہ بچے کو جنم دیتی تو اسے مرد عورتیں سب مل کر کھاتے تھے۔^⑤

حامی (حام) کے بارے میں عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کسی آدمی کا ساٹھ دس اونٹیوں کو بار آور کر دیتا تو کہا جاتا ہے کہ یہ حام ہے اسے چھوڑ دو۔^⑥ ابوروق اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔^⑦ جبکہ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ جب کسی اونٹ کے بچے کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا تو لوگ کہتے کہ اب اس نے اپنی پشت کو محفوظ کر لیا ہے، لہذا وہ نہ اس پر کوئی چیز لادتے، نہ اس کی اون کاٹتے، نہ اسے کسی چراگاہ میں چرنے سے منع کرتے اور نہ کسی حوض سے پانی پینے ہی سے منع کرتے، خواہ وہ حوض کسی کا بھی ہوتا۔^⑧ ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حام وہ اونٹ تھا جسے اونٹیوں میں چھوڑ دیا جاتا اور جب اونٹیوں کو بار آور کرنے کی تعداد مکمل ہو جاتی تو وہ اس پر مور کے پر لگا دیتے اور اسے بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔^⑨ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی کئی اقوال بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک حدیث بھی وارد ہے جسے امام ابن ابوحاتم نے بطریق ابواسحاق سمیع از ابوالأخوص جثعی، ان کے والد مالک بن نفلہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بوسیدہ کپڑوں میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1222/4. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1222/4. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1222/4. ④ تفسیر الطبری: 1227/7. ⑤ تفسیر عبدالرزاق: 30/2، رقم: 748. ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم: 1223/4. ⑦ تفسیر ابن ابی حاتم: 1224/4. ⑧ تفسیر ابن ابی حاتم: 1223/4. ⑨ تفسیر ابن ابی حاتم: 1224/4.

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1222/4. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1222/4. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1222/4. ④ تفسیر الطبری: 1227/7. ⑤ تفسیر عبدالرزاق: 30/2، رقم: 748. ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم: 1223/4. ⑦ تفسیر ابن ابی حاتم: 1224/4. ⑧ تفسیر ابن ابی حاتم: 1223/4. ⑨ تفسیر ابن ابی حاتم: 1224/4.

[هَلْ لَكَ مِنْ مَالٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ أَىِّ الْمَالِ؟ قَالَ: فَقُلْتُ: مِنْ كُلِّ الْمَالِ: مِنَ الْإِبِلِ، وَالْغَنَمِ، وَالْخَيْلِ، وَالرَّقِيقِ، قَالَ: فَإِذَا آتَاكَ اللَّهُ مَالًا فَلْيَرَّ عَلَيْكَ، ثُمَّ قَالَ: تَنْتَجِ إِبِلَكَ وَافِيَةً أَذَانُهَا؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، وَهَلْ تَنْتَجِ الْإِبِلَ إِلَّا كَذَلِكَ قَالَ: فَلَعَلَّكَ تَأْخُذُ مُوسَى فَتَقْطَعُ أَذَانَ طَائِفَةٍ مِنْهَا، وَتَقُولُ: هَذِهِ [بُحْرًا] وَتَشْقُ أَذَانَ طَائِفَةٍ مِنْهَا وَتَقُولُ: هَذِهِ حُرْمٌ، فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ، إِنَّ كُلَّ مَا آتَاكَ اللَّهُ لَكَ حِلٌّ]

”کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کی: اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام ہر قسم کا مال ہے۔ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ تم کو مال عطا فرمائے تو وہ تم پر نظر آنا چاہیے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تمہارے اونٹ پورے کانوں کے ساتھ بچوں کو جنم دیتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں، اور اونٹ اسی طرح تو بچوں کو جنم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: شاید کہ تم استرے سے بعض اونٹوں کے کان کاٹ دیتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ بُخَر ہے اور بعض کے کان کاٹ کر کہتے ہو کہ یہ حُرْم ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے وہ تمہارے لیے حلال ہے۔“ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ﴾ ”اللہ نے نہ تو کسی کو بحیرہ بنایا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام۔“ بحیرہ سے مراد وہ جانور ہیں جن کے وہ کان کاٹ دیتے تھے اور بیوی، بیٹیاں اور گھر کا کوئی بھی دوسرا فرد ان کے بالوں، اون اور دودھ وغیرہ کو استعمال نہیں کرتا تھا اور اگر وہ جانور مر جاتا تو پھر سب لوگ اسے کھا لیتے تھے۔^①

سائبہ سے مراد وہ جانور ہے جسے وہ اپنے معبودوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ وصیلہ سے مراد وہ بکری ہے جو چھ بار بچوں کو جنم دے دیتی تھی اور جب وہ ساتویں بار بچے کو جنم دیتی تو اس کے کان کاٹ دیتے اور سینگ توڑ دیتے اور کہتے کہ یہ وصیلہ ہے، اسے وہ ذبح نہیں کرتے تھے اور اسے کسی بھی حوض پر وارد ہونے کی وجہ سے نہ مارتے تھے اور نہ منع کرتے تھے۔ حدیث میں درج اس کی تفسیر اسی طرح بیان کی جاتی ہے۔ ایک دوسری سند ابواسحاق از ابوالاخص عوف بن مالک عن ابیہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔^② نیز اس حدیث کو امام احمد نے سفیان بن عیینہ سے، انھوں نے ابوالزعراء عمرو بن عمرو سے، انھوں نے اپنے چچا ابوالاخص عوف بن مالک بن نھملہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں یہ تفسیر نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔^③

ارشاد الہی: ﴿وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَقْتُلُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ طَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ”لیکن کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو مشروع قرار نہیں دیا تھا اور نہ یہ اس کے قرب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ انھیں مشرکوں نے از خود گھڑ کر شریعت اور قربت قرار دے لیا تھا جبکہ انھیں ان سے قربت تو

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1220/4 و سنن أبی داود، اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب، حدیث: 4063 مختصراً.

② تفسیر ابن ابی حاتم: 1221/4. ③ مسند أحمد: 137، 136/4.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کی فکر لازم ہے، جو شخص گمراہ ہو، وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم خود ہدایت پر ہو۔ تم سب کا اللہ ہی کی

جَبِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

طرف لوٹ کر جاتا ہے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو ﴿١٠٥﴾

حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ ان کے لیے وبال بن گئی تھیں: ﴿١٠٥﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ط ”اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے، اس کی اور رسول اللہ کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا وہی ہمیں کافی ہے۔“ جب انہیں یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین و شریعت کو اور جن امور کو اس نے واجب قرار دیا ہے انہیں اختیار کرو اور جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے، انہیں ترک کر دو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہی طریقے اور مسلک کافی ہیں جن پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿١٠٥﴾ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٥﴾ ”کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ تو کچھ جانتے ہوں اور نہ سیدھے رستے پر ہوں (تو بھی وہ ان کی پیروی کریں گے؟)“ یعنی حق کو نہ سمجھتے ہوں اور نہ جانتے پہچانتے ہوں تو اس حالت میں یہ ان کی کیونکر اتباع کرتے ہیں، ان کی اتباع تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو ان سے زیادہ جاہل اور ان سے بڑھ کر گمراہ ہو۔

تفسیر آیت: 105

اصلاح نفس کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے نفوس کی اصلاح کریں اور مقدور بھر کوشش کر کے نیک کام کریں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی اصلاح کر لے تو اسے کسی خراب شخص کی خرابی، خواہ وہ قریب ہو یا بعید کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے قیس کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو: ﴿١٠٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط ”اے ایمان والو! اپنی جانوں کی حفاظت کرو! جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔“ اور تم اس سے غلط استدلال کرتے ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الْمُنْكَرَ وَلَا يُغَيِّرُوهُ، أَوْ شَكَّ اللَّهُ أَنْ يَعْمَهُمْ بِعَقَابِهِ] ”بے شک لوگ جب کسی برائی کو دیکھیں اور اسے نہ مٹائیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے۔“ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان فرماتے ہوئے بھی سنا کہ لوگو! جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کے منافی ہے۔ ﴿١﴾

① سنن أبی داود، الملاحم، باب الأمر والنهی، حدیث: 4338 وجامع الترمذی، الفتن، باب ما جاء فی نزول العذاب

إذا لم یغیر المنکر، حدیث: 2168 و مسند أحمد: 5/1 ولفظ: ھ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَيْنِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے تو تمھارے درمیان گواہی ہونی چاہیے اور وصیت کے وقت اپنے (مسلمانوں) میں سے دو

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرَيْنِ مِّنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ صَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ

انصاف والے گواہ ہوں یا اگر تم زمین میں سفر پر نکلے ہو اور (راستے میں) موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیر قوم کے دو گواہ بھی کافی ہوں گے، پھر اگر

مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِرْنَ بِاللَّهِ إِنْ ارْتَبْتُمْ لَا تَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا

تمہیں کوئی شبہ ہو تو ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد (مسجد میں) روک لو، تو وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے ہم اس گواہی کے بدلے کوئی قیمت نہیں لے رہے اور

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّكَ إِذَا لَبِنَ الْأَشْيَيْنِ ﴿١٠٦﴾ فَإِنْ عَثَرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا

کوئی ہمارا رشتے دار بھی ہو (تو ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپاتے، اگر ہم ایسا کریں تو ہم گناہ گاروں میں شمار ہوں گے ﴿١٠٦﴾ پھر

اِسْتَحَقَّآ إِنَّمَا فَآخَرَيْنِ يَقُومُنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوَّلِينَ فَيُقْسِرْنَ

اگر پتا چل جائے کہ بے شک ان دونوں نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے پھر ان دونوں کی جگہ دوسری رشتے دار (بطور) گواہ ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں، جو

بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا ۖ إِنَّكَ إِذَا لَبِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٧﴾ ذَلِكَ أَدْنَىٰ

(میت کے ترکے کے) حقدار ہیں، تو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان (پہلے) دونوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے، اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی، اگر

أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهٍ أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ آيْمَانِهِمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ

ہم ایسا کریں تو ظالموں میں سے ہوں گے ﴿١٠٧﴾ یہ (اسلوب) قریب تر ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں گے، یا (کم از کم اس بات کی) خوف کریں گے کہ کہیں ان

وَاسْمَعُوا ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٠٨﴾

(دروغ) کی قسموں کے بعد ان کی قسمیں رو نہ کر دی جائیں، اور تم اللہ سے ڈرو اور سنو، اور اللہ نافرمانی کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿١٠٨﴾

تفسیر آیات: 108-106

وصیت پر دو عادل آدمیوں کی شہادت: یہ آیت کریمہ ایک زبردست حکم پر مشتمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَيْنِ﴾ ”مومنو! جب تم میں سے کسی کی موت

آ موجود ہو تو شہادت (کا نصاب) یہ ہے کہ وصیت کے وقت تم (مسلمانوں میں) سے دو عادل (صاحب اعتبار) گواہ ہوں۔“

اثنان کے معنی ہیں دو آدمیوں کی گواہی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ دو آدمی گواہی دیں۔ اور ارشاد الہی: ﴿ذَوَا

عَدْلٍ﴾ یعنی ان دو آدمیوں کا وصف ہے کہ وہ عادل ہوں اور ﴿مِنْكُمْ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ تم مسلمانوں میں سے ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿أَوْ آخَرَيْنِ مِّنْ غَيْرِكُمْ﴾ ”یا دو دوسرے تمھارے غیر میں سے (گواہ) ہوں۔“ امام ابن ابی حاتم نے

روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلموں، یعنی اہل کتاب میں سے دو آدمیوں کو گواہ مقرر کر لو۔ ﴿١﴾

ارشاد الہی: ﴿إِنْ أَنْتُمْ صَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ﴾ ”اگر تم زمین میں سفر پر ہو اور (اس وقت) تم

﴿١﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1229/4 و تفسیر الطبري: 141، 140/7.

پرموت کی مصیبت واقع ہو۔“ یعنی مومنوں کی عدم موجودگی کی صورت میں ذمیوں کی شہادت کے جواز کی یہ دو شرطیں ہیں کہ سفر کی حالت ہو اور وصیت کا موقع ہو جیسا کہ قاضی شریح نے اس کی صراحت کی ہے۔ امام ابن جریر نے قاضی شریح کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سفر کے سوا یہود و نصاریٰ کی شہادت جائز نہیں اور سفر میں بھی صرف وصیت کے لیے جائز ہے۔^(۱)

ارشاد الہی: ﴿تَحْسِبُونَهُمًا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ﴾ ”تو ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو۔“ یہاں نماز سے مراد نماز عصر ہے۔ سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، قتادہ، عکرمہ اور محمد بن سیرین رحمہم اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔^(۲) امام زہری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مسلمانوں کی نماز ہے۔^(۳) یعنی ان دو گواہوں کو نماز کے بعد جس میں نماز پڑھنے والوں کی موجودگی میں کھڑا کیا جائے۔ ﴿فَيَقْسِمْنَ بِاللّٰهِ﴾ ”پھر دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں۔“

﴿اِنْ اٰتٰبْتُمْ﴾ ”اگر تم کو (ان گواہوں کی نسبت) کچھ شک ہو۔“ یعنی اگر تمہیں ان کی بابت یہ شک ہو کہ انھوں نے کچھ خیانت کی ہے تو وہ اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ﴿لَا تَشْفَعُنِيْ فِيْهِمْ﴾ ”ہم شہادت کا کچھ عوض نہیں لیں گے۔“ یعنی ہم فانی اور زوال پذیر ہونے والی اس دنیا کے اس قلیل مال کو ہم معاوضے کے طور پر نہیں لیں گے ﴿وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی﴾ ”گو ہمارا رشتہ دار ہی ہو۔“ یعنی جس کے بارے میں ہم شہادت دے رہے ہیں اگرچہ ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ ﴿وَلَا تَكُنْمُ شَٰهَدَةً لِلّٰهِ﴾ ”اور نہ ہم اللہ کی شہادت کو چھپائیں گے۔“ شہادت کے شرف اور اہمیت و عظمت کی وجہ سے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ ﴿اِنَّا اِذَا لَيْنَ الْاٰثِمِيْنَ﴾ ”اگر ہم ایسا کریں گے تو گناہ گار ہوں گے۔“ یعنی اگر ہم نے شہادت کی تحریف کی یا تغیر و تبدل کیا یا اسے بالکل چھپا دیا تو ہم ایسا کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاِنْ عٰثَرَ عَلَىٰ اٰثِمًا﴾ ”پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے (جھوٹ بول کر) گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔“ یعنی اگر وصیت کے بارے میں شہادت کے دینے والے ان دو گواہوں کی بابت تحقیق سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان دونوں نے خیانت کی ہے اور اس مال میں سے انھوں نے کچھ چھپا لیا ہے جس کے بارے میں انھیں وصیت کی گئی تھی۔ ﴿فَاٰخَرِيْنَ يَقُوْمُوْنَ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقُّ عَلَيْهِمُ الْاَوَّلٰیْنَ﴾ ”پھر ان دونوں کی جگہ دوسرے قریبی رشتہ دار گواہ ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں جو (میت کے ترکہ کے) حقدار ہیں۔“ جب صحیح خبر کے ساتھ ان کی خیانت ثابت ہو جائے تو ترکہ کے مستحق وارثوں میں سے دو شخص کھڑے ہوں جو اس مال کے سب سے زیادہ وارث ہوں۔ ﴿فَيَقْسِمْنَ بِاللّٰهِ لَشَٰهَدَتِنَا اَحَقُّ مِنْ شَٰهَدَتِهِمَا﴾ ”پھر وہ اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہماری شہادت ان (پہلے) دونوں کی شہادت سے سچی ہے۔“ یعنی ہمارا یہ کہنا کہ ان دونوں نے خیانت کی ہے، ان کی مذکورہ شہادت کی نسبت زیادہ سچی، زیادہ صحیح اور زیادہ ثابت شدہ بات ہے۔ ﴿وَمَا اعْتَدٰیْنَا﴾ ”اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی۔“ جو ان کے بارے میں یہ کہا ہے کہ انھوں نے خیانت کی

① تفسیر الطبری: 141/7. ② تفسیر الطبری: 150، 149/7 و تفسیر البغوی: 98/2 و تفسیر الماوردی: 76/2. ③ تفسیر

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ط قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ط

اس دن (کو یاد کر دو) جب اللہ رسولوں کو جمع کرے گا، پھر (ان سے) کہے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا تو وہ کہیں گے:

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١٠٩﴾

ہمیں کوئی علم نہیں، بے شک تو ہی غیب کی باتوں کو جاننے والا ہے ﴿١٠٩﴾

ہے ﴿إِنَّا إِذَا لَوَيْنَ الظَّالِمِينَ﴾ ﴿١٠٩﴾ ”اگر ایسا کیا ہو تو ہم بے انصاف ہیں۔“ یعنی اگر ہم نے ان پر جھوٹ بولا۔ اس حالت میں یہ قسم وارثوں کو کھانا ہوگی، پھر ان کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسا کہ جب قاتل کی جانب سے شر ظاہر ہو تو پھر مقتول کے وارثوں سے قسم لی جاتی ہے اور وہ قاتل کے بارے میں قسمیں کھاتے ہیں جس سے قاتل کو ان کے سپرد کر دیا جاتا ہے جیسا کہ احکام قسمہ کے باب میں اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

فرمان الہی: ﴿ذَلِكَ أَذَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِاللَّشَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا﴾ ”اس طریق سے بہت قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح شہادت دیں۔“ یعنی اس پسندیدہ طریق سے یہ جو شرعی حکم دیا گیا ہے کہ دوزی گواہ قسم اٹھائیں اور ان کے بارے میں شک و شبہ کا پیدا ہو جانا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ صحیح طریقے سے شہادت دیں گے۔ فرمان الہی: ﴿أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ آيَتِنَاهُمْ﴾ ”یا اس بات سے خوف کریں کہ (ہماری) قسمیں ان (درغاء) کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی۔“ یعنی شہادت کو صحیح ادا کرنے کا باعث اللہ کے نام کی قسم کی تعظیم، اللہ تعالیٰ کے عزت و جلال کی پاسداری اور اس بات کا خوف ہونا چاہیے کہ اگر ان کی قسم رد کرتے ہوئے یہ حق اس کے وارثوں کو دے دیا جائے گا تو اس سے لوگوں میں ان کی رسوائی ہوگی کیونکہ وارث قسم کھا کر اپنے دعویٰ وراثت کے مستحق ہو جائیں گے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ آيَتِنَاهُمْ﴾ ”یا اس بات سے خوف کریں کہ (ہماری) قسمیں ان کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی۔“

پھر فرمایا: ﴿وَاقْفُوا اللَّهَ﴾ ”اور اللہ سے ڈرو۔“ یعنی اپنے تمام امور و معاملات میں ﴿وَاسْمَعُوا ط﴾ ”اور (اس کے حکموں کو گوش ہوش سے) سنو۔“ اور اطاعت بجالاؤ۔ ﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ ﴿١٠٩﴾ ”اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ یعنی جو اس کی اطاعت اور اس کی شریعت کی فرمانبرداری سے خارج ہو جائیں۔

﴿تفسیر آیت: 109﴾

انبیاء سے ان کی امتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا: یہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن انبیاء سے مخاطب ہو کر یہ پوچھے گا کہ ان کی ان امتوں نے، جن کی طرف انھیں مبعوث کیا گیا تھا، انھیں کیا جواب دیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ﴾ ﴿١٠٩﴾ (الأعراف: 6:7) ”تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم ان سے بھی ضرور پرش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿قَوْرَبَّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْجَعِينَ﴾ ﴿١٠٩﴾ (الحجر: 92:93) ”آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان تمام سے ضرور پرش کریں گے، ان کا منوں کی جو وہ کرتے رہے۔“ اور رسول جواب دیں گے: ﴿لَا عِلْمَ لَنَا ط﴾ ”ہمیں کچھ معلوم نہیں۔“ امام مجاہد، حسن

إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقُوبَ ابْنُ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَبَدْنَاكَ بِرُوحِ

جب اللہ کہے گا: اے یحییٰ ابن مریم! تو خود پر اور اپنی ماں پر میری نعمت یاد کر، جب میں نے تجھے روح القدس (جبریل) کے ساتھ قوت دی، تو

الْقُدُسِ فَدُكِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَإِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ

(ماں کی) گود میں اور پختہ عمر میں لوگوں سے کلام کرتا تھا، اور جب میں نے تجھے کتاب و حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی، اور جب تو میرے علم

وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا

سے گارے سے پرندے کی سی صورت بناتا تھا، پھر تو اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، اور تو پیدا کئی اندھے کو اور

بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ كَفَفْتُ

مہلسمی والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا، اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے (زندہ) نکالتا تھا۔ اور جب میں نے تجھے بنی اسرائیل سے

بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ

بچایا جب تو ان کے پاس واضح نشانوں کے ساتھ آیا تھا۔ تب ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا، انہوں نے کہا تھا: یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ

مُبِينٌ ۚ ۝۱۱۰ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْخَوَارِجِ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ

نہیں ۱۱۰ اور جب میں نے خواریوں کو الہام کیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، تب انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے ہیں، اور تو گواہ رہ کہ

بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝۱۱۱

بے شک ہم فرماں بردار ہیں ۱۱۱

بصری اور سُدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے یہ جواب دیں گے۔ ① عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت

کیا ہے کہ: ”يَوْمَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمْ؟“ جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ان سے پوچھے گا کہ

تمہیں کیا جواب ملا تھا۔“ تو گھبراہٹ کی وجہ سے انبیاء یہ جواب دیں گے کہ: ”لَا عَلَمَ لَنَا“ ”ہمیں کچھ معلوم نہیں۔“ ② اسے

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔ ③ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں بیان کیا ہے

کہ انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے کہ ہمیں تو صرف وہی علم ہے جسے آپ ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ ④

یہ رب تعالیٰ جل جلالہ کے ساتھ گفتگو میں ادب کا ایک انداز ہے، یعنی ہمارے علم کو تیرے اس علم کے مقابلے میں جو ہر چیز

کو محیط ہے، کوئی نسبت ہی نہیں، ہمیں اگرچہ جواب دیا گیا اور ہم جواب دینے والوں کو بھی پہچانتے ہیں لیکن ہمیں ان کے صرف

ظاہر ہی کا علم ہے، ان کے باطن کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں اور تو ہر چیز کو جاننے والا ہے، ہر چیز کی تجھے اطلاع ہے،

تیرے علم کے مقابلے میں ہمارا علم تو ایسے ہے جیسے کوئی علم ہی نہ ہو۔ ۱۱۱ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝۱۱۱ ”بے شک تو ہی غیب کی

باتوں سے واقف ہے۔“

① تفسیر الماوردی: 78/2 و تفسیر الطبری: 169/7. ② تفسیر عبدالرزاق: 38/2، رقم: 765. ③ تفسیر الطبری:

169/7 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1236/4. ④ تفسیر الطبری: 170/7.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعمتوں کی یاد دہانی: اللہ تعالیٰ اپنی ان نعمتوں کا تذکرہ فرما رہا ہے جن کا اس نے اپنے عبد و رسول حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر احسان فرمایا کہ ان کے ہاتھوں پر بڑے بڑے معجزات اور خوارق عادات کو جاری فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ كُنَّا نَمُوتُ عَلَيْنَا﴾ ”خود پر میری نعمت کو یاد کر۔“ تمہیں بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا کیا اور تمہارے وجود کو میں نے اشیاء پر اپنی کمال قدرت کی ایک قطعی دلیل اور نشانی بنا دیا۔ ﴿وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ﴾ ”اور تمہاری والدہ پر (کیے)۔“ میں نے تمہیں اس وقت ان کی براءت اور پاک دامنی کی دلیل اور برہان بنا دیا جب ظالموں اور جاہلوں نے ان پر بدکرداری کی تہمت لگائی تھی۔ ﴿إِذْ أَيْنَدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ﴾ ”جب میں نے روح القدس (جبریل) سے تمہاری مدد کی۔“ روح القدس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، میں نے تمہیں بچپن میں اور بڑی عمر میں بھی نبی اور داعی الی اللہ بنایا، پنگوڑے میں تمہیں قوت گویائی عطا فرمائی اور تم نے اپنی والدہ کے ہر عیب سے پاک ہونے کی شہادت دی، میری عبودیت کا اعتراف کیا اور لوگوں کو بتایا کہ میں نے تجھے ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور تو نے لوگوں کو میری عبادت کی دعوت دی، اسی لیے فرمایا: ﴿تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْهَدْيِ وَكَهْلًا﴾ ”تم ماں کی گود میں اور ادھیڑ عمر ہو کر لوگوں سے گفتگو کرتے تھے۔“ یعنی بچپن میں اور ادھیڑ عمر ہو کر لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے۔

یہاں ﴿تُكَلِّمُ﴾ کا لفظ [تَدْعُو] دعوت دینے کے معنی کو بھی مضمّن ہے کیونکہ ادھیڑ عمر میں کلام کرنا تو کوئی تعجب انگیز امر نہ تھا۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ”اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی سکھائی۔“ یعنی خط اور فہم سکھایا۔ ﴿وَالْتَّوْرَةَ﴾ ”اور تورات (سکھائی)۔“ اس سے مراد وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کلیم اللہ حضرت موسیٰ بن عمران پر نازل فرمایا تھا۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِذْ تَخَلَّقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي﴾ ”اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا تھا۔“ تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل و صورت بناتے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اپنے بنائے ہوئے پرندے کی اس شکل و صورت میں جب تم پھونک مار دیتے تو وہ واقعی جان دار پرندہ بن جاتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے اس میں جان پیدا کر دینے کی وجہ سے وہ اڑنے لگ جاتا تھا۔

اور ارشاد الہی: ﴿وَتُؤَيِّدُ الْآكَمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي﴾ ”اور مادر زاد اندھے اور پھلجھری والے کو میرے حکم سے تندرست کر دیتے تھے۔“ کی تفسیر پہلے سورہ آل عمران میں بیان کی جا چکی ہے، ^① لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي﴾ ”اور جس وقت تو مردے کو میرے حکم سے (زندہ کر کے قبر سے) نکال کھڑا کرتا تھا۔“ یعنی جب تم مردوں کو بلاتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی قدرت، ارادے اور مشیت سے کھڑے ہو جاتے تھے۔

① دیکھیے آیت: 49 کے ذیل میں۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ لِيَعْسَى ابْنِ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ ط قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا لَرَيْدٌ أَنْ تَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا

(اور) جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تیرا رب یہ طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل کرے؟ انھوں نے جواب

دیا: تم اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو ﴿112﴾ وہ بولے: ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو تسلی ہو جائے، اور ہم یہ جان لیں کہ تو نے

وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتُنَا وَنَكُونُ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ ؕ

ہم سے سچ کہا ہے۔ اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں ﴿113﴾ عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر آسمان سے دسترخوان

نازل فرما کہ وہ ہمارے پہلوں اور ہمارے بعد والوں کے لیے عید (خوشی کا موقع) بن جائے، اور وہ تیری طرف سے خاص نشانی ہو، اور تو ہمیں رزق

وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنْزِلُهَا عَلَيْكُمْ ؕ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدَ مَنكُمُ

دے، اور تو بہترین رزق دینے والا ہے ﴿114﴾ اللہ نے فرمایا: بے شک میں وہ دسترخوان تم پر نازل کروں گا، پھر اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر کرے گا تو

وَأَنَا أَعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أَعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿١١٥﴾

میں بقیہ! اے ایسا عذاب دوں گا کہ وہ ایسا عذاب دنیا بھر میں کسی اور کو نہیں دوں گا ﴿115﴾

میں بقیہ! اے ایسا عذاب دوں گا کہ وہ ایسا عذاب دنیا بھر میں کسی اور کو نہیں دوں گا ﴿115﴾

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿١١٢﴾ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمُ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسْحَرُكُمْ ﴿١١٣﴾ ”اور جب میں نے بنی اسرائیل (کے ہاتھوں) کو تم سے روک دیا جب تم ان کے پاس کھلے نشان لے کر آئے تو جو ان میں سے کافر تھے، کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی میری اس نعمت کو بھی یاد کرو جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے اس وقت روک دیا تھا جب تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے سامنے اپنی نبوت و رسالت کے ٹھوس اور قطعی دلائل و براہین لے کر آئے تھے مگر انھوں نے تمھاری تکذیب کی، تم پر جادوگر ہونے کا الزام لگایا، تمھیں قتل کرنے اور پھانسی دینے کی سازش کی مگر میں نے تمھیں انکی اس سازش سے بچالیا، میں نے تمھیں اپنے پاس اٹھالیا، ان کے میل کچیل سے تمھیں پاک کر دیا اور ان کے شر سے میں نے تمھاری حفاظت کی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان احسانات کا تذکرہ قیامت کے دن فرمائیں گے لیکن اسے ماضی کے صیغوں سے اس لیے بیان فرمایا کہ یہ بات لامحالہ وقوع پذیر ہونے والی ہے اور یہ بات ان اسرائیلیوں میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو مطلع فرما دیا ہے۔

ارشاد الہی: ﴿١١٣﴾ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ اْمُتُوا بِي وَبِرَسُولِي ؕ ”اور جب میں نے حواریوں کو الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ۔“ یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک احسان ہے کہ اللہ نے حواریوں کو ان کے اصحاب و انصار بنادیا۔ کہا گیا ہے کہ یہاں وحی کا لفظ الہام کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿١١٤﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَٰهِيمَ إِذْ قَالَ لِرَبِّهِ ۖ ”اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا کہ اس کو دودھ پلاؤ۔“ اس آیت کریمہ میں بھی وحی کا لفظ الہام کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس کے بارے میں ائمہ تفسیر میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّحْلِ إِلَىٰ رَبِّكَ إِلَيْنَا أَلْفَ مِائَةِ سَبْعِينَ أَلْفًا رَّحْمَةً﴾ (النحل: 68, 69) ”اور آپ کی پروردگار نے شہد کی کبھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر (چھتے) بنا اور ان (چھروں) میں جن پر لوگ بلیں چڑھاتے ہیں۔ اور ہر قسم کے پھلوں سے کھا اور اپنے پروردگار کے نرم و ہموار رستوں پر چلی جا۔“ اس آیت کریمہ میں بھی وحی کا لفظ الہام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حواریوں کو الہام کیا۔^① اور سنی کہتے ہیں کہ ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی^② جس کی وجہ سے وہ یہ پکار اٹھے: ﴿أَمَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ ”ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ بے شک ہم فرمانبردار ہیں۔“

تفسیر آیات: 115-112

خوان نازل ہونے کا بیان: یہ خوان نازل ہونے کا قصہ ہے اور اسی قصے کی طرف نسبت کی وجہ سے اس سورہ مبارکہ کو سورہ مائدہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے عبد و رسول حضرت عیسیٰ پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے آسمان سے خوان نازل فرما کر اسے بھی حضرت عیسیٰ کی نبوت کی ایک ٹھوس اور قطعی حجت و دلیل بنا دیا۔ ﴿إِذْ قَالَ الْخَوَارِئُونَ﴾ ”وہ قصہ بھی یاد کرو جب حواریوں نے کہا۔“ حواریوں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں: ﴿يَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ﴾ ”اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تمہارا پروردگار طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (طعام کا) خوان نازل کرے؟“ مائدہ اس خوان کو کہتے ہیں جس پر طعام ہو۔ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ اپنے فقر و حاجت کی وجہ سے انھوں نے یہ سوال کیا تھا کہ اللہ ان پر کھانے کا ایک ایسا خوان نازل فرما دے جسے وہ کھا کر عبادت کرنے کے لیے طاقت و قوت حاصل کر سکیں۔

﴿قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ”انھوں (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو۔“ مسیح علیہ السلام نے انھیں یہ جواب دیا کہ اللہ سے ڈرو اور یہ سوال نہ کرو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے لیے آزمائش بن جائے، لہذا اگر صاحب ایمان ہو تو طلب رزق کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل رکھو۔ ﴿قَالُوا نُؤَيِّدُكَ بِرَبِّكَ﴾ ”وہ بولے: ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں۔“ کیونکہ ہمیں کھانے کی ضرورت ہے۔ ﴿وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُنَا﴾ ”اور ہمارے دل تسلی پائیں۔“ جب ہم آسمان سے اپنے لیے رزق نازل ہوتا ہوا دیکھیں گے تو اس سے ہمارے دلوں کو اطمینان نصیب ہوگا۔ ﴿وَنَعْلَمَ أَنَّ قَدْ صَدَقْتَ﴾ ”اور ہم جان لیں گے کہ تم نے ہم سے سچ کہا ہے۔“ اس سے آپ کے ساتھ ہمارے علم ایمان اور آپ کی رسالت کے علم میں اضافہ ہو جائے گا۔ ﴿وَنُكُونُ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ ”اور ہم اس (خوان کے نزول) پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ یعنی ہم گواہی دیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نشانی اور آپ کی نبوت و

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1242/4 و تفسیر الطبری: 173/7. ② تفسیر الطبری: 173/7 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1242/4.

رسالت کی دلیل و حجت ہے۔

﴿قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا﴾ (جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرماتا کہ وہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید (خوشی کا موقع) قرار پائے۔“ سدی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس خوان کے نزول کے دن کو ہم عید کا دن قرار دے لیں گے اور ہم بھی اس دن کی تعظیم کریں گے اور ہمارے بعد آنے والے بھی۔^① سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ہم اس دن نماز پڑھیں گے۔^② ﴿وَايَةُ مِنْكَ﴾ ”اور وہ تیری طرف سے نشانی ہو۔“ اس بات کی نشانی کہ تجھے تمام چیزوں پر قدرت حاصل ہے اور تو میری دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازنے پر قادر ہے اور اس سے یہ لوگ اس دین کے سلسلے میں جسے میں تیری طرف سے ان تک پہنچا رہا ہوں، میری تصدیق بھی کریں گے۔ ﴿وَارْزُقْنَا﴾ ”اور ہمیں رزق دے۔“ کسی محنت و مشقت کے بغیر اپنے پاس سے مزے دار رزق عطا فرما۔

﴿وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُرْسَلِينَ﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مَرْسَلُهَا عَلَيْكَ ؕ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدَ مَعْنَاكَ ؕ ﴿اور تو بہترین رزق دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً میں تم پر خوان نازل فرماؤں گا لیکن جو اس کے بعد تم میں سے کفر کرے گا، عیسیٰ تمہاری امت میں سے جو اس کی تکذیب کرتے ہوئے عناد کا اظہار کرے گا تو ﴿فَأَنِّي أَعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أَعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿پھر بے شک میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ اہل عالم میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ دوں گا۔﴾ یعنی تمہارے زمانے کے اہل عالم میں سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ تَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ ﴿المؤمن (46:40)﴾ اور جس روز قیامت برپا ہوگی (حکم ہوگا کہ) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ ﴿(النساء 145:4)﴾ ”کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔“ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ روز قیامت سب سے سخت عذاب میں تین قسم کے لوگ مبتلا ہوں گے: (1) منافقین (2) اصحاب ماندہ میں سے کفر کرنے والے اور (3) فرعون کے ساتھی۔ ③

امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حواریوں نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آسمان سے ہم پر خوان نازل فرمادے تو فرشتے اس خوان کو اٹھا کر نازل ہوئے اس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں، فرشتوں نے اس کھانے کو لا کر ان کے سامنے رکھ دیا تو ان سب لوگوں نے اسے کھایا۔^(۴)

ابن جریر نے اسحاق بن عبد اللہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ یہ خوان حضرت عیسیٰ ابن مریم پر نازل ہوا تھا، اس میں سات روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں اور حکم تھا کہ جس طرح چاہو اسے کھاؤ، یہ کبھی ختم نہ ہوگا مگر ان میں سے بعض لوگوں نے اس خوف سے اس میں سے کھانا چوری کر لیا کہ شاید کل یہ نازل نہ ہو تو اس کے بعد اس خوان کو اٹھا لیا گیا۔^(۵)

① تفسير ابن أبي حاتم: 4/1249. ② تفسير ابن أبي حاتم: 4/1249. ③ تفسير الطبري: 7/182. ④ تفسير ابن

أبي حاتم: 1246/4. ⑤ تفسير الطبري: 179/7.

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقَبَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ

اور جب اللہ کہے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو؟ تو وہ کہیں گے: تو پاک ہے، میرے

اللَّهُ ط قَالَ سُبْحَنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط إِنَّ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتُهُ ط

لیے (جائز) نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہو تو یقیناً تو اسے جانتا ہے۔ تو اسے بھی جانتا ہے جو کچھ میرے دل

تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ

میں ہے، اور میں اسے نہیں جانتا، جو کچھ تیرے نفس میں ہے۔ بے شک تو ہی سب سے بڑھ کر غیب جاننے والا ہے ﴿116﴾ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا

لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ؕ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مِمَّا دُمْتُ

سوائے اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، اور میں ان پر نگران تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر

فِيهِمْ ؕ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ط وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾ إِنَّ تَعَذُّبَهُمْ

جب تو نے مجھے اٹھالیا، تو تو ہی ان پر نگران تھا، اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿117﴾ اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو انہیں

فَأَنَّهُمْ عِبَادُكَ ؕ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾

بخش دے تو بے شک تو ہی غالب ہے، بڑی حکمت والا ہے ﴿118﴾

یہ اور دیگر روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے بنی اسرائیل پر آسمان سے خوان نازل فرمایا تھا جیسا کہ قرآن عظیم کے ان الفاظ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ۱۱۶ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنْذِرُهَا عَلَيْكُمْ ؕ ”اللہ نے فرمایا: بے شک میں تم پر خوان نازل فرماؤں گا۔“

ایک عجیب و غریب تاریخی واقعہ: مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ مولیٰ بن نصیر کو جو بلاد مغرب فتح کرنے کی مہموں میں بنو امیہ کے نائب تھے، ایک خوان ملا تھا جو موتیوں اور انواع و اقسام کے جواہرات سے مرصع تھا، انھوں نے اسے جامع دمشق کے بانی امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک کی خدمت میں بھیج دیا یہ ابھی رستے ہی میں تھا کہ ولید کا انتقال ہو گیا، لہذا اسے ان کے بعد بننے والے خلیفہ ان کے بھائی سلیمان بن عبد الملک کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ لوگوں نے جب اسے دیکھا تو اس میں لگے ہوئے نفسِ یواقیت اور بے حد قیمتی جواہرات کی وجہ سے بہت تعجب کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ خوان حضرت داود بن سلیمان علیہ السلام کی ملکیت تھا۔ واللہ اعلم۔

تفسیر آیات: 116-118

حضرت مسیح علیہ السلام کا شرک سے اظہارِ براءت اور توحید کا اقرار: اللہ تعالیٰ روز قیامت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے ان لوگوں کی موجودگی میں جنھوں نے آپ کو اور آپ کی والدہ کو معبود بنالیا تھا، مخاطب ہو کر فرمائے گا: ۱۱۷ لِيَعْقَبَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ط ”اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو دو معبود بنالو؟“ یہ درحقیقت ساری مخلوق کے سامنے عیسائیوں کو سرزنش ہوگی اور انہیں ڈانٹ ڈپٹ

پلائی جائے گی۔ امام قتادہ اور دیگر کئی مفسرین نے اسی طرح فرمایا ہے اور امام قتادہ نے یہ استدلال ۛ هَذَا يَوْمٌ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ط (المائدہ: 119) ”آج وہ دن ہے کہ راست بازوں کو ان کی سچائی ہی فائدہ دے گی۔“ کے الفاظ سے کیا ہے۔^①

ارشاد الہی ہے: ۛ سُبْحَنَكَ مَا يَكُونُ لِي اَنْ اَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط ”تو پاک ہے میرے لیے (جائز) نہیں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔“ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توفیق عطا فرمائے گا کہ وہ بڑے ادب سے اس سوال کا صحیح صحیح جواب دیں گے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [فَلَقَاهُ اللَّهُ] ”اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سوال کا یہ جواب بھی سکھا دے گا کہ ۛ سُبْحَنَكَ مَا يَكُونُ لِي اَنْ اَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط الآية ۛ امام ثوری نے معمر سے، انھوں نے ابن طاؤس سے اور انھوں نے اپنے والد طاؤس سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔^③

ارشاد الہی ہے: ۛ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ط ”اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو یقیناً معلوم ہوگا۔“ اے اللہ! اگر یہ بات میں نے کہی ہے تو تجھے معلوم ہے کیونکہ تجھ سے تو کوئی چیز بھی مخفی نہیں لیکن میں نے یہ بات نہیں کہی، نہ یہ میرے دل میں تھی اور نہ ہی ایسی کوئی بات کہنے کا میرا ارادہ تھا۔ اسی لیے کہیں گے: ۛ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا اَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۛ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِي بِهِ ۛ ”(کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو میرے ضمیر میں ہے، میں اسے نہیں جانتا، بے شک تو ہی سب سے بڑھ کر غیب جاننے والا ہے، میں نے ان سے کچھ نہیں کہا سوائے اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے۔“ یعنی جس بات کے پہنچا دینے کا تو نے مجھے حکم دیا ہے: ۛ اِنْ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۛ ”وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔“ صرف یہ ہے وہ بات جو میں نے ان سے کہی تھی۔ اور ارشاد الہی: ۛ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ط ”اور میں ان پر نگران تھا جب تک میں ان میں رہا۔“ یعنی جب میں ان میں موجود تھا تو ان کے اعمال کی مجھے خبر تھی۔ ۛ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۛ ”پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا، تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

امام ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وعظ و نصیحت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اِنْكُمْ مَّحْشُورُونَ اِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ حُفَاءَ عَرَاءَ غَرَلًا ۛ كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ط الآية (الانبیاء: 104) وَإِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۛ اَلَا وَاِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشَّمَالِ، فَاَقُولُ: اَصْحَابِي، فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا اَحْدَثُوا بِعَدِّكَ، فَاَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ۛ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ط فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۛ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۛ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ

① تفسیر الطبری: 184/7. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1253/4. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1253/4 و تفسیر الطبری: 187/7.

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ط لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

اللہ فرمائے گا: یہ ایسا دن ہے کہ بچوں کو ان کا حق نفع دے گا، ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے،

فِيهَا أَبَدًا ط رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١٩﴾ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے ﴿١١٩﴾ آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اس کی بادشاہی

وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ط وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٢٠﴾

اللہ ہی کے لیے ہے، اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿١٢٠﴾

الْحَكِيمُ ﴿١٢٠﴾ ﴿١١٩﴾ فَيَقَالَ لِي: إِنَّ هَذَا لَيَوْمٌ لَا يَنْفَعُ لَكُمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتُهُمْ [اے لوگو! بے شک تم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختون حالت میں اکٹھے کیے جاؤ گے] جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا تھا، اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔“ اور بے شک روز قیامت سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، خبردار! آگاہ رہو کہ میری امت کے کچھ آدمیوں کو لایا جائے گا تو انھیں بائیں طرف کر دیا جائے گا، میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتوں کو ایجاد کر لیا تھا تو میں بھی اسی طرح کہوں گا کہ جس طرح عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جواب دیں گے: ”اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات) کی خبر رکھتا رہا جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو (تیری مہربانی ہے)۔ بے شک تو غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے۔“ تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ جب سے تم نے ان کو چھوڑا ہے، یہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہی پلٹتے رہے۔“ ﴿١٢٠﴾ امام بخاری نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کو بیان فرمایا ہے۔ ﴿١٢٠﴾

ارشاد الہی: ﴿١٢٠﴾ إِنَّ تَعَذِّبُهُمْ وَإِنَّ تَغْفِرُ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٠﴾ ”اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو (تیری مہربانی ہے) بے شک تو غالب (اور) حکمت والا ہے۔“ یعنی اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ اس معاملے کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت ہی کے سپرد کر دیا کیونکہ وہ جو چاہتا ہے اسے ہر صورت کر گزرنے والا ہے، وہ جو کرتا ہے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا جبکہ ساری مخلوق سے باز پرس ہو سکتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جواب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان عیسائیوں سے اظہار براءت کر دیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کیں، اللہ تعالیٰ کا شریک، بیوی اور بیٹا بنا دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان باتوں سے بہت بلند و بالا اور بے حد ارفع و اعلیٰ ہے، یہ آیت کریمہ عظمت شان اور ایک عجیب خبر پر مشتمل ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور

﴿١﴾ صحیح مسلم، الجنة ونعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة، حديث: (58)-2860 مسند أبي داود

الطيالسي: 363/4، حديث: 2760، صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿١٢٠﴾ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مِمَّا دُمْتُ

فِيهِمْ ﴿١٢٠﴾ (المائدة: 5: 117)، حديث: 4625.

اکرم ﷺ ایک مرتبہ ساری رات صبح تک اسی ایک آیت کریمہ کو بار بار پڑھتے رہے تھے۔^①

تفسیر آیات: 120، 119

روزِ قیامت سچ ہی فائدہ دے گا: اللہ تعالیٰ اپنے عبد و رسول حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اس وقت جواب دیتے ہوئے فرمائے گا جب وہ ملحد، اللہ اور اس کے رسول کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے والے عیسائیوں سے اظہارِ براءت کر دیں گے اور ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ ہی کے ارادے اور مشیت کے سپرد کر دیں گے، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ﴾ ”آج وہ دن ہے کہ راست بازوں کو ان کی سچائی ہی فائدہ دے گی۔“ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آج صرف موحدین کو ان کی توحید ہی فائدہ دے گی۔^② ﴿لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ ”ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ ابد الابد ان میں بستے رہیں گے۔“ وہ اسی میں ہمیشہ ہمیش جلوہ افروز رہیں گے اور یہاں سے کبھی بھی نقل مکانی کر کے کسی اور جگہ نہیں جائیں گے۔ ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ ”اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ (التوبة 72:9) ”اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر (نعمت) ہے۔“ اس آیت کریمہ سے متعلق حدیث آگے بیان کی جائے گی۔^③

ارشاد الہی: ﴿ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ”یہ بڑی کامیابی ہے۔“ یعنی یہ سب سے بڑی کامیابی ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی جیسا کہ فرمایا: ﴿لِيُثْلَ هَذَا فَلْيَعْبَلِ الْعِبْلُونَ﴾ (الصَّافَّاتِ 61:37) ”ایسی ہی (نعمتوں) کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾ (المطففين 26:83) ”اور اسی میں چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے۔“

ارشاد الہی ہے: ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ”آسمان اور زمین اور جو کچھ ان (دونوں) میں ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ وہ تمام اشیاء کا خالق، مالک، متصرف اور قادر ہے، سب کچھ اسی کی ملکیت اور اسی کے قبضہ و قدرت اور مشیت کے تحت ہے، اس کا نہ کوئی نظیر، نہ وزیر، نہ عدیل، نہ باپ، نہ بیٹا اور نہ بیوی ہے، اس کے سوا کوئی معبود ہے نہ پروردگار۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے جی بن عبد اللہ سے سنا، وہ ابو عبد الرحمن جُبَی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۃ مائدہ (اور فتح) ہے۔^④

① سنن النسائي، الافتتاح، باب ترديد الآية، حديث: 1011 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في القراءة

.....، حديث: 1350. ② تفسير ابن أبي حاتم: 1256/4. ③ دیکھیے التوبة، آیت: 72 کے ذیل میں۔ ④ جامع الترمذی،

تفسير القرآن، باب ومن سورة المائدة، حديث: 3063.

تفسیر سُورَةُ الْأَنْعَامِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیروں اور روشنی کو بنایا، پھر جن لوگوں نے کفر کیا، وہ اپنے رب کے ساتھ

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ① هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ

(اوروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں ① وہی اللہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس نے (تمہارے لیے) ایک وقت مقرر کیا اور اس کے ہاں (قیامت

ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ ② وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ

کا) ایک مقرر وقت بھی ہے، پھر بھی تم شک کرتے ہو ② اور وہی اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں وہ تمہاری چھپی اور ظاہر (سب) باتیں جانتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا تُكْسِبُونَ ③

اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کما تے (یا کرتے) ہو ③

فضیلت اور زمانہ نزول: عوفی، عکرمہ اور عطاء رحمہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ انعام مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ① امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مکمل سورۃ انعام مکہ میں ایک ہی رات میں اس شان سے نازل ہوئی کہ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے جو اللہ کی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ② سدی نے مڑہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ انعام جب نازل ہوئی تو اسے الوداع کرنے کے لیے ستر ہزار فرشتے بھی نازل ہوئے تھے۔ ③

تفسیر آیات: 3-1

قدرت جلیلہ اور سلطنت عظیمہ پر اللہ کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اس لیے قابل تعریف ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، زمین کو اپنے بندوں کے لیے جائے قرار بنا دیا، اس نے اپنے بندوں کی رات دن کی منفعت کے لیے اندھیروں اور روشنی کو پیدا کیا۔

① الدر المنثور: 3/3. ② المعجم الكبير للطبرانی: 215/12، حدیث: 12930، البتہ یہ روایت ضعیف ہے۔ ③ الدر

المنثور: 3/3.

یہاں ظلمات کا لفظ جمع ہے مگر نور کا لفظ واحد اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ یہ اندھیروں کی نسبت اشرف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ﴾ (النحل: 48) میں شمائل کے مقابلے میں یمن کا لفظ واحد استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح اس سورہ مبارکہ کے آخری حصے میں فرمایا: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ﴾ (الأنعام: 153) ”اور یقیناً میرا سیدھا رستہ یہی ہے، لہذا تم اسی پر چلو اور دوسرے رستوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے الگ کر دیں گے۔“ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے دوسرے رستوں کے مقابلے میں اپنے رستے کے اشرف و افضل ہونے کی وجہ سے واحد کا صیغہ ”سبیل“ استعمال فرمایا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾ ① ”پھر بھی کافر اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں۔“ یعنی اس سب کچھ کے باوجود بعض بندے اللہ کے ساتھ کفر کرتے، دوسروں کو اس کے شریک اور برابر ٹھہراتے اور اس کی بیوی اور بیٹا بناتے ہیں، حالانکہ اللہ عز وجل کی ذات گرامی ان تمام باتوں سے پاک ہے۔ فرمان الہی ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ﴾ ”وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔“ یعنی انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو اس نے مٹی سے پیدا فرمایا، پھر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ قَطَّيْنَا أَجَلًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَ ۚ﴾ ”پھر اس نے (مرنے کا) ایک وقت مقرر کر دیا اور اس کے ہاں (قیامت کا) بھی ایک مقرر وقت ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پہلی مدت مقررہ، یعنی ﴿ثُمَّ قَطَّيْنَا أَجَلًا﴾ سے موت اور دوسری مدت مقررہ، یعنی ﴿وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَ ۚ﴾ سے آخرت مراد ہے۔ ① امام مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ، ضحاک، زید بن اسلم، عطیہ، سدی اور مقاتل بن حیان رحمہم وغیرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ﴿ثُمَّ قَطَّيْنَا أَجَلًا﴾ یعنی پہلی مدت مقررہ سے (قیامت تک) دنیا کی مدت ③ اور ﴿وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَ ۚ﴾ دوسری مدت مقررہ سے موت تک انسان کی عمر مراد ہے۔ یہ مفہوم گویا اس ارشاد باری تعالیٰ سے ماخوذ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقَظَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ﴾ (الأنعام: 60) ”اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو، اس کی خبر رکھتا ہے، پھر (دوسرے) دن تمہیں اٹھاتا ہے تاکہ زندگی کی مقررہ مدت پوری ہو ④، پھر اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے۔“

اور فرمان الہی: ﴿عِنْدَ ۚ﴾ ”اس کے ہاں“ کے معنی یہ ہیں کہ اس مدت کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا عَلَيْهَا خِطٌّ ۖ لَا يُجَدِّيهَا لَوْ قَتَلَهَا إِلَّا هُوَ ۚ﴾ (الأعراف: 187) ”یقیناً اس کا علم تو میرے پروردگار

① تفسیر الطبری: 196/7 والدر المنثور: 7/3. ② تفسیر الطبری: 196، 195/7 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1261/4. ③

تفسیر الطبری: 195/7. ④ یہاں ﴿أَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ ”مقررہ مدت“ سے مراد دنیا کی زندگی ہے اور اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ

اور ان (لوگوں) کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں آئی جس سے انھوں نے منہ نہ موڑ لیا ہو ④ ان کے پاس جب حق

لہا جَاءَهُمْ ط فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَتْلُؤًا مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑤ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا

آ گیا تو اسے بھی انھوں نے جھٹلادیا، چنانچہ جلد ہی انھیں اس چیز کا پتہ چل جائے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ⑤ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ

مِّنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُكَيِّنْ لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّيِّئَاتِ عَلَيْهِمْ

ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں جنہیں ہم نے زمین میں ایسی طاقت دی تھی جو تمہیں نہیں دی اور ہم نے ان پر

مِّدْرَارًا ⑥ وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ

موسلا دھار بارش نازل کی اور نہریں بنائیں جو ان کے نیچے بہتی تھیں، پھر ہم نے ان کے گناہوں کے باعث انھیں ہلاک کر دیا، اور ان کے بعد

بَعْدَهُمْ قَرْنًا آخَرِينَ ⑥

دوسری قومیں پیدا کیں ⑥

ہی کو ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا فِيمَا أَنْتَ مِنْ

ذِكْرِهَا ① إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْهَلَهَا ②﴾ (الزُّمَرُ 42: 79-44) ”(اے پیغمبر!) لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں

کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ تو آپ اس کے ذکر سے کس (فکر) میں ہیں؟ اس کا منتہا (واقع ہونے کا وقت) آپ کے پروردگار ہی

کو معلوم ہے۔“ ارشاد الہی ہے: ﴿ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ ③﴾ ”پھر بھی تم (اے کافرو! اللہ کے بارے میں) شک کرتے ہو۔“

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

سُورَةُ أَنْعَامٍ: 6، آیات: 4-6

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قُرْطَابٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا

اور (اے نبی!) اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کوئی کتاب آپ پر نازل کرتے، پھر وہ اپنے ہاتھوں سے اسے چھوتے تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ضرور کہتے کہ یہ تو کھلا

إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑦ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ط وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ

جادو ہے ⑦ اور ان (کافر) لوگوں نے کہا کہ اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا، پھر ان کو ذرا

ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ⑧ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ⑨

مہلت نہ دی جاتی ⑧ اور اگر ہم اس (نبی) کو فرشتہ بنا کر بھیجتے تو بھی ہم اسے انسان ہی کی شکل میں بھیجتے اور (جب بھی) ہم انھیں اسی شے میں ڈالتے جس

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑩

میں وہ اب پڑے ہوئے ہیں ⑩ اور (اے نبی!) یقیناً آپ سے پہلے رسولوں سے بھی مذاق کیا گیا تھا، پھر ان میں سے جن لوگوں نے مذاق کیا تھا، انھیں

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ⑪

اس عذاب نے اٹھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ⑩ (اے نبی!) کہہ دیجیے تم زمین میں گھومو پھر، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟ ⑪

عناد کی وجہ سے مشرکوں کی سرزنش: اللہ تعالیٰ نے تکذیب اور عناد سے کام لینے والے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے انبیائے کرام کی صداقت کی دلیل، معجزے اور حجت کی کیسی ہی نشانی کیوں نہ آجائے، یہ اس سے اعراض ہی کریں گے، اس کی طرف نہیں دیکھیں گے اور اسے کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ط فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَفْئُتُوْا مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑤ ﴾ ”پس تحقیق جب ان کے پاس حق آیا تو اسے بھی انھوں نے جھٹلادیا، چنانچہ ان کو ان چیزوں کا جن سے یہ استہزا کرتے ہیں، عنقریب انجام معلوم ہو جائے گا۔“ حق کی تکذیب کرنے کی وجہ سے یہ مشرکوں کی سرزنش اور ان کے لیے شدید وعید ہے کہ جس چیز کی یہ تکذیب کر رہے ہیں، وہ ان کے پاس ضرور آ کر رہے گی، انھیں اس کا انجام ضرور معلوم ہو جائے گا اور ان پر اس کا وبال ضرور آ کر رہے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں وعظ و نصیحت کی اور اس بات سے ڈرایا ہے کہ یہ بھی اس عذاب اور دنیوی سزا میں مبتلا نہ ہو جائیں جس سے ان جیسے وہ لوگ گزشتہ صدیوں میں دوچار ہوئے تھے جو اپنی طاقت و قوت، جمعیت، مال و دولت، اولاد اور زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھانے اور اسے آباد کرنے کے اعتبار سے ان سے کہیں بڑھ کر تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنْهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ يُسَكِّنْ لَّكُمْ ۖ ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا جن کے پاؤں ملک میں ایسے جمادیے تھے کہ تمھارے پاؤں بھی ایسے نہیں جمائے۔“ یعنی جس طرح انھیں مال و اولاد، طویل عمروں، عظمتوں، خوش حالیوں اور عظیم لشکروں سے نوازا تھا تمھیں نہیں نوازا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَارْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۖ ﴾ ”اور ان پر آسمان سے لگاتار مینہ برسا یا۔“ یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے ﴿ وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ ۖ ﴾ ”اور نہریں بنا دیں جو ان کے (مکانوں کے) نیچے بہ رہی تھیں۔“ یعنی انھیں مہلت دینے کے لیے آسمان سے بارشیں بھی کثرت سے برسا دیں اور زمین پر ان کے لیے نہریں اور چشمے بھی جاری کر دیے، ﴿ فَاهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۖ ﴾ ”پھر

ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا۔“ یعنی ان گناہوں اور برائیوں کے سبب جن کا انھوں نے ارتکاب کیا تھا۔ ﴿وَأَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ﴾ ⑥ ”اور ہم نے ان کے بعد اور امتیں پیدا کر دیں۔“ یعنی پہلے لوگ گزشتہ کل کی طرح چلے گئے اور ہم نے انھیں قصے کہانیاں ہی بنا دیا، ﴿وَأَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ﴾ ⑥ ”اور ہم نے ان کے بعد اور امتیں پیدا کر دیں۔“ یعنی ان کے بعد ایک دوسری نسل کو زمین پر بسا دیا تاکہ اس کی آزمائش کریں اور ان لوگوں نے بھی جب اپنے سے پہلے لوگوں ہی کی طرح برے عمل کیے تو انھیں بھی ان کی طرح ہلاک کر دیا گیا، لہذا لوگو! تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں تمہارا انجام بھی انھی جیسا نہ ہو کیونکہ تم اللہ کی نگاہ میں ان سے عزیز تر نہیں ہو جبکہ یہ رسول جس کی تم تکذیب کر رہے ہو، یہ یقیناً اللہ کی نگاہ میں ان کے رسولوں سے زیادہ مکرم ہیں، لہذا اگر اللہ تعالیٰ کے لطف و احسان کی فیض رسانی نہ ہو تو تم تو ان کی نسبت عذاب اور جلد سزا کے زیادہ مستحق ہو!

﴿تفسیر آیات: 11-7﴾

رسول کی بشریت کے انکار کی وجہ سے ان کی مذمت: اللہ تعالیٰ مشرکوں کے عناد، حق کی مخالفت اور ان کے لڑائی جھگڑے کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ﴾ ... ”اور (اے نبی!) اگر ہم آپ پر کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے۔“ یعنی اس کا معائنہ کر لیتے، اپنے سر کی آنکھوں سے اُسے نازل ہوتے ہوئے دیکھ لیتے اور اپنے ہاتھوں سے اُسے چھو بھی لیتے ﴿لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ﴾ ⑦ ”تو جو کافر ہیں وہ یہی کہہ دیتے کہ یہ تو (صاف اور) صریح جادو ہے۔“ یہ ایسے ہی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے محسوسات کے بارے میں ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ﴾ ⑧ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ﴿ (الحجر 15:14,15) ”اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں، پھر وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں گے کہ بے شک ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ﴾ ⑨ (الطور 44:52) ”اور اگر یہ آسمان سے (عذاب کا) گرتا ہوا کوئی ٹکڑا دیکھیں گے تو کہیں گے: (یہ) تہ بہ تہ بادل ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ط﴾ ”اور وہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟“ تاکہ وہ ان کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈراتا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ أُنْزِلْنَا مَلَكًا لَّفُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ﴾ ⑩ ”اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا، پھر انھیں (مطلق) مہلت نہ دی جاتی۔“ یعنی اگر اس حالت میں ان کے پاس فرشتے نازل ہوتے تو وہ ان کے پاس عذاب لے کر آتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا نُنْزِلُ إِلَيْكَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُّنْظَرِينَ﴾ ⑪ (الحجر 8:15) ”(کہہ دیجیے:) ہم فرشتوں کو نازل نہیں کیا کرتے مگر حق (عذاب) کے ساتھ اور اس وقت اُن (کفار) کو مہلت نہیں دی جاتی۔“ اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يَرَوْنَ

الْمَلٰٓئِكَةُ لَا يَنْصُرُوْنَ الْبٰشِرٰٓيْنَ يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِاِذْنِ رَبِّكَ (الفرقان 22:25) ”جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے، اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُوْجَعَلْنٰهُ مَلَكًا لِّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَكَّبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبَسُوْنَ ۝۹﴾ اور اگر ہم کسی فرشتے کو بھیجتے تو اسے مرد کی صورت میں بھیجتے اور جو شے (اب) کرتے ہیں اسی شے میں ہم پھر انھیں ڈال دیتے۔“ یعنی اگر ہم انسانوں کی طرف کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے تو اسے انسانی شکل و صورت ہی میں بھیجتے تاکہ انسانوں کے لیے اس سے مخاطب ہونا اور دین سیکھنا ممکن ہوتا اور اگر ہم ایسا کرتے تو یہ پھر بھی اپنے انھی شبہات میں مبتلا رہتے جن میں اب یہ بشر کی رسالت و نبوت قبول کرنے کے سلسلے میں شبہات میں مبتلا ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ لَّوْكَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْنُوْنَ مَطْمَئِنِّينَ لَنَنْزِلُنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝۱۰﴾ (بنی اسرائیل 95:17) ”کہہ دیجیے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے (اور) آرام کرتے (ہستے) تو ہم ان کے پاس فرشتے ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر یہ بھی رحمت ہے کہ وہ ہر قسم کی مخلوق کے پاس انھی میں سے رسول بھیجتا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے ہم کلام ہو سکیں اور سوال و جواب کی صورت میں ان کے لیے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانا ممکن ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ ۝۱۶﴾ (آل عمران 164:3) ”بلاشبک وشبہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں اُنھی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور انھیں پاک کرتا ہے۔“

ضحاک رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر انسانوں کے پاس کوئی فرشتہ پیغمبر بن کر آتا تو وہ بھی یقیناً انسانی صورت ہی میں آتا کیونکہ انسان فرشتوں کو ان کی اصل نورانی شکل میں نہیں دیکھ سکتے۔ ﴿وَلَكَّبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبَسُوْنَ ۝۹﴾ اور جو شبہ وہ (اب) کرتے ہیں اسی شے میں ہم پھر انھیں ڈال دیتے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس اختلاط میں یہ اب مبتلا ہیں اسی میں ہم انھیں مبتلا کر دیتے۔ ﴿اور والہی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جس شے میں یہ اب مبتلا ہیں اسی شے میں ہم انھیں تب بھی مبتلا کر دیتے۔﴾

ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَقَدْ اَسْتَهْزِئُوْا بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰﴾ اور بے شک آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی تمسخر کیا گیا تو جو لوگ ان میں سے تمسخر کیا کرتے تھے، ان کو تمسخر (کی سزا) نے آ گھیرا۔“ قوم کے تکذیب کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو یہ تسلی دی ہے اور مومنوں سے فتح و نصرت اور دنیا و آخرت میں اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔ پھر فرمایا: ﴿قُلْ سَيُرَوْنَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ اَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِيْنَ ۝۱۱﴾

① تفسیر الطبری: 202/7. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1267/4. ③ تفسیر الطبری: 203/7 و تفسیر ابن ابی حاتم:

قُلْ لِّمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ ط قُلْ لِلّٰهِ ط كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرِّحْمَةَ ط لِيَجْعَلَ كُمْ إِلَىٰ يَوْمِ

ان سے پوچھیے: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ کس کے لیے ہے؟ کہہ دیجیے: اللہ ہی کے لیے ہے۔ اس نے (مخلوق پر) مہربانی کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا

الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ط الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي الْآلِ

ہے۔ وہ قیامت کے دن تمہیں ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا ہے، تو وہ ایمان نہیں لاتے ﴿١٢﴾ رات

وَالنَّهَارُ ط وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣﴾ قُلْ أَعِزَّ اللَّهُ اتَّخَذَ وَلِيًّا فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَهُوَ

(کے اندھیرے) اور دن (کے اجالے) میں جو کچھ ظہر ہوا ہے، وہ اللہ ہی کا ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور خوب جانتا ہے ﴿١٣﴾ (اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا میں اس اللہ

يُطْعَمُ وَلَا يُطْعَمُ ط قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ

کے سوا اور معبود بنالوں؟ جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، اور وہ (سب کو) کھلاتا ہے اور اسے نہیں کھلایا جاتا، کہہ دیجیے: بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے

الْمُشْرِكِينَ ﴿١٤﴾ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ

کہ میں وہ پہلا شخص ہو جاؤں جو اسلام لایا اور آپ ہرگز مشرکوں میں شامل نہ ہو جائیں ﴿١٤﴾ کہہ دیجیے: بے شک اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو میں ایک

يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ط وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿١٦﴾

بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ﴿١٥﴾ اس دن جس شخص سے عذاب ہٹا لیا گیا تو یقیناً اس پر اللہ نے رحم کر دیا اور یہی ہے واضح کامیابی ﴿١٦﴾

”(اے نبی!) کہہ دیجیے: (اے منکرین رسالت!) ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟“ یعنی اپنے دلوں میں سوچو اور غور کرو کہ گزشتہ صدیوں میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب اور مخالفت کرنے والوں کا کیا انجام ہوا، دنیا میں انھیں کس قدر عبرت ناک عذاب اور سزا دی گئی؟ اور آخرت کا دردناک عذاب اس کے علاوہ ہے جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے کیسے اپنے پیغمبروں اور اپنے اہل ایمان بندوں کو دنیا و آخرت کی کامرانیوں اور سعادتوں سے نوازا!

تفسیر آیات: 12-16

اللہ ہی خالق و رازق اور منعم ہے، چنانچہ اس کی اطاعت واجب ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے، ان سب کا مالک ہے، اس نے اپنی ذات گرامی پر رحمت کو لازم قرار دے لیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ، كَتَبَ (فِي كِتَابِهِ)، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي] ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے اپنے پاس کتاب (لوہ محفوظ) میں، جو عرش کے اوپر ہے، یہ تحریر لکھی: بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔“ ﴿١٢﴾

ارشاد الہی ہے: ﴿لِيَجْعَلَ كُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ط﴾ ”وہ تم سب کو قیامت کے دن جس میں کچھ بھی شک نہیں

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَيَحْدِّثُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ ط.....﴾ الآية (آل عمران 28:3)، حدیث:

7404 و صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة رحمة اللہ تعالیٰ، وأنها تغلب غضبه، حدیث: 2751 - التفسير، تفسیر ابن

کثیر میں [فی کتابہ] کی جگہ [کتاباً] ہے جو کہ مسند أحمد: 259/2 میں ہے۔

ضرور جمع کرے گا۔“ لَيَجْمَعَنَّكُمْ ۝ کالام قسمیہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایک مقررہ دن میں ضرور جمع کرے گا ۝ اِلَىٰ مِيقَاتٍ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝ (الواقعة 56:50) ”ایک معلوم دن کے مقررہ وقت تک“ اور اس دن سے مراد روز قیامت ہے جس کے بارے میں اس کے مومن بندوں کو قطعاً کوئی شک نہیں ہے، ہاں! البتہ انکار اور تکذیب کرنے والوں کو رب تعالیٰ کے فیصلوں کے بارے میں ضرور شک ہے۔ فرمان الہی ہے: ﴿الَّذِينَ خَسِرُوا اَنْفُسَهُمْ﴾ ”جن لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال رکھا ہے۔“ یعنی جنہوں نے قیامت کے دن کے نقصان میں اپنے آپ کو مبتلا کر رکھا ہے ﴿فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ⑩ ”تو وہ ایمان نہیں لاتے۔“ یعنی قیامت کے دن کی تصدیق نہیں کرتے اور نہ اس دن کی سختی سے ڈرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَكُمْ مَّا سَكَنَ فِي الْاَيْلِ وَالْهَاطِطِ﴾ ”اور جو کچھ رات (کے اندھیرے) اور دن (کے اجالے) میں ٹھہرا ہوا ہے، (سب) اسی کا ہے۔“ یعنی آسمانوں اور زمین کی ہر ہر چیز اسی کی غلام اور اسی کی مخلوق ہے اور سب کے سب اسی کے تسلط، تصرف اور تدبیر کے تحت ہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿وَهُوَ السَّيِّعُ الْعَلِيمُ﴾ ⑪ ”اور وہ سب کچھ سنتا، خوب جانتا ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں کے تمام اقوال کو سنتا ہے اور ان کی تمام حرکات و سکنات ان کے دلوں کی دھڑکنوں اور سینوں کی خفیہ باتوں تک کو بھی جانتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ سے جنہیں اس نے توحید عظیم اور شرع مستقیم کے ساتھ مبعوث فرمایا اور لوگوں کو اللہ کے سیدھے رستے کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا، مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ اَغْيَرُ اللّٰهُ اَتَّخِذُ وَلِيًّا قَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”کہہ دیجیے: کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو مددگار بناؤں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے؟“ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوْنَ اَنْ اَعْبُدُ اَيْهَا الْجَاهِلُوْنَ﴾ ⑫ (الزمر 64:39) ”کہہ دیجیے: اے نادانوں! کیا تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی پرستش کرنے لگوں۔“ معنی یہ ہیں کہ میں اس اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہیں بناتا جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جس نے انہیں کسی سابقہ مثال کے بغیر وجود بخشا اور پیدا فرمایا ہے۔

﴿وَهُوَ يُطْعَمُ وَلَا يُطْعَمُ ط﴾ ”اور وہی (سب کو) کھلاتا ہے اور اسے نہیں کھلایا جاتا۔“ یعنی وہ اپنی ساری مخلوق کو تو رزق عطا فرماتا ہے مگر وہ خود اپنے بندوں کا قطعاً محتاج نہیں ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ يُطْعَمُوْا ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝﴾ (الدّٰرِیْتُ 58-56:51) ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے طالب رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں، بے شک اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور (اور) مضبوط ہے۔“ بعض نے ان الفاظ کو اس طرح بھی پڑھا ہے: [وَهُوَ يُطْعَمُ وَلَا يُطْعَمُ] یعنی وہ کھانا کھلاتا تو ہے مگر خود نہیں کھاتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اہل قبا میں سے ایک انصاری نے نبی اکرم ﷺ کو کھانے کی دعوت

دی تو ہم بھی آپ کے ساتھ گئے، جب نبی اکرم ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور ہاتھ دھو لیے تو یہ دعا فرمائی:

[الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يُطْعِمُ وَلَا يَطْعَمُ، وَمَنْ عَلَيْنَا فِهْدَانَا، وَأَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَكُلَّ بَلَاءٍ حَسَنٍ أَنْبَأَنَا، الْحَمْدُ لِلَّهِ غَيْرِ مُودِّعٍ (رَبِّي) وَلَا مُكَافِيٍّ وَلَا مَكْفُورٍ، وَلَا مُسْتَعْنِيٍّ عَنْهُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا مِنَ الطَّعَامِ، وَسَقَانَا مِنَ الشَّرَابِ، وَكَسَانَا مِنَ الْعُرَى، وَهَدَانَا مِنَ الضَّلَالَةِ، وَبَصَرَنَا مِنَ الْعَمَى، وَفَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ]

”سب تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جو اپنے بندوں کو تو کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا، اس نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں ہدایت سے نوازا اور کھلایا پلایا اور ہر اچھی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس کو کبھی خیر یا بد نہیں کہا جاسکتا، نہ اس کا بدلہ دیا جاسکتا ہے، نہ ناشکری کی جاسکتی ہے اور نہ بے نیازی اختیار کی جاسکتی ہے۔ سب تعریف اس اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور زیب تن کرنے کے لیے لباس عطا فرمایا، اور ہمیں (گمراہی سے محفوظ فرما کر) ہدایت سے نوازا، اور ہمیں (کفر کے) اندھے پن سے (محفوظ فرما کر ایمان کی) بینائی سے نوازا اور اپنی بہت سی مخلوق کے مقابلے میں ہمیں شرف و فضل سے سرفراز فرمایا، ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کی ذات گرامی کے لیے ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔“^①

﴿قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ﴾ (یہ بھی) کہہ دیجیے کہ بے شک مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں۔ یعنی اس امت میں سے پہلے اسلام لانے والا میں خود ہوں۔ ﴿وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُسْرِكِينَ﴾^② اور (یہ کہ اے پیغمبر!) آپ ہر گز مشرکوں میں شامل نہ ہو جائیں۔ ﴿قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾^③ (یہ بھی) کہہ دیجیے کہ بے شک اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ بڑے دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔

﴿مَنْ يُصْرِفْ عَنْهُ﴾ یعنی جس شخص سے عذاب ٹال دیا گیا ﴿يَوْمَ يَفْقَدُ رَحْمَةً﴾ ”اس روز تو یقیناً اس پر مہربانی فرمائی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے۔ ﴿وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْبَیِّنُ﴾^④ ”اور یہ کھلی کامیابی ہے۔“ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ ذُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آل عمران 158) ”پھر جو شخص آتش (جہنم) سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا، تو وہ مراد کو پہنچ گیا۔“ مراد کو پہنچنے کا مطلب نفع کا حاصل ہونا اور نقصان سے بچنا ہے۔

① السنن الكبرى للنسائی، عمل اليوم والليلة، باب ما يقول إذا غسل يديه؟ 82/6، حديث: 10133 والمستدرک

للحاكم، الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر: 546/1، حديث: 2003 جبکہ لفظ [رَبِّي] شعب الإيمان للبيهقي:

91/4، حديث: 4377 میں ہے، نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے تمام صیغوں کے ساتھ جمع کی ضمیر ذکر کی ہے، جیسے: [أَطْعَمَنَا مِنَ

الطَّعَامِ.....] جس کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے الدر المنثور: 12/3 میں بیان کیا ہے لیکن کتب احادیث میں جمع کی ضمیر یعنی ”نا“ نہیں بلکہ اس

طرح ہے: [أَطْعَمَ مِنَ الطَّعَامِ.....] واللہ اعلم.

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ط وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

اور اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی پہنچائے، تو وہ ہر چیز پر خوب

قَدِيرٌ ﴿١٧﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ط وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١٨﴾ قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ط

قادر ہے ﴿١٧﴾ اور وہ اپنے بندوں پر زور اور غالب ہے، اور وہ خوب حکمت والا، نہایت باخبر ہے ﴿١٨﴾ (اے نبی! ان سے) کہیے: گواہی کے طور پر کون سی چیز سب

قُلْ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَدَّ وَأَوْحِيَ إِلَىٰ هَذَا الْقُرْآنِ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ط أَيْتَكُمْ

سے بڑھ کر ہے؟ کہہ دیجیے: اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے، اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ اس کے ذریعے سے میں تمہیں اور جس جس کو یہ

لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَى ط قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي

پہنچے (سب) کو ڈراؤں۔ کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ کہہ دیجیے: میں یہ گواہی نہیں دیتا۔ (اور یہ بھی) کہہ دیجیے: کہ صرف وہی

بَرِّئُ عِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ اتَّبَلْتَهُمْ اَلَكُتِبَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ مَّا الَّذِينَ

ایک معبود ہے، اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو ﴿١٩﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اسے اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے

خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ

بیڑوں کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، تو وہ ایمان نہیں لاتے ﴿٢٠﴾ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے

بِآيَاتِهِ ط إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢١﴾

یا اس کی آیات کو جھٹلائے؟ بے شک ظالم فلاح نہیں پائیں گے ﴿٢١﴾

تفسیر آیات: 21-17

اللہ ہی نفع و نقصان کا مالک اور غالب ہے: اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے کہ وہ نفع و نقصان کا مالک ہے، وہ جس طرح چاہتا

ہے اپنی مخلوق میں تصرف فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ اس کے فیصلے کو بدل سکتا ہے، ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ

بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ط وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾﴾ اور اگر اللہ آپ کو سختی پہنچائے تو اس

کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر نعمت عطا کرے تو (کوئی اس کو روکنے والا نہیں) وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ جیسا کہ

فرمایا: ﴿مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ لَهُ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا﴾ (فاطر 2: 35) ”اللہ جو

اپنی رحمت (کا دروازہ) کھول دے تو کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اس کو کھولنے والا نہیں۔“

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اللَّهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا

مَنْعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ] ”اے اللہ! جو تو عطا فرمائے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو عطا نہ فرمائے اس کو

کوئی دے نہیں سکتا اور کسی دولت مند کو اس کی دولت تجھ سے بچا نہیں سکتی۔“ ﴿١٨﴾ اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ

﴿١﴾ صحیح البخاری، الأذان، باب الذکر بعد الصلاة، حدیث: 844 و صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب الذکر

بعد الصلاة و بیان صفتہ، حدیث: 593 عن المغيرة بن شعبه ؓ.

عِبَادِ ۛط ﴿۱۷﴾ ”اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔“ اس کے سامنے سب گردنیں جھکی ہوئی ہیں، بڑے بڑے جابر و سرکش اس کے سامنے سرنگوں ہیں، سب کے چہرے اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں، وہ ہر چیز پر غالب ہے، ساری مخلوق اس کی تابع فرمان ہے اور اس کی عظمتِ جلال، اس کی کبریائی، اس کی رفعت و سر بلندی اور اشیاء پر قدرت کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے، اس کے سامنے ضعیف و ناتواں اور اس کے تسلط و حکم کے تحت ہے، ﴿وَهُوَ الْحَكِيمُ﴾ ”اور وہ دانائے“ اپنے تمام افعال میں ﴿الْحَكِيمُ﴾ ﴿۱۸﴾ ”(اور) خبردار ہے“ تمام اشیاء کے مقامات کے بارے میں۔ وہ صرف اسی کو دیتا ہے جو اس کا مستحق ہو۔

پھر فرمایا: ﴿قُلْ أَمِّي شَقِيءٌ أَكْذِبُ شَهَادَةً﴾ ”ان سے پوچھیے کہ سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے؟“ یعنی اشیاء میں سے کس چیز کی شہادت اللہ کی شہادت سے بڑی ہے؟ ﴿قُلْ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ﴾ ”کہہ دیجیے کہ اللہ ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔“ وہ جانتا ہے ہر اس چیز کو جو میں اللہ کی طرف سے لے کر تمہارے پاس آیا ہوں اور جو تم مجھ سے کہہ رہے ہو۔ ﴿وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ هَٰذَا الْقُرْآنِ لِاتِّذَكَّرْ﴾ ”اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے ڈراؤں (آگاہ کر دوں۔)“ قرآن ہر اس شخص کو آگاہ کرنے والا ہے جس تک وہ پہنچ جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ (ہود: 11-17) ”اور جو کوئی (اور) فرقوں میں سے اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“

ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ بھی اسی طرح دین کی دعوت دے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے دین کی دعوت دی تھی اور ہر اس چیز سے لوگوں کو ڈرائے جس سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا تھا۔^① ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ فَتُكْفَرُوا بِهِ وَلَا تَتَّبِعُوا سُلُوكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِهِمْ﴾ ”اے نبی! کہہ دیجیے کہ میں تو (ایسی) شہادت نہیں دیتا۔“ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ﴾ (الأنعام: 150) ”پھر اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں۔“ ﴿قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ ”کہہ دیجیے کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم لوگ شریک بناتے ہو، بے شک میں اُن سے بیزار ہوں۔“

اہل کتاب نبی اکرم ﷺ کو پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ ان کے پاس جس چیز کو لے کر آئے ہیں، یہ اسے اسی طرح جانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں کیونکہ ان کے پاس سابقہ انبیاء و مرسلین کی طرف سے خبریں موجود ہیں کیونکہ سابقہ تمام کے تمام انبیائے کرام ﷺ نے حضرت محمد ﷺ، آپ کے اوصافِ جلیلہ، صفاتِ حمیدہ، آپ کے وطنِ مالوف، آپ کی جائے ہجرت اور آپ کی امت کے اوصاف کے بارے میں اپنی اپنی امتوں کو بتایا تھا، اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ﴾ ”جنہوں

① تفسیر ابن ابی حاتم: 127/4.

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَبِيْعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِيْنَ أَشْرَكُوا اَيْنَ شُرَكَاءُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ②②

اور جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے، پھر جو لوگ (اللہ کے ساتھ) شریک ٹھہراتے تھے، ان سے ہم کہیں گے: تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم (اللہ کے

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ②③ اَنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا

ساتھ شریک) خیال کرتے تھے؟ ②③ پھر اس (جواب طلبی) پر ان کی معذرت یہی ہوگی کہ وہ کہیں گے: اللہ، ہمارے رب کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے ②③ دیکھیں وہ

عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ②④ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَبِيْعُ اِلَيْكَ ؕ

اپنے آپ پر کیسا جھوٹ گھڑیں گے، اور جنہیں وہ جھوٹے معبود بنا لیتے تھے، سب (وہاں) گم ہو جائیں گے ②④ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی

وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَانْ يَّرَوْا كَلًّا

طرف کان لگاتے ہیں جبکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھ ہی نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ (بہرہ پن) ہے، اور اگر وہ

اٰیَةٍ لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا ط حَتّٰى اِذَا جَاءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ساری نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں (اور) آپ سے جھگڑتے ہیں تو ان میں سے جن

اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ②⑤ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْعُوْنَ عَنْهُ ؕ وَاِنْ يُهْلِكُوْنَ

لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ②⑤ اور وہ دوسروں کو اس (ہدایت) سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں، اور وہ

اِلَّا اَنْفُسُهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ②⑥

اپنے آپ ہی کو ہلاک کر رہے ہیں، اور وہ شعور نہیں رکھتے ②⑥

نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال رکھا ہے۔“ یعنی وہ مکمل طور پر خائب و خاسر ہیں۔ ﴿فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ②⑥ ”چنانچہ وہ ایمان

نہیں لاتے“ اس جلی اور ظاہر امر کے ساتھ جس کی تمام انبیائے کرام نے بشارت دی اور جس کا قدیم و جدید ہر دور میں چرچا رہا۔

پھر فرمایا: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ط﴾ ”اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس

نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا؟“ یعنی اس شخص سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی

بات منسوب کرتے ہوئے یہ دعویٰ کر دے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رسول بنایا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے رسول نہ بنایا ہو،

پھر اس شخص سے بھی زیادہ ظالم اور کوئی نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کی آیات و براہین اور اس کے بیان کردہ دلائل کو جھٹلائے۔ ﴿اِنَّہٗ

لَا یُقْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ②⑦﴾ ”کچھ شک نہیں کہ ظالم لوگ نجات نہیں پائیں گے۔“ یعنی نہ افتراء کرنے والا نجات پا سکتا ہے اور نہ

تکذیب کرنے والا۔

تفسیر آیات: 22-26

مشرکوں سے شرک کے بارے میں باز پرس ہوگی: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ

جَبِيْعًا﴾ ”اور جس دن ہم ان سب لوگوں کو جمع کریں گے۔“ یعنی قیامت کے دن، پھر اللہ تعالیٰ ان سے ان کے بتوں اور معبودان

باطلہ کے بارے میں، جن کی وہ دنیا میں پوجا کرتے تھے، یہ پوچھے گا: ﴿اَيْنَ شُرَكَاءُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ②②﴾

”(آج) وہ تمہارے شریک کہاں ہیں جن کا تمہیں دعویٰ تھا؟“ جیسا کہ سورہ قصص میں فرمایا ہے: ”وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ اَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ“ (القصص 28:62) ”اور جس روز (اللہ) ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تمہیں دعویٰ تھا؟“

ارشاد الہی ہے: ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ﴾ ”پھر ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا۔“ یعنی ان کے پاس اس وقت اس کی کوئی دلیل نہ ہوگی۔ اور عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس سے بڑھ کر ان کی کوئی آزمائش نہ ہوگی۔ ① اَلَا اَنْ قَالُوا وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ② ”سو اے اس کے (کچھ چارہ نہ ہوگا) کہ وہ کہیں گے: اللہ، ہمارے رب کی قسم! ہم شریک نہیں بناتے تھے۔“ اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُوْنَ﴾ ③ ”دیکھیں! انھوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ بولا؟ اور جو کچھ یہ افتراء کیا کرتے تھے، سب ان سے جاتا رہا۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ④ مِنْ دُونِ اللّٰهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ⑤ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكَافِرِيْنَ ⑥﴾ (المؤمن 73:40) ”پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم (اللہ کے) شریک بناتے تھے (یعنی) اللہ کے سوا، کہیں گے: وہ تو ہم سے جاتے رہے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کو پکارتے ہی نہیں تھے، اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔“

بد بخت انسان قرآن سے استفادہ نہیں کر سکتا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ اِلَيْكَ ⑦ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً ⑧ اَنْ يَفْقَهُوْهُ وَفِيْ اَذَانِهِمْ وَقْرًا ⑨ وَإِنْ يُرْوَا كَلًّا ⑩ اَيَّهٖ لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا ⑪﴾ ”اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کی (باتوں کی) طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر تو پر دے ڈال دیے ہیں کہ ان کو سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں ثقل پیدا کر دیا ہے (کہ سن نہ سکیں) اور اگر یہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے۔“ یعنی آپ سے تلاوت قرآن سننے کے لیے آتے تو ہیں لیکن یہ سننا ان کے کسی کام نہیں آ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً﴾ ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ قرآن کو یہ سمجھ ہی نہ سکیں۔ ﴿وَفِيْ اَذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ اور ان کے کانوں میں اللہ تعالیٰ نے ثقل پیدا کر دیا ہے تاکہ قرآن کو یہ اس طرح نہ سن سکیں جس سے ان کو فائدہ حاصل ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دَعَاۗءً وَنِدَاۗءً ط﴾ (البقرة 2:171) ”اور جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی ایسی چیز کو آواز دے جو پکارا اور آواز کے سوا کچھ سن نہ سکے۔“

ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِنْ يُرْوَا كَلًّا ⑩ اَيَّهٖ لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا ط﴾ ”اور اگر یہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے۔“ یعنی یہ لوگ، خواہ کس قدر آیات و دلائل و براہین کا مشاہدہ کر لیں، یہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ یہ فہم اور انصاف سے محروم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاسْمَعَهُمْ ط﴾ (الأنفال

وَلَوْ تَرَىٰ إِذُ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتُنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ

اور اگر آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب وہ آتش پر کھڑے کیے جائیں گے تو وہ کہیں گے: کاش! ایک بار ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی

رِسْمًا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَأَ لَهُمْ مَا كَانُوا يُحْفَوْنَ مِنْ قَبْلُ ط

آیات کو ہرگز نہ جھٹلائیں گے، اور ہم مومنوں میں سے ہوں گے (نہیں)! بلکہ ان کے وہ کرتوت ظاہر ہو چکے ہوں گے جنہیں وہ پہلے چھپاتے تھے۔ اور اگر انھیں

وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا

واپس (دنیا میں) بھیج دیا جائے تو بھی وہ وہی کام کریں گے جن سے انھیں روکا گیا تھا، اور بے شک وہ جھوٹے ہیں (اور وہ کہتے ہیں کہ زندگی تو بس ہماری دنیا ہی

الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذُ وَقَفُوا عَلَى رِجِّهِمْ ط قَالَ أَلَيْسَ هَذَا

کی زندگی ہے، اور ہمیں (دوبارہ) نہیں اٹھایا جائے گا (اور اگر آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے تو وہ فرمائے گا: کیا

بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ط قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾

یہ حق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں! (یہ حق ہے) ہمارے رب کی قسم! تو اللہ فرمائے گا: پھر تم عذاب (کامزور) چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے ﴿٣٠﴾

(23:8) ”اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو ان کو ضرور سناتا۔“

ارشاد الہی ہے: ”حَتَّىٰ إِذَا جَاءَوكَ يُجَادِلُونَكَ“ یہاں تک کہ جب یہ آپ کے پاس آپ سے بحث کرنے کے لیے آتے ہیں۔“ اور حق کے بارے میں باطل کے ساتھ بحث اور مناظرہ کرتے ہیں تو ﴿٣٠﴾ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ ”جو کافر ہیں کہتے ہیں: یہ (قرآن) اور کچھ بھی نہیں صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔“ یعنی آپ جس کتاب کو لے کر آئے ہیں یہ پہلے لوگوں کی کتابوں سے ماخوذ اور منقول ہے، ﴿٣٠﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ ﴿٣٠﴾ ”اور وہ اس سے (اوروں کو بھی) روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں۔“ یہ لوگ اوروں کو بھی حق کی اتباع، رسول کی تصدیق اور قرآن کو تسلیم کرنے سے روکتے ہیں، یعنی ﴿٣٠﴾ وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ ﴿٣٠﴾ خود بھی اس سے دور رہتے ہیں اور اس طرح یہ ان دونوں فتنج فاعلوں کا ارتکاب کرتے ہیں کہ نہ تو خود قرآن سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس سے مستفید ہونے دیتے ہیں۔ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿٣٠﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ ﴿٣٠﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگوں کو حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ ﴿٣٠﴾ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار قریش نہ تو خود نبی اکرم ﷺ کے پاس آتے تھے اور نہ لوگوں کو آنے دیتے تھے بلکہ انھیں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے منع کرتے تھے۔ ﴿٣٠﴾ امام قتادہ، مجاہد، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٣٠﴾ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ ”اور وہ (ان باتوں سے) اپنے آپ ہی کو ہلاک کرتے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے۔“ یعنی اپنے اس طرز عمل سے یہ اپنے آپ ہی کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور اس کا وبال انھی پر لوٹ کر رہے گا اور یہ اس قدر غافل ہیں کہ انھیں اس بات کا شعور تک نہیں۔

تفسیر آیات: 27-30

عذاب کی جھلک دیکھنے پر خواہشات کام نہ آئیں گی: یہاں اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس وقت کی حالت کا ذکر فرمایا ہے جب انھیں روز قیامت جہنم کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، وہ اس کی زنجیروں اور بیڑیوں کو دیکھیں گے اور جب جہنم کی دہشت ناکیوں اور ہولناکیوں کا اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں گے تو بے ساختہ پکار اٹھیں گے: ﴿يَلَيْتُنَا لَوْلَا نُرَدُّ وَلَا نَكْذِبُ﴾ بِأَيِّتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ ”اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تاکہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔“ وہ خواہش کریں گے کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ وہ عمل صالح کر سکیں، اپنے رب کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن بن جائیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُحْفَوْنَ مِنْ قَبْلُ ط﴾ ”(نہیں!) بلکہ یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) اُن پر ظاہر ہو گیا ہے۔“ یعنی اپنے نفسوں میں یہ جس کفر، تکذیب اور عناد کو چھپایا کرتے تھے اور دنیا یا آخرت میں جس کا یہ انکار کیا کرتے تھے، آج وہ سب کچھ ان کے سامنے ظاہر ہو گیا ہے جیسا کہ ان آیات سے تھوڑا سا پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝﴾ (الأنعام: 23، 24) ”پھر ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا (اور) سوائے اس کے (کچھ چارہ نہ ہوگا) کہ وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمارے پروردگار! ہم شریک نہیں بناتے تھے، دیکھیں! انھوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ بولا؟ اور جو کچھ یہ افتراء کیا کرتے تھے، سب ان سے جاتا رہا۔“

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ ان کے سامنے وہ ظاہر ہو جائے جسے وہ جانتے تھے کہ انبیاء دنیا میں ان کے پاس جو کچھ لے کر آئے ہیں، وہ سچ ہے گویا اپنے پیروکاروں کے سامنے اس کے خلاف اظہار کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا: ﴿لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا أَنْزَلَ إِلَهُكُمُ الرَّبُّ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرَ﴾ (بنی اسرائیل: 102) ”تو یقیناً یہ جانتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا ان چیزوں کو کسی نے نازل نہیں کیا (اور وہ بھی تم لوگوں کے) سمجھانے کو۔“ اور اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ (النمل: 14) ”اور انھوں نے بے انصافی اور غرور سے ان کا انکار کیا جبکہ ان کے دل ان کو مان چکے تھے۔“

﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُحْفَوْنَ مِنْ قَبْلُ ط﴾ میں ﴿بَلْ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ دنیا کی طرف واپس لوٹ جانے کی خواہش کا اظہار اس لیے نہیں کریں گے کہ ان کے دلوں میں واقعی ایمان کی رغبت و محبت پیدا ہو جائے گی بلکہ ان کی یہ خواہش اس عذاب کے خوف کی وجہ سے ہوگی جسے وہ اپنے کفر کی سزا کے طور پر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے، لہذا وہ دنیا کی طرف لوٹ جانے کی خواہش کا اظہار اس لیے کریں گے تاکہ وہ اس جہنم کے عذاب سے بچ جائیں جس کا وہ مشاہدہ کر رہے ہوں گے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَكُودُوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَانَّهُمْ لَكَذِبُونَ﴾ ﴿٢٨﴾ ”اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا، وہی پھر کرنے لگیں گے اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔“ یعنی ایمان میں رغبت اور محبت کے لیے (دنیا میں) لوٹائے جانے کی خواہش میں (وہ جھوٹے ہیں۔) پھر ان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَكُودُوا ۝﴾

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَحْسِرْتَنَا عَلَىٰ مَا

بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا حتیٰ کہ جب ان کے پاس قیامت اچانک آجائے گی تو وہ کہیں گے: ہائے افسوس!

فَرَطْنَا فِيهَا ۚ وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۖ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٣١﴾ وَمَا الْحَيَاةُ

ہم سے اس معاملے میں کیسی کوتاہی ہوئی! اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ خبردار! بہت برا ہے وہ بوجھ جو وہ اٹھائیں گے ﴿٣١﴾ اور دنیا کی

الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣٢﴾

زندگی بس کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں، اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے یقیناً بہتر ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں، کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟ ﴿٣٢﴾

”اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے۔“ دنیا کے گھر کی طرف، ﴿لَعَادُوا إِلَيْهَا هُمْوَا عَنْهُ﴾ ”تو بھی وہ وہی کام کریں گے جن سے انھیں روکا گیا تھا۔“ یعنی کفر اور مخالفت (کریں گے) ﴿وَأَنَّهُمْ لَكَذِبُونَ﴾ ﴿٢٩﴾ ”اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔“ یعنی اپنی اس بات میں کہ ﴿يَلْمِزْنَاكَ وَلَا تَكْذِبُ بِلَايَتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿٢٧﴾ ”اے کاش! ہم پھر دنیا میں لوٹا دیے جائیں تاکہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔“ اور اس بات میں بھی یہ جھوٹے ہیں کہ ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ﴾ ﴿٢٥﴾ ”ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم پھر اٹھائے نہیں جائیں گے۔“ یعنی بس یہی دنیا کی زندگی ہے، اس کے بعد آخرت کی کوئی زندگی نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكُوْنُوا عَلَىٰ رِجْلَيْكُمْ ۚ قَالَ الْاِيسَىٰ هَذَا بِالْحَقِّ﴾ ”اور اگر آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے تو وہ فرمائے گا: کیا یہ برحق نہیں ہے؟“ یعنی کیا نہیں ہے یہ دوبارہ زندہ ہونا برحق اور نہیں ہے باطل؟ جیسا کہ تم گمان کرتے تھے؟ ﴿قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُقُوا الْعَذَابَ﴾ ﴿٣٠﴾ ”تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں! اپنے پروردگار کی قسم! (بالکل برحق ہے) تو اللہ فرمائے گا: اب کفر کے بدلے (جو دنیا میں کرتے تھے) عذاب (کے مزے) چکھو۔“ یعنی دنیا میں تم جس عذاب کی تکذیب کرتے تھے، آج اسی کے مزے چکھو، ﴿افْسَحْ هَذَا اَمْرًا اَنْتُمْ لَا تَبْصُرُونَ﴾ ﴿١٥: ٥٢﴾ (الطور: 52) ”کیا پھر یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟“

تفسیر آیات: 31، 32

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے رو برو کھڑے ہونے کو جھوٹ سمجھا وہ خسارہ اٹھائیں گے۔ جب ان کے پاس اچانک قیامت آجائے گی تو وہ گھٹائے میں ہوں گے اور اپنے کیے ہوئے برے اعمال پر ندامت کا اظہار کریں گے۔ اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَحْسِرْتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَطْنَا فِيهَا ۚ﴾ ”یہاں تک کہ جب ان پر قیامت ناگہاں آ موجود ہوگی تو وہ بول انھیں گے کہ (ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔“ ﴿فِيهَا ۚ﴾ کی ضمیر کا مرجع دنیا کی زندگی، اعمال اور قیامت تینوں میں سے ہر ایک ہو سکتا ہے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۖ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ﴾ ﴿٣١﴾ ”اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے، آگاہ رہو! جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں، بہت برا ہے۔“

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ

(اے نبی!) تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، پس بے شک وہ آپ کو نہیں جھٹلائے بلکہ دراصل یہ ظالم تو اللہ کی

يَجْعَدُونَ ③۳ وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبْرُوا عَلَىٰ مَا كَذَّبُوا وَادُّوْا حَتَّىٰ أَتَهُمُ

آیتوں کا انکار کرتے ہیں ③۳ اور (اے نبی!) بے شک آپ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے، تو انھوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیے جانے پر صبر

نَصْرًا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَائِ الْمُرْسَلِينَ ③۴ وَإِنْ كَانَ كَبُرَ

کیا جتنی کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچی اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں، اور یقیناً آپ کے پاس رسولوں کی کچھ خبریں آچکی ہیں ③۴ اور اگر ان

عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلْبًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمُ

لوگوں (کافروں) کا حق سے منہ موڑنا آپ کو ناگوار ہے تو اگر آپ میں یہ طاقت ہے کہ آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لیں،

بِآيَةٍ ط وَكَوْشَاءَ اللَّهِ لَجَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَهْلِينَ ③۵ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ

پھر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے آئیں (تو ایسا کر گزریں) اور اگر اللہ چاہتا تو انھیں ہدایت پر جمع کر دیتا، چنانچہ آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیں ③۵ حق

الَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ③۶

کو قبول تو صرف وہ کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور جو مر دے ہیں، اللہ انھیں اٹھائے گا، پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ③۶

اسباط نے سدی سے روایت کیا ہے کہ جب بھی کوئی ظالم شخص اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک ایسا شخص آتا ہے جس کا چہرہ بہت برا، رنگ سیاہ، بدبودار اور لباس بہت میلا کچھلا ہوتا ہے اور جب وہ اس کے پاس قبر میں آتا ہے تو اسے دیکھتے ہی چلا اٹھتا ہے کہ تم کس قدر بد صورت ہو؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ تمہارا عمل بھی اسی طرح بدترین تھا، وہ پوچھتا ہے کہ تم سے بدبو کس قدر آ رہی ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ تمہارا عمل بھی اسی طرح بدبودار تھا، وہ پوچھتا ہے کہ تمہارا لباس کس قدر میلا کچھلا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ تمہارا عمل بھی اسی طرح میلا کچھلا تھا۔ وہ پوچھتا ہے کہ آخر بتاؤ تو سہی کہ تم ہو کون؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا عمل ہی ہوں، پھر وہ اس کے ساتھ قبر ہی میں رہتا ہے۔ اور جب روز قیامت اسے اٹھایا جائے گا تو وہ اس سے کہے گا کہ دنیا میں تجھے لذتوں اور خواہشوں کے ساتھ اٹھائے پھرتا تھا، اس لیے آج تو مجھے اٹھا، یہ کہہ کر وہ اس کی پشت پر سوار ہو جائے گا اور اسے دھکیل کر جہنم رسید کر دے گا۔ اس آیت کریمہ: ﴿وَهُمْ يَحِطُّونَ أَوْدَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۖ إِلَّا سَاءَ مَا يَزِدُّونَ﴾ ③ اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے، آگاہ رہو! جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں بہت برا ہے“ کے یہی معنی ہیں۔ ①

ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ﴾ ”اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشہ ہے۔“ یعنی دنیا کی اکثریت ایسی ہی ہے ﴿وَلَكِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۚ فَلَآ تَعْقِلُوْنَ﴾ ③۲ ”اور آخرت کا گھر یقیناً بہت اچھا ہے ان کے لیے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں، کیا پھر تم سمجھتے نہیں؟“

نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی: قوم کی طرف سے تکذیب اور مخالفت پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قَدْ عَلِمْنَا لَكَ الذِّمَى يَقُولُونَ﴾ ”تحقیق ہمیں معلوم ہے کہ بے شک ان (کافروں) کی باتیں آپ کو رنج پہنچاتی ہیں۔“ یعنی یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ انھوں نے آپ کی تکذیب کی ہے اور اس کی وجہ سے آپ کو غم اور ان پر افسوس ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتًا ط﴾ (فاطر 8:35) ”تو ان لوگوں پر افسوس کر کے آپ کا دم نہ نکل جائے۔“ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (الشعراء 26:3) ”(اے پیغمبر!) شاید آپ اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔“ ایک اور جگہ فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ (الکہف 6:18) ”(اے پیغمبر!) پھر اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپ ان کے پیچھے غم سے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنَّهُمْ لَا يَكْذِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ ③ ”پس بے شک وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔“ حقیقت میں یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے ﴿وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ ③ ”بلکہ (دراصل) یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔“ یعنی یہ تو حق ہی سے دشمنی رکھتے اور اس کی اپنے دلوں سے مخالفت کرتے ہیں۔

محمد بن اسحاق نے امام زہری کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ابو جہل، البوسفیان صحر بن حرب اور اخنس بن شریق رات کو چھپ کر صبح تک نبی اکرم ﷺ کی تلاوت سنا کرتے تھے اور انھیں ایک دوسرے کے بارے میں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ بھی نبی ﷺ کی تلاوت کو سنتا ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ رات بھر صبح تک یہ آپ کی تلاوت کو سنتے رہے اور جب یہ صبح کے وقت اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے تو اتفاق سے تینوں ایک جگہ اکٹھے ہو گئے، ہر ایک نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ اور جب انھوں نے ایک دوسرے کو بتایا تو کہنے لگے کہ ہمیں آپس میں یہ معاہدہ کر لینا چاہیے کہ ہم آئندہ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اگر قریش کے نوجوانوں کو ہمارے بارے میں یہ معلوم ہو گیا کہ ہم رات کو چوری چھپے قرآن سنتے ہیں تو وہ گمراہ ہو جائیں گے۔ دوسری رات ہوئی تو ان تینوں میں سے ہر ایک شخص پھر رسول اکرم ﷺ کا قرآن سننے کے لیے آیا اور اس نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں یہ خیال کیا کہ وہ نہیں آئیں گے کیونکہ ہمارا آپس میں معاہدہ ہو چکا ہے۔ صبح کے وقت گھروں کو جاتے ہوئے پھر راستے میں جب ایک جگہ جمع ہو گئے تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور انھوں نے پھر یہ معاہدہ کیا کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے مگر تیسری رات ہوئی تو پھر ایسا ہی ہوا اور انھوں نے تیسری بار آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ آئندہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ یہ پختہ عہد کرنے کے بعد انھوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔

دن نکل آیا تو اخنس بن شریق نے اپنی لاشی کو پکڑا اور البوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے گھر چلا گیا اور ان سے کہنے لگا: ابو حظلہ! یہ

بتاؤ کہ محمد ﷺ سے جو کچھ تم نے سنا ہے، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: ابو ثعلبہ! واللہ! میں نے کچھ چیزیں ایسی سنی ہیں جنہیں میں جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان سے کیا مراد ہے اور کچھ چیزیں میں نے ایسی سنی ہیں جنہیں میں نہیں جانتا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ ان سے کیا مراد ہے؟ اخنس نے جواب دیا کہ حلفیہ طور پر تم نے یہ جو بیان کیا ہے، اس کے بارے میں میرا بھی یہی خیال ہے۔

پھر ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے فارغ ہو کر اخنس ابو جہل کے گھر چلا گیا اور اس سے جا کر کہنے لگا: ابوالحکم! محمد ﷺ سے جو کچھ تم نے سنا ہے، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ ابو جہل نے جواب دیا: تو نے کیا سنا ہے؟ بات یہ ہے کہ سرداری اور چودھراہٹ میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے سلسلے میں ہمارا اور بنو عبد مناف کا ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا، وہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تو ہم بھی کھلا دیتے، وہ لوگوں کو سواریاں دیتے تو ہم بھی انھیں سواریاں دے دیتے، وہ لوگوں کو مال و دولت سے نوازتے تو ہم بھی دریغ نہ کرتے حتیٰ کہ دوڑ کا مقابلہ کرنے والے دو گھوڑوں کی طرح ہمارا بھی آپس میں سخت مقابلہ جاری تھا کہ انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم میں ایک نبی پیدا ہوئے ہیں جن پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے تو بھلا ان کی اس بات کا ہم کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں؟ لہذا اللہ کی قسم! ہم اس نبی پر کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کی تصدیق کریں گے۔ اخنس ابو جہل کی یہ بات سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے گھر کی راہ لی۔^①

ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَدُّواْ عَلَىٰ مَا كَذَّبُواْ وَاُودُواْ حَتَّىٰ اَتَتْهُمُ نَصْرُنَا ۖ﴾ اور (اے نبی!) بے شک آپ سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچتی رہی۔“ قوم کی طرف سے تکذیب پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے نبی کو تسلی دی ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ بھی اسی طرح صبر کریں جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی اسی طرح مدد کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ سابقہ انبیائے کرام سے وعدہ فرمایا تھا حتیٰ کہ حضرات انبیائے کرام ہی مآل کے اعتبار سے فتح و نصرت سے سرفراز ہوئے، حالانکہ ان کی قوموں نے بھی ان کی تکذیب کی اور انھیں بے حد تکلیفیں پہنچائی تھیں، پھر دنیا میں بھی فتح و نصرت سے سرفراز ہوئے اور آخرت میں بھی کامیاب و کامران۔ اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ۖ﴾ اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں۔“ یعنی ان باتوں کو جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے دنیا و آخرت کی فتح و نصرت لکھ دی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۖ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۖ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۖ﴾ (الصَّافَّاتُ 37: 171-173) ”اور یقیناً ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے ان بندوں کے لیے صادر ہو چکا جو رسول ہیں کہ یقیناً وہی (منظفرو) منصور ہیں اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔“ اور فرمایا: ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَ الْغُلَبَانِ اَنَا وَرَسُولِي ۖ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۙ﴾ (المجادلة 21: 58) ”اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے بے شک اللہ

① السيرة النبوية لابن هشام، قصة استماع قريش إلى قراءة النبي ﷺ 316، 315/1.

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ط قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ

اور انھوں نے کہا: اس (نبی) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی (بڑی) نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی؟ کہہ دیجیے: بے شک اللہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ کوئی

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أَمَّمْ أَمْثَالُكُمْ ط مَا فَرَّطْنَا

(بڑی) نشانی نازل فرمائے لیکن لوگوں میں سے اکثر علم نہیں رکھتے ﴿٣٧﴾ اور زمین پر چلنے والے کوئی جانور اور اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں جو

فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ط

تمھاری طرح (الگ) امت نہ ہو، ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جس کا ذکر نہ کیا ہو)، پھر وہ سب اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے ﴿٣٨﴾ اور جن

مَنْ يَشَأِ اللَّهُ يُضِلَّهُ ط وَمَنْ يَشَأْ يُصْلِحْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٣٩﴾

لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ اندھروں میں بہرے اور گمگئے ہیں، اللہ جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر لے آتا ہے ﴿٣٩﴾

زور آور (اور) زبردست ہے۔“

ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَائِی الْمُرْسَلِينَ﴾ ﴿٣٤﴾ اور یقیناً آپ کے پاس پیغمبروں کی خبریں پہنچ چکی ہیں

(تو آپ بھی صبر سے کام لیں۔) ”یعنی آپ کے پاس پیغمبروں کی خبریں پہنچ چکی ہیں کہ قوم کی تکذیب کے مقابلے میں انھیں کس

طرح فتح و نصرت سے نوازا گیا؟ آپ کے لیے ان کی زندگی اسوہ و نمونہ ہے۔ پھر فرمایا: ﴿وَإِنْ كَانَ كِبَارُكَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ﴾

”اور اگر ان کی روگردانی آپ پر شاق گزرتی ہے۔“ ﴿فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ﴾ ”تو

اگر آپ میں یہ طاقت ہو کہ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالیں یا آسمان میں سیڑھی (تلاش کریں۔)“ علی بن ابوطلمح نے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ النفق کے معنی سرنگ کے ہیں جس میں آپ داخل ہوں، ﴿فَتَنَاتِهِمْ بِآيَةٍ ط﴾ ”پھر آپ

ان کے پاس کوئی معجزہ لے آئیں“ یا آپ اپنے لیے آسمان میں سیڑھی لگالیں اور آپ اس پر چڑھ کر کوئی نشانی لے آئیں جو

اس سے بہتر ہو جو ہم نے آپ کو دی ہے تو ایسا کر گزریے۔ امام قتادہ اور سدی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿١﴾

ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْخَالِئِينَ﴾ ﴿٣٥﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو

ہدایت پر جمع کر دیتا، چنانچہ آپ ہرگز نادانوں میں نہ ہو جائیں۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ

مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا ط﴾ (یونس 99:10) ”اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب

ایمان لے آتے۔“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ ط﴾

کے بارے میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ شدید خواہش تھی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں اور ہدایت کو قبول کر کے

آپ کی اتباع شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرما دیا کہ ایمان صرف وہی لوگ لائیں گے جن کی قسمت میں لوح

محفوظ میں یہ سعادت مقدر کر دی گئی ہے۔ ﴿٢﴾

ارشاد الہی ہے: ﴿لَا تَمَّا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ط﴾ ”بے شک (حق کو) قبول صرف وہی کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔“ یعنی

اے محمد (ﷺ)! آپ کی دعوت کو وہی لوگ قبول کریں گے جو آپ کی بات کو سنیں اور سمجھیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَيُنْذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝﴾ (یسس 36:70) ”تا کہ وہ اسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر (اللہ کے عذاب کی) بات ثابت ہو جائے۔“ اور فرمایا: ﴿وَالْمَوْتِ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝﴾ (اور مردوں کو تو اللہ قیامت ہی کو) اٹھائے گا، پھر وہ اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔“ مردوں سے یہاں کفار مراد ہیں کیونکہ ان کے دل مردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ انھیں تشبیہ دی ہے جو جسموں کے اعتبار سے مردہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حقارت اور ان کی تنقیص کے لیے یہ فرمایا ہے۔

تفسیر آیات: 37-39

مشرکین کا نشانی نازل ہونے کا مطالبہ: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ پر ان کے مطالبے کے مطابق کوئی خرقِ عادت نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ جیسا کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿كُنْ تُؤْمِنُ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۚ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجَّرَ الْأَنْهَارُ خِلَافَهَا تَفْجِيرًا ۚ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا دَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بَالَهُ الْهَلِكَةُ فَعِيلًا ۚ﴾ (بنی اسرائیل 90:17) ”ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ (عجیب و غریب باتیں نہ دکھائیں یا تو) ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دیں یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور اس کے درمیان آپ نہریں جاری کر دیں یا، جیسے آپ دعویٰ کرتے ہیں، ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾ ”کہہ دیجیے کہ بے شک اللہ (ہر طرح کی) نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نشانی اتارنے پر قادر تو ہے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ اسے مؤخر کیے ہوئے ہے کیونکہ اگر وہ ان کے مطالبے پر نشانی نازل فرمادے اور یہ پھر بھی ایمان نہ لائیں تو اللہ تعالیٰ انھیں جلد دنیا ہی میں سزا دے گا جس طرح اس نے سابقہ قوموں کو دنیا ہی میں سزا دے دی تھی جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۖ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۖ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۝﴾ (بنی اسرائیل 59:17) ”اور ہمیں نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے روکا ہے کہ پہلے لوگوں نے ان کی تکذیب کی تھی اور ہم نے ثمود کو ایک اونٹنی (نبوت صالح کی) کھلی نشانی دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں صرف ڈرانے کے لیے بھیجا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿إِنْ تَشَاءُ نُنْزِلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝﴾ (الشعراء 4:26) ”اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں، پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔“

﴿أَمَّمْ أَمَمًا لَّكُمْ﴾ سے کیا مراد ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَلِيٍّ يَبْجَاحِيهِ إِلَّا أَمَّمْ أَمَمًا لَّكُمْ﴾ ”اور زمین میں جو چلنے پھرنے والا (حیوان) یا دوپروں سے اڑنے والا جانور ہے، ان کی بھی تم لوگوں کی طرح جماعتیں ہیں۔“ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی ایسی جماعتیں ہیں جو اپنے اپنے نام سے پہچانی جاتی

ہیں۔ ① قنادہ فرماتے ہیں کہ پرندے ایک امت ہیں، انسان ایک امت ہیں اور جن ایک امت ہیں۔ ② سدی فرماتے ہیں کہ ﴿إِلَّا آمَمَ امْتَالِكُمْ﴾ یعنی تمہاری جیسی مخلوق ہے۔ ③

ارشاد الہی ہے: ﴿مَا فَرَقْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ”ہم نے کتاب (لوح محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی نہیں کی۔“ سب کا علم اللہ کے پاس ہے، وہ ان میں سے کسی کے رزق اور تدبیر کو نہیں بھولتا، خواہ اس کا تعلق بڑی مخلوق سے ہو یا بحری سے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (ہود: 11:6) ”اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے، وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سوچا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔“ ایسی کتاب میں جس میں ان کے نام، ان کی گنتی، ان کی رہائش اور ان کی تمام تر حرکات و سکنات کو لکھا ہوا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَكَايُنْ مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْصِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (العنکبوت: 29:60) ”اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔“ ارشاد الہی ہے: ﴿ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾ ④ ”پھر وہ سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کیے جائیں گے۔“

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے جمع کرنے سے مراد ان کی موت ہے۔ ⑤ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جمع کرنے سے مراد قیامت کے دن اٹھانا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ (التکویر: 81:5) ”اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے۔“ امام عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس فرمان باری: ﴿إِلَّا آمَمَ امْتَالِكُمْ مَا فَرَقْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ”مگر جو تمہاری طرح (الگ) امت ہو، ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جس کا ذکر نہ کیا ہو) پھر وہ سب اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔“ کے متعلق بیان کیا ہے کہ ساری مخلوق قیامت کے دن جمع کیا جائے گا، جانوروں، حیوانوں، پرندوں اور دیگر تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا عالم یہ ہوگا کہ سینگوں والی بکری سے بے سینگوں کی بکری کو بھی انصاف دلایا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا کہ اب مٹی ہو جاؤ تو انھیں مٹی ہوتے ہوئے دیکھ کر کافر بھی خواہش کرے گا: ﴿يَلَيَّتَنِي كُنْتُ تُرَابًا﴾ (النبا: 78:40) ”اے کاش! میں مٹی ہو جاتا۔“ ⑥ حدیث صورت میں یہ مرفوعاً بھی مروی ہے۔ ⑦

کفار اندھیروں میں بہرے اور گونگے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّوا وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ﴾ ”اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ اندھیروں میں بہرے اور گونگے ہیں۔“ یعنی جہالت، قلتِ علم اور عدم فہم کی وجہ

① تفسیر الطبری: 247/7. ② تفسیر الطبری: 247/7. ③ تفسیر الطبری: 247/7. ④ تفسیر ابن ابی حاتم:

1286/4. ⑤ تفسیر الطبری: 248/7 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الأنعام: 316/2، حدیث: 3231 وتفسیر

عبدالرزاق: 46/2، رقم: 786. ⑥ الأحادیث الطوال للطبرانی، حدیث الصور، ص: 104-114 عن أبي هريرة ؓ.

اور دیکھیے مسند أحمد: 72/1 عن عثمان ؓ.

قُلْ ارْءَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ ۚ إِنْ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے تو بتاؤ کیا تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو؟ ﴿۴۰﴾ بلکہ تم صرف اسی کو

کُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۰﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ

پکارو گے، پھر اگر وہ چاہے گا تو وہ تکلیف دور کر دے گا جس کے لیے تم اسے پکارو گے، اور تم انہیں بھول جاؤ گے جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے ﴿۴۱﴾ اور تمہیں

مَا تُشْرِكُونَ ۚ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَآخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان (امتوں) کو سختی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں ﴿۴۲﴾ پھر جب ان پر ہمارا

يَتَضَرَّعُونَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ

عذاب آیا تو انہوں نے عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور جو عمل وہ کرتے تھے (ان کو) شیطان نے ان کے لیے مزین (خوبصورت) بنادیا ﴿۴۳﴾

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۖ حَتَّىٰ

پھر جب انہوں نے وہ نصیحت بھلا دی جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترانے لگے جو انہیں دی

إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً ۖ فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ﴿۴۴﴾ فَقَطَّعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ

گئی تھیں، تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا، پھر وہ ناامید ہو کر رہ گئے ﴿۴۵﴾ پھر اس قوم کی جزا کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا تھا، اور تمام تعریف

ظَلَمُوا ۖ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۵﴾

اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ﴿۴۵﴾

سے ان کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی بہرہ اور گونگا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اندھیروں اور تاریکیوں میں مبتلا ہو اور کچھ دیکھ بھی نہ سکتا ہو تو اس طرح کا شخص کس طرح ہدایت یاب ہو سکتا ہے یا جن گمراہیوں میں مبتلا ہے تو ان سے وہ کس طرح نکل سکتا ہے؟

جیسے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۖ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٍ لَّآ يَبْصُرُونَ ۚ صُمُّوا بَعْمَىٰ فَمَهْمُ لَا يَرْجِعُونَ ۝﴾ (البقرة: 17، 18) ”اُن کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس

نے (شب تاریک میں) آگ جلائی جب آگ نے اس کے ارد گرد کی چیزیں روشن کیں تو اللہ ان لوگوں کی روشنی لے گیا اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف)

وہ تو نہیں لوٹیں گے۔“ اور جیسے فرمایا: ﴿أَوْ كَظُلُمٍ لِّفِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ۖ ظُلُمٍ لَّآ يَبْصُرُونَ ۚ﴾ (النور: 40) ”یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے دریا نے عمیق میں اندھیرے جس پر لہر چڑھی آتی ہو (اور) اس کے اوپر اور لہر (آ رہی ہو

اور) اس کے اوپر بادل ہو، (غرض) اندھیرے ہی اندھیرے ہوں، ایک پر ایک (چھایا ہوا) جب اپنا ہاتھ نکالے، قریب ہے کہ اسے بھی نہ دیکھ سکے اور جس کو اللہ روشنی نہ دے تو اس کو (کہیں بھی) روشنی نہیں (مل سکتی)۔“ اسی لیے یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿مَنْ

يَشْرَأْ لَآ يَضِلُّهُ ۖ وَمَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝﴾ ”جس کو اللہ چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھے

رستے پر چلا دے۔“ وہ جس طرح چاہے اپنی مخلوق میں تصرف کر سکتا ہے۔

تفسیر آیات: 40-45

مشرکین پر اقامتِ حجت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جو چاہے اسے کر گزرتا ہے، وہ جو چاہے اپنی مخلوق میں تصرف کرتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس کے حکم کو مخلوق پر نافذ ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا، وہی وحدہ لا شریک ہے کہ جب اس سے کچھ مانگا جائے تو وہ جسے چاہے عطا فرمادیتا ہے۔ اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ اَدْعَيْتُكُمْ اِنْ اَتَيْتُكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ﴾ (اے نبی!) کہہ دیجیے: (اے کافرو!) بھلا دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت آ موجود ہو۔“ یعنی ان میں سے کوئی ایک چیز عذاب یا قیامت آجائے ﴿اَغَيَّرَ اللّٰهُ تَدْعُونَ﴾ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۰﴾ ”تو کیا تم (ایسی حالت میں) اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ۔)“ یعنی اس وقت تو تم اس کے سوا کسی اور کو نہیں پکارو گے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اس کے سوا اسے زائل کرنے پر کوئی اور قادر نہیں ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ﴿۱۰﴾ یعنی اگر تم اس کے ساتھ دوسروں کو معبود بنانے میں سچے ہو تو بتاؤ، پھر فرمایا: ﴿بَلْ اِيَّاكَ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ اِلَيْهِ اِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ﴾ ﴿۱۱﴾ ”(نہیں!) بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کے لیے اسے پکارتے ہو وہ اگر چاہتا تو اس کو دور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو (اس وقت) انھیں بھول جاتے ہو۔“ یعنی بوقتِ ضرورت تم اس کے سوا اور کسی کو نہیں پکارتے ہو اور اس وقت تمہارے بت اور جھوٹے معبود ختم ہو جاتے ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا الْاِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ﴾ (بنی اسرائیل 67: 17) ”اور جب تم کو سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس پروردگار کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ (اللہ) تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ لیتے ہو۔“

ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اٰمِیْمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَآخَذْنٰهُمْ بِالْاَسْبَآءِ﴾ ”اور تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے، پھر (ان کی نافرمانیوں کے سبب) ہم نے انھیں سختی کے ساتھ پکڑا، یعنی نفاق اور تنگی معیشت وغیرہ کے ساتھ ﴿وَالضَّرَآءِ﴾ ”اور تکلیف (کے ساتھ)۔“ یعنی بیماریوں اور دکھوں دردوں کی صورت میں پکڑتے رہے۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَنْصَرُّوْنَ﴾ ﴿۱۲﴾ ”شاید کہ وہ عاجزی کریں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اس کے حضور الحاح و زاری کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَوْلَا اِذْ جَآءَهُمْ بِاَسْنَا تَضَرَّعُوْا﴾ ”پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انھوں نے عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟“ یعنی جب ہم نے ان کی آزمائش کی تو انھوں نے کیوں نہ عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہوئے ہماری طرف رجوع کیا؟ ﴿وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ ”اور لیکن ان کے تو دل ہی سخت ہو گئے تھے۔“ یعنی ان میں نرمی اور رقت پیدا نہ ہوئی۔ ﴿وَزَيَّنَّ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ﴿۱۳﴾ ”اور جو کام وہ کرتے تھے شیطان نے (انھیں) ان کے لیے آراستہ کر دیا تھا۔“ اور انھیں شرک، اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور گناہ بھی بھلے معلوم ہوتے تھے، ﴿فَلَمَّا سَاوَا مَا دُرُّوْا بِهٖ﴾ ”پھر جب انھوں نے

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللَّهُ سَبْعَ مِائَاتٍ مِّنْ اَرْضِكُمْ ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْكُمْ هَٰذِهِ الْاَرْضَ كُلَّهَا جَنَّةً ۚ يَٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ۚ اَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۚ

(اے نبی! ان سے) کہہ دیجیے: اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو بتاؤ اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں

يَا تَبْتَئِكُمْ بِهٖ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصِدُّوْنَ ﴿٤٦﴾ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَتٰكُم

یہ (جزیریں) لا دے؟ دیکھیے کس طرح ہم آیتیں پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، پھر بھی وہ منہ موڑتے ہیں ﴿٤٦﴾ کہیے: اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک

عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً ۙ اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الظَّٰلِمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا تُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ

یا کھلم کھلا آجائے تو بتاؤ کیا ظالموں کے سوا کوئی اور لوگ بھی ہلاک کیے جائیں گے ﴿٤٧﴾ اور ہم نے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا جسے خوشخبری دینے والا

اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٤٨﴾

اور ڈرانے والا نہ بنایا ہو، پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اپنی اصلاح کر لے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿٤٨﴾

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٤٩﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، انہیں اس (نا فرمائی کی) وجہ سے عذاب پہنچے گا جو نا فرمائی وہ کرتے تھے ﴿٤٩﴾

اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی فراموش کر دیا۔ اس سے اعراض کیا، اسے بھول گئے اور انھوں نے اسے پس پشت ڈال دیا،

فَتَحْنٰ عَلَيْهِمُ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط ”تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے۔“ یعنی ان کے لیے ہر قسم کے پسندیدہ

رزق کے دروازے کھول دیے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے مہلت اور ان کے خلاف ایک تدبیر تھی، اللہ کی تدبیر

سے اللہ ہی کی پناہ! اسی لیے فرمایا: ﴿٤٩﴾ حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا ۖ ”یعنی یہاں تک کہ جب مال، اولاد اور رزق کی فراوانی کی وجہ

سے خوب اترانے لگے ﴿٤٩﴾ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً ۙ فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ ﴿٥٠﴾ ”(تو) ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اس وقت مایوس

ہو کر رہ گئے۔“ یعنی ہم نے ان کو غفلت میں پکڑ لیا اور وہ ہر قسم کی خیر و بھلائی سے مایوس ہو گئے۔ والہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے روایت کیا ہے کہ [مُبلِس] کے معنی مایوس کے ہیں۔^①

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کشادہ رزق عطا فرمائے اور وہ اسے اللہ کی تدبیر نہ سمجھے تو وہ

بے عقل ہے اور جس شخص کو اللہ رزق کی تنگی میں مبتلا کر دے اور وہ اسے آزمائش نہ سمجھے تو وہ بھی بے عقل ہے، پھر انھوں نے اس

آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿٥٠﴾ فَلَمَّا سَاوَا مَا دُرُّوْا بِهٖ فَتَحْنٰ عَلَيْهِمُ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ

بَغْتَةً ۙ فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ ﴿٥٠﴾ ”پھر جب انھوں نے وہ نصیحت بھلا دی جو انھیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے

کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترانے لگے جو انھیں دی گئی تھیں تو ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا، پھر وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔“

پھر امام حسن بصری نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! یہ بھی لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے کہ پہلے ان کی ضرورتوں اور

حاجتوں کے مطابق انھیں دے دیا جائے، پھر انھیں اچانک گرفت میں لے لیا جائے۔ اسے ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے۔^②

تفسیر آیات: 46-49

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1292/4. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1291/4 والد والمنثور: 23,22/3.

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ہے کہ ان تکذیب اور مخالفت کرنے والوں سے کہہ دیں: ﴿أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَابْصَارَكُمْ﴾ ”بھلا دیکھو تو! اگر اللہ تمہارے کان اور آنکھیں چھین لے؟“ یعنی جس طرح اس نے تمہیں یہ صلاحیتیں بخشی ہیں اسی طرح اگر وہ انہیں سلب کر لے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾ (الملك: 23:67) ”وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔ تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔“ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ کان اور آنکھیں چھیننے سے مراد یہ ہو کہ وہ ان کے ساتھ شرعی فائدہ اٹھانے سے محروم کر دے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَحَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ﴾ ”اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے۔“ جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿أَمَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ﴾ (یونس: 31:10) ”یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟“ اور فرمایا: ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ﴾ (الأنفال: 25:8) ”اور جان رکھو! بے شک اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ط﴾ یعنی کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے جسے یہ قدرت حاصل ہو کہ وہ ان نعمتوں کو تمہیں لوٹا دے؟ جب اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو چھین لے تو اس کے سوا کوئی اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ تمہیں دوبارہ یہ عطا فرما سکے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿أَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ﴾ ”دیکھیے! ہم کس طرح اپنی آیتیں پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔“ یعنی کھول کھول کر بیان کرتے اور واضح کرتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے سوا جن معبودوں کی یہ پوجا کرتے ہیں، وہ سراسر باطل اور ضلالت ہے۔ ﴿ثُمَّ هُمْ يَصْطَفُونَ﴾ ﴿٤٦﴾ ”پھر بھی یہ لوگ روگردانی کیے جاتے ہیں۔“ یعنی اس بیان کے باوجود یہ لوگ حق سے روگردانی کر رہے ہیں اور لوگوں کو بھی حق کی اتباع سے روک رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَنْتُمْ عَذَابَ اللَّهِ بَغْتَةً﴾ ”کہہ دیجیے کہ بھلا بتاؤ تو! اگر تم پر اللہ کا عذاب بے خبری میں آئے۔“ یعنی اچانک آجائے اور تمہیں شعور ہی نہ ہو، ﴿أَوْ جَهْرَةً﴾ ”یا کھلم کھلا اور واضح طور پر کھلی آنکھوں کے سامنے آجائے تو“ ﴿هَلْ يُهْذِلُكَ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ﴾ ﴿٤٧﴾ ”کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور بھی ہلاک ہوگا؟“ عذاب آئے گا تو ان لوگوں کو اپنی پلیٹ میں لے لے گا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہوں گے اور صرف وہی لوگ نجات پائیں گے جو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ہوں گے، ایسے لوگوں کو کوئی خوف ہوگا نہ غم جیسا کہ فرمایا: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ ﴿٤٨﴾ (الأنعام: 82:6) ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا، ان کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَا تُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ﴾ ”اور ہم جو پیغمبروں کو بھیجتے رہے ہیں تو صرف خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے لیے۔“ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو نعمتوں کی خوشخبری سناتے تھے اور کفر کرنے والوں

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ؕ إِن

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو

أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَىٰ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ؕ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾ وَأَنْذِرْ

اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ دیجیے: کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر کیا تم غور نہیں کرتے؟ ﴿٥٠﴾ اور (اے نبی!) آپ اس

بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ

(قرآن) کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرا کہیں جنہیں ڈر رہا ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس اکٹھے کیے جائیں گے، وہاں اس کے سوا ان کا کوئی دوست اور سفارش

لَهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾ وَلَا تَطْرُدُ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ

نہ ہوگا، شاید کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں ﴿٥١﴾ اور ان لوگوں کو اپنے سے مت دور کریں جو اپنے رب کو صبح اور شام پکارتے ہیں، وہ اپنے رب کا چہرہ (رضامندی)

وَجْهَهُ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

چاہتے ہیں، ان کے حساب میں سے کسی چیز کا بوجھ آپ پر نہیں اور آپ کے حساب میں سے کسی چیز کا بوجھ ان پر نہیں، پھر (اگر) آپ ان کو اپنے سے دور کریں

فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ

کے تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے ﴿٥٢﴾ اور ہم نے اسی طرح لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا ہے، تاکہ وہ (انہیں دیکھ کر)

عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا ؕ الْيَسِ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿٥٣﴾ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا

کہیں: کیا ہم میں سے یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ (ہاں) کیا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو (ان سے) زیادہ نہیں جانتا؟ ﴿٥٣﴾ اور جب وہ لوگ آپ

فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَا آتَاكَ مِنْ عَمَلٍ مِنْكُمْ سُوءًا يَجْهَأُ لَكَ

کے پاس آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو کہہ دیجیے: تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے مہربانی کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ بے شک تم

ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَصْلَحَ ۚ فَأَنَّهُ عُفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٥٤﴾

میں سے جو شخص جہالت سے برہم کرے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو یقیناً وہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿٥٤﴾

کو اللہ تعالیٰ کے عذابوں اور اس کی خوف ناک سزاؤں سے ڈراتے تھے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿فَمَنْ أَمِنَ وَأَصْلَحَ﴾ ”پھر جو

شخص ایمان لائے اور نیکو کار ہو جائے۔“ جس شخص کا دل انبیائے کرام کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان لے آئے اور وہ ان کی

اتباع کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لے ﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ ”تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا“ مستقبل کی زندگی میں

﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ﴿٥٤﴾ ”اور نہ وہ غمگین ہوں گے“ ان چیزوں پر جنہیں وہ اپنے پیچھے دنیا میں چھوڑ آئے ہوں گے کیونکہ

انہوں نے جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑا ہوگا اس کا نگہبان اور محافظ اللہ ہوگا، پھر فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَسْتَهْمُ الْعَذَابُ

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ ﴿٥٥﴾ ”اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کی نافرمانیوں کے سبب انہیں عذاب پہنچے گا۔“ انبیائے

کرام ﷺ کے لائے ہوئے دین و شریعت کے ساتھ کفر کرنے، اللہ تعالیٰ کے احکام و طاعت سے خارج ہو جانے اور ممنوع اور

حرام کاموں کے ارتکاب اور محرمات کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے انہیں عذاب ہوگا۔

تفسیر آیات: 50-54

رسول اللہ ﷺ نہ اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں اور نہ غیب جانتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ﴾ ”کہہ دیجیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔“ میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک نہیں اور نہ میں ان میں تصرف کا کوئی اختیار ہی رکھتا ہوں۔ ﴿وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ﴾ اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں کیونکہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے اور مجھے صرف اسی قدر علم حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا ہے۔ ﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ ”اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں فرشتہ ہوں۔“ یعنی میں فرشتہ ہونے کا بھی دعوے دار نہیں ہوں کیونکہ میں تو ایک انسان ہوں، ہاں! البتہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شرف و انعام سے سرفراز فرمایا ہے کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ ”میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔“ یعنی اس سے ایک بالشت برابر بھی کمی بیشی نہیں کرتا۔ ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ﴾ ”کہہ دیجیے کہ بھلا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟“ یعنی جو شخص حق کی اتباع کرے اور ہدایت یافتہ ہو تو وہ اور حق سے دور ہو کر گمراہ ہو جانے والا برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ ﴿أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ﴾ ”کیا پھر تم غور (کیوں) نہیں کرتے؟“ جیسا کہ فرمایا: ﴿أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ط إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (الرعد 13: 19) ”بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہی حق ہے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟ بس نصیحت وہ حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔“

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم مِّنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ﴾ ”اور (اے نبی!) آپ اس (قرآن) کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرائیں جو لوگ خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر کیے جائیں گے (اور جانتے ہیں کہ) اس کے سوا نہ تو ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو نصیحت کریں ﴿الَّذِينَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ﴾ (المؤمنون 57: 23) ”جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں۔“ اور ان لوگوں کو ﴿يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ﴾ (الرعد 13: 21) ”جو اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے اور برے حساب سے خوف رکھتے ہیں۔“

﴿الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا﴾ ”جو لوگ خوف رکھتے ہیں کہ (اپنے پروردگار کے) روبرو حاضر کیے جائیں گے۔“ یعنی قیامت کے دن۔ ﴿لَيْسَ لَهُم﴾ ”ان کے لیے نہ ہوگا“ اس دن ﴿مِّنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ﴾ ”اس کے سوا کوئی دوست اور نہ سفارش کرنے والا۔“ یعنی ان کا اس دن نہ تو کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا جو سفارش کر کے انھیں اس کے عذاب سے بچالے اگر وہ اس کا ارادہ کرے۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ ”شاید کہ وہ پرہیزگار بنیں۔“ انھیں اس دن سے ڈرائیں جس میں اللہ عز و جل کے سوا اور کوئی حاکم نہ ہوگا۔ اور ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ ”کہ ایک مفہوم یہ ہے کہ اس دنیا

میں یہ ایسا عمل کرنا شروع کر دیں جس کی وجہ سے انھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے عذاب سے نجات عطا فرمادے اور بے پایاں اجر و ثواب سے نواز دے۔

رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکریم کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ اور ان لوگوں کو اپنے سے مت دور کریں جو صبح و شام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اس کا چہرہ (رضامندی) چاہتے ہیں۔ ان اوصاف سے اتصاف پذیر لوگوں کو اپنے پاس سے دور نہ کریں بلکہ انھیں اپنے دوست اور ہم نشین بنالیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِغْ مَنْ غَفَلْنَا قُلُوبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبِعْ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ قُرْطًا﴾ (الکھف: 28) ”اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھیں جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کا چہرہ (رضامندی) چاہتے ہیں، آپ کی نگاہیں ان سے ہٹنے نہ پائیں کہ آپ آرائش زندگی دنیا کے خواست گار ہو جائیں۔ اور آپ اس کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَدْعُونَ رَبَّهُمْ﴾ ”وہ اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں۔“ اس کی عبادت بھی کرتے ہیں اور اس سے دعا بھی کرتے ہیں ﴿بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ﴾ ”صبح و شام۔“ سعید بن مسیب، مجاہد، حسن اور قتادہ رحمہم فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ فرض نماز ادا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (المؤمن: 60) ”اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا۔“

فرمان الہی ہے: ﴿يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ ”وہ اس کا چہرہ (رضامندی) چاہتے ہیں۔“ یعنی وہ اپنے اس عمل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے طلب گار ہیں اور عبادت و طاعت الہی کو بے حد اخلاص کے ساتھ بجالاتے ہیں۔ فرمان الہی ہے: ﴿مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ ”ان کے حساب (اعمال) کی جواب دہی آپ پر کچھ نہیں اور آپ کے حساب کی جواب دہی ان پر کچھ نہیں۔“ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کے جواب میں کہا تھا جنہوں نے یہ کہا تھا: ﴿أَنْتُمْ مِنْ لَدُنْكَ وَالشَّيْءُ لَكَ﴾ ”قَالَ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ إِنَّ حِسَابَهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ۚ“ (الشعراء: 111-113) ”کیا ہم آپ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ آپ کے پیرو تو زویل لوگ ہیں؟ نوح نے کہا کہ مجھے اس کا کیا علم جو وہ عمل کرتے رہے ہیں، ان کا حساب (اعمال) میرے پروردگار کے ذمے ہے، کاش! تم سمجھو۔“ یعنی ان کا حساب اللہ عز و جل کے ذمے ہے، میرے ذمے قطعاً نہیں ہے اور نہ میرا حساب قطعی طور پر ان کے ذمے ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿فَتَطْرُدْهُمْ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ ”اگر آپ ان کو اپنے سے دور کریں گے تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔“ یعنی اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کی یہی حالت ہوگی۔

ارشاد الہی ہے: ”وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ“ یعنی اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کی بعض کے ساتھ آزمائش کی، انھیں امتلا میں ڈالا اور ان کا امتحان لیا ہے۔ ”لَيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا“ ”تاکہ وہ کہیں: کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے فضل کیا ہے؟“ دراصل بعثت کے آغاز میں جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی ان میں غالب اکثریت کمزور مردوں، عورتوں، لونڈیوں اور غلاموں کی تھی، دولت مندوں میں سے بہت کم لوگ تھے، جیسے قوم نوح نے بھی حضرت نوح علیہ السلام سے کہا تھا: ”وَمَا نَرُكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا أَنْ يَنْفَكُوا“ (ہود: 11: 27) ”اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں، سرسری رائے والے“ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے جب کچھ سوالات پوچھے تو ان میں سے ایک سوال نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بھی تھا کہ دولت مند لوگ آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا تھا کہ کمزور لوگ آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔ ہرقل نے یہ جواب سن کر کہا تھا کہ رسولوں کے پیرو کار کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔^①

غرض یہ کہ مشرکین قریش رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان لانے والے کمزور لوگوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور جن پر بس چلتا انھیں بے پناہ تکلیفیں بھی دیتے تھے اور کہتے تھے: ”أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا“ ”کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے فضل کیا ہے؟“ یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خیر کی ہدایت کرتا اگر یہ چیز خیر و بھلائی میں سے ہوتی تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ ہمیں اس سے محروم کر دیتا جیسے ان کا کہنا ہے: ”لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ“ (الأحقاف: 11: 46) ”اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم پر سبقت نہ لے جاتے۔“

جیسا کہ فرمایا: ”وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا“ (مریم: 73: 19) ”اور جب ان لوگوں پر ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو کافر ہیں وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ فریقین میں سے مقام و مرتبہ کس کا بہتر اور مجلس کس کی اچھی ہے۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثْنًا وَرَدًّا“ (مریم: 74: 19) ”اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر دیں، وہ لوگ ساز و سامان اور نمود و نمائش میں (ان سے) کہیں اچھے تھے!“ اور جب انھوں نے یہ کہا: ”أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا“ ”کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے فضل کیا ہے؟“ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”الَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ“^② یعنی کیا وہ شکر کرنے والوں کے اقوال، افعال اور دلوں کے حالات سے واقف نہیں کہ انھیں سلامتی کے رستوں کی توفیق و ہدایت نہ دے اور اپنے حکم سے انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف نہ لے آئے اور انھیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق سے نہ نوازے؟ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ”وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا“

① شخص از صحیح البخاری ، بدء الوحی ، باب کیف كان بدء الوحی إلى رسول الله ﷺ؟ حدیث: 7 و صحیح

مسلم ، الجهاد ، باب كتب النبي ﷺ إلى هرقل، حدیث: 1773 عن ابن عباس ؓ .

وَكَذَلِكَ نَقُصُّ الْأَيَّاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٥٥﴾ قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ

اور ہم اسی طرح آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا راستہ بالکل واضح ہو جائے ﴿٥٥﴾ (اے نبی!) کہہ دیجیے: بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ لَا قَدْ ضَلَلْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ

میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، کہہ دیجیے: میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا، اس صورت میں، میں گمراہ ہو جاؤں گا،

الْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ ط مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ

اور میں ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گا ﴿٥٦﴾ کہہ دیجیے: بے شک میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں، اور تم نے اس دلیل کو جھٹلایا

بِهِ ط إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضِي الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا

ہے، میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسے تم جلدی طلب کر رہے ہو، فیصلہ کا (سارا) اختیار اللہ ہی کو ہے، وہ حق بات بیان کرتا ہے، اور وہ بہترین فیصلہ کرنے

تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقَضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿٥٨﴾ وَعِنْدَهُ

والا ہے ﴿٥٧﴾ کہہ دیجیے: بے شک اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جسے تم جلدی طلب کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملہ کبھی کاچکا دیا گیا ہوتا، اور

مَفَاتِحِ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ط وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ ط وَمَا تَسْقُطُ مِنْ

اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ﴿٥٨﴾ اور اسی کے پاس غیب کی کتبیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے، اور

وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظِلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا

کوئی پتا ایسا نہیں گرتا جسے وہ جانتا نہ ہو، اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ (ایسا) نہیں (پھونکتا جسے وہ جانتا نہ ہو) اور کوئی تر چیز اور کوئی خشک چیز ایسی نہیں

فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٥٩﴾

جو واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) نہ ہو ﴿٥٩﴾

وَرَأَى اللَّهُ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٠﴾ (العنکبوت 29: 69) ”اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے

دکھادیں گے اور بے شک اللہ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔“

اور حدیث صحیح میں ہے: [إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورَتِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، ① وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ]

”بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کی طرف

دیکھتا ہے۔“ ②

ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ﴾ ”اور جب آپ کے پاس ایسے لوگ آیا

کریں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو کہہ دیجیے کہ تم پر سلام ہو۔“ انھیں سلام کہہ کر ان کی عزت افزائی کریں اور انھیں

اللہ تعالیٰ کی وسیع اور بے پایاں رحمت کی خوشخبری سنائیں۔ اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾

① تفسیر ابن کثیر میں أموالکم کے بجائے الْوَالِئِکُمْ ہے لیکن یہ ہمیں کتب احادیث میں نہیں ملا۔ ② صحیح مسلم، البر والصلة،

باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، حدیث: (34)-2564 عن ابی ہریرۃ ؓ۔

یعنی تمھارے رب نے اپنے بندوں پر فضل و کرم اور احسان فرمانے کے لیے اپنی ذات پاک پر رحمت کو لازم قرار دے لیا ہے۔ ﴿اِنَّهُ مِّنْ عَمَلٍ مِّنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ﴾ ”کہ بے شک جو کوئی تم میں سے نادانی سے کوئی بری حرکت کر بیٹھے۔“ یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے وہ بلاشبہ نادان اور جاہل ہی ہے، ﴿ثُمَّ تَابَ مِنِّيْ بَعْدَہٗ وَاصْلَحَ﴾ ”پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور نیکو کار ہو جائے۔“ یعنی گناہوں سے رجوع کر لے، آئندہ ان کا ارتکاب نہ کرنے کا عزم صمیم کر لے اور مستقبل میں نیک عمل کرے، ﴿فَاِنَّہٗ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ﴾ ”تو یقیناً وہ بخشنے والا، مہربان ہے۔“ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ کِتَابِہٖ فَہُوَ عِنْدَہٗ فَوْقَ الْعَرْشِ: اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ] ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو ایک کتاب (لوح محفوظ) میں، جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے، یہ لکھا کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔“^①

تفسیر آیات: 55-59

رسول کی دعوت دلیل پر مبنی ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جس طرح ہم نے پہلے رشد و ہدایت کے رستے اور جدال و عناد کی مذمت کے دلائل و براہین بیان کیے ہیں، ﴿وَکَذٰلِکَ نَقُصِّلُ الْاٰیٰتِ﴾ ”اور اسی طرح ہم (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔“ جن کی مخاطب لوگوں کو ضرورت ہے تاکہ وہ ان کے مطابق عمل کریں۔ ﴿وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِيْلَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ”اور اس لیے کہ گناہ گاروں کا رستہ ظاہر ہو جائے۔“ یعنی مجرموں اور رسولوں کے مخالفوں کا رستہ ظاہر ہو جائے۔ اسے [لِتَسْتَبِیْنَ سَبِيْلَ الْمُجْرِمِيْنَ]^② بھی پڑھا گیا ہے، یعنی اے محمد (ﷺ)! یا اے مخاطب! تاکہ تم مجرموں کے رستے کو پہچان لو۔

ارشاد الہی ہے: ﴿قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ﴾ ”کہہ دیجیے کہ بے شک میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس شریعت کے بارے میں، میں بصیرت پر ہوں جسے اس نے میری طرف وحی کیا ہے۔ ﴿وَکَذٰلِکُمْ یَہٗ ط﴾ ”اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔“ یعنی اس حق کو جھٹلاتے ہو جو میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ ﴿مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ یَہٗ ط﴾ ”جس چیز کو تم جلدی طلب کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔“ یعنی عذاب میرے پاس نہیں ہے۔ ﴿اِنَّ الْحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ ط﴾ ”فیصلہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔“ یعنی عذاب کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر وہ چاہے تو تمھارے مطالبے پر فوراً بھیج دے اور اگر وہ چاہے تو اپنی کسی عظیم حکمت و مصلحت کے پیش نظر اسے مؤخر کر کے تمھیں مہلت

① صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیدُہٗ وَہُوَ اٰہُوْنَ عَلَیْہٗ﴾

(الروم: 27:30)، حدیث: 3194 و صحیح مسلم، التوبۃ، باب سعة رحمة اللہ تعالیٰ وأنها تغلب غضبہ، حدیث: 2751 و مسند أحمد: 313/2 .

② تفسیر کے بعض نسخوں میں [لِتَسْتَبِیْنَ.....] ہے اگرچہ یہ قراءت بھی ہے لیکن اس مذکورہ قراءت کے بعد امام رحمہ اللہ کی وضاحت، یعنی ”اے محمد (ﷺ)! یا اے مخاطب!“ دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد مخاطب کا صیغہ ہے اور [سَبِيْلَ] مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔

دے دے۔ اسی لیے فرمایا: **يَقْضُ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصْلَيْنِ** ﴿57﴾ ”وہ سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“ یعنی وہ بہترین فیصلہ فرمانے والا اور اپنے بندوں کے درمیان بہترین قاضی ہے۔

ارشاد الہی ہے: **قُلْ لَوْ أَنِّي عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ** ﴿58﴾ ”کہہ دیجیے کہ جس چیز کو تم جلدی طلب کر رہے ہو بے شک اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔“ یعنی اگر یہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں تمہیں اس عذاب میں مبتلا کر دیتا جس کے تم مستحق ہو۔ **وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ** ﴿59﴾ ”اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔“

اگر کہا جائے کہ اس آیت کریمہ اور اس حدیث میں تطبیق کیسے ہوگی جو صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر یومِ اُحد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آیا ہے، فرمایا:

[لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكَ، وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعُقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلِ ابْنِ عَبْدِ كَلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أُرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِ، فَلَمْ أُسْتَفَقْ إِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي، فَفَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جَبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَنَادَانِي، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ، لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ، قَالَ: فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ وَسَلَّمْ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، (وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ)، وَقَدْ بَعَثَنِي رَبُّكَ إِلَيْكَ، لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ، فَمَا شِئْتَ؟ (إِنْ شِئْتَ) أَطَبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْأُخْشَبِينَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ أَصْلَابِهِمْ، مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا]

”ہاں! میں نے تمہاری قوم کی طرف سے سب سے زیادہ سخت دن جو دیکھا ہے، وہ عقبہ کا وہ دن تھا جب میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا مگر اس نے میرے ارادے کو پورا نہ کیا تو میں بہت افسردہ خاطر ہو کر اس کے پاس سے چل دیا اور قرن الثعالب^① میں جا کر مجھے ہوش آیا۔ میں نے اپنے سر کو اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے۔ انھوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ آپ کی قوم نے آپ سے جو کہا اور آپ کو جو جواب دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ ان کے بارے میں اسے جو چاہیں حکم دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے اس فرشتے نے مجھے بلایا، سلام کیا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ کی قوم نے

① قرن الثعالب اہل نجد کا میقات ہے، اسے قرن المنازل بھی کہا جاتا ہے اور یہ مکہ مکرمہ سے ایک دن رات کی مسافت پر ہے۔ ابن سعد

نے بیان کیا ہے کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے طائف میں دس دن قیام فرمایا تھا۔ (مترجم) فتح الباری: 364/6 والطبقات

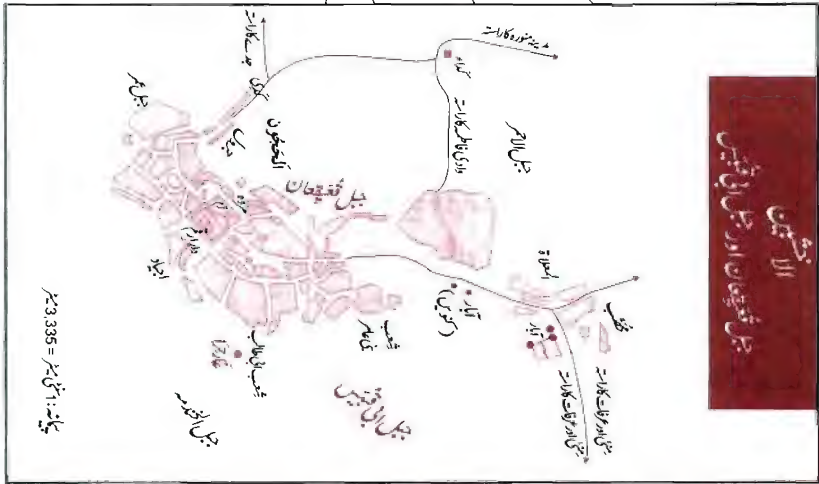
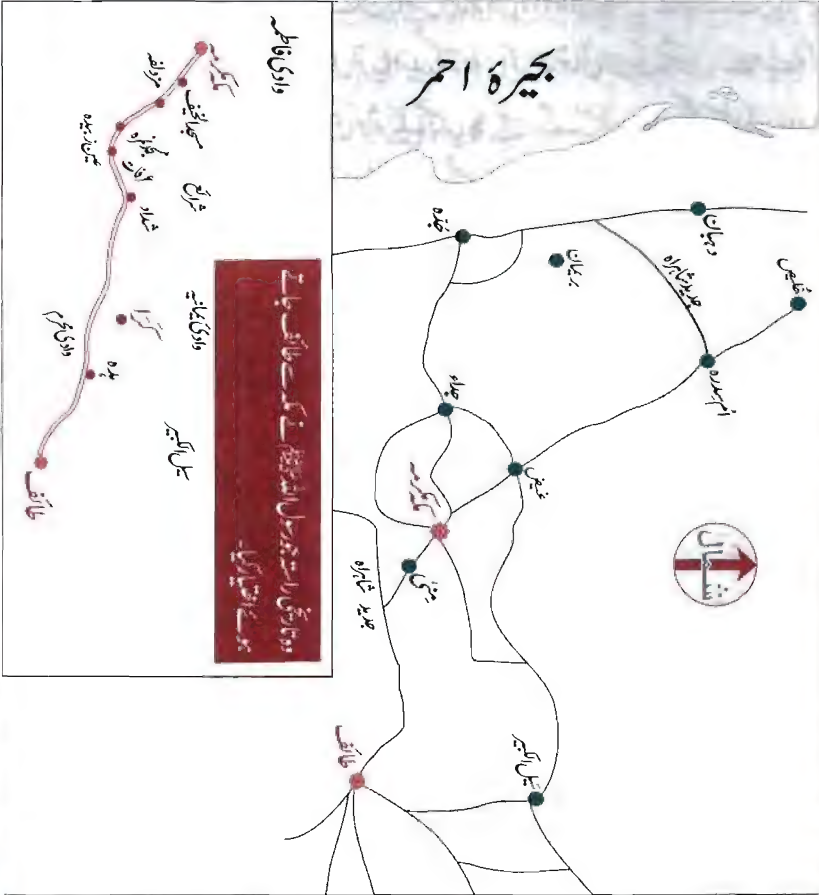
الکبری لابن سعد، ذکر سبب خروج رسول اللہ ﷺ إلى الطائف: 212/1.

آپ سے جو کہا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے سن لیا ہے، آپ کے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ان کے بارے میں آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں اگر آپ چاہیں تو میں ان پر مکہ کے ان دونوں پہاڑوں (البُقِیْس اور اس کے سامنے کے پہاڑ فُتُیْعَان) کو ان پر گرادیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ”بلکہ میں تو یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اللہ کیلئے کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔“^① یہ الفاظ صحیح مسلم کی روایت کے ہیں۔

آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ ان پر عذاب نازل کر کے انھیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے مگر آپ نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ انھیں مہلت دے دی جائے شاید اللہ تعالیٰ ان سے ایسی تسلیں پیدا کر دے جو اس کی ذات کے ساتھ شرک نہ کریں سوال یہ ہے کہ اس حدیث اور اس آیت کریمہ: ﴿قُلْ لَوْ أَنِّي عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَفُتِيهِ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ﴾^② ”کہہ دیجیے کہ جس چیز کے لیے تم جلدی کر رہے ہو بے شک اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔“ میں کس طرح تطبیق ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس وقت عذاب کا واقعہ کر دینا آپ کے اختیار میں ہوتا جب یہ کفار آپ سے عذاب کا مطالبہ کر رہے تھے تو آپ ان پر عذاب واقع کر دیتے جبکہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ کفار نے اس وقت آپ سے عذاب واقع کر دینے کا مطالبہ کیا تھا بلکہ آپ کو تو پہاڑوں پر متعین فرشتے نے یہ پیش کش کی تھی کہ اگر آپ چاہیں تو وہ ان پر انہیں کو گرا دے۔ اس سے مراد مکہ کے وہ دو پہاڑ (البُقِیْس اور فُتُیْعَان) ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے طور پر اہل مکہ کو جنوب سے شمال کی جانب گھیرے ہوئے ہے،^③ اسی لیے آپ نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ انھیں مہلت دے دی جائے۔ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَفَاتِحُ الْغَيْبِ حَمْسٌ: ١. إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ٢. وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ ٣. وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ٤. وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ٥. وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ٦. إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ٧.] (لقمن 31: 34) ”غیب کی کنجیاں پانچ ہیں:“ بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ (حاملوں کے) پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی تنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی۔ بے شک اللہ ہی جاننے والا (اور) خبردار ہے۔“^④ اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾

① صحیح البخاری، بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم: آمین.....، حدیث: 3231 و صحیح مسلم، الجہاد.....، باب مالمقی النبی ﷺ من أذى المشركين والمنافقين، حدیث: 1795، البتہ قوسین والے الفاظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہیں۔ ② آپ ﷺ سے یہ ناروا سلوک تو اہل طائف نے کیا مگر فرشتے نے اہل مکہ کو پیش دینے کی پیش کش اس لیے کی کہ ان کے اس سلوک کا بنیادی سبب اہل مکہ ہی بنے تھے، نیز ان پر جنت بھی قائم ہو چکی تھی۔ ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الأنعام: 59)، حدیث: 4627۔

بحیرہ احمر



وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ

اور وہی ہے (اللہ) جو رات کو تمہیں فوت کرتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کرتے ہو، پھر (دوسرے) دن میں تمہیں اٹھاتا ہے تاکہ (زندگی

اجل مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ

(کی) مقررہ مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے رہے ہو ﴿٦٠﴾ اور وہی اپنے بندوں پر

فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

غالب ہے، اور تم پر محافظ (فرشتے) بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اسے فوت کرتے ہیں، اور وہ اس میں کوتاہی

وَهُمْ لَا يُفْرِطُونَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ ط أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ

نہیں کرتے ﴿٦١﴾ پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا سچا مالک ہے۔ خبردار! فیصلے کا (سارا) اختیار اسی کو ہے، اور وہ بہت جلد

أَسْرَعَ الْحُسَيْنِ ﴿٦٢﴾

حساب لینے والا ہے ﴿٦٢﴾

”اور اسے خشکی اور سمندروں کی سب چیزوں کا علم ہے۔“ اس کا بے پایاں علم بروبحر کی تمام موجودات کا احاطہ کیے ہوئے ہے کہ اس سے ان کی کوئی چیز بھی تو مخفی نہیں ہے، آسمان وزمین کا کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرْدَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ ”اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو جانتا ہے۔“ وہ ذات گرامی جو جمادات تک کی حرکات سے آگاہ ہے، حیوانات خصوصاً ان میں سے جو مکلف ہیں، یعنی جن و انس کی بابت اس کے علم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے بجا فرمایا ہے: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ ﴿١٩﴾ (المؤمن 19:40) ”وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینے چھپاتے ہیں ان کو بھی۔“

تفسیر آیات: 60-62

بندے موت سے پہلے اور بعد میں بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ رات کو اپنے بندوں کی ان کے سونے کی حالت میں، روح قبض کر لیتا ہے، نیند گویا موت اصغر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُعِيسَىٰ إِبْنِي مَرْيَمَ أَنِ امْصُرْ إِلَيَّ﴾ (آل عمران 55:3) یعنی جب اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰ! بے شک میں تمہیں سلا دوں گا اور تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ اور اسی طرح فرمایا: ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ط﴾ (الزمر 39:42) ”اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جس کی موت نہیں آئی ہوتی اسے اس کی نیند میں (قبض کر لیتا ہے) پھر جن پر اس نے موت کا فیصلہ کر دیا ہو ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو ایک وقت مقررہ تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں وفات کبریٰ و صغریٰ دونوں کا ذکر ہے، اسی طرح اس مقام پر بھی وفات صغریٰ پھر کبریٰ دونوں ہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ﴾ ”اور وہی تو ہے جو رات کو

(سوئے کی حالت میں) تمھاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو، اس کو جانتا ہے۔“ یعنی وہ تمھارے دن بھر کے اعمال کو بھی خوب جانتا ہے۔ اس جملہ معترضہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی تمام مخلوق کے لیل و نہار اور ان کی حرکت و سکون کی ہر حالت میں ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (الرعد 13: 10) ”(اللہ کے نزدیک) مساوی ہے کہ کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر ریاات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے۔“

اور فرمایا: ﴿وَمِنْ دَحْتِهِ جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ (القصص 73: 28) ”اور اس نے اپنی رحمت سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل تلاش کرو۔“ یعنی رات کے وقت آرام اور دن کے وقت کام کر کے اس کے فضل کو تلاش کرو اور جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ (النبا 10: 11) ”اور ہم نے رات کو پردہ بنایا اور دن کو ہم نے معاش (کا وقت) بنایا۔“ اسی لیے اس نے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ﴾ ”اور وہی تو ہے جو رات کو تمھاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو تم دن میں کرتے ہو اسے وہ جانتا ہے۔“ یعنی تمھارے اعمال کو۔ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ ”پھر وہ تمھیں اس میں اٹھادیتا ہے۔“ یعنی (دوسرے) دن میں۔ یہ قول مجاہد، قتادہ اور سدی کا ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ ”تاکہ (زندگی کی) مدت معینہ پوری کر دی جائے۔“ اس سے مراد ہر شخص کی زندگی کی معین مدت ہے، ﴿ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ﴾ ”پھر تمھارا اسی کی طرف لوٹنا ہے۔“ یعنی قیامت کے دن، ﴿ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ”پھر وہ تم کو تمھارے عمل جو تم کرتے رہے ہو بتائے گا۔“ یعنی تمھیں تمھارے اعمال کی جزا دے گا، اگر عمل اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر عمل برے ہوئے تو ان کی سزا دے گا۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ ”اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔“ اس نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے اور ہر چیز اس کے جلال، عظمت اور کبریائی کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے، ﴿وَيُرْسِلْ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ ”اور تم پر نگہبان (فرشتے) بھیجتا ہے۔“ یعنی فرشتے انسان کے جسم کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿لَهُ مَعْقِبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾ (الرعد 13: 11) ”اس (انسان) کے لیے باری باری آنے والے (فرشتے) ہیں، جو اس کے آگے اور پیچھے سے اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔“ یعنی محافظ فرشتے ہیں جو اس کے عمل کو محفوظ اور اس کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ﴾ (الانفطار 82: 10) ”اور بے شک تم پر نگہبان (مقرر) ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿إِذْ يَتَلَفَّى السَّالِقِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ﴾ ”مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ“ (ق 50: 17، 18) ”جب (وہ کوئی کام کرتا ہے تو) دو لینے (لکھنے) والے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں (لکھ) لیتے ہیں، کوئی بات بھی وہ (منہ سے) نہیں نکالتا مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔“

”حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا“ (حتی کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کو فوت کرتے ہیں۔) وہ فرشتے جو اس سلسلے میں مقرر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ائمہ نے فرمایا ہے کہ بہت سے فرشتے ملک الموت کے معاون ہیں۔^(۱) وہ جسم سے روح کو نکالتے ہیں اور جب وہ حلق تک پہنچ جاتی ہے تو ملک الموت اسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔ ارشاد الہی ہے: ”وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ“^(۲) ”اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔“ یعنی متوفی کی روح کی حفاظت میں وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے بلکہ وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جہاں اللہ عز وجل چاہتا ہے، اسے پہنچا دیتے ہیں اگر نیکوکاروں میں سے ہو تو اس کی روح کو علیین میں اور اگر بدکاروں میں سے ہو تو اس کی روح کو جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔ وَالْعِبَادُ بِاللّٰهِ۔ ارشاد الہی: ”ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقُّ ط“ ”پھر وہ اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹائے جاتے ہیں۔“ یعنی فرشتے لوٹائے جاتے ہیں۔ ہم یہاں وہ حدیث بیان کرتے ہیں جسے امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس حدیث کا تعلق فرشتوں کے روح کو ایک آسمان سے دوسرے آسمان حتیٰ کہ اس آسمان تک لے جانے سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ الْمَيِّتَ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ قَالُوا: أَخْرِجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ! كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، وَأَخْرِجِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرُوحٍ وَرِيحَانٍ، وَرَبِّ غَيْرِ غَضَبَانَ، قَالَ: فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُسْتَفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هَذَا؟ فَيُقَالُ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: مَرَحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، أُدْخِلِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرُوحٍ وَرِيحَانٍ وَرَبِّ غَيْرِ غَضَبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى يُنْتَهَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.]

فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السَّوُّءَ، قَالُوا: أَخْرِجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ، أَخْرِجِي مِنْهُ دَمِيمَةً وَأَبْشِرِي بِحَمِيمٍ وَغَسَاقٍ، وَآخِرَ مَنْ شَكَلَهُ أَزْوَاجٌ، فَمَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُسْتَفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ: مَنْ هَذَا؟ فَيُقَالُ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: لَا مَرَحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيثَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ، إِرْجِعِي دَمِيمَةً، فَإِنَّهُ لَا يَفْتَحُ لِكَ أَبْوَابِ السَّمَاءِ، فترسل من السماء ثم تصير إلى القبر، فيجلس الرجل الصالح [.....]

”بے شک میت کے پاس فرشتے آ جاتے ہیں اگر آدمی نیک ہو تو وہ کہتے ہیں کہ اے پاک جان! تو نکل آ تو پاک جسم میں تھی، نکل آ تو قابل ستائش ہے، تجھے آرام، خوشبودار پھولوں اور ناراض نہ ہونے والے رب کی خوشخبری ہو، اس سے بار بار یہ کہا جاتا ہے حتیٰ کہ روح نکل آتی ہے، پھر اسے آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے، اس کے لیے دروازہ کھولنے کا کہا جاتا ہے، پوچھا جاتا ہے: کون ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ہے۔ وہ کہتے ہیں: پاک نفس کو خوش آمدید ہو، اچھے جسم میں تھی، داخل ہو جا اس حال

میں کہ تو قابل ستائش ہے، تجھے آرام، خوشبودار پھولوں اور ناراض نہ ہونے والے رب کی خوش خبری ہو۔ ہمیشہ اسے یہ کہا جاتا ہے حتیٰ کہ اسے اس آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔

اور اگر آدمی برا ہو تو اس سے کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! نکل آ، تو خبیث جسم میں تھی، نکل آ تو قابل مذمت ہے، تجھے گرم پانی، پیپ اور اس طرح کے اور بہت سے عذابوں کی خوشخبری ہو۔ اس سے بار بار یہ کہا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ باہر نکل آتی ہے، پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے، اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھولنے کا کہا جاتا ہے تو پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ جواب دیا جاتا ہے: فلاں، تو کہا جاتا ہے کہ اس خبیث جان کو جو خبیث جسم میں تھی خوش آمدید نہ ہو؟ تو واپس لوٹ جا کہ تو قابل مذمت ہے، تیرے لیے آسمان کے دروازوں کو نہیں کھولا جائے گا۔ اسے آسمان سے واپس لوٹا دیا جاتا ہے، پھر اسے قبر میں لے جایا جاتا ہے، پھر نیک آدمی کو بٹھایا جاتا ہے“..... اور اس کو اسی طرح کہا جاتا ہے جس کا ذکر پہلی حدیث میں ہوا ہے۔^①

① مسند أحمد: 140/6 اس روایت کے آخری الفاظ: ”اور اس کو اسی طرح کہا جاتا ہے جس کا ذکر پہلی حدیث میں ہوا ہے۔“ سے مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل روایت ہے جس کو امام احمد نے مسند أحمد: 140، 139/6 میں بیان کیا ہے: [فِيمَ كُنْتَ؟ فَيَقُولُ: فِي الْإِسْلَامِ؟ فَيَقَالُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، حَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، فَصَدَّقْنَاهُ، فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قَبْلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيَقَالُ لَهُ: أَنْظُرْ إِلَى مَا وَفَاكَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ إِلَى الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا، فَيَقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ مِنْهَا، وَيُقَالُ: عَلَى الْيَقِينِ كُنْتَ، وَعَلَيْهِ مَتَّ، وَعَلَيْهِ تَبَعْتُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ.

وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السَّوِّءُ، أُجْلِسَ فِي قَبْرِهِ فِرْعَا مَشْعُوفًا، فَيَقَالُ لَهُ: فِيمَ كُنْتَ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، فَيَقَالُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا، فَقُلْتُ كَمَا قَالُوا، فَتُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قَبْلَ الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا، فَيَقَالُ لَهُ: أَنْظُرْ إِلَى مَا صَرَفَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْكَ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قَبْلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَيُقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ مِنْهَا، كُنْتَ عَلَى الشُّكِّ وَعَلَيْهِ مَتَّ، وَعَلَيْهِ تَبَعْتُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ يَعَذَّبُ]

”تو کس دین پر تھا؟ وہ کہتا ہے: دین اسلام پر، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ اس شخص کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: محمد اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس وہ اللہ کی طرف سے دلیلیں اور کھلی نشانیاں لے کر آئے، چنانچہ ہم نے ان کی تصدیق کی، پھر اس کے لیے آگ کی طرف سے کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس (دوزخ) کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کھا رہی ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے: دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بچایا ہے، پھر اس کے لیے جنت کی طرف سے کھڑکی کھولی جاتی ہے، پس وہ اس کی رونق اور نعمتیں دیکھتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے: یہی تیرا ٹھکانا ہے۔ اور اس سے کہا جاتا ہے: تو (دنیا میں) یقین پر تھا اور اسی پر فوت ہوا اور اللہ چاہے تو یقین ہی پر اٹھے گا۔

اور جب برے آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے وہ پریشان اور گھبراہوا ہوتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے: تو کس دین پر تھا؟ تو وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا وہ کہتا ہے: میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو تھا میں نے بھی ویسے ہی کہہ دیا جیسے لوگوں نے کہا تو اس کے لیے جنت کی طرف سے کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی رونق و تازگی دیکھتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے: اس کی طرف دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے محروم کر دیا ہے، پھر اس کے لیے آگ کی طرف سے کھڑکی کھولی جاتی ہے وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کھا رہی ہے۔ اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے تو شک پر تھا، اسی پر تجھے موت آئی اور اگر اللہ نے چاہا تو اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کو عذاب دیا جائے گا۔“

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ؕ لَّيِّنُ انْجِنَا مِنْ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے؟ تم اسے عاجزی کرتے ہوئے اور رازداری سے پکارتے ہو (اور کہتے ہو) کہ

هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ

اگر وہ ہمیں اس (ممیت) سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے ﴿٦٣﴾ کہہ دیجیے: اللہ ہی تمہیں اس (ممیت) سے اور ہر غم

تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ

سے نجات دیتا ہے، پھر بھی تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو! ﴿٦٤﴾ کہہ دیجیے: وہی اس پر قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے

اَرْجُلِكُمْ اَوْ يُلْسِكُمْ شَيْعًا وَيَذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

سے تم پر عذاب بھیجے، یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک (گروہ) کو دوسرے کی طاقت (کاڑھ) پکھائے۔ دیکھیے! ہم کس طرح آیتوں کو پھیر پھیر کر

لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾

بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ سمجھیں؟ ﴿٦٥﴾

یہاں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ۞ ثُمَّ رُدُّوْا ۝ سے مراد تمام مخلوق ہو اور ۝ اِلٰی اللّٰهِ ۝ سے مراد قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ کے پاس واپس بلایا جانا ہو، پھر ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے عدل کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا جیسا کہ اس نے فرمایا

ہے: قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوعُوْنَ ۝ اِلٰی مِیْقَاتٍ یَّوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ (الواقعة 56: 49، 50)

”کہہ دیجیے کہ بے شک پہلے اور پچھلے (سب) ایک روز مقرر وقت پر جمع کیے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ۝ وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ

مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ تا ۝ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ (الکہف 47: 49) ”اور ان (لوگوں) کو ہم جمع کر لیں گے تو ان میں

سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے اور وہ سب تمہارے پروردگار کے سامنے صف باندھ کر لائے جائیں گے (تو ہم ان سے کہیں گے)

جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا یقیناً (اسی طرح آج) تم ہمارے سامنے آئے ہو لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم

نے تمہارے لیے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا اور (علموں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی تو تم گناہ گاروں کو دیکھو

گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات

کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے اور جو عمل کیے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے اور آپ کا

پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿مَوْلَاهُمْ الْحَقُّ ط اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحُسَيْنِ﴾ ﴿٦٢﴾

”جوان کا مالک برحق ہے، خبردار! فیصلہ اسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے۔“

تفسیر آیات: 63-65

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی پکڑ اور قہر کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ

بروہنجر کی تاریکیوں میں مجبور و مضطر، جنگلوں اور صحراؤں میں حیراں و سرگرداں اور دریاؤں اور سمندروں کی موجوں میں اور

طوفانوں کی لپیٹوں میں آئے ہوئے لوگوں کو اس وقت نجات عطا فرما دیتا ہے جب وہ اسی وحدہ لا شریک سے دعا کرتے ہیں

جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَهُكُمْ﴾ (بنی اسرائیل 67: 17) ”اور جب تم کو سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے (دوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهُمْ رَائِحَةٌ خَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ (یونس 22: 10) ”وہی تو ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ (موافق) ہوا (کے جھونکوں) کے ساتھ سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں ان (کشتیوں) پر زقائے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو لہروں میں) گھیر لیے گئے تو اس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کرتے ہوئے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ (اے اللہ!) اگر تو ہم کو اس سے نجات بخشے تو ہم (تیرے) بہت ہی شکر گزار ہوں گے۔“

فرمایا: ﴿أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيْحَ بُشْرًا لِلَّذِينَ رَحِمَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (النمل 63: 27) ”بھلا کون تم کو خشکی اور تری (سمندر) کے اندھیروں میں رستہ دکھاتا ہے؟ اور (کون) ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے؟ (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں!) اللہ (کی شان) اس سے (کہیں) بلند ہے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔“

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿قُلْ مَنْ يُنَجِّيْكُمْ مِنَ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ ۖ كَهْدٍ دِيحِي: بھلا تم کو جنگلوں اور سمندروں کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے (جبکہ) تم اسے عاجزی کرتے ہوئے اور رازداری سے پکارتے ہو۔“ یعنی جبری اور سری طور پر پکارتے ہو اور کہتے ہو: ﴿لَئِنْ أَنجَيْنَا ۖ﴾ ”اگر اللہ ہم کو نجات بخشے“ اس تنگی سے ﴿لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ ⑥۳ ”تو ہم ضرور اس کے بہت شکر گزار ہوں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيْكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ مُشْرِكُونَ﴾ ⑥۴ ”کہہ دیجیے کہ اللہ ہی تم کو اس (تنگی) سے اور ہر سختی سے نجات بخشتا ہے، پھر بھی تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو!“ یعنی خوش حالی میں تم اس کے ساتھ دیگر معبودوں کو بھی پکارنے لگ جاتے ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ قَوْكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ ۚ ۖ كَهْدٍ دِيحِي کہہ دیجیے کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے۔“ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ پھر تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو تو اس کے فوراً بعد یہ فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا﴾ ”کہہ دیجیے کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر عذاب بھیجے۔“ یعنی تمہیں نجات دینے کے بعد عذاب میں گرفتار کرنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ اس نے سورہ سبحان (بنی اسرائیل) میں فرمایا ہے: ﴿رَبُّكُمُ الَّذِي يُرِيكُمُ الْفُلُكَ فِي الْبَحْرِ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ ⑥۵ ”وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَهُكُمْ فَلَمَّا

نَجِّكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۖ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝ أَفَأَمْنُكُمْ أَلَّا يُخْصِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ۝ أَمْ أَمْنُكُمْ أَلَّا يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيَغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْكَاهٍ تَتَّبِعُونَ ۝ (بنی اسرائیل 66-69)

”تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو، بے شک وہ تم پر مہربان ہے، اور جب تم کو دریا (یا سمندر) میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تم کو ڈوبنے سے بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا، کیا پس تم (اس سے) بے خوف ہو کہ اللہ تمہیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین میں) دھنسا دے؟ یا تم پر سنگریزوں سے بھری ہوئی آندھی چلا دے، پھر تم اپنا کوئی کار ساز نہ پاؤ؟ یا (اس سے) بے خوف ہو کہ تم کو دوسری دفعہ اس (سمندر) میں لے جائے، پھر تم پر تیز ہوا چلائے اور تمہارے کفر کے سبب تمہیں ڈبو دے، پھر تم اس غرق کے سبب اپنے لیے کوئی پیچھا کرنے والا نہ پاؤ؟“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ.....﴾ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ ﴿يَلْبِسْكُمْ﴾ کا لفظ التباس سے ہے اور یہ ﴿يَخْلِطُكُمْ﴾ کے معنی میں ہے، یعنی تمہیں فرقوں اور گروہوں میں الجھا دے یا خلط ملط کر دے جس طرح ﴿يَلْبِسُوا﴾ (النعام: 82) ﴿يَخْلُطُوا﴾ (اور نہ) ملائیں۔ کے معنی میں ہے۔ اور ﴿شَيْعًا﴾ کے معنی مختلف فرقے اور جماعتیں ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ ۖ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَعُوذُ بِوَجْهِكَ. ۖ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ ۖ قَالَ: أَعُوذُ بِوَجْهِكَ. ۖ أَوْ يَلْبِسْكُمْ شَيْعًا وَيَذِيقَ بَعْضُكُمْ بِأَسْ بَعْضٍ ۖ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَذِهِ أَهْوَىٰ. أَوْ هَذَا أَيْسَرُ [

”کہہ دیجیے کہ وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے عذاب بھیجے“ تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! میں تیرے چہرہ اقدس کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں۔ ”یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (عذاب بھیجے)“ تو اس کے بعد آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! میں تیرے چہرہ اقدس کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں۔ ”یا تمہیں فرقے فرقے کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی (کا مزا) چکھا دے۔“ اس کے بعد آپ نے فرمایا: یہ (پہلی دو صورتوں کے مقابلے میں) ہلکا یا کم تر عذاب ہے۔“ ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”کتاب التوحید“ میں بھی بیان فرمایا ہے۔ ② امام نسائی نے بھی اسے اپنی سنن کی ”کتاب التفسیر“ میں روایت کیا ہے۔ ③

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ (النعام 65:6)، حدیث:

4628. ② صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ عزوجل: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (الفصل 88:28)،

حدیث: 7406. ③ السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ.....﴾ (340/6)، حدیث:

ایک اور حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہمارا گزر مسجد بنی معاویہ کے پاس سے ہوا تو آپ مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ مل کر نماز ادا فرمائی، پھر آپ نے اپنے رب تعالیٰ سے طویل دعا کی، پھر فرمایا: [سَأَلْتُ رَبِّي ثَلَاثًا: سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالْغَرَقِ فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُجْعَلَ بِأَسْهُمُ بَيْنَهُمْ فَمَنْعَنِيهَا] ”میں نے اپنے رب تعالیٰ سے تین دعائیں کی ہیں: (1) میں نے اللہ سے دعا کی کہ میری ساری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول کر لیا۔ (2) میں نے دعا کی کہ میری ساری امت کو قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔ (3) اور میں نے دعا کی کہ میری امت کو آپس میں اختلاف و انتشار میں مبتلا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں فرمایا۔“ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے (امام بخاری نے نہیں) اور اسے ”کتاب الفتن“ میں ذکر کیا ہے۔^①

تیسری حدیث: امام احمد نے نجاب بن اَرْت رضی اللہ عنہ، مولیٰ بنی زہرہ، جنھیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے، سے روایت کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ایسی رات میں حاضر رہنے کا شرف حاصل ہوا جو ساری رات آپ نے نماز پڑھتے ہوئے گزاری تھی حتیٰ کہ صبح ہوگئی تو آپ نماز سے فارغ ہوئے، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آج تو ساری رات آپ نے اس طرح نماز میں گزاری ہے کہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ آپ نے اس طرح نماز ادا فرمائی ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أَجَلُ! إِنَّهَا صَلَاةُ رَغَبٍ وَرَهَبٍ، سَأَلْتُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى [فِيهَا] ثَلَاثَ حِصَالٍ، فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنْعَنِي وَاحِدَةً، سَأَلْتُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنْ لَا يُهْلِكَ بِنَا أَهْلُكَ بِهِ الْأَمَمَ قَبْلَنَا فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُظْهِرَ عَلَيْنَا عَدُوًّا غَيْرَنَا فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنْ لَا يَلْبِسَنَا شَيْعًا، فَمَنْعَنِيهَا] ”ہاں! یہ شوق اور ڈر پر مبنی نماز تھی، میں نے اس میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے تین دعائیں کیں تو اس نے میری دو دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا اور ایک کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا: (1) میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ہمیں اس طرح ہلاک نہ کرے جس طرح اس نے ہم سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول فرمایا۔ (2) میں نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ وہ ہمارے غیر میں سے ہمارے کسی دشمن کو ہم پر غالب نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔ (3) اور میں نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ہمیں مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے سے بچائے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں فرمایا۔“^② اس حدیث کو امام نسائی نے اور امام ابن حبان نے اپنی

① صحیح مسلم، الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، حديث: 2890 ومسند أحمد: 175/1 والنقطة .

② مسند أحمد: 109، 108/5.

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمَكَ وَهُوَ الْحَقُّ ط قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ط لِكُلِّ نَبِيٍّ مُّسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ

اور اس (قرآن) کو آپ کی قوم نے جھٹلایا، حالانکہ وہ حق ہے، کہہ دیجیے: میں تم پر نگران نہیں ہوں ۵۵ ہر ایک خبر کا وقت مقرر ہے، اور جلد ہی تم جان

تَعْلَمُونَ ۵۶ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ

لوگے ۵۷ اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں پر کھینچ کر رہے ہوتے ہیں، تو آپ ان کے پاس سے ہٹ جائیں، یہاں تک کہ وہ اس کے

غَيْرِهِ ط وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۵۸ وَمَا عَلَى الَّذِينَ

علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں، اور اگر شیطان آپ کو یہ بات بھلا دے تو یاد آنے پر (ان) ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھیں ۵۸ ان کے حساب میں سے

يَتَّقُونَ مَنْ حَسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ ذِكْرِى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۵۹

کسی چیز کی ذمے داری ان لوگوں پر نہیں جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں، اور لیکن نصیحت کرنا (ان کا فرض) ہے، تاکہ وہ بھی پرہیزگاری اختیار کریں ۵۹

صحیح میں جبکہ امام ترمذی نے ”کتاب الفتن“ میں ذکر کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوَلَيْسَ لَكُمُ شَيْعًا﴾ ”یا تمہیں فرتے فرتے کر دے۔“ یعنی تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر

دے۔ والہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں خواہشات میں مبتلا کر دے۔ ② مجاہد

اور دیگر کئی ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ③ کئی طرق سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [وَتَفْتَرِئُ هَذِهِ

الْأُمَّةَ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ (فِرْقَةً)، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً] ”اور (میری) یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی

اور ایک فرقے کے سوا دیگر سب جہنم رسید ہوں گے۔“ ④

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَيَذِيقُ بَعْضُكُم مِّنَ بَعْضٍ ط﴾ ”اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی (کا مزہ) چکھا

دے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بعض کو بعض پر عذاب اور قتل کے ساتھ مسلط کر

دے۔ ⑤ ارشاد الہی: ﴿أَنْظُرْ كَيْفَ تُصْرَفُ الْآيَاتِ﴾ ”دیکھیے! ہم (اپنی) آیتوں کو کس طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں؟“

یعنی ہم انہیں بیان کرتے، واضح کرتے اور کھول کھول کر ذکر کر دیتے ہیں۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ﴾ ۵۹ یعنی وہ سمجھ جائیں اور

اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے بیان کردہ دلائل و براہین پر غور کریں۔

تفسیر آیات: 66-69

① جامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء فی سؤال النبی ﷺ ثلاثاً فی أمته، حدیث: 2175 وسنن النسائی، قیام اللیل،

باب إحياء اللیل، حدیث: 1639 وصحیح ابن حبان، باب فضل الأمة، ذکر سؤال المصطفیٰ ربہ جل وعلا أن لا یهلك

أمتہ بما أهلك به الأمم قبله: 180، 179/9، حدیث: 7192. ② تفسیر الطبری: 288/7. ③ تفسیر الطبری: 288/7.

④ سنن أبی داود، السنة، باب شرح السنة، حدیث: 4596 وجامع الترمذی، الإیمان، باب ماجاء فی افتراق هذه

الأمة، حدیث: 2640 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب افتراق الأمم، حدیث: 3992 والمستدرک للحاکم، العلم، فصل

فی توقیر العالم: 128/1، حدیث: 443 والنظیر له، البتہ [فرقة] کا لفظ مذکورہ بالا حوالہ جات میں ہے۔ ⑤ تفسیر الطبری:

دعوت، اکراہ کے بغیر رہنمائی ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَكَذَّبَ بِهِ“ اور اس کو جھٹلایا ہے۔“ یعنی اس قرآن، ہدایت اور بیان کو جو آپ ان کے پاس لے کر آئے ہیں ”قَوْمَكَ“ آپ کی قوم نے۔“ یعنی قریش نے ”وَهُوَ الْحَقُّ ط“ حالانکہ وہ (سراسر) حق ہے۔“ کہ اس کے بعد اور کوئی حق نہیں۔ ”قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ط“ آپ کہہ دیجیے کہ میں تم پر نگران نہیں ہوں۔“ نہ میں تمہارا محافظ ہوں اور نہ تم پر تعینات کیا گیا ہوں جیسا کہ فرمایا: ”وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمَن شَاءَ فَلْيُكْفَرْ ط“ (الکھف: 29) ”اور آپ کہہ دیجیے کہ (لوگو! یہ قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔“ یعنی میرا کام تو تمہیں (دین) پہنچا دینا ہے اور تمہارا کام یہ ہے کہ سماع و اطاعت بجالاؤ۔ جس نے میری اتباع کی تو وہ دنیا و آخرت کی سعادتوں اور کامرانیوں کو حاصل کر لے گا اور جس نے میری مخالفت کی وہ دنیا و آخرت میں بدبخت رہے گا۔

اسی لیے فرمایا: ”لِكُلِّ نَبِيٍّ مُّسْتَقَرٌّ ط“ ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ائمہ تفسیر فرماتے ہیں کہ ہر خبر کی ایک حقیقت ہے، یعنی ہر خبر وقوع پذیر ہونے والی ہے، خواہ کچھ عرصے بعد ہی کیوں نہ واقع ہو جیسا کہ فرمایا: ”وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأًا بَعْدَ حِينٍ“ (ص: 38: 88) ”اور تم اس (کی سچائی) کی خبر ایک وقت کے بعد ضرور جان لو گے۔“ اور فرمایا: ”لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ“ (الرعد: 38) ”ہر وعدے کے لیے لکھا ہوا وقت ہے۔“ یہ سرزنش اور بہت شدید وعید ہے، اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ”وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ط“ ”اور تم عنقریب جان لو گے۔“

آیات کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت: ارشاد الہی ہے: ”وَإِذَا دَرَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا“ اور جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں کے بارے میں بے ہودہ گوئی کر رہے ہیں۔“ یعنی ان کی تکذیب کر رہے ہیں اور ان کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ”فَاعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ط“ ”تو آپ ان سے الگ ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اور باتوں میں مصروف ہو جائیں۔“ یعنی آیات الہی کی تکذیب کے بجائے کسی دوسرے موضوع پر بات شروع کر دیں، ”وَإِنَّمَا يُسِيطِرُكَ الشَّيْطَانُ“ ”اور اگر (یہ بات) شیطان تم کو بھلا دے۔“ اس سے مراد امت کا ہر ہر فرد ہے کہ وہ ان تکذیب کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھے جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں تحریف کرتے اور انھیں غلط معانی پہناتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص بھول کر ان کے ساتھ بیٹھ جائے، ”فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِیٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ط“ تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں۔ حدیث میں آیا ہے: [إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي: الْخَطَا وَالنَّسِيَانَ، رُحْمًا رَّهْوًا عَلَيْهِ] ”بے شک میری امت سے خطا و نسیان اور جس پر انھیں مجبور کر دیا گیا ہو، اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔“ ①

اسی آیت کریمہ کی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ کیا گیا ہے: ”وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ

① سنن ابن ماجہ، الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی، حدیث: 2043۔ تفسیر ابن کثیر میں [إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي]

کی جگہ [رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي] کے الفاظ ہیں جو ہمیں کتب احادیث میں نہیں ملے، البتہ شارحین حدیث اور فقہائے امت نے اپنی کتب میں ان

الفاظ کو بیان کیا ہے۔ اور السنن الکبریٰ للبیہقی 357/7 میں [وَضَعَ اللَّهُ] کے الفاظ ہیں، بہر حال تینوں کا معنی ایک ہی ہے۔

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَوةُ الدُّنْيَا وَذَكَرَ بِهِ أَنْ تَبْسَلَ

اور (اے نبی!) ان لوگوں کو چھوڑ دیجیے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اور آپ اس (قرآن) کے

نَفْسًا بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ ۚ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ لَا

ذریعے سے نصیحت کرتے رہیے، تاکہ کوئی شخص اپنے کرتوتوں کے وبال سے ہلاک نہ کیا جائے۔ اللہ کے سوا کوئی اس کا دوست اور سفارشی نہ ہوگا۔ اور اگر وہ

يُؤْخَذُ مِنْهَا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ

بدلے میں ہر طرح کا فائدہ دے تو وہ بھی اس سے نہیں لیا جائے گا، یہی وہ لوگ ہیں جو کچھ انہوں نے کمایا، اس کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ اور جو وہ کفر

الْيَمِّ ۚ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ

کرتے رہے ہیں اس کی وجہ سے انہیں دوزخ میں تیز گرم پانی پینے کو ملے گا، اور دردناک عذاب ہوگا ۝

اللَّهُ يُكَفِّرُ بَهَا وَيُسْتَهْزِئُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ ۚ (النساء: 40)

”اور یقیناً اللہ نے تم (مومنوں) پر (اپنی) کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار ہو رہا

ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتوں میں مشغول (نہ) ہو جائیں ان کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی

انہی جیسے ہو جاؤ گے۔“ یعنی جب تم ان کے پاس بیٹھ جاؤ گے اور انہیں یہ باتیں کرنے دو گے تو اس معاملے میں تم اور وہ برابر ہو

جائیں گے۔

ارشاد الہی ہے: ۝ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَكْفُرُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّن شَيْءٍ ۚ ۝ اور پرہیزگاروں پر ان لوگوں کے حساب سے

کچھ بھی (جواب دینی) نہیں۔“ جب پرہیزگاران سے کنارہ کشی کر لیں اور ان کے ساتھ نہ بیٹھیں تو وہ ان سے بری ہو گئے اور ان

کے گناہ سے بچ گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ: ۝ وَلَٰكِنْ ذِكْرِي لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ ۚ اور لیکن نصیحت کرنا (ان کا فرض) ہے تاکہ وہ

بھی پرہیزگار ہوں۔“ ہم نے تمہیں ان سے کنارہ کشی کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ انہیں بھی معلوم ہو جائے کہ وہ کس کام

میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اس سے بچ جائیں اور دوبارہ اسے اختیار نہ کریں۔

تفسیر آیت: 70

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۝ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَوةُ الدُّنْيَا ۚ اور (اے نبی!) ان

لوگوں کو چھوڑ دیجیے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔“

یعنی انہیں چھوڑ دیں، ان سے کنارہ کشی کریں اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیں، یہ لوگ عنقریب عذاب عظیم میں مبتلا ہونے

والے ہیں۔ اسی لیے فرمایا: ۝ وَذَكَرْهُ ۚ ۝ اور اس کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہیے۔“ یعنی اس قرآن کے ذریعے سے

لوگوں کو نصیحت کریں، انہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے دردناک عذاب سے ڈرائیں جس میں یہ روز قیامت مبتلا ہوں گے۔

اور فرمان الہی: ۝ أَنْ تَبْسَلَ نَفْسًا بِمَا كَسَبَتْ ۚ ۝ یہاں ۝ أَنْ تَبْسَلَ ۝ لَعَلَّا تَبْسَلَ کے معنی میں ہے، یعنی (قیامت کے دن) کوئی اپنے اعمال کی سزا میں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، حسن اور

قُلْ اٰنۡدَعُوْا مِنْ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَاۢ بَعۡدَ اِذْ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا ہم اللہ کے سوا ان کو پکاریں جو ہمیں نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اور جب اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا

هٰذَا اللّٰهُ كَالَّذِیۡ اسْتَهۡوَتُهُ الشَّیۡطٰنُ فِی الْاَرْضِ حٰیۡرَانَۙ لَہٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوۡنَہٗ

اس کے بعد ہم اٹے پاؤں پھر جائیں، اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا ہو، وہ زمین میں حیران پھرتا ہو، اس کے کچھ ساتھی ہوں جو اسے

اِلَی الْہُدٰی اٰتٰنَاۙ قُلْ اِنَّ ہُدٰی اللّٰہُ ہُوَ الْہُدٰی ط وَاٰمَرُنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیۡنَ ﴿71﴾

سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہوں کہ ہمارے پاس آجا؟ کہہ دیجیے: بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سب جہانوں کے

وَاَنۡ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوۡہٗ ط وَہُوَ الَّذِیۡ اِلَیۡہِ تَحْشُرُوۡنَ ﴿72﴾ وَہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

رب کے فرما بہرہ ور ہو جائیں ﴿72﴾ اور یہ کہ نماز قائم کرو، اور اس (اللہ) سے ڈرو، اور وہی ہے جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے ﴿72﴾ اور وہی ہے جس نے

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فِیۡکُوۡنُ ط وَہُوَ الْحَقُّ ط وَلَہٗ الْمُلْکُ یَوْمَ یُنْفَخُ

آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ اور جس دن وہ کہے گا ہو جا تو (حشر برپا) ہو جائے گا، اسی کا قول حق ہے، اور جس دن صور پھونکا جائے گا اس

فِی الصُّوۡرِ ط عَلِیۡمُ الْغِیۡبِ وَالشَّہَادَۃِ ط وَہُوَ الْحَکِیۡمُ الْخَبِیۡرُ ﴿73﴾

دن اسی کی حکومت ہوگی، وہ چھپی اور ظاہر (سب) باتوں کو جاننے والا ہے اور وہی حکمت والا، خبر رکھنے والا ہے ﴿73﴾

سُورَةُ النِّعَامِ سے روایت کیا ہے کہ ﴿تَبَسَّلَ﴾ کے معنی ہیں کہ سپرد کیا جائے۔ ^① والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ اسے رسوا کیا جائے۔ ^② قتادہ فرماتے ہیں کہ اسے قید کیا جائے۔ ^③ مژہ اور ابن زید بھٹات فرماتے

ہیں کہ اس کا مؤاخذہ کیا جائے۔ ^④ کلبی کہتے ہیں کہ اسے سزا دی جائے۔ ^⑤ ان تمام اقوال کا معنی و مفہوم ایک ہی ہے جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ سپرد کرنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی اپنے اعمال کی سزا میں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے اور قید سے مراد خیر و بھلائی

سے روکنا ہے اور گروہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے مطلوب و مقصود کو حاصل نہیں کر سکتا جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

كَسَبَتْ رَہِیۡنَہٗۙ اِلَّاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیۡنِ ط﴾ (المائدہ: 39، 38، 74) ”ہر شخص اپنی کمائی کے بدلے میں گروہ ہے مگر دائیں

طرف والے (نیک لوگ)۔“

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَیۡسَ لَہَا مِنْ دُوۡنِ اللّٰہِ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیۡعٌ ؕ وَاَنۡ تَعۡدِلَ کُلُّ عَدَلٍ لَا یُؤۡخِذُہَا﴾

”(اس روز) اللہ کے سوا نہ تو کوئی اس کا دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا اور اگر وہ ہر چیز (جو روئے زمین پر ہے بطور) معاوضہ

دینا چاہے تو وہ اس سے نہیں لی جائے گی۔“ یعنی خواہ وہ دنیا کی ہر چیز کو خرچ کر دے، پھر بھی وہ اس سے قبول نہ ہوگی جیسا کہ

فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَہُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یُّقْبَلَ مِنْۢہُمْ مِّلٌّۢمٌ الْاَرْضِ ذَہَبًا﴾ (آل عمران: 91)

”بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے وہ اگر (نجات حاصل کرنی چاہیں اور) بدلے میں زمین بھر سونا دیں

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1318/4 و تفسیر الطبری: 302/7. ② تفسیر الطبری: 302/7. ③ تفسیر الطبری: 302/7.

④ تفسیر الطبری: 302/7. ⑤ تفسیر الطبری: 302/7.

توان میں سے کسی ایک سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔“ اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ ﴿٧٣﴾ ”یہی وہ لوگ ہیں جو کچھ انھوں نے کمایا، اس کی وجہ سے انھیں ہلاک کر دیا گیا۔ اور جو وہ کفر کرتے رہے ہیں اس کی وجہ سے انھیں (دوزخ میں) تیز گرم پانی پینے کو ملے گا، اور دردناک عذاب ہوگا۔“

تفسیر آیات: 73-71

ایمان و عمل صالح کے بعد کفر کی طرف لوٹنے والے کی مثال: سُدی نے بیان کیا ہے کہ مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہمارے رستے کی پیروی کرو اور محمد ﷺ کے دین کو چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿قُلْ أَدْعُو إِلَىٰ دِينِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُذِرُ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا﴾ ”(اے نبی!) کہہ دیجیے کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں جو نہ ہمارا بھلا کر سکے نہ برا؟ اور کیا ہم اٹنے پاؤں پھر جائیں؟“ یعنی کفر کی طرف ﴿بَعْدَ إِذْ هَدَيْنَا اللَّهَ﴾ ”جبکہ ہمیں اللہ نے سیدھا رستہ دکھا دیا۔“ اس صورت میں تمھاری مثال اس شخص کی سی ہوگی جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا ہو، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا تو تمھاری مثال اس شخص کی سی ہوگی جو کچھ لوگوں کے ساتھ نکلا مگر رستہ بھول گیا اور شیطانوں نے اسے حیران و سرگرداں کر دیا اور زمین میں بہکا دیا جبکہ اس کے ساتھی بدستور اپنے رستے پر چلتے رہے اور انھوں نے اسے بھٹکتے دیکھ کر اسے بھی بلانا شروع کر دیا اور کہا کہ ہمارے پاس آ جاؤ ہم سیدھے رستے پر چل رہے ہیں مگر اس نے ان کے پاس جانے سے انکار کر دیا تو یہ ہے مثال اس شخص کی جو حضرت محمد ﷺ کو پہچاننے کے بعد شیطانوں کی روش اختیار کرے جبکہ محمد ﷺ انھیں سیدھے رستے کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ اور سیدھے رستے سے مراد اسلام ہے۔ اسے امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔^①

ارشاد الہی ہے: ﴿كَأَنِّي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ﴾ ”جیسے کسی کو جنات نے زمین (جنگل) میں بہکا دیا ہو۔“ شیاطین سے یہاں مراد چڑھیلیں اور بھوت ہیں جو مسافر کو اس کے اور اس کے باپ دادا کے نام سے آواز دیتے ہیں تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ راہ راست پر ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ یہ جنات اسے تباہی کے گھرے میں گرا دیتے یا اسے کھا جاتے ہیں یا اسے اٹھا کر کسی بے آب و گیاہ جگہ میں پھینک دیتے ہیں، جہاں یہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے مر جاتا ہے۔ تو یہ ہے مثال اس شخص کی جو ان معبودان باطلہ کی آواز پر لبیک کہتا ہے جن کی اللہ کے سوا پوجا کی جاتی ہے۔^② اسی لیے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ﴾ (البقرة: 120) ”کہہ دیجیے کہ بے شک وہی ہدایت ہے جو اللہ کی ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّضِلٍّ﴾ (الزمر: 37) ”اور جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿إِنْ تَحَرَّصَ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ مُّصْرِئِينَ﴾ (النحل: 37) ”(اے نبی!) اگرچہ آپ ان (کفار) کی ہدایت کے

① تفسیر الطبری: 307/7. ② تفسیر الطبری: 308/7.

لیے (شدید) حرص کریں تو یقیناً جس کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے اس کو وہ ہدایت نہیں دیا کرتا اور ایسے لوگوں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأْمُرْنَا لِلْإِسْلَامِ لِلرَّبِّ الْعَلِيمِينَ﴾ ۶۷ اور ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ رب العلمین کے فرمانبردار ہوں۔“ اور صرف اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کریں، ﴿وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ ۶۸ اور یہ (بھی) کہ نماز پڑھتے رہو اور اسی سے ڈرتے رہو۔“ یعنی ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ نماز قائم کریں اور تمام حالات میں اسی سے ڈرتے رہیں۔ ﴿وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ ۶۹ اور وہی تو ہے جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن۔ ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ۷۰ اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق (تدبیر) کے ساتھ پیدا کیا ہے۔“

یعنی حق وعدل کے ساتھ پیدا کیا ہے اور وہی ان کا خالق و مالک ہے اور ان کا اور جو کچھ ان میں ہے، سب کا تدبیر کرنے والا ہے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ ۷۱ اور جس دن وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو (حشر برپا) ہو جائے گا۔“ یعنی قیامت کے دن جب اللہ فرمائے گا کہ ہو جا تو وہ اس کے حکم سے چشم زدن میں یا اس سے بھی پہلے ہو جائے گا۔ ﴿يَوْمَ﴾ کا لفظ یا تو اس لیے منصوب ہے کہ اس کا عطف ﴿وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ۷۰ پر ہے اور مفہوم یہ ہوگا کہ اس دن سے ڈر جاؤ جس کے بارے میں وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا، یا اس کا عطف ﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ۷۰ پر ہوگا، یعنی وخلق یوم..... اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اس نے اس دن کو بھی پیدا فرمایا ہے جس کے بارے میں وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ابتدا اور اس کے دوبارہ پیدا کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور یہی بات مناسب ہے۔ یا پھر ﴿يَوْمَ﴾ کا لفظ اس لیے منصوب ہے کہ یہاں فعل مقدر ہے اور عبارت دراصل اس طرح تھی کہ وَادْكُرْ يَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ اور اس دن کو یاد کیجیے جب وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا۔ ﴿قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ﴾ ۷۲ اس کا ارشاد برحق ہے اور اسی کی بادشاہی ہوگی۔“ یہ دونوں جملے محلاً مجرور ہیں اس بنا پر کہ یہ دونوں ﴿لِلرَّبِّ الْعَلِيمِينَ﴾ ۶۷ کی صفتیں ہیں۔

صور میں پھونکنے کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ﴾ ۷۳ جس دن صور میں پھونکا جائے گا۔“ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ ﴿وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ ۷۱ سے بدل ہو، یعنی جس دن وہ کہے گا ہو جا تو (حشر برپا) ہو جائے گا جس دن صور میں پھونکا جائے گا۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ ﴿وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ﴾ ۷۳ کے لیے ظرف ہو، یعنی اسی کی بادشاہت ہوگی جس دن صور میں پھونکا جائے گا جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿لِمَنْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ۷۴ (المؤمن 16:40) ”آج کس کی بادشاہت ہے؟ (پھر خود ہی فرمائے گا) اللہ کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ﴾ ۷۵ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۷۶ (الفرقان 26:25) ”اس دن سچی بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر (سخت) مشکل ہوگا۔“

صور سے مراد وہ سینگ ہے جس میں اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [إِنَّ إِسْرَافِيلَ قَدْ نَفَخَ الصُّورَ، وَحَتَّى جَبَهَتَهُ يَنْتَظِرُ مَتَى يُؤْمَرُ فَيَنْفُخُ] ”بے شک حضرت اسرافیل علیہ السلام نے صور کو منہ میں لے لیا ہے اور

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَرِئِيْ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا إِلَٰهَةً ۚ إِنَّنِيْ أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: کیا تم بتوں کو معبود ٹھہراتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پڑے دیکھتا

مُبِينٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنْ

ہوں ﴿74﴾ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھاتے تھے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے ﴿75﴾ چنانچہ جب

الْمُوقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَا كُوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا

اس پر رات چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا۔ ابراہیم نے کہا: یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا: میں غروب ہونے والوں سے محبت

أُحِبُّ الْاَفْلٰقِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَا الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ

نہیں کرتا ﴿76﴾ پھر جب اس نے چاند چمکتا ہوا دیکھا تو کہا: یہی میرا رب ہے۔ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو اس نے کہا: اگر میرے رب نے مجھے

يَهْدِيْ رَبِّيْ لَا كُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَا الشَّمْسُ بَازِعَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ

ہدایت نہ دی تو یقیناً میں گمراہ قوم میں سے ہو جاؤں گا ﴿77﴾ چنانچہ جب اس نے سورج کو جھگڑاتا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا

هٰذَا اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ يَقُوْمُ اِنِّيْۤ اَبْرٰهِيْمُ ۙ مِّمَّا تَشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ

ہے۔ پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اس نے کہا: اے میری قوم! بے شک جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو، میں ان سے بیزار ہوں ﴿78﴾ بے شک میں نے اپنا چہرہ

لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾

اس ذات کی طرف مرکوز کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، میں اسی (اللہ) کا پرستار ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں ﴿79﴾

اپنی پیشانی کو جھکا لیا ہے اور وہ اس انتظار میں ہیں کہ انھیں حکم ہو اور وہ اس میں پھونک مار دیں۔ ﴿1﴾

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ”صور“ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: [قَرْنٌ يَنْفُخُ فِيْهِ] ”اس سے مراد وہ سینک ہے جس میں پھونکا جائے گا۔“ ﴿2﴾

تفسیر آیات: 79-74

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کو وعظ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے بتوں کی عبادت کرنے سے منع کیا، اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ لِأَبِيهِ أَرِئِيْ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا إِلَٰهَةً ۚ﴾ ”اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ

﴿١﴾ یہ الفاظ تفسیر طبری میں بلا سند بیان ہوئے ہیں، دیکھیے: تفسیر الطبری: 314/7 اور جو الفاظ کتب احادیث میں با سند بیان ہوئے ہیں

وہ اس سے قدرے مختلف، قریب قریب اس طرح بیان ہوئے ہیں: [كَيْفَ اَنْعَمَ وَقَدْ اَتَقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ الْقُرْنِ وَحَنِ جَبْهَتَهُ

وَأَصْغَى سَمْعَهُ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْمَرَ أَنْ يَنْفُخَ فَيَنْفُخَ] ”میں کیونکر خوش رہ سکتا ہوں.....؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پریشانی کے عالم میں

دریافت کیا کہ ہم کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [قُولُوا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا] دیکھیے جامع الترمذی،

تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، حدیث: 3243 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ. ومسند أحمد: 326/1 عن ابن

عباس رضی اللہ عنہ. ﴿٢﴾ مسند أحمد: 162/2 وجامع الترمذی، صفة القيامة، باب ماجاء فی شأن الصور، حدیث: 2430.

کو چھوڑ کر تم نے بتوں کو معبود بنا کر ان کی پوجا شروع کر دی ہے۔ ﴿إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ﴾ ”بے شک میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم۔“ یعنی جو لوگ تمہارے مسلک پر چل رہے ہیں ﴿فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ 74 ”صریح گمراہی میں ہو۔“ یعنی تم حیراں و سرگرداں ہو اور جس رستے پر چل رہے ہو اس سے تم ہدایت نہیں پاسکتے بلکہ اس سے تمہاری حیرت اور جہالت میں اضافہ ہی ہوگا کیونکہ ہر صاحب عقل سلیم کے سامنے تمہاری جہالت و ضلالت بے حد واضح ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو جو وعظ و نصیحت فرمائی اور توحید کی دعوت دی اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكُتُبِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِرَبِّهِ يَأْتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا﴾ ﴿إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾ ﴿يَأْتِ لِمَ تَعْبُدُ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا﴾ ﴿يَأْتِ أَخَافُ أَنْ يَسْسَكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا﴾ ﴿قَالَ أَرَأَيْتَ أَنْتَ عَنْ إِلَهِكَ يَا إِبْرَاهِيمَ﴾ ﴿لَيْنَ لَّمْ تَنْتَهُ لَرَجْمَتِكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا﴾ ﴿قَالَ سَلِّمْ عَلَيْكَ﴾ ﴿سَأَسْتَغْفِرَ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِنِي حَفِيًّا﴾ ﴿وَأَعْتَزُّ لَكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا﴾ (مریم: 41-48) ”اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجیے۔ بے شک وہ نہایت سچا پیغمبر تھا جب اس نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ! تم ان کو کیوں پوجتے ہو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ تمہارے کچھ کام آسکتے ہیں؟ اے میرے باپ! مجھے ایسا علم ملا ہے جو تجھے نہیں ملا تو میری اتباع کر میں تجھے سیدھی راہ پر چلا دوں گا۔ ابا! تو شیطان کی پوجا نہ کر۔ بے شک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ ابا! مجھے ڈر لگتا ہے کہ تجھے اللہ کا عذاب آپکڑے پھر تو شیطان کا ساتھی ہو جائے، اس نے کہا کہ ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرے ہوئے ہے؟ اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ اور تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور ہو جا۔ (ابراہیم نے) کہا تجھ پر سلامتی ہو عنقریب میں تیرے لیے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا بے شک وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے۔ اور میں تم لوگوں سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارا کرتے ہو، ان سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا، امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کی زندگی میں اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے رہے مگر جب وہ حالت شرک ہی میں مرا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ترک کر دیا اور اس سے براءت کا اظہار کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾ ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ ﴿التوبة: 114﴾ ”اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔“

صحیح بخاری میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ آزر سے ملاقات ہوگی تو

وہ کہے گا کہ بیٹا! آج میں آپ کی بات ماننے سے انکار نہیں کروں گا، حضرت ابراہیم علیہ السلام بارگاہ الہی میں عرض کریں گے کہ اے اللہ! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو قیامت کے دن مجھے ذلیل و رسوا نہیں کرے گا اور آج اس سے بڑھ کر اور ذلت و رسوائی کیا ہو سکتی ہے کہ میرا باپ تیری رحمت سے دور ہے؟ (تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے کافروں کے لیے جنت کو حرام کر دیا ہے۔) پھر کہا جائے گا کہ ابراہیم! دیکھ تو تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ آپ دیکھیں گے کہ ایک بجنو نجاست میں تھرا ہوا ہے، اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔^①

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے دلائل تو حید کے جلوے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذَلِكَ نُفِیْ اِبْرٰہِیْمَ مَمْلُکُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”اور ہم اس طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے۔“ یعنی ہم نے ان کی نظر میں یہ واضح کر دیا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ عز و جل کی وحدانیت کی کس طرح دلیل ہے، ملک و خلق میں وہ کس طرح وحدہ لا شریک ہے کہ اس کے سوانہ کوئی اور معبود ہے اور نہ پروردگار جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ اَنْظُرُوْا مَا ذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتِ وَالتَّذٰرِعُنْ قَوْمٍ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ (یونس 10: 101) ”(اے نبی! ان کفار سے) کہہ دیجیے کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا کچھ ہے، اور نشانیاں اور ڈراوے ان لوگوں کو فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے۔“ اور فرمایا: ﴿اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْہُمْ وَمَا خَلْفَہُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنْ نَّشَا نَخْصِفْ بِہُمْ الْاَرْضَ اَوْ نُسَوِّطْ عَلَیْہُمْ کِسْفًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیۃً لِّحَلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ﴾ (سبا 34: 9) ”کیا انھوں نے اس کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے، یعنی آسمان اور زمین؟ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ بلاشبہ اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ایک نشانی ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الْاَیْلُ رَا کُوزَکَبَّۃًۭۤ اَقَالَ هٰذَا رَیِّیْۤ ؕ فَلَمَّآ اَقَلَ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاَفْلٰہِیْنَ ۝۶۷﴾ ”چنانچہ جب رات نے ان کو (پردہ تاریکی سے) ڈھانپ لیا تو (آسمان میں) ایک ستارے پر نظر پڑی، کہنے لگے: یہ میرا پروردگار ہے، پھر جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے کہ مجھے غائب ہو جانے والے تو پسند نہیں۔“ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ آپ جانتے تھے کہ رب تعالیٰ کی ذات گرامی دائم ہے اور اسے کبھی زوال نہیں۔^② ﴿فَلَمَّآ رَا الْقَمَرَ بَازِعًاۭۤ اَقَالَ هٰذَا رَیِّیْۤ ؕ فَلَمَّآ اَقَلَ قَالَ لَیْنٌ لَّمْ یَهْدِیْ رَیِّیْ لَا کُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّیْنَ ۝۶۸﴾ ”پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہنے لگے: یہ میرا پروردگار ہے لیکن جب وہ بھی چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں، پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے: میرا پروردگار یہ ہے، یہ سب سے بڑا ہے۔“ یعنی ستارے اور چاند سے اس کا حجم بڑا

① ملخص از صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلًا﴾ (النساء 4: 25)،

حدیث: 3350 عن أبی ہریرۃ ؓ. ② تفسیر الطبری: 323/7.

اور روشنی زیادہ ہے۔ ﴿فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقَوْمُ إِنِّي بَرِحْتُ مِمَّا تَشْكُرُونَ﴾ (74) ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ﴾ ”پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے: لوگو! بے شک جن چیزوں کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں، یقیناً میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے آپ کو (اسی ذات کی طرف) متوجہ کیا۔“ یعنی جس نے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے۔ ﴿حَنِيفًا﴾ اس حال میں کہ میں شرک کو ترک کر کے توحید کو اختیار کیے ہوئے ہوں۔ ﴿وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (75) ”اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“

یہ مقام مناظرہ ہے: حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم سے مناظرہ کر رہے تھے اور اس بات کو واضح فرما رہے تھے کہ وہ لوگ مجسموں اور بتوں کی جو پوجا پاٹ کر رہے ہیں تو یہ سراسر باطل ہے۔ پہلے آپ نے اپنے باپ سے گفتگو کرتے ہوئے واضح فرمایا تھا کہ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے جو ان ارضی بتوں کی عبادت کر رہے ہیں جنہیں انھوں نے آسمانی فرشتوں کی صورت میں بنایا ہوا ہے تاکہ یہ خالق عظیم کے پاس ان کی سفارش کریں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم بہت حقیر ہیں، ہم اللہ کی عبادت نہیں کر سکتے، اس لیے انھوں نے فرشتوں کا وسیلہ اختیار کر لیا تھا تاکہ رزق، فتح و نصرت اور ضرورت کی دیگر چیزوں کے بارے میں یہ ان کی اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کریں۔ اس مقام پر آپ نے ان کی مجسموں کی عبادت کرنے کی وجہ سے غلطی اور گمراہی کو بیان فرمایا ہے۔

مجسموں سے مراد سات کو اکب سیارے، یعنی (1) قمر (2) عطارد (3) زہرہ (4) شمس (5) مریخ (6) مشتری (7) زحل ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ روشن اور اشرف سیارہ سورج، پھر چاند، پھر زہرہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے زہرہ کے بارے میں واضح فرمایا کہ یہ الہ ہونے کے قابل نہیں ہے کیونکہ یہ تو ایک معین رفتار کے ساتھ ایک مخصوص وقت کے لیے مسخر و مقدر ہے جس سے یہ ذرہ برابر دائیں بائیں نہیں ہو سکتا اور نہ اسے اپنے آپ پر تصرف کا کوئی اختیار ہی ہے بلکہ یہ تو ان اجرام فلکی میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر منور پیدا فرمایا ہے۔ یہ ستارہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب کی طرف چلنا شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے، اسی طرح اگلی رات پھر یہ طلوع ہو کر وقت مقررہ پر غروب ہو جاتا ہے تو جو اس طرح ہو، یعنی اس کے طلوع و غروب کے پیچھے کسی دوسری ہستی کا دست قدرت کا رفرما ہو، وہ الہ نہیں ہو سکتا۔

پھر ابراہیم علیہ السلام چاند کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے بارے میں بھی اسی طرح واضح فرمایا جس طرح ستارے کے بارے میں فرمایا تھا، پھر اسی طرح آپ نے سورج کی طرف توجہ فرمائی اور جب آپ نے ان تینوں اجرام فلکی کے الہ ہونے کی نفی فرما دی جو دیگران تمام اجرام کی نسبت زیادہ منور ہیں جن کا انسان اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہیں اور جب قطعی دلیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ الہ نہیں ہو سکتے تو ﴿قَالَ يُقَوْمُ إِنِّي بَرِحْتُ مِمَّا تَشْكُرُونَ﴾ (76) ”کہنے لگے: لوگو! جن چیزوں کو تم (اللہ کا)

وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ ط قَالَ اتَّحَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ط وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ

اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا تو اس (ابراہیم) نے کہا: کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو، حالانکہ اسی نے مجھے ہدایت دی ہے، اور میں ان سے

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ط وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٨٠﴾ وَكَيْفَ أَخَافُ

نہیں ڈرتا جنہیں تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔ ہاں، اگر میرا رب کچھ چاہے (تو وہ ضرور ہو سکتا ہے)، میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، کیا پھر تم نصیحت حاصل

مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنْتُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ط

نہیں کرتے؟ ﴿٨١﴾ اور میں ان سے کیوں ڈروں جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو، جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم ان کو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو جن کی اس نے

فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ؕ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨١﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا

تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی؟ پس دونوں فریقوں میں سے کون اس کا زیادہ حق دار ہے؟ (بتاؤ) اگر تم جانتے ہو ﴿٨٢﴾ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان

إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ

کو ظلم (شرک) کے ساتھ غلط ملط نہیں کیا، وہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے، اور وہی ہدایت یافتہ ہیں ﴿٨٣﴾ اور یہ ہے ہماری دلیل جو ہم نے ابراہیم کو اس کی

عَلَى قَوْمِهِ ط نَرَفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ ط إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾

قوم کے مقابلے میں دی تھی۔ ہم جسے چاہیں اس کے درجے بلند کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب بہت حکمت والا، خوب جاننے والا ہے ﴿٨٤﴾

شریک بناتے ہو یقیناً میں ان سے بیزار ہوں۔“ یعنی میں ان کی عبادت کرنے اور ان کی دوستی اختیار کرنے سے بیزار ہوں اگر یہ اللہ ہیں تو یہ سب مل کر میرے خلاف جو چاہیں پروگرام بنالیں اور مجھے ذرہ برابر مہلت نہ دیں۔

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ﴿٨٤﴾ ”بے شک میں نے

سب سے یکسو ہو کر اپنے آپ کو اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے

نہیں ہوں۔“ یعنی میں تو اس ذاتِ گرامی کی عبادت کرتا ہوں جو ان تمام اشیاء کا خالق، موجد، انھیں مسخر کرنے والا اور ان

کی تدبیر فرمانے والا ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے جو ہر چیز کا رب، مالک اور

معبود ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ

عَلَى الْعَرْشِ فَتُغْشَىٰ اللَّيْلُ النَّهَارُ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۖ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِ ۖ إِلَّا لَهُ الْخَلْقُ

وَالْأَمْرُ ۚ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿٨٥﴾ (الأعراف: 54) ”کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں

اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ (ان دونوں میں سے ایک، دوسرے

کو) جلدی سے آلیتا ہے۔ اور اسی نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا، سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے

ہیں۔ دیکھو! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بہت برکت والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عَلِيمِينَ ۖ إِذْ قَالَ لِأَبْنَيْهِ

وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاقِبُونَ ۖ﴾ (الأنبياء: 51، 52) ”اور بلاشبہ ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ہدایت

دی تھی اور ہم ان (کے حال) سے واقف تھے جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ کیا مورتیں ہیں جن (کی پرستش) پر تم محکف (واقف) ہو۔“ اسی بات کی تائید حسب ذیل آیات کریمہ سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے شرک میں مبتلا اپنی قوم کو سمجھانے کے لیے یہ مناظرانہ اسلوب اختیار فرمایا تھا۔

نفسی آیات: 80-83

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ جب آپ کی قوم نے اس توحید کے بارے میں آپ سے جھگڑا کیا جسے آپ نے اختیار فرمایا تھا اور انھوں نے آپ سے مناظرہ کیا تو آپ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَتُحَاۡجَوْنَ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰی نَطً ۝ ”کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہو، حالانکہ اس نے تو مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے؟“ یعنی کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہو، حالانکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس نے مجھے حق کی بصیرت اور ہدایت عطا فرمادی ہے اور مجھے اس بارے میں پوری طرح شرح صدر حاصل ہے تو میں تمہارے فاسد اقوال اور باطل شبہات کی طرف کس طرح توجہ دوں؟ فرمان الہی ہے: ﴿ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِہٖۤ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا ۝ ”اور جن چیزوں کو تم اس کا شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا، ہاں! اگر میرا پروردگار کچھ چاہے (تو وہ ضرور کر سکتا ہے۔)“ تمہارے اقوال کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ کسی چیز پر اثر انداز نہیں ہو سکتے، لہذا میں نہ ان سے ڈرتا ہوں اور نہ ان کی کوئی پروا کرتا ہوں اگر ان میں ہمت ہے تو میرا بال بیکا کر دکھائیں اور مجھے ذرہ برابر مہلت نہ دیں بلکہ جس قدر ممکن ہو مجھے جلد سے جلد نقصان پہنچالیں۔

اللہ کا یہ فرمان: ﴿ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا ۝ ”ہاں، اگر میرا پروردگار کچھ چاہے۔“ استثنا منقطع ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ ﴿ وَ سِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝ ”میرا پروردگار اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ یعنی اس کے علم نے کائنات کی تمام اشیاء کا اس طرح احاطہ کیا ہوا ہے کہ کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں۔ ﴿ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ”کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟“ میں نے تمہارے سامنے جو بیان کیا ہے، کیا اس کی روشنی میں تم یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ معبود باطل ہیں تاکہ ان کی پوجا پاٹ سے تم باز آ جاؤ۔ یہ دلیل اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد سے کہا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قصہ قرآن مجید میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قَالُوۡا یٰہُوۡدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنٰتٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِکِیۡ الٰہِیۡنَا عَنْ قَوْلِکَ وَاِنۡ لَّکَ بِمُؤْمِنِیۡنَ ۝ اِنْ نَّقُوۡلُ اِلَّا اَعْتَدَ لَکَ بَعْضُ الٰہِیۡنَا سُبُوۡۤۃً ۚ قَالَ اِنِّیۡۤ اُشْہَدُ اللّٰہَ وَاَشْہَدُۤ اِنِّیۡۤ اَبْرَہِیۡمَ ؕ وَاِنِّیۡۤ اَمَّا تَشْرِکُوۡنَ ۝ مِنْ دُوۡنِہٖ فَمُکِیۡدُوۡنِیۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ لَا تُنۡظَرُوۡنَ ۝ اِنِّیۡۤ اِنۡ تَوَلَّیْتُ عَلٰی اللّٰہِ رَبِّیۡ وَرَبِّکُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا ہُوَ اَخِذٌۢ بِنَاصِیۡتِہَا ۚ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیۡمٍ ۝ ” (ہود 53-56) ”وہ بولے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل ظاہر نہیں لائے اور ہم (صرف) تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آ سیب پہنچا (کردوانہ کر) دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو بے شک میں ان سے بیزار ہوں

(جن کی) اللہ کے سوا (عبادت کرتے ہو) تو تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔ بلاشبہ میں اللہ پر، جو میرا اور تمہارا (سب کا) پروردگار ہے، بھروسہ رکھتا ہوں۔ (زمین پر) جو چلنے پھرنے والا ہے، وہ اس کو اس کی پیشانی سے پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔“ ارشاد الہی ہے: ﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُ﴾ ”بھلا میں ان چیزوں سے جن کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو کیونکر ڈروں؟“ یعنی میں ان بتوں سے کیونکر ڈر سکتا ہوں، اللہ کے سوا جن کو تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ ﴿وَلَا تَخَافُونَّ أَنتُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا﴾ ”جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم ان کو اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو جن کی اس نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ سلطان کے معنی حجت اور دلیل کے ہیں۔^(۱) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاؤُا شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾ (الشوریٰ 21:42) ”کیا ان کے (اللہ کے سوا) ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا؟“ اور فرمایا: ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْبَاطُ سَيْبِئَموها أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهِمْ مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (النجم 23:53) ”وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ”چنانچہ دونوں فریقوں میں سے کون سا فریق امن (اور جمعیت خاطر) کا زیادہ مستحق ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو (تو بتاؤ؟)“ یعنی کون سا فریق راہ راست پر ہے، وہ فریق جو اس ہستی کی عبادت کرتا ہے جس کے ہاتھ میں نفع و نقصان ہے یا وہ جو کسی دلیل کے بغیر اس کی پوجا کرتا ہے جس کے اختیار میں قطعاً کوئی نفع و نقصان نہیں ہے۔ بتاؤ ان میں سے کون سا فریق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ روز قیامت اللہ کے عذاب سے نجات پاسکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“ یعنی یہ لوگ جنہوں نے اللہ وحدہ لا شریک کے لیے عبادت کو خالص کیا اور اس کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہ کیا تو قیامت کے دن بھی یہی لوگ امن میں ہوں گے اور دنیا و آخرت میں بھی یہی ہدایت یافتہ ہیں

شرک ہی ظلم عظیم ہے: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت: ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ ہم میں سے کس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا۔ تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ أَظْلَمُ عَظِيمٌ﴾ (لقمن 13:31) ”یقیناً شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔“^(۲) امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 1332/4. (۲) صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الأنعام: 82)،

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ط كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ

اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحق اور یعقوب عطا کیے، ہم نے سب کو ہدایت دی، اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی تھی، اور اس کی اولاد میں سے داود، سلیمان،

وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ ط وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَذَكَرْنَا وَيْحِي وَعِيسَى

ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو (بھی ہدایت دی) اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں ﴿٨٤﴾ اور (ہم نے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو (بھی

وَالْيَاسَ ط كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَاسْمِعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُوشَعَ وَلُوطَ ط وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَىٰ

ہدایت دی)، وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے ﴿٨٥﴾ اور (ہم نے) اسمعیل، الیسع، یوشع اور لوط کو (بھی ہدایت دی)، اور ان سب کو ہم نے جہانوں پر فضیلت دی ﴿٨٥﴾

الْعَالَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ

اور کچھ کو ان کے باپ دادا، ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے اور ہم نے انھیں چن لیا اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت دی ﴿٨٦﴾ یہ اللہ کی

مُسْتَقِيمٌ ﴿٨٧﴾ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ط وَكَوْا أَشْرُكُوا لَحِيطَ عَنْهُمْ مَّا

ہدایت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو وہ عمل کرتے تھے برباد ہو جاتے ﴿٨٧﴾

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت دی تھی۔ اب اگر یہ لوگ اس (ہدایت کو ماننے) سے انکار کرتے ہیں تو بے شک ہم نے اس کے لیے ایسی قوم تیار

بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْتَدَهُ ط قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ

کی ہے کہ وہ ان کا انکار کرنے والی نہیں ﴿٨٩﴾ یہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی، لہذا (اے نبی!) آپ بھی ان کے طریقے کی پیروی کریں۔ کہہ دیجیے: میں

عَلَيْهِ أَجْرًا ۚ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾

اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، یہ تو تمام دنیا والوں کے لیے نصیحت ہے ﴿٩٠﴾

عبداللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ نازل ہوئی تو صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم پر یہ بہت گراں گزری اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کس نے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیا؟ آپ

نے فرمایا: [إِنَّهُ لَيْسَ الَّذِي تَعْنُونَ، أَلَمْ تَسْمَعُوا مَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ] ”اس سے یہ مراد نہیں، کیا تم نے وہ بات نہیں

سنی جو اللہ کے نیک بندے (لقمان) نے کہی تھی: ﴿يُبْنَى لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان 31: 13)

”اے میرے (پیارے) بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔“ ﴿١٠﴾

ارشاد الہی ہے: ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ط﴾ ”اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم

کے مقابلے میں عطا کی تھی۔“ یعنی ہم نے ان کی حجت کو غالب کر دیا۔ امام مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس حجت سے مراد آپ کا

یہ فرمانا ہے: ﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ

الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۚ.....﴾ الآية ﴿٢﴾ اللہ تعالیٰ نے قوم کے مقابلے میں آپ ہی کو سچا قرار دیا اور امن و ہدایت سے

سرفراز فرمایا، چنانچہ فرمایا: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ ﴿٨٤﴾ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

پھر اس سب کچھ کے بعد فرمایا: ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ طَرْفُ نَفْسٍ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاءٍ ط إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾ ﴿٨٥﴾ ”اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں۔ بے شک آپ کا پروردگار دانا (اور) خبردار ہے۔“ یعنی وہ اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے اور اس بات سے خوب واقف ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور دلائل و براہین قائم ہونے کے باوجود کون مستحق ضلالت ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۚ﴾ (یونس 96: 97) ”بے شک جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾ ﴿٨٥﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار دانا (اور) خبردار ہے۔“

تفسیر آیات: 84-90

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اسحاق و یعقوب عطا فرمائے: اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اس وقت اسحاق عطا فرمایا جب آپ اور آپ کی بیوی سارہ اولاد سے مایوس ہو گئے تھے، آپ کے پاس اس وقت فرشتے آئے جب وہ قوم لوط کی طرف جارہے تھے اور انھوں نے آپ دونوں میاں بیوی کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سنائی تو حضرت سارہ نے اس سے تعجب کیا اور ﴿قَالَتْ يُوْئِيْكَىَ اَيْدِيْ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَ هَٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ط إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِّنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ط اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝﴾ (ہود 72: 73) ”اس نے کہا: اے ہے! میرے بچہ ہوگا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ انھوں نے کہا: کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، بلاشبہ وہی سزاوارِ تعریف اور بزرگوار ہے۔“ فرشتوں نے آپ دونوں میاں بیوی کو حضرت اسحاق کی ولادت کے ساتھ ساتھ یہ خوش خبری بھی سنائی کہ وہ نبی بھی ہوں گے اور ان کی نسل کا سلسلہ بھی آئندہ جاری رہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَبَشِّرْنٰهٖ بِاسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (الصّٰفّٰت 38: 112) ”اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت بھی دی (کہ وہ) نبی (اور) نیکوکاروں میں سے (ہوں گے)۔“ یہ ایک مکمل ترین بشارت اور عظیم ترین نعت تھی، اسی لیے فرمایا: ﴿فَبَشِّرْنٰهٗا بِاسْحٰقَ ۚ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبٌ ۝﴾ (ہود 71: 71) ”تو ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔“ یعنی تمہاری زندگی ہی میں تمہارے بیٹے اسحاق کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا جس سے تمہاری آنکھوں

کو اسی طرح ٹھنڈک نصیب ہوگی جس طرح اپنے بیٹے کی ولادت سے ٹھنڈک نصیب ہوئی تھی۔ انسان کو اپنے پوتے کی ولادت سے بے حد خوشی ہوتی ہے کیونکہ اس سے اس کی نسل کا سلسلہ آگے جاری ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے میں ملنے والی اولاد کمزور ہوتی ہے، اس لیے شبہ تھا کہ شاید اس سے آگے نسل جاری نہ رہ سکے، اس لیے بشارت سنائی گئی کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے گھر بھی بیٹا پیدا ہوگا اور نام اس کا یعقوب ہوگا۔ یعقوب عقب سے مشتق ہے، اس لیے اس نام میں بھی نسل کے آئندہ جاری رہنے کا اشارہ موجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ کی خاطر اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کی، انھیں چھوڑ دیا، ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ان کے علاقے کو بھی چھوڑ دیا تاکہ اللہ کی زمین میں کسی دوسری جگہ جا کر اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کر سکیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوم اور برادری کے عوض نیک اولاد عطا فرمادی جس نے آپ کے دین کو اختیار کر لیا تاکہ اس نیک اولاد سے آپ کو آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا أَعْتَزَلْتَهُمْ وَمَا يَعْجُبُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ط وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٥٩﴾ (مریم: 49) ”تو جب ابراہیم ان لوگوں سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے الگ ہو گئے تو ہم نے ان کو اسحاق اور (اسحاق کو) یعقوب بخشے اور سب کو پیغمبر بنایا۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ط كُلًّا هَدَيْنَا﴾ ”اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے (اور) سب کو ہدایت دی۔“ اور فرمایا: ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ مِنْ قَبْلِ﴾ یعنی اس سے پہلے ہم نے نوح کو بھی ہدایت بخشی تھی جس طرح ہم نے ابراہیم کو ہدایت بخشی اور نیک اولاد عطا کی ہے۔

حضرت نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت: حضرت نوح و ابراہیم علیہ السلام دونوں کو عظیم خصوصیت حاصل ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو تو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا سوائے ان لوگوں کے جو آپ پر ایمان لائے تھے اور یہ وہی لوگ تھے جو آپ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد کو باقی رکھا، اب سب لوگ آپ ہی کی اولاد ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے بعد تشریف لانے والے تمام انبیائے کرام آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ (العنکبوت: 27) ”اور ہم نے اس (ابراہیم) کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر) کر دی۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ (الحديد: 26) ”اور یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلے) کو (وفا و قناری) رکھا۔“ اور فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَءِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا﴾ (مریم: 58) ”یہ وہ (پیغمبر) ہیں جن پر ہم نے فضل کیا جو اولاد آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں (کی نسل) میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل (یعقوب) کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا جب ان کے سامنے رحمن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے

رہتے تھے۔“ اور اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ﴾ ”اور اس کی اولاد میں سے۔“ یعنی ہم نے اس کی اولاد میں ہدایت دی ﴿دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ﴾ ”داود اور سلیمان علیہ السلام (کو بھی۔“ (۵) ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف عائد ہے کیونکہ وہ مذکورہ بالا حضرات میں سے اس ضمیر کے زیادہ قریب ہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے، اس میں کوئی اشکال نہیں اور امام ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے ① ضمیر کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ اس کلام کو انھی کے لیے بیان کیا گیا ہے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ یہاں حضرت لوط علیہ السلام کا بھی ذکر ہے اور وہ آپ کی اولاد میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ تو آپ کے بھائی ماران بن آزر کے بیٹے ہیں۔ ہاں، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تغلیباً انھیں بھی اولاد میں داخل کر لیا گیا ہے جیسا کہ آیت کریمہ: ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَالِاهُ آبَاكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا ۖ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ (البقرة: 133) ”بھلا جس وقت یعقوب علیہ السلام وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انھوں نے کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود کیلتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔“ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آباء میں تغلیباً داخل کیا گیا ہے، حالانکہ وہ یعقوب علیہ السلام کے تایا ہیں۔ اسی طرح آیت کریمہ: ﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ ط ابْنِ أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿ (الحجر: 30، 31) ”پھر فرشتے تو سب کے سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کیا۔“ میں فرشتوں کو سجدہ کرنے کا جو حکم تھا تو ابلیس کو اس میں تغلیباً داخل کیا گیا ہے اور اس حکم کی مخالفت کرنے پر اس کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ وہ ان کی مشابہت اختیار کیے ہوئے تھا، لہذا تغلیباً اس کے ساتھ انھی جیسا معاملہ کیا گیا اور اسے انھی کے ساتھ شامل کیا گیا ورنہ وہ جن تھا اور اسے آگ سے پیدا کیا گیا جبکہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بیٹیوں کی اولاد بھی آدمی ہی کی اولاد ہوتی ہے کیونکہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں اور ان کا کوئی باپ نہیں۔ امام ابن ابی حاتم نے ابو حرب بن ابی الوائل سود سے روایت کیا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن یمر کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم یہ خیال کرتے ہو کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی اولاد میں سے ہیں اور ان کا اولاد نبی میں سے ہونا کتاب اللہ میں موجود ہے، حالانکہ میں نے تو کتاب اللہ کو اول سے آخر تک پڑھا ہے اور اس میں یہ کہیں ذکر نہیں ہے؟ انھوں نے جواب دیا: کیا تم نے سورۃ انعام میں یہ نہیں پڑھا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ﴾ تا ﴿وَيَعْقِبُ وَيَعْقِبُ﴾ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں! پڑھا ہے، تو انھوں نے کہا: کیا عیسیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں، حالانکہ ان کا تو کوئی باپ ہی نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! آپ سچ کہتے ہیں۔ ②

① تفسیر الطبری: 339/7. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1335/4.

لہذا جب کوئی شخص اپنی اولاد کے لیے وصیت کرے یا وقف کرے یا ہبہ کرے تو بیٹیوں کی اولاد بھی اس میں داخل ہوگی، ہاں! البتہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹوں کو دے یا ان کے لیے وقف کرے تو اس صورت میں یہ بیٹوں اور پوتوں ہی کے لیے خاص ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَأَخْوَانِهِمْ﴾ اور بعض کو ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی۔ اس میں ان کے اصول و فروع اور ان کے طبقہ کے لوگوں کا ذکر ہے اور ہدایت سے نوازنے اور برگزیدہ کرنے کا تعلق ان سب سے ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَأَجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ﴿٦٧﴾ اور ہم نے ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا۔“

شرک سے اعمال راہیگاں ہو جاتے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ ”یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہے چلائے۔“ یعنی انھیں اللہ کی توفیق اور اس کے ہدایت عطا فرمانے ہی سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحِطَّ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ ﴿٦٨﴾ ”اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ شرک کا معاملہ کس قدر شدید اور غلیظ ہے اور اس کا ارتکاب کرنا کس قدر عظیم گناہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (الزمر: 65) ”اور بلاشبہ (اے نبی!) آپ کی طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے.....“ یہ شرط ہے اور شرط جواز وقوع کا تقاضا نہیں کرتی۔ (اس کا مفہوم یہ نہیں ہوتا کہ یہ کام ہو کر رہے گا۔) جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبِيدِينَ﴾ ﴿٦٩﴾ (الزحرف: 81) ”کہہ دیجیے کہ اگر رحمن کے اولاد ہوتی تو میں (سب سے) پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا۔“ اور فرمایا: ﴿لَوْ أَرَادْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهَوًْا لَآتَخَذْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا إِنَّ كُنَّا لَفَاعِلِينَ﴾ ﴿٧٠﴾ (الأنبياء: 21) ”اگر ہم چاہتے کہ کھیل (کی چیزیں، یعنی زن و فرزند) بنائیں تو اگر ہم کو کرنا ہی ہوتا تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے۔“ اور فرمایا: ﴿لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سُبْحَانَهُ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ﴿٧١﴾ (الزمر: 4) ”اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا۔ وہ پاک ہے وہی تو اللہ کیسا (اور) غالب ہے۔“ ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْتِجُهُمُ الْكِبَآءَ وَالنُّبُوَّةَ﴾ ﴿٧٢﴾ ”یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم (شریعت) اور نبوت عطا فرمائی تھی۔“ یعنی ہم نے ان پر یہ انعامات فرمائے اور یہ ہماری طرف سے بندوں پر رحمت اور مخلوق کے ساتھ لطف و کرم تھا۔

ارشاد الہی ہے: ﴿فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا﴾ ”اگر یہ (کفار) ان باتوں سے انکار کریں۔“ یعنی اگر یہ نبوت کا انکار کریں اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ضمیر کا مرجع یہ تینوں اشیاء، یعنی کتاب، حکم شریعت اور نبوت ہوں۔ ارشاد الہی ہے: ﴿هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ ”یہ (کفار) اور ان سے مراد اہل مکہ ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیب، ضحاک، قتادہ، سدی اور کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ﴿٧٣﴾

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ قُلْ مَن

اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے، جس وقت انھوں نے کہا: اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی، کہہ دیجیے: پھر وہ کتاب

أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهَدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا

کس نے نازل کی تھی جسے موسیٰ لائے تھے، جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم متفرق اوراق میں نقل کرتے ہو۔ اس میں سے کچھ تم ظاہر کرتے

وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعَلَّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ لَا تَمَّ ذَرَهُم

ہوا اور بہت کچھ چھپا لیتے ہو۔ اور (اس کتاب کے ذریعے سے) تمہیں وہ علم دیا گیا تھا جو نہ تمہارے باپ دادا کو۔ کہہ دیجیے: وہ اللہ نے (نازل کی

فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ⁹¹ وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبْرَكٌ مُّصَدِّقٌ لِّلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ

تھی)، پھر انھیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیجیے، وہ اپنی نکتہ چینیوں میں کھیلتے رہیں⁹¹ اور یہ کتاب (قرآن مجید)، ہم نے اسے نازل کیا ہے، یہ برکت والی، تصدیق

أَمْرِ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ

کرنے والی ہے اس کتاب کی جو اس سے پہلے آئی تھی تاکہ آپ ام القریٰ (مکہ) اور اس کے آس پاس والوں کو ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان

يُحَافِظُونَ⁹²

رکھتے ہیں وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں⁹²

﴿ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴾⁹¹ ”تو بے شک ہم نے ان پر (ایمان لانے کے لیے) ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں ہیں۔“ اگر ان نعمتوں کا یہ لوگ، یعنی کفار قریش اور دیگر تمام روئے زمین کے عرب و عجم اور امی و کتابی کفار انکار کریں تو ہم نے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں ہیں، یعنی مہاجرین و انصار اور قیامت تک کے لیے ان کے پیروکار، ﴿ لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴾⁹² یعنی وہ ان میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کرتے، ان میں سے ایک حرف کو بھی رد نہیں کرتے بلکہ محکم و متشابہ سب کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان سے ہمیں بھی اپنے ان بندوں میں سے بنادے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ أُولَٰئِكَ ﴾ ”یہ وہ لوگ ہیں۔“ یعنی مذکورہ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے وہ آباء و اجداد، اولاد اور بھائی جن کی ان کی طرف نسبت کی گئی ہے ﴿ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ﴾ ”جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی۔“ یعنی یہی لوگ ہیں جو اہل ہدایت ہیں ان کے سوا اور لوگ اہل ہدایت نہیں ہیں ﴿ فَيَهْدِيهِمْ ﴾ ”اقتداء“ یعنی انھی کی اقتداء اور اتباع کریں۔ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے اور آپ امت کے لیے جو شریعت بیان کرتے اور اسے حکم دیتے ہیں تو آپ کی امت آپ کی تابع فرمان ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا سورہ ص میں سجدہ ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں، پھر انھوں نے ﴿ وَوَهَبْنَا لَكَ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ﴾ تا ﴿ فَيَهْدِيهِمْ ﴾ آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا وہ بھی انھی میں سے ہیں۔ مجاہد سے ایک دوسری روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: تمہارے

نبی ﷺ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ان کی اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔^① ارشاد الہی ہے: ﴿قُلْ لَا اسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ ”کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس (قرآن) کا صلہ نہیں مانگتا۔“ یعنی تم تک قرآن پہنچانے کی میں تم سے کوئی اجر ت طلب نہیں کرتا اور نہ تم سے میرا کسی بھی قسم کا کوئی مطالبہ ہی ہے۔ ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ﴾ ”یہ تو جہاں کے لوگوں کے لیے محض نصیحت ہے۔“ تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اندھے پن کے بجائے ہدایت، سرکشی کے بجائے رشد و بھلائی اور کفر کے بجائے ایمان کی دولت کو حاصل کر لیں۔

تفسیر آیات: 91، 92

رسول کی بشریت اور ان پر کتاب کا نزول: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انھوں نے اس کی اس طرح تعظیم نہیں کی جس طرح تعظیم کرنے کا حق تھا کہ انھوں نے اس کے ان رسولوں کی بھی تکذیب کی جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور عبد اللہ بن کثیر رحمہم فرماتے ہیں کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^② یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^③ ﴿قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ﴾ ”انھوں نے کہا کہ اللہ نے انسان پر (وحی اور کتاب وغیرہ) کچھ بھی نازل نہیں کیا۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِذَا كَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ﴾ (یونس 2:10) ”کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کی طرف وحی بھیجی کہ آپ لوگوں کو ڈرائیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا﴾ ﴿قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَّنْشُونَ مِطَابِرِينَ لَنَلْنَاهُمْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا﴾ (بنی اسرائیل 94:17، 95) ”اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے: کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ دیجیے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے (اور) آرام کرتے (ہستے) تو ہم ان کے پاس فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ﴾ ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ﴾ ”اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسے جانی چاہیے تھی نہ جانی جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے انسان پر (وحی اور کتاب وغیرہ) کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ کہہ دیجیے کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا؟ جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی؟“ یعنی اے محمد ﷺ! ان لوگوں سے کہہ دیجیے: جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب کے نازل ہونے کے منکر ہیں، ان کے سلب عام^④ کے جواب میں قضیہ جزئیہ موجبہ کے اثبات کے ساتھ جواب دے دیں کہ ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ﴾ ”کہہ

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿أَوَلَيْكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبَعَثْنَاهُمْ فِيهِمْ رَسُولًا﴾ (الأنعام 90:6)، حدیث: 4632۔ ②

تفسیر الطبری: 349/7۔ ③ تفسیر الطبری: 348/7۔ ④ سلب عام کا مطلب ہے کہ کسی چیز کا کلیتہً انکار کر دینا اور اس کو قطعاً

تسلیم نہ کرنا، علم منطق کی رو سے ”سالب کلیہ کی نفیض، یعنی اس کا جواب موجبہ جزئیہ (بعض اشیاء کے اثبات) سے آتا ہے، اس جگہ اسی منطقی

اصطلاح کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

دیکھیے: جو کتاب موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے، اسے کس نے نازل کیا تھا؟“ تم بھی جانتے ہو اور ہر ایک شخص یہ جانتا ہے کہ تورات کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل کیا تھا اور وہ ﴿تُورَاوَهُدٰی لِلنَّاسِ﴾ ”لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی۔“ تاکہ اس سے مشکلات کے ازالے کے لیے روشنی اور شبہات کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاسکے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿تَجْعَلُوْنَهٗ قَرٰطِیْسٌ تُبَدِّلُوْنَهَا وَتُخْفَوْنَ كَثِیْرًا﴾ ”جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق (پرنٹل) کر رکھا ہے، ان (کے کچھ حصے) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو۔“ یعنی ساری کتاب کو تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق کی شکل میں کر رکھا ہے اور اصل کتاب میں سے، جو تمہارے ہاتھوں میں ہے، ان اوراق پر لکھتے رہتے ہو اور اس کتاب میں اپنی مرضی سے تحریف، تبدیلی اور تاویل کرتے رہتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہوتا، اسی لیے فرمایا: ﴿تَجْعَلُوْنَهٗ قَرٰطِیْسٌ تُبَدِّلُوْنَهَا وَتُخْفَوْنَ كَثِیْرًا﴾ ”تم نے اسے علیحدہ علیحدہ اوراق (پرنٹل) کر رکھا ہے اور ان (کے کچھ حصے) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَلَّمْنٰكُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ﴾ ”اور (اس کتاب کے ذریعے سے) تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔“ یعنی یہ قرآن کس نے اتارا ہے جس میں سابقہ لوگوں کے حالات ہیں اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے آباء و اجداد۔ ارشاد الہی ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ ”کہہ دیجیے: (اس کتاب کو) اللہ ہی نے (نازل کیا تھا)۔“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کہہ دیجیے: اللہ نے اسے نازل فرمایا ہے۔ ① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ ذَرٰهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ﴾ ”پھر ان کو چھوڑ دیجیے کہ اپنی بے ہودہ بکواس میں کھیلتے ہیں۔“ یعنی انھیں چھوڑ دیں کہ یہ اپنی جہالت و ضلالت میں کھیلتے رہیں حتیٰ کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے موت آجائے تو پھر انھیں معلوم ہو جائے گا کہ انجام ان کا اچھا ہو گا یا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبْرَکٌ مُّصَدِّقٌ لِّ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِنُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ط﴾ ”اور (ویسی ہی) یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بابرکت ہے جو اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرتی ہے اور (جو) اس لیے (نازل کی گئی ہے) کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں۔“ یعنی قبائل عرب کو بھی اور عرب و عجم کے تمام انسانوں کو بھی جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا﴾ (الأعراف: 158) ”(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿لَاۤ اُنۡزِلَ رَکۡمٌ بِہٖ وَمَنْ یَّبۡلَغۡ ط﴾ (الأنعام: 19) ”تاکہ اس کے ذریعے سے میں تمہیں اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے سب کو ڈراؤں (آگاہ کر دوں)۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ یَّکْفُرۡ بِہٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالِنَّارُ مَوۡعِدُہٗ﴾ (ہود: 17) ”اور فرقوں میں سے جو کوئی اس کا انکار کرے تو اس کا ٹھکانا آگ ہی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرۡقَانَ عَلٰی عَبْدٍ لِّیَکُوۡنَ لِلْعٰلَمِیۡنَ نَذِیْرًا﴾ (الفرقان

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ گھڑے یا کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے، حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل نہیں کی گئی، اور جس نے کہا کہ میں

سَأُنْزِلَ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ط وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا

بھی ایسی چیز نازل کر سکتا ہوں جیسی اللہ نے نازل کی ہے۔ کاش! آپ ظالموں کو اس حال میں دیکھیں جب وہ موت کی غمتوں میں گرفتار ہوتے ہیں، اور فرشتے

أَيْدِيهِمْ أَخْرَجُوا أَنْفُسَهُمْ ط الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ

(یہ کہتے ہوئے) اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں بدلے میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم اللہ پر ناحق باتیں

الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فِرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

گھڑتے تھے اور اس کی آیتیں سن کر تکبر کرتے تھے ﴿٩٣﴾ اور یقیناً تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو جس طرح کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، اور ہم نے

وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ؕ وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ

تمہیں جو کچھ عطا کیا تھا وہ تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، اور اب ہمیں تمہارے ساتھ تمہارے وہ سفارشی نظر نہیں آتے جن کے بارے میں تم دعویٰ کرتے تھے کہ

شُرَكَاءُ ط لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾

11
ج
17

بے شک وہ (تمہاری بندگی میں) اللہ کے شریک ہیں۔ ان سے تمہارا تعلق یقیناً ٹوٹ گیا ہے اور وہ تم سے کھو گئے ہیں تمہیں تم (اپنے معبود) خیال کرتے تھے ﴿٩٤﴾

1:25 ”وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر پر فرقان (قرآن) نازل فرمایا تاکہ اہل عالم کو ڈرائے۔“

اور فرمایا: وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ ؕ أَسْلَمْتُمْ ؕ فَإِنْ أَسْلَمْتُمْ فَقَدْ اهْتَدَوْا ؕ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ

الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ (آل عمران 20:3) ”اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ کیا تم بھی (اللہ کے

فرمانبردار بننے اور) اسلام لاتے ہو؟ پھر اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں تو بے شک وہ ہدایت پا گئے اور اگر (آپ کا کہا) نہ مانتیں تو

آپ کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچانا دینا ہے اور اللہ (اپنے) بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔“

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي] ”مجھے

پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں۔“ ان میں سے ایک چیز آپ نے یہ

بھی بیان فرمائی: [وَكَانَ النَّبِيُّ يُعْتَقُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَوُعْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً] ”پہلے ہر نبی کو بطور خاص اس کی

قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا مگر مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“ ﴿١﴾ اسی لیے فرمایا: وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

يُؤْمِنُونَ بِهِ ﴿٢﴾ ”اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اس مبارک کتاب، یعنی قرآن مجید پر بھی ایمان رکھتا ہے جسے اے محمد (ﷺ)! ہم نے

آپ کی طرف نازل کیا ہے۔ ﴿٣﴾ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩٢﴾ ”اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔“ یعنی جن

① صحیح البخاری، الصلاة، باب قول النبي ﷺ: [جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهْرًا]، حدیث: 438 و صحیح

مسلم، المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: 521 عن جابر بن عبد الله الأنصاري .

نمازوں کو ان پر فرض قرار دیا گیا ہے، انھیں وہ ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 93، 94

جھوٹے مدعی نبوت سے بڑا ظالم کوئی نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾ ”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔“ یعنی اس شخص سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے اور اس کے شریک بنادے یا اس کا بیٹا بنادے یا یہ دعویٰ کرے کہ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے، حالانکہ اللہ نے اسے رسول بنا کر نہ بھیجا ہو۔ اور فرمایا: ﴿أَوْ قَالَ أُنْجِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُنْجِ إِلَيْهِ شَيْءٌ﴾ ”یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے، حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آئی ہو۔“ عکرمہ وقادہ رحمہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ﴿وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ط﴾ ”اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی (کتاب) اللہ نے نازل کی ہے، اس طرح کی میں بھی نازل کر سکتا ہوں۔“ یعنی جو یہ دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی نازل ہوئی ہے، وہ بھی اس کے جواب میں اسی طرح کی وحی نازل کر سکتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِذَا تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَاِذْنًا قَدْ سَبِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا آ.....﴾ (الأنفال: 31) ”اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یھینا ہم نے سن لیں اگر ہم چاہیں تو اسی طرح (کا کلام) ہم بھی کہہ سکتے ہیں.....“

موت کے وقت اور قیامت کے دن ان ظالموں کا حال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُلُّ تَرَايٍ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ﴾ ”اور کاش! آپ ان ظالم (مشرک) لوگوں کو اس وقت دیکھیں جب وہ موت کی سختیوں میں (بتلا) ہوں۔“ غمرات کے معنی سختیوں، سکرانے اور مشکلات کے ہیں۔ ﴿وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ﴾ ”اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں“ ان کی طرف انھیں مارنے اور عذاب دینے کے لیے جیسا کہ فرمان باری ہے: ﴿لَئِنْ أَبْسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي﴾ (المائدة: 28) ”اور اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر ہاتھ بڑھائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتُهُمْ بِالسُّوءِ﴾ (الممتحنة: 2:60) ”اور ایذا کے لیے تم پر اپنے ہاتھ (بھی) دراز کریں اور اپنی زبانیں (بھی)۔“ صحاک اور ابوصالح رحمہما نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ وہ ان کی طرف عذاب کے لیے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔ ﴿جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكُلُّ تَرَايٍ إِذِ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ (الأنفال: 50) ”اور کاش! آپ اس وقت (کی کیفیت) دیکھیں جبکہ فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں، ان کے چہروں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے ہیں۔“ اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ﴾ ”اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لیے) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں“ یعنی انھیں مارنے کے لیے تاکہ ان کی جانیں ان کے جسموں سے باہر نکل آئیں۔ اسی وجہ سے فرشتے ان سے کہتے ہیں: ﴿أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ ”(کہ) تم نکالو اپنی جانیں۔“ کافر کی موت کا وقت جب آتا ہے تو فرشتے اسے عذاب، سزا، طوقوں،

بیڑیوں، جہنم، اس کے گرم اور کھولتے ہوئے پانیوں اور سزاؤں کی جب بشارت سناتے ہیں اور اللہ کے غضب سے ڈراتے ہیں تو اس کی روح اس کے جسم میں دوڑنے لگتی اور باہر نکلنے سے انکار کر دیتی ہے تو فرشتے مار مار کر کافروں کی روحوں کو ان کے جسموں سے نکالتے اور کہتے ہیں: ﴿اَخْرِجُوا اَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ﴾ ”نکالو تم اپنی جانیں آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس لیے کہ تم اللہ پر ناحق باتیں گھڑتے تھے۔“ لہذا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کی سزا کے طور پر آج تمہیں حد درجے ذلیل و خوار کر دیا جائے گا کیونکہ تم تکبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسولوں کی پیروی سے انکار کرتے تھے۔

بہت سی متواتر احادیث میں مومن اور کافر کی موت کے وقت کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے، ہم ان احادیث مبارکہ کو ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراہیم 14: 27) ”اللہ ایمان والوں کو قول ثابت (کلمہ توحید) سے دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔“ کی تفسیر کے موقع پر بیان کریں گے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فِرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ”اور یقیناً جیسے ہم نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا ایسے ہی آج تم اکیلے اکیلے ہمارے پاس آئے ہو۔“ یہ ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿وَعَرَضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًا ط لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (الکہف 18: 48) ”اور سب آپ کے پروردگار کے سامنے صف بستہ پیش کئے جائیں گے (تو ہم ان سے کہیں گے:) جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا یقیناً (اسی طرح آج) تم ہمارے سامنے آئے ہو۔“ جیسا کہ ہم نے تمہیں ابتدا میں پیدا کیا تھا۔ اسی طرح ہم نے تمہیں دوبارہ اٹھا کھڑا کیا ہے، حالانکہ تم اس کا انکار کرتے ہوئے اسے بہت بعید جانتے تھے مگر دیکھ لو یہ قیامت کا دن آ گیا ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وِرَآءَ ظُهُورِكُمْ﴾ ”اور جو (مال و متاع) ہم نے تمہیں عطا فرمایا تھا وہ سب تم اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے ہو۔“ یعنی جن نعمتوں اور مالوں کو تم نے دنیا میں حاصل کیا تھا انہیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ: مَالِيْ مَالِيْ، قَالَ: وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ، اَوْ لَبَسْتَ فَاَبْلَيْتَ، اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ]، [وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَا هَبْ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ] ”ابن آدم کہتا ہے: میرا مال میرا مال، حالانکہ تیرا مال صرف وہ ہے جسے تو نے کھایا اور ہضم کر لیا یا پہنا اور اسے بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے اسے آگے پہنچا دیا۔ اور اس کے سوا جو کچھ ہے تو وہ جانے والا ہے اور تو اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔“ ﴿۱﴾

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن آدم کو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ وہ بکری کے بچے کی طرح کمزور اور لاغر سا ہوگا اللہ عز و جل فرمائے گا تو نے جو مال جمع کیا تھا وہ کہاں ہے؟ بندہ جواب دے گا کہ اے رب! میں نے اسے جمع تو کیا مگر جتنا جمع کیا اس سے بھی زیادہ پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ ابن آدم! ذرا یہ تو بتا کہ تو نے اپنے لیے

﴿۱﴾ صحیح مسلم، الزہد، باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر]، حدیث: 2958، 2959 عن عبد اللہ بن الشَّخِیر رحمۃ اللہ علیہ۔

آگے کیا بھیجا تھا؟ لیکن وہ کوئی ایسی چیز نہیں دیکھے گا جسے اس نے آگے بھیجا ہو، پھر امام حسن بصری نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فِرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاهُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاهُمْ وِرَاءَ ظُهُورِكُمْ﴾ ① اسے امام ابن ابو حاتم نے بیان کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا نَزَّلْنَاهُ مَعَكُمْ شِفَعًا لِّلَّذِينَ رَعَوْا اٰلِهَهُمْ فَيَكُفُّوا عَنْ شُرَكَائِهِمْ﴾ اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے، جن کی نسبت تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے (شفیع اور ہمارے) شریک ہیں۔“ یہ ان کے لیے ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش ہے کہ انہوں نے دنیا میں انداد و اصنام و اوثان کو اللہ کے شریک بنایا اور خیال کیا کہ یہ انہیں دنیا میں نفع پہنچاتے ہیں اور اگر واقعی آخرت کا بھی کوئی دن ہوا تو اس میں بھی یہ انہیں نفع پہنچائیں گے مگر جب قیامت کا دن برپا ہوگا تو ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے، ان کی ضلالت و گمراہی واضح ہو جائے گی اور وہ سب گم ہو جائیں گے، افتراء پر دازی سے کام لیتے ہوئے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے شریک قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے ان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: اَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُزْعِمُوْنَ ۝ (القصص 28: 62 و 74) ”میرے وہ شریک جن کا تمہیں دعویٰ تھا کہاں ہیں؟“ وَقِيلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تُعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْكُمْ اَوْ يَنْصُرُوْنَ ۝ (الشعراء 26: 92، 93) ”اور ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم پوجتے تھے اللہ کے سوا۔ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَمَا نَزَّلْنَاهُ مَعَكُمْ شِفَعًا لِّلَّذِينَ رَعَوْا اٰلِهَهُمْ فَيَكُفُّوا عَنْ شُرَكَائِهِمْ﴾ اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے (شفیع اور ہمارے) شریک ہیں۔“ کہ تم ان کی عبادت کرتے تھے اور انہیں عبادت کا مستحق قرار دینے کی وجہ سے تم اس بات کے حقدار ہو کہ وہ تمہاری سفارش کریں مگر وہ آج ہیں کہاں؟

پھر اللہ نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ﴾ ”یقیناً (آج) تمہارے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو گئے۔“ ﴿بَيْنَكُمْ﴾ کورفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تمہاری جماعت منتشر ہو گئی ہے اور اسے نصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تمہارے تعلقات اور اسباب و وسائل منقطع ہو گئے ہیں۔ ﴿وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تُزْعِمُوْنَ﴾ ② ”اور جو دعویٰ تم کیا کرتے تھے، سب جاتے رہے۔“ بتوں اور اللہ کے شریکوں سے تم نے جو امیدیں لگا رکھی تھیں، وہ سب ختم ہو گئیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿اِذْ تَبَرَّآ اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا مِنْ اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ السُّبُبُ﴾ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّآ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يٰرَبُّهُمْ اللّٰهُ اَعْمَاكَهُمْ حَسْرَتٍ عَلَيْهِمْ ۝ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝ (البقرة 2: 166، 167) ”اس دن (کفر کے)

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1349/4 اور اسے امام ترمذی نے صفة القيامة، باب منه [سؤال الرب عبده عما.....]، حدیث:

2427 میں بھی مرفوعاً ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوْمِ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ط ذَلِكُمْ اللَّهُ فَالِقُ

بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے، وہ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ یہ ہے اللہ، چنانچہ تم کہاں بہکائے جاتے

تَوْفُكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذَلِكِ تَقْدِيرُ

ہو! ﴿٩٥﴾ وہ صبح کی سپیدی نکالتا ہے، اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا، اور سورج اور چاند کو وقت کے حساب کا ذریعہ (بنایا)، یہ سب بہت زبردست،

الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ ط قَدْ فَضَّلْنَا

خوب علم رکھنے والے کا اندازہ ہے ﴿٩٦﴾ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے سے خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ پاؤ،

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾

تحقیق ہم نے اپنی آیتیں ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دی ہیں جو علم رکھتے ہیں ﴿٩٧﴾

پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور (دونوں) عذاب (الہی) دکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور (یہ حال دیکھ کر) پیروی کرنے والے (حسرت سے) کہیں گے کہ کاش! ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہوتا کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں، اسی طرح ہم بھی ان سے بیزار ہوں۔ اس طرح اللہ ان کے اعمال ان کو حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکل نہیں سکیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾

(المؤمنون 101:23) ”پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو نہ اس دن ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ نَّاصِرِينَ﴾ (العنكبوت 25:29) ”بس تم نے جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا ہے تو یہ محض دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لیے (مگر) پھر قیامت کے دن ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔“ اور

فرمایا: ﴿وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمُ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ﴾ (الفصل 64:28) ”اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ، چنانچہ وہ ان کو پکاریں گے تو وہ ان کو جواب نہ دے سکیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّا يَوْمًا كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ (الأنعام 24-22:6)

”اور جس دن ہم سب لوگوں کو جمع کریں گے، پھر مشرکوں سے پوچھیں گے کہ (آج) وہ تمہارے شریک کہاں ہیں جن کا تمہیں دعویٰ تھا؟ تو ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا (اور) سوائے اس کے (کچھ چارہ نہ ہوگا) کہ کہیں گے: اللہ، ہمارے رب کی قسم! ہم شریک نہیں بناتے تھے۔ دیکھیں! انھوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ بولا اور جو کچھ یہ افتراء کیا کرتے تھے، سب ان سے جاتا رہا۔“ اس مضمون کی اور بھی

بہت زیادہ آیات ہیں۔

بعض نشانیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر ان سے درخت اگاتا ہے، یعنی وہ دانے اور گٹھلی کو مٹی کی تاریکی میں پھاڑ دیتا ہے، پھر اس سے مختلف انواع و اقسام کے پودے اور کھیتیاں پیدا ہوتے ہیں جن سے مختلف دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں جن کے رنگ، شکلیں اور ذائقے مختلف ہوتے ہیں۔ اسی لیے ﴿فَالْبَلْقُ الْحَبِّ وَالنَّوْمِ﴾ ”دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا۔“ کی تفسیر یہ بیان فرمائی ہے کہ ﴿يُخْرِجُ النَّحْيَ مِنَ الْبَيْتِ وَمُخْرِجُ الْبَيْتِ مِنَ النَّحْيِ﴾ ”وہی جان دار کو بے جان سے نکالتا ہے اور وہی بے جان کو جان دار سے نکالنے والا ہے۔“ وہ دانے اور گٹھلی سے جو مردہ جمادات کی طرح ہے، زندہ نباتات کو نکالتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَاَيُّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْتُهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَبَلًا مِّنْ تَحِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۚ لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ ۚ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِمَّنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾ (یس: 33-36) ”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس میں سے اناج اگایا، پھر یہ اس میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیے تاکہ یہ ان کے پھل کھائیں اور (وہ پھل) ان کے ہاتھوں نے تو نہیں بنائے، پھر کیا وہ شکر نہیں کرتے؟ وہ اللہ پاک ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے۔“ ارشاد الہی: ﴿وَمُخْرِجُ الْبَيْتِ مِنَ النَّحْيِ ط﴾ کا ﴿فَالْبَلْقُ الْحَبِّ وَالنَّوْمِ ط﴾ پر عطف ہے، پھر اس کی تفسیر بیان کی اور اس پر عطف ڈالتے ہوئے کہا: ﴿وَمُخْرِجُ الْبَيْتِ مِنَ النَّحْيِ ط﴾ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ نکالنے کا مفہوم مختلف عبارتوں میں بیان کیا گیا ہے جو سب قریب المعنی ہیں۔ کسی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ انڈے سے مرغی نکالتا اور مرغی سے انڈے پیدا کرتا ہے، کسی نے یہ کہا کہ وہ برے آدمی سے نیک اولاد اور نیک آدمی سے بری اولاد پیدا کر دیتا ہے، علاوہ ازیں اور بھی کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں جو اس آیت کے ہو سکتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذِكْرُ اللَّهِ﴾ ”یہی تو اللہ ہے۔“ یہ کام کرنے والا وہ اللہ ہے جو وحدہ لا شریک ہے۔ ﴿فَالْبَلْقُ الْحَبِّ وَالنَّوْمِ ط﴾ ”پھر تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟“ یعنی تم حق سے کیسے منہ موڑتے اور اس سے روگردانی کر کے باطل کو اختیار کرتے ہو اور اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرتے ہو۔

ارشاد الہی ہے: ﴿فَالْبَلْقُ الْحَبِّ وَالنَّوْمِ ط﴾ ”وہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو (موجب) آرام بنایا۔“ یعنی وہ روشنی اور اندھیرے کا خالق ہے جیسا کہ اس سورت کے شروع میں فرمایا: ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ط﴾ (الأنعام: 1) ”اور اس نے اندھیروں اور روشنی کو بنایا۔“ یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر پسیدہ سحر کو نمودار فرمادیتا ہے، اس سے وجود کائنات منور و افاق پر کرن کرن اجالا ہو جاتا ہے، اندھیرا چھٹ جاتا ہے،

رات ظلمتوں اور تاریکیوں سمیت چلی جاتی ہے اور دن اپنی روشنی اور چمک دمک کے ساتھ آ جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: **يُغْشَى الْاَيْلُ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا** ﴿٥٤﴾ (الأعراف 7: 54) ”وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ (رات) اس (دن) کو جلدی جلدی طلب کرتی ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اسے متضاد اور مختلف اشیاء کے پیدا کرنے کی قدرت حاصل ہے جو اس کے کمال عظمت اور عظیم سلطنت کی دلیل ہے۔ اس نے جب یہ ذکر فرمایا کہ وہ صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے تو اس کے مقابلے میں یہ بیان فرمایا: **وَجَعَلَ الْاَيْلُ سَكْنًا** ﴿٥٥﴾ ”اور اسی نے رات کو (موجب) آرام بنایا۔“ یعنی جو ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے جس سے ہر سواندھیرا چھا جاتا ہے تاکہ رات کو تمام اشیاء آرام اور سکون حاصل کر سکیں جیسا کہ اس نے فرمایا: **وَالضُّحَىٰ ۝ الْاَيْلُ اِذَا سَجَىٰ ۝ وَالنَّهَارُ اِذَا تَجَلَّىٰ ۝** (الضحیٰ 93: 2, 1) ”آفتاب کی روشنی کی قسم! اور رات (کی تاریکی) کی جب وہ چھا جائے۔“ اور فرمایا: **وَالْاَيْلُ اِذَا يَغْشَىٰ ۝ وَالنَّهَارُ اِذَا جَلَّهَا ۝ وَالْاَيْلُ اِذَا يَغْشَىٰ ۝** (اللہ 92: 2, 1) ”رات کی قسم! جب (دن کو) چھپالے اور دن کی قسم! جب اسے چمک اٹھے۔“ اور فرمایا: **وَالنَّهَارُ اِذَا جَلَّهَا ۝ وَالْاَيْلُ اِذَا يَغْشَىٰ ۝** (الشمس 91: 4, 3) ”اور دن کی قسم! جب اسے چمک دے اور رات کی قسم! جب اسے چھپالے۔“ ﴿٥٦﴾ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ط ”اور سورج اور چاند کو (ذریعہ) شمار بنایا ہے۔“

یعنی وہ دونوں ایک طے شدہ اور مقررہ حساب کے مطابق چلتے ہیں اور اس میں کوئی تغیر و تبدل رونما نہیں ہوتا بلکہ ان میں سے ہر ایک کی موسم سرما اور گرمیاں مندرجہ مقرر ہیں جن کے مطابق یہ چلتے ہیں اور اسی پر رات دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا جانا اور رات دن کا چھوٹا بڑا ہونا موقوف ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: **هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ** ﴿٥٧﴾ (یونس 10: 5) ”وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں۔“ اور فرمایا: **لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الْاَيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ** ﴿٥٨﴾ (یس 36: 40) ”نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔“ اور فرمایا: **وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِهٖ ط** (الأعراف 7: 54) ”اور اسی نے سورج، چاند اور ستاروں کو (پیدا کیا) سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔“

ارشاد الہی ہے: ﴿٥٩﴾ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٦٠﴾ ”یہ اللہ کے (مقرر کیے ہوئے) اندازے ہیں جو غالب (اور) علم والا ہے۔“ یعنی یہ سب اس غالب ہستی کے مقرر کیے ہوئے اندازے کے مطابق چل رہے ہیں جسے نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ جس کی کوئی مخالفت کر سکتا ہے اور جو ہر چیز کو جاننے والا ہے اور آسمان وزمین کا کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اکثر و بیشتر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے رات اور دن، سورج اور چاند کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد کلام کے اختتام پر اپنے عزیز و علیم ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ انعام کی اس آیت میں ہے اور جیسا کہ سورۃ یس میں بھی ہے: **وَآيَةُ لَهُمُ الْاَيْلُ ط نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ط** ﴿٦١﴾ (یس 36: 37, 38) ”اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اس وقت ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۖ قَدْ فَضَّلْنَا الْآلِيَةَ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٩٨﴾

اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پس ہر ایک کے لیے قرار پڑنے کی ایک جگہ ہے اور ایک اس کے سونپے جانے کی جگہ، تحقیق ہم نے اپنی آیتیں ان

لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں ﴿٩٨﴾ اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا، پس ہم نے اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات پیدا

کیں، پھر ہم نے ہری بھری کھیتیاں اگائیں جن سے ہم ایک دوسرے سے جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں، اور گھجور کے ٹکونے سے پھل کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ

وَالزَّيْتُونَ وَالزَّمَانُ مَشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۖ انظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ

سے جھکے جاتے ہیں، اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، (مگر ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا ہیں۔) یہ درخت جب پھل

لَايَةُ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٩٩﴾

دینے لگتے ہیں تو ان کے پھل دینے اور ان کے پکنے کی حالت کو دیکھ کر غور کرو، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں ﴿٩٩﴾

اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے یہ (اللہ) غالب (اور) دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔“ اسی طرح سورہ حم السجدہ کے آغاز میں

بھی آسمانوں، زمین اور ان میں موجود اشیاء کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: وَزَيْنَا السَّيِّئَاتِ الدُّنْيَا بِصَابِغٍ ۖ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ (حَمَّ السَّجْدَةِ: 41: 12) ”اور ہم نے آسمان دنیا کو چر انگوں (ستاروں) سے مزین

کیا اور (شیطانوں سے) محفوظ رکھا۔ یہ زبردست (اور) خبردار کے (مقرر کیے ہوئے) اندازے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ ۖ ۚ ”اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے

تا کہ تم جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے رستے معلوم کرو۔“ بعض سلف نے کہا ہے کہ جو شخص ستاروں کے

بارے میں ان تین چیزوں کے سوا کوئی اور اعتقاد رکھے تو وہ اللہ سبحانہ کی طرف ایک غلط اور جھوٹی بات منسوب کرتا ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمان کے لیے باعثِ زینت بنایا ہے۔ (2) ان کو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا اور (3) بدو بحر کے

اندھیروں میں رستے معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: قَدْ فَضَّلْنَا الْآلِيَةَ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ ”تحقیق

عقل والوں کے لیے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔“ یعنی ان کے لیے جو عقل سے کام لیتے، حق کو پہچانتے

اور باطل سے اجتناب کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 98، 99

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۚ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ﴿٩٨﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا

ہے۔“ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے جیسا کہ فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ ﴿١﴾ (النساء: 1) ”لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے

پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورتیں (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے۔“

ارشاد الہی: ﴿فَسْتَقَرُّ وَمُسْتَوْدَعٌ﴾ ”پھر (تمہارے لیے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک سپرد ہونے کی۔“ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو عبد الرحمن سلمی، قیس بن ابوحازم، مجاہد، عطاء، ابراہیم نخعی، ضحاک، قتادہ، سدی، عطاء خراسانی اور دیگر کئی ائمہ تفسیر رحمہم اللہ نے فرمایا ہے: ﴿فَسْتَقَرُّ﴾ سے مراد ماؤں کے رحم ہیں اور ان تمام یا ان میں سے اکثر نے فرمایا ہے: ﴿مُسْتَوْدَعٌ﴾ سے مراد باپوں کی پشتیں ہیں۔^① حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور اہل علم کی ایک جماعت نے اس کے برعکس بھی کہا ہے۔^② نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت نے یہ بھی کہا ہے کہ مستقر سے مراد دنیا میں ٹھہرنے کی جگہ ہے اور مستودع سے مراد مرنے کی جگہ ہے۔^③

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ فَضَّلْنَا الْاٰلِيَةَ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ﴾ ”تحقیق سمجھنے والوں کے لیے ہم نے (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔“ یعنی ان لوگوں کے لیے جو اللہ کے کلام اور اس کے معنی کو سمجھتے اور یاد رکھتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً﴾ ”اور وہی تو ہے جو آسمان سے مینہ برساتا ہے۔“ یعنی ایک اندازے کے مطابق، پھر بارش کا یہ بابرکت پانی بندوں کے لیے رزق اور تمام مخلوق کے لیے زندگی کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے بارش بھی اللہ کی طرف سے اپنی مخلوق پر بہت بڑی رحمت ہے۔ ﴿فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ”پھر ہم ہی (جو مینہ برساتے ہیں) اس سے ہر طرح کی نباتات اگاتے ہیں۔“ جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ ”اور تمام جان دار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں۔“ ﴿فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا﴾ ”پھر ہم نے اس سے ہری بھری کھیتیاں اگائیں۔“ یعنی سبز کھیتی اور درخت اگاتے ہیں، پھر ان میں دانے اور پھل پیدا کر دیتے ہیں۔

اسی لیے فرمایا: ﴿نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا﴾ ”ہم ان (کونپلوں میں) سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔“ جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں جس طرح گندم کے خوشے وغیرہ۔ ﴿وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ﴾ ”اور کھجور کے گاہے میں سے لٹکتے ہوئے گچھے۔“ ﴿قِنْوَانٌ﴾ قِنْوَانُ کی جمع ہے، اس سے مراد تروتازہ کھجوروں کے گچھے ہیں۔ ﴿دَانِيَةً﴾ جو پکڑنے والے کے قریب ہوتے ہیں جیسا کہ علی بن ابوطالب والہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ﴾ سے مراد کھجوروں کے وہ چھوٹے چھوٹے درخت ہیں جن کے گچھے زمین کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔^④ ارشاد الہی ہے: ﴿وَجَثَمٍ مِّنْ اَعْنَابٍ﴾ ”اور انگوروں کے باغ“ یعنی ہم اس سے انگوروں کے باغ نکالتے ہیں۔ اہل حجاز کے نزدیک یہ دونوں بہت اشرف و افضل قسم کے پھل ہیں، ہو سکتا ہے کہ یہ دنیا کے بہترین پھل ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے احسانات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا﴾ (النحل: 67) ”اور کھجور اور انگور کے میوؤں سے نشہ (آد شراب) بناتے ہو اور عمدہ رزق (کھاتے ہو)۔“

① تفسیر الطبری: 379-375/7 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1355/4. ② تفسیر البغوی: 146/2 و تفسیر ابن ابی حاتم:

1356/4. ③ تفسیر الطبری: 373/7 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1357/4. ④ تفسیر الطبری: 382/7 و تفسیر ابن ابی حاتم:

1359/4.

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى

اور (اس پر بھی) لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا، حالانکہ اسی نے تو انھیں پیدا کیا ہے، اور انھوں نے بغیر کسی علم کے اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیے،

عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٠٠﴾

وہ پاک ہے اور ان باتوں سے بلند ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ﴿١٠٠﴾

یہ آیت شراب کی حرمت سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اور فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّجِيلٍ وَأَعْنَابٍ﴾ (نہس: 36: 34) ”اور ہم نے اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے۔“ اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَالزَّيْتُونَ وَالنُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ﴾ ”اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف بھی ہیں۔“ امام قتادہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ یہ بتوں اور شکلوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مگر پھلوں کی شکل، ذائقے اور فوائد کے اعتبار سے یہ پھل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔^① اور ارشاد الہی ہے: ﴿أَنْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ﴾ ”یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھلوں پر اور (جب پکتی ہیں تو) ان کے پکنے پر نظر کرو۔“ حضرت براء بن عازب، ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، عطاء خراسانی، سدی اور قتادہ رحمہم نے فرمایا ہے: ﴿يَنْعِهِ﴾ سے مراد پھلوں کا پکنا ہے^② یعنی ان کے خالق کی اس قدرت پر غور کرو کہ اس نے کس طرح انھیں عدم سے وجود بخشا، پہلے لکڑی تھی، پھر اس سے اس نے کھجور، انگور اور انواع و اقسام کے پھل پیدا فرمادیے جو رنگ، شکل، ذائقے اور خوشبو میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَبَّرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزُرْعٌ وَنَجِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ يُسْقَى بِسَاءٍ وَاحِدَةٍ وَنُقْضَلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ﴾ (الرعد 4: 13) ”اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں، ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت جو جڑ سے ملے ہوئے اور جدا جدا (باوجودیکہ) پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے اور ہم بعض میوؤں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿إِنَّ فِي ذَلِكُمْ﴾ ”یقیناً اس میں“ اے لوگو! ﴿لَايَتٍ﴾ ”(اللہ کی قدرت کی بہت سی) نشانیاں ہیں“ جو ان اشیاء کے خالق کی قدرت، حکمت اور رحمت کے کمال پر دلالت کرتی ہیں، ﴿لَقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾^③ ”ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے اور اس کے رسولوں کی اتباع کرتے ہیں۔

تفسیر آیت: 100 ﴿

مشرکین کی مذمت: یہ ان مشرکین کی تردید ہے جنھوں نے اللہ کے ساتھ غیر کی بھی پوجا کی اور اللہ کی عبادت میں دوسروں کو اس کا شریک بنادیا، مثلاً: انھوں نے جنوں کی پوجا کر کے انھیں عبادت میں اللہ کا شریک بنادیا جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے شرک و کفر سے پاک ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ تو بتوں کی پوجا کرتے تھے تو جنوں کو اللہ کے شریک بنانے کے کیا معنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھیں جنوں ہی نے بتوں کی عبادت کا حکم دیا تھا تو ان کے حکم کی اطاعت بجالاتے ہوئے انھوں نے بتوں کی عبادت کی

① تفسیر الطبری: 383/7 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1359/4 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1360/4 .

تو یہ گویا جنوں کو اللہ کا شریک بنانا ٹھہرا کہ اس کا حکم ماننے کے بجائے انھوں نے جنوں کے حکم کو مانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنْتَاءٌ وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ۚ لَعَنَهُ اللَّهُ مُوَ قَالَ لَا تَخْذَنْ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ۚ وَلَا ضَلَّتْهُمْ وَلَا مَنِيَّتْهُمْ وَلَا مَرَّتْهُمْ فَلْيَبْتَكَنْ اذْ اَنْ اَلْاَنْعَامِ وَلَا مَرَّتْهُمْ فَلْيَبْتَكَنْ خَلَقَ اللَّهُ ط وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ۚ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ط وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝﴾ (النساء: 117-120) ”وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں اور دراصل وہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں۔ جس پر اللہ نے لعنت کی ہے (شیطان اللہ سے) کہنے لگا: میں تیرے بندوں سے (غیر اللہ کی نذر دلو کر مال کا) ایک مقرر حصہ لے لیا کروں گا اور البتہ میں ضرور ان کو گمراہ کرتا اور میں ضرور ان کو امیدیں دلاتا رہوں گا اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور میں یقیناً ان کو حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلیں گے۔ اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا وہ یقیناً صریح نقصان میں پڑ گیا، وہ (شیطان) ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انھیں وعدے دیتا ہے، وہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿أَفَتَتَّخِذُونَ ذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي ۚ﴾ (الکہف: 50) ”کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو؟“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا: ﴿يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ط إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ۝﴾ (مریم: 44) ”اے میرے باپ! شیطان کی پوجا نہ کر، بے شک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿أَلَمْ آعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبْنَى آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَ أَنِ اعْبُدُونِي ط هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝﴾ (یس: 60، 61) ”اے آدم کی اولاد! کیا ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کونہ پوجنا، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور فرشتے قیامت کے دن بارگاہ الہی میں عرض کریں گے: ﴿سُبْحَنَكَ أَنْتَ وَلَيْتْنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۝﴾ (سبا: 41) ”تو پاک ہے تو ہی ان کے سوا ہمارا کارساز ہے بلکہ وہ تو جنات کو پوجا کرتے تھے اور ان کے اکثر انھی پر ایمان لاتے تھے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ ۚ﴾ ”اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا، حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا ہے۔“ جنوں کو بھی اسی نے پیدا کیا اور وہی خالق وحدہ لا شریک ہے تو اس کے ساتھ کسی غیر کی پوجا کیوں کی جاسکتی ہے؟ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْجِتُونَ ۚ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۝﴾ (الصُّفَّت: 95، 96) ”تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو؟ حالانکہ تم کو اور جو تم بناتے ہو ان کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔“ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی مستقل بالذات خالق ہے، لہذا واجب ہے کہ صرف اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَحَقُّوْا لَهُ بَنِيْنَ وَبَنِيْنَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ﴾ ”اور انھوں نے بے سمجھے (جھوٹ و بہتان کے طور پر) اس کے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیے۔“ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کی گمراہی اور ضلالت کو واضح فرما رہا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں

بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَتَى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ

وہی آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں؟ اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور وہی ہر چیز کو

بِجْلِ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٠١﴾

خوب جاننے والا ہے ﴿١٠١﴾

یہ کہا کہ اس کا بیٹا ہے جس طرح یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور مشرکین عرب نے فرشتوں کے بارے میں کہا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان ظالموں کی ان باتوں سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ارشاد باری: ﴿وَحَرِّقُوا﴾ کے معنی ہیں کہ انھوں نے جھوٹ و بہتان باندھا اور وہم و گمان سے کام لیا۔ علمائے سلف نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَنِ الْيَصْفُونَ﴾ ﴿١٠٠﴾ ”وہ ان باتوں سے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں پاک ہے اور اس کی شان ان سے بلند ہے۔“ یعنی یہ جاہل اور ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے جو اولاد، اُنداد، ہمسرا و شریک بناتے ہیں تو اس کی ذات گرامی اس سے پاک اور بہت بلند ہے۔

تفسیر آیت: 101

بدیع کے معنی: ﴿بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”(وہی) آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔“ یعنی وہ آسمانوں اور زمین کو بنانے والا، پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا اور کسی سابقہ مثال کے بغیر انھیں وجود بخشنے والا ہے جیسا کہ امام مجاہد اور سدی رحمہما نے فرمایا ہے۔ ﴿١﴾ بدعت کو بھی اسی لیے بدعت کہا جاتا ہے کہ گزشتہ زمانے میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ ﴿٢﴾ اَتَى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ ﴿٣﴾ ”اس کی اولاد کہاں سے ہو جبکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں؟“ یعنی اولاد تو دو متناسب چیزوں سے پیدا ہوتی ہے اور مخلوق میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مناسب اور مشابہ نہیں ہے، وہ تو ہر چیز کا خالق ہے، اس کی نہ بیوی ہے اور نہ بچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۚ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۚ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۚ أَنْ دَعَا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَكْبُغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۚ إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۚ لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۚ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرْدًا ۚ﴾ (مریم: 88-95) ”اور کہتے ہیں: رحمن اولاد رکھتا ہے (ایسا کہنے والا) یہ تو تم بری بات (زبان پر) لاتے ہو قریب ہے کہ اس (افراء) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں کہ انھوں نے رحمن کے لیے اولاد تجویز کی اور اللہ کو شایاں نہیں کہ کسی کو اولاد بنائے، تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب رحمن کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے، اس نے ان (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا ہے اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔“ ﴿٤﴾ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِجْلِ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ ”اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔“ اللہ تعالیٰ

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٠٢﴾

یہ ہے اللہ، تمہارا رب، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے، چنانچہ تم اسی کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز پر نگران ہے ﴿١٠٢﴾

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٠٣﴾

اس (کی حقیقت) کو نگاہیں نہیں پاسکتیں، اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، اور وہ نہایت باریک بین، بہت باخبر ہے ﴿١٠٣﴾

نے بیان فرمایا ہے کہ اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے تو اس کی مخلوق میں سے اس کے ہم پلہ اس کی کوئی بیوی کس طرح ہو سکتی ہے کیونکہ اس کی تو کوئی نظیر ہی نہیں، لہذا اس کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تو اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

تفسیر آیات: 103، 102 ﴿﴾

اللہ ہی تمہارا پروردگار ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ﴾ ”یہی (اوصاف رکھنے والا) اللہ تمہارا پروردگار ہے۔“ یعنی جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ بیوی۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا (ہے) چنانچہ تم اسی کی عبادت کرو۔“ یعنی صرف اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کرو، اس کی وحدانیت کا اقرار کرو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی بیٹا، کوئی باپ اور کوئی بیوی نہیں اور اس کا کوئی نظیر و عدیل نہیں۔ ﴿وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ ﴿١٠٢﴾ ”اور وہ ہر چیز کا نگران ہے۔“ یعنی محافظ اور نگہبان ہے، وہ ہر چیز کی تدبیر کرتا، اسے رزق دیتا اور رات دن اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

آخرت میں دیدارِ الہی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ ”(وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔“ یعنی نگاہیں دنیا میں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اگرچہ آخرت میں دیدارِ الہی سے ضرور فیض یاب ہوں گی جیسا کہ صحاح، مسانید اور سنن میں کئی سندوں کے ساتھ مروی رسول اللہ ﷺ کی متواتر احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو وہ جھوٹ کہتا ہے اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ ”(وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے۔“ ﴿١٠٣﴾

صحیح حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: [إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ، وَلَا يَنبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ، يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ، يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ، حِجَابُهُ النُّورُ - وَفِي رِوَايَةٍ أَبِي بَكْرٍ: النَّارُ - لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبْحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ]

① نقص از صحیح البخاری، التفسیر، باب، حدیث: 4855 و صحیح مسلم، الإیمان، باب معنی قول اللہ عزوجل:

﴿وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾ (النجم: 53: 13)، حدیث: 177 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأنعام،

حدیث: 3068 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب سورة النجم: 471/6، حدیث: 11532 و مسند أحمد: 50، 49/6.

”بے شک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ اس کی ذات پاک کے شایان شان ہے کہ وہ سوئے، وہ میزان کو جھکاتا اور اوپر اٹھاتا ہے، اس کی طرف رات کا عمل دن سے پہلے اور دن کا عمل رات سے پہلے اٹھایا جاتا ہے، اس کا حجاب نور۔ یا ابوبکر کی روایت کے مطابق آگ۔ ہے اگر وہ اسے دور ہٹا دے تو اس کے چہرے کے انوار ہر اس چیز کو مخلوق میں سے جلادیں جس پر اس کی نظر پڑے (ساری مخلوق اس کے چہرہ اقدس کے انوار و تجلیات کی تاب نہ لاتے ہوئے جل کر رکھ ہو جائے۔)“^①

سابقہ کتابوں میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے دیدار کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ! مجھے جو بھی جاندار دیکھے گا وہ مر جائے گا اور جس خشک چیز (بے جان) پر میرا جلوہ پڑے گا وہ تباہ ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۖ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبٰتِلُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (الأعراف 7: 143) ”پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر (اپنا) جلوہ ڈالا تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور تو بہ کرتا ہوں اور جو ایمان لانے والے ہیں ان میں سب سے اول ہوں۔“ اس اثر نے ادراک خاص کی نفی کی ہے، اس نے اس دیدار کی نفی نہیں کی جو بندگانِ الہی کو قیامت کے دن اس طرح نصیب ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ چاہے گا جبکہ عظمت و جلال والے کی ذات پاک کا جس طرح وہ ہے، نگاہیں ادراک نہیں کر سکتیں، یہی وجہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کی قائل ہیں کہ آخرت میں تو دیدارِ الہی کی سعادت نصیب ہوگی مگر دنیا میں یہ ممکن نہیں، آپ کا استدلال اسی آیت کریمہ سے تھا: ﴿لَا تُؤْتِيْكَ الْاَبْصَارُ ۚ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ﴾ آپ نے جس ادراک کی نفی کی، اس سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ کی جس طرح وہ ہے، رؤیت کی نفی ہے کیونکہ یہ انسانوں، فرشتوں یا کسی بھی دوسری مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ﴾ ”اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے۔“ یعنی وہ ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ان کے بارے میں جانتا ہے جیسے وہ ہیں کیونکہ اسی نے تو ان کو پیدا فرمایا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللّٰطِیْفُ الْخَبِيْرُ ۝﴾ (الملك 67: 14) ”بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔“ کبھی مُبْصِرِین (دیکھنے والوں) کو ابْصَار سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ سدی نے ﴿لَا تُؤْتِيْكَ الْاَبْصَارُ ۚ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اسے کوئی چیز نہیں دیکھ سکتی اور وہ تمام مخلوقات کو دیکھتا ہے۔^② ابو العالیہ نے ﴿وَهُوَ اللّٰطِیْفُ الْخَبِيْرُ ۝﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿اللّٰطِیْفُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان کو نکالنے میں باریک بین ہے۔ ﴿الْخَبِيْرُ﴾ اور وہ ان کی جگہ سے باخبر ہے۔^③ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

یہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

① صحیح مسلم، الإیمان، باب فی قوله علیه السلام: [إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ.....]، حدیث: 179، البتصحیح مسلم میں پہلے [عَمَلُ]

اللیل] کا ذکر ہے جبکہ تفسیر ابن کثیر میں پہلے [عَمَلُ النَّهَارِ] کا ذکر ہے جو صحیح ابن حبان، الإیمان، باب ما جاء فی الصفات :

499/1، حدیث: 266 کے مطابق ہے۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1364/4۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1364/4۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ط

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں آچکی ہیں، چنانچہ جس نے بصیرت سے کام لیا تو اس کے اپنے فائدے کے لیے ہے، اور جو اندھا بنا

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۖ ﴿١٠٤﴾ وَكَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ

راہ اس کا (دباں) اسی پر ہے۔ اور (کہہ دیجیے) میں تم پر محافظ نہیں ہوں ﴿۱۰۴﴾ اور ہم آیات کو اسی طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ (کافر) یہ کہیں کہ

وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١٠٥﴾

تو نے (کسی سے) پڑھ لیا ہے اور جو لوگ علم رکھتے ہیں، ان پر ہم اس (حقیقت) کو واضح کر دیں ﴿۱۰۵﴾

يُبَيِّنُ لَهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمُوتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ط

إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٠٦﴾ (لقمن 31: 16) ”اے میرے (پیارے) بیٹے! اگر کوئی عمل (بالفرض) رائی کے دانے کے برابر بھی

(چھوٹا) ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ اس کو قیامت کے دن نکال لائے گا، کچھ شک نہیں کہ اللہ

نہایت باریک بین (اور) باخبر ہے۔“

تفسیر آیات: 105، 104 ﴿

روشن دلائل سے کیا مراد ہے؟ ﴿بَصَائِرُ﴾ سے مراد وہ روشن دلائل و براہین ہیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں، نیز جنہیں

رسول اللہ ﷺ لے کر دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ ﴿فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ﴾ ”تو جس نے بصیرت سے کام لیا اس نے اپنا بھلا

کیا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّٰ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ (یونس 10: 108)

”چنانچہ جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو یقیناً ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو یقیناً

گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ط﴾ ”اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا

کیا۔“ یعنی جو ان روشن دلائل و براہین کو دیکھنے سے اندھا بنا رہا تو اس کا دباں اسی پر ہوگا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿فَإِنَّهَا

لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْصَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ (الحج 22: 46) ”پس بے شک (ان کی) آنکھیں اندھی

نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں۔“ ﴿وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ﴾ ”اور میں تمہارا نگہبان نہیں

ہوں۔“ یعنی میں تمہارا نگہبان اور نگران نہیں ہوں بلکہ میں تو مبلغ ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت فرماتا ہے اور جسے چاہے

گمراہ کر دیتا ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَكَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ﴾ ”اور ہم اسی طرح اپنی آیتیں پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔“

یعنی جس طرح توحید کے بیان کے سلسلے میں اور اس بارے میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم نے اس سورت میں دلائل کو

بیان کیا ہے، اسی طرح جاہلوں کی جہالت کی وجہ سے ہم ہر جگہ دلائل و براہین کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ مشرک، کافر

اور تکذیب کرنے والے یہ نہ کہیں کہ آپ یہ باتیں اہل کتاب سے سیکھے ہوئے ہیں اور ان سے پڑھے ہوئے ہیں۔ حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر اور ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ ﴿

امام طبرانی نے عمرو بن کیسان سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا: [ذَارُسْتَ] کے معنی پڑھنے اور باہم تکرار کرنے کے ہیں۔ ① یہ آیت ایسے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کذب و عناد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكُ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخِرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلُمًا وَزُورًا ۖ وَقَالُوا أَصَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اٰكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ (الفرقان 5:4, 25) ”اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) من گھڑت باتیں ہیں جو اس (مئی رسالت) نے بنائی ہیں اور اس (کے گھڑنے) میں دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے، چنانچہ لوگ (ایسا کہنے سے) ظلم اور جھوٹ پر (اتر) آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے لکھوا رکھا ہے اور وہ صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔“

اسی طرح کافروں کے ایک سردار اور کاذب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ۞ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۖ فَقَتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۖ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۖ ثُمَّ نَظَرَ ۖ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۖ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۖ فَفَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْتَرُ ۖ إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۖ (المدثر 18:25) ”بے شک اس نے فکر کیا اور اندازہ لگایا، یہ مارا جائے! اس نے کیسا اندازہ لگایا؟ پھر یہ مارا جائے! اس نے کیسا اندازہ لگایا؟ پھر اس نے دیکھا، پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا، پھر وہ پشت پھیر کر چلا اور (قول حق سے) غرور کیا، پھر کہنے لگا کہ یہ (قرآن) تو صرف جادو ہے جو (پہلوں سے) منتقل ہوتا چلا آیا ہے، (پھر بولا) یہ تو (اللہ کا کلام نہیں بلکہ) صرف بشر کا کلام ہے۔“

ارشاد الہی ہے: ۞ وَلْيُنْذِرْنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ ”اور تاکہ ہم علم والے لوگوں کے لیے اس (حقیقت) کو واضح کر دیں۔“ ہم اس کی ان لوگوں کے لیے وضاحت کر دیں جو حق کو حق جانتے اور اس کی اتباع کرتے ہیں اور باطل کو باطل سمجھتے اور اس سے اجتناب کرتے ہیں اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا فرما ہے کہ اس نے کچھ لوگوں کو گمراہ رکھا اور کچھ کے سامنے حق کو اس طرح واضح فرمادیا کہ وہ ہدایت یاب ہو گئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۞ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا ۚ (البقرة 26:26) ”اس سے (اللہ) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے۔“ اور فرمایا: ۞ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاِنَّ الظَّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۚ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ اَنَّهٗ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الحج 52:53, 54) ”غرض (اس سے) یہ ہے کہ جو (وسوسے) شیطان ڈالتا ہے، اللہ اس کو ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں ذریعہ آزمائش ٹھہرائے اور بے شک ظالم پر لے درجے کی مخالفت میں (پڑے) ہیں۔ اور تاکہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ بے شک یہ (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے، پھر وہ اس پر ایمان لائیں تو ان کے دل اللہ کے آگے عاجزی کریں اور جو لوگ ایمان لاتے

اَتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا

(اے نبی!) آپ اس وحی کی پیروی کریں جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے (نازل) کی جاتی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور مشرکین کی طرف دھیان نہ

اَشْكُرُوا ۚ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿١٠٧﴾

دیں ﴿۱۰۷﴾ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ مشرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان پر محافظ نہیں بنایا، اور آپ ان کے ذمے دار نہیں ﴿۱۰۷﴾

ہیں، اللہ یقیناً ان کو سیدھے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔“ اور فرمایا: وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لِيَسْتَيَقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنِ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (المدثر 31:74) ”اور ہم نے دوزخ کے داروغے فرشتے ہی مقرر کیے ہیں اور ان کی تعداد کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے (اور یہ) اس لیے کہ اہل کتاب یقین کریں اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو اور اہل کتاب اور مومن شک نہ کریں اور اس لیے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے اور (جو) کافر (ہیں) کہیں کہ اس مثال (کے بیان کرنے) سے اللہ کا مقصود کیا ہے؟ اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور آپ کے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“ اور فرمایا: ۞ وَتُزِيلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝ (بنی اسرائیل 82:17) ”اور ہم قرآن میں سے جو نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔“ اور فرمایا: ۚ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۚ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي أَذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُولَٰئِكَ يُنَادُّونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝ (حَم السجدة 44:41) ”کہہ دیجیے کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرائی (بہرائی) ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے (گرائی کے سبب) ان کو (گویا) دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔“

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جو اس بات پر دلالت کتناں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ان لوگوں کے لیے کتاب رہنما کے طور پر نازل فرمایا جو اس سے ڈرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہے ہدایت سے فیض یاب فرما دیتا ہے۔

تفسیر آیات: 107، 106

وحی کی اتباع کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور ان کے طریقے کی پیروی کرنے والوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اَتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ ”جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس آتا ہے، اسی کی پیروی کیجیے۔“ یعنی اس کی اقتدا کریں، اس کے نقش قدم پر چلیں اور اسی کے مطابق عمل کریں کیونکہ آپ کے پروردگار کی طرف سے جو وحی

وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا بِغَيْرِ عِلْمٍ طَغَا بِكُذُوبِكُمْ ذِيْنَا لِكُلِّ اُمَّةٍ

اور مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہیں تم انہیں گالی مت دو، پھر وہ بھی جہالت میں، حد سے گزرتے ہوئے اللہ کو گالی دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر امت

عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

کے لیے ان کے عمل میں کشش پیدا کر دی ہے، پھر انہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ انہیں بتائے گا کہ وہ کیا کچھ کرتے رہتے تھے ﴿١٠٨﴾

آتی ہے، وہی حق ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں کیونکہ یہ وحی اس ذات گرامی کی طرف سے ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔
﴿وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ﴿١٠٩﴾ ”اور مشرکوں سے کنارہ کر لیجیے۔“ یعنی انہیں معاف کر دیں، درگزر سے کام لیں اور ان کی تکلیفوں کو برداشت کرتے رہیں حتیٰ کہ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ آپ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمادے اور خوب جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر انہیں گمراہ رکھا ہے تو اس میں بھی اس کی حکمت کا فرما ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو تمام کے تمام انسانوں کو ہدایت سے بہرہ ور فرما دیتا۔ ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔“ بلکہ اسی کی مشیت و حکمت کا فرما ہے، اس چیز کے متعلق جسے وہ چاہتا اور پسند فرماتا ہے۔ اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں جبکہ انسانوں سے ان کے اعمال کی بابت یقیناً باز پرس کی جائے گی۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا﴾ ”اور (اے پیغمبر!) ہم نے آپ کو ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا۔“ یعنی آپ ان کے اقوال و اعمال کے محافظ نہیں ہیں۔ ﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾ ﴿١١٠﴾ ”اور نہ آپ ان کے ذمے دار ہیں۔“ یعنی آپ ان کے رزق اور ان کے امور کے نگہبان نہیں ہیں بلکہ آپ کا کام تو ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَذَكِّرْهُ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ﴾ (الغاشیہ: 22, 21: 88) ”چنانچہ آپ نصیحت کرتے رہیں، بے شک آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہی ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَأَنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ (الرعد 40: 13) ”(اے نبی!) آپ کا کام صرف (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔“

تفسیر آیت: 108 ﴿

مشرکوں کے معبودوں کو گالی دینے سے روکنے میں حکمت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنوں کو منع فرمادیا ہے کہ وہ مشرکوں کے معبودوں کو گالی نہ دیں۔ اگرچہ انہیں گالی دینے میں مصلحت ہے لیکن اس کے نتیجے میں مفسدت کا پہلو مصلحت سے زیادہ بڑا ہے اور وہ یہ کہ اس طرح مشرکین مومنوں کے معبود حقیقی اللہ وحدہ لا شریک، جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، کو گالی دینے لگ جائیں گے جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ مشرکوں نے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ)! تم ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز آ جاؤ ورنہ ہم بھی تمہارے رب کو برا کہیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بتوں کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے (کیونکہ انہیں برا کہنے کے نتیجے میں) ﴿فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ”پھر وہ بھی جہالت میں حد سے گزرتے ہوئے اللہ کو گالی دیں گے۔“ ﴿١١١﴾

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيَوْمِئِذٍ بَهَاطُ قُلُوبِ الْإِنْسَانِ أَلَيْتَ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا

اور انھوں نے اللہ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس (مخصوص) نشانی آجائے تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے، (اے نبی!) کہہ دیجیے:

يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۹۰ وَتَقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ

نشانیوں تو صرف اللہ کے پاس ہیں، اور تمہیں یہ بات کون سمجھائے کہ بے شک جب وہ نشانی آجائے گی تو بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے ۝۹۰ اور ہم (اسی طرح)

مَرَّةً وَتَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝۹۱

13
110
19

ان کے دلوں اور نگاہوں کو پھیر دیتے ہیں جس طرح یہ پہلی بار اس (قرآن) پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انھیں ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیں گے ۝۹۱

عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان کافروں کے بتوں کو برا کہا کرتے تھے تو جواب میں کفار بے ادبی سے اور بے سمجھے اللہ کو برا کہنے لگ جاتے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ ”اور جن لوگوں کو یہ (مشرک) اللہ کے سوا پکارتے ہیں تم ان کو برا نہ کہو۔“ ①

زیادہ فساد کے مقابلے میں تھوڑی مصلحت کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے کہ قبیل میں سے یہ بھی ہے جو صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَلْعُونٌ مَنْ سَبَّ (شَيْئًا مِنْ) وَالِدَيْهِ] ”وہ شخص ملعون ہے جو اپنے والدین کو کچھ بھی برا بھلا کہے۔“ عرض کی گئی کہ ایک شخص کیسے اپنے والدین کو برا بھلا کہہ سکتا ہے؟ فرمایا: [يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّه] ”(وہ اس طرح کہ) وہ جب کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ جب کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔“ ② (یہ حدیث مبارکہ اسی طرح ہے) یا جس طرح آپ نے بیان فرمایا۔

ارشاد الہی: ۝ كَذَلِكَ زَيْنًا لِّحِلِّ أُمَمَةٍ عَلَيْهِمْ ۝ ”اسی طرح ہم نے ہر ایک امت کے اعمال (ان کی نظروں میں) اچھے کر دکھائے۔“ یعنی جس طرح ہم نے ان لوگوں کے لیے ان کے بتوں کی محبت و حمایت اور ان کی نصرت و اعانت کو ان لوگوں کی نظروں میں اچھا کر دکھایا ہے، اسی طرح ہم نے سابقہ تمام گمراہ قوموں میں سے ہر قوم کے لیے اس کے اعمال کو اس کی نظروں میں اچھا کر دکھایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا اور پسند فرماتا ہے، اسی میں اس کی حجت بالغہ اور حکمت تامہ کا فرما ہوتی ہے۔ ۝ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ”پھر ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے، تب وہ ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔“ یعنی وہ انھیں ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا صلہ دے گا اور اگر برے ہوئے تو بری سزا دے گا۔

تفسیر آیات: 110, 109

① تفسیر عبدالرزاق: 61/2، رقم: 840. ② ابتدائی حصہ المستدرک للحاکم، الحدود: 356/4، حدیث: 8053 عن أبي هريرة ؓ کے مطابق ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے جبکہ اسے مسند أحمد: 217/1 عن ابن عباس ؓ کی تائید حاصل ہے۔ اور اس کا سیاق بھی مختلف ہے۔ اور آخری حصہ صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر و اکبرها، حدیث: 90 عن عبد اللہ بن عمرو ابن العاص ؓ کے مطابق ہے۔ اور دیکھیے صحیح البخاری، الأدب، باب: لا یسب الرجل والدیه، حدیث: 5973.

معجزات کا مطالبہ اور ان کے ظہور پر ایمان لانے کی قسمیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑی بڑی قسمیں کھائیں ﴿لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ﴾ ”کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے“، یعنی کوئی معجزہ اور خرقِ عادت بات ﴿يُؤْمِنُوا بِهَا﴾ ”تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے“، یعنی اس کی ضرورت صدیق کریں گے۔ ﴿قُلْ إِنَّمَا أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ بَيِّنَاتٍ﴾ ”کہہ دیجیے کہ نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں“، یعنی اے محمد (ﷺ)! ان لوگوں سے کہہ دیجیے جو ہٹ دھرمی، کفر اور عناد کے باعث نہ کہ ہدایت و رہنمائی کے حصول کے لیے آپ سے نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ تمام نشانیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اگر وہ چاہے تو انھیں تمہارے پاس لے آئے اور اگر نہ چاہے تو نہ لائے۔

ارشاد الہی: ﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ”اور تمہیں کیا معلوم کہ ان کے پاس نشانیاں آ بھی جائیں تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے“، کہا گیا ہے کہ اس آیت میں ﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ﴾ ”اور تمہیں کیا معلوم ہے؟“ کے مخاطب مشرک ہیں، مجاہد نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔^① گویا اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ فرمایا ہے کہ تمہیں کیا معلوم کہ تم اپنی ان قسموں کے بارے میں سچے بھی ہو؟ اس صورت میں ﴿أَنَّهُ﴾ کے ہمزہ کو کسرہ کے ساتھ، یعنی [إِنَّهَا] پڑھا جائے گا اور یہ جملہ متناقض ہوگا، یعنی [إِنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ] کہ جن نشانیوں کو انھوں نے طلب کیا ہے، ان کے آنے پر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس سلسلے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کے مخاطب مومن ہیں، یعنی مومنو! تمہیں کیا معلوم؟ اس صورت میں ﴿أَنَّهُ﴾ کے ہمزہ کو کسور پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ پہلی قراءت میں ہے اور اسے مفتوح پڑھنا بھی جائز ہے کہ اس صورت میں یہ ﴿يُشْعِرُكُمْ﴾ کا معمول ہے، نیز اس صورت میں ﴿يُؤْمِنُونَ﴾ میں ﴿لَا﴾ صلہ، یعنی زائد اور بے معنی ہوگا جیسا کہ ﴿مَا مَنَعَكَ إِلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ﴾ (الأعراف: 127) اور ﴿وَحَرَّمَ عَلَىٰ قُرَيْشٍ أَهْلُكُنَّهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ (الأنبياء: 95) میں ﴿لَا﴾ زائد ہے، یعنی تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جبکہ میں نے تجھے یہ حکم دیا تھا۔ اور (دوسری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ) یہ بات حرام ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئیں گے۔ اس آیت میں مقدر عبارت گویا اس طرح ہے: ”اے مومنو! جو مشرکوں کے لیے نشانیوں کے آجانے کو پسند کرتے ہو تا کہ نشانیوں کو دیکھ کر وہ ایمان لے آئیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ ان کے پاس نشانیاں آ جائیں تو وہ ایمان لے آئیں گے۔“

اور ارشاد الہی: ﴿وَقَلَّبْ أَفْئِدَتَهُمْ وَابْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ”اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے)“، عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ مشرکوں نے جب اس قرآن مجید کا انکار کر دیا جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا تو اس کے بعد ان کے دل کسی بھی چیز پر ثابت نہ رہے بلکہ ہر چیز سے پھر گئے۔^② مجاہد فرماتے ہیں کہ اس ارشاد الہی: ﴿وَقَلَّبْ أَفْئِدَتَهُمْ﴾

① تفسیر الطبری: 407/7۔ ② تفسیر الطبری: 410/7۔

وَأَبْصَارُهُمْ ﴿۱﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کے اور ایمان کے درمیان حائل ہو جائیں گے اور ان کے پاس اگر تمام نشانیاں بھی آجائیں تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ ہم پہلی مرتبہ ان کے اور ایمان کے درمیان حائل تھے۔ ﴿۱﴾ عکرمہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے بھی اس آیت کی تفسیر کے بارے میں یہی فرمایا ہے۔ ﴿۲﴾

ابن ابوطحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ اس آیت میں بندوں کے کہنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمادیا ہے کہ وہ کیا کہیں گے اور ان کے عمل کرنے سے پہلے ہی یہ بتا دیا ہے کہ وہ کیا عمل کریں گے کہ اس نے فرمایا ہے: وَلَا يَنْتَظِرُكَ وَثَلُ خَمِيرٍ ﴿۳﴾ (فاطر 14:35) ”اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔“ اور فرمایا: ۱۰ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَحْسَرُنِي عَلَى مَا قَطَطْتُ فِي حَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لِمَنِ السَّخِرِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ (الزمر 56:58) ”کہ (مبادا اس وقت) کوئی تنفس کہنے لگے کہ (ہائے ہائے) اس کوتاہی پر افسوس! جو میں نے اللہ کے حق (اطاعت) میں کی اور بلاشبہ میں تو ہنسی ہی کرتا رہا یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ کاش! مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا ہو تو میں نیکو کاروں میں سے ہو جاؤں۔“ مگر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر انھیں دنیا میں ایک دفعہ اور لوٹا بھی دیا جائے تو یہ پھر بھی ہدایت کو قبول نہیں کریں گے۔ اور فرمایا: ۱۱ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُوَ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ ۝ (الأنعام 28:6) ”اور اگر وہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہ پھر کرنے لگیں اور کچھ شک نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔“

اور یہاں فرمایا: ۱۲ وَتَقَلَّبْ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴿۴﴾ ”ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے (تو) جیسے وہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے۔)“ یعنی اگر یہ دنیا میں ایک بار پھر لوٹا بھی دیے جائیں تو ہم پھر ان کے اور ہدایت کے مابین اسی طرح حائل ہو جائیں گے جیسا کہ پہلی بار دنیا میں حائل ہوئے تھے۔ ﴿۴﴾ اور فرمان الہی ہے: ﴿۵﴾ وَتَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۵﴾ ”اور ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ وہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی فرماتے ہیں کہ سرکشی سے مراد کفر ہے۔ ﴿۵﴾ جبکہ ابوالعالیہ، ربیع بن انس اور قتادہ کا قول ہے کہ سرکشی سے مراد ان کی ضلالت اور گمراہی ہے۔ ﴿۵﴾ اعمش فرماتے ہیں کہ ﴿۵﴾ يَعْمَهُونَ ﴿۵﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ کھیلنے رہیں۔ ﴿۵﴾ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابوالعالیہ، ربیع اور ابوما لک وغیرہ کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے کفر میں ڈال ڈال ہو رہے ہیں۔ ﴿۷﴾

﴿۱﴾ تفسیر الطبری: 410/7 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1369/4. ﴿۲﴾ تفسیر الطبری: 410/7. ﴿۳﴾ تفسیر الطبری: 410/7.

﴿۴﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1369/4. ﴿۵﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1370/4. ﴿۶﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1370/4. ﴿۷﴾ تفسیر

ابن ابی حاتم: 1370/4.

وَلَوْ أَكْنَا نَرْنَاهُمْ إِلَهُهُمْ الْمَلَكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

اور اگر بے شک ہم ان کی طرف فرشتے نازل کرتے اور ان سے مردے کلام کرتے، اور ہم (ان کی) ہر (مطلوبہ) شے ان کے سامنے پیش کر دیتے، تو بھی

مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿١١١﴾

وہ ایمان نہ لاتے۔ ہاں اگر اللہ ایسا چاہتا (تو اور بات تھی) لیکن ان میں سے اکثر جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں ﴿١١١﴾

تفسیر آیت: 111

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم ان لوگوں کے سوال کو پورا کر دیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی پختہ پختہ قسمیں کھا کر کہا ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشان آجائے تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور ہم ان پر فرشتے اتار دیں جو رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ملنے والی رسالت کے بارے میں خبر دیں جیسا کہ انہوں نے اس کا سوال کرتے ہوئے کہا تھا: ”أَوَتَأْتِي بِاللَّهِ وَالْمَلَكَةِ قَبِيلًا“ (بنی اسرائیل 92: 15) ”یا اللہ اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لے آئیں۔“ اور کہا: ”قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ“ (الأنعام 124: 6) ”کہتے ہیں کہ جس طرح کی رسالت اللہ کے پیغمبروں کو ملی ہے، جب تک اسی طرح کی رسالت ہم کو نہ ملے، ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔“ اور فرمایا: ”وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْ لَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا الْمَلَكَةُ أَوْ لَنَزَىٰ رَبَّنَا لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا“ (الفرقان 21: 25) ”اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کیے گئے یا ہم آنکھ سے اپنے پروردگار کو دیکھتے؟ بلاشبہ یہ اپنے خیال میں بڑائی رکھتے ہیں اور (اسی بنا پر) بڑے سرکش ہو رہے ہیں۔“

﴿وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَى﴾ ”اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے۔“ اور رسولوں کے لائے ہوئے دین و شریعت کی صداقت کے بارے میں انہیں بتاتے۔ ﴿وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا﴾ ”اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کرتے۔“ بعض اہل علم نے اسے [قُبُلًا] قاف کے کسرہ اور باء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اور اسے مقابلہ سے مشتق اور معاینہ کے معنی میں قرار دیا ہے۔ بعض نے اسے قاف اور باء دونوں کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس صورت میں بھی یہ مقابلہ و معاینہ ہی کے معنی میں ہوگا جیسا کہ علی بن ابی طلحہ اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔^① امام قتادہ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔^② مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں فوج در فوج اور غول کے غول۔^③

یعنی اگر ان کے پاس باری باری ہر امت کو پیش کیا جائے اور وہ انہیں بتائے کہ اللہ کے رسول جس دین و شریعت کو لے کر آئے ہیں وہ سچا ہے ﴿مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ ”تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے الا ماشاء اللہ۔“ یعنی ہدایت سے نوازا اللہ کے اختیار میں ہے، ان کے اپنے بس میں نہیں ہے بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، وہ جو چاہے اسے کر گزرتا ہے، ﴿لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ (الأنبياء 23: 21) ”وہ جو کام کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی۔“ اللہ تعالیٰ جو بھی کرتا ہے، وہ اس کے علم و

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى

اور اسی طرح ہم نے انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین، ہر نبی کے دشمن بنائے، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے کان میں چنی چنی باتیں ڈالتا رہتا

بَعْضُ زُخْرُفِ الْقَوْلِ غُرُورًا ۖ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١١٢﴾

ہے تاکہ اسے دھوکے میں رکھے۔ اور (اے نبی!) اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے۔ چنانچہ آپ ان لوگوں کو، اور جو کچھ یہ جھوٹ گھڑ رہے ہیں،

وَلِتَصْنَعِ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيْبِرْضُوهُ وَلِيَقْتَرِفُوا

اس کو رہنے دیجیے ﴿۱۱۳﴾ اور تاکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اس جھوٹ کی طرف مائل ہو جائیں، اور وہ اس (جھوٹ) کو پسند کرتے

مَا هُمْ مُّقْتَرِفُونَ ﴿١١٣﴾

رہیں، اور وہ جو (برے کام) کر رہے ہیں وہ کرتے رہیں ﴿۱۱۳﴾

حکمت، اس کی قوت اور اس کے غلبہ و تسلط کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ آیت اسی طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝﴾ (یونس 97، 96: 10) ”بے شک جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے۔“

تفسیر آیات: 113، 112

ہر نبی کا دشمن ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! جس طرح ہم نے آپ کے دشمن بنادیے ہیں جو آپ کی مخالفت کرتے، آپ سے دشمنی رکھتے اور عناد سے کام لیتے ہیں، اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے بھی ہر نبی کے لیے دشمن بنادیے تھے، اس لیے ان دشمنوں کی وجہ سے غم نہ کھائیں جیسا کہ ایک اور جگہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولًا مِّنْ قَبْلِكَ فَاصْبِرْ ۚ وَعَلَىٰ مَا كَذَّبُواْ وَادْوَرُواْ﴾ (الأنعام 34: 6) ”اور بے شک آپ سے پہلے بھی پیغمبر بھیلائے جاتے رہے تو وہ تمذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے۔“

اور فرمایا: ﴿مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۝﴾ (حَم السجدة 43: 41) ”آپ سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے دوسرے پیغمبروں سے کہی گئی تھیں۔ بے شک آپ کا پروردگار بخش دینے والا بھی ہے اور عذاب الیم دینے والا بھی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ﴾ (الفرقان 31: 25) ”اور اسی طرح ہم نے گناہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن بنادیا۔“

ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ جس طرح کا دین آپ لے کر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا جو پیغمبر بھی اس طرح کا دین لے کر آیا تو اس سے دشمنی کی گئی۔ ﴿آیت کریمہ میں﴾ شَيْطِينِ الْإِنْسِ بدل ہے ﴿عَدُوًّا﴾

① ماخوذ از صحیح البخاری، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 3 وصحيح مسلم،

الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 160.

أَفْغِيرَ اللَّهُ أَبْتَعِيَ حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ

(کہہ دیجیے: کیا پھر میں اللہ کے سوا کوئی اور حاکم تلاش کروں؟ حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف یہ کتاب تفصیل سے نازل کی، اور جن لوگوں کو ہم نے

الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُسْتَرِينَ ۝۱۱۴ وَتَمَّتْ

کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ بے شک وہ آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کی گئی ہے، لہذا آپ ہرگز شک کرنے والوں میں (شامل) نہ ہوں ۝۱۱۴

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۱۱۵

اور آپ کے رب کی بات صدق اور عدل میں مکمل ہے، اس کی باتوں کو تبدیل کرنے والا کوئی نہیں، اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ۝۱۱۵

سے، یعنی شیاطین سیرت جنوں اور انسانوں سے ان کے دشمن تھے اور وہ شیطان ہے جو شر کے ساتھ اپنے جیسے کو دین سے دور کر دے اور رسولوں کے دشمن اسی قسم کے شیاطین انس و جن ہی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے۔

امام عبدالرزاق نے معمر کے واسطے سے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جنوں میں سے بھی شیاطین ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی جو ایک دوسرے کے دل میں باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔ ① ارشاد الہی: ﴿يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرَفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ ”وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔“ یعنی وہ ایک دوسرے کے دل میں ایسی مزین اور ملع باتیں ڈالتے تھے کہ جاہل جنھیں سن کر فریب خوردہ ہو جایا کرتے تھے۔ ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ﴾ ”اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔“ یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قضا و قدر اور اس کے مشیت و ارادے سے ہے کہ ہر ایک نبی کے لیے ان لوگوں میں سے اس کا کوئی دشمن بھی ہو ﴿فَذَرُهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ ② ”چنانچہ آپ انھیں اور جو کچھ یہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑ دیں۔“ یعنی انھیں اور ان کے جھوٹ کو چھوڑ دیں اور ان کی عداوت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کریں کیونکہ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ہی آپ کو کافی ہے اور وہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔

فرمایا: ﴿وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ﴾ ”اور تاکہ اس کی طرف مائل ہوں“ یہ معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیے ہیں۔ ③ ﴿أَفِدَّةَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ﴾ ”ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔“ یعنی ان کے دل، ان کی عقلیں اور ان کے کان آخرت پر یقین نہیں رکھتے، سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد کافروں کے دل ہیں۔ ﴿وَلِيَرْضَوْهُ﴾ ”اور تاکہ وہ راضی ہوں اس (جھوٹ) سے۔“ یعنی وہ اسے پسند کریں اور اسے چاہیں اور ایسا وہی کر سکتا ہے جس کا آخرت پر ایمان نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفِتْنَيْنِ ۖ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَنِينِ﴾ (الصَّفَّ 163-161:37) ”(اے مشرک!) بے شک تم اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے خلاف بہکانہیں سکتے مگر اسی کو جو جہنم میں جانے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۖ يُؤَفِّكُ عَنْهُ مَن أُولَٰئِكَ﴾ (الذَّٰرِئَاتُ 9,8:51) ”یقیناً تم ایک متناقض بات میں (پڑے ہوئے) ہو، اس (ایمان) سے وہی پھیرا جاتا ہے جو (بھلائی سے) پھیرا گیا۔“

ارشاد الہی: ﴿وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُونَ﴾ ④ ”اور جو کام وہ کرتے تھے، وہی کرنے لگیں۔“ علی بن ابوطلمح نے تو

① تفسیر عبدالرزاق: 62/2، رقم: 846. ② تفسیر الطبری: 10/8. ③ تفسیر الطبری: 11/8.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ جو کمائی وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔ اور سدی اور ابن زید نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جو کام وہ کرتے تھے، وہی کرنے لگیں۔^①

تفسیر آیات: 115، 114

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں اور غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں سے کہہ دیں: ﴿أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا﴾ ”کیا میں اللہ کے سوا اور منصف تلاش کروں؟“ جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ﴾ ”حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح کتاب بھیجی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے“ یعنی یہود و نصاریٰ ﴿يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ ”وہ جانتے ہیں کہ بے شک وہ آپ کے پروردگار کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے۔“ کیونکہ ان کے پاس سابقہ انبیاء کی طرف سے آپ کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں۔

﴿فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ ”لہذا آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔“ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿فَإِنْ كُنْتُ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ ۖ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ (یونس 94) ”پھر اگر آپ کو اس (کتاب کے) بارے میں جوہم نے آپ پر نازل کی ہے کچھ شک ہے تو جو لوگ آپ سے پہلے کی (اتری ہوئی) کتابیں پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لیں۔ یقیناً آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس حق آچکا ہے، لہذا آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔“ یہ شرط ہے اور شرط کا یہ تقاضا نہیں ہوتا کہ وہ واقعی وقوع پذیر بھی ہوگی۔

ارشاد الہی: ﴿وَتَنَتَّ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا﴾ ”اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں قول کے اعتبار سے سچی اور حکم کے اعتبار سے انصاف پر مبنی ہیں۔^② یعنی خبر دینے کے اعتبار سے سچی اور حکم کے اعتبار سے انصاف پر مبنی ہیں۔ جو بھی خبر دی ہے وہ اس قدر حق اور سچ ہے کہ اس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں ہے جو حکم دیا ہے وہ اس قدر مبنی بر عدل و انصاف ہے کہ اس سے بڑھ کر عدل و انصاف کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا جس سے اس نے منع فرمایا ہے، وہ باطل ہے کہ وہ باطل اور فاسد چیزوں ہی سے منع فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَا مَعْزُمُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الأعراف 157) ”وہ انھیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں۔“

﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ﴾ ”اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔“ یعنی اس کے حکم کو کوئی بھی دنیا یا آخرت میں ٹال نہیں سکتا۔ ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ﴾ ”اور وہ سنتا ہے۔“ اپنے بندوں کے اقوال کو ﴿الْعَلِيمُ﴾ ”اور جانتا ہے۔“ ان کی تمام حرکات و

① تفسیر الطبری: 11/8. ② تفسیر الطبری: 13/8.

وَإِنْ تَطَّعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا

اور اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی اطاعت کریں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے، وہ اپنے گمان کے سوا کسی بات کی پیروی نہیں کرتے، اور

الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ

وہ اٹکل بچو باتیں ہی کرتے ہیں ﴿١١٦﴾ بے شک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکتا ہے، اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾

جانتا ہے ﴿١١٧﴾

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ

چنانچہ تم اس (جانور) کا گوشت کھاؤ جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو، اگر تم اس کی آیات پر ایمان لانے والے ہو ﴿١١٨﴾ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس (حلال

الَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَضَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا

جانور) کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو؟ حالانکہ اللہ نے ان (سب جانوروں) کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا ہے جو اس نے تم پر حرام کیے

اضْطَرَرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لِّيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ

ہیں، مگر جسے تم کھانے پر مجبور ہو جاؤ (تو وہ بھی حلال ہیں) اور بے شک اکثر لوگ اپنی خواہشات سے، بغیر علم کے دوسروں کو بہکاتے ہیں۔ بے شک آپ کا

أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾

رب حد سے گزرنے والوں کو خوب جانتا ہے ﴿١١٩﴾

سکناات کو، پھر ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔

تفسیر آیات: 117، 116

اکثر لوگ گمراہ ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ روئے زمین کے اکثر لوگ گمراہ ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ۞ وَقَدْ ضَلَّ

قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۚ (الصُّفَّت 71:37) ”اور بلاشبہ ان سے پیشتر بہت سے پہلے لوگ بھی گمراہ ہو گئے تھے۔“ اور فرمایا:

۞ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۚ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی گو آپ (کتنی ہی) خواہش

کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ وہ گمراہی میں مبتلا ہیں، دولت یقین سے محروم ہیں اور ظنون کا ذبہ اور باطل خیالات

رکھتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ۞ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ ”یہ محض خیال کے پیچھے چلتے اور نرے

اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔“ خرص کے معنی اندازہ لگانے کے ہیں، اسی سے [خَرَصَ النَّحْلُ] کا محاورہ ہے جس کے معنی کھجور

کے درخت پر لگے ہوئے پھل کے وزن کا اندازہ لگانے کے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور مشیت کے مطابق ہے۔

۞ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ”وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔“ اور

وہ ان کے لیے اسے آسان بنادیتا ہے۔ ۞ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾ ”اور ان سے بھی خوب واقف ہے، جو رستے پر چل رہے

ہیں۔“ اور ان کے لیے اسے آسان بنادیا ہے اور ہر ایک کے لیے اسے آسان بنادیتا ہے، جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيَجْزُونَ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٢٠﴾

اور تم کھلے اور چھپے گناہ چھوڑ دو، بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو ان (عملوں) کی جلد سزا ملے گی جو وہ کرتے رہے ہیں ﴿١٢٠﴾

تفسیر آیات: 118، 119

اللہ تعالیٰ کے نام کا ذبیحہ حلال ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ وہ ان جانوروں کو کھا سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ ان جانوروں کو کھانا حلال نہیں ہے جن پر اس کا نام نہ لیا گیا ہو جیسا کہ کفار قریش مردہ جانوروں کے کھانے، نیز بتوں کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانوروں کے کھانے کو بھی حلال سمجھتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے جانور کے کھانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو: ﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَضَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ اور سبب کیا ہے کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا جائے تم اسے نہ کھاؤ، حالانکہ جو چیزیں اس نے تمہارے لیے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں۔“ یعنی جن چیزوں کو اس نے حرام قرار دیا ہے، انہیں خوب واضح طور پر بیان فرما دیا ہے۔ ﴿فَضَّلَ﴾ کو تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور دونوں صورتوں میں معنی بیان کرنے اور واضح کرنے ہی کے ہیں۔ ﴿إِلَّا مَا اضْطُرُّرْتُمْ إِلَيْهِ﴾ ”مگر اس صورت میں کہ تم ان کے (کھانے کے) لیے ناچار ہو جاؤ۔“ یعنی اضطراری حالت میں جو بھی مل جائے اسے کھانا حلال ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی جہالت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی فاسد رائے کے مطابق مردہ اور ان جانوروں کو کھانا بھی جائز سمجھتے ہیں جن پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، فرمایا: ﴿وَلَا يَكْفُرُوا بِالْأَيْدِيهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ﴾ اور بے شک اکثر لوگ بے سمجھے ہو مجھے اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں، کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو جو (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حدود سے باہر نکل جاتے ہیں، آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے۔“ یعنی وہ ان کی سرکشی، کذب اور افتراء پر دازی کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر آیت: 120

﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ﴾ ”اور ظاہری اور پوشیدہ (ہر طرح کا) گناہ ترک کر دو۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ظاہری اور پوشیدہ طور پر کیا جانے والا معصیت کا کام ہے۔ ﴿جَبَّكَ﴾ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ظاہری اور پوشیدہ طور پر کیا جانے والا گناہ کا کام ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت۔ ﴿جَبَّكَ﴾ فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ﴾ (الأعراف: 33) ”کہہ دیجیے کہ بے شک میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ حرام قرار دیا ہے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيَجْزُونَ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ ﴿١٢٠﴾ ”بے شک جو

وَلَا تَكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذَكِّرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفُسِقٌ ۖ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَيُوحُونَ إِلَى

اور تم اس (جانور) کا گوشت مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ پڑھا گیا ہو، کیونکہ یہ (کھانا) یقیناً نافرمانی ہے، اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے ذہنوں

أُولَئِهِمْ لِيَجْذِلُوَكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾

میں شیعہ ڈالتے ہیں، تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں، اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو بلاشبہ تم بھی ضرور مشرک ہو گے ﴿١٢١﴾

لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔“ گناہ کا ارتکاب، خواہ وہ ظاہری طور پر کریں یا پوشیدہ، یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی جزا ضرور دے گا۔ امام ابن ابی حاتم نے نو اس بن سمان رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [إِلَيْكُمْ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ] ”گناہ وہ ہے جو تمہارے سینے میں کھٹکے اور تم لوگوں کے اس سے باخبر ہونے کو ناپسند کرو۔“ ﴿١٢١﴾

تفسیر آیت: 121

اللہ کے نام کے بغیر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے: اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ اگر ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حلال نہیں ہے، خواہ ذبح کرنے والے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں، نیز حسب ذیل آیت شکار سے بھی یہی استدلال کیا گیا ہے: ﴿فَكُلُوا مِمَّا أَفْسَنَ عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ (المائدہ: 4:5) ”جو شکار وہ تمہارے لیے پکڑ رکھیں، اس کو کھا لیا کرو اور (شکاری جانوروں کو چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لے لیا کرو۔“ پھر اس کی حرمت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِنَّهُ لَفُسِقٌ ۖ﴾ ”اور یقیناً اس کا کھانا گناہ ہے۔“ ایک قول کے مطابق اس ضمیر کا مرجع کھانا ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس کا مرجع غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ہے۔

وہ احادیث جن میں ذبیحہ (ذبح کرنے) اور شکار کے وقت اللہ کا نام لینے کا حکم ہے، ان سے بھی یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو تو پھر ذبیحہ کو کھانا حلال نہیں ہے، مثلاً: عدی بن حاتم اور ابو ثعلبہ سے مروی حدیث میں ہے: [إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ الْمُعَلَّم، وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ، فَكُلْ (مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ)] ”جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور اس پر اللہ کا نام لے لو تو اسے کھا لو جو تمہارے لیے روکے۔“ یہ حدیث صحیحین میں ہیں۔ ﴿١٢١﴾ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: [مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ] ”جو آلہ خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اسے کھا لو۔“ یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے۔ ﴿١٢١﴾ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں سے فرمایا تھا: [لَكُمْ

① صحیح مسلم، البر والصلۃ، باب تفسیر البر والصلۃ، حدیث: 2553 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1378/4. ② صحیح

البخاری، الذبائح والصيد، باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة، حدیث: 5484 و حدیث: 5488 و صحیح مسلم،

الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة، حدیث: 1929 و حدیث: 1930، البتہ تو سین والے الفاظ جامع الترمذی،

الصيد، باب ما جاء في الكلب يأكل من الصيد، حدیث: 1470 کے ہیں۔ ③ صحیح البخاری، الشریک، باب قسمة

الغنم، حدیث: 2488 و صحیح مسلم، الأضاحی، باب جواز الذبح بكل ما أنهر الدم.....، حدیث: 1968.

كُلُّ عَظْمٍ ذِكْرَ اسْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ] ”تمھارے لیے ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔“ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے ^① اور جندب بن سفیان بجلي رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى]، [وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ بِسْمِ اللَّهِ] ”جو شخص نماز سے پہلے قربانی کے جانور کو ذبح کر لے تو وہ اس کی جگہ ایک اور جانور ذبح کرے اور جو نماز ادا کرنے تک نہ ذبح نہ کرے تو وہ اللہ کے نام سے اسے ذبح کرے۔“ اسے امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ ^②

شیطان کی وحی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخِرَ إِلَىٰ أَوَّلِهِمْ لِيُجَادِلُوهُمْ﴾ ”اور بے شک شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں۔“ امام ابن ابوحاتم نے ابواسحاق کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ مختار کا خیال ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے تو انھوں نے جواب دیا: ہاں، وہ صحیح کہتا ہے، پھر انھوں نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخِرَ إِلَىٰ أَوَّلِهِمْ﴾ ^③ ابو زمیل سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر کہا کہ ابواسحاق مختار بن ابوعبید، جس نے حج بھی کیا تھا، نے کہا ہے کہ آج رات اس پر وحی نازل ہوئی ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ سچ کہتا ہے، مجھے اس سے تعجب ہوا اور میں نے عرض کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ بھی یہ فرماتے ہیں کہ اس نے سچ کہا ہے! انھوں نے فرمایا: ہاں، اس لیے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں: (1) اللہ کی طرف سے وحی اور (2) شیطان کی طرف سے وحی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی طرف وحی بھیجتا ہے اور شیطان اپنے رفیقوں کی طرف وحی بھیجتا ہے، پھر انھوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخِرَ إِلَىٰ أَوَّلِهِمْ﴾ ^④ قبل ازیں یُؤْخِرُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا کی تفسیر میں حضرت عکرمہ سے بھی مروی اسی طرح کا قول بیان کیا جا چکا ہے۔ ^⑤

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخِرَ إِلَىٰ أَوَّلِهِمْ لِيُجَادِلُوهُمْ﴾ ”اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا یقیناً گناہ ہے اور بے شک شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ جن جانوروں کو تم نے خود قتل کیا ہے، انھیں تو کھا لیتے ہو مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے، انھیں تم نہیں کھاتے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جس کو تم نے قتل کیا، اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اور جو جانور خود مر گیا ہے، اس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ ^⑥

① صحیح مسلم، الصلاة، باب الجهر بالقراءة في الصبح والقراءة على الجن، حدیث: 450. ② ابتدائی حصہ صحیح البخاری، التوحید، باب السؤال بأسماء الله تعالى والاستعاذة بها، حدیث: 7400 و صحیح مسلم، الأضاحی، باب وقتها، حدیث: (1)-1960 اور آخری حصہ مسند أحمد: 4/312 کے مطابق ہے۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1379. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1379. ⑤ دیکھیے مفصل تفسیر ابن کثیر، سورة الأنعام، آیت: 112 کے ذیل میں۔ ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1380.

اَوْ مَنْ كَانَ مِيْنًا فَاحْيَيْنُهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَّيْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ

کیا ایک ایسا شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا، اور ہم نے اس کے لیے نور بنادیا، وہ اس کی روشنی میں لوگوں میں چلتا ہے، (کیا) وہ اس شخص

کَمَنْ مِّثْلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ

جیسا (ہو سکتا) ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں پڑا ہے، ان سے نکلنے والا نہیں؟ اسی طرح کافروں کے لیے ان کاموں میں کشش رکھی گئی ہے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٢﴾

جو وہ کرتے ہیں ﴿١٢٢﴾

سہی نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ مشرکوں نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ تم یہ کیسے دعویٰ کر سکتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار ہو کیونکہ جس جانور کو اللہ قتل کر دے تم اسے کھاتے نہیں ہو اور جس کو خود ذبح کرتے ہو تو اسے کھا لیتے ہو؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ﴾ اور اگر تم لوگ ان کے کہنے پر چلے، اور مردار کو کھالیا تو ﴿إِنَّكُمْ لَشُرَّ كَوْنٍ﴾ ﴿١٢١﴾ بے شک تم بھی ضرور مشرک ہو گے۔ مجاہد، ضحاک اور کئی ایک دیگر علمائے سلف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿١﴾ اللہ کی شریعت سے کسی کے قول کو مقدم قرار دینا شرک ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ﴾ ﴿١٢٢﴾ اور اگر تم لوگ ان کے کہنے پر چلے تو بے شک تم بھی مشرک ہوئے۔ اگر تم نے اللہ کے حکم اور شریعت سے روگردانی کرتے ہوئے کسی اور کے قول کو اس سے مقدم قرار دے دیا تو یہ بھی شرک ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَدْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (التوبة: 31) ”انھوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا۔“ اس آیت کی تفسیر میں امام ترمذی نے عدی بن حاتم کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بلی! إِنَّهُمْ أَحْلَوْا لَهُمُ الْحَرَامَ وَحَرَّمُوا عَلَيْهِمُ الْحَلَالَ، فَاتَّبَعُوهُمْ فَذَلِكْ عِبَادَتُهُمْ إِيَّاهُمْ] ”کیوں نہیں! وہ (علماء) ان کے لیے (کسی چیز) کو حرام کرتے اور حلال کرتے تو وہ (عوام) اس پر ان کی پیروی کرتے تو یہی ان کو معبود بنانا ہے۔“ ﴿٢﴾

تفسیر آیت: 122

کافر اور مومن کی مثال: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اس مومن کی بیان فرمائی ہے جو پہلے مردہ تھا اور ضلالت و گمراہی میں تباہ و برباد اور حیران ہو رہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو ایمان کے ساتھ زندہ کر دیا، اسے ہدایت سے نوازا اور پیغمبروں کی اتباع کی توفیق بخشی ﴿وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَّيْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ﴾ اور ہم نے اس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ ”یعنی وہ راہ ہدایت پر ہے اور جانتا ہے کہ راہ راست پر کس طرح چلے اور کس طرح تصرف کرے۔ اس

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 25/8 . ﴿٢﴾ جامع الترمذی، تفسیر القرآن ، باب ومن سورة التوبة، حدیث: 3095 میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے: [أَمَّا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحْلَوْا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحْلَوْهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ] ”وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کر دیتے وہ اسے حلال سمجھتے اور جب کسی چیز کو ان پر حرام کر دیتے وہ اسے اپنے اوپر حرام کر لیتے۔“ لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے بیان کردہ الفاظ اسی ترتیب سے ہمیں نہیں ملے۔ واللہ اعلم۔

آیت کریمہ میں نور سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ عوفی اور ابن ابوطحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔^① سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد اسلام ہے۔^② اور یہ دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔

﴿كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ﴾ ”(کہیں) اس شخص جیسا (ہو سکتا) ہے جو اندھیروں میں پڑا ہوا ہو؟“ یعنی جہالتوں، خواہشوں اور مختلف ضلالتوں میں پڑا ہو۔ ﴿لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا﴾ ”اور وہ اس سے نکل ہی نہ سکے۔“ یعنی ان ظلمتوں اور ضلالتوں سے نکلنے کے لیے اس کے پاس کوئی راستہ ہی نہ ہو۔

مسند امام احمد بن حنبل میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ، ثُمَّ أَلْفَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ يَوْمَئِذٍ، فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ نُورِهِ يَوْمَئِذٍ اهْتَدَى، وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا، پھر ان پر اس دن اپنے نور کو ڈالا جس پر اس دن نور الہی (کا اثر) پہنچا وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا۔“^③ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ لَهُمُ الظُّلُمَاتُ يُخْرِجُوهُمْ مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (البقرة: 257) ”جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کا دوست اللہ ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں، یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿أَفَمَن يَتَّبِعِ مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَتَّبِعِ سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (الملك: 22) ”بھلا جو شخص چلتا ہو امانہ کے بل گر پڑتا ہے وہ سیدھے رستے پر ہے یا وہ جو سیدھے رستے پر برابر چل رہا ہو؟“ اور فرمایا: ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصْمَىٰ وَالْبَصِيرِ وَالسَّبِّعِ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا﴾ (هود: 24) ”دونوں فرقوں (کافر و مومن) کی مثال ایسے ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور ایک دیکھتا اور سنتا، بھلا دونوں کا حال یکساں ہو سکتا ہے؟ کیا پھر تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟“ اور فرمایا: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ﴾ (فاطر: 19-23) ”اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ان کو جو قبروں میں (مدفون) ہیں سنا نہیں سکتے، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔“

اس موضوع کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ یہاں روشنی اور اندھیرے دونوں مثالوں کو بیان کرنے میں وجہ مناسبت وہی ہے جو اس سورت کے آغاز میں ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ﴾ (الأنعام: 1:6) کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔

① تفسیر الطبری: 31/8، ② تفسیر الطبری: 31/8، ③ مسند أحمد: 176/2 تفسیر ابن کثیر میں (الْفَى) کے بجائے [رَشَّ]

”چھڑکا“ ہے جو کہ کتب احادیث میں ہمیں اس مقام پر نہیں ملا۔ واللہ اعلم۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُجْرِمِيهَا لِيَسْكَرُوا فِيهَا ط وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو لگادیا کہ وہ اس (بستی) میں اپنے مکرو فریب کا جال پھیلائیں، اور وہ اپنے آپ ہی سے

وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ط

مکرو فریب کرتے ہیں، اور وہ شعور نہیں رکھتے ﴿١٢٣﴾ اور جب ان کے پاس نشانی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ایسی ہی چیز

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ط سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ

خود ہمیں دی جائے جیسی رسولوں کو دی گئی۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس کو سونپے۔ جن لوگوں نے جرم کیے انھیں جلد ہی اللہ کے

شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٤﴾

ہاں ذلت ملے گی، اور اس مکرو فریب کی وجہ سے شدید عذاب ہوگا جو وہ کرتے رہے ﴿١٢٤﴾

ارشاد الہی: ﴿كَذَلِكَ دُيِّنَ لِلْمُكَفِّرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ﴿١٢٣﴾ ”اسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں، وہ ان کے لیے مزین کر دیئے گئے ہیں۔“ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکمت بالغہ ہے کہ جہالت و ضلالت کے باوجود انھیں اپنے اعمال اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ.

تفسیر آیات: 123، 124

بڑے مجرم، ان کی حیلہ سازیاں اور انجام: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! جس طرح آپ کی بستی میں ہم نے یہ بڑے بڑے مجرم بنائے ہیں جو کفر کے سرغنہ اور کفر کی طرف دعوت دینے والے، اللہ کے رستے میں رکاوٹ بننے والے اور آپ کی مخالفت و عداوت کرنے والے ہیں، اسی طرح آپ سے پہلے کے رسولوں کو بھی اسی طرح کے مجرموں کی مخالفتوں اور دشمنیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن انجام کار عافیت اور فتح و نصرت انبیاء ہی کو حاصل ہوتی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ ط﴾ (الفرقان 31:25) ”اور اسی طرح ہم نے گناہ گاروں میں سے ہر

پیغمبر کا دشمن بنادیا۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا﴾ (بنی اسرائیل 16:17) ”اور

جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (فوش پر) مامور کر دیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے۔“

اس آیت کریمہ کے مفہوم کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ہم نے انھیں اپنی اطاعت کا حکم دیا مگر انھوں نے مخالفت کی تو

ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں حکم سے مراد قدری حکم ہے جیسا کہ یہاں فرمایا ہے: ﴿لِيَسْكَرُوا فِيهَا﴾

”تاکہ وہ ان میں مکاریاں کرتے رہیں۔“ اور ﴿أَكْبَرًا مُجْرِمِيهَا لِيَسْكَرُوا فِيهَا﴾ ”بڑے بڑے مجرم (پیدا کیے) تاکہ ان

(بستیوں) میں مکاریاں کرتے رہیں۔“ کے بارے میں ابن ابوطحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم نے ان

پر شریر لوگوں کو مسلط کر دیا اور انھوں نے نافرمانیاں شروع کر دیں تو ہم نے انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے کر تباہ و برباد کر

دیا۔ ﴿١﴾ مجاہد و قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿أَكْبَرًا مُجْرِمِيهَا﴾ میں اکابر سے مراد بڑے لوگ ہیں۔ ﴿٢﴾

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ۝﴾ (سبا 34:35) ”اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم بے شک اس کے ساتھ انکار کرتے ہیں اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم بہت سامان اور اولاد رکھتے ہیں اور ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔“ اور فرمایا: ﴿وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ مِثْلِ الَّذِي عَلَيْكَ وَإِنَّا عَلَىٰ أَثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۝﴾ (الزخرف 23:43) ”اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم ان ہی کے پیچھے چلتے ہیں۔“ مکر سے یہاں مراد بے عملی کے ساتھ ضلالت و گمراہی کی طرف دعوت دینا ہے جیسا کہ قوم نوح کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمَكَرُوا مَكْرًا كَبِيرًا ۝﴾ (نوح 71:22) ”اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔“

اور فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْجَعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنْحُنُ صَدَدُكُمْ عَنِ الْهَدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرَ الْكَيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۝﴾ (سبا 31-33) ”اور (اے نبی!) کاش! (ان) ظالموں کو آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے سے رد و کد کر رہے ہوں گے تو جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ متکبر لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے۔ بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ بھلا ہم نے تم کو ہدایت سے جب وہ تمہارے پاس آ چکی تھی، روکا تھا؟ (نہیں) بلکہ تم ہی گناہ گار تھے اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے (نہیں) بلکہ (تمہاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔“

ابن ابوحاتم نے اپنے والد گرامی امام ابوحاتم سے اور انھوں نے ابن ابوعمر کے حوالے سے سفیان سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ جہاں بھی مکر کا لفظ آیا ہے، عمل کے معنی میں ہے۔^① ارشاد الہی: ﴿وَمَا يَمْشُرُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝﴾ ”اور جو مکراں یہ کرتے ہیں ان کا نقصان انھیں کو ہے اور وہ بے خبر ہیں۔“ ان کے مکر کو بال اور جن لوگوں کو انھوں نے گمراہ کیا ہے، ان کی گمراہی کا بوجھ انھی پر ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَيَحْبِلْنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ۝﴾ (العنکبوت 13:29) ”اور ضرور یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی۔“ اور فرمایا: ﴿وَمِنْ أَوْذَارِ الَّذِينَ يُضِلُّوهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِلَّا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۝﴾ (النحل 16:25) ”اور جن کو یہ بغیر علم کے

گمراہ کرتے ہیں ان کے بوجھ بھی (اٹھائیں گے) سن رکھو کہ جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں، برے ہیں۔“

ارشاد الہی: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ﴾ ”اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ جس طرح کی رسالت اللہ کے پیغمبروں کو ملی ہے، جب تک اسی طرح کی رسالت ہم کو نہ ملے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔“ یعنی جب ان کے پاس کوئی نشانی، کوئی برہان اور کوئی قطعی دلیل آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک فرشتے ہمارے پاس بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت لے کر نہیں آجاتے جس طرح وہ رسولوں کی طرف رسالت اور نبوت لے کر آتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ بھی فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَاكُلُوا كُلُوا عَلَيْكُمُ الْمَالُكُمُ أَؤْتَايَ رَبَّنَا﴾ (الفرقان 21:25) ”اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کیے گئے یا ہم آنکھ سے اپنے پروردگار کو دیکھ لیں۔“

ارشاد الہی: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ ”اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ اپنی پیغمبری کے عنایت فرمائے۔“ وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کسے عطا فرمائے اور مخلوق میں سے کون اس کے لیے زیادہ موزوں ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالُوا كَلَّا تُزِيلُ هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جُحُلٍ مِّنَ الْقُرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ۝ أَهْمُ يَقْسِبُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ (الزحرف 43:31,32) ”اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں (کے اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟ کیا یہ لوگ آپ کے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟“ یعنی انھوں نے کہا کہ یہ قرآن مجید کسی ایسے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا جو ان کی نظروں میں بہت عظیم، کبیر، جلیل اور بڑا آدمی ہو۔ اور دو بستیوں سے مراد مکہ و طائف ہیں۔ یہ لوگ۔ اللہ تعالیٰ انھیں ذلیل و رسوا کرے۔ بغاوت، حسد، عناد اور تکبر کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو کم مرتبہ انسان سمجھتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُوكَ إِلَّا هُزُوءًا ۚ هَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُوكَ إِلَّا هُزُوءًا ۚ هَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ إِلَهُتَكُمْ ۚ وَهُمْ يَذْكُرُ الْوَحْشِينَ هُمْ كَافِرُونَ ۝﴾ (الأنبياء 21:36) ”اور جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِذَا رَأَاكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُوكَ إِلَّا هُزُوءًا ۚ هَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ إِلَهُتَكُمْ ۚ وَهُمْ يَذْكُرُ الْوَحْشِينَ هُمْ كَافِرُونَ ۝﴾ (الأنبياء 21:36) ”اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے استہزاء کرتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر (اہانت سے) کرتا ہے؟ جبکہ وہ خود رحمن کے ذکر کے منکر ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اسْتَهْزَأُوا بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝﴾ (الأنعام 10:6، الأنبياء 41:21) ”اور (اے نبی!) یقیناً آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ تمسخر ہوتے رہے ہیں، پھر جو لوگ ان میں سے تمسخر کیا کرتے تھے ان کو تمسخر کی سزا آگھیرا۔“

کفار رسول اکرم ﷺ کے نسب کی بلندی کے معترف تھے: اس کے ساتھ ساتھ کفار رسول اللہ ﷺ کے فضل و شرف، علو نسب اور آپ کے گھرانے کی پاکیزگی اور تربیت و نشأت کی عمدگی کے بھی معترف تھے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور

مومنوں کا آپ ﷺ کی ذات گرامی پر درود ہو۔ حتیٰ کہ آپ پر وحی کے نازل ہونے سے پہلے یہ لوگ آپ کو امین کے نام سے موسوم کرتے تھے، آپ کے نسب کی بلندی کا رئیس کفار ابوسفیان نے بھی اس وقت اعتراف کیا تھا جب ہرقل نے یہ پوچھا تھا کہ اس کا نسب تم میں کیسا ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ ان کا نسب ہم میں بہت بلند ہے۔ ہرقل نے پوچھا: اس بات کا دعویٰ کرنے سے پہلے کبھی تم نے اس پر جھوٹ کا الزام لگایا؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں..... الحدیث، ⁽¹⁾ شاہ روم نے آپ کی صفات کی پاکیزگی ہی سے آپ کی نبوت کی صداقت اور آپ کے پیغام کی درستی پر استدلال کیا تھا۔

امام احمد نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ اصْطَفَى مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ** [بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم میں سے اسماعیل کو برگزیدہ کیا اور اولادِ اسماعیل میں سے بنو کنانہ کا انتخاب کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو ممتاز کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔] ⁽²⁾ اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ⁽³⁾ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **[بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنَا فَقَرْنَا، حَتَّى (بُعِثْتُ) مِنَ الْقُرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ]** [مجھے ایک ایک صدی کر کے بنی آدم کی بہترین صدیوں میں سے مبعوث کیا گیا حتیٰ کہ میری بعثت اس صدی میں ہوئی جس میں میں ہوں۔] ⁽⁴⁾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ** [جو لوگ جرم کرتے ہیں ان کو اللہ کے ہاں ذلت اور عذاب شدید ہوگا۔] یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی سرزنش اور بہت شدید وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو تکبر کا اظہار کرتے ہوئے رسولوں کی اتباع نہ کریں اور ان کے لائے ہوئے دین و شریعت کے سامنے سراطاعت نہ جھکائیں کہ روزِ قیامت انھیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دائمی ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑے۔ دنیا میں انھوں نے تکبر کو اختیار کیا تھا، اس لیے سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ آخرت میں انھیں ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دُخْرِينَ** ○ (المؤمن 60:40) [بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔] یعنی ذلیل و خوار، رسوا اور حقیر ہو کر جہنم رسید ہوں گے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَسْكُرُونَ** ○ [اور عذاب شدید ہوگا، اس لیے کہ مکاریاں کرتے تھے۔] مکر و فریب اکثر و بیشتر صورتوں میں مخفی ہوتا ہے اور حیلہ سازی و دھوکا بازی میں بہت لطیف پیرایہ اختیار کیا جاتا ہے، اس لیے اس کے مناسب حال سزا کے طور پر روزِ قیامت شدید عذاب دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کسی پر قطعاً کوئی ظلم نہیں فرمائے گا

① صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف كان بدء الوحی إلى رسول الله ﷺ،.....، حدیث: 7 مفصلاً. و صحیح

مسلم، الجہاد، باب کتب النبی ﷺ، إلى هرقل،.....، حدیث: 1773. ② مسند أحمد: 107/4. ③ صحیح مسلم،

الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ،.....، حدیث: 2276. ④ صحیح البخاری، المناقب، باب صفة النبی ﷺ،

حدیث: 3557 لیکن صحیح بخاری میں [حَتَّى كُنْتُ] ہے جبکہ [حَتَّى كُنْتُ] مسند أحمد: 416/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ

چنانچہ اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا سینہ بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے وہ آسان

ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ ط كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾

میں چڑھ رہا ہو، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر پلیدی (مسلم) کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے ﴿١٢٥﴾

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴿١٢٥﴾ (الطارق: 86) ”جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے۔“ یعنی مستتر مخفی اور پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُنْصَبُ] لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاءٌ عِنْدَ اسْتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، [فَيَقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ] ”قیامت کے دن ہر دھوکے بازی کی پیٹھ پر جھنڈا گاڑا جائے گا، پھر کہا جائے گا کہ یہ ہے فلاں ابن فلاں کی دھوکا بازی۔“ ﴿١٢٥﴾ حکمت اس میں یہ ہے کہ دھوکے بازی چونکہ مخفی تھی، لوگ اس سے آگاہ نہیں تھے، اس لیے قیامت کے دن دھوکے باز کے اس شرم ناک فعل کو ساری مخلوق کے سامنے الم شرح کر دیا جائے گا۔

﴿تفسیر آیت: 125﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ﴿١٢٥﴾ ”تو جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔“ اسلام کو اس کے لیے سہل اور آسان بنا دیتا ہے اور اسے انشراح و انبساط صدر حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ اچھی علامتیں ہیں جیسا کہ فرمایا: اَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ (الزمر: 22) ”بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو.....۔“ اور فرمایا: وَلَئِكَ اللَّهُ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ط أُولَئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ ﴿١٢٦﴾ (الحجرات: 7) ”اور لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجادیا اور کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسند بنا دیا، یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما: فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ﴿١٢٥﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو تو حید اور ایمان کے لیے کشادہ فرما دیتا ہے۔ ابوما لک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ ﴿١٢٥﴾ اور بظاہر یہی مفہوم صحیح معلوم ہوتا ہے۔

① صحیح البخاری، الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم ، حدیث: 6177 وصحیح مسلم، الجہاد، باب تحریم الغدر، حدیث: 1738 عن أبي سعيد ؓ وحدیث: 1735. تفسیر ابن کثیر میں [يُنْصَبُ] اسی طرح شروع میں ہے جبکہ صحیح البخاری، الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم ، حدیث: 6178 میں یہ الفاظ ایسے ہیں: [إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لَوَاءٌ] اور حدیث کا دوسرا جز اسی حدیث کے مطابق ہے۔ اور صحیح مسلم، الجہاد، باب تحریم الغدر، حدیث: (10)-1735 میں مذکورہ الفاظ یوں بیان ہوئے ہیں: [إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ اللَّهُ لَهُ لَوَاءٌ.....] . ﴿٢٥﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1385، 1384/4.

ارشاد الہی: ﴿وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَكَ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾ ”اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے، اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے۔“ ﴿ضَيِّقًا﴾ کو [ضَيِّقًا] ضاد کے فتح اور یاء کے سکون کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے مگر اکثر اہل علم نے اسے ﴿ضَيِّقًا﴾ یاء کی تشدید اور کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس لفظ کو هَيْن اور هَيْنِ کی طرح ہر دو انداز میں پڑھا جاسکتا ہے۔ اور بعض نے ﴿حَرَجًا﴾ کو [حَرَجًا] حاء کے فتح اور راء کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ بمعنی آثم ہے، یہ سدی کا قول ہے اور دوسری قراءت ﴿حَرَجًا﴾ حاء اور راء کے فتح کے ساتھ ہے اور اس صورت میں اس کے معنی اس دل کے ہیں جو کسی بھی قسم کی ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو اور جس تک ایمان کی قطعاً کوئی رسائی نہ ہو اور جس دل پر ایمان بالکل اثر انداز نہ ہو سکتا ہو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خاندانِ مَدَنِج کے ایک بادیہ نشین اعرابی سے حَرَجَہ کا مفہوم پوچھا تو اس نے کہا کہ درختوں کے درمیان ایک ایسا درخت ہوتا ہے جس تک پالتویا جنگلی جانور یا کوئی اور چیز نہیں پہنچ سکتی، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی طرح منافق کے دل تک بھی خیر و بھلائی کی کوئی بات نہیں پہنچ سکتی۔ ﴿كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ﴾ ”گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔“ اس کی شدت کی وجہ سے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے سینے کو تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے کہ وہ یوں محسوس کرتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے اور اس کے سوا وہ کوئی اور رستہ نہیں پاتا۔^①

حکم بن ابان نے مکرّمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح ابن آدم آسمان تک پہنچنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اسی طرح اسے اس بات کی بھی استطاعت نہیں کہ توحید اور ایمان اس کے دل میں داخل ہو سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ توحید اور ایمان کو اس کے دل میں داخل فرمادے۔^② امام ابو جعفر بن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کافر کے دل کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ وہ ایمان کے قبول نہ کرنے اور ایمان کے اس تک پہنچنے کے لیے اس طرح تنگ ہوتا ہے جس طرح وہ آسمان پر چڑھنے سے عاجز و در ماندہ ہے کیونکہ یہ بات اس کی استطاعت و قوت سے باہر ہے کہ وہ آسمان پر چڑھ سکے۔^③ اسی طرح انھوں نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ﴿٢٥﴾ ”اس طرح اللہ ان لوگوں پر پلیدی (مسلط) کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے سینے کو تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے جن کو وہ گمراہ کرنا چاہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ان جیسے ان لوگوں پر جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے انکار کریں، شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو انھیں گمراہ کر کے اللہ تعالیٰ کے رستے سے روک دیتا ہے۔ ابوظلمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہاں رَجَس سے مراد شیطان ہے۔^④ مجاہد فرماتے ہیں کہ رَجَس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں کوئی خیر و بھلائی نہ ہو۔^⑤ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ رَجَس کے معنی

① تفسیر الطبری: 38/8 مختصراً. ② تفسیر الطبری: 39/8. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1386/4. ④ تفسیر الطبری:

41/8. ⑤ تفسیر الطبری: 42/8. ⑥ تفسیر الطبری: 42/8.

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۖ قَدْ فَضَّلْنَا الْاٰلِيَةَ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ

اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں ﴿126﴾ انھی کے لیے ان کے

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾

رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے، اور وہ ان کاموں کی وجہ سے ان کا دوست ہے جو وہ کرتے رہے ﴿127﴾

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ۖ يَعْشَرُ الْجِنُّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلٰٓئِهِمْ

اور جس دن وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا (تو فرمائے گا): اے جنوں کے گروہ! تم نے انسانوں میں سے بہت زیادہ (گمراہ) کیے تھے، اور انسانوں میں سے ان

مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا اَجَلَنَا الَّذِیْ اَجَلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ

کے دوست کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا، اور ہم اس میعاد کو پہنچے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی، اللہ فرمائے گا: آگ

مَثْوٰٓئَكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۚ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿١٢٨﴾

ہی تمہارا ٹھکانا ہے، تم اس میں ہمیشہ رہو گے، ہاں اگر اللہ چاہے (تو دوسری بات ہے)، بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا، خوب جاننے والا ہے ﴿128﴾

عذاب کے ہیں۔ ﴿١﴾

تفسیر آیات: 126، 127

اللہ تعالیٰ نے جب گمراہوں کی روش اور اس کے رستے سے روکنے والوں کے طرزِ عمل کا ذکر کیا تو اب اس کے بعد اس فضل و شرف کا ذکر فرمایا ہے جس کے ساتھ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق عطا کر کے سرفراز فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۖ﴾ ”اور یہی آپ کے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے۔“ ﴿مُسْتَقِيمًا﴾ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی اے محمد (ﷺ)! یہ دین جو ہم نے آپ کو عطا کیا ہے اور یہ قرآن جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے، یہی اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے۔ ﴿قَدْ فَضَّلْنَا الْاٰلِيَةَ﴾ ”تحقیق ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔“ اور نہایت وضاحت اور صراحت کے ساتھ انھیں بیان کر دیا ہے، ﴿لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ ﴿126﴾ ”ان کے لیے جو لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔“ جن میں فہم و بصیرت ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو سمجھتے ہیں۔

﴿لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ﴾ ”ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے۔“ یعنی جنت ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ”ان کے پروردگار کے ہاں۔“ یعنی قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں جنت کو دار السلام کے نام سے اس لیے موسوم کیا ہے کہ انھوں نے دنیا میں جس صراطِ مستقیم کو اختیار کیا اور حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے نقشِ قدم پر چلے وہ سلامتی کا راستہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں جس طرح شیطانی پگڈنڈیوں کی آفتوں سے محفوظ رکھا، اسی طرح آخرت میں دار السلام کی نعمتوں سے فیض یاب فرمادیا۔ ﴿وَهُوَ وَلِيُّهُمْ﴾ ”اور وہی ان کا دوست ہے۔“ یعنی ان کا حافظ و ناصر اور مددگار ہے۔ ﴿بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ﴾ ﴿127﴾ ”جو وہ کرتے رہے۔“ یعنی ان کے اعمالِ صالحہ کی جزاء کے طور پر اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر اور مددگار بن گیا اور اس نے انھیں اپنے فضل و کرم

وَكَذَلِكَ نُؤَيِّنُ بِعَصَى الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٢٩﴾

اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پران کاموں کی وجہ سے مسلط کر دیتے ہیں جو وہ کرتے رہے ﴿١٢٩﴾

سے انہیں جنت کی سعادت و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔

﴿تفسیر آیت: 128﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! اس دن کو یاد کریں، اپنی قوم کو اس دن کے حالات بتائیں اور انہیں ڈرائیں: ﴿وَيَوْمَ يُعْشِرُهُمْ جَبِيْعًا﴾ ”اور جس دن وہ سب کو جمع کرے گا۔“ یعنی جنوں کو اور انسانوں میں سے ان کے ان دوستوں کو جو دنیا میں ان کی پوجا کرتے تھے، ان کی پناہ طلب کرتے تھے، ان کی اطاعت بجالاتے تھے اور وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں لمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے: ﴿يُعْشِرَ الْجَنِّ قَدْ اسْتَكْبَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ﴾ ”اے گروہ جنات! تم نے انسانوں سے بہت (فائدے) حاصل کیے۔“ یعنی تم نے انسانوں کو اغوا اور گمراہ کر کے بہت فائدے اٹھائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِي اٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَاَنْ اَعْبُدُوْنِي ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ ۝ وَكَفَدْنَا مِنْكُمْ جَبَلًا كَثِيْرًا ۚ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (یس: 60-62) ”اے آدم کی اولاد! ہم نے تم کو تاکید نہیں کی تھی کہ تم شیطان کو نہ پوجنا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے اور اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا تھا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟“

﴿وَقَالَ اَوْلٰیئُوْهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ﴾ ”اور جو انسانوں میں ان کے دوست ہوں گے وہ کہیں گے کہ پروردگار! ہم ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرتے رہے۔“ یعنی جنوں کے انسانوں میں سے دوست اللہ تعالیٰ کو جواب دیتے ہوئے یہ کہیں گے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرنے کی صورت یہ تھی کہ جن حکم دیتے اور انسان اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔^①

ابن جریج فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی شخص کسی جگہ پڑاؤ ڈالتا تو وہ یہ کہتا کہ میں اس وادی کے سربراہ کی پناہ طلب کرتا ہوں تو یہ تھا ان کا فائدہ حاصل کرنا جسے وہ قیامت کے دن بطور معذرت ذکر کریں گے۔^② اور جہاں تک جنوں کے انسانوں سے فائدہ حاصل کرنے کی بات ہے تو وہ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ انسان جنوں سے مدد طلب کرتے وقت ان کی تعظیم بجالاتے تھے جس کی وجہ سے جن کہتے کہ ہم جنوں اور انسانوں دونوں کے سردار ہیں۔

﴿وَبَلَّغْنَا اٰجَلَنَا الَّذِیْ اٰجَلَتْ لَنَا﴾ ”اور (آخر) اس وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔“ سدی کہتے ہیں کہ اس وقت مقرر سے مراد موت ہے۔ ﴿قَالَ النَّارُ مَثُوْلُكُمْ﴾ ”اللہ فرمائے گا (اب) تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔“ یعنی تمہارا، ان کا اور تمہارے دوستوں کا ٹھکانا اور منزل دوزخ ہے، ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ ”ہمیشہ اس میں (جلتے) رہو گے۔“ اور

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1387/4 والدر المنثور: 85/3 . ② تفسیر الطبری: 45/8 .

يَمْعَشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ

اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تمہی میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ وہ تم سے میری آیات بیان کرتے تھے، اور تمہیں تمہاری اس

لقاءِ یومکمؕ ہَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا

آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ (جب) وہ کہیں گے: ہم اپنے آپ پر گواہی دیتے ہیں۔ اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا،

عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿١٣٠﴾

اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ بے شک وہ کفر کرنے والے تھے ﴿١٣٠﴾

ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو گے۔ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ.

تفسیر آیت: 129

ظالموں کو ایک دوسرے پر مسلط کرنا: اس آیت کی تفسیر میں معمر نے قتادہ سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دے گا اور وہ جہنم میں ایک دوسرے کے پیچھے چلیں گے۔^(۱) عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ: وَكَذَلِكَ نُؤَيِّنُ بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا ۖ اس سے جنوں اور انسانوں میں سے ظالم لوگ مراد ہیں۔ پھر انھوں نے اس موقع پر یہ آیت کریمہ پڑھی: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ (الزخرف 36:43) ”اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کر لے (تغافل کرے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔“ انھوں نے فرمایا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم ظالم جنوں کو ظالم انسانوں پر مسلط کر دیں گے۔^(۲) کسی شاعر نے کہا ہے۔

وَمَا مِنْ يَدٍ إِلَّا يَدُ اللَّهِ فَوْقَهَا وَلَا ظَالِمٍ إِلَّا سَيِلَىٰ بِظَالِمٍ

”ہر ہاتھ کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور ہر ایک ظالم کو اپنے سے بڑے ظالم کے ساتھ واسطہ پیش آتا ہے۔“

اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح ہم نے ان خسارہ پانے والے انسانوں پر ان جنوں کو مسلط کر دیا جنھوں نے انھیں گمراہ کیا تھا، اسی طرح ہم ظالموں کو ایک دوسرے پر مسلط کر دیتے اور ایک دوسرے کے ساتھ تباہ و برباد اور ہلاک کر دیتے ہیں اور اس طرح ہم ان میں سے ہر ایک سے انتقام لے لیتے ہیں اور یہ ان کے ظلم اور بغاوت و سرکشی کی سزا ہوتی ہے۔

تفسیر آیت: 130

جنوں اور انسانوں کو سرزنش: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سرزنش کرتے ہوئے کافر جنوں اور انسانوں سے یہ سوال کرے گا۔ حالانکہ اسے خوب معلوم ہوگا۔ کیا رسولوں نے ان تک اس کے پیغام کو پہنچایا تھا یا نہیں؟ یہ استفہام تقریری ہے، ارشاد ہوگا: يَمْعَشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ۖ اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آتے رہے؟“ یعنی مجموعی طور پر تم میں سے ورنہ رسول تو تمام کے تمام انسانوں ہی میں سے بھیجے گئے ہیں، جنوں

(۱) تفسیر عبدالرزاق: 66/2، رقم: 855 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1388/4. (۲) تفسیر الطبری: 47، 46/8 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1389/4.

میں سے کسی کو رسول نہیں بنایا گیا تھا جیسا کہ امام مجاہد، ابن جریج اور دیگر کئی ایک ائمہ سلف و خلف نے فرمایا ہے۔⁽¹⁾

اس بات کی دلیل کہ تمام انبیاء و رسل انسانوں ہی میں سے ہوئے ہیں، حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالكَاهِنِينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (النساء: 163-165) ”(اے نبی!) بے شک ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان کے بعد دوسرے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی..... (سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ (العنکبوت: 27:29) ”اور ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب (مقرر) کر دی۔“ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت اور کتاب کو آپ کی اولاد ہی میں محصور قرار دیا ہے اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پہلے نبوت جنوں میں بھی تھی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے بعد جنوں میں یہ منقطع ہو گئی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَسْهُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (الفرقان: 20:25) ”اور (اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں، وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى﴾ (يوسف: 109:12) ”اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے تھے ان کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔“ سبھی جانتے ہیں کہ جن اس باب میں انسانوں کے تابع ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَصْغَوْا فَلَكَامَ قُضِيَ وَلَوْ إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ﴾ (الأنعام: 101) ”اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جبکہ وہ قرآن سنتے تھے تو جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو، چنانچہ جب (پڑھنا) تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں کی طرف ڈرانے والے بن کر لوٹے، کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے (اور) سچا (دین) اور سیدھا راستہ بتاتی ہے، اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو

(1) تفسیر الطبری: 48/8 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1389/4.

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّمَّا

یہ (رسول) اس لیے (بیچھے گئے) کہ آپ کا رب بستیوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کرنے والا نہیں، جبکہ ان کے باشندے غافل ہوں ﴿١٣١﴾ اور ہر ایک

عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾

کے لیے ان اعمال کی وجہ سے درجے ہیں جو انھوں نے کیے، اور آپ کا رب اس سے غافل نہیں جو وہ کرتے ہیں ﴿١٣٢﴾

قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔ یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔“

جامع ترمذی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنوں کو سورہ رحمن کی تلاوت سنائی تھی اور اس سورت میں یہ آیت کریمہ بھی ہے: سَنَفْعُ لَكُمْ اَيُّهُ الثَّقَلَيْنِ ۚ فَبِآيِ الَّاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (الرحمن 55: 31، 32) ”اے گروہ جن وانس! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے، پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟“ ﴿١﴾

اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۝ يٰۤمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاۤتِكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْكُمْ يَفْضُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰیٰتِيْ وَيُنْذِرُكُمْ يَوْمَكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا ۝ ”اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ جو میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے سامنے آ موجود ہونے سے ڈراتے تھے، وہ کہیں گے کہ (پروردگار!) ہم اپنے آپ پر گواہی دیتے ہیں۔“ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ تیرے رسولوں نے ہم تک تیرے پیغام کو پہنچا دیا تھا، ہمیں آج کے دن کی ملاقات سے بھی ڈرا دیا تھا اور آج کے دن کے بارے میں بھی یہ صاف صاف بتا دیا تھا کہ یہ ہر صورت میں آکر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۝ وَغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ ”اور ان لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔“ یعنی انھوں نے اپنی دنیا کی زندگی کو تابیوں اور بد اعمالیوں میں صرف کی، انبیائے کرام ﷺ کی تکذیب اور ان کے لائے ہوئے معجزات کی مخالفت کے باعث ہلاک ہو گئے کیونکہ دنیا کی زندگی کی جھج، چمک دمک اور اس کی خواہشوں نے انھیں فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ ۝ وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ ”(اور) اب (خود اپنے اوپر گواہی دی۔“ یعنی قیامت کے دن ۝ اَنْهُمْ كَاٰوُ كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٢﴾ ”کہ بے شک وہ کفر کرتے تھے۔“ یعنی دنیا میں حضرات انبیائے کرام ﷺ ان کے پاس جس دین و شریعت کو لے کر آئے تھے، انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

تفسیر آیات: 132، 131

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۝ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾ ”(اے نبی!) یہ

﴿١﴾ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الرحمن، حدیث: 3291 مختصراً عن جابر ؓ .

(جو پیغمبر آتے رہے اور کتابیں نازل ہوتی رہیں) اس لیے کہ آپ کا پروردگار ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دے اور وہاں کے رہنے والوں کو (کچھ بھی) خبر نہ ہو۔“ یعنی ہم نے رسولوں کو مبعوث فرما کر اور کتابوں کو نازل کر کے جنوں اور انسانوں پر حجت تمام کر دی ہے تاکہ کسی ایسے شخص سے اس کے ظلم کی وجہ سے باز پرس نہ ہو جس تک دعوت ہی نہ پہنچی ہو، اس لیے ہم نے تمام امتوں کے عذر کو ختم کر دیا ہے اور جس امت کو بھی ہم نے عذاب دیا تو اس کی طرف رسولوں کو بھیجے اور حجت تمام کرنے کے بعد عذاب دیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (فاطر 24:35) ”اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل 36:16) ”اور یقیناً ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ (بنی اسرائیل 15:17) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿كُلَّمَا أُنْقِيَٰ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ﴾ ﴿قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۖ فَكَذَّبْنَا﴾ (الملك 9:67) ”جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! یقیناً ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلایا۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

ارشاد الہی: ﴿وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا﴾ ”اور سب لوگوں کے لیے ان اعمال کی وجہ سے درجے ہیں۔“ یعنی ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا محصیت کے مطابق عمل کرتا ہے، اس کے عمل کے مطابق اس کے درجات ہیں جن تک اللہ تعالیٰ اسے پہنچا دے گا اگر اس نے نیک عمل کیے تو اسے اچھے مراتب سے نواز ا جائے گا اور اگر اس نے برے عمل کیے تو برے مقامات میں اسے گرا دیا جائے گا۔

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس آیت کریمہ میں سب لوگوں سے مراد کافرن و انس ہوں، یعنی ان میں سے ہر ایک کا اس کے حسبِ حال جہنم میں درجہ ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ﴾ (الأعراف 38:7) ”اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو دگنا (عذاب دیا جائے گا۔)“ اور فرمایا: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ﴾ (النحل 88:16) ”جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا ہم ان کو عذاب پر عذاب دیں گے، اس لیے کہ وہ شرارت کیا کرتے تھے۔“ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾ ﴿ۙ﴾ ”اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ ان سے بے خبر نہیں۔“ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ (اے محمد ﷺ!) آپ کا رب ان کے کسی عمل سے بھی بے خبر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو شمار کر کے اپنے پاس محفوظ کر رہا ہے اور جب یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو وہ قیامت کے دن ان کے اعمال کے مطابق انہیں بدلہ دے گا۔^①

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ إِنَّ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا

اور آپ کا رب بے نیاز ہے رحمت والا، اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے، اور تمہارے بعد جنہیں چاہے جانشین بنادے، جیسے اس نے تمہیں دوسری قوم

اَنْشَاَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ط (133) اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

کی نسل سے پیدا کیا ۱۳۴ بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ ضرور آنے والی ہے، اور تم عاجز کرنے والے نہیں ۱۳۴ (اے نبی!) کہہ دیجیے: اے

قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰی مَا كُنْتُمْ اِنۡنِیْ عَامِلٌ ؕ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۚ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ

میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک میں بھی (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں، چنانچہ جلد ہی تم جان لو گے کہ کس شخص کے لیے آخرت کا (اجھا) انجام

الدَّارِ ۚ اِنَّهٗ لَا يَفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

ہے۔ اور بے شک ظالم فلاح نہیں پائیں گے ۱۳۵

تفسیر آیات: 133-135 ﴿

نافرمانی کی صورت میں نابود کر دینے کی وعید: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَرَبُّكَ﴾ ”اور آپ کا پروردگار“ (اے نبی!)

﴿الْغَنِيُّ﴾ ”بے پروا ہے“ اپنی تمام مخلوق سے ہر اعتبار سے اور وہ اپنے تمام حالات میں اس کے محتاج ہیں۔ ﴿ذُو الرَّحْمَةِ﴾

(اور) صاحب رحمت ہے۔“ اور وہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا بھی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ

اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (الحج: 65: 22) ”بے شک اللہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“ ﴿اِنَّ

يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ﴾ ”اگر وہ چاہے (تو اے بندو!) تمہیں لے جائے۔“ جب تم اس کے حکم کی مخالفت کرو۔ ﴿وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ

بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ﴾ ”اور تمہارے بعد جن لوگوں کو چاہے تمہارا جانشین بنادے۔“ یعنی دوسرے ایسے لوگوں کو جو اس کی

اطاعت کے مطابق عمل کریں۔ ﴿كَمَا اَنْشَاَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ط﴾ ”جیسا کہ تم کو بھی دوسرے لوگوں کی نسل

سے پیدا کیا ہے۔“ یعنی وہ اس بات پر قادر ہے اور اس کے لیے یہ بہت آسان ہے جیسا کہ اس نے پہلے لوگوں کو نیست و نابود

کر کے ان کے بعد دوسروں کو پیدا کیا، اسی طرح وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان لوگوں کو ختم کر کے یہاں اور لوگوں کو بسا

دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاۤتِ بِاٰخَرِيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝﴾

(النساء: 133) ”لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور (تمہاری جگہ) دوسرے لوگوں کو پیدا کر دے اور اللہ اس بات پر قادر

ہے۔“ اور فرمایا: ﴿يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَيُّدُ ۝ اِنَّ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ وَيَاۤتِ

بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝﴾ (فاطر: 15-17) ”لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے پروا، سزا

وارحمہ و ثنا ہے اگر چاہے تو تم کو نیست و نابود کر دے اور نئی مخلوقات لا آ باد کرے اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَكَّلُوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا

اَمْثَلَكُمْ ۝﴾ (محمد: 38: 47) ”اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے

گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔“ محمد بن اسحاق نے یعقوب بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابان بن عثمان

سے اس آیت: ﴿كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ قَوْمٍ آخَرِينَ﴾ کے بارے میں سنا کہ ذریت اصل کو بھی کہتے ہیں اور نسل کو بھی۔^(۱) ارشاد الہی: ﴿إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا تھا وہ (واقع میں) آنے والا ہے اور تم (اللہ کو) مغلوب نہیں کر سکتے۔“ یعنی (اے محمد ﷺ!) آپ انھیں بتادیں کہ قیامت سے متعلق ان سے جو وعدہ کیا جاتا ہے، وہ بہر صورت پورا ہونے والا ہے ﴿وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾ ”اور تم (اللہ تعالیٰ کو) مغلوب نہیں کر سکو گے۔“ وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، خواہ تم مٹی بن جاؤ اور تمہاری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں، وہ قادر ہے، اسے کوئی چیز مغلوب نہیں کر سکتی۔

ارشاد الہی: ﴿قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ﴾ ”(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ بے شک میں (اپنی جگہ) عمل کیے جاتا ہوں، عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔“ یہ سخت وعید اور شدید سرزنش ہے کہ اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ تم ہدایت پر ہو تو پھر تم اپنے طریقے کے مطابق عمل کیے جاؤ اور میں اپنے طریقے اور دستور کے مطابق عمل کیے جاتا ہوں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ ۖ إِنَّا عَمِلُونَ ۖ وَانظُرُوا ۖ إِنَّا مُنْتَظِرُونَ﴾ (ہود: 121، 122) ”اور جو لوگ ایمان نہیں لائے آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ بے شک ہم (اپنی جگہ) عمل کیے جاتے ہیں اور (نتیجہ اعمال کا) تم بھی انتظار کرو بے شک ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔“

علی بن ابوطالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿مَكَانَتِكُمْ﴾ کے معنی اپنی جگہ کے ہیں۔^(۲) ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ﴾ ”مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ“ ”عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں (بہشت) کس کا گھر ہوگا کچھ شک نہیں کہ ظالم نجات نہیں پائیں گے۔“ یعنی عنقریب تم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں بہشت میرے لیے ہوگی یا تمہارے لیے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے کیے ہوئے اپنے وعدے کو پورا فرمادیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ملک میں دسترس عطا فرمائی، مخالفین پر غلبہ تسلط عطا فرمایا، مکہ مکرمہ پر فتح عطا فرمائی، اپنی اس قوم پر آپ کو غالب کر دیا جس نے آپ کی تکذیب کی، آپ سے دشمنی کی اور آپ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف سارے جزیرۃ العرب کو بلکہ یمن اور بحرین کو بھی آپ کی حیات طیبہ ہی میں مسلمانوں کے زیر نگیں کر دیا۔

پھر آپ کی وفات کے بعد خلفاء رضی اللہ عنہم کے عہد میں بہت سے علاقوں اور بہت سے ملکوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَعْلَبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۖ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (المجادلہ: 58، 59) ”اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، بے شک اللہ زور آور (اور) زبردست ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۖ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعِيدَتُهُمْ ۖ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۖ﴾ (المؤمن: 40، 51، 52) ”بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 4/1390 والدر المنثور: 3/88۔ (۲) تفسیر الطبری: 8/52۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا

اور انھوں نے اس میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ ٹھہرایا جو اس نے کھیتی اور چوپایوں کی شکل میں پیدا کیا، پھر اپنے خیال کے مطابق کہنے لگے: یہ (حصہ)

لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى

اللہ کے لیے ہے، اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا جو حصہ ہے وہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، اور جو اللہ کا حصہ ہے وہ ان کے

شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿١٣٦﴾

دیوتاؤں کے پاس کبھی جاتا ہے، کس قدر برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿١٣٦﴾

بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی) جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُونَ﴾ (الانبیاء 105:21) ”اور بلاشبہ ہم نے نصیحت (کی کتاب، یعنی تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ بے شک میرے نیکو کار بندے ملک کے وارث ہوں گے۔“

تفسیر آیت: 136

بعض اعمالِ شرک کا بیان: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی مذمت اور سرزنش کی ہے جنہوں نے بدعت، کفر اور شرک کو اختیار کیا اور مخلوق میں اللہ کا حصہ بنا دیا، حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ﴾ (یہ لوگ) اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے (بھی ایک حصہ) مقرر کرتے ہیں۔“ یعنی ان چیزوں میں سے جن کو اس نے پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے ﴿مِنَ الْحَرْثِ﴾ ”کھیتی سے“ یعنی فصلوں اور پھلوں میں سے ﴿وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا﴾ ”اور چوپایوں میں سے (بھی) ایک حصہ“ نصیب کے معنی جز اور حصے کے ہیں۔ ﴿فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى شُرَكَائِهِمْ﴾ ”اور اپنے خیال (باطل) سے کہتے ہیں کہ یہ (حصہ) تو اللہ کا اور یہ ہمارے شریکوں (بتوں) کا تو جو حصہ ان کے شریکوں کا ہوتا ہے، وہ تو اللہ کی طرف نہیں جاسکتا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے، وہ ان کے شریکوں کی طرف جاسکتا ہے۔“

علی بن ابوطالب اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن جب کوئی کھیتی بوتے یا کسی پھل کو حاصل کرتے تو اس میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور ایک بت کے لیے مقرر کر دیتے اور فصل، پھل یا کسی بھی دوسری چیز میں سے جو حصہ بتوں کے لیے ہوتا اس کی تو خوب حفاظت کرتے، اسے گن گن کر رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیے ہوئے حصے میں سے اگر کوئی چیز گر جاتی تو اسے اٹھا کر بھی بت کے حصے میں شامل کر دیتے اور اگر بت کے لیے مقرر کی ہوئی چیز کو پانی سیراب کر دیتا اور اللہ کے لیے مقرر کیے ہوئے حصے کو بھی سیراب کر دیتا تو سب کو بت کے لیے کر دیتے (بت کا حصہ اور اللہ کا حصہ جو سیراب ہو جاتا) اور اگر کھیتی یا پھل میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیے ہوئے حصے میں سے کوئی چیز گر جاتی تو اسے بت کے لیے وقف کر دیتے اور کہتے کہ یہ فقیر ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیے ہوئے حصے میں

وَكَذَلِكَ زَيْنٌ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ اَوْلَادَهُمْ شُرَكَاءُهُمْ لِيُرِدُّوهُمْ وَلْيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ

اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے ان کے دیوتاؤں نے ان کی اولاد کا قتل پسندیدہ بنا رکھا ہے، تاکہ وہ انھیں ہلاک کر دیں اور ان کے لیے ان کا

دینہم ط وَاَوْشَاءُ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

دین منگوا کر بنا دیں، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے، چنانچہ انھیں اور ان کے جھوٹ کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیجیے جو وہ گھڑتے ہیں ﴿۱۳۷﴾

شامل نہ کرتے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیے ہوئے حصے کو پانی سیراب کر دیتا اور اسے بھی سیراب کر دیتا جسے بت کے لیے وقف کیا ہوتا تو اسے بت کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اپنے اموال میں سے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام قرار دے کر بتوں کے لیے وقف کر دیتے تھے اور عقیدہ یہ رکھتے تھے کہ انھوں نے اپنے ان اموال کو تقرب الہی کے حصول کے لیے حرام قرار دیا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا﴾ اور (یہ لوگ) اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں، یعنی بھتی اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کرتے ہیں۔ ﴿۱﴾ امام مجاہد، قتادہ، سدی اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ ﴿۲﴾

اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو چیز اللہ کے نام پر ذبح کرتے اسے اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک اس پر اپنے بتوں کے نام نہ لیتے تھے اور جسے وہ اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اس پر اللہ کا نام لینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے، پھر انھوں نے اس آیت کی تلاوت کی حتیٰ کہ ﴿سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ ﴿۳﴾ تک پہنچ گئے۔ ﴿۴﴾ یعنی بری ہے یہ تقسیم جو وہ کرتے تھے۔

پہلے تو انھوں نے تقسیم ہی میں غلطی کی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا رب، مالک اور خالق ہے، ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر چیز اسی کے تصرف، قدرت اور مشیت کے تحت ہے، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار، پھر اپنے گمان فاسد کے مطابق انھوں نے جو یہ تقسیم کی، اس کی بھی حفاظت نہ کی بلکہ اس میں بھی ظلم سے کام لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحٰنَهُ لَا لَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ﴾ ﴿۵﴾ (النحل: 57:16) ”اور یہ لوگ اللہ کے لیے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (اور) وہ ان سے پاک ہے اور اپنے لیے (بیٹے) جو مرغوب (دول پسند) ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَجَعَلُوا لَهَا مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ﴿۶﴾ (الزخرف: 15:43) ”اور انھوں نے اس کے بندوں میں سے اس کے لیے اولاد مقرر کی، بے شک انسان تو صریح ناشکرا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اَلَمْ يَكُنْ لَّكَ الْوَكُوْلَةُ الْاُولٰٓئِيْ اَمْ يَكُنْ لَّكَ اِذَا قُسِمَتْ ضِيَافُ﴾ ﴿۷﴾ (النجم: 22,21:53) ”(مشرک!) کیا تمہارے لیے تو بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟ یہ تقسیم تو پھر بہت بے انصافی کی ہے۔“

تفسیر آیت: 137 ﴿۸﴾

شیطان نے مشرکوں کے لیے قتل اولاد کو اچھا کر دکھایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطانوں نے جس طرح ان کے لیے

﴿۱﴾ تفسیر الطبری: 54/8 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1391/4. ﴿۲﴾ تفسیر الطبری: 55,54/8. ﴿۳﴾ تفسیر الطبری: 55/8

و تفسیر ابن ابی حاتم: 1392/4.

وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْتُ حِجْرٌ ۖ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ

اور اپنے (جھوٹے) خیال کے مطابق انھوں نے کہا: یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں بس وہی کھا سکتا ہے جسے ہم چاہیں، اور بعض چوپائے ہیں جن

حَرِّمَتْ ظُهُورَهَا وَأَنْعَامٌ ۚ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۖ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا

کی پشت (پر سواری) حرام کر دی گئی، اور بعض چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں پڑھتے، یہ سب وہ اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہوئے کرتے ہیں، وہ جلد ہی

كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾

انھیں اس جھوٹ کی سزا دے گا جو وہ گھڑتے رہے ہیں ﴿١٣٨﴾

اس بات کو اچھا کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ چیزوں، کھیتوں اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کریں اور اپنے بتوں کا بھی، اسی طرح شیطان نے اس بات کو بھی ان کے لیے مزین کر دکھایا کہ بھوک کے خوف سے اولاد کو قتل کریں اور عار کے خوف سے بچیوں کو زندہ درگور کر دیں۔ علی بن ابوطلمہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ بہت سے مشرکوں کو ان کے شریکوں نے ان کے بچوں کو جان سے مار ڈالنا اچھا کر دکھایا ہے۔ ﴿١﴾ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿شُرَكَاءُهُمْ﴾ سے یہاں شیاطین مراد ہیں جنھوں نے انھیں اپنی اولاد کو بھوک کے ڈر کی وجہ سے زندہ درگور کر دینے کا حکم دیا۔ ﴿٢﴾ سدی فرماتے ہیں کہ شیطانوں نے انھیں حکم دیا کہ بیٹیوں کو قتل کر دیں اور یہ حکم اس لیے دیا ﴿لِيَذُوبُوا﴾ تاکہ وہ انھیں ہلاکت میں ڈال دیں۔ ”یا وَلِيْلَيْسُوا عَلَيْهِمْ دِيْنُهُمْ“ اور تاکہ ان کے دین کو ان پر غلط ملط کر دیں۔ ﴿٣﴾

اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے“، یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادے سے ہوا ہے اور اس میں بھی اس کی پوری پوری حکمت کا فرما ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے، اس سے پوچھا نہیں جاسکتا جبکہ سب لوگوں کو اپنے اعمال کی ضرورت جواب دہی کرنا ہوگی۔ ﴿فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ ﴿٧﴾ ”چنانچہ ان کو چھوڑ دیں (کہ وہ جانیں) اور ان کے جھوٹ کو“، ان کو چھوڑ دیں، ان سے اور ان کے اعمال سے اجتناب کریں، آپ کے اور ان کے درمیان عنقریب اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرمادے گا۔

تفسیر آیت: 138

چوپایوں کے بارے میں مشرکوں کی بعض حرام کردہ چیزیں: علی بن ابوطلمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿حِجْرٌ﴾ سے مراد وسیلہ اور دیگر وہ چیزیں ہیں جن کو انھوں نے حرام قرار دے رکھا تھا۔ ﴿٤﴾ مجاہد، ضحاک، سدی، قتادہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٥﴾ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْتُ حِجْرٌ﴾ ”اور اپنے (جھوٹے) خیال سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیتی منع ہے۔“ سے مراد وہ چیزیں ہیں جنھیں شیطانوں نے ان کے اموال میں سے ان کے لیے نہایت شدت سے حرام قرار دے رکھا تھا اور یہ حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی۔ ﴿٦﴾

① تفسیر الطبری: 57/8. ② تفسیر الطبری: 57/8. ③ تفسیر الطبری: 57/8. ④ تفسیر الطبری: 60/8. ⑤

تفسیر الطبری: 61/8. ⑥ تفسیر الطبری: 61/8.

ابن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ ﴿حَجَّوْهُمْ﴾ سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں انہوں نے اپنے معبودانِ باطلہ کے لیے وقف کر رکھا تھا۔^①

سدی ﴿لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ﴾ ”اسے اس شخص کے سوا جسے ہم چاہیں کوئی نہ کھائے۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ان کا کھانا حرام ہے، سوائے ان لوگوں کے جنہیں ہم چاہیں۔^② یہ آیت کریمہ اسی طرح ہے جیسے یہ ہے: ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا ط قُلْ اللَّهُ أَوَدَّ لَكُمْ أَمْرًا عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾ (یونس 59:10) ”کہہ دیجیے کہ بھلا دیکھو تو اللہ نے تمہارے لیے جو رزق نازل فرمایا ہے، پھر تم نے اس میں سے (بعض کو) حرام ٹھہرایا اور (بعض کو) حلال (ان سے) پوچھو کیا اللہ نے اس کا تمہیں حکم دیا ہے یا تم اللہ پر افتراء کرتے ہو؟“ اور فرمایا: ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۚ وَلَئِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ط وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ (المائدہ 5:103) ”اللہ نے نہ تو بحیرہ کو کچھ چیز بنایا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام بلکہ کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔“^③ سدی کہتے ہیں کہ جن جانوروں کی پیٹھوں پر چڑھنا منع تھا، وہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام تھے، نیز وہ ان جانوروں کے پیدا ہونے کے وقت اور انہیں ذبح کرنے کے وقت ان پر اللہ کا نام بھی نہیں لیا کرتے تھے۔^④

ابوبکر بن عیاش نے عاصم بن ابوالخو د سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے ابووائل نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ﴿وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ ”اور (بعض) چوپائے ایسے ہیں کہ ان پر چڑھنا منع کر دیا گیا ہے۔ اور بعض مویشی ایسے ہیں جن پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے۔“ سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا نہیں، تو انہوں نے بتایا کہ اس سے مراد وہ بحیرہ جانور ہیں جن کی پیٹھ پر سوار ہو کر وہ حج بھی نہیں کرتے تھے۔^⑤

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ان کے کچھ اونٹ اس قسم کے تھے کہ جن پر وہ مطلق اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے، نہ ان پر سوار ہوتے وقت، نہ ان کا دودھ دوہتے وقت، نہ ان پر سامان لادتے وقت، نہ ان کے بچوں کے جنم دینے کے وقت اور نہ ہی ان سے کوئی دوسرا کام لیتے وقت ان پر اللہ کا نام لیتے تھے۔^⑥ ﴿افْتَرَاءً عَلَيْهِ﴾ ”سب اللہ پر جھوٹ ہے۔“ یعنی انہوں نے اپنی ان خرافات کو جو اللہ تعالیٰ کے دین و شریعت کی طرف منسوب کیا تو یہ سراسر جھوٹ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی بات کا نہ حکم دیا ہے اور نہ اس نے ان میں سے کسی بات کو پسند ہی فرمایا ہے۔ ﴿سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ ”وہ عنقریب ان کو ان کے جھوٹ کا بدلہ دے گا۔“ یعنی وہ انہیں ان کے جھوٹ بولنے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی ضرور سزا دے گا۔

① تفسیر الطبری: 61/8. ② تفسیر الطبری: 61/8. ③ دیکھیے سورة المائدة، آیت: 103 کے ذیل میں۔ ④ تفسیر

الطبری: 62/8 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1394/4. ⑤ تفسیر الطبری: 62/8. ⑥ تفسیر الطبری: 62/8.

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَى أَزْوَاجِنَا

اور انھوں نے کہا: ان (حرام کیے ہوئے) چوپایوں کے پیٹ میں جو بچہ ہو وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے، اور اگر وہ

وَإِنْ يَكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ

مردہ ہو تو (مرد اور عورتیں) سب اس میں شریک ہیں۔ جلد ہی اللہ انھیں اس طرح (خود ہی حلال اور حرام) طے کرنے کی سزا دے گا، بے شک وہ بڑا حکمت

عَلَيْهِمُ ⑬

والا، خوب جاننے والا ہے ⑬

تفسیر آیت: 139

ابو اسحاق سمیع نے عبد اللہ بن ابوالہذیل سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: ﴿وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا.....﴾ الآية ”اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو ان چوپایوں کے پیٹ میں ہے، وہ خاص ہمارے مردوں کے لیے ہے.....“ سے مراد دودھ ہے۔ ① اور عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد دودھ ہے کہ اسے وہ عورتوں کے لیے حرام قرار دے دیتے تھے اور مرد اسے پیتے تھے، بکری جب بچہ جنم دیتی تو وہ اس بچے کو ذبح کر دیتے اور اسے صرف مرد کھا سکتے تھے، عورتیں نہیں اور اگر بکری مادہ بچے کو جنم دیتی تو اسے جھوڑ دیتے اور ذبح نہ کرتے اور اگر وہ مردار ہوتا تو مرد اور عورتیں سب مل کر کھاتے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں منع فرمادیا۔ سدی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ② شعی کہتے ہیں کہ بحیرہ جانوروں کے دودھ کو صرف مرد ہی استعمال کر سکتے تھے اور اگر کوئی بحیرہ جانور مر جاتا تو اس کے کھانے میں مرد اور عورتیں سب شریک ہو جاتے تھے۔ عکرمہ، قتادہ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ③

مجاہد فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت سے مراد سائبہ اور بحیرہ جانور ہیں۔ ④ ابوالعالیہ، مجاہد اور قتادہ نے اللہ کے اس فرمان: ﴿سَيَجْزِيهِمْ وَصْفُهُمْ﴾ ”عنقریب اللہ ان کو ان کے ڈھکوسلوں کی سزا دے گا۔“ کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ یہاں ﴿وَصْفُهُمْ﴾ سے مراد ان کا جھوٹ ہے۔ ⑤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَقْتُلُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۚ مَتَاعٌ قَلِيلٌ﴾ م ﴿الآیۃ النحل: 16، 117﴾ ”اور یونہی جھوٹ جو تمھاری زبان پر آ جائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (جھوٹ کا) فائدہ تو تھوڑا سا ہے.....“ ﴿إِنَّهُ حَكِيمٌ﴾ ”بے شک وہ حکمت والا ہے۔“ یعنی اپنے افعال و اقوال اور شریعت و تقدیر میں ﴿عَلَيْهِمُ ⑬﴾ ”(اور) خبردار ہے“ اپنے بندوں کے تمام اچھے اور برے اعمال سے، پھر انھی کے مطابق وہ انھیں پورا پورا بدلہ بھی دے گا۔

① تفسیر الطبری: 63/8. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1396/5 و تفسیر الطبری: 64، 63/8. ③ تفسیر الطبری: 63/8.

④ تفسیر ابن ابی حاتم: 1395/5. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 1396/5.

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَىٰ بَشَرٍ لَّهُمْ خُصَامٌ فِي رُءُوسِهِمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ يَرْتَابُونَ ۖ

اللَّهُ ط قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝۱۴۰

۱۶
۱۵
۱۴

ٹھہرا لیا، تحقیق وہ گمراہ ہو گئے، اور وہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے ۝۱۴۰

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكْلُهُ

اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے، چھتریوں پر چڑھائے ہوئے اور بغیر چڑھائے ہوئے، اور کھجور اور فصلیں (پیدا کیں) ان کے پھل (مڑے میں) مختلف

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ط كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ

ہیں، اور زیتون اور انار (پیدا کیے)، ملتے ملتے بھی اور نہ ملتے ملتے بھی، ان کا پھل کھاؤ جب وہ پھل لائیں اور ان کی کٹائی اور چٹائی کے دن اس (اللہ) کا حق

حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝۱۴۱ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَسَاتٌ ۖ كُلُوا

دے دیا کرو، اور فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۝۱۴۱ اور (پیدا کیے) اس نے چوپایوں میں سے بوجھ اٹھانے والے

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ط إِنَّهُ لَكُمُ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝۱۴۲

اور زمین سے لگے (پست قدم)، اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ۝۱۴۲

تفسیر آیت: 140:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کام کیے، وہ دنیا و آخرت میں گھائے میں پڑ گئے، دنیا میں اپنی اولاد کو قتل کرنے کی وجہ سے گھائے میں پڑ گئے اور اپنے اموال میں سے کچھ چیزوں کو از خود حرام قرار دے کر اپنے آپ کو تنگی اور مشکل میں ڈال لیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ پر کذب و افتراء باندھنے کی وجہ سے بدترین انجام سے دوچار ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۖ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝۷۰﴾ (یونس 70: 69: 70) ”بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے (ان کے لیے) جو فائدے ہیں دنیا میں (ہیں)، پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم ان کو عذاب شدید (کے مڑے) چکھائیں گے کیونکہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے۔“

حافظ ابوبکر بن مردویہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اگر آپ عربوں کی جہالت کو معلوم کرنا چاہیں تو سورہ انعام کی آیت: 130 کے بعد کی آیات پڑھ لیں (جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے کہ) ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ط قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝۱۴۰﴾ ”بے شک جن لوگوں نے اپنی اولاد کو علم کے بغیر بیوقوفی سے قتل کیا اور اللہ پر افتراء کر کے اس کی عطا فرمائی ہوئی روزی کو حرام ٹھہرایا، وہ گھائے میں پڑ گئے، وہ بلاشبہ گمراہ ہیں اور ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔“ ۱۱ امام بخاری رحمہ اللہ نے

بھی اپنی ”صحیح“ کے باب مناقب قریش میں اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے۔^①

تفسیر آیات: 141، 142

اللہ تعالیٰ ہی نے پھلوں، دانوں اور چوپایوں کو پیدا فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہی ہر قسم کی فصلوں، پھلوں اور چوپایوں کا خالق ہے مگر ان مشرکوں نے اپنی فاسد آراء کے ساتھ ان چیزوں میں تصرف کیا اور ان میں سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال ٹھہرا دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ﴾ اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کیے چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی۔ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿مَّعْرُوشَاتٍ﴾ سے بلند وبالا اور طویل درخت مراد ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿مَّعْرُوشَاتٍ﴾ سے مراد وہ باغات ہیں جنہیں لوگوں نے چھتریوں پر چڑھایا ہو اور ﴿غَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ﴾ سے مراد جنگلوں اور پہاڑوں میں پیدا ہونے والے پھل ہیں۔^② عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿مَّعْرُوشَاتٍ﴾ سے مراد انگوروں کی بیللیں ہیں جنہیں چھتریوں پر چڑھایا گیا ہو اور ﴿غَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ﴾ سے مراد ایسی بیللیں ہیں جنہیں چھتریوں پر نہ چڑھایا گیا ہو۔ سدی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^③

اور ابن جریج نے کہا ہے کہ ﴿مُتَشَابِهًا﴾ سے مراد وہ پھل ہیں جو شکل و صورت کے اعتبار سے آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ﴿غَيْرَ مُتَشَابِهٍ﴾ سے مراد وہ ہیں جو اپنے ذائقے کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔^④ محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ ﴿كُلُّوْا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْبَرَ﴾ ”ان کے پھل کھاؤ جب وہ پھل لائیں“، یعنی کجور اور انگور وغیرہ پھل کھاؤ۔^⑤ ارشاد الہی: ﴿وَاتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ ”اور جس دن (پھل توڑو اور بھیتی) کا ٹو، اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ اگر مسکین آجائیں تو انہیں بھی پھلوں میں سے دو۔^⑥ اور امام عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ کھیتی کاٹتے وقت اور پھل توڑتے وقت مسکینوں کو بھی مٹھی بھر دے دیا جائے۔^⑦ ثوری نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ انہیں مٹھی بھر کر دے دیا جائے۔^⑧ اور ابن مبارک نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ یہ حکم زکاة کی فرضیت سے پہلے تھا کہ مسکینوں کو مٹھی بھر غلہ یا پھل دے دیا جائے اور ان کے جانوروں کے لیے بھی ایک مٹھی چارہ دے دیا جائے۔^⑨

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے جو کھیتی اور پھل کاٹنے تو ہیں مگر صدقہ نہیں کرتے جیسا کہ سورہ ”ن“ میں باغ والوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِذْ أَقْسَمُوا لِكَيْصَرِ مُنْهَاجٍ مَّصْبِحِينَ﴾ وَلَا يَسْتَنْوُونَ ﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ

① صحیح البخاری، المناقب، باب قصۃ زمزم و جہل العرب، حدیث: 3524، امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے باب مناقب قریش

کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ بعد ازل کئی ابواب اسی کے ضمن میں ہیں جیسا کہ تخریج میں ذکر کردہ باب سے بھی یہ بات واضح ہے۔ ② تفسیر

الطبری: 69/8، ③ تفسیر الطبری: 69/8، ④ تفسیر الطبری: 70/8، ⑤ تفسیر الطبری: 70/8، ⑥ تفسیر الطبری:

73/8، ⑦ تفسیر عبدالرزاق: 67/2، رقم: 860، ⑧ تفسیر الطبری: 75/8، ⑨ تفسیر الطبری: 76/8

مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِبُونَ ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَصْرِفُكَ ۝ (القلم: 68: 17-20) ”جب انھوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی ہم اس کامیوہ ضرور توڑ لیں گے اور ان شاء اللہ نہ کہا۔ وہ ابھی سو ہی رہے تھے کہ آپ کے پروردگار کی طرف سے اس پر ایک آفت پھر گئی، پھر وہ ایسا ہو گیا، جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔“ یعنی وہ باغ جل کر اس طرح راکھ بن گیا گویا کالی سیاہ رات ہو۔

بعد ازاں: ۝ فَتَنَّا دُومُصِحِّينَ ۝ اِنْ اَغْدُوا عَلٰی حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَخْتَفَتُوْنَ ۝ اَنْ لَا يَدْخُلَنَهَا الْيَوْمَ عَلٰیكُمْ مَّسْكِيْنٌ ۝ وَاعْدُوا عَلٰی حَرْثٍ قٰدِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْا اِنَّا لَضَالُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ يَّتَلَاوُمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ عَلٰی رَبِّنَا اَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۝ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۝ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (القلم: 68: 21-33) ”جب صبح ہوئی تو وہ لوگ ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اگر تم کو کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو، چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ آج یہاں تمھارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے اور کوشش کے ساتھ سویرے ہی جا پہنچے (گویا کھیتی پر) قادر (ہیں)، پھر جب انھوں نے باغ کو دیکھا تو (دیران) کہنے لگے کہ ہم رستہ بھول گئے ہیں (نہیں) بلکہ ہم (برگشتہ بخت) بے نصیب ہیں۔ ایک جوان میں عقل مند تھا بولا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ (تب) وہ کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہم ہی قصور وار تھے، پھر لگے ایک دوسرے کو ملامت کرنے، کہنے لگے کہ ہائے شامت! ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے، امید ہے کہ ہمارا پروردگار اس کے بدلے میں ہمیں اس سے بہتر باغ عنایت کرے، بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ (دیکھو!) عذاب یوں ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں بڑھ کر ہے کاش! یہ لوگ جانتے ہوتے۔“

اسراف کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۝ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ اور بے جا نہ اڑانا بے شک اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“ اس کے ایک معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ دینے میں اسراف نہ کرو کہ دستور سے بڑھ کر دیئے لگو۔ ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انھوں نے اپنی کھجوروں کا پھل توڑا اور کہا کہ آج جو بھی میرے پاس آئے گا میں اسے کھجوریں کھانے کے لیے دے دوں گا حتیٰ کہ شام تک انھوں نے تمام کھجوریں تقسیم کر دیں اور ان کے پاس کچھ بھی باقی نہ بچیں تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ۝ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ اسے امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔^①

لیکن آیت کے سیاق سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کھانے میں اسراف سے کام نہ لو کیونکہ یہ عقل اور جسم کے لیے نقصان دہ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ فرمایا کہ جب یہ چیزیں پھلیں تو ان کے پھل کھاؤ، پھر آخر میں یہ فرمایا

کہ اسراف سے کام نہ لو تو اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کھانے پینے میں حد سے بڑھنا مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾ (الأعراف: 31) ”اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ۔“ صحیح بخاری کی ایک معلق روایت میں ہے کہ [كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبُسُوا (وَتَصَدَّقُوا) فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَحِيلَةٍ] ”کھاؤ، پیو اور پہنو (اور صدقہ و خیرات کرو) لیکن اسراف اور تکبر نہ کرو۔“ ① معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

چوپایوں کے فائدے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَشَاءٌ﴾ ”اور چوپایوں میں بوجھ اٹھانے والے (بڑے بڑے) بھی پیدا کیے اور زمین سے لگے ہوئے (چھوٹے چھوٹے) بھی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کچھ ایسے جانور پیدا فرمائے ہیں جو بڑے بڑے ہیں اور کچھ ایسے جو چھوٹے چھوٹے ہیں کہا گیا ہے کہ ﴿حَمُولَةٌ﴾ سے مراد وہ بڑے اونٹ ہیں جن پر بوجھ لاداجاتا ہے جبکہ ﴿وَفَرَشَاءٌ﴾ سے مراد چھوٹے اونٹ ہیں جن پر ابھی بوجھ نہ لاداجاسکتا ہو، اسے امام حاکم نے روایت کیا اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اس روایت کو بیان نہیں کیا۔ ②

عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ﴿حَمُولَةٌ﴾ وہ جانور ہیں جن پر تم سواری کرتے ہو اور ﴿وَفَرَشَاءٌ﴾ وہ ہیں جن کو تم کھاتے ہو اور جن کا دودھ پیتے ہو، مثلاً: بکری وزن نہیں اٹھاتی مگر تم اس کے گوشت کو کھاتے اور اس کے بالوں سے لحاف اور بستر بناتے ہو۔ ③

عبدالرحمن نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ جو فرمایا ہے، یہ بہت خوب ہے، اس کی تائید حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِنَّا عَمَلَتٌ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۖ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۖ﴾ (يس: 71، 72) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں، ان میں سے ہم نے ان کے لیے چوپائے پیدا کر دیے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے قابو میں کر دیا، چنانچہ کچھ تو ان میں سے ان کی سواریاں ہیں اور کچھ کو یہ کھاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ۖ﴾ تا ﴿وَمِنْ أَصْوَابِهَا وَأَوْبَارُهَا وَأَشْعَارُهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۖ﴾ (النحل: 66-80) ”اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں بھی (مقام) عبرت (وغور) ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے اس کے بیچ سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے نہایت خوش گوار ہے..... اور ان کی اون اور پٹم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں (بناتے ہو جو) مدت تک (کام دیتی ہیں)۔“

چوپایوں کے گوشت کو کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ﴾ ”اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ۔“ یعنی پھلوں، فصلوں اور چوپایوں سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا اور اس نے ان سب چیزوں کو تمہارے

① صحیح البخاری، اللباس، باب قول الله تعالى: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ﴾ (الأعراف: 32)،

قبل حدیث: 5783. ② المستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الأنعام: 317/2، حدیث: 3235. ③ تفسیر

ثَمَنِيَّةَ أَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّالِّينَ وَمِنَ الْمَعْرِ الثَّنِينَ ط قُلْ ءَالِ الدَّكْرِينَ حَرَّمَ أَمْرُ

یہ آٹھ قسمیں (بہدائی) ہیں دو بیٹھڑ میں سے اور دو بکری میں سے، (اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا اس (اللہ) نے دونوں کے زحرام کیے ہیں یا دونوں کی

الْأُنثَيَيْنِ ۚ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ط نِعَوْنِي يُعَلِّمُ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۱۴۳

مادائیں یا وہ بچے جو دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہوں؟ (ٹھیک ٹھیک) علم کے ساتھ مجھے بتاؤ اگر تم سچے ہو ۝ اور دو اونٹوں میں سے اور دو

وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ط قُلْ ءَالِ الدَّكْرِينَ حَرَّمَ أَمْرُ الْأُنثَيَيْنِ ۚ أَمَّا

گایوں میں سے۔ کہہ دیجیے: کیا اللہ نے دونوں کے زحرام کیے ہیں یا دونوں کی مادائیں یا وہ بچے جو دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہوں؟ کیا

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ط أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّكُمْ اللَّهُ بِهَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ

تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں یہ تاکید کی حکم دیا تھا؟ مگر اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا تاکہ

مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۱۴۴

وہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے۔ بے شک اللہ (ایسے) ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۝۱۴۴

لیے رزق بنا دیا ہے۔ ۝ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ط ”اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔“ یعنی شیطان کے طریقے اور احکام پر نہ چلو جیسا کہ ان مشرکوں نے شیطان کی پیروی کو اختیار کیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو حرام قرار دے لیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے ہوئے، انہوں نے اپنے لیے پھلوں اور فصلوں میں سے بعض چیزوں کو حرام قرار دے لیا تھا۔

﴿إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ ”یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔“ لوگو! شیطان تمہارا ایسا کھلم کھلا دشمن ہے کہ اس کی دشمنی بالکل ظاہر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذْهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّهَا يَدْعُوا جِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (فاطر 35:6) ”بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو وہ اپنے (بیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والے ہو جائیں۔“ اور فرمایا: ﴿يَنْبَغِي أَدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمُ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا﴾ (الأعراف 27:7) ”اے بنی آدم! (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکاندے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) بہشت سے نکلوا دیا اور ان سے ان کے کپڑے اترا دیے تاکہ ان کے ستران کو (کھول کر) دکھا دے۔“ اور فرمایا: ﴿أَفَتَتَّخِذُ وَنَاهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ط بَشَرٌ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا﴾ (الکہف 50:18) ”کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو جبکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ اور (شیطان کی دوستی) ظالموں کے لیے (اللہ کی دوستی کا) برابر ہے۔“ قرآن مجید میں اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

تفسیر آیات: 143، 144

رسوم و رواج کی یا کسی اور بنا پر کچھ حلال چیزوں کو حرام قرار دینے کی تردید: یہ اسلام سے قبل عربوں کی جہالت کا بیان ہے کہ انہوں نے چوپایوں کو حرام قرار دے کر بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام کی مختلف انواع و اقسام میں تقسیم کر دیا تھا، اسی طرح

جانوروں، فصلوں اور پھلوں کو انھوں نے اور بھی کئی قسموں میں تقسیم کر رکھا تھا، لہذا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ اسی نے ایسے باغات پیدا فرمائے ہیں جو چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی ہیں اور جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی اور اسی نے چوپایوں کو بھی پیدا فرمایا ہے جن میں سے بعض بڑے بڑے اور بوجھ اٹھانے والے بھی ہیں اور بعض چھوٹے چھوٹے زمین سے لگے ہوئے بھی۔

پھر اس نے بیان فرمایا ہے کہ اسی نے بھیڑوں اور بکریوں میں سے نر اور مادہ کو سیاہ اور سفید رنگ میں پیدا کیا، اسی طرح اس نے نر اور مادہ اونٹوں اور گایوں کو بھی پیدا فرمایا اور اس نے ان جانوروں کو یا ان کی اولاد میں سے کسی کو بھی حرام قرار نہیں دیا بلکہ ان سب کو انسانوں کے کھانے کے لیے، ان کی سواری کے لیے، ان کی بار برداری کے لیے، ان کے دودھ کے لیے اور ان کے دیگر فوائد کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَ أَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ ط﴾ (الزمر 6:39) ”اور اسی نے تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے۔“

ارشاد الہی: ﴿أَمَّا اسْتَمْتَكْتُ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأَنْثَيْنِ ط﴾ ”یا جو بچہ دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہوا سے (اس نے حرام قرار دیا ہے؟)“ یہ ان کی اس بات کی تردید ہے کہ ﴿مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَى أَزْوَاجِنَا﴾ (الأنعام 6:139) ”اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو بچہ ان چوپایوں کے پیٹ میں ہے وہ خاص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری عورتوں کو (اس کا کھانا) حرام ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿نَبْعُوْنِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ ﴿١٤﴾ ”اگر تم سچے ہو تو مجھے سند سے بتاؤ۔“ یعنی یقین سے خبر دو کہ بحیرہ، سائبہ، و صیلہ اور یہ حام وغیرہ جن کو تم نے حرام قرار دے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں کب حرام قرار دیا تھا؟

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ارشاد الہی: ﴿ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ ط﴾ ﴿١٤﴾ مِنَ الضَّانِّ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ط﴾ ”(یہ بڑے چھوٹے چوپائے) آٹھ قسم کے (ہیں) دو (دو) بھیڑوں میں سے اور دو (دو) بکریوں میں سے (ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ)۔“ یہ چار قسمیں ہوئیں۔ ﴿قُلْ ءَالِ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ حَزَمَ أَمَ الْأَنْثَيْنِ ط﴾ ”(اے پیغمبر! ان سے) پوچھیں کہ (اللہ نے) دونوں (کے) نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں (کی) ماداؤں کو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تو ان میں سے کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا۔ ﴿أَمَّا اسْتَمْتَكْتُ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأَنْثَيْنِ ط﴾ ”یا جو بچہ دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہوا سے۔“ یعنی رحم میں جو بچہ ہوتا ہے وہ نر یا مادہ ہی ہوتا ہے تو پھر کیا بات ہے کہ تم ان میں سے بعض کو تو حرام اور بعض کو حلال قرار دے دیتے ہو۔ ﴿نَبْعُوْنِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ ﴿١٤﴾ ”اگر تم سچے ہو تو مجھے سند سے بتاؤ۔“ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سب چیزیں حلال ہیں۔^①

ارشاد الہی: ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّيْكُمُ اللَّهُ بِهَذَا ط﴾ ”بھلا جس وقت اللہ نے تم کو اس کا حکم دیا تھا تم اس وقت

① تفسیر الطبری: 89/90، 90.

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میری طرف جو وحی کی گئی ہے، میں اس میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو مگر یہ کہ وہ مردار ہو،

مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خَنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهْلًا لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا

یا بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت، کیونکہ وہ ناپاک ہے، یا وہ فحش ہو کہ (ذبح کرتے وقت) اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور ہو

عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ عَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٤٥﴾

جائے، (بشرطیکہ) وہ سرکش کرنے والا اور حد سے گزرنے والا نہ ہو تو بے شک آپ کا رب بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿١٤٥﴾

موجود تھے؟“ انھوں نے کچھ چیزوں کو از خود حرام قرار دے کر از راہ کذب و افتراء ان کی حرمت کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر

دی تو اس پر ان کی سرزنش کی جا رہی ہے۔ ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ”تو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے تاکہ بغیر علم کے وہ لوگوں کو گمراہ کرے؟“ اس شخص سے زیادہ بڑا اور کوئی

ظالم نہیں ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ ﴿١٤٥﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اس آیت کریمہ کا سب سے پہلا مصداق عمرو بن لُحی بن قُثمہ ہے کیونکہ یہ سب سے پہلا وہ شخص تھا جس نے انبیائے کرام

کے دین کو بدلا اور سائبہ، وصیلہ اور حام کی رسوں کو ایجاد کیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے۔ ﴿١﴾

تفسیر آیت: 145

حرام اشیاء کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ کو حکم دیتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ آپ ان لوگوں کے

سامنے جنھوں نے اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو حرام قرار دے دیا، یہ اعلان کر دیں کہ ﴿لَا أَجِدُ

فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ﴾ ”جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں، میں ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا

کھائے حرام نہیں پاتا۔“ یعنی ان چیزوں کے سوا حیوانات میں سے اور کچھ حرام نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سورہ مائدہ میں یا

احادیث مبارکہ میں دیگر محرّمات کا جو ذکر آیا ہے، وہ اس آیت کے بعد آیا ہے ﴿أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا﴾ ”یا بہتالہو۔“ امام قتادہ

فرماتے ہیں کہ بہتالہو حرام ہے اور اگر خون گوشت کے ساتھ لگا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ﴿٢﴾

امام حمیدی نے سفیان کے واسطے سے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لوگوں

کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ اسے حکم بن عمرو رسول

اللہ ﷺ سے روایت کیا کرتے تھے لیکن یہ عالم، یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انکار کرتے ہیں اور وہ یہ آیت پڑھتے ہیں:

① صحیح البخاری، العمل فی الصلاة، باب إذا انفلت الدابة فی الصلاة، حدیث: 1212 عن أبی هريرة رَضِيَ اللہُ عَنْہُ، والتفسیر،

باب: ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَهِيمَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ.....﴾ (المائدة: 103)، حدیث: 4623 مختصراً، وصحیح مسلم، الجنة

ونعيمها، باب النار يدخلها الجبارون.....، حدیث: 2856 ومسند أحمد: 1/446 و2/366 وتفسیر عبدالرزاق: 31/2،

رقم: 751. ② تفسیر الطبری: 94/8.

﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ﴾ الآية. ^(۱) امام بخاری اور ابوداؤد رحمہما نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔ ^(۲)

ابوبکر بن مردویہ نے اور امام حاکم نے ”مستدرک“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کچھ چیزوں کو تو کھا لیتے تھے اور کچھ کو نفرت کرتے ہوئے نہیں کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا، اپنی کتاب کو نازل فرمایا اور حلال اور حرام کو حرام قرار دے دیا، پس جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا وہی حلال ہے اور جسے اس نے حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس سے اس نے سکوت فرمایا ہے، وہ قابل معافی ہے، پھر انھوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ﴾ الآية یہ الفاظ ابن مردویہ کی روایت کے ہیں، امام ابوداؤد نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں فرمایا۔ ^(۳)

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی بکری مرگئی تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! بکری مرگئی ہے، آپ نے فرمایا: [فَلَوْلَا أَخَذْتُمْ مَسْكَهَا، فَقَالَتْ: نَأْخُذُ مَسْكًا شَاةٍ قَدْ مَاتَتْ؟] ”تم نے اس کی کھال کو کیوں نہ اتار لیا؟ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم مری ہوئی بکری کی کھال اتارتے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خَنْزِيرٍ﴾ فَإِنَّكُمْ لَا تَطْعُمُونَهُ، إِنْ تَذَبَعُوهُ فَتَسْتَفْعُوا بِهِ] ”کہہ دیجیے کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں ان میں سے کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مرا ہو یا جانور ہو یا بہتا ہو یا سوار کا گوشت۔“ اور تم اسے کھاتے تو نہیں ہو، لہذا اسے رنگ لو اور اس سے فائدہ اٹھا لو تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیج کر اس کی کھال کو اترا لیا، اسے رنگ لیا اور اس سے ایک مشکیزہ بنا لیا جو ان کے استعمال میں رہا حتیٰ کہ پھٹ گیا۔“ اسے امام بخاری اور امام نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ^(۴)

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَبَيْنَ اضْطِرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ﴾ ”پھر اگر کوئی مجبور کر دیا جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے اور نہ حد سے باہر نکل جائے۔“ یعنی اگر کوئی شخص ان اشیاء میں سے کسی کے کھانے کے لیے مجبور ہو جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت

① المسند للحمیدی: 379/2 ، حدیث: 859. ② صحیح البخاری، الذبائح والصيد، باب لحوم الحمر الإنسیة،

حدیث: 5529 و سنن أبی داؤد، الأطعمة، باب فی أكل لحوم الحمر الأهلية، حدیث: 3808. ③ الدر المنثور: 96/3

والمستدرک للحاکم، الأطعمة: 115/4، حدیث: 7113 و سنن أبی داؤد، الأطعمة، باب مالہم یدکر تحریمہ، حدیث:

3800. ④ صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب: إذا حلف أن لا یشرّب نبیذا فشرّب طلاء.....، حدیث: 6686

مختصرًا. و سنن النسائی، الفرع والعتیرة، باب جلود المیتة، حدیث: 4245 مختصرًا. و مسند أحمد: 1/328، 327

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

اور جو لوگ یہودی ہوئے ان پر ہم نے ہر ناخن والا (جانور) حرام کیا تھا، اور گائے اور بکری میں سے ان پر ان کی چربی حرام کی تھی، سوائے

شُحُومِهِمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوْ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ

اس چربی کے جو ان کی پیٹھوں یا آنتوں کے ساتھ لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ سزا ہم نے انھیں ان کی سرکشی کے باعث دی تھی اور

بِغَيْرِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَدِيقُونَ ﴿١٤٦﴾

بے شک ہم سچے ہیں ﴿١٤٦﴾

کریمہ میں حرام قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ نافرمانی کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو ﴿١٤٦﴾ ”تو بے شک آپ کا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اسے بخشنے والا اور اس پر رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر قبل ازیں سورہ بقرہ میں بیان کی جا چکی ہے، لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔^①

اس آیت کریمہ سے مقصود ان مشرکین کی تردید ہے جنھوں نے از خود کچھ چیزوں کو حرام قرار دے کر اپنی فاسد آراء کے ساتھ انھیں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کے ناموں سے موسوم کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی طرف یہ وحی بھیجی کہ آپ ان لوگوں کو یہ بتادیں کہ وحی الہی میں ان چیزوں میں سے کسی کو بھی حرام قرار نہیں دیا گیا بلکہ جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، وہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہیں اور وہ ہیں مراہو جانور، بہتا ہوا، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو، ان کے سوا اور چیزوں کو اس نے حرام قرار نہیں دیا، ان کے سوا باقی چیزیں ایسی ہیں جو قابل معافی ہیں جن سے سکوت اختیار کر لیا گیا ہے، لہذا تم یہ کیوں گمان کرتے ہو کہ یہ چیزیں بھی حرام ہیں، تم نے انھیں کیوں حرام قرار دے لیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو انھیں حرام قرار نہیں دیا تھا؟

﴿تفسیر آیت: 146﴾

یہودیوں کی سرکشی کی وجہ سے حلال کو حرام قرار دیا گیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے چوپایوں اور پرندوں میں سے ہر ناخن والے، مثلاً: اونٹ، شتر مرغ، اوز (بطخ کی ایک قسم) اور بطخ وغیرہ کو یہودیوں کے لیے حرام قرار دے دیا تھا۔^② ارشاد الہی: ﴿وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا﴾ ”اور گایوں اور بکریوں سے ان کی چربی کو ہم نے حرام کر دیا تھا۔“ سدی بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کے لیے بھیڑ، بکریوں اور گایوں کی خصوصاً ان کے گردوں کی چربی کو حرام قرار دے دیا تھا اور یہودی بات یہ بناتے تھے کہ چربی کے استعمال کو چونکہ حضرت یعقوب نے اپنے لیے حرام قرار دے لیا تھا، اس لیے ہم بھی اسے حرام سمجھتے ہیں۔^③

علی بن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا﴾ ”سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھوں پر لگی ہو۔“ یعنی جو چربی ان جانوروں کی پیٹھ پر لگی ہو وہ ان کے لیے حرام نہیں تھی۔^④ ﴿أَوْ الْحَوَايَا﴾ ”یا اوچھڑی

① دیکھیے آیت: 173 تحت۔ ② دیکھیے آل عمران، آیت: 93 تحت۔ ③ تفسیر الطبری: 98/8۔ ④ تفسیر الطبری: 99/8۔

میں، امام ابو جعفر بن جریر فرماتے ہیں کہ حَوَا یا جمع ہے اور اس کا واحد حَاوِیاء، حَاوِیۃ اور حَوِیَّة آتا ہے، اس سے مراد پیٹ کے اندر کا وہ حصہ ہے جو جمع ہو کر گول شکل اختیار کر جائے، یہیں دودھ کی نالیاں بھی ہوتی ہیں، اور اسی مقام پر بیگنیاں بھی جمع ہوتی ہیں اور اس میں انتریاں بھی ہوتی ہیں۔ اور اس کا نام مِرا بَض ہے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کلام الہی کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے یہودیوں کے لیے گایوں اور بکریوں کی چربی کو بھی حرام قرار دے دیا تھا۔ ہاں، البتہ ان جانوروں کی وہ چربی ان کے لیے حرام نہ تھی جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا جسے ان کی اوجھڑی نے اٹھایا ہو۔^(۱) علی بن ابوطالب نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حَوَا یا سے مراد اوجھڑی ہے۔^(۲) امام مجاہد کا بھی قول ہے کہ حَوَا یا اوجھڑی اور معدے کو کہتے ہیں۔^(۳) سعید بن جبیر اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔^(۴)

ارشاد الہی: ﴿أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ﴾ یعنی وہ چربی جو ہڈی کے ساتھ ملی ہو، وہ بھی ہم نے یہودیوں کے لیے حلال قرار دے دی تھی۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ ان کے لیے وہ چربی حلال تھی جو جانور کی چکی اور دم کے ساتھ لگی ہو، اسی طرح ہر وہ چربی جو پالیوں، پہلو، سر، آنکھ اور ہڈی کے ساتھ لگی ہوتی تھی، وہ بھی ان کے لیے حلال تھی، امام سدی کا بھی یہی قول ہے۔^(۵) ارشاد الہی: ﴿ذَلِكَ جَزَاءُ نُّفُسِهِمْ﴾ ”یہ سزا ہم نے ان کو ان کی سرکشی کے سبب دی تھی“، یعنی ہم نے انہیں اس تنگی اور مصیبت میں ان کی شرارت، بغاوت اور ہمارے احکام کی مخالفت کی وجہ سے مبتلا کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَظَلَمُوا مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ طَيْبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا﴾ (النساء: 160) ”تو ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں، حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے۔“

ارشاد الہی: ﴿وَإِنَّا لَصَدِيقُونَ﴾ ”اور یقیناً ہم تو سچ کہنے والے ہیں۔“، یعنی ہم نے ان کے ظلموں کی وجہ سے انہیں جو سزا دی ہے تو اس میں ہم عدل کرنے والے ہیں۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اسی کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد (ﷺ)! ہم نے آپ کو جو یہ خبر دی ہے کہ ہم نے ان چیزوں کو ان کے لیے حرام قرار دے دیا تھا تو ہم اس میں سچے ہیں اور یہودیوں کی یہ بات جھوٹ پڑنی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان چیزوں کو اپنے لیے از خود حرام قرار دے لیا تھا۔^(۶)

یہود ملعون کی حیلہ سازی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ سمرہ نے شراب پیٹی ہے تو انھوں نے فرمایا اللہ سمرہ کو تباہ کرے کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَحَمَلُوهَا فَبَاغَوْهَا] ”اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے کہ ان کے لیے چربیوں کو حرام قرار دیا گیا تو انھوں نے انہیں پکھلا لیا اور فروخت کر دیا۔“ اسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔^(۷)

① تفسیر الطبری: 99/8. ② تفسیر الطبری: 100/8. ③ تفسیر الطبری: 100/8. ④ تفسیر الطبری: 100/8. ⑤

تفسیر الطبری: 101/8. ⑥ تفسیر الطبری: 102/8. ⑦ صحیح البخاری، البیوع، باب لا یذاب شحم المیتة ولا

بیاع ودکھ، حدیث: 2223 وصحیح مسلم، المساقاة، باب تحریم الخمر والمیتة، حدیث: 1582 وَ لَفِطْنَةُ.

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبِّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۖ وَلَا يَرُدُّ بَأْسَهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾

پھر اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجیے: تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے، اور اس کا عذاب مجرم قوم سے ٹالا نہیں جاتا ﴿١٤٧﴾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے سال مکہ میں فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخَنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ؟ فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا الشُّفْنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبَحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: لَا، هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا أَحْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ] ”بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کے بیچنے سے منع کیا ہے، عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! مردہ جانوروں کی چربی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ اس سے کھالوں کو چکنائی لگائی جاتی ہے اور کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے اور اس سے لوگ چراغوں کو جلاتے ہیں آپ نے فرمایا: نہیں، وہ حرام ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو تباہ و برباد کرے، ان کے لیے جب چربیوں کو حرام قرار دیا گیا تو انھوں نے انھیں پکھلایا اور انھیں بیچ دیا، پھر ان کی قیمت کھا گئے۔“ ① اس کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ②

تفسیر آیت: 147 ﴿

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! اگر آپ کے یہ مخالف مشرکین اور یہودی وغیرہ آپ کی تکذیب کریں ۖ فَقُلْ رَبِّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۖ ”تو کہہ دیجیے کہ تمہارا پروردگار وسیع رحمت والا ہے۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کے حصول اور اتباع رسول کی ترغیب ہے۔ ۖ وَلَا يَرُدُّ بَأْسَهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾ ”اور اس کا عذاب گناہ گار لوگوں سے نہیں ٹلے گا۔“ یہ ان کے لیے اللہ کے رسول، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی مخالفت پر تڑپ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ترغیب و ترہیب کو ملا کر ہی بیان فرمایا ہے جیسا کہ اس سورت کے آخر میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّكَ لَكَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (الأنعام: 6: 165) ”بے شک آپ کا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَى ظُلُمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (الرعد: 6: 13) ”اور بے شک آپ کا پروردگار لوگوں کو باوجود ان کے بے انصافیوں کے معاف کرنے والا ہے اور بے شک آپ کا پروردگار سخت عذاب دینے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿يَبْنِي عِبَادِي أَتَىٰ أَنَا

① صحیح البخاری، البيوع، باب بيع الميته والأصنام، حديث: 2236 وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم بيع

الخمير والميته والخنزير والأصنام، حديث: 1581. ② سنن أبي داود، البيوع، باب في ثمن الخمير والميته، حديث:

3486 وجامع الترمذی، البيوع، باب ماجاء في بيع جلود الميته والأصنام، حديث: 1297 وسنن النسائي، البيوع،

باب بيع الخنزير، حديث: 4673 وسنن ابن ماجه، التجارات، باب مالا يحل بيعه، حديث: 2167 ومسند أحمد:

سَيَقُولُ الَّذِينَ اَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اشْرَكْنَا وَلَا اٰبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ

جن لوگوں نے شرک کیا وہ جلد ہی کہیں گے: اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے اور نہ ہم کوئی چیز حرام کرتے۔ اسی طرح ان لوگوں

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذٰقُوا بِاَسْنَانِهِمْ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ

نے (حق کو) جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب پکھ لیا۔ کہہ دیجیے: کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے تو اسے ہمارے سامنے

لِنَاطٍ اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

پیش کرو؟ تم تو گمان ہی کی پیروی کرتے ہو، اور تم انکل پچو ہی سے کام لیتے ہو ﴿١٤٨﴾ کہہ دیجیے: پھر مضبوط دلیل تو اللہ ہی کی ہے، لہذا اگر وہ چاہتا تو تم

فَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ هَلَمْ شَهِدْ اَءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَمَ هٰذَا

سب کو ہدایت دیتا ﴿١٤٩﴾ کہہ دیجیے: تم اپنے گواہ لے آؤ جو اس بات کی گواہی دیں کہ بے شک اللہ نے ان (چیزوں) کو حرام کیا ہے، پھر اگر وہ گواہی دیں تو

فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاَ الَّذِينَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بھی آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں، اور آپ ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں جنہوں نے ہماری آیات جھٹلائیں اور (نہ) ان لوگوں کی (پیروی

بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾

کریں) جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ دوسروں کو اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں ﴿١٥٠﴾

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَدٰىيَ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ (الحجر: 15، 49، 50) ”(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو بتا دیجیے کہ

بے شک میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں اور یقیناً میرا عذاب بھی درد دینے والا عذاب ہے۔“ اور فرمایا: ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ

وَقَآئِلِ النَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۝ (المؤمن: 40، 3) ”جو گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا (اور) سخت عذاب دینے والا ہے۔“

اور فرمایا: ۝ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ يَبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ (البروج: 85، 12-14) ”بے شک

آپ کے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے، بلاشبہ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (زندہ) کرے گا اور وہ بخشنے والا (اور)

محبت کرنے والا ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

تفسیر آیات: 148-150

ایک مغالطہ اور اس کا رد: یہ ایک مناظرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور ایک شبہ ہے جس کا مشرکوں نے اپنے شرک

اور چیزوں کو حرام قرار دینے کے سلسلے میں سہارا لیا تھا، اللہ تعالیٰ کو ان کے شرک کا بھی علم تھا اور انھوں نے جن چیزوں کو حرام

قرار دیا تھا ان کا بھی اور اسے تبدیل کر دینے پر بھی قدرت تھی کہ وہ ہمیں ایمان الہام کر دیتا اور ہمارے اور کفر کے مابین حائل ہو

جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو تبدیل نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے سے ہے

اور وہ ہم سے راضی ہے، اسی لیے مشرکوں نے کہا تھا: ﴿لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اشْرَكْنَا وَلَا اٰبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ﴾

”اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے: ۝ وَقَالُوْا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۝ (الزخرف: 20، 20) ”اور کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کو نہ

پوچتے۔“سورہ نحل کی آیت: 35 بھی بالکل اسی طرح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ”اسی طرح ان لوگوں نے تکذیب کی تھی جو ان سے پہلے تھے۔“ یعنی اسی شبہ کی بنیاد پر ان سے پہلے لوگ گمراہ ہوئے تھے، حالانکہ یہ محض ایک بودی اور باطل دلیل ہے اگر ان کی یہ دلیل صحیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب کیوں دیتا، انہیں تباہ و برباد کیوں کرتا، اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں اپنے رسولوں کو فتح یاب کیوں کرتا اور مشرکوں سے دردناک انتقام کیوں لیتا۔ ﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ﴾ ”کہہ دیجیے: کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے؟“ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ان حالات کی وجہ سے تم سے راضی ہے ﴿فَتَخْرِجُوهُ لَنَا﴾ ”تو اسے ہمارے سامنے نکالو۔“ ہمیں دکھاؤ اور اسے ظاہر اور واضح کرو۔ ﴿إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾ ”تم محض خیال کے پیچھے چلتے اور انکل کے تیر چلاتے ہو۔“ یعنی یہ محض تمہارا وہم و خیال ہے۔ یہاں ظن سے مراد اعتقاد فاسد ہے۔ اور تم اپنے اس دعوے میں اللہ تعالیٰ کی طرف محض جھوٹ منسوب کر رہے ہو۔

ارشاد الہی: ﴿قُلْ فِئْتِلِهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ فَلَوْ شَاءَ لَهْدَكُمْ أَجْعِلِينَ ﴿۱۴۸﴾ ”کہہ دیجیے کہ اللہ ہی کی حجت غالب ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔“ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ سے فرما رہا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ ان سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت سے نوازنا چاہے اسے ہدایت دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اسے گمراہ کرنے میں اس کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ کا فرما ہے اور اگر وہ چاہتا تو اپنی قدرت، مشیت اور اختیار کے ساتھ تم سب کو ہدایت عطا فرما دیتا مگر وہ مومنوں سے راضی اور کافروں سے ناراض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ عَلَى الْهُدَى﴾ (الأنعام: 35) ”اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر جمع کر دیتا۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا﴾ (یونس: 99) ”اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب سارے ہی ایمان لے آتے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَذَّابُونَ مُخْتَلِفِينَ﴾ (إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ط وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ ط وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾ (ہود: 118، 119) ”اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر آپ کا پروردگار رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور آپ کے پروردگار کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھروں گا۔“

امام ضحاک فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، اس کے پاس قطعاً کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہاں، البتہ اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے بندوں کے خلاف بہت مضبوط و مستحکم دلائل موجود ہیں۔^①

ارشاد الہی ہے: ﴿قُلْ هَلَمْ شُهِدَ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَزَمَ هَذَا﴾ ”کہہ دیجیے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو

① تفسیر الطبری: 106/8 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1413/5 و تفسیر الخازن: 170/2 عن الربیع بن أنس رحمہ اللہ۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا

کہہ دیجیے: آؤ میں پڑھ کر سنا تا ہوں جو کچھ تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی

تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ

کرو، اور اپنی اولاد کو جنگ دینی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی اور انھیں بھی رزق دیتے ہیں، اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ، خواہ وہ ظاہر

مِنْهَا وَمَا بَطْنٌ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ

ہوں یا چھپے ہوئے ہوں، اور کسی ایسی جان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہو، سوائے اس کے جس کا قتل برحق ہو، ان ساری باتوں کی اللہ نے تمہیں

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾

تاکید کی ہے، تاکہ تم عقل سے کام لو ﴿١٥١﴾

بتائیں کہ اللہ نے یہ چیزیں حرام کی ہیں۔“ یعنی اپنے گواہوں کو حاضر کرو جو یہ گواہی دیں کہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے جن کی حرمت کی ازراہ کذب و افتراء تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی ہے۔ ﴿فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ﴾ ”پھر اگر وہ (آکر) گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں۔“ کیونکہ اس حالت میں تو ان کی گواہی محض جھوٹی گواہی ہوگی ﴿وَلَا تَكْفُرْ بِالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ يَرْبُّوهُمْ يُعِدُّونَ﴾ ”اور نہ ان کی خواہشوں کی پیروی کریں جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور (بتوں کو) اپنے پروردگار کے برابر ٹھہراتے ہیں۔“ یعنی اس کے ساتھ شرک کرتے اور لوگوں کو اس کا ہمسر بناتے ہیں۔

تفسیر آیت: 151 ﴿

وَسِصْتِیں: داود اودی نے شعی سے، انھوں نے علقمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے اس صحیفے کو دیکھنا چاہے جس پر رسول اللہ ﷺ کی مہر ہے تو وہ ان آیات کریمہ کو پڑھ لے: ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ تَالَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ”کہہ دیجیے کہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کر دی ہیں (ان کی نسبت اس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا..... تاکہ تم اللہ سے ڈرو۔“ ﴿١﴾

امام حاکم نے ”مستدرک“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سورہ الأنعام میں کچھ محکم آیات ہیں جو اصل کتاب ہیں، پھر انھوں نے ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾..... الآية سے ان آیات کی تلاوت فرمائی، امام حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں فرمایا۔ ﴿٢﴾

امام حاکم ہی نے (مستدرک میں) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿١﴾ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأنعام، حدیث: 3070. ﴿٢﴾ المستدرک للحاکم، التفسیر، سورة

[مَنْ يُبَايِعُنِي عَلَى هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ؟ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ﴾ حَتَّى خَتَمَ الْآيَاتِ الثَّلَاثَ فَمَنْ وَفَى فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ انْتَقَصَ شَيْئًا أَدْرَكَهُ اللَّهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا كَانَتْ عُقُوبَتُهُ، وَمَنْ أَخَّرَ إِلَى الْآخِرَةِ كَانَ أَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ، إِنْ شَاءَ عَذْبُهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرْلَهُ] ”تم میں سے کون ہے جو ان آیات پر مجھ سے بیعت کرے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ﴾ سے تین آیات کی تلاوت فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا: جو اس بیعت کو پورا کرے گا، اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور جو ان میں سے کسی چیز کو کم کرے اور اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے تو وہ اس کی سزا ہوگی اور جسے آخرت تک مہلت دے دی جائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔“ امام حاکم نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں فرمایا۔ ①

ان آیاتِ کریمہ کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی و رسول حضرت محمد ﷺ سے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ ان مشرکوں سے یہ کہہ دیں کہ جنہوں نے غیر اللہ کی عبادت کی ہے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو حرام قرار دیا ہے، اپنی اولاد کو قتل کیا ہے اور انہوں نے یہ سب کچھ اپنی باطل آراء اور شیاطین کے بہکاوے کی وجہ سے کیا ہے تو آپ ان سے یہ کہہ دیں کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں اور میں تم کو بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے کن کن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور یہ محض وہم و خیال اور انکس کی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ بات حقیقت اور وحی الہی پر مبنی ہے اور یہ واقعی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

شرک کی ممانعت: ﴿اَلَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ هٰٓيٕهَا﴾ ”کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا۔“ یہاں کچھ عبارت محذوف ہے جس پر سیاق کلام دلالت کر رہا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات کی وصیت کی ہے کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنانا، اسی وجہ سے اس آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكُمْ وَطَعْتُكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ﴿١٥١﴾ ”ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔“

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتَانِي جَبْرِيلُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ، [مِنْ أُمَّتِكَ]، [دَخَلَ الْحَنَّةَ، قُلْتُ:]، وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ] ”میرے پاس جبریل آئے اور انھوں نے مجھے یہ بشارت دی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا: خواہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو؟ جبریل نے جواب دیا: ہاں، خواہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو۔ میں نے کہا: خواہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو؟ جبریل نے جواب دیا: ہاں، خواہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو۔ میں نے کہا: خواہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو؟ جبریل نے جواب دیا: ہاں، خواہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو۔

① المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة الأنعام: 318/2، حديث: 3240.

اور چوری کرتا ہوا اور اگر شراب بھی پیتا ہو۔“^①

بعض مسانید اور سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا اِبْنَ آدَمَ! اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي فَاِنِّي سَاغْفِرُ لَكَ عَلٰی مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِي، وَكُوْا اَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِيئَةً اَتَيْتَكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً مَا لَمْ تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَاِنْ اَخْطَاْتُ حَتّٰی تَبْلُغَ خَطَايَاكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ، غَفَرْتُ لَكَ] ”اے ابن آدم! بے شک تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید لگائے رکھے گا، میں تجھے معاف کرتا رہوں گا، خواہ تیرے کیسے بھی گناہ ہوں اور مجھے کوئی پروا نہیں اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لے کر آئے تو میں تیرے پاس اتنی ہی بخشش لے کر آؤں گا بشرطیکہ تو کسی چیز کو میرا شریک نہ بنائے اگرچہ تو اس قدر گناہ کرے کہ تیرے گناہوں کے انبار آسمانوں کی بلند یوں کو چھونے لگیں، پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے معاف کر دوں گا۔“^②

قرآن مجید میں اس حدیث کا شاہد یہ آیت کریمہ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ۗ﴾ (النساء: 48) ”اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔“ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: [مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ] ”جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“^③ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات و احادیث ہیں۔

والدین سے حسن سلوک: ارشاد الہی: ﴿وَالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ”اور ماں باپ سے (بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) حسن سلوک کرتے رہنا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی اور اس کا تمہیں حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهَضَىٰ رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدَ اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۗ﴾ (بنی اسرائیل: 23) ”اور آپ کے پروردگار نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔“ بعض نے اس آیت کریمہ کو اس طرح بھی پڑھا ہے: [وَوَصَّىٰ رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ.....] ”اور آپ کے پروردگار نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔“^④

یعنی اپنے ماں باپ سے حسن سلوک سے پیش آؤ، اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر اپنی طاعت اور ماں باپ سے بھلائی

① صحیح البخاری، الجنائز، باب ومن كان آخر كلامه.....، مگر اس کا پہلا حصہ حدیث: 7487، دوسرا اور تیسرا، حدیث:

2388، چوتھا، حدیث: 5827 اور پانچواں حصہ حدیث: 6443 کے مطابق ہے و صحیح مسلم، الإيمان، باب الدلیل علی من

مات.....، حدیث: 94. ② اس روایت کو الفاظ اور ترتیب کے اختلاف کے ساتھ ملاحظہ کیجیے جامع الترمذی، الدعوات، باب:

[الحديث القدسی: یا ابن آدم إنك ما دعوتني.....]، حدیث: 3540 عن أنس بن مالك. و مسند أحمد: 172/5.

③ صحیح مسلم، الإيمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنة.....، حدیث: 92. ④ تفسیر

الطبری: 80/15.

کے حکم کو ملا کر بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ اَشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ اِلَیَّ الْبَصِيرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدَكَ عَلٰی اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِی الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ذَوَاتَیْنِ سَبِيْلٌ مِّنْ اَنْبَاۤءِ اِلَیَّ ؕ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (لقمن 14: 31، 15) ”میرا بھی شکر کرتا رہے اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ تیرے درپے ہوں تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں، دنیا میں معروف طریقے سے ان دونوں سے اچھا سلوک کر، اور اس کے طریقے کی اتباع کر جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے تو جو کام تم کرتے رہے، پھر میں ان سب سے تم کو آگاہ کروں گا۔“ ماں باپ مشرک ہوں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کے حسب حال ان سے حسن سلوک کیا جائے، اسی طرح فرمایا: ﴿ وَاِذْ اخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ اِسْرٰٓءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۚ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۖ ﴾ (البقرة 2: 83) ”اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: [الْصَّلَاةُ عَلَى وَفَّيْهَا (قَالَ): قُلْتُ: ثُمَّ اَيُّ؟ قَالَ: بَرُّ الْوَالِدَيْنِ (قَالَ): قُلْتُ: ثُمَّ اَيُّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ] ”وقت پر نماز ادا کرنا، میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ماں باپ سے نیکی کرنا، میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے رستے میں جہاد کرنا۔“ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائیں اگر میں مزید سوال کرتا تو آپ بھی جواب میں یقیناً مزید باتیں ارشاد فرماتے۔^①

قتل اولاد کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ ۚ ﴾ ”اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔“ جب اللہ تعالیٰ نے والدین اور اجداد کے بارے میں وصیت فرمائی تو اس کے ساتھ ہی اولاد اور احفاد کے ساتھ شفقت اور حسن سلوک کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”ناداری کے اندیشے سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔“ زمانہ جاہلیت کے لوگ شیطانوں کے بہکاوے میں آ کر اپنی اولاد کو بھی قتل کر دیتے تھے، وہ عار کے خوف سے بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے اور بسا اوقات فقر و افلاس کے خوف سے اپنے بیٹوں کو بھی قتل کر دیتے تھے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: [اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ، قُلْتُ: ثُمَّ اَيُّ؟ قَالَ: اَنْ

① صحیح البخاری، الأدب، باب البر والصلۃ، حدیث: 5970 و صحیح مسلم، ایمان، باب بیان کون ایمان باللہ

تعالیٰ افضل الأعمال، حدیث: (137 و 139) - 85 و المنطوقہ.

تَقْتُلْ وَلَدَكَ خَشِيَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: أَنْ تَرَانِي بِحَلِيلَةٍ جَارِكَ” تم اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: اپنے بیٹے کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ﴾ (الفرقان 68:25) ”اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان دار کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے، اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے۔“^①

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور سدی وغیرہ: ﴿مِنْ إِمْلَاقٍ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فقر ہے۔^② یعنی تمہیں جو فقر حاصل ہے اس کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو اور سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشِيَةً إِمْلَاقٍ﴾ (بنی اسرائیل 31:17) ”اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔“ یعنی مستقبل میں پیش آنے والی مفلسی کے خوف سے تم اسے قتل نہ کرنا، اس لیے وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ﴿نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ﴾ ”(کیونکہ) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔“ یعنی ان کے اہتمام کے باعث پہلے انھیں رزق دینے کا ذکر کیا، یعنی انھیں رزق میں شریک کرنے کی وجہ سے یہ اندیشہ نہ کرو کہ تم فقیر ہو جاؤ گے کیونکہ ان کا رزق تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور اس آیت میں فقر حاصل کی صورت کو بیان کیا جا رہا تھا، اس لیے فرمایا: ﴿نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاكُمْ﴾ ”(کیونکہ) تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔“ یہاں زیادہ اہم چونکہ یہ صورت تھی، اس لیے یہاں ان کی نسبت تم کا ذکر پہلے کیا۔ واللہ اعلم۔

ارشاد الہی: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ”اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف 33:7) ”کہہ دیجیے: میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔“ اس کی تفسیر قبل ازیں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ﴾ (الأنعام 120:6) کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا أَحَدٌ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ، (مَنْ أَجْلُ ذَلِكَ) حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ] ”اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی زیادہ باغیرت نہیں

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ﴾ (الفرقان

68:25)، حدیث: 4761 و صحیح مسلم، الإيمان، باب بیان کون الشریک أقیح الذنوب و بیان أعظمها بعده، حدیث:

86. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 1415، 1414/5.

ہے، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے بے حیائی کی ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو حرام قرار دیا ہے۔^① عبدالملک بن عمیر نے وژاد سے اور انھوں نے اپنے غلام مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھ لوں تو تلوار سے اسے قتل کر دوں گا اور معاف نہیں کروں گا، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: [تَعَجُّبُونَ مِنْ غَيْرَةٍ سَعْدٍ؟ وَاللَّهِ! لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللَّهِ أَغْيَرُ مِنِّي، وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللَّهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ] ”تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی مجھ سے زیادہ باغیرت ہے، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔“^②

انسان کو قتل کرنے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾^③ ”اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے، قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (جس کا شریعت حکم دے)۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتل کی نہایت تاکید کے ساتھ ممانعت ہے ورنہ قتل بھی ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کے کاموں کی ممانعت میں داخل ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: النَّيْبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ] ”مرد مسلمان کا جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، خون تین صورتوں میں سے کسی ایک کے بغیر حلال نہیں ہے: (1) شادی شدہ ہو کر بدکاری کرے (2) اس نے کسی انسان کو قتل کیا ہو (3) دین کو ترک کر کے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لے۔“^④

مسلمان کا قتل تو کجا معاہدہ کے قتل کے بارے میں بھی ممانعت، زجر و توبخ اور وعید آئی ہے، معاہدہ سے مراد وہ شخص ہے جو اہل حرب میں سے ہو مگر وہ مسلمانوں سے امن طلب کر لے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم ﷺ سے مرفوع روایت کو بیان کیا ہے: [مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْحَنَّةِ، وَإِنْ رِيحَهَا يُوجِدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا] ”جس شخص نے کسی معاہدہ کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو تک نہ پاسکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہو رہی ہوگی۔“^⑤

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ (الأنعام: 151)، حدیث: 4634 وصحیح مسلم، التوبة، باب غیرة الله تعالى وتحريم الفواحش، حدیث: 2760، البتة توسین والے الفاظ صحیح البخاری، النکاح، باب الغيرة، حدیث: 5220 کے مطابق ہیں۔ ② صحیح البخاری، التوحید، باب قول النبی ﷺ: [لا شخص أغیر من الله]، حدیث: 7416 وصحیح مسلم، اللعان، حدیث: 1499 والمعجم الكبير للطبرانی، ترجمة عبدالملك بن عمير عن وراد: 390/20، حدیث: 921 ولفظ الله. ③ صحیح البخاری، الديات، باب قول الله تعالى: ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ﴾ (المائدة: 45)، حدیث: 6878 وصحیح مسلم، القسامة والمحاربين، باب ما يباح به دم المسلم، حدیث: 1676 ولفظ الله. ④ صحیح البخاری، الجزية والموادعة، باب إثم من قتل معاهدا بغیر جرم، حدیث: 3166.

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ

اور تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ بچگی کی عمر کو پہنچ جائے، اور تم ناپ اور تول کو انصاف کے

وَالْيِزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا تَكْفِفْ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ

ساتھ پورا دو، ہم کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب تم کوئی بات کہو تو انصاف سے کام لو اگرچہ (معاملہ تمہارے) قریبی

وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾

رشتے دار (کا) ہو، اور تم اللہ کا عہد پورا کرو۔ ان ساری باتوں کی اللہ نے تمہیں تاکید کی ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿١٥٢﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: [مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَقَدْ أَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللَّهِ) فَلَا يَرِيحُ رَائِحَةَ الْحَنَّةِ، وَإِنْ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ خَرِيفًا] ”جس نے کسی ذمی کو قتل کیا جبکہ اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، تو اس نے اللہ کے عہد کو توڑا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، اور بے شک اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔“ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔^① ارشاد الہی: ﴿ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ﴿١٥٢﴾ ”ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔“ یعنی اس نے تمہیں یہ وصیت اس لیے فرمائی ہے تاکہ تم اللہ کے حکم اور نبی کو سمجھ سکو۔

تفسیر آیت: 152

مالی یتیم کھانا حرام ہے: عطاء بن سائب نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ”اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریق سے کہ بہت ہی پسندیدہ ہو۔“ اور یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا﴾ (النساء: 10) ”یقیناً جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں۔“ تو جس شخص کے زیر کفالت کوئی یتیم تھا تو اس نے اس کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے سے الگ کر دیا اور یتیم کے کھانے پینے کی کوئی چیز اگر بیچ جاتی تو وہ اسے رکھ دیتا حتیٰ کہ اسے خود وہ یتیم ہی کھاتا یا وہ خراب ہو جاتی، بہر حال یہ صورت حال ان کے لیے بہت گراں تھی، اس کا انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ط قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَاطَبُوا عَنْهُمُ فَقَاخُوا عَنْكُمْ﴾ (البقرة: 220) ”اور آپ سے یتیموں کے بارے میں بھی دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ ان کی (حالت کی) اصلاح بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہنا (خرچ اکٹھا رکھنا) چاہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔“ تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد انھوں نے ان کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے کے ساتھ ملا لیا۔^②

① جامع الترمذی، الدیات، باب ماجاء فیمن یقتل نفسا معاهدا، حدیث: 1403 و سنن ابن ماجہ، الدیات، باب من

قتل معاهدا، حدیث: 2687، البقرہ قوسین والے الفاظ جامع ترمذی میں ہیں۔ ② سنن ابی داود، الوصایا، باب مخالطة

الیتیم فی الطعام، حدیث: 2871.

ارشاد الہی: ﴿كَفَىٰ يَبْنَغُ أَشَدَّ ۖ﴾ امام شعی، امام مالک اور دیگر کئی ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ”حتیٰ کہ وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے۔“^①

ماپ تول پورا کرنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْهَيْزَانَ بِالنِّقْطِ ۖ﴾ ”اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔“ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ لیتے اور دیتے وقت عدل و انصاف سے کام لیا کرو جیسا کہ اس نے ترک عدل و انصاف پر وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۚ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۖ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۚ أَلَا يَظُنُّ ۙ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۖ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۚ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ﴾ (المطففين 83: 1-6) ”ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اٹھائے بھی جائیں گے (یعنی) ایک بڑے (سخت) دن میں جس دن (تمام) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں میں سے ایک امت کو محض اس جرم کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتی تھی۔

ارشاد الہی: ﴿لَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ ”ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق۔“ یعنی اگر کوئی شخص حق کے ادا کرنے اور وصول کرنے میں پوری کوشش کرے اور مقدور بھر کوشش کرنے کے بعد اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

گواہی میں انصاف کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ﴾ ”اور جب (کسی کی نسبت) کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ (معاملہ تمہارے) قریبی رشتے دار (کا) ہو۔“ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۚ﴾ (المائدہ: 8) ”اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔“ اسی طرح سورہ نساء کی آیت: 135 میں بھی یہی حکم دیا جو اس آیت کے مشابہ ہے کہ قول و فعل میں ہر قریب و بعید کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ہر وقت اور ہر حال میں انصاف کیا جائے اور انصاف کا دامن کسی قیمت پر ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

اللہ کے عہد کو پورا کرنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۖ﴾ ”اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔“ حافظ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو وصیت فرمائی ہے اسے پورا کرو اور اسے پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی اطاعت بجا لاؤ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق عمل کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنا ہے۔ ﴿ذٰلِكُمْ وَصَّكُم بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ”ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔“ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس نے تمہیں اس کا مکلف ٹھہرایا، اس کا حکم دیا اور اس کے

① تفسر الطبری: 8/112، 113 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1419/5.

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ

اور یقیناً یہ میرا راستہ سیدھا ہے، لہذا تم اسی کی پیروی کرو، اور تم دوسرے راستوں کی پیروی مت کرو، وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے۔ اللہ

ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾

نے تمہیں اس کی تاکید کی ہے تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو ﴿١٥٣﴾

متعلق زور دیا ہے، لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٣﴾ یعنی تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور اس سے قبل تم جن خرابیوں میں مبتلا تھے انہیں ترک کرو اور ان سے باز آ جاؤ۔ ﴿١﴾

تفسیر آیت: 153

صراط مستقیم پر چلنے کا حکم: علی بن ابوطالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ ”اور تم دوسرے رستوں پر نہ چلنا وہ تمہیں اللہ کے رستے سے الگ کر دیں گے۔“ اور ﴿أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ (الشوریٰ 42: 13) ”دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“ اور اس طرح کی دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ مل کر رہیں اور اختلاف و تفرقہ بازی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ تم سے پہلے لوگ دین میں لڑائی جھگڑے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔ امام مجاہد وغیرہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ ﴿٢﴾

امام احمد بن حنبل نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک خط کھینچا اور فرمایا: [هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ مُسْتَقِيمًا قَالَ: ثُمَّ خَطَّ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ: هَذِهِ السُّبُلُ، وَلَيْسَ مِنْهَا سَبِيلٌ إِلَّا عَلَيْهِ شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ] ”یہ اللہ کا سیدھا رستہ ہے، پھر اس کے دائیں اور بائیں خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ ایسے رستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اس کی طرف دعوت دے رہا ہے، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ“ اور یقیناً یہ میرا سیدھا رستہ ہے، لہذا تم اسی پر چلنا اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے الگ کر دیں گے۔“ ﴿٣﴾ امام حاکم نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں فرمایا۔ ﴿٤﴾

امام احمد رحمہ اللہ اور عبد بن حمید نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے اور یہ الفاظ امام احمد رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ہیں۔ کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے اپنے سامنے اس طرح خط کھینچا اور فرمایا: [هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَخَطَّيْنِ عَنْ يَمِينِهِ وَخَطَّيْنِ عَنْ شِمَالِهِ، فَقَالَ: هَذِهِ سُبُلُ الشَّيْطَانِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي

① تفسیر الطبری: 114/8. ② تفسیر الطبری: 117، 116/8. ③ مسند أحمد: 465/1. ④ المستدرك للحاكم،

التفسير، تفسير سورة الأنعام: 318/2، حديث: 3241. ⑤ بعض مقامات پر ”رستے“ کا لفظ ہے، دیکھیے مسند أحمد:

الْحَطَّ الْأَوْسَطُ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ [”یہ اللہ کا رستہ ہے، پھر آپ نے دو خط اس کے دائیں جانب اور دو خط بائیں جانب کھینچے اور فرمایا: یہ شیطان کے راستے ہیں، پھر آپ نے درمیانی خط پر اپنا دست مبارک رکھا، پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔“] ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ① امام ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ رستہ ہے کہ جس کے ایک کنارے پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چھوڑا تھا اور اس کا دوسرا کنارہ جنت میں ہے اور اس کے دائیں جانب بھی پگڈنڈیاں ہیں اور بائیں جانب بھی اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو وہاں سے گزرنے والوں کو دعوت دیتے ہیں جس نے ان پگڈنڈیوں کو اختیار کر لیا وہ اسے جہنم میں لے جائیں گی اور جو صراط مستقیم پر چلتا رہے، وہ اسے جنت میں پہنچا دے گا، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ ②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت نواس بن سمان رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ، وَعَلَى جَنْبَيْهِ الصَّرَاطِ سُورَانِ فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُفْتَحَةٌ ، وَعَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ مُرَحَّاءٌ ، وَعَلَى بَابِ الصَّرَاطِ دَاخٍ يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ ادْخُلُوا الصَّرَاطَ جَمِيعًا وَلَا تَتَفَرَّقُوا ، وَدَاخٍ يَدْعُو مِنْ جَوْفِ الصَّرَاطِ ، فَإِذَا أَرَادَ يَفْتَحُ شَيْئًا مِّنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ قَالَ: وَيَحَكَ لَا تَفْتَحْهُ فَإِنَّكَ إِن تَفْتَحْهُ تَلْجُهُ ، وَالصَّرَاطُ الْإِسْلَامُ ، وَالسُّورَانِ حُدُودُ اللَّهِ تَعَالَى ، وَالْأَبْوَابُ الْمُفْتَحَةُ مَحَارِمُ اللَّهِ تَعَالَى ، وَذَلِكَ الدَّاعِي عَلَى رَأْسِ الصَّرَاطِ كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ، وَالدَّاعِي فَوْقَ الصَّرَاطِ وَاعِظُ اللَّهِ فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ]

”اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال اس طرح بیان کی ہے کہ جیسے رستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہوں اور ان دونوں دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہوں، دروازوں پر لٹکتے ہوئے پردے ہوں، رستے کے دروازے پر ایک دعوت دینے والا یہ دعوت دے رہا ہو کہ اے لوگو! آؤ اور سب کے سب صراط مستقیم میں داخل ہو جاؤ اور الگ الگ رستے اختیار نہ کرو اور ایک دعوت دینے والا رستے کے درمیان سے بھی دعوت دیتا ہے، جب کوئی انسان ان میں سے کسی دروازے کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے ہائے تجھ پر افسوس! اسے نہ کھولو کیونکہ اگر تم نے اسے کھولا تو اس میں داخل ہو جاؤ گے، پھر آپ نے اس مثال کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ رستے سے مراد اسلام ہے، دو دیواروں سے مراد اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں، کھلے ہوئے دروازوں سے مراد وہ امور ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، رستے کے کنارے پر داعی سے مراد کتاب اللہ ہے

① مسند أحمد: 3/397 و مسند عبد بن حمید، من مسند جابر بن عبد اللہ: 1/345، حدیث: 1141/1 «نفسہ» و سنن ابن

ماجہ، السنۃ، باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ، حدیث: 11 و مسند البزار: 5/131، حدیث: 1718. ② تفسیر الطبری: 8/117.

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى
 بَهِرَمٍ مِّنْهُ لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ لَمْ يَرْجِعُوا إِلَى الْآيَاتِ أَنَّهُمْ لَنُبْلِيَنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ أَجْرَهُمْ
 وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٥٤﴾ وَهَذَا كِتَابٌ مِّنْ أَمْرٍ مُّبْرَكٍ فَاتَّبِعُوهُ
 وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾

برکت والی ہے، پس تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ﴿١٥٥﴾

اور رستے کے اوپر جو دعوت دینے والا ہے۔ اس سے مراد وہ واعظ ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہے۔ ﴿١٥٤﴾ اور اس حدیث کو امام
 ترمذی اور امام نسائی نے روایت کیا ہے ﴿١٥٤﴾ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔
 ارشاد الہی: ﴿فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ﴾ ”تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا۔“ یہاں اللہ تعالیٰ نے
 اپنے رستے کے لیے واحد کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ حق ایک ہی ہے اور افتراق و اختلاف کی وجہ سے دیگر رستوں کے لیے جمع کا
 لفظ استعمال کیا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
 أُولَئِكَ لَهُمُ الظُّلُمَاتُ يُخْرِجُهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾
 (البقرة: 257) ”جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست اللہ ہے کہ اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں
 ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں، یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ
 رہیں گے۔“

تفسیر آیات: 154، 155

تورات اور قرآن کی تعریف: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جب قرآن مجید کے بارے میں یہ فرمایا: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ
 فَاتَّبِعُوهُ﴾ (الأنعام: 153) ”میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا۔“ تو پھر اس کے بعد تورات اور صاحب تورات رسول
 کی مدح میں فرمایا: ﴿ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ﴾ (ہاں) پھر (سن لو کہ) ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی۔“ اللہ تعالیٰ نے
 بہت سے مقامات پر قرآن مجید اور تورات کا اکٹھا ذکر فرمایا ہے، مثلاً: ﴿وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً ط وَهَذَا
 كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (الأحقاف: 12) ”اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی جو پیشوا اور رحمت ہے اور یہ کتاب
 عربی زبان میں ہے، اس کی تصدیق کرنے والی۔“ اور اس سورہ مبارکہ کے آغاز میں فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي
 جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ هُمْ أَغْنَىٰ عَنْهُ قُرْآنُ طِيسٍ يُدُّوْنَهَا وَيُخْفُونَ كَثِيرًا﴾ (الأنعام: 92) ”کہہ دیجیے کہ جو کتاب
 موسیٰ لے کر آئے تھے، اسے کس نے نازل کیا تھا؟ جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی اور جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل)

① مسند أحمد: 183، 182/4. ② جامع الترمذی، الأمثال، باب ماجاء فی مثل اللہ عزوجل لعباده، حدیث: 2859

والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، سورۃ یونس: 361/6، حدیث: 11233.

کر رکھا ہے اس (کے کچھ حصے) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو۔“ پھر اس آیت کے بعد فرمایا: ﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ﴾ (الأنعام 93:6) ”اور (دیکھی ہی) یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔“ اور مشرکوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أَوْتِيْنَا مِثْلَ مَا أُوْتِيَ مُوسَى ط﴾ (الفصلص 48:28) ”پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آپہنچا تو کہنے لگے کہ جیسی (نشانیاں) موسیٰ کو ملی تھیں ویسی اس کو کیوں نہیں ملیں۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوْتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا إِنَّهُ لَفِ كُفْرُونَ﴾ (الفصلص 48:28) ”کیا جو (نشانیاں) پہلے موسیٰ کو دی گئی تھیں انھوں نے ان سے کفر نہیں کیا؟ کہنے لگے کہ دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کے موافق اور بولے کہ ہم سب کے منکر ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے جنوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿يَقُولُ مِنَّا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (الأحقاف 46:30) ”اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے (اور) سچا (دین) اور سیدھا راستہ بتاتی ہے۔“

پھر فرمایا: ﴿تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا﴾ ”تا کہ ان لوگوں پر جو نیکو کار ہیں نعمت پوری کر دیں اور تفصیل بیان کرنے کے لیے۔“ یعنی ہم نے اس (موسیٰ علیہ السلام) کو وہ کتاب دی جسے ہم نے اس پر نازل کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت بھی ہے اور ایک ایسی کامل کتاب جو ان تمام امور کی جامع ہے جن کی انھیں اپنی شریعت میں ضرورت تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكُتِبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَا حِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ (الأعراف 7:145) ”اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔“

ارشاد الہی: ﴿عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ﴾ ”ان لوگوں پر جو نیکو کار ہیں۔“ اور یہ اس کے حسن عمل اور ہمارے حکم اور اطاعت کے بجالانے کی جزا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن 55:60) ”نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَتْهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ (البقرة 2:124) ”اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے۔ اللہ نے کہا کہ بے شک میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔“ اور فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ إِبْرَاهِيمَ يَهُدُونَ يَا مَعْرُوفًا لِمَا صَبَرُوا ط وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ (السجدة 32:24) ”اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔ جب وہ صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً﴾ ”اور ہر شے کی تفصیل بیان کرنے کے لیے اور ہدایت اور رحمت کا ذریعہ ہے۔“ یہ اس کتاب کی مدح ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس پر نازل فرمایا تھا: ﴿لَعَلَّهُمْ يُلْقَا ء رَبَّهُمْ

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

تاکہ تم یہ نہ کہو کہ صرف ہم سے پہلے دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر کتاب نازل کی گئی تھی اور بے شک ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے ۱۵۶) یا تم

لَغَفْلِينَ ۱۵۶) أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ

(یہ نہ کہو کہ اگر بے شک ہم پر کتاب نازل کی جاتی تو ہم ضرور ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، چنانچہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهَدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۖ

ایک واضح کتاب اور ہدایت اور رحمت آگئی ہے، پھر اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا، اور ان سے منہ موڑا؟ جو لوگ

سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ۱۵۷)

ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انہیں جلد ہم سخت عذاب کی شکل میں سزا دیں گے، اس لیے کہ وہ حق سے منہ موڑتے ہیں ۱۵۷)

يُؤْمِنُونَ ۱۵۸) وَهَذَا كِتَابٌ مُّبَرِّكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۱۵۹) ”تاکہ (ان کی امت کے) لوگ اپنے

پروردگار کے روبرو حاضر ہونے کا یقین کریں۔ اور یہ کتاب بھی ہم ہی نے اتاری ہے برکت والی تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ

سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔“ یہ قرآن مجید کی اتباع کی دعوت ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی کتاب کی

ترغیب دی ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اس میں تدبر کریں، اس کے مطابق عمل کریں، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیں، اللہ

تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کی تعریف میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جو اس کی پیروی کرے گا اور اس کے مطابق عمل کرے گا تو یہ کتاب

اس کے لیے دنیا و آخرت میں بابرکت ثابت ہوگی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مضبوط و مستحکم رسی ہے۔

تفسیر آیات: 157، 156

قرآن مجید مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے: امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے اس

کتاب کو اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو: ”إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا“ ”کہ صرف ہم سے

پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب اس لیے نازل فرمائی ہے تاکہ تمہارا عذر ختم ہو جائے جیسا

کہ ارشاد گرامی ہے: ”وَلَوْ لَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْ لَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا

فَتَنْفِخَ إِلَيْنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ“ (القصص 28: 47) ”اور ایسا نہ ہو کہ اگر ان (اعمال) کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے

بھیج چکے ہیں، ان پر کوئی مصیبت واقع ہو تو یہ کہنے لگیں کہ اے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری

آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں ہوتے (تو ہم رسول نہ بھیجتے۔)“

ارشاد الہی: ”عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا“ ”ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر“ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان دو گروہوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ ① امام مجاہد، سدی، قتادہ اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر

کا بھی یہی قول ہے۔ ② ”وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفْلِينَ“ ”اور بے شک ہم ان کے پڑھنے سے (معذور اور) بے

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي

کیا وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آئیں؟ جس دن آپ

بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا

کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اسے فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا اس نے اپنے ایمان میں

خَيْرًا ط قُلْ اُنْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾

کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا۔ کہہ دیجیے: تم انتظار کرو، بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں ﴿١٥٨﴾

خبر تھے۔“ جو وہ کہتے تھے، ہم اسے سمجھنے سے قاصر تھے کیونکہ ان کی زبان ہماری زبان سے مختلف تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہم اس سے غافل اور اپنے کاموں میں مشغول بھی تھے۔ ارشاد الہی: ﴿أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ﴾ ”یا (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان لوگوں کی نسبت کہیں سیدھے رستے پر ہوتے۔“ یعنی ہم نے تمہاری اس بات کو بھی ختم کر دیا کہ اگر ہم پر بھی وہ کتاب نازل ہوتی جو ان پر نازل ہوئی تھی تو ان کی نسبت ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَقْسَبُوا بِاللَّهِ جَهْدَ إِيْمَانِهِمْ لِيَنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ﴾ (فاطر 35: 42) ”اور یہ اللہ کی پختہ قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ہدایت کرنے والا آئے تو ضرور یہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں گے۔“

اور اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ﴾ ”چنانچہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل، ہدایت اور رحمت آگئی ہے۔“ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی عربی حضرت محمد ﷺ کی زبانی قرآن عظیم آ گیا ہے جس میں حلال و حرام کے احکام بھی ہیں جس میں دلوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا نور بھی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے ان بندوں کے لیے سراپا رحمت بھی ہے جو اس کی پیروی کرتے اور اس کے احکام کی اطاعت بجالاتے ہیں۔

ارشاد الہی: ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا﴾ ”تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے منہ موڑے؟“ رسول اللہ ﷺ جس چیز کو لے کر تشریف لائے ہیں، اس سے فائدہ نہ اٹھائے، آپ کو جس چیز کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، اس کی پیروی نہ کرے اور نہ اس کے سوا دیگر چیزوں کو ترک کرے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی آیات کی پیروی سے روکے۔ یہ امام سدی کا قول ہے۔^① جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ ﴿صَدَفَ عَنْهَا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس سے اعراض کرے۔^②

تفسیر آیت: 158

ایمان لانے میں تاخیر پر سرزنش: اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں، رسولوں کی مخالفت کرنے والوں، اس کی آیات کی تکذیب کرنے والوں اور اس کے رستے سے روکنے والوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ﴾ ”یہ اس کے سوا اور کس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا آپ کا پروردگار آئے۔“ اور یہ قیامت کے دن ہوگا ﴿أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا﴾ ”یا آپ کے پروردگار کی کچھ نشانیاں آئیں مگر جس روز آپ کے پروردگار کی نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا، اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔“ یہ قیامت سے پہلے ہونے والا ہے کہ جب وہ قیامت کی علامات اور اشراط کو دیکھیں گے تو اس وقت ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا رَأَاهَا النَّاسُ آمَنَ مِنْ عَلَيْهَا، فَذَاكَ حِينٌ] ”اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہوگا جب لوگ اسے مغرب سے طلوع ہوتا ہوا دیکھیں گے تو ایمان لے آئیں گے مگر یہ وہ وقت ہوگا: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ ”جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا، اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔“^①

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجَنَّ ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَالذَّجَالُ، وَدَابَّةُ الْأَرْضِ] ”تین نشانیاں جب نمودار ہوں گی تو اس وقت کسی ایسے شخص کو ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اس نے اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل نہیں کیے ہوں گے: (1) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (2) دجال کا آنا اور (3) زمین سے جانور کا نکلنا۔“^② اسے امام احمد نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں دھوئیں کا ذکر ہے۔^③ اور اس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^④

امام احمد نے عمرو بن جریر کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ تین مسلمان مدینے میں مروان کے پاس بیٹھے تھے اور انھوں نے سنا کہ وہ قیامت کی نشانیوں کے بارے میں بیان کر رہا تھا کہ ان میں سے سب سے پہلی نشانی دجال کا آنا ہوگا، یہ لوگ عبداللہ بن عمرو کے پاس چلے گئے اور نشانیوں کے بارے میں مروان سے سنی ہوئی بات ان سے بیان کی تو عبداللہ نے کہا کہ مروان نے یہ بات صحیح طرح بیان نہیں کی جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں ایک حدیث یاد کی ہے جسے آج تک میں بھولا نہیں ہوں، میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: [إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا،

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا﴾ (الأنعام: 6: 158)، حدیث: 4635 و صحیح مسلم،

الإيمان، باب بیان الزمن الذي لا يقبل فيه الإيمان، حدیث: 157 و تفسیر الطبری: 129/8. ② تفسیر الطبری: 135/8.

③ مسند أحمد: 2/445، 446. ④ صحیح مسلم، الإيمان، باب بیان الزمن الذي لا يقبل فيه الإيمان، حدیث: 158.

وَاخْرُوجِ الدَّابَّةِ ضُحًى ، فَأَيُّهُمَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَلَا أُخْرِى عَلَى أَثَرِهَا [”قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور چاشت کے وقت زمین سے ایک جانور نکلے گا، ان میں سے جو نشانی پہلے نمودار ہو تو دوسری بھی فوراً اس کے بعد نمودار ہو جائے گی۔“

پھر عبد اللہ نے جو سابقہ آسمانی کتابیں پڑھتے رہتے تھے، کہا کہ میرا خیال ہے کہ سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہوگا، سورج جب بھی غروب ہوتا ہے تو وہ عرش الہی کے نیچے آ کر سجدہ کرتا ہے، پھر واپس جانے کے لیے اجازت طلب کرتا ہے تو اسے واپس جانے کی اجازت مل جاتی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ جب اسے مغرب سے طلوع کرنا چاہے گا تو وہ اپنے حسب معمول عرش الہی کے نیچے آ کر سجدہ کرے گا اور واپس جانے کے لیے اجازت طلب کرے گا مگر اسے کوئی جواب نہیں دیا جائے گا، یہ پھر واپسی کے لیے اجازت طلب کرے گا مگر اسے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا جائے گا حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے رات کا کچھ حصہ چلا جائے گا اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ اگر اسے واپسی کی اجازت مل بھی جائے تو وہ مشرق کو نہیں پہنچ سکے گا تو وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ! مشرق کس قدر دور ہے، مجھے لوگوں تک کون پہنچائے گا حتیٰ کہ افق جب ایک طوق کی طرح محسوس ہوگا تو سورج پھر واپسی کے لیے اجازت طلب کرے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تو اپنی اسی جگہ سے طلوع ہو تو یہ لوگوں کے لیے مغرب سے طلوع ہوگا۔

پھر عبد اللہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا لِّإِمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَذْكَسَبَتْ فِي إِمَانِهَا خَيْرًا﴾ ”جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا، اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اس نے اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل نہیں کیے ہوں گے۔“^①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا لِّإِمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس دن جب کافر ایمان لے آئے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور جو شخص اس دن سے پہلے مومن ہوگا اور عمل صالح کرتا ہوگا تو وہ عظیم بھلائی میں ہوگا اور اگر وہ عمل صالح کرنے والا نہ ہوگا اور اس دن توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی جیسا کہ سابقہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور یہی معنی ہیں ﴿أَوْ كَسَبَتْ فِي إِمَانِهَا خَيْرًا﴾ کے، یعنی اس سے نیک عمل بھی اس وقت قبول نہ ہوگا اگر اس نے اس سے پہلے اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل نہیں کیے ہوں گے۔

اور ارشاد الہی: ﴿قُلْ أَنْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ﴾ ”(اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیجیے کہ تم بھی انتظار کرو، بے شک ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔“ یہ کافروں کے لیے شدید سزا ہے اور اس شخص کے لیے زبردست وعید ہے جو اپنے ایمان اور توبہ کو اس وقت تک کے لیے مؤخر کر دے جب ایمان یا توبہ بھی نفع بخش نہ ہوگی، یعنی اس وقت تک جب سورج مغرب سے طلوع

① صحیح مسلم، الفتن، باب فی خروج الدجال ومکثہ الأرض.....، حدیث: 2941 وسنن أبی داود، الملاحم، باب

أمارات الساعة، حدیث: 4310 وسنن ابن ماجہ، الفتن، باب طلوع الشمس من مغربها، حدیث: 4069 ومسند

أحمد: 201/2 واللفظ له .

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شَيْعًا لَّسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۖ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَىٰ

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ بازی کی، اور وہ گروہوں میں بٹ گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بے شک ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ

اللَّهُ ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾

میں ہے، پھر وہ انہیں ان کاموں سے آگاہ کرے گا جو وہ کرتے رہے تھے ﴿١٥٩﴾

ہوگا کیونکہ یہ وہ وقت ہوگا جب قیامت بالکل قریب آ جائے گی اور اس کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَهُلْ يَنْظَرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءَهُمْ ذِكْرُهَا ۚ﴾ (محمد 48: 18) ”اب تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھتے ہیں کہ ناگہاں ان پر آ واقع ہو۔ سو اس کی نشانیاں (قوع میں) آچکی ہیں، پھر جب وہ ان پر آ نازل ہوگی، اس وقت انہیں نصیحت کہاں مفید ہو سکے گی؟“

اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدَّاهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ۖ فَلَمْ يَكُنْ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾ (المؤمن 84: 85) ”چنانچہ جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے، ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ پھر جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو (اس وقت) ان کے ایمان نے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔“

تفسیر آیت: 159 ﴿

تفرقہ بازی کی مذمت: امام مجاہد، قتادہ، ضحاک اور سدی فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ① عونی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شَيْعًا﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں اختلاف کیا تھا اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے تھے اور جب آپ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شَيْعًا لَّسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ ”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔“ ②

لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عام اور ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو اللہ کے دین کو چھوڑ دے اور اس کی مخالفت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لیے مبعوث فرمایا تھا تاکہ وہ اسی کو تمام دینوں پر غالب کر دے، دین و شریعت ایک ہی ہے، اس میں کوئی اختلاف و افتراق نہیں ہے جو اس میں اختلاف کریں ﴿وَكَانُوا شَيْعًا﴾ ”اور کئی کئی فرقوں میں بٹ جائیں۔“ جیسے مختلف ملتوں، فرقوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے خواہشات اور گمراہیوں کے پجاری ہیں تو جس فرقہ پرستی میں یہ لوگ مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس سے بری قرار دیا ہے۔ یہ آیت اسی

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَاءٍ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلُهَا

(جو شخص (دہاں) ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے دس گنا (ثواب) ہوگا، اور جو شخص ایک برائی لے کر آئے گا تو اسے بس اس کے برابر ہی سزا دی

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾

جائے گی۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿١٦٠﴾

طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل آیت ہے: شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ.....
الآية (الشوریٰ 13: 42) ”اس نے تمہارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے نبی!) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے.....“

حدیث میں ہے: [وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّلْعَالَمِ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ] ”انبیاء علقائی بھائیوں (جو ایک باپ اور مختلف ماؤں کی اولاد ہوں) کی طرح ہیں کہ ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں اور دین ایک ہے۔“ ﴿١٦٠﴾ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے اور یہی وہ دین ہے جسے حضراتِ انبیاء کرام ﷺ لے کر آئے کہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے اور ان میں سے سب سے آخر میں تشریف لانے والے خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو اختیار کیا جائے اور جو چیز اس کے خلاف ہوگی، وہ محض ضلالتوں، جہالتوں، انسانی آراء اور نفسانی خواہشات پر مبنی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے رسول اس سے بری ہوں گے جیسا کہ یہاں فرمایا: لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ﴿١٦٠﴾ ”آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔“ اور ﴿١٦٠﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٦٠﴾ ”بے شک ان کا کام اللہ کے حوالے، پھر جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ ان کو بتائے گا۔“ یہ آیت کریمہ اسی طرح ہے جیسے حسب ذیل آیت ہے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالطَّيِّبِينَ وَالنُّصْرَى وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿١٦٠﴾ (الحج 22: 17) ”بے شک جو لوگ مومن ہیں اور جو یہودی اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک ہیں اللہ ان میں روز قیامت فیصلہ کر دے گا۔“ پھر روز قیامت اللہ تعالیٰ کے فیصلے میں جو لطف و عدل ہوگا، اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿١٦٠﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ .

تفسیر آیت: 160

نیکی کا ثواب دس گنا اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر: اس آیت کریمہ میں اس اجمال کی تفصیل ہے جسے دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا گیا تھا: ﴿١٦٠﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۖ ﴿١٦٠﴾ (القصص 28: 84) ”جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ موجود) ہے۔“ اس آیت کریمہ کے مطابق بہت سی احادیث بھی وارد ہیں۔

جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت کیا ہے: [إِنَّ رَبَّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى رَحِيمٌ، مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ، فَإِنْ

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿١٦٠﴾ وَادْعُوا إِلَى الْكِتَابِ مَرِّمٍ إِذْ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا (مریم

(16: 19)، حدیث: 3443 وصحیح مسلم، الفضائل باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام، حدیث: 2365 عن أبي هريرة ؓ.

عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرَةٌ إِلَى سَبْعِمِائَةٍ، إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ وَاحِدَةٌ، أَوْ يَمْحُوهَا اللَّهُ، وَلَا يَهْلِكُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا هَالِكٌ] ”بے شک تمہارا رب تبارک وتعالیٰ رحم فرمانے والا ہے جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ اسے عملی جامہ پہنا دے تو اس کے لیے دس سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے، پھر اسے عملی جامہ نہ پہنائے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر اسے عملی جامہ پہنا دے تو اس کے لیے ایک ہی برائی لکھ دی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اسے بھی معاف فرما دیتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف تباہ و برباد ہونے والا شخص ہی ہلاک ہوتا ہے۔“^① اسے امام بخاری، مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^②

امام احمد رحمہ اللہ ہی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ عَمِلَ حَسَنَةً فَلَهُ عَشْرُ امْتِنَالِهَا وَأَزِيدُ، وَمَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَجَزَاؤُهَا مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ، وَمَنْ عَمِلَ قُرَابَ الْأَرْضِ خَطِيئَةً ثُمَّ لَقِيَنِي لَا يَشْرِكُ بِي شَيْئًا جَعَلْتُ لَهُ مِثْلَهَا مَغْفِرَةً، وَمَنْ اقْتَرَبَ إِلَيَّ شِبْرًا، اقْتَرَبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ اقْتَرَبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا، اقْتَرَبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَمَنْ أَتَانِي يَمْسِيهِ أَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً] ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے تو اسے دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے اور جو شخص کوئی برائے عمل کرے تو اسے اس کے برابر ہی گناہ ہوتا ہے یا میں اسے معاف کر دیتا ہوں اگر کسی نے زمین بھر گناہ کیے، پھر مجھے اس حال میں ملا کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو تو میں اس کے لیے اتنی ہی مغفرت پیدا کر دیتا ہوں جو ایک باشت میرے قریب آئے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں جو ایک ہاتھ میرے قریب آئے تو میں دونوں ہاتھوں کی مسافت کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں جو چل کر میرے پاس آئے تو میں دوڑ کر اس کے پاس آتا ہوں۔“^③ اور اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔^④

یاد رہے برائی کو چھوڑنے اور اسے عملی جامہ نہ پہنانے کی تین صورتیں ہوتی ہیں، کبھی تو انسان اسے اللہ تعالیٰ کے لیے ترک کر دیتا ہے تو اس صورت میں برائی نہ کرنے کی وجہ سے اس کے لیے نیکی لکھ دی جاتی ہے کیونکہ یہ عمل ہے اور اس کی نیت بھی موجود ہے، اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اس نے میری وجہ سے اس برائی کو ترک کیا ہے،^⑤ کبھی انسان نسیان اور بھول کی وجہ سے اس برائی کو ترک کرتا ہے تو اس صورت میں نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ ثواب کیونکہ اس نے نہ نیک عمل کی نیت کی اور نہ برے عمل کو ترک کیا اور کبھی

① مسند أحمد: 279/1. ② صحيح البخاری، الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسية، حديث: 6491 وصحيح مسلم،

الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت وإذا هم بسية لم تكتب، حديث: 131 والسنن الكبرى للنسائي، النعوت،

الرحيم: 396/4، حديث: 7670. ③ مسند أحمد: 153/5. ④ صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الذكر

والدعاء والتقرب إلى الله تعالى وحسن الظن به، حديث: 2687. ⑤ صحيح البخاری، التوحيد، باب قول الله تعالى:

يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ - (الفتح: 48: 15)، حديث: 7501.

قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾

(اے نبی!) کہہ دیجیے: بے شک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ہے صحیح اعلیٰ اقدار کے حامل دین کی، ایک رب کے پرستار

کا (۱۶۱) قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾

ابراہیم کے طریقے کی، اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا ﴿۱۶۲﴾ کہہ دیجیے: بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت، (سب کچھ) اللہ

لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾

رب العالمین ہی کے لیے ہے ﴿۱۶۳﴾ اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اسی (بات یعنی توحید) کا حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ﴿۱۶۳﴾

انسان برائی کے لیے پورا زور صرف کرتا ہے، اس کے لیے تمام اسباب و وسائل کو اختیار کرتا ہے مگر اسے عملی جامہ پہنانے سے عاجز و قاصر رہتا ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے برا کام کر لیا ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا التَّقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِيهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ] ”جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ملتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم رسید ہوں گے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ تو قاتل ہے مگر مقتول کیوں جہنم میں جائے گا؟ فرمایا: اس لیے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر تلا ہوا تھا۔“ ﴿۱﴾

حافظ ابوالقاسم طبرانی نے ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْجُمُعَةُ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِي قَبْلَهَا وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: ۞ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۞] ”جمعہ گزرے ہوئے جمعے (سات دن) اور تین دن زیادہ (دس دنوں کے گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو کوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا، اس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی۔“ ﴿۲﴾

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ فَقَدْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ] ”جو شخص ہر ماہ تین روزے رکھ لے تو اس نے گویا زمانے بھر کے روزے رکھ لیے۔“ یہ الفاظ امام احمد کی روایت کے مطابق ہیں، نیز اسے امام نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں: [فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ فِي كِتَابِهِ: ۞ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۞ الْيَوْمُ بِعَشْرَةِ أَيَّامٍ] ”اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنی کتاب میں اس طرح نازل فرمائی ہے: ”جو کوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا، اس کو ویسی دس نیکیاں ملیں

① صحیح البخاری، الإيمان، باب: ۞ وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا ۞ (الحجرات

9:49)، حدیث: 31 و صحیح مسلم، الفتن، باب إذا تواجہ المسلمان بسيفيهما، حدیث: 2888. ② المعجم الكبير

للطبرانی، 298/3، حدیث: 3459 اس حدیث کی سند بوجہ انقطاع ضعیف ہے لیکن صحیح مسلم، الجمعة، باب فضل من

استمع وأنصت فی الخطبة، حدیث: (26، 27)-857 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کو تقویت ملتی ہے، یہاں اس میں آیت کا ذکر

نہیں ہے۔

گی۔“ یعنی ایک دن دس دن کے برابر، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔^①

اس موضوع سے متعلق اگرچہ احادیث و آثار بہت زیادہ ہیں، ان میں سے ہم نے جو ذکر کیے ہیں، امید ہے یہ ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ثابت ہوں گے۔ وَبِهِ الثَّقَةُ۔

تفسیر آیات: 161-163

اسلام ہی صراطِ مستقیم ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس مقام پر یہ حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو یہ بتادیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ عظیم الشان انعام فرمایا ہے کہ آپ کی اس صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، جس میں کوئی کجی اور ٹیڑھ پن نہیں ہے جو ﴿دِينًا قَبِيلاً﴾ ”دین صحیح“ قائم اور ثابت دین کا رستہ ہے۔ ﴿مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ﴿مذہب ابراہیم کا جو ایک (اللہ) ہی کی طرف کے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ﴾ (البقرة: 130) ”اور ابراہیم کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے، سوائے اس کے جو نہایت نادان ہو۔“

اور فرمایا: ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾ (الحج: 78) ”اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ شَاكِرًا ۖ لَا نُعْبِدُ إِلَّا نِعْبَهُ ۚ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ وَاتَّبِعْهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَآيَةُ فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّلَاحِينَ ۖ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل: 120-123) ”بے شک ابراہیم (لوگوں کے) امام (اور) اللہ کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے، اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی اور بے شک وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے، پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ دینِ ابراہیم کی پیروی اختیار کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔“

رسول اکرم ﷺ کو جملت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا گیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ سے زیادہ کامل تھے، اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ نے تو دینِ حنیف کو اس طرح عظیم الشان طریقے سے قائم فرمایا اور آپ کے لیے اسے اس طرح مکمل کر دیا گیا کہ آپ سے پہلے کوئی بھی کمال کے اس درجے پر فائز نہیں ہوا، اسی لیے آپ ہی خاتم الانبیاء ہیں اور

① جامع الترمذی، الصوم، باب ماجاء فی صوم ثلاثة أيام من کل شهر، حدیث: 762 وسنن النسائی، الصیام، ذکر

الاختلاف علی أبی عثمان..... حدیث: 2411 وسنن ابن ماجه، الصیام، باب ماجاء فی صیام ثلاثة أيام من کل

شهر، حدیث: 1708 ومسند أحمد: 146/5

آپ ہی کی ذات گرامی علی الاطلاق تمام اولاد آدم کی سردار ہے اور آپ ہی اس مقام محمود پر فائز ہوں گے جس کی تمام مخلوق حتیٰ کہ حضرت خلیل علیہ السلام بھی خواہش کریں گے۔ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ [قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الْأَدْيَانِ أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ؟ قَالَ: الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ] ”رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ کون سا دین اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: آسان دین حنیف۔“^①

اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنْ صَلَّاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ”کہہ دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ان مشرکوں کو یہ بتادیں جو غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام پر اپنے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں کہ آپ ان کاموں میں ان کے مخالف ہیں، آپ کی نماز محض اللہ ہی کے لیے ہے اور آپ کی عبادت صرف اور صرف اسی وحدہ لا شریک کے لیے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر 2:108) ”آپ اپنے پروردگار ہی کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔“ یعنی اپنی نماز اور قربانی کو اسی کی ذات گرامی کے لیے خالص کریں، مشرکین بتوں کی عبادت کرتے اور انھی کے لیے جانور ذبح کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کی مخالفت کرتے ہوئے، ان کے طریقے سے انحراف کریں اور اللہ ہی کے لیے اخلاص کی نیت اور قصد و ارادہ کر لیں، امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿إِنْ صَلَّاتِي وَنُسُكِي﴾ ”میں نُسُک سے حج اور عمرے میں جانوروں کا ذبح کرنا مراد ہے۔“^②

امام ابن ابوقحتم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید قربان کے دن دو مینڈھوں کی قربانی دی اور انھیں ذبح کرتے ہوئے یہ پڑھا: ﴿وَجْهَتُ وَجْهِي لِلدِّينِ فَطَرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (الأنعام 79:6) ﴿إِنْ صَلَّاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ”میں نے اپنا چہرہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیا ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے، میں نے سب سے منہ موڑ لیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“ ”بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“ دو آیتوں کے آخر تک پڑھا۔^③

تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین اسلام ہی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ ”اور میں پہلا فرمانبردار ہوں۔“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس امت میں سب سے پہلا مسلمان میں ہوں۔^④ اور بات بھی اسی طرح ہے کیونکہ آپ سے پہلے بھی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت اسلام ہی کی طرف تھی اور اسلام یہ ہے کہ محض اللہ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کی جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ

① مسند أحمد: 1/236. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 5/1434. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 5/1434. ④ تفسیر

إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ (الأنبياء: 21-25) ”اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔“ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا: ﴿فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاءَ لَكُم مِّنْ أَجْرٍ إِنْ أَجِرَى إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَ أَمَرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (یونس: 72) ”پھر اگر تم نے منہ پھیر لیا تو (تم جانتے ہو کہ) میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا، میرا معاوضہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں رہوں۔“

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَرْعُبْ عَنْ مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ﴿١﴾ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يٰبَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٣﴾ (البقرة: 130-132) ”اور ابراہیم کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے، سوائے اس کے جو نہایت نادان ہو، ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ (زمرہ) صلحاء میں ہوں گے جب ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انھوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے آگے سراسر اطاعت خم کرتا ہوں اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا) کہ بیٹا! بے شک اللہ نے تمھارے لیے یہی دین پسند فرمایا ہے تم مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔“

حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی تھی: ﴿رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَنْتَ وَلِيَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ تَوَقَّئِي مُسْلِمًا ۖ وَالْحَقِيقِي بِالصَّالِحِينَ﴾ ﴿١٠١﴾ (یوسف: 101) ”اے پروردگار! تو نے مجھے حکومت عطا فرمائی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے تو مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت) میں اٹھانا اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کرنا۔“

موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿يَقُولُونَ إِنْ كُنْتُمْ بِاللهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا ۖ إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ﴾ ﴿١٠٢﴾ فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۖ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٣﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠٤﴾ (یونس: 84-86) ”اے قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اگر (دل سے) فرمانبردار ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو تو وہ بولے کہ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال اور اپنی رحمت سے قوم کفار سے نجات بخش۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَ نُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّابِّيُّونَ وَالْأَحْبَابُ﴾ ﴿٤٤﴾ (المائدة: 44) ”بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی، جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اسی کے مطابق انبیاء (اللہ کے) فرمانبردار تھے، یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ اور علماء بھی۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ ﴿١١١﴾ (المائدة: 111) ”اور جب میں نے حواریوں کی

طرف حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ، وہ کہنے لگے کہ (پروردگار!) ہم ایمان لائے، تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں۔“
 ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسولوں کو دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔ ہاں، البتہ وہ اپنی ان خاص شریعتوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے ضرور مختلف تھے جن میں سے بعض کے ساتھ اللہ تعالیٰ بعض دوسری شریعتوں کو منسوخ کرتا آیا ہے حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے ساتھ سابقہ تمام شریعتوں کو تو منسوخ کر دیا مگر اب شریعت محمدیہ ﷺ ابدالآباد کے لیے ہے اور یہ کبھی بھی منسوخ نہیں ہوگی بلکہ یہ قیامت تک قائم و منصور اور باقی رہے گی، اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ] ”انبیاء علانی بھائیوں کی طرح ہیں ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف اور دین ایک ہے۔“^① علانی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک ہو مگر مائیں مختلف ہوں، اس طرح دین ایک ہے اور وہ یہ کہ صرف اور صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے اور شریعتیں مختلف ہیں جو مختلف ماؤں کے مانند ہیں، اخیا فی بھائی اس کے برعکس ہوتے ہیں، یعنی ان کی ماں ایک اور باپ مختلف ہوتے ہیں اور اعیانی بھائی وہ ہوتے ہیں جو ایک ہی ماں اور باپ کی اولاد ہوں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو استفتاح کے طور پر یہ دعا پڑھتے تھے: [إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (الأنعام: 79) إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي، وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِي، فَاعْفُرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا، لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ، لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ]

”بے شک میں نے اپنا چہرہ اس پروردگار کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، سب سے منہ موڑ کر، اسی کا فرمانبردار بن کر اور میرا مشرکوں سے کوئی تعلق نہیں، بے شک میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، اے اللہ! تو (تمام کائنات کا) مالک ہے، تیرے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں تو میرے تمام کے تمام گناہ معاف فرمادے، تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا تو مجھے بہترین اخلاق کی ہدایت عطا فرما، اس لیے کہ بہترین اخلاق کی تیرے سوا اور کوئی ہدایت عطا نہیں فرما سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے دور رکھ، برے اخلاق کو تیرے سوا اور کوئی مجھ سے دور نہیں رکھ سکتا، تو بہت ہی برکت والا ہے اور بہت ہی بلند والا ہے، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں۔“^②

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَوَّعِينَ إِذْ أَنْتَبَكَّتْ مِنْ أَهْلِهَا﴾ (مریم

16:19)، حدیث: 3443 و صحیح مسلم، الفضائل، باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام، حدیث: 2365 عن أبي هريرة ؓ . ②

قُلْ أَغْيَرُ اللَّهُ أَبْغَىٰ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ

کہہ دیجیے: کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ جبکہ وہی ہر چیز کا رب ہے، اور کوئی شخص ایسا (گناہ) نہیں کماتا جس کا وبال اسی پر نہ ہو، اور کوئی
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ
بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر اپنے رب ہی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمہیں ان باتوں سے آگاہ کرے گا جن میں تم

فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾

اختلاف کرتے رہتے تھے ﴿١٦٤﴾

اس کے بعد امام احمد نے باقی ساری حدیث بھی بیان کی ہے جس میں رکوع و سجود اور تشہد کی دعاؤں کا بھی ذکر ہے، امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔^①

تفسیر آیت: 164 ﴿١٦٤﴾

اخلاص توکل کا حکم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے“ اے محمد (ﷺ)!! ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ
شرک اور اس کے لیے عبادت و توکل میں اخلاص سے کام نہیں لیتے۔ ﴿أَغْيَرُ اللَّهُ أَبْغَىٰ رَبًّا﴾ ”کیا میں اللہ کے سوا اور
پروردگار تلاش کروں؟“ ﴿وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ”حالانکہ وہی ہر چیز کا مالک ہے۔“ وہی مجھے پالتا، میری حفاظت کرتا اور
میرے معاملے کی تدبیر کرتا ہے، لہذا میں اسی پر توکل کرتا ہوں، اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں کیونکہ وہ ہر چیز کا پروردگار اور
مالک ہے، اسی نے تمام کائنات کو پیدا فرمایا اور تمام کائنات میں اسی کا حکم کارفرما ہے۔

اس آیت کریمہ میں اخلاص توکل کا حکم ہے جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں اللہ وحدہ لا شریک کے لیے اخلاص عبادت کا
حکم ہے اور ان دونوں باتوں کو قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر ملا کر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی
رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ یہ کہیں: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحہ: 5) ”(اے پروردگار!) ہم
تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (ہود: 123) ”چنانچہ
آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَّنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا﴾ (الملک: 29: 67)
”کہہ دیجیے کہ وہ (جو اللہ) رحمان (ہے) ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿رَبِّ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ (المزمل: 9: 73) ”(وہی) مشرق اور مغرب کا مالک (ہے اور) اس کے سوا
کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔“ اور اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ
أُخْرَىٰ﴾ ”اور جو کوئی (برا) کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“ اس
مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے دن بدلہ دیے جانے اور اس کے فیصلے اور عدل کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ تمام

① صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حدیث: 771.

لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا صلہ ملے گا اور اگر اعمال برے ہوئے تو برا بدلہ ملے گا اور کسی کے گناہ کے بوجھ کو دوسرا کوئی نہیں اٹھائے گا اور یہ بھی اسی کے عدل ہی کے سبب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِلْهٍ لَا يَحْمِلُهَا يُصْلَ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾ (فاطر 35: 18) ”اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قربت دار ہی ہو۔“

اور ارشاد الہی: ﴿فَلَا يَخْفُ ظُلْمًا وَلَا هَضْبًا﴾ (طہ 20: 112) ”نہ اسے بے انصافی کا کھٹکا ہوگا نہ حق تلفی کا۔“ علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی بھی شخص پر ظلم نہیں ہوگا کہ اس پر کسی اور کے گناہوں کا بوجھ ڈال دیا جائے اور نہ کسی پر یہ زیادتی ہوگی کہ اس کی نیکیوں کو کم کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ﴾ (المذثر 74: 38, 39) ”ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے مگر دائیں طرف والے (نیک لوگ)۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص اپنے برے اعمال کے بدلے گروی ہے مگر دائیں طرف والے نیک لوگ کہ ان کے اعمال صالحہ کی برکت ان کی اولاد اور ان کے قربت داروں کو بھی حاصل ہوگی۔

جیسا کہ سورہ طور میں فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الطور 21: 52) ”اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔“ یعنی جنت میں انھیں حاصل ہونے والے بلند مرتبے پر ہم ان کی اولاد کو بھی فائز کر دیں گے اگرچہ انھوں نے ان جیسے اعمال نہیں کیے ہوں گے لیکن اصل ایمان میں وہ ان کے ساتھ ضرور شریک ہوں گے اور ہم ان بلند مرتبہ اور معزز لوگوں کے اعمال میں سے بھی کچھ کم نہ کریں گے کہ انھیں کم کر کے ان لوگوں کو جو اعمال میں ان سے کم تر ہیں، ان کے برابر کر دیں بلکہ اولاد کو اللہ تعالیٰ ان کے آباء کے اعمال کی برکت سے محض اپنے فضل و کرم کے ساتھ ان کے بلند مرتبہ پر فائز کر دے گا۔

پھر فرمایا: ﴿كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾ (الطور 21: 52) ”ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔“ یعنی برے اعمال میں۔ ﴿ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾ ”پھر تم (سب) کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تم کو بتائے گا۔“ یعنی تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، ہم اپنے دین کے مطابق عمل کرتے رہیں گے، پھر تم بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاؤ گے اور ہم بھی اور وہ ہمیں اور تمہیں جن باتوں میں اختلاف تھا ان کے بارے میں بھی ہم سب کو بتا دے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لَا سَأَلُونَنَا عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نَسْتَعِلُّ عَمَّا نَعْمَلُونَ﴾ (سبا 34: 26, 25) ”کہہ دیجیے کہ نہ ہمارے گناہوں کی تم سے پرسش ہوگی اور نہ تمہارے اعمال کی ہم سے پرسش ہوگی کہہ دیجیے کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا (اور) صاحب علم ہے۔“

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَيفَةَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا

اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض پر اونچے درجے عطا کیے تاکہ وہ تمہیں ان نعمتوں میں

الْتَكُمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّكَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٦٥﴾

آزمائے جو اس نے تمہیں دیں۔ بے شک آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ اور بے شک وہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿١٦٥﴾

تفسیر آیت: 165

اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے خلیفہ بنایا اور درجات میں فرق رکھا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَيفَةَ الْأَرْضِ﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو خلیفہ بنایا۔“ یعنی اس نے تم کو زمین میں ایسی مخلوق بنایا کہ تم نسل بعد نسل، قرن بعد قرن اور خلفا بعد سلف زمین کو آباد کرتے ہو، یہ ابن زید وغیرہ کا قول ہے۔ ﴿جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ﴾ (الزحرف: 60:43) ”اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے۔“ اور فرمایا: ﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ﴾ (النمل: 62:27) ”اور (کون) تم کو زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین بناتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ (البقرة: 30) ”بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿عَلَىٰ رَبِّكُمْ أَن يُمْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ (الأعراف: 129:7) ”قريب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔“

﴿وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾ ”اور ایک دوسرے پر درجے بلند کیے۔“ یعنی اس نے رزق، اخلاق، خوبیوں، خرابیوں، صورتوں، شکلوں اور رنگوں میں تم کو ایک دوسرے سے مختلف کر دیا اور اس میں بھی اس کی بہت حکمت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرَ بِهَا﴾ (الزحرف: 32:43) ”ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے۔“ اور فرمایا: ﴿أَنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَلِلْآخِرَةِ الْكِبَرُ دَرَجَاتٍ وَالْكِبَرُ تَفْضِيلًا﴾ (بنی اسرائیل: 21:17) ”دیکھیے! ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور فضیلت میں کہیں بڑھ کر ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ﴾ ”تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے، اس میں تمہاری آزمائش کرے۔“ یعنی وہ تمہاری اس میں آزمائش کرے جس کا اس نے تم پر انعام فرمایا اور تمہارا امتحان کیا ہے تاکہ وہ دولت مند کو دولت دے کر آزمائے، پھر اس سے پوچھے کہ اس نے شکر ادا کیا ہے یا نہیں۔ اور فقیر کو فقر سے آزمائے اور اس سے یہ پوچھے کہ

اس نے صبر کیا ہے یا نہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الدُّنْيَا حُلُوءَةٌ خَصْرَةٌ، وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَنَظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُونَ؟ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النَّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةٍ بَنَى إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ] ”بے شک دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں ایک دوسرے کے بعد بھیجنے والا ہے اور وہ یہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیا عمل کرتے ہو، پس دنیا سے بچ جاؤ اور عورتوں سے بچ جاؤ کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔“^(۱)

ارشاد الہی: ﴿إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّكَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔“ یہ ترہیب و ترغیب ہے کہ اس کا حساب اور عذاب اس کے لیے بہت جلد آنے والا ہے جو اس کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرے۔ ﴿وَإِنَّكَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ”اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔“ اس کے لیے جو اس کی دوستی اختیار کرے اور اس کے رسول جس خبر اور طلب کو لے کر آئے ہیں، اس میں ان کی اتباع کرے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات میں اپنی ان دونوں صفتوں کو یکجا بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرٍ لِّلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الرعد: 13: 6) ”اور یقیناً آپ کا پروردگار لوگوں کو باوجود ان کی بے انصافیوں کے معاف کرنے والا ہے اور بے شک آپ کا پروردگار سخت عذاب دینے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿يَبْنِي عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ۝﴾ (الحجر: 15: 49: 50) ”(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو بتادیں کہ بے شک میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں اور یقیناً میرا عذاب بھی درد دینے والا عذاب ہے۔“

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات ہیں جو ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہیں اللہ تعالیٰ کبھی تو اپنے بندوں کو جنت کی صفتوں اور اپنی نعمتوں کی طرف توجہ دلا کر ترغیب دیتا ہے اور کبھی جہنم، اس کی سزاؤں، اس کے عذابوں اور روز قیامت کی ہولناکیوں کو بیان کر کے ڈراتا ہے اور کبھی ترغیب و ترہیب دونوں کو یکجا بیان فرماتا ہے تاکہ ہر شخص اس سے اپنے حسب حال نصیحت حاصل کر سکے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ان بندوں میں سے بنائے جو اس کے احکام کی اطاعت بجالاتے، اس کے منع کردہ امور کو ترک کر دیتے اور اس کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کرتے ہیں۔ إِنَّهُ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ سَمِيعُ الدُّعَاءِ جَوَادٌ كَرِيمٌ وَهَّابٌ۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ

(۱) صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب أكثر أهل الجنة الفقراء، حدیث: 2742، البتہ [فناظر] کالفظ جامع الترمذی،

الفتن، باب ما أخبر النبي ﷺ، حدیث: 2191 کے مطابق ہے۔

مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعُقُوبَةِ مَا طَمِعَ (بِحَنْتِهِ) أَحَدٌ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنَ الْجَنَّةِ أَحَدٌ، [خَلَقَ اللَّهُ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَوَضَعَ رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ خَلْقِهِ يَتَرَا حُمُونَ بِهَا، وَعِنْدَ اللَّهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ رَحْمَةً] ”اگر مومن کو علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کس قدر شدید سزائیں ہیں تو کوئی بھی (اس کی) جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کس قدر بے پایاں ہے تو کوئی بھی (اس کی) جنت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سو قسم کی رحمت پیدا فرمائی اور ان میں سے صرف ایک قسم کی رحمت کو اپنی مخلوق میں بانٹ دیا اور اسی کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں اور باقی ننانوے اقسام کی رحمتیں خود اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔“^① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا اور امام مسلم نے بھی اسے روایت فرمایا ہے۔^②

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي] ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ایک کتاب میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے، یہ لکھا ہے: بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔“^③

سُورَةُ أَنْعَامٍ کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① مسند أحمد: 334/2. ② صحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى.....، حديث: 2752 و 2755 و جامع الترمذی، الدعوات، باب: [لو يعلم المؤمن ما عند الله من العقوبة.....]، حديث: 3542. ③ صحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى.....، حديث: 2751.

تفسیر سُورَةُ اَعْرَاف

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(شروع) اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

النَّص ① كَتَبَ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَزَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهِ

النَّص ① (اے نبی!) یہ کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی ہے، اس سے آپ کے سینے میں کسی تنگی کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے (لوگوں

وَذِكْرٰى لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ② اَتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ

(کو) ڈرائیں اور (یہ) مومنوں کے لیے نصیحت ہے ② تم اس (ہدایت) کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے۔ اور تم

اَوَّلِيَّاءٌ قَلِيْلًا مَّا تَذْكُرُوْنَ ③

اس کے علاوہ (اور) دوستوں کی پیروی نہ کرو، تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو ③

تفسیر آیت: 3-1

حروف مقطعات سے متعلق بحث قبل ازیں سورہ بقرہ کے آغاز میں ہو چکی ہے۔ ① كَتَبَ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (اے نبی!) یہ کتاب (جو) آپ پر نازل ہوئی ہے۔ یعنی یہ کتاب آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے، فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَزَجٌ مِّنْهُ (تو اس سے آپ کے سینے میں تنگی نہیں ہونی چاہیے۔) امام مجاہد، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کتاب کے بارے میں آپ کے دل میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ ② اَتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ (لوگوں) کہ اس کتاب کے پہنچانے اور اس کے ساتھ ڈرانے کے بارے میں آپ تنگ دل نہ ہوں : فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الأحقاف 35:46) ”پس جس طرح دوسرے عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں، اسی طرح آپ بھی صبر کریں۔“ اور یہاں فرمایا: لِتُنْذِرَ بِهِ (تاکہ آپ اس کے ذریعے سے ڈرائیں۔) یعنی ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ اس کے ساتھ آپ کافروں کو ڈرائیں : وَذِكْرٰى لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③ (اور یہ) ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے کائنات انسانی کے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اَتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (لوگو!) (جو) کتاب تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے نازل ہوئی ہے، اس کی پیروی کرو۔“ یعنی تم اس نبی امی محمد ﷺ کے نقش قدم پر چلو جو تمہارے پاس ایسی کتاب لے کر آئے ہیں جو تمہاری طرف ہر چیز کے رب اور مالک کی طرف سے نازل

① دیکھیے البقرہ 2:1 کے ذیل میں عنوان: ”حروف مقطعات کے متعلق بحث“ ② تفسیر الطبری: 154/8.

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ﴿٤﴾ فَمَا

اور بہت سی بستیوں میں کہ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو ان کے پاس ہمارا عذاب اس وقت آیا، جب وہ رات کو سوئے ہوئے تھے یا وہ دوپہر کو آرام کر رہے

كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٥﴾ فَلَنَسْأَلَنَّ

تھے ﴿۴﴾ پھر جب ان کے پاس ہمارا عذاب آگیا تو ان کی پکار بس یہی تھی کہ وہ کہہ اٹھے: بے شک ہم ہی ظالم تھے ﴿۵﴾ چنانچہ ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں

الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسِلِينَ ﴿٦﴾ فَلَنَقْصِّنَ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ

گئے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے ﴿۶﴾ پھر ہم (سب کچھ اپنے) علم سے ان کے سامنے ضرور بیان کریں گے، اور

وَمَا كُنَّا غَافِينَ ﴿٧﴾

ہم (دنیا میں) غائب (غیر حاضر) تو نہ تھے ﴿۷﴾

کی گئی ہے، ﴿۶﴾ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ط ”اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو۔“ یعنی رسول اللہ ﷺ تمہارے پاس جو لے کر آئے ہیں، اسے چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف رجوع نہ کرو ورنہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کر کے کسی اور کے حکم کو اختیار کر لیا ہے۔

﴿۷﴾ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۸﴾ ”تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔“ یہ فرمان اسی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰﴾ (یوسف 12: 103) ”اور بہت سے آدمی، گو آپ (کتنی ہی) خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: وَإِنْ تُطِغْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يَضْلُوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (الأنعام 6: 116) ”اور اکثر لوگ جو زمین میں (آباد) ہیں (گمراہ ہیں) اگر آپ ان کا کہا مان لیں گے تو وہ آپ کو اللہ کے رستے سے گمراہ کر دیں گے۔“ اور فرمایا: وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴿۱۲﴾ (یوسف 12: 106) ”اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود مشرک ہی ہیں۔“

تفسیر آیات: 4-7

تباہ شدہ بستیوں کے حالات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿۶﴾ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا ﴿۷﴾ ”اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے تباہ کر دیا۔“ اس لیے کہ انہوں نے ہمارے رسولوں کی مخالفت اور تکذیب کی تھی تو انہیں دنیا میں ذلت و رسوائی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا گیا، پھر اس کے بعد آخرت میں بھی ذلت و رسوائی اور عذاب میں مبتلا ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿۸﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ قَوْمِكَ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا فَكَانَ قَوْمُكَ مِنْ أَشْقَىٰ الْقَوْمِ ﴿۹﴾ (الأنعام 6: 10) ”اور یقیناً آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ تمہیں تمسخر ہوتے رہے ہیں تو جو لوگ ان میں سے تمسخر کیا کرتے تھے، ان کو تمسخر (کی سزا) نے آگھیرا۔“

اور فرمایا: فَكَانَ مِنَ الْقَرْيَةِ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَبَقِيَ عَلَىٰ عُرُوشِهَا زَوْجٌ مِّنْ مَّعْطَلَةٍ ﴿۱۰﴾ (الحج 22: 45) ”تو بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا کہ وہ نافرمان تھیں، سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (بہت سے) کنویں ناکارہ اور (بہت سے) مستحکم و عالی شان محل (دیران پڑے ہیں)۔“ اور فرمایا: ﴿۱۱﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا

مِنْ قَرِيْبٍ بَطَرْتُ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسْكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۚ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِيْنَ ۝
(القصص: 58:28) ”اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (فرخی) معیشت پر اترا ہی تھیں، سو یہاں ان کے مکانات ہیں جو ان کے بعد آبادی نہیں ہوئے مگر بہت کم اور (ان کے پیچھے) ہم ہی (ان کے) وارث ہوئے۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَالُوْنَ ۝۴﴾ ”پھر جن پر ہمارا عذاب آیا (یا تو رات کو) تھا جبکہ وہ سوتے تھے یا (دن کو جب) وہ قیلولہ (دوپہر کو آرام) کرتے تھے۔“ یعنی ان میں سے کچھ لوگوں کے پاس اللہ کا امر اور عذاب رات کے وقت آیا یا اس وقت جب وہ دوپہر کے وقت محو استراحت تھے اور یہ دونوں ہی غفلت اور لہو کے اوقات ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرَىٰ اَنْ يَّاتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُوْنَ ۙ اَوْ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرَىٰ اَنْ يَّاتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُوْنَ ۝۷﴾ (الاعراف: 98,97:7) ”کیا پھر بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں؟ اور کیا اہل شہر اس سے نڈر ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آنازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں؟“

اور فرمایا: ﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ يَّخْصِفَ اللّٰهُ بِهُمْ الْاَرْضَ اَوْ يَّاتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَوْ يَّأْخُذْهُمْ فِيْ ثَغْلِيْهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۱۶﴾ ”کیا پھر جو لوگ بری بری چالیں چلتے ہیں اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے یا (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آجائے جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے، پس وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے یا ڈر دھمکا کر ان کو پکڑ لے تو بے شک تمہارا پروردگار بہت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَا كَانَ دَعْوُهُمْ اِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا اِلَّا اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ ۝۱۵﴾ ”تو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا تھا تو ان کی پکار یہی تھی کہ (ہائے) بلاشبہ ہم (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہے۔“ یعنی جب ان کے پاس عذاب آتا تو وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لیتے اور اس بات کا اعتراف کر لیتے تھے کہ وہ واقعی عذاب کے مستحق ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً ۙ وَاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۙ فَلَمَّا اَحْصَاۤءُ بَأْسُنَا اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۙ لَا تَرْكُضُوْۤا وَاَرْجِعُوْۤا اِلٰى مَا اُنْتِرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسْكِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْئَلُوْنَ ۙ قَالُوْۤا يُوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ ۝۱۶﴾ ”فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوُهُمْ حَتّٰى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيْدًا خٰثِرِيْنَ ۝۱۷﴾ (الانبیاء: 15-11:21) ”اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو تسم گارتھیں، ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد اور لوگ پیدا کر دیے، پھر جب انھوں نے ہمارے (مقدمہ) عذاب کو دیکھا تو اس سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو! اور ان (اپنے عیش کے سامانوں) کی (طرف) اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ جن (نعوتوں) میں تم عیش و آسائش کرتے تھے تاکہ تم سے (اس بارے میں) دریافت کیا جائے، کہنے لگے: ہائے شامت! بے شک ہم ظالم تھے، پھر ہمیشہ ان کی یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے ان کو (کھیتی کی طرح) کاٹ (کر اور آگ کی طرح) بجھا (کر ڈھیر کر) دیا۔“

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑧ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلُمُونَ ⑨

اور اس دن (اعمال کا) وزن کیا جانا باقی ہے، پھر جس شخص کے (نیک اعمال کے) وزن بھاری ہو گئے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ⑧ اور جس شخص کے

خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلُمُونَ ⑨

(نیک اعمال کے) وزن ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی باتوں کو خسارے میں ڈالا، اس لیے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ بے انصافی کرتے تھے ⑨

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ ۖ ”تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے، ہم ان سے بھی ضرور باز پرس کریں گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ۖ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ۝ (القصص 28:65) ”اور جس روز (اللہ) ان کو پکارے گا، پھر کہے گا تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا؟“ اور فرمایا: ۖ وَيَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ (المائدة 5:109) ”(وہ دن یاد رکھنے کے لائق ہے) جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں یقیناً تو ہی غیب کی باتوں سے واقف ہے۔“

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن امتوں سے پوچھے گا کہ انہوں نے اس کے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا، اسی طرح وہ رسولوں سے بھی پوچھے گا، کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو اپنی امتوں تک پہنچا دیا تھا یا نہیں؟ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ۖ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۖ ”چنانچہ جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم ان کی بھی پُرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔“ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ یہ سوال تبلیغ رسالت کے بارے میں ہوگا۔ ①

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ: ۖ فَلَنَقْصُصَنَ عَلَيْهِمْ عَلَمُهُمْ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۖ ”پھر ہم (اپنے) علم سے ان کے حالات بیان کریں گے اور ہم (کہیں) غائب (غیر حاضر) تو نہیں تھے۔“ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ان کے حالات بیان کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ ان کے سامنے ان کی کتاب (نامہ اعمال) کو رکھ دیا جائے گا اور وہ جو عمل کرتے تھے، ان کے بارے میں بتائے گی۔ ۖ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۖ ”اور ہم (دنیا میں) غائب (غیر حاضر) تو نہ تھے۔“ ②

اس طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو ان کے تھوڑے اور زیادہ، چھوٹے اور بڑے تمام اقوال و اعمال کے بارے میں بتائے گا کیونکہ وہ ہر چیز سے آگاہ ہے، نہ کوئی چیز اس سے غائب ہو سکتی ہے اور نہ وہ خود کسی چیز سے بے خبر ہے بلکہ وہ ذات گرامی تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی مخفی باتوں کو بھی جانتی ہے، ۖ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرْدَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ (الأنعام 6:59) ”اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تریا خشک (چیز) نہیں ہے مگر روشن کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔“

تفسیر آیت: 9,8:

اعمال کے وزن کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْوِزْنُ﴾ یعنی قیامت کے دن اعمال کا تلسا ﴿الْحَقُّ﴾ برحق ہے اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ﴾ (الانبیاء: 21-47) ”اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو پیش کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: 40) ”بے شک اللہ (کسی پر) ذرا بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی (کی) ہوگی تو اس کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔“ اور فرمایا: ﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ﴾ ﴿فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ﴾ ﴿وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ﴾ ﴿فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾ ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَةٌ﴾ ﴿ثَارًا حَامِيَةً﴾ (القارعة: 101-11) ”تو جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے، وہ دل پسند عیش میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے، اس کا مرجع ہاویہ ہے اور تم کیا سمجھو کہ ہاویہ کیا (چیز) ہے؟ (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَكْسَاءُ لُونٌ﴾ ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ﴾ ﴿فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (103-101:23) ”پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے تو جن کے (عملوں کے) بوجھ بھاری ہوں گے، وہ فلاح پانے والے ہیں اور جن کے بوجھ ہلکے ہوں گے وہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔“

کس چیز کا وزن؟ روز قیامت میزان میں کس چیز کو رکھ کر وزن کیا جائے گا؟ اس کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ اعمال کو تولا جائے گا، اعمال اگر چہ اعراض ہیں مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں اجسام میں تبدیل کر دے گا۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^① جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [.....الْبَقْرَةُ وَسُورَةُ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ (كَأَنَّهُمَا) غَيَاتَانِ أَوْ (كَأَنَّهُمَا) فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَّافٍ.....] ”.....سورہ بقرہ اور آل عمران قیامت کے دن اس طرح آئیں گی، گویا وہ دو بادل یا دو سائبان یا صفیں باندھے ہوئے پرندوں کی دو جماعتیں ہوں.....“،^②

اسی طرح صحیح حدیث میں قرآن مجید کا قصہ ہے: [يَجِيءُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ (.....) فَيَقُولُ لَهُ: هَلْ تَعْرِفُنِي؟ فَيَقُولُ: مَا أَعْرِفُكَ.....) فَيَقُولُ: أَنَا الَّذِي أَسْهَرْتُ لَيْلَكَ وَأَظْمَأْتُ نَهَارَكَ] ”.....قرآن اپنے پڑھنے والے

① تفسیر البغوی: 181/2، ② صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة، حدیث:

804 عن أبي أمامة ؓ، البتة تفسیر ابن کثیر میں توسیع والے الفاظ نہیں ہیں۔

کے پاس ایک ایسے نوجوان کی شکل میں آئے گا جس کا رنگ بدلا ہوا ہوگا..... تو وہ (قرآن) کہے گا: کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ قاری کہے گا: میں تجھے نہیں جانتا..... تو وہ جواب دے گا کہ میں وہ قرآن ہوں جس نے تجھے رات کو بیدار اور دن کو پیاسا رکھا تھا۔“^①

اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں سوال قبر کے قصے میں ہے: [وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرَّيْحِ فَيَقُولُ:..... مَنْ أَنْتَ.....؟ فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ] ”اور مومن کے پاس ایک خوبصورت چہرے، اچھے کپڑے اور عمدہ خوشبو والا آدمی آئے گا تو مومن اس سے پوچھے گا:..... تم کون ہو.....؟ تو وہ جواب دے گا کہ میں تمہارا عمل صالح ہوں۔“^② اور کافر و منافق کے بارے میں اسی حدیث میں اس کے برعکس صورت حال ذکر کی گئی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اعمال کی کتاب کا وزن کیا جائے گا جیسا کہ حدیث بڑاقتہ میں اس شخص کے بارے میں آیا ہے جسے لایا جائے گا اور اس کے میزان کے پلڑے میں ننانوے ایسے رجسٹر رکھے جائیں گے جن میں سے ہر رجسٹر منہائے بصرت ہوگا، پھر کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو لایا جائے گا جس میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لکھا ہوگا تو وہ کہے گا کہ اے اللہ! ان بڑے بڑے رجسٹروں کے مقابلے میں کاغذ کے اس پرزے کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ پر ظلم نہیں ہوگا، پھر اس پرزے کو میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَطَاشَتِ السَّجَلَاتُ وَتَقَلَّتِ الْبِطَاقَةُ] ”رجسٹروں والا پلڑا اوپر اٹھ جائے گا اور (ان کے مقابلے میں یہ) پرزہ بہت ہی بھاری ثابت ہوگا۔“ امام ترمذی نے اسے روایت کیا اور حسن غریب قرار دیا ہے۔^③

تیسرا قول یہ ہے کہ صاحب عمل کا وزن کیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے: [إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلَ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ ، وَقَالَ: أَقْرَأُ وَ: فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا] (الكهف: 105) ”بلاشبہ قیامت کے دن ایک بہت موٹا تازہ آدمی آئے گا مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا، اور فرمایا: اس آیت کریمہ کو پڑھو: ”تو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی میزان قائم نہیں کریں گے۔“^④

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مِمَّ تَضَحَّكُونَ؟ قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! مِنْ دِقَّةِ سَاقِيهِ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَهُمَا أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ أُحُدٍ] ”تم کس بنا پر ہنس رہے ہو؟ انھوں نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! ان کی پنڈلیوں کی باریکی کی وجہ سے تو آپ نے فرمایا: اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری

① سنن ابن ماجہ، الأدب، باب ثواب القرآن، حدیث: 3781 لیکن توسین والے الفاظ مسند أحمد: 348/5 عن بُرَيْدَةَ بن

الْحُصْبِيِّ رضی اللہ عنہ میں ہیں۔ ② مسند أحمد: 288، 287/4. ③ شخص از جامع الترمذی، الإیمان، باب ما جاء فيمن

يموت وهو يشهد أن لا إله إلا الله، حدیث: 2639 و سنن ابن ماجہ، الزهد، باب ما يرجی من رحمة الله يوم القيامة،

حدیث: 4300 عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ. ④ صحيح البخاری، التفسير، باب: ⑤ أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ.....

(الكهف: 105)، حدیث: 4729 وصحيح مسلم، صفات المنافقين.....، باب صفة القيامة والجنة والنار، حدیث:

2785 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ.

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ⑩

اور بلاشبہ ہم نے تمہیں زمین میں قدرت دی اور اس میں تمہارے لیے گزران کے اسباب فراہم کر دیے۔ تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو ⑩

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ ۖ فَسَجَدُوا ۝

اور بلاشبہ ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورتیں بنائیں، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا: تم آدم کو سجدہ کرو، چنانچہ انھوں نے سجدہ کیا، سوائے

إِلَّا ابْلِيسَ ط لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ⑪

ابلیس کے، وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل) نہ ہوا ⑪

جان ہے! یہ تو میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔ ①

ان تمام احادیث میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ یہ تمام صورتیں صحیح ہیں کہ کبھی اعمال کا وزن کیا جائے گا، کبھی ان رجسروں کا وزن کیا جائے گا جن میں اعمال لکھے ہوں گے اور کبھی ان اعمال کے کرنے والے کا وزن کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

تفسیر آیت: 10

کائنات کی تمام نعمتیں انسان کے لیے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے احسانات کو شمار کراتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنادیا، اس میں پہاڑ اور نہریں بنادیں، اس میں مکانات اور محلات بنادے، اس کی نفع بخش چیزوں کو ان کے لیے مباح قرار دے دیا، ان کے لیے بادلوں کو مسخر کر دیا تاکہ وہ ان کے لیے زمین سے رزق نکالیں اور اس نے اس میں ان کے لیے اسباب معیشت اور کمانے کے مختلف طریقے مہیا کر دیے کہ یہ لوگ تجارت کرتے اور حصول دنیا کے لیے مختلف انواع و اقسام کے اسباب کو اختیار کرتے ہیں اور اس کے باوجود اکثر لوگ اپنے رب کا بہت کم شکر ادا کرتے ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ تَعْدُوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ۝﴾ (ابراہیم: 34) ”اور اگر اللہ کے احسان گنے لگو تو شمار نہ کر سکو (مگر لوگ نعمتوں کا شکر نہیں کرتے) کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف (اور) ناشکر ہے۔“

عبدالرحمن بن ہزمر اعرج کے سوا تمام قراء نے ﴿مَعَايِشَ﴾ کو ہمزہ کے بغیر پڑھا ہے ② اور صحیح بات بھی یہی ہے کہ اسے ہمزہ کے بغیر پڑھا جائے جیسا کہ اکثر قراء نے اسے پڑھا ہے کیونکہ ﴿مَعَايِشَ عَاشٍ يَعِيشُ عَيْشًا وَمَعِيشَةً﴾ ہے اور ﴿مَعَايِشُ مَعِيشَةٍ﴾ کی جمع ہے اور اصل میں یہ مَعِيشَةٌ تھائی۔ ”یاء“ پر کسرہ ثقیل تھا، اس لیے اسے عین کی طرف منتقل کر دیا گیا جس کی وجہ سے یہ مَعِيشَةٌ ہو گیا۔ اور جب اس لفظ کی جمع بنائی گئی تو پھر حرکت ”یاء“ کی طرف لوٹ آئی کیونکہ اس صورت میں کسرہ ثقیل نہ رہا اور جمع مَعَايِشُ بروزن مَفَاعِلُ ہو گئی کیونکہ اس کلمے میں ”یاء“ حرف اصلی ہے بخلاف مَدَائِنُ، صَحَائِفُ اور بَصَائِرُ کے جو کہ مَدِينَةٌ، صَحِيفَةٌ اور بَصِيرَةٌ کی جمع ہے جو کہ مَدَن، صَحَفَ اور أَبْصَرَ سے ہیں۔ اس سے پتا چلا کہ ان

① مسند احمد: 1/421، 2/5310، حدیث: 209/9، مسند ابی یعلیٰ: 209/9، حدیث: 5310، یہ حدیث صحیح ہے۔ ② یعنی عبدالرحمن بن ہزمر

نے مَعَايِشَ پڑھا ہے۔ دیکھیے تفسیر القرطبی: 167/7۔

میں کلمہ ”یاء“ زائد ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی جمع فَعَائِل کے وزن پر اور ہمزہ کے ساتھ آتی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر آیت: 11

فرشتوں کا آدم کو سجدہ اور ابلیس کا انکار: اس مقام پر اللہ تعالیٰ اولاد آدم کی ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے شرف کی طرف توجہ دلا رہا ہے اور ان کے دشمن ابلیس کی عداوت اور حسد کو بیان فرما رہا ہے جو اسے آدم اور اولاد آدم سے ہے تاکہ یہ اس سے بچیں اور اس کے رستوں پر نہ چلیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا﴾ ”اور بلاشبہ ہم ہی نے تم کو (ابتدا میں مٹی سے) پیدا کیا، پھر تمھاری شکل و صورت بنائی، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا۔“ یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقُۙ بَشَرًا مِّنْ صَلٰصٰلٍ مِّنْ حَمَآءٍ مَّسْنُوْنٍ ۝۱۰ فَاِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَكَفَعْتُ فِیْهِ مِنْ دُوْحٰی فَقَعُوْۤا لَہٗ سٰجِدٰیۙنَ ۝۱۱﴾ (الحجر 28:15) ”اور جب تمھارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھاتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں، پھر جب اس کو (صورت انسانی میں) درست کر لوں اور اس میں اپنی (بے بہا چیز) روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔“

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست مبارک کے ساتھ چپکتے گارے سے پیدا فرما کر انھیں ٹھیک ٹھیک انسانی صورت عطا فرمادی اور ان میں اپنی بے بہا چیز، یعنی روح پھونک دی تو اس نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے رب تعالیٰ جل جلالہ کی شان کی تعظیم بجالاتے ہوئے انھیں سجدہ کریں تو تمام فرشتوں نے سماع و طاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا، ابلیس کے بارے میں سورۃ بقرہ کے آغاز میں بحث ہو چکی ہے۔^①

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کے الفاظ: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ﴾ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں اور یہاں جمع کے صیغے اس لیے استعمال کیے گئے ہیں کہ آپ ابو البشر ہیں، اس کی مثال ایسے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے زمانے کے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقُلْنَا لَہُمْ اٰیٰتِنَا عَلَیْکُمْ اَلْغَمَامُ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّٰنَ وَالسَّلٰوٰی﴾ (البقرہ: 57) ”اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیے رکھا اور تم پر من و سلوٰی اتارتے رہے۔“ حالانکہ ان سے مراد ان کے وہ آباء و اجداد ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھے، یہ احسان جب ان کے آباء و اجداد پر تھا جو کہ ان کے اصل تھے تو یہ ایسے ہی ہے گویا یہ ان کے بیٹوں پر بھی ہے جو ان کی نسل ہیں لیکن اُس آیت کریمہ: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝۱۲﴾ (المؤمنون 12:23) ”اور یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے۔“ میں صورت حال اس کے خلاف ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ مٹی کے خلاصے سے تو وہی پیدا ہوئے ہیں جبکہ ان کی اولاد نطفے سے پیدا ہوئی ہے اور یہی بات درست ہے کیونکہ یہاں انسان سے مراد جنس انسان ہے کوئی معین اور مخصوص انسان مراد نہیں۔ واللہ اعلم۔

① دیکھیے آیت: 34 کے ذیل میں۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۚ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ

اللہ نے کہا: تجھے کس چیز نے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟ وہ بولا: میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اسے تو

وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝۱۲

نے مٹی سے پیدا کیا ہے ۝۱۲

تفسیر آیت: 12

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ﴾ ”کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا؟“ یعنی سجدہ کرنے میں تجھے کیا حرج تھا جب میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو پھر کس چیز نے تجھے مجبور کیا کہ تو سجدہ نہ کرے؟ امام ابن جریر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ ① اور یہ ایک قوی اور حسن قول ہے۔ واللہ اعلم۔

ابلیس لعنہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ﴾ ”میں اس سے افضل ہوں۔“ یہ گویا ”عذر گناہ بدتر از گناہ“ والی بات ہے، یعنی اس کے جواب کے مطابق اس نے اللہ کے حکم کی اطاعت اس لیے نہ کی کہ فاضل کو یہ حکم نہیں دیا جاسکتا کہ وہ مفضل کو سجدہ کرے۔ یعنی اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جب میں اس سے بہتر ہوں تو پھر تو مجھے یہ حکم کیوں دیتا ہے کہ میں اسے سجدہ کروں؟ پھر اس نے اپنے بہتر ہونے کی دلیل یہ بیان کی کہ اسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ اس چیز سے اشرف ہے جس سے آدم کو پیدا کیا گیا ہے، یعنی آگ مٹی سے زیادہ بہتر ہے، ابلیس لعین نے اصل عُصْر کی طرف تو دیکھا مگر آدم کے عظیم الشان شرف کی طرف نہ دیکھا کہ انھیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے پیدا کیا اور ان میں اپنی طرف سے روح پھونکی ہے۔

اس طرح اس نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَقَعُوا لَكَ سَجْدًا ۝۱۷﴾ (الحجر: 15: 29) ”تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔“ کی نص کے مقابلے میں قیاس فاسد سے کام لیا اور اس طرح سجدہ نہ کر کے اس نے فرشتوں سے اپنی راہ الگ کر لی اور اپنی اس غلطی کا ارتکاب کر کے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔

ابلیس ملعون نے قیاس بھی غلط کیا اور اپنے اس دعوے میں بھی غلطی کی کہ آگ مٹی سے اشرف ہے کیونکہ مٹی میں تو نرمی، حلم، بردباری اور ثابت قدمی ہے اور مٹی تو نبات، نمو، اضافے اور اصلاح کی جگہ ہے جبکہ آگ کی خاصیت جلا دینا، اڑا دینا اور جلد بازی ہے، یہی وجہ ہے کہ ابلیس سے اس کے عُصْر نے خیانت کی جبکہ حضرت آدم کو اس کے عُصْر نے فائدہ پہنچایا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و انابت سے کام لیا، اس کے حکم کی اطاعت بجالاتے ہوئے انھوں نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور غلطی ہوئی تو اس کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ سے توبہ و مغفرت طلب کر لی۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ وَخُلِقَ

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ﴿١٣﴾ قَالَ أَنْظِرْنِي

اللہ نے کہا: بھرتو اس (آسمان) سے اتر جا، کیونکہ تیرے لائق یہ نہیں تھا کہ تو اس میں تکبر کرتا، لہذا تو نکل جا، بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے ﴿١٣﴾ اس نے کہا:

إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿١٤﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿١٥﴾

تو مجھے (اس دن تک) مہلت دے دے، جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے ﴿١٤﴾ اللہ نے کہا: بے شک تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے ﴿١٥﴾

قَالَ فِيمَا آغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَا تَهْتِكُهُمْ مِنْ بَيْنِ

وہ بولا: پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، تو میں ان (لوگوں کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے راستے پر ضرور بیٹھوں گا ﴿١٦﴾ پھر میں ان کے سامنے

أَيُّدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٧﴾

سے اور ان کے پیچھے سے ان کے پاس ضرور آؤں گا، اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے بھی، اور تو ان کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا ﴿١٧﴾

الْحَنَانُ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ] ”فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، جنوں کو آگ کے شعلے

سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جسے تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے۔“ ﴿١﴾

سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا: امام ابن جریر نے حضرت حسن بصری سے آیت کریمہ: ﴿خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ

مِنْ طِينٍ﴾ ﴿٢﴾ ”مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔“ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ یہ ابلیس کا قیاس

تھا اور ابلیس ہی نے سب سے پہلے قیاس سے کام لیا، اس قول کی سند صحیح ہے۔ ﴿٢﴾ امام ابن سیرین کا بھی قول ہے کہ سب سے

پہلے جس نے قیاس کیا، وہ ابلیس تھا اور سورج اور چاند کی پوجا بھی قیاس ہی کی وجہ سے کی گئی ہے، اس کی سند بھی صحیح ہے۔ ﴿٣﴾

تفسیر آیات: 13-15

اللہ تعالیٰ نے اپنے قدری و کوئی امر کے ساتھ مخاطب ہوتے ہوئے ابلیس کو حکم دیا: ﴿فَاهْبِطْ مِنْهَا﴾ ”تو (بہشت سے) اتر

جا۔“ یعنی تو نے میرے حکم کی جو نافرمانی کی اور میری اطاعت سے جو خارج ہو گیا ہے تو اب تجھے یہ بات زیب نہیں دیتی کہ تو

یہاں غرور کرے۔

بہت سے مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ ﴿مِنْهَا﴾ کی ضمیر کا مرجع جنت ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کا مرجع وہ

مقام و مرتبہ ہو جس پر وہ ملکوت اعلیٰ میں فائز تھا۔

﴿فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ﴾ ﴿١٣﴾ ”لہذا تو نکل جا بے شک تو ذلیل و حقیر ہے۔“ یہ معاملہ اس کے الٹ ہے جس کا

اس نے قصد کیا تھا اور اس کی مراد کے خلاف اسے بدلہ دیا جا رہا ہے تو اس موقع پر ابلیس لعین نے مہلت کا مطالبہ کرتے

ہوئے یہ سوال کیا کہ اسے روز قیامت تک مہلت دے دی جائے: ﴿أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ﴾ ﴿١٤﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ

الْمُنظَرِينَ ﴿١٥﴾ ”مجھے (اس دن تک) مہلت عطا فرما جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے، فرمایا (اچھا) بے شک

﴿١﴾ صحیح مسلم، الزهد، باب فی أحادیث متفرقة، حدیث: 2996 و مسند أحمد: 153/6 لیکن ابن کثیر میں [الجان]

کے بجائے [ابلیس] ہے۔ ﴿٢﴾ تفسیر الطبري: 173/8. ﴿٣﴾ تفسیر الطبري: 173/8.

تجھ کو مہلت دی جاتی ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس کے سوال کو پورا کر دیا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت، ارادے اور مشیت کے مطابق تھا کہ جس کی نہ مخالفت کی جاسکتی ہے اور نہ اسے بدلا جاسکتا ہے اور کوئی بھی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر آیات: 17، 16

اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یہ بیان فرمایا ہے کہ جب اس نے ابلیس کو ۱۴ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴﴾ قیامت کے دن تک مہلت دے دی اور ابلیس کو بھی اس بات کا یقین ہو گیا کہ اسے مہلت مل گئی ہے تو اس نے دشمنی اور سرکشی شروع کر دی اور کہا: ﴿قَالَ فِيمَا آغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۵﴾﴾ ”وہ کہنے لگا: مجھے تو تو نے گمراہ کیا ہی ہے تو میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے ضرور بیٹھوں گا۔“ یعنی جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: [كَمَا أَضَلَلْتَنِي] یعنی جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ ①

اور دیگر ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح تو نے مجھے ہلاک کیا ہے، میں بھی تیرے ان بندوں کے لیے بیٹھوں گا جنہیں تو اس شخص کی اولاد میں سے پیدا کرے گا جس کے سبب تو نے مجھے دور کیا ہے، میں ان کے لیے ۱۶ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۶﴾ یعنی حق اور نجات کے رستے پر بیٹھوں گا کہ انہیں اس سے گمراہ کر دوں تاکہ یہ تیری عبادت نہ کر سکیں اور تجھے وحدہ لا شریک نہ مانیں کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ۱۶ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۶﴾ سے مراد حق کا رستہ ہے۔ ②

امام احمد نے سمرہ بن ابوفارح کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِأَطْرَفِهِ، فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ لَهُ: أَتَسْلِمُ وَتَذُرُ دِينَكَ وَدِينَ آبَائِكَ وَأَبَاءِ أَبِيكَ؟ قَالَ: فَعَصَاهُ فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْهَجْرَةِ فَقَالَ: أَتَهَاجِرُ وَتَذُرُ أَرْضَكَ وَسَمَائِكَ؟ وَإِنَّمَا مَثَلُ الْمُهَاجِرِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي الطَّوْلِ، قَالَ: فَعَصَاهُ فَهَاجَرَ قَالَ: ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْجِهَادِ، فَقَالَ لَهُ: هُوَ جَهْدُ النَّفْسِ وَالْمَالِ: فَتَقَاتِلُ فَتُقْتَلُ فَتَنْكُحَ الْمَرْأَةَ وَيَقْسِمُ الْمَالُ، قَالَ: فَعَصَاهُ فَجَاهَدَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ مِنْهُمْ فَمَاتَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ قُتِلَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَإِنْ عَرِقَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ وَصَّتْهُ دَابَّةٌ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ]

”بلاشبہ شیطان ابن آدم کے لیے اللہ کے رستوں پر بیٹھ گیا ہے، مثلاً: وہ اسلام کے رستے پر بیٹھ جاتا ہے اور ابن آدم سے کہتا ہے کہ کیا تو اسلام کو قبول کر کے اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے دین اور اپنے باپ کے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟

مگر ابن آدم اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اسلام کو اختیار کر لیتا ہے، پھر اسی طرح شیطان راہ ہجرت پر بیٹھ جاتا ہے اور مسلمان سے کہتا ہے: کیا تو ہجرت کر کے اپنی زمین اور اپنے آسمان کو چھوڑ رہا ہے؟ مہاجر کی مثال تو اس گھوڑے کی سی ہے جس کی رسی کو دراز کر دیا گیا ہو مگر مومن شیطان کی نافرمانی کر کے ہجرت کر لیتا ہے، پھر وہ مومن کے لیے راہ جہاد پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور اس سے کہتا ہے، یہ تو بس نفس اور مال کی مشقت ہے، چنانچہ تو جنگ کرے گا تو تو مارا جائے گا، تیری بیوی سے کوئی نکاح کر لے گا، تیرا مال تقسیم کر لیا جائے گا مگر مرد مومن شیطان کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان یہ کام کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے یا اگر شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے اگر غرق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے اگر اس کی سواری اس کو گرادے اور وہ فوت ہو جائے تو بھی اللہ پر یہ حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔“^①

اور فرمان الہی: ثُمَّ لَا تَيَسَّيْهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ﴿الآيَةُ﴾
 ”پھر میں ان کے آگے سے اور پیچھے سے ان کے پاس ضرور آؤں گا اور ان کے دائیں اور بائیں سے بھی.....“

علی بن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: ﴿ثُمَّ لَا تَيَسَّيْهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ﴾ میں آگے سے آنے کے معنی یہ ہیں کہ میں انھیں آخرت کے بارے میں شک میں مبتلا کر دوں گا اور ﴿وَمِنْ خَلْفِهِمْ﴾ میں پیچھے سے آنے کے معنی یہ ہیں کہ میں انھیں دنیا کی محبت میں مبتلا کر دوں گا اور ﴿وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ﴾ میں دائیں طرف سے آنے کے معنی یہ ہیں کہ میں ان پر دین کے معاملے کو مشتبہ کر دوں گا اور ﴿وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ﴾ میں بائیں طرف سے آنے سے مراد یہ ہے کہ میں گناہوں اور نافرمانیوں کی خواہش ان میں پیدا کر دوں گا۔^②

الغرض اس سے مراد خیر و شر کے تمام رستے ہیں کہ خیر سے وہ انھیں روکے گا اور شر کی ان کے دلوں میں محبت پیدا کرے گا۔ حکم بن ابان نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شیطان نے یہ نہیں کہا کہ میں ان کے اوپر سے بھی آؤں گا، اس لیے کہ اوپر سے تو رحمت نازل ہوتی ہے۔^③

علی بن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾^④ ”اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔“ میں شکر گزاروں سے مراد مؤخّذین ہیں۔^⑤ ابلیس نے گویہ گمان اور توہم کی وجہ سے کہا تھا مگر امر واقعہ اسی طرح ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا قَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾^⑥ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا لَنَعْلَمَنَّ مِّنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿سبا﴾
 ”اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا خیال یقیناً بچ کر دکھایا، چنانچہ سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے وہ اس

① مسند أحمد: 483/3 وسنن النسائي، الجهاد، (باب) ما لمن أسلم وهاجر وجاهد، حديث: 3136. ② تفسير

الطبري: 179/8. ③ تفسير الطبري: 181/8. ④ تفسير الطبري: 181/8.

قَالَ أَخْرِجْ مِنْهَا مَذْعُومًا مَدْحُورًا ۖ لَسَنَ تَبْعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ

اللہ نے فرمایا: نکل جا اس سے ذلیل دھتکارا ہوا، پھر ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا،

جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْعَلِينَ ﴿١٨﴾

تو میں جہنم کو تم سب سے ضرور بھروں گا ﴿١٨﴾

کے پیچھے چل پڑے اور اس (ابلیس) کا ان پر کچھ زور نہ تھا مگر (ہمارا) مقصد یہ تھا کہ جو لوگ آخرت کے متعلق شک میں ہیں، ان سے ان لوگوں کو جو اس پر ایمان رکھتے ہم تمیز کر دیں اور آپ کا پروردگار ہر چیز پر خوب نگہبان ہے۔“
اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جائے کہ شیطان کسی بھی طرف سے انسان پر مسلط ہو، امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ صبح و شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے اور کبھی بھی ان کے پڑھنے میں ناغہ نہیں کیا کرتے تھے:

[اللَّهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللَّهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي، اللَّهُمَّ! اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اللَّهُمَّ! احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيْ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي] ”اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں خیر و عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور اپنے دین میں اور دنیا میں اور اپنے اہل اور مال میں عافیت و سلامتی چاہتا ہوں، اے اللہ! تو میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور میرے خوف اور پریشانی کو امن سے بدل دے۔ اے اللہ! تو میری حفاظت فرما میرے آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی اور میری دائیں طرف سے بھی اور میرے اوپر سے بھی اور میں تیری عظمت کی پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ میں اپنے نیچے کی طرف سے اچانک کسی مصیبت میں ڈال دیا جاؤں۔“ ﴿١٨﴾

امام کعب فرماتے ہیں کہ اس آخری جملے کے معنی یہ ہیں کہ میں زمین میں نہ دھنسا دیا جاؤں۔ ﴿٢﴾ اس حدیث کو امام ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم رحمہم نے بھی روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ ﴿٣﴾

تفسیر آیت: 18 ﴿١٨﴾

اللہ تعالیٰ نے ملائعہ اعلیٰ کے مقام سے اسے نکال کر، دور ہٹا کر اور اسے دھتکارے اور لعنت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿١٨﴾ أَخْرِجْ مِنْهَا

﴿١﴾ مسند أحمد: 25/2. ﴿٢﴾ سنن أبي داود، الأدب، باب ما يقول إذا أصبح، حديث: 5074. ﴿٣﴾ سنن أبي داود،

الأدب، باب ما يقول إذا أصبح، حديث: 5074 و سنن النسائي، الاستعاذة، باب الاستعاذة من الخسف، حديث:

5531 مختصراً جداً. و سنن ابن ماجه، الدعاء، باب ما يدعو به الرجل إذا أصبح وإذا أمسى، حديث: 3871 و صحيح

ابن حبان، الرقائق، ذكر ما يستحب للمرء سؤال ربه.....: 241/3، حديث: 961 والمستدرک للحاکم، الدعاء والتکبير:

518، 517/1، حديث: 1902.

وَيَا دَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجَكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا

اور اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو، اور تم دونوں جہاں سے چاہو کھاؤ، اور تم دونوں اس درخت کے قریب مت جانا اور نہ تم دونوں ظالموں میں

مِنَ الظَّالِمِينَ ①۹ فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِحِهِمَا

سے ہو جاؤ گے ①۹ پھر شیطان نے ان دونوں کو بہکانے کے لیے (ان کے دل میں) وسوسہ ڈالا، تا کہ ان کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر کر دے جو ان سے

وَقَالَ مَا نَهَىٰ رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ

چھپائی گئی تھیں۔ اور شیطان نے کہا: تمہارے رب نے تمہیں صرف اس لیے روکا ہے کہ (کہیں) تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ، یا (کہیں) تم دونوں ہمیشہ

الْخَالِدِينَ ②۰ وَقَاسَهُمَا إِيَّيْ لِكُمَا لِيَمْنِ النَّاصِحِينَ ②۱

رہنے والوں میں نہ ہو جاؤ ②۰ اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ بے شک میں تم دونوں کے خیر خواہوں میں سے ہوں ②۱

مَذْمُومًا مَذْحُورًا ②۲ ”نکل جا اس سے ذلیل دھتکارا ہوا۔“

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذءوم کے معنی ”عیب دار“ کے ہیں، ذام۔ تشدید کے بغیر۔ کے معنی عیب کے ہوتے ہیں، عربی میں کہا جاتا ہے: ذَامُهُ، يَذَامُهُ ذَامًا فَهُوَ مَذْمُومٌ اور ہمزہ کو ترک کر کے ذِمَّتُهُ اَذِمَّتُهُ ذِيْمًا وَذَامًا بھی کہا جاتا ہے۔ اور ذَمُّ کی نسبت ذام اور ذیم عیب میں زیادہ مبالغے کو ظاہر کرتا ہے۔ اور مَذْحُور کے معنی ”دور ہٹایا ہوا“ اور ”دھتکارا ہوا“ ہیں۔ ①

عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مَذْمُومٌ ذَمٌّ اور مَذْمُومٌ کے معنی ایک ہی ہیں۔ ② سفیان ثوری نے ابواسحاق سے انھوں نے تمیمی سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مَذْمُومٌ ذَمٌّ اور مَذْحُور کے معنی مبغوض کے ہیں۔ ③ اور علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے معنی ذلیل اور مبغوض کے بیان کیے ہیں۔ ④ سدی نے اس کے معنی مبغوض اور مردود، قنادہ نے ملعون اور مبغوض، مجاہد نے دور ہٹایا ہوا اور دھتکارا ہوا بیان کیے ہیں اور ربیع بن انس کا قول ہے کہ مَذْمُومٌ ذَمٌّ کے معنی جسے دور ہٹا دیا گیا ہو اور مَذْحُور کے معنی ذلیل و رسوا کے ہیں۔ ⑤

اور ارشاد باری تعالیٰ: لَسَنَ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَا مَلَائِكَ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ①۸ ”جو ان میں سے تیری پیروی کرے گا میں (اس کو اور تجھ کو جہنم میں ڈال کر) تم سب سے جہنم کو ضرور بھر دوں گا۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا: قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُ كُلِّ مَقْصُورٍ ۝ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ مِنْ اسْتَعْصَمَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجْلِكَ وَشَارِكُهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعَدَّهُمْ وَمَا يَعْبُدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا عُرُودًا ۝ إِنَّ عِبَادِي لَكِنَّ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۝ (بنی اسرائیل 63-65) ”اللہ نے فرمایا (یہاں سے) چلا جا! جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو بے شک تم سب کی جزا جہنم ہے اور (وہ) پوری سزا (ہے) اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز

① تفسیر الطبری: 182/8. ② تفسیر الطبری: 183/8. ③ تفسیر الطبری: 183/8. ④ تفسیر الطبری: 182/8. ⑤

تفسیر الطبری: 182/8.

سے بہکاتا رہ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہوتا رہ اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان جو وعدے ان سے کرتا ہے سب دھوکا ہے، بے شک جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں اور (اے پیغمبر!) آپ کا پروردگار کارساز کافی ہے۔“

تفسیر آیات: 19-21

شیطان کا حضرت آدم و حواء کے ساتھ مکرم: اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حواء کے لیے یہ جائز قرار دے دیا کہ وہ ایک درخت کے پھل کے سوا جنت کے دیگر تمام پھلوں کو کھا سکتے ہیں، اس سلسلے میں تفصیل قبل ازیں سورہ بقرہ میں بیان کی جا چکی ہے ① مگر شیطان اس کی وجہ سے حضرت آدم و حواء سے حسد کرنے لگا اور اس نے مکرو فریب اور وسوسے کے ذریعے سے یہ کوشش شروع کر دی کہ وہ انھیں جنت کی ان عظیم الشان نعمتوں اور لباس فاخرہ سے محروم کر دے، اس لیے اس نے ازراہ کذب و افتراء یہ کہا کہ: ﴿مَا نَهَكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُونَا مَلَکَيْنِ﴾ ”تم دونوں کو تمھارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ۔“

یعنی تمھیں اس لیے منع کیا ہے تاکہ تم اس پھل کو کھا کر فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو۔ اور اگر تم اس درخت کے پھل کو کھا لو تو تمھیں یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں گی جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے: ﴿قَالَ يٰۤاٰدَمُ هٰذَا اَدْلٰكَ عَلٰی الشَّجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مَلِكٍ لَا يَبْلٰی﴾ (طہ 20: 120) ”کہا کہ آدم! بھلا میں تم کو (ایسا) درخت بتاؤں (جو) ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ دے) اور (ایسی) بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو؟“

﴿اَنْ تَكُونَا مَلَکَيْنِ﴾ دراصل لَفْلًا تَكُونَا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضْلُوْا﴾ (النساء 4: 176) یہاں ﴿اَنْ تَضْلُوْا﴾ لَفْلًا تَضْلُوْا یعنی اللہ تم سے اس لیے بیان فرماتا ہے کہ بھٹکتے نہ پھرو۔ اور اسی طرح فرمایا: ﴿وَالْفٰی فِی الْاَرْضِ رَوٰیْسٰی اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ﴾ (النحل 16: 15) ”اور اسی نے زمین پر پہاڑ (بنائے) رکھ دیے کہ تم کو لے کر (کہیں) جھک نہ جائے۔“ یہاں بھی ﴿اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ﴾ لَفْلًا تَمِيْدَ بِكُمْ کے معنی میں ہے۔

﴿وَقَاسَسَهُمَا﴾ ”اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا۔“ یعنی حضرت آدم و حواء علیہ السلام کے سامنے اس نے اللہ کی قسم کھائی ﴿اِنِّیْ لَكُمْ لِمَنَ النَّصِيْحِيْنَ﴾ ② ”بلاشبہ میں تو تمھارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔“ میں تم سے پہلے سے اس جگہ رہ رہا ہوں اور اس جگہ کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔

﴿قَاسَسَهُمَا﴾ اگرچہ باب مفاعله سے ہے مگر یہاں دونوں میں سے ایک ہی طرف، یعنی ابلیس مراد ہے۔ امام قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ابلیس نے آدم و حواء دونوں کے سامنے اللہ کے نام کی قسم کھائی اور اس طرح انھیں دھوکا دیا اور مومن اللہ کے نام کی وجہ سے دھوکا کھا ہی جاتا ہے۔ چنانچہ ابلیس نے اللہ کے نام کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم سے پہلے پیدا ہوا

① دیکھیے آیت: 35 کے ذیل میں۔

فَدَلَّهِمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَاوَاتُهُمَا وَطَفَفَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذَرَقِ

چنانچہ شیطان نے ان دونوں کو دھوکا دے کر پھسلا دیا، پھر جب ان دونوں نے اس درخت کا پھل چکھا تو ان دونوں کی شرمگاہیں ان پر ظاہر ہو گئیں، اور

الْجَنَّةِ ۖ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلْتُ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا

وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے (تا کہ تڑھا کر کھائیں)، اور ان کے رب نے ان کو آواز دی: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہیں

عَدُوٌّ مُبِينٌ ۚ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا سَكَنَةً وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ

تھا؟ اور میں نے تمہیں یہ (نہیں) کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟ ۲۲ انھوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اور اگر تو

الْخَسِرِينَ ۚ ۲۳

نے ہمیں نہ بخشا اور تو نے ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم خسار پانے والوں میں سے ہو جائیں گے ۲۳

ہوں اور میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، لہذا تم دونوں میری بات مانو، میں تمہاری رہنمائی کروں گا۔ ①

تفسیر آیات: 23، 22

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام لمبے قد کے تھے گویا وہ کھجور کا تن آور درخت ہوں، آپ کے

سر کے بال بھی گھنے تھے جب آپ سے غلطی ہوئی تو آپ کے ستر کی پوشیدہ چیز جسے وہ پہلے نہیں دیکھتے تھے، ظاہر ہو گئی اور آپ

جنت سے بھاگنے لگے تو جنت کے ایک درخت نے آپ کو سر سے پکڑ کر روک لیا تو آپ نے کہا: مجھے چھوڑ دو تو اس درخت نے

کہا: نہیں، آپ کو نہیں چھوڑوں گا، ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا: آدم! مجھ سے بھاگتے ہو؟ عرض کی: نہیں اے

اللہ! میں تو تجھ سے حیا کرتا ہوں۔ ② ابن جریر اور ابن مردویہ نے اسے کئی سندوں کے ساتھ حسن سے انھوں نے اُبی بن کعب

سے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے اسے مرفوع روایت کیا ہے لیکن موقوف روایت سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔ ③

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ۖ وَطَفَفَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذَرَقِ الْجَنَّةِ ۖ ”اور وہ بہشت کے (درختوں کے) پتے (توڑ

توڑ کر) اپنے اپنے اوپر چپکانے (اور ستر چھپانے) لگے۔“ اس آیت کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ وہ انجیر کے پتوں سے اپنے

ستر کو چھپانے لگے تھے، ④ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ انھوں نے جنت کے پتوں کو اپنے اوپر اس طرح پلینا شروع کر دیا تھا جس

طرح کپڑے کو تن بدن پر پلیٹ دیا جاتا ہے۔ ⑤

وہب بن مُنبہ نے ۖ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا ۖ (الأعراف: 27) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آدم و حواء کے ستر کے مقامات پر

نور کا لباس تھا جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے ستر کے مقامات کو دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن جب انھوں نے درخت کے پھل

کو کھالیا تو ان کے ستر کے مقامات کھل گئے، اسے امام ابن جریر نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ⑥

عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ! اگر میں توبہ واستغفار کر لوں؟ تو اللہ

① تفسیر الطبری: 186/8. ② تفسیر الطبری: 187/8. ③ تفسیر الطبری: 187/8. ④ تفسیر الطبری: 188/8. ⑤

تفسیر الطبری: 188/8. ⑥ تفسیر الطبری: 189/8.

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٢٤﴾

اللہ نے کہا: تم اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں زمین میں ٹھہرنا اور ایک (مقررہ) وقت تک فائدہ (اٹھانا) ہے ﴿24﴾ اور فرمایا: تم اسی (زمین)

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿٢٥﴾

میں زندہ رہو گے، اور اسی میں تم مرو گے اور (قیامت کے دن) اسی سے تم نکالے جاؤ گے ﴿25﴾

تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر میں تجھے جنت میں داخل کر دوں گا۔ اس کے برعکس ابلیس نے توبہ کی بابت کوئی سوال نہ کیا بلکہ یہ سوال کیا کہ اسے مہلت دے دی جائے اور دونوں نے جو سوال کیا اسے پورا کر دیا گیا۔ ﴿1﴾

ضحاک بن مزاحم نے ۛ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا كَثِيرًا وَتَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿26﴾ ۛ اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور تو نے ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ وہ کلمات تھے جو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے سیکھے تھے۔ ﴿2﴾

تفسیر آیات: 25، 24

زمین کی طرف اتارنا: ﴿٢٤﴾ اِهْبِطُوا ۛ ”تم (زمین میں) اتر جاؤ۔“ کے بارے میں ایک قول تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ خطاب آدم، حواء، ابلیس اور سانپ سے تھا، بعض لوگوں نے یہاں سانپ کا ذکر نہیں کیا۔ ﴿3﴾ واللہ اعلم۔

اصل دشمنی تو آدم اور ابلیس ہی کے مابین تھی، اس لیے سورہ طہ میں فرمایا: ﴿٢٤﴾ اِهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا ﴿طہ: 20﴾ ”تم دونوں یہاں سے اکٹھے اتر جاؤ۔“ حواء حضرت آدم ہی کے تابع تھیں (ان کو علیحدہ حکم دے کر جمع کا صیغہ نہیں استعمال کیا گیا) اور سانپ کا ذکر اگر صحیح ہے تو وہ ابلیس کے تابع تھا۔ مفسرین نے ان مقامات کا بھی ذکر کیا ہے جن پر ان میں سے ہر ایک کو اتارا گیا تھا مگر ان تمام روایات کا تعلق اسرائیلیات سے ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ یہ روایات صحیح ہیں یا نہیں؟ اگر ان مقامات کے تعین میں کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی یقیناً اپنی کتاب میں یا اس کے رسول ﷺ اپنی سنت میں اسے بیان فرما دیتے۔

اور فرمان الہی: ﴿٢٤﴾ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿24﴾ ۛ ”اور تمہارے لیے ایک وقت (خاص) تک زمین پر ٹھکانا اور (زندگی میں) فائدہ (اٹھانا) ہے۔“ یعنی زمین تمہارے لیے جائے قرار ہے اور اس میں زندگی بسر کرنے کے لیے تمہاری عمریں مقرر کر دی گئی ہیں جو اس کے مطابق ہیں جسے قلم نے لکھا، تقدیر نے شمار کیا اور کتاب اول میں جسے تحریر کر دیا گیا تھا اور یہ فرمان الہی: ﴿٢٥﴾ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿25﴾ ۛ ”فرمایا: اسی (زمین) میں تم جیو گے، اسی میں مرو گے اور اسی میں سے (قیامت کو زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے۔“ اسی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿٢٥﴾ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۝ ﴿طہ: 20﴾ ”اسی (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں

يَبْنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْآتِكَمَّ وَرِيْشًا ۚ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۚ ذٰلِكَ

اے بنی آدم! بے شک ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا جو تمہاری شرمگاہیں چھپاتا ہے اور زینت کا باعث ہے، اور پرہیزگاری کا لباس، بہت بہتر ہے۔ یہ

خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَةِ اللّٰهِ لَعَلَّہُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اللہ کی نشانیں میں سے ہے، تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں ﴿۲۶﴾

يَبْنِيْ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّکُمُ الشَّيْطٰنُ کَمَا اَخْرَجَ اٰبَوٰیْکُمُ مِنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْہُمَا لِبَاسَہُمَا لِیُرِیَہُمَا

اے بنی آدم! کہیں شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا جب اس نے ان دونوں کا لباس

سَوَاتِیْہِمَا ۚ اِنَّہُ یُرِکُمُ هُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۚ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ

اتر دیا تھا، تاکہ ان کو ان کی شرم گاہیں دکھا دے۔ بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ بے شک ہم نے

لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنا دیا جو ایمان نہیں لاتے ﴿۲۷﴾

تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو دوسری دفعہ نکالیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے دنیوی زندگی کی مدت کے لیے زمین کو انسان کا گھر بنا دیا ہے کہ اسی میں ان کا جینا مرنا ہے، اسی میں ان کی قبریں ہیں اور اسی سے انہیں قیامت کے دن کے لیے دوبارہ اٹھایا جائے گا جبکہ اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے تمام انسانوں کو جمع کرے گا، پھر ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

تفسیر آیت: 26:

لباس اور زینت کا اتارنا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے ان احسانات کو شمار کر رہا ہے جو اس نے لباس اور زینت کی صورت میں ان پر فرمائے ہیں، یہاں لباس سے مراد وہ ہے جو انسان کے لیے ستر پوشی کا کام دیتا ہے اور ﴿رِیْشًا﴾ سے مراد ظاہری زینت ہے، گویا لباس کا تعلق بنیادی ضروریات سے ہے اور زینت کا تعلق تکملے اور اضافے سے ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں رِیَاش آرائشی ساز و سامان اور ظاہری کپڑوں کو کہتے ہیں۔ ﴿عبدالرحمن بن زید بن اسلم﴾ ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰی﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اپنے ستر کے مقام کو چھپا لیتا ہے تو یہ لباس تقویٰ ہے۔ ﴿۲۶﴾

تفسیر آیت: 27:

شیطان کے بہکاوے سے بچنے کی تلقین: اللہ تعالیٰ انسانوں کو ابلیس اور اس کے قبیلے سے بچنے کی تلقین فرما رہا ہے اور اس قدیم دشمنی کو بھی بیان فرما رہا ہے جو ابلیس کو ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے تھی اور جس کی وجہ سے اس نے کوشش کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو نعمتوں کے مقام جنت سے نکلوا کر دکھوں اور مصیبتوں کے گھر دنیا میں پہنچا دیا، پھر ان کے ستر کے مقامات سے جو پہلے ڈھکے اور چھپے ہوئے تھے، کپڑے اتروا دیے اور یہ سب کچھ اس کی زبردست دشمنی ہی کا نتیجہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ط قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا

اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم نے اپنے باپ دادا کو یہی کرتے پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ (اے نبی!) آپ کہہ

يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ط اتَّقُوا اللَّهَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا

دیکھیے: اللہ قطعاً بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے ذمے ایسی باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے؟ ﴿٢٨﴾ کہہ دیجیے: میرے رب نے انصاف (کرنے) کا

وَجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ه كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾

حکم دیا ہے، اور (یکہ) ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے (قبلہ رخ) کر لو، اور خالص اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اسی کو پکارو، جیسے اس نے تمہیں (پہلے)

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ط إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ

پیدا کیا (دیے ہی) تم (اس کی طرف) لوٹو گے ﴿٢٩﴾ ایک فریق کو اس نے ہدایت دی، اور دوسرے فریق پر گمراہی ثابت ہو گئی ہے، یقیناً انھوں نے اللہ کو چھوڑ

دُونَ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٠﴾

کر شیطانوں کو دوست بنالیا ہے، اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک وہ ہدایت یافتہ ہیں ﴿٣٠﴾

ہے: ﴿٣٠﴾ اَفْتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ۝ ﴿٣١﴾ (الکھف: 50)

”کیا پھر تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں (اور شیطان کی دوستی) ظالموں کے

لیے (اللہ کی دوستی کا) برابر بدل ہے۔“

تفسیر آیات: 30-28

کفار کا بے حیائی کے کام کرنا اور انھیں اللہ کی طرف منسوب کرنا: مجاہد فرماتے ہیں کہ مشرکین عریاں ہو کر بیت اللہ کا

طواف کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اسی حالت میں طواف کریں گے جس طرح ہماری ماؤں نے ہمیں جنم دیا ہے حتیٰ کہ

عورتیں بھی اپنی شرمگاہ پر کپڑے کا ٹکڑا یا کوئی اور چیز رکھ لیتیں اور طواف کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتیں:

الْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ وَمَا بَدَأَ مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ

”آج (میرے) جسم کا کچھ حصہ یا سارا جسم ہی ننگا ہوگا اور جو ننگا ہوگا اسے میں کسی کے لیے حلال قرار نہیں دوں گی۔“ ﴿٣١﴾

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿٣١﴾ وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ

أَمَرَنَا بِهَا ﴿٣٢﴾ اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور

اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے۔“ قریش کے سوا دیگر قبائل کے لوگ اپنے کپڑوں میں بھی طواف نہیں کیا کرتے تھے جنہیں

انھوں نے پہنا ہوتا تھا اور کہتے یہ تھے کہ بھلا ان کپڑوں میں ہم طواف کیوں کریں جنہیں پہن کر ہم نے اللہ کی نافرمانی کے کام

کیے ہیں؟

قریش جو جس کہلاتے تھے وہ اپنے ان کپڑوں میں طواف کر لیا کرتے تھے اور جس شخص کو کوئی انہمی (قریشی) اپنے کپڑے

مستعار دے دیتا تو وہ بھی ان میں طواف کر لیا کرتا تھا اور جس کے پاس کوئی نیا کپڑا ہوتا تو وہ بھی اس میں طواف کر لیتا اور طواف کرنے کے بعد اس کپڑے کو پھینک دیتا تو اسے کوئی نہیں اٹھاتا تھا جس کے پاس کوئی نیا کپڑا نہ ہوتا یا جسے کوئی قریشی مستعار نہ دیتا تو وہ عریاں ہو کر طواف کرتا حتیٰ کہ بعض اوقات عورتیں بھی بے لباس ہو کر طواف کرتیں، وہ اپنے مقام خاص کو تھوڑا سا چھپا لیتیں اور طواف کرتے ہوئے اس طرح کے اشعار بھی پڑھتیں:

الْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أَجْلُهُ

عورتیں اکثر عریاں طواف رات کے وقت کیا کرتی تھیں، اس رسم کو انھوں نے اپنے آباء و اجداد کی اتباع میں از خود ایجاد کر لیا تھا اور وہ عقیدہ یہ رکھتے تھے کہ ان کے آباء و اجداد کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے حکم اور شریعت کے مطابق تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا﴾ اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے۔“ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ﴾ (اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے۔“ ان لوگوں کو جو اس بات کے دعوے دار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بے حیائی کا حکم دیا ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ﴾ بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔“ تم جو یہ کام کر رہے ہو یہ تو برائی اور بے حیائی کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ اس قسم کے کاموں کا حکم نہیں دیتا، ﴿اتَّقُوا اللَّهَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (28) ”بھلا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تم ایسے اقوال کیوں منسوب کرتے ہو جن کی صحت کا تمہیں کچھ علم ہی نہیں ہے؟

﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ﴾ (کہہ دیجیے: میرے پروردگار نے تو انصاف (کرنے) کا حکم دیا ہے۔“ یعنی عدل و استقامت کا ﴿وَاقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (یہ کہ) ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلہ کی طرف) رخ کیا کرو اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسی کو پکارو۔“ یعنی اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ استقامت کے ساتھ اسی کی عبادت کرو اور اس کے رسولوں کی اتباع کرو جن کی اللہ تعالیٰ نے معجزات سے تائید فرمائی ہے اور جو کچھ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتایا ہے اور جو احکام شریعت وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، ان کے مطابق اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرو کیونکہ اس وقت تک وہ کسی بھی عمل کو قبول نہیں فرماتا جب تک اس میں یہ دو باتیں نہ ہوں: (1) عمل درست اور شریعت کے مطابق ہو اور (2) شرک سے پاک ہو۔

ابتدا میں اور دوبارہ پیدا ہونے کا مفہوم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ﴾ (29) ”اس نے جس طرح تم کو (ابتدا میں) پیدا کیا تھا، (اسی طرح) تم لوٹو گے۔“ اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن ابونعیم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمہیں موت کے بعد پھر زندہ کرے گا۔ (1) امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جیسے اس نے

تمہیں دنیا میں پیدا کیا (پھر فوت ہو گئے) اسی طرح تم روز قیامت زندہ لوٹو گے۔^① عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ جس طرح اس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، اسی طرح وہ تمہیں دوبارہ بھی پیدا فرمائے گا۔^②

امام جریر نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے اور انھوں نے اس کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو بھی پیش کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں وعظ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ تُحْشَرُونَ إِلَى اللَّهِ حُفَاءَ غُرَاةٍ غُرْلًا، كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعَدًّا عَلَيْكُمَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ○] [الأنبياء: 21: 104] ”لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور بغیر ختنوں کے جمع کیے جاؤ گے۔“ (جس طرح ہم نے تمہاری پہلی تخلیق کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے، (یہ) وعدہ ہمارے ذمے ہے، بے شک ہم (اسے پورا) کرنے والے ہیں۔“^③ یہ حدیث صحیحین میں بھی مذکور ہے۔^④

علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی پیدائش اس طرح شروع کی کہ ان میں سے کچھ مومن اور کچھ کافر تھے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ (النبا: 64: 2) ”وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن۔“ اور وہ روز قیامت انھیں اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا جس طرح پہلی مرتبہ انھیں مومن اور کافر پیدا کیا تھا۔^⑤

اس قول کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں ہے: [فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ! إِنْ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، فَيَدْخُلُهَا، وَإِنْ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيَدْخُلُهَا] ”اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے مابین تقریباً ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل دوزخ کا سا کوئی کام کر لیتا ہے اور جہنم رسید ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص اہل دوزخ کے سے کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے مابین تقریباً ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل جنت کا سا کوئی کام کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔“^⑥

اگر اس آیت کریمہ سے یہی مراد ہے تو اس قول اور اس آیت: ﴿فَأَقْمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ﴾

① تفسیر الطبری: 207/8. ② تفسیر الطبری: 207/8. ③ تفسیر الطبری: 208/8. ④ صحیح البخاری، أحادیث

الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَسْوَءَ الْبَشَرِ الْأَوَّلَ﴾ (النساء: 125)، حدیث: 3349 مطوّلًا. وصحیح

مسلم، الجنة ونعيمها.....، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيمة، حدیث: (58-2860). ⑤ تفسیر الطبری: 205/8.

⑥ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، حدیث: 3208 وصحیح مسلم، القدر، باب كيفية خلق آدمی

فی بطن أمه.....، حدیث: 2643.

عَلَيْهَا ﴿الرُّومُ: 30﴾ ”چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا منہ دین حنیف کی طرف کر لیں (اور) اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے رہیں۔)“ میں تطبیق ضروری ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ (و) يُنَصِّرَانِهِ (و) يُمَجِّسَانِهِ] ”ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنادیتے ہیں۔“^(۱) اور اسی طرح صحیح مسلم میں عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے: [..... وَإِنِّي خَلَقْتُ عَبَادِي خُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمْ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ] ”..... اور بے شک میں نے اپنے سارے بندوں کو (اپنے دین کے رستے پر) یکسو پیدا کیا تھا مگر شیاطین ان کے پاس آئے تو انھوں نے انھیں دین سے بہکادیا۔“^(۲)

تو ان میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس طرح پیدا کیا تا کہ وہ اپنی دوسری حالت میں مومن اور کافر ہوں جبکہ پہلی حالت میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی معرفت و توحید ہی پر پیدا فرمایا تھا اور انھیں یہ علم عطا فرمایا تھا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد و پیمان بھی لیا تھا اور اسے ان کی فطرت میں سمودیا تھا اور اس سب کچھ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کچھ کوشقی اور کچھ کو سعید بنادیا جیسا کہ اس نے فرمایا: ۞ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ﴿التَّغَابُنُ: 2: 64﴾ ”وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن۔“ حدیث میں ہے: [كُلُّ النَّاسِ يَعْدُو، فَبَايَعَ نَفْسَهُ فَمُعْتَقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا] ”ہر شخص صبح کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کو بیچنے والا ہوتا ہے، پھر اسے آزاد کر لیتا ہے یا اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔“^(۳)

اور اللہ کی تقدیر اس کی مخلوق میں مؤثر ثابت ہوتی ہے کہ وہی وہ ذات گرامی ہے: ۞ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۚ ۞ (الأعلى 3: 87) ”اور جس نے (اس کا) اندازہ ٹھہرایا، پھر (اس کو) رستہ بتایا۔“ اور فرمایا: ۞ الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى ۝ (طہ: 20: 50) ”جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔“

صحیح بخاری و مسلم میں ہے: [أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَيَسِّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاةِ فَيَسِّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاةِ] ”جو شخص اہل سعادت میں سے ہو تو اس کے لیے اہل سعادت کے عمل کو آسان کر دیا جاتا ہے اور جو اہل شقاوت میں سے ہو تو اس کے لیے اہل شقاوت کے عمل کو آسان کر دیا جاتا ہے۔“^(۴) اسی لیے اس

(۱) صحیح البخاری، الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، حدیث: 1385 و صحیح مسلم، القدر، باب معنی كل مولود يولد على الفطرة.....، حدیث: 2658 بعض طرق میں [و] کے بجائے [أو] ہے۔ (۲) صحیح مسلم، الجنة و صفة نعيمها.....، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حدیث: 2865 مطولاً۔ (۳) صحیح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حدیث: 223 مطولاً عن أبي مالك الأشعري رضی اللہ عنہ۔ (۴) صحیح البخاری، التفسير، باب: ۞ فَتَنِّيْبِرُهُ لِلْعَصْرِ ۝ (الليل 10: 92)، حدیث: 4949 و صحیح مسلم، القدر، باب كيفية خلق آدمي في بطن أمه.....، حدیث: 2647 عن علي رضی اللہ عنہ۔

يُنَبِّئُ آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ

اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو، اور کھاؤ اور پیو، اور فضول خرچی نہ کرو،

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۚ

بے شک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۚ

3
6
10

نے فرمایا ہے: ﴿فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ﴾ ”ایک فریق کو تو اس نے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہو چکی۔“ پھر اس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ”بے شک ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ شیطانوں کو دوست بنالیا۔“

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس شخص کی غلطی پر بہت واضح دلیل ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو معصیت کا ارتکاب کرنے یا ضلالت کا اعتقاد رکھنے پر عذاب نہیں دے گا الا یہ کہ درست بات کو جاننے کے بعد محض رب تعالیٰ سے دشمنی کی وجہ سے معصیت کا ارتکاب کرے کیونکہ اگر ان کی یہ بات درست ہوتی تو پھر اس فریق میں جو گمراہ ہے مگر اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھتا ہے اور اس فریق میں جو واقعی ہدایت یافتہ ہے تو کوئی فرق نہیں رہ جاتا، حالانکہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فریقوں کے نام بھی الگ رکھے ہیں اور ان کے بارے میں حکم بھی الگ الگ بتایا ہے۔^①

تفسیر آیت: 31

ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکم: اس آیت کریمہ میں ان مشرکین کی تردید ہے جو بیت اللہ شریف کا عریاں طواف کیا کرتے تھے جیسا کہ امام مسلم، نسائی اور ابن جریر۔ اور یہ الفاظ ابن جریر کی روایت کے مطابق ہیں۔ نے شعبہ سے بواسطہ سلمہ بن کھیل از مسلم بطنین اور انھوں نے سعید بن جبیر کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مرد اور عورتیں بیت اللہ کا عریاں ہو کر طواف کرتے، مرد دن کے وقت اور عورتیں رات کے وقت طواف کیا کرتی تھیں اور طواف کرتے ہوئے اس قسم کے اشعار بھی پڑھتی تھیں:

الْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ

”آج (میرے) جسم کا کچھ حصہ یا سارا جسم ہی ننگا ہوگا، البتہ جو ننگا ہوگا اسے میں کسی کے لیے حلال قرار نہیں دوں گی۔“ اس (رم) کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ”تم ہر نماز کے لیے اپنے آپ کو مزین کیا کرو۔“^② اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمان باری تعالیٰ: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ لوگ بیت اللہ کا عریاں ہو کر طواف کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ زینت کو اختیار کریں اور زینت سے مراد وہ لباس ہے جو ستر کے مقام کو چھپالے، علاوہ ازیں ہر اچھا لباس زینت میں شامل ہے۔ بہر حال انھیں حکم

① تفسیر الطبری: 209/8. ② صحیح مسلم، التفسیر، باب فی قوله تعالیٰ: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾

(الأعراف: 31)، حدیث: 3028 والسنن الکبریٰ للنسائی: 345/6، حدیث: 11182 وتفسیر الطبری: 210/8.

دیا گیا کہ وہ ہر نماز کے لیے زینت اختیار کریں۔^①

امام مجاہد، عطاء، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، قتادہ، سدی، ضحاک، مالک ازہری رحمہم اللہ اور کئی ایک ائمہ سلف نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بیت اللہ شریف کا عریاں ہو کر طواف کیا کرتے تھے۔^② اس آیت کریمہ اور اس کی تفسیر میں وارد سنت نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز خصوصاً جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے وقت زینت کو اختیار کرنا اور خوشبو اور مسواک کو استعمال کرنا مستحب ہے، اس لیے کہ خوشبو بھی زینت ہے اور مسواک سے زینت کی تکمیل ہوتی ہے۔

اور بہترین لباس سفید رنگ کا لباس ہے جیسا کہ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْبُسُودُ مِنْ ثِيَابِكُمْ الْبَيَاضُ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفَنُوا فِيهَا مَوْتَكُمْ وَإِنْ مِنْ خَيْرِ أَكْحَالِكُمْ الْإِيمَدُ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ] ”سفید لباس زیب تن کیا کرو کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو، تمہارا بہترین سرمہ اشد ہے کیونکہ یہ نظر کو تیز کرتا اور بالوں کو اگاتا ہے۔“^③ اس حدیث کی سند جید ہے، اس کے رجال امام مسلم کی شرط کے مطابق ہیں، اسے امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔^④

طعام اور لباس میں اسراف کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا﴾ ”اور تم کھاؤ اور پیو۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پیو مگر دو باتوں، یعنی اسراف اور تکبر سے بچو۔^⑤ امام ابن جریر نے محمد بن عبد الاعلیٰ، محمد بن ثور، معمر، ابن طاؤس اور ان کی اپنے باپ طاؤس کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو حلال قرار دیا ہے، بشرطیکہ اسراف اور تکبر نہ ہو۔^⑥ اس کی سند صحیح ہے۔ امام احمد نے مقدم بن معدی بن کرب کندی سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: [مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وَعَاءٌ شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، حَسْبُ ابْنِ آدَمَ أَكْثَلَاتُ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ، فَتَلْتُ طَعَامٌ وَتَلْتُ شَرَابٌ، وَتَلْتُ لَنْفْسِهِ] ”ابن آدم نے اپنے پیٹ سے زیادہ برا اور کوئی برتن نہیں بھرا، حالانکہ ابن آدم کے لیے ایسے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اور اگر کوئی ضرور ہی کھانے والا ہو تو اسے چاہیے کہ ایک ثلث کھانے کے لیے، ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس لینے کے لیے رکھے۔“^⑦ اس حدیث کو امام ترمذی و نسائی رحمہم اللہ نے بھی بیان کیا ہے،

① تفسیر الطبری: 211/8. ② تفسیر الطبری: 211/8. ③ مسند أحمد: 247/1. ④ سنن أبي داود، الطب،

باب في الكحل، حدیث: 3878 و جامع الترمذی، الجنائز، باب ماجاء ما يستحب من الاكفان، حدیث: 994 مختصراً.

لیکن [فَإِنَّهُ] ترمذی کی حدیث: 1757 میں ہے۔ و سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء فيما يستحب الكفن، حدیث:

3497 و 1472. ⑤ صحيح البخاری، اللباس، باب قول الله تعالى: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ...﴾ (الأعراف: 32) قبل الحديث:

5783. ⑥ تفسیر الطبری: 213/8. ⑦ مسند أحمد: 132/4.

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: جو زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں، وہ کس نے حرام کی ہیں؟ کہہ دیجیے: یہ (پاکیزہ

ہی) لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَذَلِكَ نَفْصِلُ الْآيَاتِ

چیزیں) دنیا کی زندگی میں ان لوگوں کے لیے بھی ہیں جو ایمان لائے، جبکہ قیامت کے دن یہ خالص مومنوں ہی کے لیے ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿32﴾

ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں ﴿32﴾

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رِبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

کہہ دیجیے: بے شک میرے رب نے بے حیائی کی باتوں کو حرام ٹھہرایا ہے، چاہے وہ ظاہر ہوں یا چھپی ہوئی، اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو بھی اور یہ (بھی حرام ہے)

وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانٌ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿33﴾

کہ تم اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری، اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم اللہ کے متعلق وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے ﴿33﴾

امام ترمذی نے اسے حسن اور ایک نسخے کے مطابق حسن صحیح قرار دیا ہے۔^①

عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس سے آیت کریمہ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾^②

”اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ، یقیناً اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ

تعالیٰ کھانے پینے میں بے جا اڑانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔^③ امام ابن جریر رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں فرماتا جو حلال و حرام کے بارے میں اس کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرتے ہوئے حرام کو حلال اور

حلال کو حرام قرار دے دیتے ہیں۔ ہاں، البتہ اس بات کو وہ پسند فرماتا ہے کہ اس کے حلال قرار دیے ہوئے کو حلال اور حرام

قرار دیے ہوئے کو حرام قرار دیا جائے اور یہی وہ عدل ہے جس کا اس نے حکم دیا ہے۔^④

تفسیر آیت: 32

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرما رہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بغیر از خود ہی کھانے پینے اور

پینے کی کئی چیزوں کو حرام قرار دے لیا تھا کہ ﴿قُلْ﴾ (اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے! ”ان مشرکوں سے جنہوں نے اپنی فاسد آراء

سے از خود بہت سی چیزوں کو حرام قرار دے لیا ہے کہ ﴿مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ

.....﴾ الْآيَةِ ”جو زینت (وآرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں، ان کو حرام

کس نے کیا ہے؟“ یعنی یہ ان لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان رکھتے اور دنیا کی زندگی میں اس کی

① السنن الکبریٰ للنسائی، آداب الأکل ذکر القدر الذی يستحب للإنسان.....: 177/4، حدیث: 6768 و جامع

الترمذی، الزهد، باب ما جاء فی کراهیة کثرة الأکل، حدیث: 2380 و سنن ابن ماجہ، الأطعمة، باب الاقتصاد فی

الأکل و کراهة الشبع، حدیث: 3349. ② تفسیر الطبری: 213/8. ③ تفسیر الطبری: 214/8.

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۖ يَكُونُ

اور ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے، تو جب ان کا مقررہ وقت آجائے گا تو وہ (اس سے) لمحہ بھر پیچھے ہوں گے اور نہ آگے ہوں گے (34)

أَدَمَ ۖ إِمَّا يَنْتَشِرُكُمْ رَسُولٌ مِّنْكُمْ يَصْطُونُ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۖ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ

بنی آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں، تو جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی اور اپنی

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۖ (35) وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ

اصلاح کر لی، تو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (35) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، وہی لوگ دوزخی ہیں،

أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۖ (36)

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (36)

عبادت کرتے ہیں اور دنیا میں اگر کفار بھی ان کے ساتھ ان چیزوں میں شریک ہیں تو آخرت میں تو یہ بطور خاص انہی کے لیے ہوں گی اور وہاں کوئی کافر ان کے ساتھ شریک نہیں ہوگا کیونکہ جنت کافروں کے لیے حرام ہے۔

[تفسیر آیت: 33]

حرام چیزوں کی تفصیل: امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا أَحَدٌ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ] ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ باغیرت اور کوئی نہیں، اسی لیے اس نے ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے اور جس قدر اللہ تعالیٰ کو مدح پسند ہے، کسی اور کو نہیں۔“ (1) اس حدیث کو صحیحین میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ (2) ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کی باتوں کے بارے میں قبل ازیں سورۃ انعام کی تفسیر میں بحث کی جا چکی ہے۔ (3)

اور فرمان الہی: ﴿وَاللَّهُمَّ وَالْبَغْيُ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ”اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو (حرام کیا ہے)۔“ سدی فرماتے ہیں کہ اثم سے مراد گناہ اور معصیت ہے اور بغی سے مراد یہ ہے کہ تم لوگوں پر ناحق زیادتی کرو۔ (4) مجاہد فرماتے ہیں کہ اثم سے مراد گناہ کے تمام کام ہیں اور باغی وہ ہے جو اپنے آپ پر ناحق زیادتی کرے۔ (5) الغرض اثم سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق خود گناہوں کے ارتکاب کرنے والے سے ہو اور بغی سے مراد لوگوں کے ساتھ ناحق زیادتی کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔

اور فرمان الہی: ﴿وَأَنْ تُشِيرُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا﴾ ”اور اس کو بھی (حرام قرار دیا ہے) کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔“ یعنی اس بات کو بھی اللہ نے حرام قرار دیا ہے کہ تم اس کی عبادت میں

(1) مسند أحمد: 381/1. (2) صحيح البخاری، النکاح، باب الغيرة، حديث: 5220 وصحيح مسلم، التوبة، باب

غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش، حديث: (33)-2760. (3) ويكيه آيت: 120 کے ذیل میں۔ (4) تفسير الطبري:

219/8. (5) تفسير الطبري: 219/8.

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمُ نَصِيبُهُمْ مِّنْ

چنانچہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ کے بارے میں جھوٹ گھڑا، یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟ یہی لوگ ہیں جن کا لکھا ہوا نصیب انہیں مل

الْكِتَابِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِن

جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس جب ہمارے فرشتے پہنچیں گے، جو ان کو فوت کریں گے، تو وہ ان سے کہیں گے: آج وہ کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کے

دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

سوا پکارتے تھے؟ وہ جواب دیں گے: وہ ہم سے کھو گئے، اور وہ اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ بے شک وہ کفر کرنے والے تھے ﴿37﴾

شریک بناؤ۔ ۖ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ اور یہ کہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم

نہیں۔“ لیکن ازراہ افتراء و کذب تم یہ دعویٰ کر دو کہ اللہ کا بیٹا بھی ہے یا اس طرح کی کچھ اور باتیں اپنی طرف سے گھڑ لو جن کا

تمہیں علم نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ (الحج

30:22) ”تو تم بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو۔“

تفسیر آیات: 34-36

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ﴾ اور ہر ایک امت کے لیے ”امت سے یہاں قرن اور نسل مراد ہے۔ ﴿أَجَلٌ

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ﴾ ”وقت مقرر ہے تو جب ان کا (موت کا) وقت مقرر آ جاتا ہے۔“ یعنی وہ وقت جو ان کے لیے مقرر کیا گیا

ہو تو ﴿لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ ﴿٣٩﴾ ”نہ تو ایک لمحہ دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو ڈرایا ہے کہ وہ ان کی طرف رسول بھیجے گا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنائیں گے۔ پھر خوش

خبری دیتے اور ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ﴾ ”تو جو شخص (ان پر ایمان لا کر اللہ سے) ڈرتا رہے گا اور اپنی

حالت درست رکھے گا۔“ یعنی محرمات کو ترک کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالائے گا تو ﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

يَحْزَنُونَ﴾ ﴿٤٠﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا﴾ ”تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں

گے۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے سرتابی کی۔“ یعنی ان کے دلوں نے جھٹلایا اور ان کے مطابق عمل سے

انہوں نے سرکشی کی تو ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ﴿٤١﴾ ”وہی دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں

گے۔“ یعنی ہمیشہ ہمیش دوزخ ہی میں رہیں گے۔

تفسیر آیت: 37

شرک اور افتراء کرنے والوں کو ان کے نصیب کا لکھا ملتا ہی رہے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ﴾ ”چنانچہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے؟“

یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی اور ظالم نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے یا اس کی نازل کردہ آیات

کو جھٹلائے۔ محمد بن کعب قرظی آیت کریمہ: ﴿أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمُ نَصِيبُهُمْ مِّنَ الْكِتَابِ﴾ ”یہی لوگ ہیں ان کو ان کے

قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ

اللہ فرمائے گا: تم ان امتوں کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ، جو جنوں اور انسانوں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، جب بھی ایک امت آگ میں

اُمَمٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتَّىٰ اِذَا اَدْرَكُوْا فِيْهَا جَمِيعًا ۚ قَالَتْ اُخْرِيْهُمْ لِاُولٰٓئِهِمْ

داخل ہو گئی تو وہ اپنی بہن (اپنے جیسی دوسری امت) پر لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب اس میں وہ سب اکٹھے ہوں گے تو ان کی دوسری جماعت ان کی

رَبَّنَا هَؤُلَاءِ اَضَلُّوْا فَاْتِيْهِمْ عَذَابًا ۙ ضَعْفًا مِّنَ النَّارِ ۗ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلٰكِنْ لَا

پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، لہذا تو انہیں آگ کا دو گنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا: (تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ اُولٰٓئِهِمْ اِخْرِيْهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فذُقُوْا الْعَذَابَ

میں سے) ہر ایک کے لیے دو گنا (عذاب) ہے، مگر تم نہیں جانتے ﴿٣٨﴾ اور ان کی پہلی جماعت ان کی دوسری جماعت سے کہے گی: تمہیں ہم پر کوئی فضیلت

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٣٩﴾

حاصل نہیں، چنانچہ تم اس کے بدلے میں عذاب (کامزور) چھو جو کچھ تم کماتے رہے تھے ﴿٣٩﴾

نصیب کا لکھا ملتا ہی رہے گا۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عمل، رزق اور عمر ہے۔ ﴿١﴾ ربیع بن انس اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٢﴾

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْكَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكُذْبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۚ مَتَاعٌ فِى الدُّنْيَا ثُمَّ

اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنْفِخُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوْا يَفْكَرُوْنَ ۝ (یونس 70، 69، 10) ”بے شک جو لوگ اللہ پر

جھوٹ باندھتے ہیں، فلاح نہیں پائیں گے (ان کے لیے) جو فائدے ہیں، دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا

ہے، پھر اس وقت ہم ان کو عذاب شدید (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿٤﴾ وَمَنْ كَفَرَ

فَلَا يَحْزَنُكَ كُفْرُكَ ۚ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (لقمن 24، 23، 31) ”اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو کم ناک نہ کر دے، ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر جو کام وہ کیا

کرتے تھے، ہم ان کو بتا دیں گے، بے شک اللہ دلوں کی باتوں سے واقف ہے، ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے۔“

﴿٥﴾ حَتّٰى اِذَا جَاءَهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَقَّوْهُمْ ۝ الآية ”یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)

آئیں گے جو انہیں فوت کریں گے“ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرشتے جب مشرکوں کی جان نکالتے ہیں تو وہ ان

کی موت اور ان کی روجوں کو جہنم کی طرف لے جاتے وقت گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہاں ہیں وہ لوگ

جن کو تم دنیا کی زندگی میں اللہ کا شریک بناتے تھے جنہیں تم پکارتے تھے اور اللہ کے سوا جن کی تم پوجا کیا کرتے تھے؟ اب ان کو

پکارو تاکہ تمہیں اس مشکل سے نجات دلا سکیں تو وہ جواب دیں گے کہ ﴿٦﴾ صَلُّوْا عَلَيْنَا ۚ ”وہ ہم سے غائب ہو گئے۔“ ہمیں

ان کی کوئی خبر نہیں اور نہ اب یہ امید ہے کہ وہ ہمارے کچھ بھی کام آسکیں گے۔ ﴿٧﴾ وَشَهِدُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنْهُمْ كَانُوْا

﴿كَفَرِينَ﴾ ”اور اقرار کریں گے کہ بے شک وہ کافر تھے۔“ یعنی اپنے کفر کا وہ اقرار اور اعتراف کر لیں گے۔

تفسیر آیات: 39, 38 ﴿﴾

جہنمیوں کا باہم جھگڑنا اور لعنت کرنا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ان مشرکوں، اس پر افتراء باندھنے والوں اور اس کی آیات کی تکذیب کرنے والوں سے فرمائے گا: ﴿ادْخُلُوا فِيْ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ﴾ یعنی ان جماعتوں کے ساتھ مل کر جہنم میں داخل ہو جاؤ جو تمہاری طرح کی تھیں اور تمہارے جیسے اعمال کرتی تھیں۔ یہاں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿فِي النَّارِ﴾ ارشاد باری تعالیٰ ﴿فِيْ اُمَمٍ﴾ ”سے بدل ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿فِيْ اُمَمٍ﴾ میں ﴿فِي﴾ بمعنی مَعَ ہو، یعنی تم بھی ان جماعتوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَعْنَتْ اُخْتَهَا﴾ ”جب ایک جماعت (وہاں) جا داخل ہوگی تو اپنی (ذہبی) بہن (اپنے جیسی دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی۔“ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ (العنکبوت 25: 29) ”پھر قیامت کے دن ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِيْنَ اَتَّبَعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اَتَّبَعُوْا وَاَوَّا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ السُّبُبُ﴾ ○ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كُوَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يَرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ط وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾ ○ ﴿الْبَقَرَةُ: 166, 167﴾ ”اس دن (کفر کے) پیشوا اپنے پیروؤں سے بے زاری ظاہر کریں گے اور (دونوں) عذاب (الہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے (یہ حال دیکھ کر) پیروی کرنے والے (حسرت سے) کہیں گے کہ اے کاش! ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہوتا کہ جس طرح یہ ہم سے بے زار ہو رہے ہیں، اسی طرح ہم بھی ان سے بے زار ہوں، اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکل نہیں سکیں گے۔“

﴿حَتٰى اِذَا اَدْرَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا﴾ ”یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل ہو جائیں گے۔“ یعنی سب کے سب اس میں جمع ہو جائیں گے ﴿قَالَتْ اُخْرِلُهُمْ لِاَوْلٰئِهِمْ﴾ ”تو پچھلی جماعت پہلی کے بارے میں کہے گی۔“ یعنی جو داخل ہونے کے اعتبار سے پچھلی ہوگی، یعنی پہلے لوگوں کی اتباع کرنے والے جبکہ پہلے لوگ ان کے متبوع ہوں گے اور وہ ان لوگوں سے جنہوں نے ان کی پیروی کی ہوگی، بڑے مجرم ہوں گے اور وہ ان سے پہلے جہنم میں داخل ہوں گے، ان کی پیروی کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی شکایت کریں گے کہ انہوں نے انہیں سیدھے رستے سے بہکا دیا تھا اور کہیں گے کہ ﴿رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ اَضَلُّوْا فَاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ﴾ ط ”اے ہمارے پروردگار! ان ہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، لہذا تو ان کو آتش جہنم کا دگنا عذاب دے۔“ یعنی انہیں جہنم میں دگنی سزا دے جیسا کہ اللہ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ تَقْلَبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْنُوْنَ يٰلَيْتَنَّا اٰطَعْنَا اللّٰهَ وَاٰطَعْنَا الرَّسُوْلًا﴾ ○ ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اٰطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرٰءَنَا

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتِّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور نہ وہ جنت میں داخل

الْجَنَّةِ حَتَّى يَلْبِجَ الْجَحْلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۖ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُمْ مِّنْ

ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے، اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿٤٠﴾ ان کے لیے جہنم ہی کا پھوپھا ہوگا، اور ان کے

جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۖ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾

اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا، اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿٤١﴾

فَاصْلُوْنَا السَّبِيلَا ۝ رَبَّنَا اٰتِهِمْ ضَعْفَيْنِ مِّنَ الْعَذَابِ ۝ (الأحزاب: 33-66-68) ”جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹائے

جائیں گے کہیں گے: اے کاش! ہم اللہ کی فرمانبرداری کرتے اور رسول (اللہ) کا حکم مانتے۔ اور کہیں گے کہ اے ہمارے

پروردگار! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہم کو (سیدھے) رستے سے گمراہ کر دیا۔ اے

ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے۔“ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ ﴿٤٠﴾ ”اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو دگنا (عذاب دیا جائے

گا۔“ یعنی ہم ایسا ہی کریں گے اور ہر ایک کو اس کے حسب حال سزا دیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ

سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ ﴿٤١﴾ (النحل: 16-88) ”جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے

روکا، ہم ان کو عذاب پر عذاب دیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿٤١﴾ وَلِيَحْمِلْنَ اَثْقَالَهُمْ وَاثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ﴿٤٢﴾ (العنکبوت: 29-13)

”اور یقیناً یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی۔“ اور فرمایا: ﴿٤٢﴾ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِينَ

يُضِلُّوْهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴿٤٣﴾ (النحل: 16-25) ”اور جن کو یہ بلا تحقیق گمراہ کرتے ہیں، ان کے بوجھ بھی (اٹھائیں گے۔“

﴿٤٣﴾ وَقَالَتْ اُولٰٓئِهِمْ لِاٰخِرِهِمْ ﴿٤٤﴾ ”اور ان کی پہلی جماعت ان کی دوسری جماعت سے کہے گی۔“ یعنی متبوع اپنی اتباع

کرنے والوں سے کہیں گے کہ ﴿٤٤﴾ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ﴿٤٥﴾ ”تمہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہ ہوئی۔“ سدی کہتے

ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم بھی گمراہ تھے جس طرح کہ ہم گمراہ تھے۔ ﴿٤٥﴾ فَذَوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٤٦﴾ ”چنانچہ

جو (عمل) تم کیا کرتے تھے، اس کے بدلے میں عذاب (کے مزے) چکھو۔“ اور محشر میں ان کا حال یہ ہوگا: ﴿٤٦﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

لِلَّذِينَ اسْتَغْفَرُوا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَغْفَرُوا

لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ الْاِيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَ اَنَّا نَكْفُرُ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلُ لَهُ اَنْدَادًا ۚ وَاسْرَوْا النَّادِمَةَ لَبَّآ رَاَوْا

الْعَذَابَ ۖ وَجَعَلْنَا الْاَغْلَلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوْا ۖ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سبا: 32-33) ”بڑے

لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ بھلا ہم نے تم کو ہدایت سے جب وہ تمہارے پاس آچکی تھی روکا تھا (نہیں) بلکہ تم ہی گناہ گار

تھے۔ اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے (نہیں) بلکہ (تمہاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم

سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔ اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو (دل میں) ندامت چھپائیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، بس جو عمل وہ کرتے تھے، انہی کا ان کو بدلہ ملے گا۔“

تفسیر آیات: 40، 41

جھٹلانے والوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ﴾ ”ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔“ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آسمان کے دروازوں سے ان کا کوئی نیک عمل یا دعا نہیں اٹھائی جائے گی، یہ مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول ہے، عوفی اور علی بن ابوطحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت کیا ہے۔^(۱) اسی طرح ثوری نے لیث سے، انھوں نے عطاء سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی تقریباً اسی طرح روایت کیا ہے۔^(۲) اور دوسرا قول ہے کہ اس سے یہ مراد ہے ان کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اسے ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور سدی اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔^(۳) اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام ابن جریر نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاجر کی روح کے قبض کیے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے: [فَيَصْعَدُونَ بِهَا، فَلَا يَمْرُونَ عَلَى مَالٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا: مَا هَذَا الرُّوحُ الْخَبِيثُ؟ فَيَقُولُونَ: فَلَانٌ بِأَقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانَ يُدْعَى بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتَّى يَنْتَهُوا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَيَسْتَفْتِحُونَ لَهُ فَلَا يَفْتَحُ لَهُ] ”موت کے فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں اور فرشتے جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ جماعت کہتی ہے کہ کس قدر خبیث ہے یہ روح! فرشتے انھیں بتاتے ہیں کہ یہ فلاں انسان کی روح ہے اور وہ اس کا وہ بدترین نام لیتے ہیں جس کے ساتھ اسے دنیا میں بلایا جاتا تھا حتیٰ کہ فرشتے اس کی روح کو لے کر آسمان تک پہنچ جاتے ہیں، وہ آسمان (کے دروازے) کو کھلواتے ہیں مگر اس کے لیے آسمان (کے دروازے) کو نہیں کھولا جاتا، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمانے کے بعد اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ ”نہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں نہ گھس جائے۔“^(۴) یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔^(۵) ابن جریج نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ان کے اعمال اور ان کی روحوں کے لیے آسمان کے

(۱) تفسیر الطبری: 231/8. (۲) تفسیر الطبری: 231/8. (۳) تفسیر الطبری: 232/8. (۴) تفسیر الطبری: 230/8.

سنن أبی داود، السنّة، باب المسألة فی القبر، حدیث: 4753 لیکن یہاں مذکورہ کیفیت کا ذکر نہیں ہے۔ و سنن النسائی، الجنائز، باب الوقوف للجنائز، حدیث: 2003 مختصراً جداً. والسنن الکبری للنسائی، التفسیر: 443/6، حدیث: 11442 و سنن ابن ماجہ، الجنائز، باب ما جاء فی الجلوس فی المقابر، حدیث: 1548 مختصراً جداً. والزهد، باب ذکر الموت والاستعداد له، حدیث: 4262 مطوّلاً عن أبی هريرة ؓ. مزید دیکھیے مسند أحمد: 287/4 والمستدرک للحاکم: 37/1.

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے تو ہم کسی شخص کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، وہی لوگ جنت والے ہیں، وہ

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ

اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿٤٢﴾ اور ان کے دلوں میں جو کینہ ہوگا وہ ہم نکال پھینکیں گے، ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ کہیں گے: سب

الْأَنْهَارِ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا ۚ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَدَانَا

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہ سیدھی راہ دکھائی اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی تو ہم ہرگز ایسے نہ تھے

اللَّهُ ۚ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَن تَبْلُغُوا الْجَنَّةَ ۚ أَوْرَثْتُمُوهَا بِمَا

کہ ہدایت پاتے، بلاشبہ ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہ ہے وہ جنت جس کے تم ان اعمال

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

کے بدلے وارث بنائے گئے ہو جو تم کرتے تھے ﴿٤٣﴾

دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ ﴿١﴾ اس تفسیر کے مطابق دونوں قولوں میں تطبیق ہے۔ واللہ اعلم۔

اور فرمان الہی: ﴿وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ اور وہ بہشت میں داخل نہیں

ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں نہ گھس جائے۔ ﴿الْجَمَلُ﴾ کی تفسیر میں ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد

اونٹ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اونٹ ہے جو اونٹنی کا بچہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے جو اونٹنی کا زہر ہوتا

ہے۔ ﴿٢﴾ مجاہد اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اس کی قراءت اس طرح کیا کرتے تھے کہ

[حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ] اس قراءت کے مطابق جَمَل کے جیم پر ضمہ اور میم پر تشدید ہے، یعنی حتیٰ کہ موٹا رسا

سوئی کے ناکے سے نہ نکل جائے۔ ﴿٣﴾

﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ﴾ ”ان کے لیے (نیچے) پچھونا بھی (آتش) جہنم کا ہوگا۔“ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ

﴿مِهَادٌ﴾ سے مراد پچھونا ہے۔ ﴿وَمِنْ فَوْقِهِمْ عُشَاهٌ﴾ ”اور ان کے اوپر سے اوڑھنا بھی (اسی کا)۔“ یعنی لحاف بھی

آتش جہنم کا ہوگا، ﴿٤﴾ ضحاک بن مزاحم اور سُدّی کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٥﴾ ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِيْنَ﴾ ﴿٦﴾ ”اور ظالموں

کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔“

تفسیر آیات: 43، 42

نیک لوگوں کا حال اور حسن انجام: اللہ تعالیٰ نے جب بد بخت لوگوں کا ذکر کیا تو اب ان کے بعد سعادت مند لوگوں کا ذکر

کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔“ یعنی

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 231/8. ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 234/8. ﴿٣﴾ تفسیر الطبری: 236/8. ﴿٤﴾ تفسیر الطبری: 239/8. ﴿٥﴾

تفسیر الطبری: 239/8.

جن کے دل ایمان لے آئے اور انھوں نے اپنے اعضاء کے ساتھ نیک عمل کیے تو یہ لوگ ان کے برعکس ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر اور انکار کیا۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرما دیا ہے کہ ایمان اور اس کے مطابق عمل بہت آسان ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ذُو لَيْكٍ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ① ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَيْظٍ﴾ ② ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے (اور) ہم (عملوں کے لیے) کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دیتے ہی نہیں، ایسے ہی لوگ اہل بہشت ہیں (کہ) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو کہنے ان کے سینوں میں ہوں گے ہم سب نکال ڈالیں گے۔“ یعنی ان کے سینوں کو حسد اور بغض سے پاک کر دیں گے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ حُسْبُوا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُونَ مَطَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا نَقُّوا وَهَضَبُوا أُذُنَ لَهُمْ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ، فَإِلَى نَفْسٍ مُحَمَّدٍ (ﷺ) بِيَدِهِ! لَأَحْذَهُمْ بِمَسْكِنِهِ فِي الْجَنَّةِ أَذْلَ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا] ”جب مومن دوزخ سے نجات پا جائیں گے تو انھیں دوزخ اور بہشت کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا تو وہ آپس میں ان زیادتیوں کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں انھوں نے ایک دوسرے پر کی تھیں یہاں تک کہ جب انھیں پاک صاف کر دیا جائے گا تو پھر جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی، اس ذات کی قسم جس کے دست مبارک میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! جنتی اپنے جنت کے گھر کو دنیا کے گھر سے کہیں زیادہ پہچانتا ہوگا۔“ ③

سدی اس آیت: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَيْظٍ تَجْعِدُنِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اہل جنت کو جب جنت کی طرف لے جایا جائے گا تو وہ جنت کے دروازے پر ایک ایسا درخت پائیں گے جس کے تنے کے پاس دو چشمے ہوں گے، وہ ان میں سے ایک چشمے کا پانی پیئیں گے تو اس سے ان کے سینوں کا تمام کینہ جاتا رہے گا اور یہی شراب ظہور ہے اور دوسرے چشمے کے پانی سے وہ غسل فرمائیں گے تو اس سے ان کے چہروں پر راحت کی تازگی پھیل جائے گی تو اس کے بعد کبھی بھی ان کے چہروں پر کسی قسم کا کوئی میل کچیل نظر نہ آئے گا۔ ④

امام نسائی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے۔ اور یہ الفاظ نسائی کی روایت کے مطابق ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ (يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)، يَقُولُ: لَوْ (لَا) أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي، فَيَكُونُ لَهُ شُكْرًا، وَكُلُّ أَهْلِ النَّارِ (يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ) يَقُولُ: لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي (الزمر: 57-39)، لَيَكُونُ عَلَيْهِ حَسْرَةٌ] ”ہر جنتی جہنم کے اپنے ٹھکانے کو بھی دیکھے گا اور کہے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا نہ فرمائی ہوتی (تو میرا یہ ٹھکانا ہوتا) اس طرح اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا موقع ملے گا، اسی طرح ہر جہنمی جنت کے اپنے مقام کو بھی دیکھے گا اور

① صحیح البخاری، المظالم، باب قصاص المظالم، حدیث: 2440. ② تفسیر الطبری: 241/8.

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنِ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ

اور جنت والے دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے کہ بے شک ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچا پایا، تو کیا تم

وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَإِنَّ مُؤَذِّنًا بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ

نے بھی وہ وعدہ سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ (دوزخی) کہیں گے: ہاں۔ پھر ایک اعلان کرنے والا ان میں اعلان کرے

عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۖ وَهُمْ

گا کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے ﴿۴۴﴾ جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے، اور اس میں ٹیڑھ ڈھونڈتے تھے، اور وہ آخرت

بِالْآخِرَةِ كَفِرُونَ ﴿٤٥﴾

کا انکار کرنے والے تھے (45)

کہے گا کہ اگر اللہ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہوتی (تو آج میں اس مقام پر ہوتا) اس طرح یہ اس کے لیے موجب حسرت و ندامت ہوگا۔^(۱) اس لیے جنتیوں کو جب جنت کے وہ سب مقامات بھی عطا کر دیے جائیں گے جو جہنمیوں کے حصے کے تھے تو اس روز منادی کر دی جائے گی کہ تم ان اعمال کے صلے میں جو دنیا میں کرتے تھے، اس بہشت کے مالک بنا دیے گئے ہو، یعنی اپنے اعمال کے سبب تم اللہ کی رحمت کے مستحق قرار پا کر جنت میں داخل ہو گئے ہو اور اپنے اعمال کے مطابق تم جنت کے درجات پر فائز ہو۔

آیت کریمہ کی اس تفسیر کی تائید صحیحین کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [وَأَعْلَمُوا أَنَّ لَنْ يَدْخُلَ أَحَدُكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ]، [قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَّعَمِدَنِي اللَّهُ (بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ)] ”اور تم جان لو! تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کر سکے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کا عمل بھی نہیں؟ فرمایا: میرا عمل بھی نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے فضل کے ساتھ مجھے ڈھانپ لے۔“ (۲)

تفسیر آیات: 44, 45

اہل دوزخ کی حسرتیں: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ دوزخی جب اپنے اپنے ٹھکانے پر چلے جائیں گے تو جنتی زجر و توبخ کے طور پر انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ اِنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ ﴾

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب: 310، 447/6، حدیث: 11454 اور قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 512/2 میں

ہیں۔ مزید دیکھیے [لَا يَدْخُلُ أَحَدُ الْجَنَّةِ إِلَّا أَرَىٰ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لَوْ أَسَاءَ لِيَزِدَادَ شُكْرًا.....] صحیح البخاری، الرقاق، باب

صفة الجنة والنار، حديث: 6569. (٢) يلاحظه صحيح البخارى، الرقاق، باب القصد المداومة على العمل، حديث:

6464 عن عائشة رضي الله عنها، اور ورم احمد صحيح البخارى، المرض، باب تمنى المريض الموت، حديث: 5673 جبکہ قوسین

والفاظ صحيح مسلم، صفات المنافقين.....، باب لن يدخل أحد الجنة بعمله.....، حديث: (71)-2816 عن أبي

ہریرۃ ؓ کے مطابق ہیں۔

حَقًّا” بے شک جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا ہم نے تو اسے سچا پایا، بھلا جو وعدہ تمہارے پروردگار نے تم سے کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟“ اس آیت کریمہ میں ﴿اَنْ﴾ قَالُوا لَھُمْ مَقْدَرٌ کِی تفسیر کے لیے ہے اور ﴿قَدْ﴾ تحقیق کے لیے ہے، یعنی جنتی جنہیوں کو کہیں گے کہ جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا اسے سچا پایا..... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ صُفّت میں اس شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے جس کا ہم نشین جہنم میں ہوگا: ﴿فَاَطْلَعَ فَرَاہُ فِی سَوَاءِ الْجَحِیْمِ ۝ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ کِدْتُ لَأَتْرَدِیْنَ ۝ وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِّیْنَ ۝ اَفَمَا نَحْنُ بِمَبْتَلٰیْنَ ۝ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُولٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَدِّیْنَ ۝﴾ (الصُّفّت 37: 55-59) ”(اتنے میں) وہ (خود) جھانکے گا تو اس کو وسط دوزخ میں دیکھے گا، کہے گا کہ اللہ کی قسم! تو تو مجھے ہلاک ہی کر چکا تھا اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے ہوئے ہیں کیا (یہ نہیں کہ) ہم (آئندہ کبھی) مریں گے نہیں؟ ہاں! (جو) پہلی بار مرنا (تھا سو مر چکے) اور ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا۔“ یعنی وہ اس کی اس بات کی تردید کرے گا جسے وہ دنیا میں کہا کرتا تھا اور اسے بتائے گا کہ وہ اپنی انھی باتوں کی وجہ سے آج جہنم میں ہے، اسی طرح فرشتے بھی انہیں ملامت کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿هٰذِہِ النَّارُ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِہَا تُکَذِّبُوْنَ ۝ اَفِیْضَرُّ هٰذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْہَا فَاَصْبِرُوْا ۚ اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَاءٌ عَلَیْکُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الطور 14-16) ”یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے تو کیا یہ جادو ہے؟ یا تم کو نظر ہی نہیں آتا؟ اس میں داخل ہو جاؤ اور صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیے یکساں ہے یقیناً جو کام تم کیا کرتے تھے (یہ) ان ہی کام کو بدلہ مل رہا ہے۔“

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی جنگ بدر کے دن کنویں میں گرے ہوئے مقتول کفار قریش کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا تھا: [يَا اَبَا جَہْلُ بْنُ هِشَامٍ!..... يَا عَتْبَةُ بْنُ رَبِیعَةَ! وَيَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِیعَةَ! - وَسَتٰی رُؤُوسُهُمْ - هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّیْ وَجَدْتِیْ رَبِّیْ حَقًّا (قَالَ عُمَرُ) يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَتُنَادِیْ قَوْمًا قَدْ جَافَوْا؟ قَالَ: (وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیْدِهِ!) مَا اَنْتُمْ بِاسْمَعِ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَّجِیْبُوْا] ”اے ابو جہل بن ہشام!..... اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! بھلا جو وعدہ تمہارے پروردگار نے تم سے کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ میرے پروردگار نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا میں نے تو اسے سچا پایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! وہ کیسے سنتے ہیں اور کیسے جواب دیں گے وہ تو مردہ لاشے ہیں؟ فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست مبارک میں میری جان ہے! میں ان سے جوابات کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔“ ﴿۱﴾

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَاِذَا كَانَ مُوَدِّعٌۢ بِیْنَهُمْ﴾ ”(تو اس وقت) ان میں ایک پکارنے والا پکارے گا۔“ یعنی ایک معلوم

① صحیح البخاری، المغازی، باب قتل ابی جہل، حدیث: 3976 وصحیح مسلم، الجنة و نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار علیہ.....، حدیث: 2874 والسنن الکبریٰ للسنائی، الجنائز و تمنی الموت، باب ارواح المؤمنین: 665/1، حدیث: 2202. ۱. ۲. ۳. ۴. ۵. ۶. ۷. ۸. ۹. ۱۰. ۱۱. ۱۲. ۱۳. ۱۴. ۱۵. ۱۶. ۱۷. ۱۸. ۱۹. ۲۰. ۲۱. ۲۲. ۲۳. ۲۴. ۲۵. ۲۶. ۲۷. ۲۸. ۲۹. ۳۰. ۳۱. ۳۲. ۳۳. ۳۴. ۳۵. ۳۶. ۳۷. ۳۸. ۳۹. ۴۰. ۴۱. ۴۲. ۴۳. ۴۴. ۴۵. ۴۶. ۴۷. ۴۸. ۴۹. ۵۰. ۵۱. ۵۲. ۵۳. ۵۴. ۵۵. ۵۶. ۵۷. ۵۸. ۵۹. ۶۰. ۶۱. ۶۲. ۶۳. ۶۴. ۶۵. ۶۶. ۶۷. ۶۸. ۶۹. ۷۰. ۷۱. ۷۲. ۷۳. ۷۴. ۷۵. ۷۶. ۷۷. ۷۸. ۷۹. ۸۰. ۸۱. ۸۲. ۸۳. ۸۴. ۸۵. ۸۶. ۸۷. ۸۸. ۸۹. ۹۰. ۹۱. ۹۲. ۹۳. ۹۴. ۹۵. ۹۶. ۹۷. ۹۸. ۹۹. ۱۰۰. ۱۰۱. ۱۰۲. ۱۰۳. ۱۰۴. ۱۰۵. ۱۰۶. ۱۰۷. ۱۰۸. ۱۰۹. ۱۱۰. ۱۱۱. ۱۱۲. ۱۱۳. ۱۱۴. ۱۱۵. ۱۱۶. ۱۱۷. ۱۱۸. ۱۱۹. ۱۲۰. ۱۲۱. ۱۲۲. ۱۲۳. ۱۲۴. ۱۲۵. ۱۲۶. ۱۲۷. ۱۲۸. ۱۲۹. ۱۳۰. ۱۳۱. ۱۳۲. ۱۳۳. ۱۳۴. ۱۳۵. ۱۳۶. ۱۳۷. ۱۳۸. ۱۳۹. ۱۴۰. ۱۴۱. ۱۴۲. ۱۴۳. ۱۴۴. ۱۴۵. ۱۴۶. ۱۴۷. ۱۴۸. ۱۴۹. ۱۵۰. ۱۵۱. ۱۵۲. ۱۵۳. ۱۵۴. ۱۵۵. ۱۵۶. ۱۵۷. ۱۵۸. ۱۵۹. ۱۶۰. ۱۶۱. ۱۶۲. ۱۶۳. ۱۶۴. ۱۶۵. ۱۶۶. ۱۶۷. ۱۶۸. ۱۶۹. ۱۷۰. ۱۷۱. ۱۷۲. ۱۷۳. ۱۷۴. ۱۷۵. ۱۷۶. ۱۷۷. ۱۷۸. ۱۷۹. ۱۸۰. ۱۸۱. ۱۸۲. ۱۸۳. ۱۸۴. ۱۸۵. ۱۸۶. ۱۸۷. ۱۸۸. ۱۸۹. ۱۹۰. ۱۹۱. ۱۹۲. ۱۹۳. ۱۹۴. ۱۹۵. ۱۹۶. ۱۹۷. ۱۹۸. ۱۹۹. ۲۰۰. ۲۰۱. ۲۰۲. ۲۰۳. ۲۰۴. ۲۰۵. ۲۰۶. ۲۰۷. ۲۰۸. ۲۰۹. ۲۱۰. ۲۱۱. ۲۱۲. ۲۱۳. ۲۱۴. ۲۱۵. ۲۱۶. ۲۱۷. ۲۱۸. ۲۱۹. ۲۲۰. ۲۲۱. ۲۲۲. ۲۲۳. ۲۲۴. ۲۲۵. ۲۲۶. ۲۲۷. ۲۲۸. ۲۲۹. ۲۳۰. ۲۳۱. ۲۳۲. ۲۳۳. ۲۳۴. ۲۳۵. ۲۳۶. ۲۳۷. ۲۳۸. ۲۳۹. ۲۴۰. ۲۴۱. ۲۴۲. ۲۴۳. ۲۴۴. ۲۴۵. ۲۴۶. ۲۴۷. ۲۴۸. ۲۴۹. ۲۵۰. ۲۵۱. ۲۵۲. ۲۵۳. ۲۵۴. ۲۵۵. ۲۵۶. ۲۵۷. ۲۵۸. ۲۵۹. ۲۶۰. ۲۶۱. ۲۶۲. ۲۶۳. ۲۶۴. ۲۶۵. ۲۶۶. ۲۶۷. ۲۶۸. ۲۶۹. ۲۷۰. ۲۷۱. ۲۷۲. ۲۷۳. ۲۷۴. ۲۷۵. ۲۷۶. ۲۷۷. ۲۷۸. ۲۷۹. ۲۸۰. ۲۸۱. ۲۸۲. ۲۸۳. ۲۸۴. ۲۸۵. ۲۸۶. ۲۸۷. ۲۸۸. ۲۸۹. ۲۹۰. ۲۹۱. ۲۹۲. ۲۹۳. ۲۹۴. ۲۹۵. ۲۹۶. ۲۹۷. ۲۹۸. ۲۹۹. ۳۰۰. ۳۰۱. ۳۰۲. ۳۰۳. ۳۰۴. ۳۰۵. ۳۰۶. ۳۰۷. ۳۰۸. ۳۰۹. ۳۱۰. ۳۱۱. ۳۱۲. ۳۱۳. ۳۱۴. ۳۱۵. ۳۱۶. ۳۱۷. ۳۱۸. ۳۱۹. ۳۲۰. ۳۲۱. ۳۲۲. ۳۲۳. ۳۲۴. ۳۲۵. ۳۲۶. ۳۲۷. ۳۲۸. ۳۲۹. ۳۳۰. ۳۳۱. ۳۳۲. ۳۳۳. ۳۳۴. ۳۳۵. ۳۳۶. ۳۳۷. ۳۳۸. ۳۳۹. ۳۴۰. ۳۴۱. ۳۴۲. ۳۴۳. ۳۴۴. ۳۴۵. ۳۴۶. ۳۴۷. ۳۴۸. ۳۴۹. ۳۵۰. ۳۵۱. ۳۵۲. ۳۵۳. ۳۵۴. ۳۵۵. ۳۵۶. ۳۵۷. ۳۵۸. ۳۵۹. ۳۶۰. ۳۶۱. ۳۶۲. ۳۶۳. ۳۶۴. ۳۶۵. ۳۶۶. ۳۶۷. ۳۶۸. ۳۶۹. ۳۷۰. ۳۷۱. ۳۷۲. ۳۷۳. ۳۷۴. ۳۷۵. ۳۷۶. ۳۷۷. ۳۷۸. ۳۷۹. ۳۸۰. ۳۸۱. ۳۸۲. ۳۸۳. ۳۸۴. ۳۸۵. ۳۸۶. ۳۸۷. ۳۸۸. ۳۸۹. ۳۹۰. ۳۹۱. ۳۹۲. ۳۹۳. ۳۹۴. ۳۹۵. ۳۹۶. ۳۹۷. ۳۹۸. ۳۹۹. ۴۰۰. ۴۰۱. ۴۰۲. ۴۰۳. ۴۰۴. ۴۰۵. ۴۰۶. ۴۰۷. ۴۰۸. ۴۰۹. ۴۱۰. ۴۱۱. ۴۱۲. ۴۱۳. ۴۱۴. ۴۱۵. ۴۱۶. ۴۱۷. ۴۱۸. ۴۱۹. ۴۲۰. ۴۲۱. ۴۲۲. ۴۲۳. ۴۲۴. ۴۲۵. ۴۲۶. ۴۲۷. ۴۲۸. ۴۲۹. ۴۳۰. ۴۳۱. ۴۳۲. ۴۳۳. ۴۳۴. ۴۳۵. ۴۳۶. ۴۳۷. ۴۳۸. ۴۳۹. ۴۴۰. ۴۴۱. ۴۴۲. ۴۴۳. ۴۴۴. ۴۴۵. ۴۴۶. ۴۴۷. ۴۴۸. ۴۴۹. ۴۵۰. ۴۵۱. ۴۵۲. ۴۵۳. ۴۵۴. ۴۵۵. ۴۵۶. ۴۵۷. ۴۵۸. ۴۵۹. ۴۶۰. ۴۶۱. ۴۶۲. ۴۶۳. ۴۶۴. ۴۶۵. ۴۶۶. ۴۶۷. ۴۶۸. ۴۶۹. ۴۷۰. ۴۷۱. ۴۷۲. ۴۷۳. ۴۷۴. ۴۷۵. ۴۷۶. ۴۷۷. ۴۷۸. ۴۷۹. ۴۸۰. ۴۸۱. ۴۸۲. ۴۸۳. ۴۸۴. ۴۸۵. ۴۸۶. ۴۸۷. ۴۸۸. ۴۸۹. ۴۹۰. ۴۹۱. ۴۹۲. ۴۹۳. ۴۹۴. ۴۹۵. ۴۹۶. ۴۹۷. ۴۹۸. ۴۹۹. ۵۰۰. ۵۰۱. ۵۰۲. ۵۰۳. ۵۰۴. ۵۰۵. ۵۰۶. ۵۰۷. ۵۰۸. ۵۰۹. ۵۱۰. ۵۱۱. ۵۱۲. ۵۱۳. ۵۱۴. ۵۱۵. ۵۱۶. ۵۱۷. ۵۱۸. ۵۱۹. ۵۲۰. ۵۲۱. ۵۲۲. ۵۲۳. ۵۲۴. ۵۲۵. ۵۲۶. ۵۲۷. ۵۲۸. ۵۲۹. ۵۳۰. ۵۳۱. ۵۳۲. ۵۳۳. ۵۳۴. ۵۳۵. ۵۳۶. ۵۳۷. ۵۳۸. ۵۳۹. ۵۴۰. ۵۴۱. ۵۴۲. ۵۴۳. ۵۴۴. ۵۴۵. ۵۴۶. ۵۴۷. ۵۴۸. ۵۴۹. ۵۵۰. ۵۵۱. ۵۵۲. ۵۵۳. ۵۵۴. ۵۵۵. ۵۵۶. ۵۵۷. ۵۵۸. ۵۵۹. ۵۶۰. ۵۶۱. ۵۶۲. ۵۶۳. ۵۶۴. ۵۶۵. ۵۶۶. ۵۶۷. ۵۶۸. ۵۶۹. ۵۷۰. ۵۷۱. ۵۷۲. ۵۷۳. ۵۷۴. ۵۷۵. ۵۷۶. ۵۷۷. ۵۷۸. ۵۷۹. ۵۸۰. ۵۸۱. ۵۸۲. ۵۸۳. ۵۸۴. ۵۸۵. ۵۸۶. ۵۸۷. ۵۸۸. ۵۸۹. ۵۹۰. ۵۹۱. ۵۹۲. ۵۹۳. ۵۹۴. ۵۹۵. ۵۹۶. ۵۹۷. ۵۹۸. ۵۹۹. ۶۰۰. ۶۰۱. ۶۰۲. ۶۰۳. ۶۰۴. ۶۰۵. ۶۰۶. ۶۰۷. ۶۰۸. ۶۰۹. ۶۱۰. ۶۱۱. ۶۱۲. ۶۱۳. ۶۱۴. ۶۱۵. ۶۱۶. ۶۱۷. ۶۱۸. ۶۱۹. ۶۲۰. ۶۲۱. ۶۲۲. ۶۲۳. ۶۲۴. ۶۲۵. ۶۲۶. ۶۲۷. ۶۲۸. ۶۲۹. ۶۳۰. ۶۳۱. ۶۳۲. ۶۳۳. ۶۳۴. ۶۳۵. ۶۳۶. ۶۳۷. ۶۳۸. ۶۳۹. ۶۴۰. ۶۴۱. ۶۴۲. ۶۴۳. ۶۴۴. ۶۴۵. ۶۴۶. ۶۴۷. ۶۴۸. ۶۴۹. ۶۵۰. ۶۵۱. ۶۵۲. ۶۵۳. ۶۵۴. ۶۵۵. ۶۵۶. ۶۵۷. ۶۵۸. ۶۵۹. ۶۶۰. ۶۶۱. ۶۶۲. ۶۶۳. ۶۶۴. ۶۶۵. ۶۶۶. ۶۶۷. ۶۶۸. ۶۶۹. ۶۷۰. ۶۷۱. ۶۷۲. ۶۷۳. ۶۷۴. ۶۷۵. ۶۷۶. ۶۷۷. ۶۷۸. ۶۷۹. ۶۸۰. ۶۸۱. ۶۸۲. ۶۸۳. ۶۸۴. ۶۸۵. ۶۸۶. ۶۸۷. ۶۸۸. ۶۸۹. ۶۹۰. ۶۹۱. ۶۹۲. ۶۹۳. ۶۹۴. ۶۹۵. ۶۹۶. ۶۹۷. ۶۹۸. ۶۹۹. ۷۰۰. ۷۰۱. ۷۰۲. ۷۰۳. ۷۰۴. ۷۰۵. ۷۰۶. ۷۰۷. ۷۰۸. ۷۰۹. ۷۱۰. ۷۱۱. ۷۱۲. ۷۱۳. ۷۱۴. ۷۱۵. ۷۱۶. ۷۱۷. ۷۱۸. ۷۱۹. ۷۲۰. ۷۲۱. ۷۲۲. ۷۲۳. ۷۲۴. ۷۲۵. ۷۲۶. ۷۲۷. ۷۲۸. ۷۲۹. ۷۳۰. ۷۳۱. ۷۳۲. ۷۳۳. ۷۳۴. ۷۳۵. ۷۳۶. ۷۳۷. ۷۳۸. ۷۳۹. ۷۴۰. ۷۴۱. ۷۴۲. ۷۴۳. ۷۴۴. ۷۴۵. ۷۴۶. ۷۴۷. ۷۴۸. ۷۴۹. ۷۵۰. ۷۵۱. ۷۵۲. ۷۵۳. ۷۵۴. ۷۵۵. ۷۵۶. ۷۵۷. ۷۵۸. ۷۵۹. ۷۶۰. ۷۶۱. ۷۶۲. ۷۶۳. ۷۶۴. ۷۶۵. ۷۶۶. ۷۶۷. ۷۶۸. ۷۶۹. ۷۷۰. ۷۷۱. ۷۷۲. ۷۷۳. ۷۷۴. ۷۷۵. ۷۷۶. ۷۷۷. ۷۷۸. ۷۷۹. ۷۸۰. ۷۸۱. ۷۸۲. ۷۸۳. ۷۸۴. ۷۸۵. ۷۸۶. ۷۸۷. ۷۸۸. ۷۸۹. ۷۹۰. ۷۹۱. ۷۹۲. ۷۹۳. ۷۹۴. ۷۹۵. ۷۹۶. ۷۹۷. ۷۹۸. ۷۹۹. ۸۰۰. ۸۰۱. ۸۰۲. ۸۰۳. ۸۰۴. ۸۰۵. ۸۰۶. ۸۰۷. ۸۰۸. ۸۰۹. ۸۱۰. ۸۱۱. ۸۱۲. ۸۱۳. ۸۱۴. ۸۱۵. ۸۱۶. ۸۱۷. ۸۱۸. ۸۱۹. ۸۲۰. ۸۲۱. ۸۲۲. ۸۲۳. ۸۲۴. ۸۲۵. ۸۲۶. ۸۲۷. ۸۲۸. ۸۲۹. ۸۳۰. ۸۳۱. ۸۳۲. ۸۳۳. ۸۳۴. ۸۳۵. ۸۳۶. ۸۳۷. ۸۳۸. ۸۳۹. ۸۴۰. ۸۴۱. ۸۴۲. ۸۴۳. ۸۴۴. ۸۴۵. ۸۴۶. ۸۴۷. ۸۴۸. ۸۴۹. ۸۵۰. ۸۵۱. ۸۵۲. ۸۵۳. ۸۵۴. ۸۵۵. ۸۵۶. ۸۵۷. ۸۵۸. ۸۵۹. ۸۶۰. ۸۶۱. ۸۶۲. ۸۶۳. ۸۶۴. ۸۶۵. ۸۶۶. ۸۶۷. ۸۶۸. ۸۶۹. ۸۷۰. ۸۷۱. ۸۷۲. ۸۷۳. ۸۷۴. ۸۷۵. ۸۷۶. ۸۷۷. ۸۷۸. ۸۷۹. ۸۸۰. ۸۸۱. ۸۸۲. ۸۸۳. ۸۸۴. ۸۸۵. ۸۸۶. ۸۸۷. ۸۸۸. ۸۸۹. ۸۹۰. ۸۹۱. ۸۹۲. ۸۹۳. ۸۹۴. ۸۹۵. ۸۹۶. ۸۹۷. ۸۹۸. ۸۹۹. ۹۰۰. ۹۰۱. ۹۰۲. ۹۰۳. ۹۰۴. ۹۰۵. ۹۰۶. ۹۰۷. ۹۰۸. ۹۰۹. ۹۱۰. ۹۱۱. ۹۱۲. ۹۱۳. ۹۱۴. ۹۱۵. ۹۱۶. ۹۱۷. ۹۱۸. ۹۱۹. ۹۲۰. ۹۲۱. ۹۲۲. ۹۲۳. ۹۲۴. ۹۲۵. ۹۲۶. ۹۲۷. ۹۲۸. ۹۲۹. ۹۳۰. ۹۳۱. ۹۳۲. ۹۳۳. ۹۳۴. ۹۳۵. ۹۳۶. ۹۳۷. ۹۳۸. ۹۳۹. ۹۴۰. ۹۴۱. ۹۴۲. ۹۴۳. ۹۴۴. ۹۴۵. ۹۴۶. ۹۴۷. ۹۴۸. ۹۴۹. ۹۵۰. ۹۵۱. ۹۵۲. ۹۵۳. ۹۵۴. ۹۵۵. ۹۵۶. ۹۵۷. ۹۵۸. ۹۵۹. ۹۶۰. ۹۶۱. ۹۶۲. ۹۶۳. ۹۶۴. ۹۶۵. ۹۶۶. ۹۶۷. ۹۶۸. ۹۶۹. ۹۷۰. ۹۷۱. ۹۷۲. ۹۷۳. ۹۷۴. ۹۷۵. ۹۷۶. ۹۷۷. ۹۷۸. ۹۷۹. ۹۸۰. ۹۸۱. ۹۸۲. ۹۸۳. ۹۸۴. ۹۸۵. ۹۸۶. ۹۸۷. ۹۸۸. ۹۸۹. ۹۹۰. ۹۹۱. ۹۹۲. ۹۹۳. ۹۹۴. ۹۹۵. ۹۹۶. ۹۹۷. ۹۹۸. ۹۹۹. ۱۰۰۰. ۱۰۰۱. ۱۰۰۲. ۱۰۰۳. ۱۰۰۴. ۱۰۰۵. ۱۰۰۶. ۱۰۰۷. ۱۰۰۸. ۱۰۰۹. ۱۰۱۰. ۱۰۱۱. ۱۰۱۲. ۱۰۱۳. ۱۰۱۴. ۱۰۱۵. ۱۰۱۶. ۱۰۱۷. ۱۰۱۸. ۱۰۱۹. ۱۰۲۰. ۱۰۲۱. ۱۰۲۲. ۱۰۲۳. ۱۰۲۴. ۱۰۲۵. ۱۰۲۶. ۱۰۲۷. ۱۰۲۸. ۱۰۲۹. ۱۰۳۰. ۱۰۳۱. ۱۰۳۲. ۱۰۳۳. ۱۰۳۴. ۱۰۳۵. ۱۰۳۶. ۱۰۳۷. ۱۰۳۸. ۱۰۳۹. ۱۰۴۰. ۱۰۴۱. ۱۰۴۲. ۱۰۴۳. ۱۰۴۴. ۱۰۴۵. ۱۰۴۶. ۱۰۴۷. ۱۰۴۸. ۱۰۴۹. ۱۰۵۰. ۱۰۵۱. ۱۰۵۲. ۱۰۵۳. ۱۰۵۴. ۱۰۵۵. ۱۰۵۶. ۱۰۵۷. ۱۰۵۸. ۱۰۵۹. ۱۰۶۰. ۱۰۶۱. ۱۰۶۲. ۱۰۶۳. ۱۰۶۴. ۱۰۶۵. ۱۰۶۶. ۱۰۶۷. ۱۰۶۸. ۱۰۶۹. ۱۰۷۰. ۱۰۷۱. ۱۰۷۲. ۱۰۷۳. ۱۰۷۴. ۱۰۷۵. ۱۰۷۶. ۱۰۷۷. ۱۰۷۸. ۱۰۷۹. ۱۰۸۰. ۱۰۸۱. ۱۰۸۲. ۱۰۸۳. ۱۰۸۴. ۱۰۸۵. ۱۰۸۶. ۱۰۸۷. ۱۰۸۸. ۱۰۸۹. ۱۰۹۰. ۱۰۹۱. ۱۰۹۲. ۱۰۹۳. ۱۰۹۴. ۱۰۹۵. ۱۰۹۶. ۱۰۹۷. ۱۰۹۸. ۱۰۹۹. ۱۱۰۰. ۱۱۰۱. ۱۱۰۲. ۱۱۰۳. ۱۱۰۴. ۱۱۰۵. ۱۱۰۶. ۱۱۰۷. ۱۱۰۸. ۱۱۰۹. ۱۱۱۰. ۱۱۱۱. ۱۱۱۲. ۱۱۱۳. ۱۱۱۴. ۱۱۱۵. ۱۱۱۶. ۱۱۱۷. ۱۱۱۸. ۱۱۱۹. ۱۱۲۰. ۱۱۲۱. ۱۱۲۲. ۱۱۲۳. ۱۱۲۴. ۱۱۲۵. ۱۱۲۶. ۱۱۲۷. ۱۱۲۸. ۱۱۲۹. ۱۱۳۰. ۱۱۳۱. ۱۱۳۲. ۱۱۳۳. ۱۱۳۴. ۱۱۳۵. ۱۱۳۶. ۱۱۳۷. ۱۱۳۸. ۱۱۳۹. ۱۱۴۰. ۱۱۴۱. ۱۱۴۲. ۱۱۴۳. ۱۱۴۴. ۱۱۴۵. ۱۱۴۶. ۱۱۴۷. ۱۱۴۸. ۱۱۴۹. ۱۱۵۰. ۱۱۵۱. ۱۱۵۲. ۱۱۵۳. ۱۱۵۴. ۱۱۵۵. ۱۱۵۶. ۱۱۵۷. ۱۱۵۸. ۱۱۵۹. ۱۱۶۰. ۱۱۶۱. ۱۱۶۲. ۱۱۶۳. ۱۱۶۴. ۱۱۶۵. ۱۱۶۶. ۱۱۶۷. ۱۱۶۸. ۱۱۶۹. ۱۱۷۰. ۱۱۷۱. ۱۱۷۲. ۱۱۷۳. ۱۱۷۴. ۱۱۷۵. ۱۱۷۶. ۱۱۷۷. ۱۱۷۸. ۱۱۷۹. ۱۱۸۰. ۱۱۸۱. ۱۱۸۲. ۱۱۸۳. ۱۱۸۴. ۱۱۸۵. ۱۱۸۶. ۱۱۸۷. ۱۱۸۸. ۱۱۸۹. ۱۱۹۰. ۱۱۹۱. ۱۱۹۲. ۱۱۹۳. ۱۱۹۴. ۱۱۹۵. ۱۱۹۶. ۱۱۹۷. ۱۱۹۸. ۱۱۹۹. ۱۲۰۰. ۱۲۰۱. ۱۲۰۲. ۱۲۰۳. ۱۲۰۴. ۱۲۰۵. ۱۲۰۶. ۱۲۰۷. ۱۲۰۸. ۱۲۰۹. ۱۲۱۰. ۱۲۱۱. ۱۲۱۲. ۱۲۱۳. ۱۲۱۴. ۱۲۱۵. ۱۲۱۶. ۱۲۱۷. ۱۲۱۸. ۱۲۱۹. ۱۲۲۰. ۱۲۲۱. ۱۲۲۲. ۱۲۲۳. ۱۲۲۴. ۱۲۲۵. ۱۲۲۶. ۱۲۲۷. ۱۲۲۸. ۱۲۲۹. ۱۲۳۰. ۱۲۳۱. ۱۲۳۲. ۱۲۳۳. ۱۲۳۴. ۱۲۳۵. ۱۲۳۶. ۱۲۳۷. ۱۲۳۸. ۱۲۳۹. ۱۲۴۰. ۱۲۴۱. ۱۲۴۲. ۱۲۴۳. ۱۲۴۴. ۱۲۴۵. ۱۲۴۶. ۱۲۴۷. ۱۲۴۸. ۱۲۴۹. ۱۲۵۰. ۱۲۵۱. ۱۲۵۲. ۱۲۵۳. ۱۲۵۴. ۱۲۵۵. ۱۲۵۶. ۱۲۵۷. ۱۲۵۸. ۱۲۵۹. ۱۲۶۰. ۱۲۶۱. ۱۲۶۲. ۱۲۶۳. ۱۲۶۴. ۱۲۶۵. ۱۲۶۶. ۱۲۶۷. ۱۲۶۸. ۱۲۶۹. ۱۲۷۰. ۱۲۷۱. ۱۲۷۲. ۱۲۷۳. ۱۲۷۴. ۱۲۷۵. ۱۲۷۶. ۱۲۷۷. ۱۲۷۸. ۱۲۷۹. ۱۲۸۰. ۱۲۸۱. ۱۲۸۲. ۱۲۸۳. ۱۲۸۴. ۱۲۸۵. ۱۲۸۶. ۱۲۸۷. ۱۲۸۸. ۱۲۸۹. ۱۲۹۰. ۱۲۹۱. ۱۲۹۲. ۱۲۹۳. ۱۲۹۴. ۱۲۹۵. ۱۲۹۶. ۱۲۹

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا سِيسِيَهُمْ وَنَادُوا أَصْحَابَ

اور ان دونوں (گروہوں) کے درمیان پردہ ہوگا، اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک (جنتی و دوزخی) کو ان کی خاص علامتوں سے پہچانتے ہوں

الْجَنَّةِ أَنْ سَلِمَ عَلَيْكُمْ قَدْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ

گئے، اور وہ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، اعراف والے (ابھی) جنت میں داخل نہ ہوئے ہیں جب کہ وہ اس کی امید رکھتے ہوں

أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾

گئے ﴿٤٦﴾ اور جب ان کی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کر ﴿٤٧﴾

کروانے والا معلوم کروادے گا اور ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کر دے گا کہ ﴿٤٦﴾ اَنْ تَعْنَهُ اللّٰهُ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٦﴾ ”بے انصافوں پر اللہ کی لعنت (برسنے والی ہے)۔“ پھر فرمایا کہ بے انصاف وہ ہیں: ﴿٤٧﴾ اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَعْبُوْنَهَا عِوَجًا ﴿٤٧﴾ ”جو اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے تھے۔“ یعنی وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رستے، اس کی شریعت اور اس کے انبیاء کے لائے ہوئے دین کی اتباع سے روکتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ رستے سیدھے نہ ہوں بلکہ ٹیڑھے ہوں تاکہ کوئی ان پر چل ہی نہ سکے۔ ﴿٤٨﴾ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ﴿٤٨﴾ ”اور وہ آخرت کا انکار کرتے تھے۔“ یعنی وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے منکر تھے اور اس کی تکذیب کرتے تھے، نہ اس کی تصدیق کرتے تھے اور نہ اس پر ایمان رکھتے تھے، اسی وجہ سے وہ اپنے برے قول و عمل کی کوئی پروا نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ انھیں آخرت کے حساب اور عذاب کا کوئی ڈرنہ تھا اور اپنے اقوال و اعمال کے اعتبار سے یہ بدترین لوگ تھے۔

تفسیر آیات: 46، 47

اعراف اور اصحاب اعراف: جب اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے دوزخیوں سے مخاطب ہونے کا ذکر فرمایا تو اب اس بات کی طرف بھی توجہ دلا دی کہ جنت اور جہنم کے مابین ایک پردہ حائل ہے جس کی وجہ سے دوزخی جنت تک نہیں پہنچ سکیں گے، امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دیوار ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿٤٩﴾ فَضْرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قَبْلِهَا الْعَذَابُ ﴿٥٠﴾ (الحديد: 57: 13) ”پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی اندرونی جانب ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو بیرونی جانب ہے، اس طرف عذاب ہے۔“ اور اس سے مراد اعراف ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿٥١﴾ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ ﴿٥١﴾ ”اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے۔“ ﴿٥١﴾

پھر امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ سدی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ﴿٥٢﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ﴿٥٢﴾ ”اور ان دونوں (بہشت اور دوزخ) کے درمیان (اعراف نام کی) ایک دیوار ہوگی۔“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس ”حجاب“ سے مراد دیوار ہے اور یہی اعراف ہے۔ ﴿٥٣﴾ مجاہد فرماتے ہیں کہ اعراف جنت اور جہنم کے درمیان ایک حجاب ہے، ایک دیوار ہے جس

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رَجُلًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسَيِّئِهِمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكَ

اور اعراف والے کچھ ایسے لوگوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی خاص علامتوں سے پہچانتے ہوں گے، وہ کہیں گے کہ تمہیں تمہارے گروہ نے کوئی فائدہ

جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٨﴾ أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ط

نہیں دیا اور نہ اس تکبر نے (فائدہ دیا) جو تم کرتے تھے ﴿٤٨﴾ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہیں کرے گا؟

أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٤٩﴾

(ان سے تو کہہ دیا گیا کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ، تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے ﴿٤٩﴾

میں دروازہ ہوگا۔^① ابن جریر فرماتے ہیں کہ اعراف، عُرف کی جمع ہے اور عرب ہر اونچی اور ابھری ہوئی زمین کو عرف کہتے ہیں، مرغ کی کلغی کو بھی ابھرا ہوا ہونے کی وجہ سے عُرف کہا جاتا ہے۔^②

سدی بیان کرتے ہیں کہ اعراف کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اصحاب اعراف لوگوں کو پہچانتے ہوں گے۔^③ اور اصحاب اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی جیسا کہ حضرت حذیفہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور کئی ایک ائمہ سلف و خلف رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے۔ امام ابن جریر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ان سے اصحاب اعراف کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی، برائیوں کی وجہ سے وہ جنت میں نہیں جا سکیں گے اور نیکیوں کی وجہ سے وہ جہنم میں نہیں جا سکیں گے، لہذا انھیں اس دیوار کے پاس کھڑا کیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ فرمادے۔^④

معمر نے حسن سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جب اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْبَعُونَ﴾^⑤ ”یہ لوگ (ابھی) بہشت میں داخل تو نہیں ہوں گے مگر امید رکھتے ہوں گے۔“ تو فرمایا کہ ان کے دلوں میں یہ امید اس لیے پیدا کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مہربانی فرمانے کا ارادہ رکھتا ہوگا۔^⑥ قنادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ بتا دیا ہے کہ وہ اس بات کی کس قدر امید رکھتے ہوں گے۔^⑦ ﴿وَإِذَا صُفِّتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾^⑧ ”اور جب ان کی نگاہیں پلٹ کر اہل دوزخ کی طرف جائیں گی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ (شامل) نہ کرنا۔“ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اصحاب اعراف جب دوزخیوں کو دیکھیں گے تو انھیں پہچان لیں گے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کرنا۔

تفسیر آیات: 48، 49

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اہل اعراف مشرکین کے کئی سرداروں اور قائدین کو جنہیں وہ ان کی صورتوں سے پہچانتے

① تفسیر الطبری: 248/8. ② تفسیر الطبری: 247/8. ③ تفسیر الطبری: 247/8. ④ تفسیر الطبری: 249/8.

⑤ تفسیر الطبری: 257/8. ⑥ تفسیر الطبری: 257/8.

وَنَادَىٰ أَصْحَبُ النَّارِ أَصْحَبَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ

اور دوزخ والے جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم کچھ پانی ہم پر انڈیل دو یا اس رزق میں سے، جو اللہ نے تمہیں دیا ہے، (کچھ ہمیں عطا کر دو) جنتی کہیں

قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٥٠﴾ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا

گئے: بے شک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں ﴿٥٠﴾ وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا، اور انہیں دنیاوی زندگی نے

وَعَزَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا وَمَا كَانُوا

دھوکے میں ڈالے رکھا، چنانچہ آج ہم انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے اپنی اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسے کہ وہ ہماری

بِأَيَّتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٥١﴾

آیتوں کا انکار کرتے تھے ﴿٥١﴾

ہوں گے، ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ ﴿ مَا أَخْفَىٰ عَنْكُمْ جَعَلَكُمْ ۚ ” آج نہ تو تمہاری جماعت ہی تمہارے کچھ کام آئی۔“ یعنی تمہاری کثرت نے بھی تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۚ ” اور نہ تمہارا تکبر (ہی سو مند ہوا) جو تم کرتے تھے۔“ یعنی تمہاری کثرت اور تمہاری جماعتیں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں بلکہ تم اس سزا اور اس عذاب الہی میں مبتلا ہو گئے ہو۔ ﴿ أَهْوَاءَ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ط ” کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی دست گیری نہیں کرے گا؟“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اصحاب اعراف ہیں۔

﴿ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۚ ” (تو مومنو!) تم بہشت میں داخل ہو جاؤ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ رنج و اندوہ ہوگا۔“ ﴿٥١﴾

تفسیر آیات: 51، 50

بہشت کی نعمتیں دوزخیوں کے لیے حرام ہیں: اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کی ذلت و رسوائی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اہل جنت سے کھانے پینے کی چیزوں کو مانگیں گے مگر وہ انہیں دی نہیں جائیں گی۔ سدی بیان کرتے ہیں کہ آیت کریمہ: ﴿ وَنَادَىٰ أَصْحَبُ النَّارِ أَصْحَبَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۚ ” اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑ گڑا کر) کہیں گے کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ یا جو رزق اللہ نے تمہیں عنایت فرمایا ہے، اس میں سے (کچھ ہمیں بھی دو۔)“ سے مراد کھانا ہے۔ ﴿ ثَوْرِي نے عثمان ثقفی کے حوالے سے حضرت سعید بن جبیر سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ آدمی اپنے باپ یا بھائی کو پکار کر کہے گا کہ میں آگ سے جل گیا ہوں، لہذا مجھ پر پانی بہا دو تو ان سے یہ کہا جائے گا کہ تم ان دوزخیوں کو یہ جواب دو کہ ﴿ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ ” بے شک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔“ ﴿٥١﴾ عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں چیزوں سے مراد جنت کا کھانا اور پینا ہے۔ ﴿٥١﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے کہ دنیا کی زندگی میں انھوں نے دین کو متاशा اور کھیل بنا لیا تھا، دنیا اور اس کی رنگینوں میں کھوئے ہوئے تھے اور آخرت کی بہتری کے لیے جن اعمال کے کرنے کا انھیں حکم دیا گیا تھا، ان سے غافل تھے، اس لیے فرمایا: ﴿فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسَوُا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا﴾ ”تو جس طرح یہ لوگ اس دن کے آنے کو بھولے ہوئے تھے، اسی طرح آج ہم بھی انھیں بھلا دیں گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے معاملہ اس شخص کا سا کرے گا جسے بھلا دیا گیا ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے علم سے نہ کوئی چیز مخفی ہے اور نہ وہ کسی چیز کو بھول ہی سکتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسِي﴾ (طہ 52:20) ”(جو) کتاب میں (لکھا ہوا ہے) میرا پروردگار نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مقابلے کے قبیل سے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ (التوبة 67:9) ”انھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔“ اور فرمایا: ﴿كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيَتْهَا﴾ وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى ﴿ (طہ 126:20) ”ایسا ہی (چاہیے تھا) تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسِفُكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا﴾ (الحاثیہ 34:45) ”اور کہا جائے گا کہ جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے، اسی طرح آج ہم تمھیں بھول جائیں گے۔“

عونیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسَوُا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں خیر کے اعتبار سے تو بھلا دے گا مگر شر کے اعتبار سے نہیں بھلائے گا۔^(۱) علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم انھیں چھوڑ دیں گے جس طرح انھوں نے آج کے اس دن کی ملاقات کو چھوڑ دیا تھا،^(۲) مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم انھیں دوزخ میں چھوڑ دیں گے۔^(۳) سدی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم انھیں رحمت سے محروم کر دیں گے جس طرح انھوں نے آج کے اس دن کی ملاقات کے لیے عمل کو چھوڑ دیا تھا۔^(۴)

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے فرمائے گا: [أَلَمْ أُكْرِمَكَ (وَأَسَوَّدَكَ) وَأَزَوَّجَكَ وَأَسَحَّرُ لَكَ الْخَيْلَ وَالْإِبِلَ وَأَذْرَكَ تَرَأْسُ وَتَرْبَعُ؟] فَيَقُولُ: بَلَى (أَيُّ رَبٍّ!) قَالَ: فَيَقُولُ: أَفْظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلَاقِي؟ فَيَقُولُ: لَا (يَا رَبٍّ!) فَيَقُولُ: فَإِنِّي أَنَسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي [”کیا میں نے تیری عزت افزائی نہیں کی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ تیرے لیے مسخر نہیں کر دیے تھے اور تجھے چھوڑ نہیں دیا تھا کہ تو عزت و وقار کے ساتھ جس طرح چاہے کھائے اور پیے؟ بندہ عرض کرے گا: ہاں! یہ سب کچھ درست ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یقین تھا کہ تو ایک دن میرے ساتھ ملاقات کرے گا؟ بندہ جواب دے گا: نہیں، میرے پروردگار! مجھے یہ یقین نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں بھی تجھے بھلا دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔“^(۵)

(۱) تفسیر الطبری: 264/8. (۲) تفسیر ابن ابی حاتم: 1492/5. (۳) تفسیر الطبری: 263/8. (۴) تفسیر ابن ابی حاتم:

1492/5. (۵) صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر] حدیث: 2968 ومسند أحمد:

492/2 وصحیح ابن حبان: 479، 478/16، حدیث: 7445، البیہقیوں قوسوں والے الفاظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہیں۔

وَلَقَدْ جِئْنَهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ هَلْ

اور ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جسے ہم نے (اپنے) علم سے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، جبکہ وہ ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو

يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۚ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ

ایمان لاتے ہیں ﴿٥٣﴾ ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس کے انجام (قیامت) کا انتظار ہے، جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا تو وہ لوگ

قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَنَا مِنْ شَفْعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ

جو اس سے پہلے اس دن کو بھولے ہوئے تھے کہیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے، تو کیا ہمارے لیے کوئی سفارشی ہیں کہ وہ

فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

ہمارے حق میں سفارش کریں؟ یا ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم ان اعمال سے ہٹ کر عمل کریں جو ہم (پہلے) کیا کرتے تھے؟ بے شک انھوں نے

يَفْتَكِرُونَ ﴿٥٣﴾

اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور وہ ساری باتیں ہوا ہو گئیں جو وہ گھڑتے رہتے تھے ﴿٥٣﴾

تفسیر آیات: 52، 53

مشرک کوئی معذرت نہیں کر سکیں گے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے رسولوں کو مبعوث اور اس کتاب کو نازل فرما کر، جسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں لائے اور وہ ایک مفصل اور واضح کتاب ہے، اس نے مشرکوں کے تمام حیلے بہانے ختم کر دیے ہیں، اس کتاب کے بارے میں اس نے فرمایا ہے: ﴿كِتَابٌ أُحْكِمْتُ آيَاتُهُ ثُمَّ فَصَّلْتُ﴾ (ہود 1:11) ”یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم ہیں اور تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ ”جس کو ہم نے علم و دانش کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔“ یعنی ہم نے اس میں جو تفصیل بیان کی ہے، وہ ہمارے علم میں ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿أَنْزَلْنَاهُ بِعِلْمِهِ﴾ (النساء 4:166) ”اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے۔“

مقصود یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس خسارے کا ذکر کیا جس سے مشرک اور کافر آخرت میں دوچار ہوں گے تو اس نے ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرما دیا ہے کہ اس نے رسولوں کو مبعوث اور کتابیں نازل فرما کر دنیا میں ان کی تمام جہتیں ختم کر دی تھیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ بَعَثَ رَسُولًا﴾ (بنی اسرائیل 15:17) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ﴾ ”کیا یہ لوگ اس کے وقوع (انجام) کے منتظر ہیں۔“ یعنی اس عذاب، سزا، جنت اور جہنم کے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر کا یہی قول ہے۔ ﴿يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ﴾ ”جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: یعنی قیامت کے دن۔ ﴿يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ﴾ ”جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے ہوں گے، وہ بول اٹھیں گے۔“ یعنی جنھوں نے قیامت کے دن کے لیے عمل کو ترک کر دیا تھا اور اسے دنیا میں بھلا دیا تھا: ﴿قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَىٰ

بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا۔ وہ دن کورات سے اس طرح ڈھانپتا ہے

الْعَرْشِ فَتُدْغِيهِ اللَّيْلُ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۖ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْجُومُ مُسَخَّرَاتٍ

کہ وہ (رات) جلدی سے اس (دن) کو آلتی ہے، اور اس نے سورج، چاند اور تارے اس طرح پیدا کیے کہ وہ سب اس (اللہ) کے حکم کے پابند کر دیے

بِأَمْرِهِ ۖ إِلَّا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۚ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٤﴾

گئے ہیں۔ آگاہ رہو! پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا اسی کے لیے روا ہے، اللہ رب العالمین بہت بابرکت ہے ﴿٥٤﴾

فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا ﴿٥٥﴾ ”بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق لے کر آئے تھے، بھلا (آج) ہمارے کوئی

سفارشی ہیں کہ وہ ہماری سفارش کریں۔“ اور اس عذاب سے ہمیں نجات دلائیں جس میں ہم مبتلا ہو چکے ہیں ﴿٥٥﴾ ”اَوْزِدْهُ“ ”یا

ہم لوٹا دیے جائیں۔“ یعنی دنیا کی طرف ﴿٥٥﴾ ”فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ“ ”تو جو عمل (بد) ہم (پہلے) کرتے تھے (وہ نہ

کریں بلکہ) ان کے سوا اور (نیک) عمل کریں۔“

جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿٥٥﴾ ”وَكُوْنُوا عَلَى النَّارِ اِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتُنَا كُنَّا نَزِدُّ رَبَّنَا وَنَكُوْنُ مِنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفَوْنَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَكُوْنُوْا لِمَا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ اِلٰهًا يُغْنُوْا عَنْهُ وَارْتَهُمْ لِكُنْ يُوْنُوْنَ ۝ (الانعام

28,27:6) ”اور اگر آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ دوزخ پر کھڑے کیے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش! ہم

(دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تاکہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں، ہاں! یہ جو کچھ پہلے چھپایا

کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا ہے اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا، وہی

پھر کرنے لگیں کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔“ جیسا کہ یہاں فرمایا: ﴿٥٥﴾ ”قَدْ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

يَعْتَرُوْنَ ۝“ ”بے شک ان لوگوں نے اپنا نقصان کیا اور جو کچھ یہ افتراء کرتے تھے ان سے سب جاتا رہا۔“ یعنی ان لوگوں

نے اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل کر لینے کی وجہ سے نقصان پہنچایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی یہ پوجا

کیا کرتے تھے، وہ سب ان سے کھو گئے ہیں کہ وہ نہ تو ان کی سفارش کریں گے، نہ ان کی کوئی مدد کریں گے اور نہ انھیں دوزخ

سے باہر ہی نکال سکیں گے۔

﴿٥٤﴾ تفسیر آیت: 54

کائنات کی چھ دن میں تخلیق: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات مساوی وارضی اور جو کچھ

اس کے مابین ہے، اسے چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے جیسا کہ اسے قرآن مجید کے دیگر کئی ایک مقامات پر بھی بیان کیا گیا ہے۔

ان چھ دنوں سے اتوار، سوموار، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ مراد ہیں۔ جمعے کے دن ہی ساری مخلوق جمع ہوئی ﴿٥٤﴾ اور اسی دن

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ ﴿٥٤﴾

ان دنوں کے بارے میں یہ اختلاف کیا گیا ہے کہ کیا ان میں سے ہر ایک دن ہمارے ان دنوں ہی کی طرح تھا جیسا کہ ذہن میں فوراً یہ خیال آتا ہے یا یہ ایک ہزار سال کے برابر تھا جیسا کہ امام مجاہد^① اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے اور ضحاک کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں بھی یہی مروی ہے۔^② ہفتے کے دن کسی چیز کو پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ یہ تو ساتواں دن بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو چھ دن میں پیدا فرمایا ہے، اسی لیے اسے یوم سبت کہا جاتا ہے اور اس کے معنی ہیں قطع کر دینا۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا: [خَلَقَ اللَّهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ الْجِبَالَ فِيهَا يَوْمَ الْاَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ فِيهَا يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثَّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْارْبَعَاءِ وَبَنَى فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْحَمِيسِ، وَخَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ آخِرَ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ] ”اللہ نے مٹی کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، درختوں کو اس میں سوموار کے دن پیدا کیا، شر کو منگل کے دن اور خیر کو بدھ کے دن پیدا کیا، جاندار چیزوں کو جمعرات کے دن پیدا کر کے اس میں پھیلا دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو آخری مخلوق کے طور پر جمعے کے دن کی آخری گھڑیوں میں عصر اور رات کے درمیان کی کسی گھڑی میں پیدا فرمایا تھا۔“^③

استوا کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾ ”پھر عرش پر جا ٹھہرا“ کی تفسیر میں لوگوں کے بہت سے اقوال ہیں اور یہ ان کی تفصیل کا مقام نہیں ہے، بہر حال ہمارا اس مسئلے میں مذہب وہی ہے جو سلف صالح امام مالک، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق بن راہویہ رضی اللہ عنہم اور زمانہ قدیم و جدید کے دیگر ائمہ مسلمین کا ہے کہ اس پر اسی طرح ایمان لایا جائے جیسا کہ یہ کتاب اللہ میں وارد ہے کہ نہ تو اس کی کیفیت معلوم ہے، نہ ہم اسے مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور نہ اس کی نفی کرتے ہیں۔

آیت کریمہ کے ان الفاظ سے جو بات تشبیہ دینے والوں کے ذہن میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے پاک ہے کہ اسے مخلوق میں سے کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی، ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوریٰ: 11:42) ”اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔“ بلکہ معاملہ اس طرح ہے جیسا کہ بعض ائمہ نے فرمایا، جن میں سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کے استاذ امام نعیم بن حزام خزامی بطور خاص قابل ذکر ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دے وہ کافر ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ان صفات میں سے کسی صفت کا انکار کرے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کے لیے بیان فرمائی ہیں تو وہ بھی کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جو صفات بیان فرمائی ہیں یا اس کے رسول نے اس کی جو صفات بیان کی

① تفسیر الطبری: 268/8. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1496/5. ③ صحیح مسلم، صفات المنافقین وأحكامهم، باب

ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام، حدیث: 2789 و مسند احمد: 327/2۔

ہیں، ان میں کوئی تشبیہ نہیں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کو ثابت کرے جن کا ذکر آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ میں ہے اور وہ ان کو اس طرح تسلیم کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے شایان شان ہیں اور تمام نقائص کی اس کی ذات سے نفی کرے تو وہ راہ ہدایت پر ہے۔

رات اور دن اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُعْثِي الْبَلْغَمَ يَلْبُهُ حَاشِيًا﴾ ”وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔“ یعنی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے ختم ہو جاتی ہے، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے تیز دوڑتا چلا آتا ہے اور اس میں کوئی تاخیر نہیں ہوتی بلکہ جوں ہی رات ختم ہوتی ہے تو فوراً ہی دن آ جاتا ہے اور دن ختم ہوتا ہے تو رات اپنے سائے ڈال دیتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَيُّ لَهِمُّ الْبَلْغَمُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الْبَلْغَمُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (يسس 36: 37-40) ”اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اس وقت ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے یہ (اللہ) غالب (اور) دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ (گھٹنے گھٹے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے، نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔“

اس مقام پر جو یہ فرمایا ہے: ﴿وَلَا الْبَلْغَمُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾ ”نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔“ بلکہ اس کے فوراً بعد کسی واسطے اور تاخیر کے بغیر آتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿يَلْبُهُ حَاشِيًا﴾ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرَ وَالنَّجْمُومَ مَسْحُورَاتٍ بَأْمَرِهِ ”وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اس نے سورج اور چاند اور ستاروں کو (پیدا کیا) سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔“ بعض نے مسخرات کو منصوب اور بعض نے مرفوع پڑھا ہے، بہر حال دونوں صورتوں میں معنی قریباً ایک ہی ہیں، یعنی یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے تسلط، تسخیر اور مشیت کے ماتحت ہیں، اسی لیے اس نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِلَّا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ ”دیکھو! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے)۔“ یعنی حکومت بھی اسی کی اور تصرف و اختیار بھی اسی کا ہے۔ ﴿تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (یہ) ”اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔“ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا﴾ (الفرقان 25: 61) ”(اور اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔“ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی ایک دعا میں ہے جو مرفوعاً بھی مروی ہے: [اللَّهُمَّ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهُ، وَلَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، وَإِلَيْكَ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ، أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ] ”اے اللہ! تمام بادشاہت تیرے

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ

تم اپنے رب کو آہ و زاری کرتے ہوئے اور چپکے چپکے پکارو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿٥٥﴾ اور زمین کی اصلاح کے بعد تم اس میں

بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾

فساد نہ کرو، اور اللہ کو خوف سے اور طمع کرتے ہوئے پکارو، بے شک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے ﴿٥٦﴾

یہ لیے ہے اور تمام تر تعریف تیرے ہی لیے ہے اور تمام معاملات تیری ہی طرف لوٹائے جائیں گے، اے اللہ! میں تجھ سے تمام تر خیر و بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور تجھی سے تمام تر شر سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ ﴿٥٦﴾

تفسیر آیات: 56، 55

دعا کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی دعا کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ جس میں ان کی دنیا و آخرت کی بہتری ہے۔ ارشاد ہے: اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ ”(لوگو!) اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو“ تَضَرُّعُ کے معنی یہ ہیں کہ عجز و انکسار کے ساتھ اور ۚ وَخُفْيَةً کے معنی ہیں چپکے چپکے جیسا کہ فرمایا: ۚ وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ﴿٥٦﴾ (الأعراف: 205) ”اور اپنے پروردگار کو عاجزی سے دل ہی دل میں، خوف اور پست آواز سے یاد کرتے رہو۔“

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تکبیر و تہلیل کے دوران میں ہماری آوازیں بلند ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، (إِنَّ الَّذِي تَدْعُونَهُ) إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ [”لوگو! اطمینان اور سکون اختیار کرو کہ تم نہ تو کسی بہرے کو پکارتے ہو اور نہ کسی غائب کو بلکہ جس کو تم پکارتے ہو بے شک وہ سننے والا بھی ہے اور قریب بھی۔“] ﴿٥٦﴾

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ۚ تَضَرُّعًا کے معنی یہ ہیں کہ عجز و انکسار کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاتے ہوئے اور ۚ وَخُفْيَةً کے معنی ہیں اپنے دلوں کے خشوع اور اس کی وحدانیت و ربوبیت کے صحیح یقین کے ساتھ، اپنے اور اس کے درمیان راز و نیاز کے ساتھ نہ کہ ریاکاری کے ساتھ اونچی اونچی آواز میں۔ ﴿٥٦﴾

دعا میں حد سے بڑھنے کی ممانعت: عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ ”بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“ خواہ وہ دعا میں حد سے بڑھیں یا کسی اور کام

﴿٥٥﴾ یہ روایت بعینہ ان الفاظ سے منقول نہیں۔ البتہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعد بن ابودقاص اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے اور امام احمد نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے اس قسم کے الفاظ بیان کیے ہیں لیکن اسناد میں ضعف ہے، دیکھیے شعب الایمان: 97/4،

حدیث: 4400 و مسند أحمد: 396/5۔ ﴿٥٥﴾ صحیح البخاری، الجہاد والسیر، باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر، حدیث: 2992 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر.....، حدیث: 2704، البتہ توسین

والے الفاظ سنن أبی داود، الوتر، باب فی الاستغفار، حدیث: 1526 میں ہیں۔ ﴿٥٥﴾ تفسیر الطبری: 269/8۔

میں۔ ① ابو مخنف کہتے ہیں کہ انبیائے کرام ﷺ کے درجات تک پہنچنے کی دعا نہ کرے۔ ② امام احمد نے ابو نعیم کی روایت کو بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مغفل نے اپنے بیٹے کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: ”اے اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جب جنت میں داخل ہوں تو جنت کے دائیں طرف مجھے سفید محل عطا فرما، انھوں نے کہا: بیٹا اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ [يَكُونُ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ وَالطُّهُورِ] ”کچھ لوگ دعا اور طہارت میں حد سے بڑھ جائیں گے۔“ ③ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ④ اور امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے ⑤ اور اس کی سند حسن ہے جس میں کوئی عیب نہیں۔ واللہ اعلم۔

زمین میں فساد برپا کرنے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾ ”اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔“ اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد برپا کرنے اور اصلاح کے بعد خرابی سے منع فرمایا ہے کیونکہ اگر معاملات درست اور صحیح سمت پر چل رہے ہوں، پھر ان میں خرابی پیدا کر دی جائے تو یہ صورت حال بندگان الہی کے لیے بہت نقصان دہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور عجز و انکسار کے ساتھ صرف اسی سے دعا کی جائے، فرمایا: ﴿وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ ”اور اللہ سے خوف کرتے ہوئے اور امید رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا۔“ یعنی اس کے دردناک عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے بے پایاں اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس سے دعائیں مانگو۔

پھر اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ رَحِمْتَ اللَّهُ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔“ یعنی اس کی رحمت ان نیکی کرنے والوں ہی کے لیے خاص ہے جو اس کے احکام کی اطاعت بجالاتے اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے، انھیں ترک کر دیتے ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ”فَسَاكُنْتُمْ لِلْزَّيْنِ يَتَقَوَّنَ.....“ الآية (الأعراف: 156) ”اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، چنانچہ میں جلد ہی اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے ہیں.....“

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿رَحِمْتَ اللَّهُ﴾ مبتدا جو کہ مؤنث ہے اس کی خبر ﴿قَرِيبٌ﴾ بیان فرمائی ہے جو کہ مذکر ہے (جبکہ یہاں خبر مؤنث، یعنی قریبہ ہونی چاہیے) کیونکہ یہاں رحمت کا لفظ ثواب کے معنی پر بھی مشتمل ہے یا اس لیے کہ لفظ رحمت لفظ اللہ کی طرف مضاف ہے اور یہاں مضاف الیہ کا اعتبار کرتے ہوئے خبر کو مذکر لایا گیا ہے۔ ⑥ چنانچہ فرمایا: ﴿قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ﴿مَطْرُورًا﴾ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے، اسے اس کی اطاعت بجالا کر حاصل کرو، اس

① تفسیر الطبری: 270/8. ② تفسیر الطبری: 270/8. ③ مسند أحمد: 55/5. ④ سنن ابن ماجہ، الدعاء، باب

کراهية الاعتداء في الدعاء، حدیث: 3864. ⑤ سنن أبی داود، الطهارة، باب الإسراف في الماء، حدیث: 96. ⑥

اس کی مزید وضاحت کے لیے علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کے ذیل میں رجوع کریں۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ط حَتَّىٰ إِذَا أَفْلَحْتَ سَحَابًا

اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ (ہوائیں) بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم انہیں کسی مردہ شجر کی

ثِقَالًا سَقْنَهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّوْبِ ط

طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم ان کے ذریعے سے پانی نازل کرتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے (زمین سے) ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی

كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتَهُ بِأَذْنِ

طرح ہم مردوں کو (قبروں سے) نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿٥٧﴾ اور جو ستھری زمین ہوتی ہے اس کی پیداوار اپنے رب کے حکم سے (خوب) نکلتی

رَبِّهِ ؕ وَالَّذِي خَبَثَ لَا يُخْرِجُ إِلَّا نَجَسًا ط كَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ لَّيَشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾

اور جو خراب ہوتی ہے اس کی پیداوار ناقص ہی نکلتی ہے۔ اسی طرح ہم (اپنی) آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو شکر کرتے ہیں ﴿٥٨﴾

لیے کہ اس نے فیصلہ فرمایا ہے کہ اس کی رحمت نیکو کرنے والوں کے قریب ہے۔^①

تفسیر آیات: 58، 57

بارش نازل کرنا اور پھل پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور وہی مُنْصَرِّفٌ، حاکم، مُدَبِّرٌ اور مُخَرِّجٌ ہے تو اس نے اپنے بندوں کی دعا کی طرف رہنمائی فرمائی کیونکہ وہ ہر اس چیز پر

قادر ہے جسے وہ چاہے، اس سے اس نے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ وہی رزق عطا فرمانے والا ہے اور وہی قیامت کے دن اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، فرمایا: [وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ نُشْرًا] ﴿٥٧﴾ ”اور وہی تو ہے جو ہواؤں کو پھیل جانے والی

(بناکر) بھیجتا ہے۔“ یہاں نُشْرًا بمعنی نَاشِرَةٌ ہے، یعنی وہ ہوائیں جو بارش والے بادل سے پہلے پھیل جاتی ہیں اور کئی ایک ائمہ نے اسے ﴿بُشْرًا﴾ پڑھا ہے، یعنی خوش خبری دینے والی جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ

يُرْسِلَ الرِّيحَ مُبَشِّرَاتٍ﴾ (الروم: 46) ”اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ خوش خبری دیتی ہیں۔“ ﴿بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ط﴾ ”اپنی رحمت سے پہلے۔“ یعنی بارش سے پہلے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ

الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ط وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ﴾ (الشورى: 28) ”اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا اور اپنی رحمت (بارش کی برکت) کو پھیلا دیتا ہے اور وہ کارساز (اور) لائق تعریف

ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَانْظُرْ إِلَىٰ اثَرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُخْرِجُ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ مَوْتَىٰ ط وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (الروم: 50) ”(تو اے دیکھنے والے!) اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے

کے بعد زندہ کرتا ہے؟ بے شک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔“

﴿حَتَّىٰ إِذَا أَفْلَحْتَ سَحَابًا ثِقَالًا﴾ ”یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھالاتی ہیں۔“ یعنی ہوائیں ان بھاری بھاری بادلوں کو لاتی ہیں جو پانی کی کثرت کے باعث بہت بوجھل ہو کر زمین کے قریب ہو جاتے ہیں اور گھٹاؤں کی

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1501/5. یہ بعض قرائے کرام کی قراءت ہے۔

صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ سَقْنُهُ لِبَكْدٍ مَّيِّتٍ ”ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں۔“ ایسی بستی کی طرف جو مری ہوئی، یعنی خشک ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی نباتات نہیں ہوتیں جیسا کہ فرمایا: **وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۚ أَحْيَيْنَاهَا ۚ**..... الآية (یس: 36: 33) ”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا.....“

اور یہاں فرمایا: **فَاَخْرِجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذٰلِكَ نَخْرِجُ الْمَوْتٰى** ”پھر مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو (زمین سے زندہ کر کے) نکالیں گے۔“ یعنی جس طرح ہم نے زمین کو مردہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کیا، اسی طرح ہم جسموں کو بھی خاک میں مل جانے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر دیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا اور چالیس دن تک زمین پر بارش برسی رہے گی اور اس بارش کی وجہ سے قبروں سے جسم اس طرح اگنے لگیں گے جس طرح زمین میں دانے اگتے ہیں۔ ^(۱) قرآن مجید میں اس مثال کو بہت سے مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا جس طرح وہ مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے۔ ^(۲) اسی لیے فرمایا: **لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ** ^(۷) ”تا کہ تم نصیحت پکڑو۔“

اور فرمایا: **وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتًا ۖ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ** ”اور (جو) زمین پاکیزہ (ہے) اس میں سے پیداوار بھی پروردگار کے حکم سے (نفس ہی) نکلتی ہے۔“ یعنی عمدہ زمین میں سے پیداوار اچھی بھی ہوتی ہے اور جلد بھی جیسا کہ فرمایا: **وَاَنْتَبٰتُهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۚ** (آل عمران: 37) ”اور اسے اچھی طرح پرورش کیا۔“ **وَالَّذِيْ خَبَتْ لَا يُخْرِجُ اِلَّا نَكْدًا ۚ** ”اور جو خراب ہے اس میں سے جو کچھ نکلتا ہے وہ ناقص ہوتا ہے۔“ مجاہد وغیرہ نے فرمایا ہے کہ خراب زمین سے مراد بخر اور شور زدہ زمین ہے۔ ^(۳)

امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللّٰهُ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ اَصَابَ اَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ، قَبِلَتِ الْمَآءَ، فَانْتَبَتِ الْكَلَّا وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ، اُمْسَكَتِ الْمَآءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ مِنْهَا طَآئِفَةٌ اُخْرٰی، اِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَآءً وَلَا تُنْبِتُ كَلًّا، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فُقِّهَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِی اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاسًا وَلَمْ یَقْبَلْ هُدٰی اللّٰهِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ]

”اللہ تعالیٰ نے جس علم و ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی تو اس میں سے کچھ ایسی صاف زمین تھی جس نے پانی کو قبول کیا اور بہت زیادہ گھاس اور جڑی بوٹیاں اگائیں۔ اور زمین کے کچھ قطعات ایسے تھے جنہوں نے پانی کو روک لیا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا جنہوں نے اسے پیا، پلایا اور

① بعض آثار میں یہ چیز بیان ہوئی ہے۔ دیکھیے الدر المنثور و تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ اسی آیت کے ذیل میں۔ ② مزید دیکھیے

سورة خَم السجدة 41: 39 وسورة الزخرف 43: 11 وسورة ق 50: 11. ③ تفسیر الطبری: 276/8.

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهِ

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، چنانچہ اس نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود نہیں، بے شک میں

غَيْرُهُ ط اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿٥٩﴾ قَالَ الْمَلَا مِنْ قَوْمِهِ

تم پر بہت بڑے دن کا عذاب آنے سے ڈرتا ہوں ﴿٥٩﴾ اس کی قوم میں سے بعض سرداروں نے کہا: بے شک ہم تو تجھے کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں ﴿٥٩﴾ نوح

اِنَّا لَنَرٰكَ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿٦٠﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٍ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

نے کہا: اے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ میں تو سب جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں ﴿٦٠﴾ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا

الْعٰلَمِیْنَ ﴿٦١﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلَتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحْ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾

ہوں، اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں، اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿٦٢﴾

اسے زراعت کے لیے استعمال کیا۔ اور زمین کے کچھ ٹکڑے چٹیل میدان ہیں جن پر بارش تو برسی مگر انھوں نے نہ تو پانی کو روکا اور نہ ہی گھاس کو اگایا، پس یہ مثال ہے اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے اور اسے وہ چیز نفع پہنچائے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اسے وہ سیکھے بھی اور سکھائے بھی اور یہی مثال اس شخص کی ہے جو اس کے ساتھ سر ہی نہ اٹھائے اور نہ اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کرے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔“ ﴿٦٢﴾ اس روایت کو امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ﴿٦٢﴾

تفسیر آیات: 59-62

حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مبارکہ کے آغاز میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اور اس سے متعلق دیگر باتیں بیان فرمائی تھیں اور اب اللہ تعالیٰ نے ترتیب کے ساتھ دیگر انبیائے کرام علیہ السلام کے واقعات کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: نوح بن لامک بن متوشلح بن نوح۔ اہل علم کے بقول یہی اللہ کے نبی حضرت اور لیس علیہ السلام ہیں اور یہی سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے قلم کے ساتھ لکھنا شروع کیا تھا۔ ابن برد بن ہلیل بن قنین بن یانش بن شیش بن آدم علیہ السلام۔ محمد بن اسحاق اور دیگر کئی علمائے تفسیر نے بیان کیا ہے کہ بتوں کی پوجا اس طرح شروع ہوئی کہ جب کچھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی علمائے تفسیر نے بیان کیا ہے کہ بتوں کی پوجا اس طرح شروع ہوئی کہ جب کچھ نیک لوگ فوت ہو گئے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان میں ان نیک لوگوں کی تصویریں بنا کر رکھ دیں

﴿٦٢﴾ صحیح البخاری، العلم، باب فضل من علم وعلم، حدیث: 79. ﴿٦٢﴾ صحیح مسلم، الفضائل، باب بیان مثل ما

بعث النبی ﷺ من الہدی والعلم، حدیث: 2282 والسنن الکبریٰ للنسائی، العلم، مثل من فقه فی دین اللہ تعالیٰ:

427/3، حدیث: 5843.

تاکہ انھیں دیکھ کر ان کا حال اور ان کی عبادت کی کیفیت یاد رہے۔ اور وہ انھی کی مشابہت اختیار کرتے رہیں جب طویل زمانہ گزر گیا تو انھوں نے تصویروں کے بجائے ان کے بت تراش لیے، پھر کچھ عرصے بعد ان بتوں کی پوجا شروع کر دی اور ان بتوں کو انھی نیک لوگوں کے نام پر ود، سواع، یغوث، یقوق، اور نسر کے نام سے موسوم کر دیا اور جب یہ معاملہ بہت ہی شدت اختیار کر گیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ وَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔ انھوں نے انھیں حکم دیا کہ وہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں اور فرمایا: ﴿يَقُومُوا عِبَادُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ عَيْدَةٍ طَارِيٍّ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ ۵۹۔ ”اے میری برادری کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے شک مجھے تمھارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا (بہت ہی) ڈر ہے۔“ یعنی جب تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے اس سے ملو گے تو مجھے قیامت کے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

﴿قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ﴾ ”تو جوان کی قوم میں سردار تھے وہ کہنے لگے۔“ یعنی جمہور، سرداروں، قائدین اور ان میں سے بڑے لوگوں نے کہا: ﴿اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ۶۰۔ ”بے شک ہم تمھیں صریح گمراہی میں (بتلا) دیکھتے ہیں۔“ تم ہمیں جو یہ دعوت دیتے ہو کہ ہم ان بتوں کی پوجا کو ترک کر دیں جن کی پوجا کرتے ہوئے ہم نے اپنے آباء و اجداد کو دیکھا ہے تو یہ صریح گمراہی ہے۔ فاستقوں اور فاجروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ نیک لوگوں کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ گمراہی میں مبتلا ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ﴾ (المطففين: 83: 32) ”اور جب ان (مومنوں) کو دیکھتے تو کہتے کہ بے شک یہ تو گمراہ ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ط وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا إِنْ فُكٌ قَدِيمٌ﴾ (الأحقاف: 46: 11) ”اور کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے نہ دوڑ پڑتے اور جب وہ اس سے ہدایت یاب نہ ہوئے تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔“

اسی طرح اور بھی بہت سی آیات میں یہ بات بیان کی گئی ہے، قوم کی یہ بات سن کر ﴿قَالَ يَقُومُوا لَيْسَ بِي ضَلٰلَةٌ وَلٰكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ۶۱۔ ”انھوں نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں تو پروردگار عالم کا پیغمبر ہوں۔“ جو ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ ﴿أَبَلَيْكُمْ رَسُولٌ مِّنْ رَبِّيْ وَ أُنْصَحَ لَكُمْ وَ أَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ ۶۲۔ ”میں تمھیں اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمھاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔“ رسول کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ مبلغ، فصیح، ناصح اور اللہ کے دین کا ایسا عالم ہوتا ہے کہ ان صفات میں اللہ کی مخلوق میں سے کوئی اور پیغمبر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفے کے دن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا جبکہ وہ بہت کثیر تعداد میں جمع تھے: [وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي ، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ

اَوْ عَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا

کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسے آدمی کے ذریعے سے نصیحت آگئی جو تم میں سے ہے؟ تا کہ وہ

وَلَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوهُ فَانْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَاعْرَضْنَا

تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿٦٣﴾ پھر انھوں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ (ایمان لانے

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿٦٤﴾

(والے) تھے کشتی میں بچا لیا، اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے، بے شک وہ لوگ (دل کے) اندھے تھے ﴿٦٤﴾

بِاصْبَعِهِ السَّيِّئَةِ، يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيُنْكَتُهَا إِلَى النَّاسِ: اَللّٰهُمَّ! اَشْهَدُ، اَللّٰهُمَّ! اَشْهَدُ [اے لوگو! تم سے

میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟“ تو سب نے جواب دیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پہنچا دیا، اپنے

فرض کو ادا فرما دیا اور امت کی خیر خواہی کی تو آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے اور ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

”اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو بھی گواہ ہو جا۔“ ﴿٦٤﴾

تفسیر آیات: 64، 63

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿اَوْ عَجِبْتُمْ﴾ ”کیا تم کو اس

بات سے تعجب ہوا ہے؟“ یعنی اس سے تعجب نہ کرو، یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت اور لطف و احسان فرماتے

ہوئے تھی میں سے ایک شخص پر وحی نازل فرما دے تا کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جاؤ اور اس کے

ساتھ شرک نہ کرو ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ﴾ ﴿٦٣﴾ ”اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَكَذَّبُوهُ﴾ ”تو ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی۔“ یعنی ان کی تکذیب اور مخالفت ہی کرتے

رہے اور ان میں سے بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ اس کی صراحت فرمائی ہے۔ ﴿٦٤﴾

﴿فَانْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ﴾ ”تو ہم نے نوح کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں (سوار) تھے، ان کو تو بچا لیا۔“ دوسری

جگہ فرمایا: ﴿فَانْجَيْنَاهُ وَاَصْحَابَ السَّفِينَةِ﴾ (العنکبوت 29: 15) ”پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی۔“ ﴿وَاَعْرَضْنَا

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا﴾ ”اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا، ہم نے انھیں غرق کر دیا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا

خَطِيئَتُهُمْ اَعْرَفُوْا فَادْخُلُوْا نَارًا ۚ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝﴾ (نوح 71: 25) ”وہ اپنے گناہوں

کے سبب (پہلے) غرقاب کر دیے گئے، پھر آگ میں ڈال دیے گئے تو انھوں نے اللہ کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔“ اور فرمان

الہی: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِينَ﴾ ﴿٦٤﴾ ”کچھ شک نہیں کہ وہ اندھے لوگ تھے۔“ یعنی وہ حق سے اندھے ہو گئے تھے،

اسے دیکھتے نہیں تھے اور نہ اس کی طرف راہ پاتے تھے۔

① صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبی ﷺ، حدیث: 1218. ② دیکھیے سورۃ ہود، آیت: 40 کے ذیل میں۔

وَالِی عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا ۖ قَالَ یَقُومُوا عِبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَیْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝۶۵

اور ہم نے قوم عاؤ کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود نہیں،

تَتَّقُونَ ۝۶۵ قَالَ الْمَلَأَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ اِنَّا لَنَرُکَ فِی سَفَاهَةٍ وَاِنَّا

کیا پھر تم ڈرتے نہیں؟ ۝۶۵ اس کی قوم میں سے کافر چودھری کہنے لگے: بے شک ہم تجھے بے وقوفی میں پڑا دیکھتے ہیں، اور بے شک ہم تجھے

لَنُظَنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝۶۶ قَالَ یَقُومُوا لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٍ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں ۝۶۶ (ہود نے) کہا: اے میری قوم! میں بے وقوف نہیں ہوں، بلکہ میں تو سب جہانوں کے رب کی طرف

الْعٰلَمِیْنَ ۝۶۷ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلَتِ رَبِّیْ وَاِنَّا لَکُمْ نٰصِحٌ اٰمِیْنٌ ۝۶۸ اَوْ عَجِبْتُمْ اَنْ

سے رسول ہوں ۝۶۷ میں اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ اور امین ہوں ۝۶۸ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ

جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لَیْبِذِکُمْ ۖ وَاذْکُرُوْا اِذْ جَعَلْکُمْ

تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے آدمی کے ذریعے سے نصیحت آئی ہے جو تمہیں میں سے ہے، تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔ اور

خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصۜطَةً ۚ فَاذْکُرُوْا اِلَآءَ اللّٰهِ

یاد کرو، جب اس نے قوم نوح کے بعد تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا، اور تمہیں قد و قامت میں بڑھوتری دی، لہذا تم اللہ کی نعمتیں

لَعَلَّکُمْ تَفْلَحُوْنَ ۝۶۹

یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ۝۶۹

اس واقعے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے دوستوں کا اپنے دشمنوں سے انتقام لے لیا، اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کو نجات عطا فرمائی اور اپنے کافر دشمنوں کو تباہ و برباد کر دیا جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا ۝۶۹ (المؤمن 51:40) ”بلاشبہ ہم اپنے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں.....“ دینا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ وہ اپنے ڈرنے والے بندوں ہی کو عافیت، کامیابی اور غلبہ عطا فرماتا ہے جیسا کہ اس نے قوم نوح کو تو غرق کر کے ہلاک کر دیا مگر اپنے پیغمبر نوح علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کو نجات عطا فرمائی، ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اسی (80) آدمی نجات پا گئے تھے جن میں سے ایک جُرہم بھی تھے اور ان کی زبان عربی تھی۔ اسے امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔^① اور انھوں نے اسے ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متصل بھی روایت کیا ہے۔^②

تفسیر آیات: 65-69

حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جس طرح قوم نوح کی طرف ہم نے نوح کو بھیجا اسی طرح قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھی بھیجا۔ محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ قوم عاد، عاد بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد ہے میں کہتا ہوں

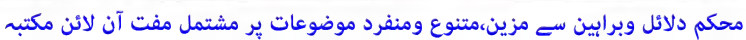
① تفسیر ابن ابی حاتم: 1506/5. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1507، 1506/5.

کہ یہ جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، ان سے مراد عدا اول ہیں اور یہ عادی بن ارم کی اولاد ہیں جو جنگلوں میں گھر بنا کر رہتے تھے، انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِذْ اَمَرْنَا ذَاتَ الْعِمَادِ اَلَتَّبِعُوا لَمْ يَخْلُقْ وَّمِثْلَهَا فِي الْاِلَادِ ۝﴾ (الفجر 89: 6-8) ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد کہ تمام ملکوں میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے۔“ جو حملے کی شدت اور قوت کے اعتبار سے بے مثل تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوْ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ط وَكَانُوا بِاٰيَاتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝﴾ (حکم السجدہ 15: 41) ”تو جو عاد تھے وہ ناحق ملک میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے۔“

قوم عاد کے مسکن: ان لوگوں کے مسکن یمن میں احقاف کے مقام پر رمل کے پہاڑوں میں تھے، محمد بن اسحاق نے ابو طفیل عامر بن واثلہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا جب آپ حضرت مؤت کے ایک شخص سے فرما رہے تھے: کیا تم نے ایسا سرخ ٹیلہ دیکھا ہے جس میں سرخ مٹی کی آمیزش، اور اس میں پیلو اور بیری کے بہت سے درخت بھی ہوں اور وہ سرزمین حضرت مؤت سے فلاں طرف ہے؟ اس نے کہا: ہاں، اے امیر المؤمنین! میں نے اس ٹیلے کو دیکھا ہے اور اللہ کی قسم! آپ تو اس کی کیفیت کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے آپ نے بھی اسے دیکھا ہو، آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے اسے دیکھا تو نہیں، البتہ مجھ سے اس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ حضری نے عرض کی: امیر المؤمنین! اس ٹیلے کی کیا خاص بات ہے؟ آپ نے فرمایا: اس میں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔^①

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد یمن کی رہنے والی تھی، ہود علیہ السلام کی قبر یمن میں ہے اور اپنی قوم میں نسب کے اعتبار سے سب سے اشرف تھے اور انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ قوم کے افضل و اشرف لوگوں میں سے ہی مبعوث فرماتا ہے۔ لیکن آپ کی قوم جس طرح جسمانی طور پر بہت سخت تھی، اسی طرح ان کے دل بھی بہت سخت تھے، حق کی تکذیب کرنے میں یہ تمام قوموں سے آگے بڑھے ہوئے تھے، اسی وجہ سے حضرت ہود علیہ السلام نے انھیں دعوت دی تھی کہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرو، اس کی اطاعت بجالاؤ اور اس کا تقویٰ اختیار کرو۔

حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی قوم: ﴿قَالَ الْمَلَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ﴾ یہاں ﴿الْمَلَا﴾ سے مراد ان کے جمہور، سردار اور قائدین ہیں، وہ کہنے لگے: ﴿اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝﴾ ”بے شک تم ہمیں احق نظر آتے ہو اور بے شک ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔“ یعنی یہ گمراہی ہے کہ تم ہمیں یہ دعوت دیتے ہو کہ ہم بتوں کی عبادت کو ترک کر دیں اور ایک اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو جائیں، سردارانِ قریش نے بھی اللہ وحدہ لا شریک



قَالُوا اَجَعْتَنَا لِنُعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَاتِنَا بِمَا

انہوں نے کہا: کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم ایک اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ عبادت کرتے تھے؟

تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ رَجْسٌ

چنانچہ اگر تو بچوں میں سے ہے تو ہم پر وہ (عذاب) لے آجس سے تو ہمیں ڈراتا ہے ﴿٧٠﴾ ہونے کہا: تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب

وَعَصَبٌ ط اُتِجَادِلُونِنِي فِيْ اَسْمَاءِ سَبَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ

نازل ہوائی چاہتا ہے۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے آباء اور تمہارے آباء و اجداد نے رکھ لیے ہیں؟ اللہ نے ان کی کوئی دلیل

بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾ فَانْجِبْنٰهُ وَالَّذِيْنَ

نازل نہیں فرمائی، چنانچہ تم انتظار کرو، بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ﴿٧١﴾ پھر ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو اس کے

مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾

ہمراہ تھے، اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی، اور ہم نے ان لوگوں کی جزا کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے ﴿٧٢﴾

کی طرف دعوت دینے سے تعجب کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْاِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ ﴿الآیۃ (ص 38:5)﴾ ”کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنادیا؟“

﴿قَالَ يَقُوْمُ لَيْسَ بِيْ سَفَاھَةٌ وَلَكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ﴿٧٠﴾ ”انہوں نے کہا کہ میری قوم! مجھ میں حماقت کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔“ یعنی میں اس طرح نہیں ہوں جس طرح تم خیال کرتے ہو بلکہ میں تو اس اللہ کے پاس سے تمہارے لیے حق لے کر آیا ہوں جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور وہی ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے۔ ﴿اُبَلِّغُكُمْ رَسُوْلَتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اٰمِيْنٌ﴾ ﴿٧١﴾ ”میں تمہیں اللہ کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔“ اور یہ پیغمبروں ہی کی صفتیں ہیں کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں، اپنی امت کے خیر خواہ ہوتے ہیں اور پیغام کے پہنچانے میں پوری پوری امانت و دیانت کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔

﴿اَوْ عَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ﴾ ”کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔“ یعنی اس بات سے تم تعجب نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہی میں سے ایک رسول بھیج دیا ہے تاکہ وہ تمہیں اللہ کے گزشتہ قوموں پر عذاب کے واقعات اور اس کی ملاقات سے ڈرائے بلکہ تمہیں تو اس بات پر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

﴿وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ﴾ ”اور یاد کرو! جب اس نے تم کو قوم نوح کے بعد سردار بنایا۔“ یعنی اس احسان کو یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے بنایا ہے کہ مخالفت اور تکذیب کرنے پر جن کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو ہلاک کر دیا تھا، ﴿وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَضَاطَةً﴾ ”اور تم کو قد و قامت میں بڑھوتری دی۔“ یعنی دیگر انسانوں کی نسبت اس نے تمہیں زیادہ طویل قد و قامت سے نوازا جیسا کہ قصہ طالوت

میں ہے: ﴿وَزَادَكَ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾ (البقرة: 247) ”اس نے علم اور جسم (دونوں) میں اس کو زیادہ کشادگی دی ہے۔“ ﴿فَاذْكُرُوا الْاِثْمَ الَّذِي كُنْتُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ﴿٦٦﴾ ”پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم نجات حاصل کرو۔“ ﴿اِلَّا اِيَّاهُ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور احسانات ہیں اور یہ اِلٰہی کی جمع ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اِلٰہی یا اِلٰہی کی جمع ہے۔

تفسیر آیات: 72-70

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے بغاوت، سرکشی، عناد اور انکار کرتے ہوئے ہود علیہ السلام سے کہا: ﴿اَجْعَلْنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدًا﴾ ”کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں؟“ اس مکمل آیت کا مفہوم اسی طرح ہے جیسا کہ کفار قریش نے کہا تھا: ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ آتٍ﴾ ﴿٣٢﴾ (الأنفال: 32) ”اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔“

محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ قوم ہود کے لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے، ان کے ایک بت کا نام صُداء، دوسرے کا نام صُمُود اور تیسرے کا نام ہباء تھا۔^(۱) اسی لیے حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَعَذَابٌ﴾ ”تحقیق تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب (کا نازل ہونا) مقرر ہو چکا ہے۔“ یعنی تمہاری اس بات کی وجہ سے تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لیے عذاب واجب ہو چکا ہے۔ کہا گیا ہے کہ رِجْس کا لفظ رِجس سے مقلوب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ناراضی اور غضب کے ہیں۔^(۲)

﴿اَتَّجَادِلُونَنِي فِيْ اَسْمَاءٍ سَبَّيْتُمُوهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ﴾ ”یعنی کیا تم مجھ سے ان بتوں کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کے تم اور تمہارے باپ دادا نے آلہ نام رکھ لیے ہیں، حالانکہ یہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور نہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کی کوئی حجت اور دلیل نازل فرمائی ہے، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط فَاَنْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾ ﴿٦٧﴾ ”جن کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی تو تم بھی انتظار کرو، بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔“ یہ رسول کی طرف سے اپنی قوم کے لیے سرزنش اور شدید وعید تھی۔

قوم عاد کا انجام: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَّعْنَا اِبرٰهِيْمَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ﴿٦٨﴾ ”پھر ہم نے ہود کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو نجات بخشی اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔“ ان کے ہلاک کرنے کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کئی ایک دوسرے مقامات پر بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ ان پر ایسی نامبارک ہوا چلائی گئی کہ وہ جس چیز پر چلتے تھے اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی تھی جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا ہے: ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاهْلَكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۚ سَخَّرَهَا

(۱) تفسیر الطبری: 282/8، (۲) تفسیر الطبری: 289/8.

عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَلَاثِينَ أَيَّامًا ۖ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى ۚ كَأَنَّهُمْ أُعْجَازٌ نَّخْلٍ خَاوِيَةٌ ۚ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝ (الحاقة 6: 69-8) ”اور رہے عادی! ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا، اللہ نے اس کو سات رات اور آٹھ دن ان پر چلائے رکھا تو (اے مخاطب!) تو لوگوں کو اس میں (اس طرح) گرے (اور مرے) پڑے دیکھے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے، بھلا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے؟“

جب انھوں نے بغاوت اور سرکشی کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نہایت تیز آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیا، ہوا ان میں سے ایک ایک شخص کو اٹھا کر فضا میں اچھال دیتی، پھر بلندی سے سر کے بل نیچے گرا دیتی جس سے سر پھٹ کر تن بدن سے جدا ہو جاتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿كَأَنَّهُمْ أُعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٌ ۚ﴾ (الحاقة 6: 69) ”جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔“

محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ لوگ یمن میں نعمان اور خضر موت کے درمیان رہتے تھے اور زمین کے دوسرے بہت سے علاقوں میں بھی پھیل گئے تھے اور اپنی اس طاقت و قوت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائی تھی، انھوں نے ان علاقوں کے لوگوں پر غلبہ و تسلط حاصل کر لیا تھا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بجائے بتوں کی پوجا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جن کا تعلق اعلیٰ خاندان اور بہترین علاقے سے تھا، انھوں نے انھیں یہ حکم دیا کہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی اور کو معبود قرار نہ دیں، نیز لوگوں پر ظلم نہ کریں مگر انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی ان باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور آپ کی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ طاقت و راوکون ہو سکتا ہے، ان میں سے تھوڑے سے لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی پیروی کو اختیار کر لیا تھا مگر وہ اپنے ایمان کو چھپا کر رکھتے تھے۔

قوم عاد نے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس کے رسول کو جھٹلایا، زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دیا، ظلم و زیادتی کی روش کو اختیار کیا اور ہر اونچی جگہ پر عبث نشان تعمیر کرنا شروع کر دیا تو حضرت ہود علیہ السلام نے گفتگو کرتے ہوئے ان سے فرمایا: ﴿يٰۤاَكْبَنُونَٰ بِكُلِّ رِيۡحٍ اٰيَةً تَعْبَثُوۡنَ ۚ وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصٰنِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوۡنَ ۚ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيۡنَ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوۡنَ ۚ﴾ (الشعراء 26: 128-131) ”بھلا تم ہر اونچی جگہ عبث نشان تعمیر کرتے ہو اور محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے اور جب (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو؟ لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔“

ہود علیہ السلام کے جواب میں انھوں نے کہا: ﴿اَقَالُوۡا يٰۤهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيۡ الْهَيْتٰنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيۡنَ ۝ اِنۡ نَّقُوۡلُ اِلَّا اَعْتَدْنَا لَكُمۡ بَسُوۡۗءًا ۭ قَالَ اِنِّیۡ اَشْهَدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوۡا اِنِّیۡۤ اَبْرَیۡءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوۡنَ ۝ مِنْ دُوۡنِهٖ فَاَکِیۡدُوۡنِیۡ جَبِیۡعًا ۭ لَّآ تُنظَرُوۡنَ ۝ اِنِّیۡ تَوَكَّلْتُ عَلٰی اللّٰهِ رَبِّیۡ وَرَبِّکُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِہَا ۭ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیۡمٍ ۝﴾ (ہود 53: 56) ”وہ بولے: ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے اور ہم (صرف) تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں،

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچا (کردیوانہ کر) دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ ہو کہ جن کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو یقیناً میں ان سے بیزار ہوں (جن کی) اللہ کے سوا (عبادت کرتے ہو) تو تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کر لو اور مجھے مہلت نہ دو میں اللہ پر جو میرا اور تمہارا (سب کا) پروردگار ہے، بھروسہ رکھتا ہوں (زمین پر) جو چلنے پھرنے والا ہے، وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔“ ①

عاد کے سفیر کا قصہ: امام احمد رحمہ اللہ نے حارث بکری کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں علاء بن خضرمی کی شکایت کرنے کے لیے نکلا اور جب مقام ربذہ کے پاس سے گزرا تو وہاں بنو تمیم کی ایک بڑھیا سے ملاقات ہوئی جس کا زاوراہ ختم ہو چکا تھا تو اس نے کہا: اے عبداللہ! مجھے رسول اللہ ﷺ سے ایک کام ہے تو کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیں گے؟ میں نے اسے اپنے ساتھ سواری پر بٹھالیا اور اسے مدینہ لے آیا۔

جب ہم مدینہ میں آئے تو مسجد نبوی کچھا کچھ بھری ہوئی تھی، سیاہ پرچم لہرا رہا تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے تھے، میں نے پوچھا: کیا بات ہے، لوگ کیوں جمع ہیں؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ ﷺ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو قائد بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے تو میں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی، آپ نے مجھے اجازت عطا فرمادی، میں اندر داخل ہوا اور میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا: [هَلْ كَانَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ تَمِيمٍ شَيْءٌ؟] ”کیا تمہارے اور تمیم کے درمیان کوئی اختلاف ہے؟“ میں نے عرض کی: جی ہاں! ہم میں اختلاف تھا اور ہمیں ان پر فتح حاصل تھی۔

میں بنو تمیم کی ایک بڑھیا کے پاس سے گزرا جو رستے سے ہٹی ہوئی تھی اور اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اسے اپنی سواری پر بٹھا کر آپ کی خدمت میں پہنچا دوں اور اس وقت وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی ہے، آپ نے اسے اجازت دے دی اور وہ بھی اندر آ گئی تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو ہمارے اور تمیم کے درمیان سرحد کے طور پر جنگل کو مقرر فرمادیں، یہ سن کر بڑھیا بہت بدکی اور گرم ہو گئی اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! آپ اپنے مضر کو کہاں مجبور کریں گے؟ میں نے کہا کہ مثال تو ایسے ہے جیسے پہلے زمانے میں کسی نے کہا تھا کہ میری بکری نے اپنی موت کو خود آواز دی ہے، میں نے اس بڑھیا کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ میری ہی دشمن ہے، میں اللہ اور اس کے رسول کی پناہ چاہتا ہوں کہ قوم عاد کے سفیر کی طرح ہو جاؤں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: [وَمَا وَافِدُ عَادٍ؟] ”قوم عاد کے سفیر کا کیا قصہ ہے؟“ حالانکہ آپ اسے زیادہ بہتر جانتے تھے مگر دل جوئی کے لیے آپ نے دریافت فرمایا تو میں نے عرض کی کہ عاد کے لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو انھوں نے اپنے ایک سفیر کو بھیجا

وَالِیْ شَمُوْدَ اَخَاهُمْ ضِلْحَامٌ قَالَ لَیْقَوْمٌ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِہٖ قَدْ

اور ہم نے (قوم) شمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ صالح نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارے لیے کوئی

جاءَ کُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَبِّکُمْ ہٰذِہٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَکُمْ اٰیۃٌ فَذَرُوْہَا تَاکُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ

معبود نہیں، تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے خاص نشانی ہے، چنانچہ تم

وَلَا تَسُوْہَا بِسُوْءٍ فَاِیْخُذْکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿٧٣﴾ وَادْکُرُوْا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے، اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ تمہیں بہت دردناک عذاب پکڑ لے گا ﴿٧٣﴾ اور یاد کرو،

عَادٍ وَبَوَآکُمۡ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُولِہَا قُصُوْرًا وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ

جب اس نے تمہیں قوم عاد کے بعد ایک دوسرے کا جانشین بنایا، اور تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا، تم اس کی نرم مٹی سے محلات بناتے ہو اور پہاڑوں

بُیُوْتًا ۚ فَادْکُرُوْا اِلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْتَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَاُ

سے گھر تراشتے ہو، چنانچہ تم اللہ کی نعمتیں یاد کرو، اور زمین میں فساد کی بن کرمت پھرو ﴿٧٤﴾ اس کی قوم کے ڈمیرے جنہوں نے تکبر کیا، کمزور سمجھے

الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ لِلَّذِیْنَ اسْتَضَعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْہُمْ اَتَعْلَمُوْنَ

جانے والے ایمان داروں سے کہنے لگے: کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: (ہاں) بلاشبہ

اَنَّ ضِلْحٰمًا مَّرْسَلٌ مِّنْ رَبِّہٖ ط قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِہٖ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ الَّذِیْنَ

ہم اس چیز پر ایمان لانے والے ہیں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے ﴿٧٥﴾ ان لوگوں نے کہا جنہوں نے تکبر کیا: بے شک ہم اس چیز کا انکار کرنے

اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا بِالَّذِیْ اٰمَنْتُمْ بِہٖ کُفِرُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوْا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّہُمْ وَقَالُوْا

والے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو ﴿٧٦﴾ چنانچہ انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، اور انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، اور کہا: اے

یٰصِلِحُ اٰتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿٧٧﴾ فَاکْخَذَتْہُمْ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِی

صالح! اگر تو رسولوں میں سے ہے تو ہم پر وہ (عذاب) لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا رہتا ہے ﴿٧٧﴾ پھر انہیں زلزلے نے آیا، چنانچہ وہ اپنے گھروں

دَارِہُمْ جُثِیْنٍ ﴿٧٨﴾

میں گھنٹوں کے بل (مردہ) گرے پڑے تھے ﴿٧٨﴾

جس کا نام قَبِل تھا، وہ معاویہ بن بکر کے پاس سے گزرنے لگا تو اس کے پاس ایک مہینے تک مقیم ہو گیا، اس نے اسے شراب پلانا شروع کر دی اور روزانہ دو لڑکیاں اسے گانا بھی سناتیں جنہیں جَرَادَتان کہا جاتا تھا۔ جب مہینہ گزر گیا تو یہ جہنم کے پہاڑوں کی طرف نکل گیا اور کہنے لگا: اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نہ تو کسی مریض کے پاس سے دوائی پلانے کے لیے آیا ہوں اور نہ کسی قیدی کا فدیہ دے کر اسے چھڑانے کے لیے آیا ہوں، اے اللہ! عاد کو اسی طرح پانی پلا جس طرح تو اسے پہلے پانی پلایا کرتا تھا، چنانچہ اس کے پاس سے کالے سیاہ بادل گزرے اور اسے بادلوں میں سے آواز آئی کہ ان میں سے کسی ایک بادل کا انتخاب کر لو تو اس نے ایک سیاہ رنگ کے بادل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے منتخب کر لیا تو اس سیاہ رنگ کے بادل میں

سے اسے یہ آواز آئی کہ اسے لے لو یہ ایک ایسی جلتی ہوئی راکھ ہے جو قوم عاد کے کسی ایک فرد کو بھی نہ چھوڑے گی۔ اس نے کہا: مجھے یہ خبر بھی معلوم ہوئی ہے کہ ان پر ہوا صرف اس قدر چھوڑی گئی جو میری اس انگوٹھی میں چل سکتی تھی حتیٰ کہ اس سے وہ ہلاک ہو گئے۔

ابووائل کہتے ہیں کہ اس نے یہ سچ بیان کیا کہ عاد پر ہوا صرف انگوٹھی کے برابر چھوڑی گئی تھی۔ عورتیں اور مرد جب کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے تو اسے یہ کہہ دیتے کہ تم قوم عاد کے نمائندے کی طرح نہ بنو۔^(۱) اور تقریباً اسی طرح امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمہم نے بھی روایت کیا ہے۔^(۲)

تفسیر آیات: 78-73

قوم ثمود کا مسکن اور نسب: علمائے تفسیر و نسب نے ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے کہ ثمود بن عاثر بن ارم بن سام بن نوح، ثمود جدیس بن عاثر کا بھائی ہے، اسی طرح قبیلہ طُثُم بھی اور عرب کے یہ تمام قبائل عاربہ کہلاتے ہیں، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہو گزرے ہیں، قوم ثمود، قوم عاد کے بعد ہوئی ہے، ان کے مسکن مشہور تھے جو حجاز و شام کے درمیان وادی قمری اور اس کے گرد و پیش تک پھیلے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ ان کے گھروں اور مقامات کے پاس سے اس وقت گزرے جب آپ 9 ہجری میں تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تبوک میں لوگوں کے پاس فروکش ہوئے تو آپ ثمود کے گھروں کے پاس مقام حجر میں ٹھہرے تھے، لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی پیا جن سے ثمود پیتے تھے، اس پانی کے ساتھ آٹا بھی گوندھا اور ہنڈیاں بھی پکائیں تو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تو انھوں نے ہنڈیاؤں کو گرا دیا اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیا، پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور اس کنویں کے پاس پڑاؤ ڈالا جس سے (حضرت صالح علیہ السلام کی) اونٹنی پانی پیتی تھی، آپ نے منع فرما دیا کہ ان لوگوں کے گھروں میں نہ جاؤ جن پر عذاب نازل ہوا تھا، آپ نے فرمایا: [إِنِّي أَخْشَى أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ، فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ] ”بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر نازل ہوا تھا، لہذا ان کے گھروں میں نہ جاؤ۔“^(۳)

امام احمد ہی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی (ایک اور طریق سے) روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام حجر میں فرمایا تھا: [لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ الْمُعَذِّبِينَ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ] ”ان عذاب شدہ لوگوں کے گھروں میں نہ جاؤ والا یہ کہ روتے ہوئے اگر تمہیں رونا نہ آئے تو پھر وہاں نہ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی طرح کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جو ان پر نازل ہوا تھا۔“^(۴)

(۱) مسند أحمد: 482/3. (۲) جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الذریت، حدیث: 3274 والسنن الکبریٰ

للنسائی، السیر، صفة الراية: 181/5، حدیث: 8607 و سنن ابن ماجہ، الجہاد، باب الرايات والألوية، حدیث: 2816

اور ترمذیوں نے اسے نہایت اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (۳) مسند أحمد: 117/2. (۴) مسند أحمد: 74/2.



اس حدیث کا اصل صحیحین میں موجود ہے۔^①

صالح علیہ السلام اور شمود کا قصہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِلَىٰ شُؤدَ أَخَاهُمْ صَاحِبًا قَالَ لَقَوْمٍ أَتَوْا عِبَادِي عِذًّا﴾ ”اور تو شمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا (تو) صالح نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔“ تمام انبیائے کرام نے سب سے پہلے اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہی کی دعوت دی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي﴾ (الأنبياء: 25:21) ”اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل: 36) ”اور البتہ تحقیق ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔“

شمود نے چٹان سے اونٹنی کے نکلنے کا مطالبہ کیا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ بَيْنَهُم مِّنْ دَرَكٍ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ﴾ ”تحقیق تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک معجزہ آچکا ہے (یعنی) یہی اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے معجزہ ہے۔“ یعنی میں تمہارے پاس جو لے کر آیا ہوں اس کی صداقت کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس دلیل بھی آگئی ہے۔ اور خود انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ان کے پاس کوئی نشانی لائیں اور اس سلسلے میں خود انھوں نے تجویز یہ پیش کی تھی کہ ایک سخت ٹھوس اور جامد چٹان سے جس کی تعین بھی انھوں نے خود ہی کر دی تھی اور یہ حجر کی جانب ایک اکیلی سی چٹان تھی جسے کاتبہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا تو انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنی نبوت کی صداقت کی نشانی کے طور پر اس چٹان سے ایک گاہن اونٹنی نکال دیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے شمود سے بہت ہی پختہ عہد و پیمان لیے کہ اگر اللہ نے ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا تو پھر انھیں ضرور ایمان لانا ہوگا اور ان کی پیروی کرنی ہوگی، انھوں نے جب حضرت صالح علیہ السلام کو تمام عہد و پیمان دے دیے تو حضرت صالح علیہ السلام نے نماز شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو چٹان حرکت کرنے لگی، پھر دراڑ پڑی، اس سے بہت بھاری بھر کم اور خوبصورت اونٹنی نکل آئی جس کے پیٹ میں اس کا بچہ بھی حرکت کرتا ہوا نظر آ رہا تھا جیسا کہ ان کا مطالبہ تھا، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ دیکھ کر سردار قوم جندع بن عمرو اور اس کے ساتھی ایمان لے آئے، دیگر سردارانِ شمود نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کیا تو ذاب بن عمرو بن لبید، حُباب۔ جو بتوں کا مالک تھا۔ اور رُباب^② بن صمعر بن جُلہس نے انھیں منع کر دیا۔ جندع بن عمرو کا ایک چچا زاد بھائی تھا جس کا نام شہاب بن خلیفہ بن خُلاۃ بن لبید بن جو اس تھا اور یہ شخص شمود کے سرداروں اور علماء میں سے تھا، اس نے

① صحیح البخاری، الصلاة، باب الصلاة فی مواضع الخسف والعذاب، حدیث: 433 عن عبد اللہ بن عمرؓ۔

وصحیح مسلم، الزهد، باب النهی عن الدخول علی أهل الحجر.....، حدیث: 2980۔ ② بعض نسخوں میں ”رَبان“ ہے۔

بھی مسلمان ہونے کا ارادہ کر لیا تھا مگر ان لوگوں نے اسے بھی منع کیا اور اس نے ان کی بات کو مان لیا تو اس کے بارے میں قوم ثمود کے مومن لوگوں میں سے ایک شخص مہوش بن (عَمْتَمَةُ) بن دَمِيل طائش نے کہا:

وَكَانَتْ غُصْبَةً مِّنْ آلِ عَمْرٍو إِلَى دِينِ النَّبِيِّ دَعَا شَهَابًا
”آل عمرو کی ایک جماعت نے شہاب کو نبی کے دین کی طرف دعوت دی۔“

عَزِيزَ ثَمُودَ كُلِّهِمْ جَمِيعًا فَهَمَّ بَأَن يُجِيبَ فَلَوْ أَجَابَا
”شہاب ساری قوم ثمود کی آنکھوں کا تار تھا، اس نے دین کو قبول کرنے کا ارادہ تو کیا لیکن کاش! اگر وہ دین کو قبول کر لیتا۔“

لَأَصْبَحَ صَالِحٌ فِينَا عَزِيزًا وَمَا عَدَلُوا بِصَاحِبِهِمْ ذُؤَابَا
”تو صالح علیہ السلام ہم میں معزز ترین ہو جاتے اور نہ وہ ذُؤَاب (کی بات مان کر اس) کو اپنے صاحب، یعنی نبی کے برابر ٹھہراتے۔“

وَلَكِنَّ الْغَوَاةَ مِنْ آلِ حِجْرٍ تَوَلَّوْا بَعْدَ رُشْدِهِمْ ذُؤَابَا
”لیکن آل حِجْر کے گمراہ لوگ رشد و بھلائی کے بعد پھر مکار لوگوں کے دوست بن گئے۔“

پھر اونٹنی نے ان کے سامنے اپنے بچے کو جنم دیا تو ایک دن اونٹنی ان کے کنویں سے پانی پیتی اور ایک دن پانی کو ان کے لیے چھوڑ دیتی تھی اور جس دن اونٹنی پانی پیتی اس دن وہ اس کے دودھ کو پیتے تھے، وہ اس کے دودھ کو دوہتے اور جس قدر چاہتے برتن بھر لیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَيَذَرُهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْبَةٌ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شَرْبٍ مُّحْضَرٌ ۚ﴾ (القمہ: 28) ”اور ان کو آگاہ کر دو کہ بے شک ان میں پانی کی باری مقرر کر دی گئی ہے، ہر (باری والے کو اپنی) باری پر آنا چاہیے۔“ اور فرمایا: ﴿هَذِهِ نَاقَةُ آلِهِمْ شَرْبُهَا شَرْبٌ وَلَكُمْ شَرْبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ ۚ﴾ (الشعراء: 155) ”یہ اونٹنی ہے (ایک دن) اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری۔“

یہ اونٹنی وادیوں میں آتی جاتی تھی، ایک گھاٹی میں جاتی اور دوسری سے واپس آتی تھی تاکہ کھلی جگہ پر سما سکے، اس لیے کہ یہ خوب خوب سیر ہو کر پانی پیتی تھی اور جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے یہ اونٹنی بہت گرانڈیل قسم کی مگر بے حد خوب صورت بھی تھی جب قوم ثمود کے موسیثیوں کے پاس سے گزرتی تو وہ اسے دیکھ کر بھاگ جاتے تھے جب یہ عرصہ طویل ہو گیا اور اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو انھوں نے سختی سے جھٹلانا شروع کر دیا تو انھوں نے یہ ارادہ بھی کر لیا کہ اس اونٹنی کو قتل کر دیں تاکہ روزانہ خود ہی پانی پیئیں، اس بات پر ان سب کا اتفاق ہو گیا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جس نے اس اونٹنی کو قتل کیا تھا، وہ ان میں سے ہر ایک کے پاس گیا اور اس نے معلوم کر لیا کہ سب اس کے قتل سے راضی ہیں حتیٰ کہ پردہ نشین عورتوں اور بچوں سے بھی اس نے پوچھا تو سب نے رضامندی

کا اظہار کیا۔^① حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے: ﴿فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۖ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمُ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَهُمْ فِي سُلْهٰٓئِهَا﴾ (الشَّمْسُ 14:91) ”تو انھوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اوٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو اللہ نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو (ہلاک کر کے) برابر کر دیا۔“ اور فرمایا: ﴿وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَنَّمُوا بِهَا﴾ (إِسْرَآئِيلَ 59:17) ”اور ہم نے ثمود کو اوٹنی (نبوتِ صالح کی کھلی) نشانی دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا۔“ اور فرمایا: ﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ﴾ ”چنانچہ انھوں نے اوٹنی (کی کونچوں) کو کاٹ ڈالا۔“

یہاں اوٹنی کی کونچوں کو کاٹنے کی نسبت سارے قبیلے کی طرف کی گئی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب اس بات سے راضی تھے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اوٹنی کا قتل: امام ابو جعفر بن جریر اور دیگر کئی علمائے تفسیر نے یہ بیان کیا ہے کہ اوٹنی کے قتل کا سبب یہ تھا کہ ان میں سے ایک عورت جس کا نام عَمِيزَہ بنت غنم بن مجلہ اور کنیت ام غنم تھی، یہ بہت بوڑھی، کافر اور حضرت صالح علیہ السلام کی بہت شدید دشمن تھی، اس کی بیٹیاں بہت خوبصورت اور یہ بہت مال دار عورت تھی، اور اس کا شوہر ذُؤَاب بن عمرو سردار ان ثمود میں سے تھا، اسی طرح ایک دوسری عورت جس کا نام صدوف بنت محیا بن دہر بن محیا تھا، ایک اونچے خاندان سے تعلق رکھتی تھی، مال دار بھی تھی اور صاحب حسن و جمال بھی اور یہ قوم ثمود کے ایک مسلمان شخص کی بیوی تھی مگر اس نے اس مسلمان شخص سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ ان دونوں عورتوں نے اعلان کر دیا کہ یہ اس شخص کی ہو جائیں گی جو اوٹنی کو قتل کرے گا۔

صدوف نے حجاب نامی ایک شخص کو دعوت دی کہ اگر وہ اوٹنی کو قتل کر دے تو یہ اپنے نفس کو اس کے لیے پیش کر دے گی مگر اس نے انکار کر دیا، پھر اس نے اپنے چچا زاد مصدع بن مہرج بن محیا کو یہ پیش کش کی تو اس نے اسے قبول کر لیا، اسی طرح عَمِيزَہ بنت غنم نے قدار بن سالف بن جُدَع کو دعوت دی جو کہ سرخ رنگ، نیلی آنکھوں اور پست قد کا آدمی تھا اور لوگ کہتے تھے کہ وہ حرامی تھا اپنے باپ سالف کا بیٹا نہیں تھا بلکہ وہ صہیا نامی ایک شخص کے نطفے سے تھا لیکن وہ پیدا سالف کے بستر پر ہوا تھا، اس لیے اس کی طرف منسوب ہوا، عَمِيزَہ نے اس شخص سے کہا کہ اگر تو اوٹنی کی کونچوں کو کاٹ دے تو میری جو بیٹی چاہے گا، وہ میں تجھے دے دوں گی۔ اس پیشکش کے بعد قدار بن سالف اور مصدع بن مہرج نے ثمود کے اوباشوں کو گمراہ کیا اور سات آدمیوں کو اپنے پیچھے لگانے میں کامیاب ہو گئے، چنانچہ اس طرح ان کی تعداد نو ہو گئی، انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدْيَنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ﴾ (النمل 48:27) ”اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔“ یہ نو شخص اپنی قوم کے سردار تھے، اس لیے انھوں نے تمام کافر لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا اور انھوں نے ان کی اطاعت شروع کر دی تھی، یہ لوگ اوٹنی کی گھات میں بیٹھ گئے اور انتظار میں تھے کہ وہ پانی پی کر کب واپس آتی ہے، قدار بن سالف اس کے رستے میں ایک چٹان کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھ گیا اور

مصدق ایک دوسری چٹان کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ اونٹنی مصدق کے پاس سے گزری تو اس نے اس پر ایک تیر پھینکا جس کے ساتھ اس کی پنڈلی کا ایک ٹکڑہ زخمی ہو گیا، ام غنم عزیز بھی باہر نکل آئی اور اس نے اپنی اس بیٹی کو حکم دیا جو تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھی، اس نے قدار کے سامنے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دیا اور اس کا حوصلہ بڑھایا تو اس نے تلوار کے ساتھ اونٹنی پر حملہ کر دیا اور اس کی کوچ کو کاٹ دیا جس کی وجہ سے وہ زمین پر گر گئی اور ایک بار اس طرح زور سے بلبلائی کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے بچے کے بارے میں ڈرتی ہے، پھر اس ظالم نے اس کی گردن پر وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ اونٹنی کا بچہ ایک بہت اونچے پہاڑ پر چڑھ کر بلبلانے لگا۔^①

عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے امام حسن بصری سے سنا تھا کہ بچے نے کہا: اے رب! میری ماں کہاں ہے؟^② یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تین بار بلبلایا، پھر چٹان میں داخل ہو کر غائب ہو گیا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان ظالموں نے بچے کا تعاقب کر کے اس کی ماں کے ساتھ ساتھ اس کی کوئیں بھی کاٹ دی تھیں۔ قَالَلَهُ اَعْلَمُ۔ جب انھوں نے یہ کام کیا اونٹنی کی کوئیں کاٹنے سے فارغ ہو گئے اور صالح علیہ السلام کو بھی یہ خبر پہنچ گئی تو آپ ان کے مجمع میں آئے اور اونٹنی کی حالت دیکھ کر رونے لگے اور فرمانے لگے: تَمَتُّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ط (ہود: 65) ”تم اپنے گھروں میں تین دن (اور) فائدہ اٹھا لو۔“

مفسدین کی حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کی کوشش: انھوں نے اونٹنی کو بدھ کے دن قتل کیا تھا اور جب شام ہوئی تو ان نو آدمیوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کا ارادہ کر لیا اور کہنے لگے کہ اگر یہ سچا ہے تو ہم اپنے (عذاب سے دوچار ہونے) سے قبل ہی اس کا کام تمام کر دیں اور اگر جھوٹا ہے تو ہم اسے اس کی اونٹنی کے پاس پہنچا دیں گے: قَالُوا تَفَاسِمُوا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَاَهْلَهُ ثُمَّ نَنقُوتَنَّ لَوْ يَّسِّرْهُ لَوْلِيَّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهِ وَاِنَّا لَصٰدِقُونَ ۝ وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا وَمَكْرُؤًا لَّنُبَيِّتَنَّهُ وَاَهْلَهُ ثُمَّ نَنقُوتَنَّ لَوْ يَّسِّرْهُ لَوْلِيَّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهِ وَاِنَّا لَصٰدِقُونَ ۝ (النمل: 49-51) ”کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے، پھر اس کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس کے گھر والوں کے موقع ہلاکت پر گئے ہی نہیں تھے اور بے شک ہم سچ کہتے ہیں اور وہ ایک چال چلے اور ہم نے بھی ایک تدبیر کی اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی تو دیکھ لو کہ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا؟“

جب انھوں نے اس کا عزم کر لیا اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے رات کو آگئے تاکہ اللہ کے نبی کو شہید کر دیں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے، جسے اور جس کے رسول کو ان کافروں کے مقابلے میں عزت و سر بلندی حاصل تھی، ان پر ایک تھرگر دیا جس نے ان کی قوم سے پہلے انھیں کچل دیا اور جمعرات کے دن جو ایام مہلت میں سے پہلا دن تھا، ثمودیوں کے چہرے سے پیلے پڑ گئے جیسا کہ صالح علیہ السلام نے ان سے کہا تھا اور مہلت کے دوسرے دن، یعنی جمعے کے دن ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور

① ملخص از تفسیر الطبری: 295/8، ② تفسیر عبدالرزاق: 82/2، رقم: 912.

تیسرے، یعنی ہفتے کے دن ان کے چہرے کا لے سیاہ ہو گئے اور اتوار کے دن خوشبو لگا کر بیٹھے اللہ کے عذاب کے منتظر تھے۔ عِيَادًا بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ.

اور نہیں جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور عذاب کس صورت میں ان کے پاس آئے گا جب سورج طلوع ہوا تو آسمان سے ایک زبردست چیخ آئی اور نیچے سے بہت شدید زلزلہ آیا اور چشم زدن میں یہ سب لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ ﴿فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَيِّينَ﴾ ⑧ ”تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔“ یعنی یہ بے حس و حرکت لاشے تھے، ان میں روحيں نہیں تھیں اور ان میں کوئی چھوٹا بڑا اور کوئی مرد و عورت عذاب الہی سے نہ بچ سکا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک اپانچ لڑکی بچ گئی تھی جس کا نام کلبہ بنت سُلَاق تھا اور جسے رُيَقَہ بھی کہا جاتا تھا، یہ لڑکی کافر تھی اور حضرت صالح ؑ سے شدید عداوت رکھتی تھی جب اس نے عذاب کو دیکھا تو اس کے پاؤں کھل گئے، اور اس نے بہت تیز رفتاری کے ساتھ دوڑنا شروع کر دیا اور ایک خاندان میں پہنچ گئی اور اس نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے بارے میں انھیں بھی بتایا اور اس کی قوم پر جو عذاب الہی ٹوٹا اس کے بارے میں انھیں مطلع کیا، پھر ان سے پانی طلب کیا اور پانی پیتے ہی یہ بھی مر گئی۔ ① علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ ثمود کی اولاد میں سے حضرت صالح ؑ اور ان کی پیروی کرنے والوں کے سوا اور کوئی بھی باقی نہیں بچا تھا۔ ہاں، البتہ ایک شخص جس کا نام ابورغال تھا وہ قوم ثمود پر عذاب آنے کے وقت حرم مکہ میں مقیم تھا، وہاں اسے کچھ نہ ہوا لیکن جب ایک دن وہ حرم سے باہر نکلا تو آسمان سے ایک پتھر گر ا اور اس نے اسے قتل کر دیا۔ ②

عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ مجھے اسماعیل بن امیہ نے خبر دی کہ نبی اکرم ﷺ ابورغال کی قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: [اَتَدْرُونَ مَنْ هَذَا؟] قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ: هَذَا قَبْرُ اَبِي رِغَالٍ (قَالُوا: وَمَنْ هُوَ اَبُو رِغَالٍ؟) قَالَ: رَجُلٌ مِّنْ ثَمُوْدَ، كَانَ فِيْ حَرَمِ اللّٰهِ فَمَنَعَهُ حَرَمُ اللّٰهِ عَذَابَ اللّٰهِ، فَلَمَّا خَرَجَ اَصَابَهُ مَا اَصَابَ قَوْمَهُ فَدُفِنَ هُنَا، وَدُفِنَ مَعَهُ غُصْنٌ مِّنْ ذَهَبٍ، فَنَزَلَ الْقَوْمُ فَاَبْتَدَرُوْهُ بِاَسْيَافِهِمْ فَبَحَثُوْا عَنْهُ فَاسْتَخْرِجُوْا الْغُصْنَ [تسمیں معلوم ہے کہ یہ کون شخص تھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ ابورغال کی قبر ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کرنے لگے: یہ ابورغال کون شخص ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ قوم ثمود کا ایک جوان تھا جو عذاب کے وقت اللہ کے حرم میں تھا جس کی وجہ سے عذاب الہی سے بچ گیا لیکن جب یہ حرم سے باہر نکلا تو اس کا انجام بھی وہی ہوا جو اس کی قوم کا ہوا تھا، اور ہلاکت کے بعد پھر اسے یہاں دفن کر دیا گیا تھا، اس کے ساتھ سونے کی ایک شاخ کو بھی دفن کیا گیا تھا، لوگوں نے تلواروں کے ساتھ کھدائی کر کے اس شاخ کو تلاش کیا اور نکال لیا تھا۔ ③ عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ ابورغال ہی ابو ثقیف ہے۔ ④

① تفسیر الطبری: 298/8. ② تفسیر الطبری: 299/8. ③ تفسیر عبدالرزاق: 84/2، رقم: 916. ④ تفسیر عبدالرزاق:

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ

تب صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: اے میری قوم! بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا، اور میں نے تمہیں نصیحت کی تھی، لیکن تم

النَّصِيحِينَ ⑦٩

نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ⑦٩

تفسیر آیت: 79

جب اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، قبول حق سے انکار اور ہدایت کو چھوڑ کر اندھے پن کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہلاک کر دیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ملامت اور سرزنش کرتے ہوئے ان سے یہ فرمایا تھا اور وہ اس وقت ان کی اس بات کو سن بھی رہے تھے۔

جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اہل بدر پر فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آپ نے وہاں تین دن قیام فرمایا، پھر آپ نے حکم دیا اور تیسرے دن رات کے آخری پہر میں آپ کی سواری کو تیار کر دیا گیا تو آپ اس پر سوار ہو کر چل پڑے، پھر بدر کے کنویں کے پاس کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا: [يَا أَبَا جَهْلٍ بَنَ هِشَامٍ! يَا عَتَبَةُ ابْنَ رَبِيعَةَ! يَا شَيْبَةَ بَنَ رَبِيعَةَ! هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا (قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! اتَّانَادِي قَوْمًا قَدْ جَافُوا؟) قَالَ: (وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ!) مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُجِيبُوا] ”اے ابو جہل بن ہشام!..... اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ! تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟ مجھ سے میرے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا میں نے تو اسے سچا پایا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! یہ کیسے سنیں گے اور کیونکر جواب دیں گے جبکہ یہ مردہ لاشے ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس وقت ان سے جوابات کر رہا ہوں، تم اسے ان کی نسبت زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔“ ①

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے کہا: ﴿لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ﴾ ”البتہ تحقیق میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی۔“ لیکن تم نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا کیونکہ تم حق کو پسند نہیں کرتے اور خیر خواہی کرنے والے کی بات کو تسلیم نہیں کرتے، اس لیے انہوں نے یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحِينَ﴾ ② ”مگر تم (ایسے ہو کہ) خیر خواہوں کو دوست ہی نہیں رکھتے۔“

① صحیح البخاری، المغازی، باب قتل أبي جهل، حدیث: 3976 عن أبي طلحة ؓ. و صحیح مسلم، الحنة ونعيمها، باب عرض مقعد الميت من الحنة والنار، حدیث: 2874 والسنن الكبرى للنسائي، الحناجر وتمنى الموت، باب أرواح المؤمنين: 665/1، حدیث: 2202. عن أنس ؓ. البتہ [وقال عمر ؓ صحیح بخاری اور [والذى نفسى بيده] صحیح مسلم میں ہیں۔

وَلَوْ طَا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُونَنِ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾

اور لو ط کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے بھی نہیں کی؟ ﴿٨٠﴾ بے شک تم جنسی

اِتَّكُمْ لَتَاْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿٨١﴾

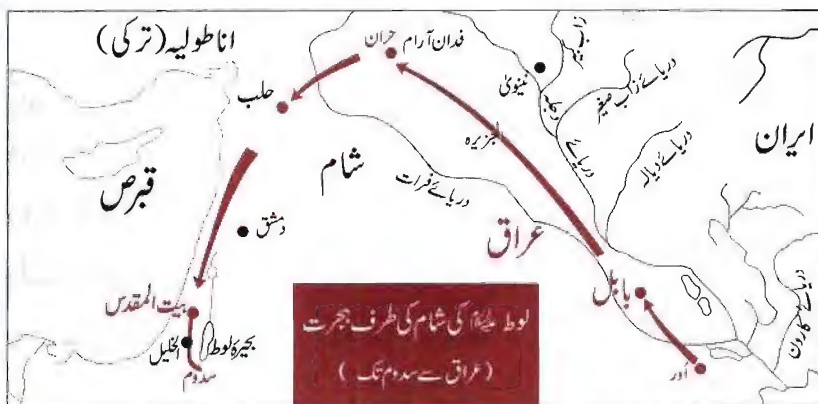
خواہش پوری کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ تم لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہو ﴿٨١﴾

تفسیر آیات: 81,80

حضرت لوط علیہ السلام، ان کی ہجرت اور علاقہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿٨٠﴾ ”اور“ بلاشبہ ہم نے بھیجا ﴿٨٠﴾ ”لو ط کو“ یعنی لَقَدْ اُرْسَلْنَا یہاں محذوف ہے یا اصل میں عبارت اس طرح ہے کہ وَ اذْ كُرْ ”اور لو ط کو یاد کرو“ ﴿٨٠﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ”جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔“ حضرت لوط علیہ السلام ہار ان بن آزر کے بیٹے اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے برادر زادے ہیں، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان بھی لے آئے تھے اور ان کے ساتھ ارض شام کی طرف ہجرت بھی کی تھی، اللہ تعالیٰ نے انھیں سِدُّوم اور اس کے گرد و نواح کی بستیوں کی طرف نبی بنا کر مبعوث فرمادیا تاکہ آپ انھیں اللہ عز و جل کی طرف دعوت دیں، نیکی کا حکم دیں اور انھیں گناہوں، حرام کاموں اور بے حیائی کی باتوں سے منع کریں جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے اور جنھیں سب سے پہلے انھوں نے ایجاد کیا تھا اور ان سے پہلے انسانوں یا کسی اور مخلوق میں سے کسی نے ان کا ارتکاب نہیں کیا تھا اور وہ یہ کہ وہ عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی جنسی خواہش کو پورا کرتے تھے، ان سے پہلے انسانوں نے اس بے حیائی کا کبھی ارتکاب نہیں کیا تھا، نہ وہ اسے پسند کرتے تھے بلکہ کبھی ان کے دل میں اس کا خیال تک بھی نہیں آیا تھا۔ سب سے پہلے اہل سدوم ہی نے اس بے حیائی کا ارتکاب کیا تھا، ان پر اللہ کی لعنت ہو۔

عمر و بن دینار: اس آیت کریمہ: ﴿٨٠﴾ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾ ”تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قوم لوط سے پہلے کبھی کسی مرد نے دوسرے مرد سے بد فعلی نہیں کی تھی۔ ﴿٨١﴾ اسی لیے حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا: ﴿٨٠﴾ اَتَاْتُونَنِ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾ اِتَّكُمْ لَتَاْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ط ”تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا، یعنی بے شک خواہش نفسانی پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو۔“ یعنی عورتوں سے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے جس مقام کو تمھارے لیے پیدا کیا ہے، اس سے روگردانی کر کے مردوں کی طرف مائل ہو رہے ہو اور یہ ظلم بھی ہے اور جہالت بھی کیونکہ یہ ایک چیز کو ایسی جگہ پر رکھنا ہے جو اس کی جگہ ہی نہیں۔

اسی لیے ایک دوسری آیت میں آپ نے ان سے فرمایا: ﴿٨١﴾ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ط ﴿٨١﴾ (الحجر 71:15) ”اگر تمھیں کرنا ہی ہے تو یہ میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں (ان سے شادی کر لو۔)“ آپ نے ان کی رہنمائی فرمائی کہ عورتوں سے شادی



وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ﴿٨٢﴾

اور اس کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ انھوں نے کہا: انھیں اپنی بستی سے نکال دو، بے شک یہ لوگ بڑے پاک صاف بننے ہیں ﴿82﴾

فَاجْبَيْنَاهُ وَأَهْلَكَ إِلَّا أُمَّرَأَتَهُ ۚ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٨٣﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا

پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی، سوائے اس کی بیوی کے، وہ پیچھے رہنے (ہلاک ہونے) والوں میں شامل ہو گئی ﴿83﴾ اور ہم نے ان پر

فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٨٤﴾

پتھروں کی بارش برساتی، چنانچہ دیکھ لیجئے مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ ﴿84﴾

10
ع
12
17

کر لو مگر انھوں نے معذرت کی کہ وہ عورتوں کو پسند نہیں کرتے: ﴿قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكُمْ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُؤْيِدُ﴾ (ہود: 79) ”وہ بولے: البتہ تحقیق تم کو معلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں اور بے شک جو ہماری غرض ہے اسے تم (خوب) جانتے ہو۔“ یعنی تم جانتے ہو کہ عورتوں سے متعلق ہماری کوئی خواہش اور ارادہ نہیں ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارے مہمانوں کے بارے میں ہمارا کیا ارادہ ہے۔

تفسیر آیت: 82

یعنی لوط علیہ السلام کو انھوں نے یہ جواب دیا کہ وہ ارادہ کر چکے ہیں کہ لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنے علاقے سے جلا وطن کر دیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہاں سے صحیح سلامت باہر نکال لیا اور قوم لوط کو نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ انھی کے علاقے میں ہلاک کر دیا۔ ﴿إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ﴾ ﴿82﴾ ”بے شک یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں۔“ قنادہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ایک ایسا عیب لگایا جو کوئی عیب نہ تھا۔ ﴿١﴾ مجاہد فرماتے ہیں کہ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ مردوں اور عورتوں کی شرم گاہوں سے پاک رہنا چاہتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿٢﴾

تفسیر آیات: 83، 84

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا اور ان کے گھر والوں کے سوا اور کوئی ان پر ایمان بھی تو نہیں لایا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَنَاتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۚ﴾ (الذٰرِیّٰت: 36، 35، 51) ”تو وہاں جتنے مومن تھے، ان کو ہم نے نکال لیا اور اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔“

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ان پر ایمان نہیں لائی تھی بلکہ وہ اپنی قوم ہی کے دین پر تھی اور وہ اپنی قوم کے لوگوں کو حضرت لوط علیہ السلام کے خلاف اکساتی رہتی تھی اور اشاروں کے ساتھ لوط علیہ السلام کے پاس آنے والے مہمانوں کے بارے میں بھی انھیں بتا دیتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب لوط علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کو یہاں سے نکل جائیں تو انھیں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے پروگرام کے بارے میں اپنی بیوی کو نہ بتائیں اور نہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔

وَالِى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۖ قَالَ يَبْعُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ

اور ہم نے اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود نہیں،

جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی ہے، لہذا تم ناپ اور تول کو پورا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو، اور تم زمین

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾

کی اصلاح کے بعد اس میں فساد نہ کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو ﴿85﴾

کچھ لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ان کے ساتھ نکل توڑی تھی مگر جب عذاب آیا تو پلٹ کر دیکھنا شروع کر دیا اور اس طرح یہ بھی اسی عذاب میں مبتلا ہو گئی جس میں اس کی قوم مبتلا ہوئی تھی لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت شہر سے باہر نہیں نکلی تھی اور نہ حضرت لوط علیہ السلام نے اسے بتایا تھا بلکہ یہ اپنی قوم کے لوگوں ہی میں باقی رہی تھی، اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿إِلَّا أُمَّرَأَةً ۖ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ﴾ ﴿83﴾ ”مگر اس کی بیوی (نہ بچی) کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔“ یعنی پیچھے باقی رہ جانے والوں میں سے تھی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ہلاک ہو جانے والوں میں سے تھی اور جو پیچھے رہ جانے والے تھے، وہ ہلاک ہونے والے ہی تھے۔ ﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا﴾ ”اور ہم نے ان پر مینہ برسایا۔“

اس کی تفسیر ایک دوسرے مقام پر اس طرح ہے: ﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ۖ فَهَٰذَا مَصُودٌ ۖ مَّسُومَةٌ ۖ عِنْدَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾ ﴿83﴾ (ہود: 82، 83) ”اور ان پر پتھر کی تہ بہ تہ (پے در پے) کنکریاں برسائیں جن پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کیے ہوئے تھے اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾ ﴿84﴾ ”چنانچہ دیکھ لیجیے کہ گناہ گاروں کا کیسا انجام ہوا۔“ یعنی اے نبی (ﷺ)! آپ دیکھ لیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے کی جرأت کرے تو اس کا انجام کیسا بھیاںک ہوتا ہے۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ وَجَدَتْهُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلٍ قَوْمٍ لُّوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ] ”جسے تم قوم لوط جیسا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“ ﴿٨٥﴾

تفسیر آیت: 85

حضرت شعیب علیہ السلام اور مدین کا قصہ: محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ اہل مدین، مدین بن (مدیان بن) ابراہیم کی اولاد میں

① مسند أحمد: 300/1 و سنن أبي داود، الحدود، باب فيمن عمل عمل قوم لوط، حديث: 4462 و جامع الترمذی،

الحدود، باب ما جاء في حد اللوطي، حديث: 1456 و سنن ابن ماجه، الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، حديث:

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا

اور تم ہر ایک راستے پر مت بیٹھو، تم اس شخص کو ڈراتے اور اللہ کے راستے سے روکتے ہو جو اس پر ایمان لے آئے، اور تم اس راہ میں میڑھ تلاش کرتے ہو،

عَوَجًا ۚ وَادْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثُرَكُمْ ۚ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، پھر اس نے تمہیں زیادہ کر دیا۔ اور دیکھو! فساد یوں کا انجام کیا ہوا تھا؟ ۸۶ اور اگر تم میں سے کچھ لوگ اس حکم پر ایمان

الْمُفْسِدِينَ ۚ ۸۷ وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ

لے آئے ہیں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اور کچھ دوسرے ایمان نہیں لائے ہیں تو تم ذرا صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے، اور وہ

يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۚ ۸۷

سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ۸۷

سے ہیں اور حضرت شعیب، میکیل بن یثجر کے بیٹے ہیں اور سریانی زبان میں ان کا اسم گرامی یثرون ہے۔ ① مدین کا اطلاق قبیلہ پر بھی ہوتا ہے اور اس شہر پر بھی جو حجاز کے رستے کی طرف سے معان کے قریب تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَمَّا وَدَّ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْكُنُونَ ۚ (الفصل 28: 23) ”اور جب مدین کے پانی (کے مقام) پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ جمع ہو رہے ہیں (اور اپنے چوپایوں کو) پانی پلا رہے ہیں۔“ قوم مدین سے مراد اصحاب ایکہ ہیں جیسا کہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ وہ بہ الثقة۔ ②

فرمان الہی ہے: قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ ”انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔“ اور تمام انبیائے کرام ﷺ کی یہی دعوت ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ ۖ ”یقیناً تمہارے پاس تمہارا پروردگار کی طرف سے نشانی آ چکی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے دلائل و براہین بیان فرما دیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہارے پاس جس دین و شریعت کو لایا ہوں وہ سچا ہے، پھر دیگر لوگوں سے معاملات کے متعلق وعظ و نصیحت کرتے ہوئے ان سے فرمایا کہ ناپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور البخس کے معنی ہیں نامعلوم طریقے سے چیز کے عیب چھپاتے ہوئے کسی نہ کسی انداز سے کمی کرنا اور دھوکہ دینا، مطلب یہ کہ لوگوں کے ساتھ ان کے اموال میں خیانت نہ کرو اور ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کے مال ہڑپ نہ کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَيَلِّ الْمُبْطِقِينَ ۚ تَابَ لِبَطِّ الْعَالَمِينَ ۖ (المطففين 83: 1-6) ”ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں، کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اٹھائے بھی جائیں گے (یعنی) ایک بڑے (سخت) دن میں جس دن (تمام) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔“

یہ بہت زبردست سرنش اور سخت وعید ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عافیت عطا فرمائے، پھر اللہ تعالیٰ

① تفسیر الطبری: 308/8. ② دیکھیے الشعراء، آیت: 176 کے ذیل میں۔ اور شعیب علیہ السلام کی قوم کے علاقے کا تویشی نقشہ بھی ملاحظہ کیجیے۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِيبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ

اس کی قوم میں سے جو سردار تکبر کرتے تھے، انھوں نے کہا: اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں، اپنی بستی سے ضرور

قَرَيْتَنَا أَوْ لَنَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كِرْهَيْنَ ۖ قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ

نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ گے۔ شعیب نے کہا: کیا (ہم تمہارے دین میں آجائیں) اگرچہ ہم (اس سے) کراہت کرتے ہیں؟ ۸۸ ہم

عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّيْنَا اللَّهُ مِنْهَا ط وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ

نے (گویا) اللہ پر جھوٹ باندھا اگر تمہارے دین میں لوٹ آئیں جبکہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے اور ہمارے لاکھ نہیں کہ ہم اس میں لوٹ

اللَّهُ رَبُّنَا ط وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ط رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

آئیں مگر یہ کہ اللہ، ہمارا رب چاہے۔ ہمارے رب نے ہر چیز کو (اپنے) علم سے گھیر رکھا ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے۔ (اور ہم دعا کرتے ہیں) اے

قَوْمَنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۖ ۸۹

ہمارے رب! تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر، اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ۸۹

نے حضرت شعیب علیہ السلام کے (اپنی قوم سے خطاب کے) بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے جنھیں عبارت کی فصاحت اور وعظ و نصیحت کے دلنشین اسلوب کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔

تفسیر آیات: 87، 86

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو حسی اور معنوی قطع طریق سے منع کرتے ہوئے فرمایا: وَلَا تَقْعُدُوا بِحُلِّ صِرَاطِ تُوعِدُونَ۔ ”اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ تم ڈراتے ہو۔“ یعنی تم لوگوں کو ڈراتے ہو کہ اگر انھوں نے تمہیں اپنا مال نہ دیا تو تم انھیں قتل کر دو گے۔ صدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ لوگوں سے ٹکس لیتے تھے۔ ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ تم حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس ان کی اتباع کے لیے آنے والے مومنوں کو ڈراتے ہو۔ ② لیکن یہاں پہلے معنی، یعنی حسی طور پر قطع طریق زیادہ نمایاں ہیں کیونکہ الفاظ یہ ہیں: بِحُلِّ صِرَاطِ۔ اور صراط کے معنی رستے کے ہیں اور یہ دوسرا مفہوم جو بیان کیا گیا ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں: وَتَصَدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْعُونَهَا عِوَجًا۔ ”اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اسے اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہو۔“ یعنی تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ کے رستے میں کجی ہو اور وہ ٹیڑھا ہو جائے۔

وَإِذْ كَرُّوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ ”اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو اللہ نے تم کو جماعت کثیر کر دیا۔“ تم اپنی تعداد کی قلت کی وجہ سے کمزور تھے مگر اب تعداد کی کثرت کی وجہ سے قوی بن چکے ہو تو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ ۖ وَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۖ ”اور دیکھو! خرابی کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“ دیکھو کہ گزشتہ زمانوں میں ان سابقہ امتوں کا انجام کیسا ہوا اور اللہ کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے وہ کیسے

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنْ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذَا لَخُسِرُونَ ﴿٩٠﴾

اور اس کی قوم میں سے وہ سردار جنہوں نے کفر کیا تھا، کہنے لگے: اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بے شک تم ضرور خسارہ پانے والے ہو گے ﴿٩٠﴾ پھر انہیں

فَاخَذَتْهُمْ الرِّجْفَةُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُنُودًا ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا لَمْ

زلزلے نے آ پکڑا، چنانچہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿٩١﴾ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ (یوں ہو گئے) جیسے ان گھروں میں کبھی بے ہی

يَغْنَوْنَ فِيهَا الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخُسِرِينَ ﴿٩٢﴾

نہ تھے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ پانے والے تھے ﴿٩٢﴾

کیسے دردناک اور عبرت انگیز عذابوں میں مبتلا ہوئے۔

﴿وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَمْ يُؤْمِنُوا﴾ ”اور اگر تم میں سے ایک جماعت

میری رسالت پر ایمان لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی۔“ یعنی میرے بارے میں تم اختلاف میں مبتلا ہو گئے

ہو۔ ﴿فَاصْبِرُوا﴾ یعنی انتظار کرو ﴿حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا﴾ ”یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔“ ﴿وَهُوَ

خَيْرُ الْحَاكِمِينَ﴾ ﴿٩٧﴾ ”اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“ وہ یقیناً اپنے سے ڈرنے والوں کا انجام اچھا کرے گا اور

کافروں کو تباہی و بربادی اور ہلاکت میں مبتلا کر دے گا۔

تفسیر آیات: 88، 89

یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ کفار نے اپنے نبی شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا

اور انہیں کس طرح دھمکیاں دیں کہ وہ انہیں اپنے شہر سے نکال دیں گے یا اپنے مذہب و ملت میں واپس آ جانے پر مجبور کر دیں

گے۔ ان کا خطاب اگرچہ رسول سے ہے لیکن ان کی مراد وہ تمام لوگ بھی ہیں جو شعیب علیہ السلام کی ملت پر تھے۔

اور فرمان الہی: ﴿أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ﴾ ﴿٩٨﴾ ”خواہ ہم (تمہارے دین سے) بیزار ہی ہوں (تو بھی؟)“، یعنی کیا تم یہ کام اس

صورت میں بھی کرو گے جبکہ ہم اس بات سے بیزار ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو؟ اگر ہم تمہاری ملت کی طرف لوٹ

آئیں اور تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو بے شک اللہ کے ساتھ شریک بنا کر ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ اور یہ ان کی

اپنے متبعین کی طرف سے ترجمانی ہے۔ ﴿وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رُبُّنَا﴾ ”اور ہمیں شایان

نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں (مگر یہ کہ) اللہ جو ہمارا پروردگار ہے، وہ چاہے تو (ہم مجبور ہیں)۔“ حضرت شعیب علیہ السلام نے

سارے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف لوٹا دیا کیونکہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز کا اپنے علم کے ساتھ احاطہ کیے ہوئے

ہے۔ ﴿عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ”ہمارا اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔“ یعنی جو کام ہم کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے، ان سب میں ہمارا

اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر بھروسہ ہے۔ ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ﴾ ”یعنی ہمارے اور ہماری قوم کے

درمیان فیصلہ کر دے اور ہمیں ان پر فتح و نصرت عطا فرما، ﴿وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ﴾ ﴿٩٩﴾ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے

والا وہ عادل و منصف ہے کہ جو کبھی بھی ظلم نہیں کرتا۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ ان کے شدید کفر، سرکشی، بغاوت، ضلالت اور ان کے دلوں میں جو حق کی مخالفت رچ بس گئی تھی، اس کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ انھوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ ﴿لَئِنْ اَتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا لَّانْكُمُ الْغَيْسُ﴾ ﴿٩٠﴾ ”اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بے شک تم خسارے میں پڑ گئے۔“ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ ﴿فَاَخَذَ لَهُمُ الرَّحْمَةُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثِيْنٌ﴾ ﴿٩١﴾ ”تو ان کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔“ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ انھیں بھونچال نے آ پکڑا کیونکہ انھوں نے شعیب اور ان کے ساتھیوں کو ڈرایا اور دھمکایا تھا اور شہر سے نکال دینے کا پروگرام بنایا تھا۔

جیسا کہ سورۃ ہود میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا الصَّيْحَةَ فَاصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جُثِيْنٌ﴾ ﴿٩١﴾ (ہود: 11: 94) ”اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے، ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو ظالم تھے ان کو چنگھاڑنے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔“ یہاں سورۃ ہود میں ﴿الرَّحْمَةُ﴾ کے بجائے ﴿الصَّيْحَةُ﴾ کا لفظ استعمال کرنے میں مناسبت یہ معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے جب شدید ناراض ہوتے ہوئے کہا: ﴿اَصْلُوْا لَكُمْ تٰمُرًا﴾ ﴿الآیۃ (ہود: 87: 11)﴾ ”کیا تمھاری نماز تمھیں یہ حکم دیتی ہے.....؟“ تو ایک چنگھاڑ آئی اور اس نے انھیں خاموش کرادیا۔

اور سورۃ شعراء میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا بُوْهُ فَآَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابًا يُّوْمٍ عَظِيْمًا﴾ (الشعراء: 26: 189) ”تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا، پس سائبان کے عذاب نے ان کو آ پکڑا، بے شک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔“

یہاں یہ الفاظ اس لیے استعمال کیے کہ قصے کے سیاق میں یہ ہے کہ انھوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ (الشعراء: 26: 187) ”تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لاگراؤ۔“ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ انھیں سائبان کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا تھا، الغرض عذاب کی ان تمام مذکورہ صورتوں سے وہ دوچار ہوئے وہ اس طرح کہ ﴿فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ﴾ (الشعراء: 26: 189) ”پس سائبان کے دن کے عذاب نے ان کو آ پکڑا۔“ یہ ایک بادل تھا جو سائبان کی طرح ان کے سروں پر چھایا ہوا تھا، اس میں زبردست آگ اور اس کے خوفناک شرارے اور چنگارے تھے، پھر آسمان سے زبردست چنگھاڑ آئی اور مزید براں ان کے نیچے زمین پر خوفناک زلزلہ بھی طاری ہو گیا جس سے روئیں جسموں سے نکل گئیں، جسم بے کار ہو گئے اور وہ لوگ چشم زدن میں ہلاک ہو گئے۔ ﴿فَاَصْبَحُوا فِيْ دَارِهِمْ جُثِيْنٌ﴾ ﴿٩١﴾ ”چنانچہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَانَ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ ”گویا وہ ان میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے۔“ یعنی جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو وہ صفحہ ہستی سے یوں مٹ گئے گویا کبھی ان گھروں میں وہ رہتے ہی نہ تھے جن سے جلاوطن کرنے کی

فَقَتَلُوا عَنْهُمْ وَقَالَ يَقَوْمُ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسْلَتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اَسَى عَلَى قَوْمٍ
پھر شعیب نے ان سے منہ پھیر کر کہا: اے میری قوم! یقیناً میں نے تو اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیے اور تمہاری خیر خواہی کی، پھر میں کافر قوم پر

كُفْرَيْنَ ۙ ﴿٩٣﴾

غم کیوں کھاؤں ﴿٩٣﴾

وَمَا اَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَاسِ وَالضَّرَّاءِ لَعَنَهُمْ

اور جب بھی ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا تو اس بستی والوں کو تنگی اور سختی میں مبتلا کیا، تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں ﴿٩٤﴾ پھر ہم نے (ان کی)

يَضْرَعُونَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّى عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ اٰبَاءَنَا

بدحالی کو خوشحالی میں بدل دیا یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے: ہمارے باپ دادا کو بھی سختی اور راحت پیش آئی تھی، تب ہم

الضَّرَّاءِ وَالسَّرَّاءِ فَآخَذْنَاهُمْ بِغَتَّةٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٩٥﴾

نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر تک نہ ہو سکی ﴿٩٥﴾

انہوں نے اللہ کے رسول اور ان کے ساتھیوں کو دھمکی دی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کے جواب میں فرمایا: اَلَّذِينَ
كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَاثُرًا هُمُ الْخٰسِرِينَ ﴿٩٦﴾ ”(غرض) جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا، وہی خسارے میں پڑ گئے۔“

تفسیر آیت: 93

جب کافر عبرت ناک عذاب اور سزا میں مبتلا ہوئے تو حضرت شعیب علیہ السلام ان میں سے نکل آئے اور انہیں ملامت کرتے
ہوئے فرمانے لگے: ﴿يَقَوْمُ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسْلَتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ﴾ ”اے میری قوم! یقیناً میں نے تم کو اپنے
پروردگار کے پیغام پہنچا دیے اور تمہاری خیر خواہی کی۔“ یعنی جس پیغام کے ساتھ مجھے بھیجا گیا تھا وہ میں نے بلا کم و کاست تم
تک پہنچا دیا مگر تم نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا اور کفر کی روش اختیار کی، اس لیے مجھے تم پر کوئی افسوس نہیں ہے۔ ﴿فَكَيْفَ
اَسَى عَلَى قَوْمٍ كُفْرَيْنَ﴾ ﴿٩٣﴾ ”پھر میں کافروں پر (عذاب نازل ہونے سے) رنج و غم کیوں کروں؟“

تفسیر آیات: 95، 94

سابقہ امتوں کی آزمائش: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے سابقہ امتوں کو جن کی طرف اس نے انبیاء کو بھیجا، دکھوں
اور مصیبتوں میں مبتلا کیا تھا۔ بأساء سے بیماریاں اور جسمانی تکلیفیں مراد ہیں اور ضراء سے فقر و فاقہ کی مصیبتیں مراد ہیں۔
﴿لَعَنَهُمْ يَضْرَعُونَ﴾ ﴿٩٤﴾ یعنی تاکہ وہ دعا کریں، خشوع و خضوع کا اظہار کریں اور ان پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے، اس کے
ازالے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کریں۔ اصل میں عبارت اس طرح تھی کہ اللہ تعالیٰ نے دکھوں اور مصیبتوں میں
انہیں اس لیے مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی اور آہ و زاری کریں مگر جب انہوں نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حالات میں
تبدیلی کر کے انہیں خوشحالی سے نوازا دیا تاکہ اس طرح بھی ان کی آزمائش کرے۔

اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ﴾ ”پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا۔“ یعنی

ہم نے ان کی حالت کو بد حالی سے آسودگی، مرض اور بیماری سے صحت و عافیت اور فقر سے دولت مندی میں بدل دیا تاکہ وہ شکر ادا کریں مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔ **حَتَّىٰ عَفَوْا** ”یہاں تک کہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہو گئے۔“ **عَفَوْا** کے معنی ہیں کہ وہ زیادہ ہو گئے عَفَا الشَّيْءُ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی چیز زیادہ ہو جائے، معنی یہ ہیں کہ جب ان کے ہاں مال اور اولاد کی کثرت ہو گئی۔ **وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ فَأَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ** ﴿٩٥﴾ ”اور وہ کہنے لگے کہ اسی طرح کارِ نِج و راحت ہمارے بڑوں کو بھی پہنچتا رہا ہے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ (اپنے حال میں) بے خبر تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انھیں دونوں طرح سے آزمایا تاکہ وہ عاجزی اور آہ و زاری کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں مگر نہ تکلیف سے انھوں نے کوئی سبق سیکھا اور نہ آسودگی سے، نہ وہ رنج کو دیکھ کر باز آئے اور نہ راحت کو دیکھ کر بلکہ کہنے لگے کہ ہم بھی رنج و راحت سے اسی طرح دوچار ہوتے ہیں جیسا کہ زمانہ قدیم میں ہمارے آباء و اجداد ان سے دوچار ہوتے رہے تھے کیونکہ زمانے کے حالات بدلتے رہتے ہیں کبھی کوئی حالت ہوتی ہے اور کبھی کوئی اور وہ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہے کہ یہ دونوں حالتیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں۔

ان کفار کے برعکس مومنوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ آسودگی اور خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں اور رنج اور تکلیف کی حالت میں صبر کرتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ [عَجَبًا لِلْمُؤْمِنِ، لَا يَقْضِي اللَّهُ لَهُ شَيْئًا إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهُ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ] ”مرد مومن کا معاملہ بہت ہی تعجب انگیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو بھی فیصلہ فرمادے وہ بہتر ہی ہوتا ہے اگر اسے کوئی آسودگی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر بجالاتا ہے اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنا بھی اس کے لیے بہتر ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ثابت ہوتا ہے۔“ ﴿٩٦﴾ الغرض مومن وہ ہے جو رنج اور آسودگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائش کو سمجھ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا مذکورہ بالا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: **فَأَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ** ﴿٩٥﴾ ”تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ (اپنے حال میں) بے خبر تھے۔“ یعنی ہم نے انھیں اس طرح اچانک پکڑ لیا کہ انھیں اس کا شعور بھی نہ تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ [مَوْتُ الْفَجَاءَةِ (رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِ) وَأَخَذَهُ أَصْفَى عَلَى الْكَافِرِ] ”اچانک موت مومن کے لیے رحمت ہے اور کافر کے لیے افسوس ناک پکڑ۔“ ﴿٩٦﴾

① صحیح مسلم، الزہد، باب المؤمن أمره كله خير، حدیث: 2999 عن صہیب رحمہ اللہ، مگر اس کا پہلا جز مسند أحمد:

24/5 عن أنس رحمہ اللہ، ومسند أبي يعلى: 221/7، حدیث: 1463 کے مطابق ہے۔ ② مسند أحمد: 136/6 بعض روایات

میں کافر کے بجائے فاجر ہے، راحة اور رحمة کے بجائے تخفیف ہے۔ والمصنف لعبد الرزاق: 598/3، حدیث: 6781

۔ البتہ توسل والے الفاظ مسند احمد کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہیں اور [رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِ] کی سند میں ضعف ہے۔ اور باقی

حصہ سنن أبي داود، الجنائز، باب في موت الفجاءة، حدیث: 3110 میں بھی ہے۔ ومسند أحمد: 424/3 والسنن الكبرى

للبيهقي، الجنائز، باب في موت الفجاءة: 379، 378/3 وشعب الإيمان للبيهقي: 225/7، حدیث: 10218.

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ

اور اگر ان بستیوں والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انھوں نے

وَالْأَرْضِ وَلَكِن كَذَّبُوا فَلَاخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٦﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ

(دین جن کو) جھٹلایا تو ہم نے انھیں (ان کے برے عملوں کے باعث) پکڑ لیا جو وہ کرتے رہے تھے ﴿٩٦﴾ کیا پھر بستیوں والے اس (بات) سے بے خوف ہو گئے

يَأْتِيهِمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿٩٧﴾ أَوْ آمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا

ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آجائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں؟ ﴿٩٧﴾ یا بستیوں والے اس (بات) سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن

صَحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ ﴿٩٨﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يُأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا

چڑھے آجائے اور وہ کھیل تمائشے میں مصروف ہوں؟ ﴿٩٨﴾ کیا پھر وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ اللہ کی تدبیر سے بے خوف تو وہی لوگ

الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩٩﴾

ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہوں ﴿٩٩﴾

12
ع
2

تفسیر آیات: 96-99

ایمان کے ساتھ برکت اور کفر کے ساتھ گرفت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان بستیوں والے لوگ بہت کم ایمان لائے

جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا

إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَبَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ﴾

(یونس 98:10) ”تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لائی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا۔ ہاں، یونس کی قوم کہ جب ایمان

لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیاوی سے) ان کو بہرہ مندر کھا۔“

یعنی قوم یونس کے سوا اور کوئی بستی ایسی نہیں جس کے سارے باشندے ایمان لے آئے ہوں۔ ہاں، البتہ قوم یونس نے جب

عذاب الہی کو آتے ہوئے دیکھ لیا تو وہ سب کے سب ایمان لے آئے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ

مِائَةِ آلَافٍ أَوْ يُزِيدُونَ﴾ ﴿فَآمَنُوا فَفَتَحْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ﴾ ﴿الصَّافَّاتِ 37: 147، 148﴾ اور ان کو لاکھ یا اس سے زیادہ

(لوگوں) کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا تو وہ ایمان لے آئے تو ہم بھی ان کو (دنیا میں) ایک وقت (مقرر) تک فائدے دیتے

رہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ﴾ ﴿سبا 34: 34﴾ اور

ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے

ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا﴾ اور اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار

ہو جاتے۔“ یعنی ان کے دل اس دین پر ایمان لے آتے جسے رسول لے کر آئے، اس کی تصدیق کرتے، اس کی اتباع کرتے

اور طاعات کو بجالا کر اور محرمات کو ترک کر کے پرہیزگار ہو جاتے ﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ ”تو ہم

اَوْ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرْتُوْنَ اَلْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا اَنْ لَّوْ نَشَاءُ اَصْبَنَهُمْ

کیا ان لوگوں پر واضح نہیں ہوا جو زمین میں (پہلے) بسنے والوں (کی ہلاکت) کے بعد اس کے وارث ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے

بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾

انہیں مصیبتوں میں مبتلا کر دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں، پھر وہ (کچھ) نہ سن پائیں؟ ﴿١٠٠﴾

ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے۔“ یعنی آسمان سے ان کے لیے بارش برستی اور زمین سے نباتات اگتیں ۚ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنَا مِنْهُم مِّمَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٩﴾ ”لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا۔“ مطلب یہ کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور گناہوں اور حرام کاموں کا ارتکاب کیا تو سزا کے طور پر ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی مخالفت اور محرمات کے ارتکاب پر جرأت کرنے سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿٩٨﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى ۚ ”کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں“ یعنی کافر بستیوں کے رہنے والے ﴿٩٧﴾ اَنْ يَّاتِيَهُمْ بِاسْنَا بِيَاثًا وَهُمْ نَائِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ اَوْ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاتِيَهُمْ بِاسْنَا ضَعٰى وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩٥﴾ ”کہ ان پر عذاب رات کو واقع ہوا اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں۔ اور کیا اہل شہر اس سے نڈر ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آنازل ہوا اور وہ کھیل رہے ہوں۔“ یعنی مشغولیت و غفلت کی حالت میں عذاب انہیں آئے۔ ﴿٩٤﴾ اَفَاَمِنُوْا مَّا كَرَّمَ اللّٰهُ ۚ ”کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر کا ڈر نہیں رکھتے؟“ یعنی کیا یہ لوگ اللہ کے عذاب، اس کی سزا، اس کی قدرت اور اپنی مدد و ہوشی و غفلت کی حالت میں اس کی گرفت سے نہیں ڈرتے؟ ﴿٩٣﴾ فَلَا يَأْمَنُ مَّكَرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩٢﴾ ”(سن لو کہ) اللہ کی تدبیر سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔“

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مومن نیک کام کرتے ہوئے بھی ڈرتا، لرزتا اور خوف کھاتا ہے۔ اور فاجر گناہ کے کام کرتے ہوئے بھی امن و سکون میں ہوتا ہے۔ ﴿٩١﴾

تفسیر آیت 100:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿٩٠﴾ اَوْ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرْتُوْنَ اَلْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا ۚ ”کیا ان لوگوں کو جو اہل زمین کے (مر جانے کے) بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں، یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا؟“ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے اَوَّلَمْ يُبَيِّنْ کیا ہم نے ان کے لیے یہ بیان نہیں کر دیا، ﴿٩١﴾ اَنْ لَّوْ نَشَاءُ اَصْبَنَهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ سکتے ہیں، مجاہد وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٩٢﴾

امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا ہم نے ان لوگوں کے لیے یہ بیان نہیں کر دیا

تِلْكَ الْقُرَى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِهَا ۖ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا

(اے نبی!) یہ وہ بستیوں ہیں جن کی کچھ خبریں ہم آپ سے بیان کرتے ہیں اور یقیناً ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے، چنانچہ جس چیز

کا نوا لیومنونوا ہما کذبوا مِنْ قَبْلُ ط كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا

کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے، اس پر ایمان لانے کے روادار نہ ہوئے۔ اللہ اسی طرح کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے ﴿١٠٢﴾ اور ہم نے ان میں سے اکثر میں

لَا كُتِرَ لَهُمْ مِنْ عَهْدٍ ۖ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿١٠٢﴾

عہد (کا پاس) نہیں پایا اور بلاشبہ ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا ﴿١٠٢﴾

جو اپنے سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کے بعد زمین میں وارث ہوئے ہیں، انہی کی سیرت کو اپنائے ہوئے، انہی کی طرح کے اعمال بجالا رہے اور اپنے رب کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ ﴿١٠١﴾ اَنْ لَوْ نَشَاءُ اَصْنَعْنَهُمْ بِدُونِهِمْ ۖ ”اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں۔“ یعنی اگر ہم چاہیں تو ہم ان کے ساتھ بھی وہی کچھ کریں جو ان سے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا تھا۔ ﴿١٠٢﴾ وَطَبَعُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٢﴾ ”اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔“ یعنی کسی وعظ و نصیحت کو نہ سن سکیں۔ ﴿١٠٢﴾

اسی طرح ایک اور مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿١٠٣﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ يََسْئَلُونَ فِي مَسْكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿١٠٣﴾ (ظہ 20:128) ”کیا یہ بات ان لوگوں کے لیے موجب ہدایت نہ ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے فرقوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کے مقامات میں یہ چلتے پھرتے ہیں؟ بے شک عقل والوں کے لیے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿١٠٤﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يََسْئَلُونَ فِيْ مَسْكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِيْ اَفْلاٰكٍ يَسْمَعُونَ ﴿١٠٤﴾ (السجدة 32:26) ”کیا ان کو اس (امر) سے ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو جن کے مقامات سکونت میں یہ چلتے پھرتے ہیں ہلاک کر دیا، بے شک اس میں نشانیاں ہیں تو یہ سنتے کیوں نہیں؟“

اور فرمایا: ﴿١٠٥﴾ اَوَلَمْ تَكُونُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۚ وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ۚ (ابراہیم 14:44، 45) ”کیا تم پہلے تمہیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حساب (اعمال) نہیں ہوگا؟ جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے تم ان کے مکانوں میں رہتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿١٠٦﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ط هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿١٠٦﴾ (مریم 19:98) ”اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے، بھلا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا (کہیں) ان کی بھک (آہٹ) بھی سنتے ہو؟“ یعنی کیا تم ان کے وجود کو دیکھتے ہو؟ یا ان کی آواز کو سنتے ہو؟ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دشمنوں پر

اس کا عذاب آٹو ٹا اور اس کے دوستوں کو اس کی طرف سے نعمتیں حاصل ہوئیں، اسی لیے اس کے بعد اس اصدق القائلین اور اس رب العالمین نے یہ فرمایا ہے:

﴿تفسیر آیات: 101، 102﴾

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، قوم لوط اور قوم شعیب علیہم السلام کے قصے سنائے اور یہ بتایا کہ اس نے اپنے دشمنوں کو کس طرح ہلاک کیا اور اپنے مومن بندوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی اور اس نے کافروں کے تمام حیلے بہانے کس طرح ختم کر دیے تھے کیونکہ اس نے اپنے رسولوں علیہم السلام کی زبانی دلائل کے ساتھ حق کو واضح طور پر بیان فرمادیا تھا تو ارشاد فرمایا: ﴿تِلْكَ الْقُرَى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ هَاءِ ۖ﴾ ”یہ وہ بستیوں ہیں جن کے کچھ حالات ہم آپ کو سناتے ہیں۔“ اے نبی! ﴿وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ﴾ ”اور یقیناً ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے۔“ جو ان کی خبروں کی صداقت کی دلیل تھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۖ﴾ (بنی اسرائیل 15: 17) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں، عذاب نہیں دیا کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ۖ﴾ (ہود 11: 100، 101) ”(اے نبی!) یہ (پرانی) بستیوں کے ٹھوڑے سے حالات ہیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں، ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض تہیں نہیں کر دی گئیں۔ اور ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔“

اور یہاں اللہ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۖ﴾ ”تو وہ ایسے نہیں تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں اسے مان لیں۔“ ﴿بِمَا ۖ﴾ کی ”با“ سییہ ہے، یعنی رسول ان کے پاس جس چیز کو لے کر آئے، وہ اسے ماننے والے نہیں تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حق کی انھوں نے اسی وقت تکذیب کر دی تھی جب پہلی مرتبہ ان کے پاس آیا تھا (یہ مفہوم ابن عطیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور خوب بیان کیا ہے) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿وَمَا يَشْعُرُكُمْ إِلَّا إِذْ جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۖ﴾ ﴿وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ﴾ (الأنعام 6: 109، 110) ”اور (مومنو!) تمہیں کیا معلوم ہے (یہ تو ایسے بد بخت ہیں) کہ بلاشبہ ان کے پاس نشانیاں آ بھی جائیں، تب بھی وہ ایمان نہ لائیں اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے۔)“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ۖ﴾ ﴿وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۖ﴾ ”اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور ہم نے ان میں سے اکثروں میں عہد (کا باہ) نہیں دیکھا،“ یعنی اکثر سابقہ امتوں میں عہد کو پورا کرنے کا پاس نہیں تھا، ﴿وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ۖ﴾ ”اور بلاشبہ ان میں اکثروں کو ہم نے (دیکھا تو) بدکار ہی دیکھا۔“

یہاں ﴿إِنْ ۖ﴾ مخففہ ہے، یعنی وَلَقَدْ وَجَدْنَا ”اور البتہ تحقیق ہم نے پایا“ کے معنی میں ہے، مطلب یہ کہ ہم نے ان میں سے اکثر کو بدکار اور اطاعت و فرمانبرداری سے خارج ہی پایا۔ اور یہاں عہد سے مراد وہ عہد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ

پھر ان (نبیوں) کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا تو انھوں نے ان (نشانیوں) کو نہ مانا، پھر دیکھیے

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٠٣﴾

فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟ ﴿١٠٣﴾

فرمایا اور وہ ابھی پشتوں ہی میں تھے کہ ان سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کا رب اور مالک ہے اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں تو اس کا انھوں نے اقرار اور عہد و پیمان کیا تھا مگر پھر خود ہی اس کی انھوں نے مخالفت بھی کی، اسے پس پشت پھینک دیا اور کسی دلیل و جہت اور عقل و شریعت کی تائید کے بغیر اللہ تعالیٰ کے سوا معبودان باطلہ کی پوجا شروع کر دی، حالانکہ خود فطرت سلیمہ ہی اس کے خلاف ہے، اول سے آخر تمام انبیائے کرام ﷺ نے بھی اس سے منع فرمایا۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: [وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُم، فَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمْ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ، وَحَرَمْتُ عَلَيْهِمْ مَا أَحَلَلْتُ لَهُمْ] ”میں نے اپنے تمام بندوں کو دین اسلام پر پیدا کیا تھا مگر شیطانوں نے ان کے پاس آ کر انھیں دین سے بہکا دیا اور ان کے لیے وہ چیزیں حرام قرار دے دیں جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔“ ﴿١﴾ اور صحیحین میں ہے: [كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجَّسَّانِهِ] ”ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔“ ﴿٢﴾

تفسیر آیت: 103

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ ﴿١﴾ پھر ان کے بعد ہم نے بھیجا یعنی ان پیغمبروں کے بعد جن کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے، مثلاً: نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب صَلَوَاتُ اللہِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ أَنْبِيَآءِ اللہِ أَصْحَابِهِمْ ﴿٢﴾ ”موسیٰ کو نشانیاں دے کر۔“ واضح دلائل و براہین کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا۔ ﴿٣﴾ وَمَلَآئِهِ ﴿٤﴾ یعنی اور اس کی قوم کی طرف ﴿٥﴾ فَظَلَمُوا بِهَا ﴿٦﴾ ”تو انھوں نے ان کے ساتھ کفر کیا۔“ یعنی ازراہ ظلم و عناد انھوں نے انکار اور کفر کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿٧﴾ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨﴾

(النمل: 14:27) ”اور بے انصافی اور غرور سے ان کا انکار کیا جبکہ ان کے دل ان کو مان چکے تھے، پھر دیکھیے کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟“ جنھوں نے اللہ کے رستے سے روکا، اور اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تو تم دیکھ لو کہ ان کا انجام کیا ہوا اور کس

﴿١﴾ صحیح مسلم، الجنة ونعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة، حدیث: 2865 مطوَّلًا عن

عیاض بن حمارؓ. وصحیح ابن حبان: 423، 422/2، حدیث: 653. ﴿٢﴾ صحیح البخاری، الجنائز، باب ما قيل

فی أولاد المشرکین، حدیث: 1385 عن أبي هريرةؓ. وصحیح مسلم، القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة

.....، حدیث: 2658. بعض طرق میں ”و“ کے بجائے ”أو“ ہے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرَعُونَ إِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَن لَّا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا

اور موسیٰ نے کہا: اے فرعون! بے شک میں سب جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں ﴿١٠٤﴾ مجھ پر واجب ہے کہ میں اللہ کی طرف سے حق کے سوا

الْحَقُّ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ إِن كُنْتَ جِئْتَ

کچھ نہ کہوں۔ تحقیق میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل لایا ہوں، لہذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے ﴿١٠٥﴾ فرعون نے کہا:

بَآيَةٍ فَأَتِ بِهَا إِن كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٠٦﴾

اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ پیش کر، اگر تو سچوں میں سے ہے ﴿١٠٦﴾

فَأَلْفَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿١٠٧﴾ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا

تب موسیٰ نے اپنا عصا (زمین پر) ڈالا تو وہ اسی وقت اُتر دیا (بن کر) ظاہر ہوا ﴿١٠٧﴾ اور موسیٰ نے (بغل سے) اپنا ہاتھ (باہر) نکالا

هِيَ بَيْضَاءٌ لِلظُّلُمِينَ ﴿١٠٨﴾

تو وہ دیکھنے والوں کے لیے چمکتا ہوا سفید تھا ﴿١٠٨﴾

طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی آنکھوں کے سامنے ان کے تمام دشمنوں کو دریا میں غرق کر دیا اور یہ فرعون اور اس کی قوم کے لیے انتہائی دردناک سزا تھی جبکہ اللہ کے دوستوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مومنوں کے دلوں کے لیے اس میں تسکین کا بے پناہ سامان تھا۔

تفسیر آیات: 104-106 ﴿١٠٦﴾

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے مناظرے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے کس طرح دلیل کے ساتھ لا جواب کر دیا اور فرعون اور اس کی قوم نے قبط مصر کے سامنے کس طرح روشن نشانیوں کو ظاہر کر دیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرَعُونَ إِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ اور موسیٰ نے کہا کہ اے فرعون! بے شک میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ یعنی مجھے اس ذات گرامی نے رسول بنا کر بھیجا ہے جو ہر چیز کا خالق، پروردگار اور مالک ہے۔

﴿حَقِيقٌ عَلَىٰ أَن لَّا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ﴾ یعنی مجھ پر یہ واجب اور حق ہے کہ میں اللہ کے بارے میں صرف وہی خبر دوں جو حق اور سچ ہو کیونکہ میں اس کی جلالت اور عظمتِ شان سے خوب آگاہ ہوں۔ ﴿قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ تحقیق میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک جہتِ قاطعہ عطا فرمائی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ میں تمہارے پاس جو دین لے کر آیا ہوں، وہ ایک سچا دین ہے ﴿فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَءِيلَ﴾ تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی رخصت دے دو۔ یعنی انھیں اپنی قید اور تسلط سے رہا کر دو اور چھوڑ دو تاکہ وہ اس ذات گرامی کی عبادت کریں جو تمہارا اور ان کا رب ہے کیونکہ یہ ایک معزز نبی اسرائیل، یعنی حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، ﴿قَالَ إِن كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأَتِ بِهَا إِن كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ فرعون نے کہا اگر تم نشانی لے کر آئے ہو تو اگر سچے ہو تو لاؤ (دکھاؤ)۔ یعنی فرعون نے کہا کہ موسیٰ! تم جو کچھ کہہ رہے ہو میں

اسے سچ نہیں سمجھتا اور تم نے جو مطالبہ کیا ہے، میں اسے مان نہیں سکتا، لہذا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو اور تمہارے پاس کوئی نشانی ہے تو اسے پیش کرو تا کہ ہم اسے دیکھ لیں۔

تفسیر آیات: 108، 107 ﴿

مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ کا عصا اور یدِ بیضا: علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿تُعْبَانُ مُبِينٌ﴾ سے نراژدہا مراد ہے۔^(۱) سدی اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔^(۲)

حدیث فتون میں بروایت یزید بن ہارون از اصمغ بن زید از قاسم بن ابویوب از سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ﴿فَالْقُلُوبُ غَاصَّةٌ﴾ ”تب موسیٰ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دی۔“ کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ ایک ایسے زبردست سانپ کی شکل میں بدل گئی جو اپنا منہ کھولے ہوئے نوراً فرعون کی طرف لپک رہا تھا، فرعون نے جب یہ دیکھا کہ سانپ اس کی طرف آ رہا ہے تو وہ اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اور موسیٰ علیہ السلام سے یہ فریاد کرنے لگا کہ اسے مجھ سے روکو تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے روک دیا۔^(۳)

اسی طرح ﴿فَإِذَا هِيَ تُعْبَانُ مُبِينٌ﴾ ”تو وہ اسی وقت صریح اژدہا (ہو گیا) تھا۔“ کی تفسیر میں سدی کہتے ہیں کہ ثعبان نر سانپ تھا جو اپنا منہ کھولے ہوئے تھا، نیچے کا جبر از مین پر اور اوپر کا جبر اعلیٰ کی دیوار پر رکھے ہوئے تھے، پھر وہ فرعون کی طرف بڑھنے لگا تا کہ اسے پکڑ لے فرعون نے اسے دیکھا تو بہت ڈر گیا۔ اپنے تخت سے اس نے چھلانگ لگا دی اور مارے خوف کے اس کی ہوا خارج ہونے لگی اور اس سے پہلے اس کی ہوا خارج نہیں ہوتی تھی، یہ منظر دیکھ کر وہ چیخ اٹھا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اسے پکڑ لو، میں تمہارے ساتھ ایمان لاتا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھی بھیج دیتا ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے جب اسے پکڑا تو سانپ دوبارہ لاٹھی بن گیا۔^(۴)

﴿وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظِيرِينَ﴾ ”اور اپنا ہاتھ نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کے لیے سفید تھا۔“ یعنی اپنی قمیص میں داخل کرنے کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو باہر نکالا تو وہ سفید چمک رہا تھا، حالانکہ اس پر برص یا کسی مرض وغیرہ کا کوئی اثر نہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَادْخُلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضًا مِّنْ غَيْرِ سُوءٍ﴾ (النمل: 12:27) ”اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو بے عیب سفید نکلے گا۔“ حدیث فتون میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿مِّنْ غَيْرِ سُوءٍ﴾ (النمل: 12:27) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ہاتھ سفید تو ہوگا لیکن اس پر کسی برص وغیرہ کا اثر نہیں ہوگا، موسیٰ علیہ السلام نے جب اسے دوبارہ اپنی آستین میں داخل کیا تو اس کا رنگ پہلے جیسا ہو گیا۔ مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔^(۵)

(۱) تفسیر الطبری: 20/9. (۲) تفسیر الطبری: 20/9. (۳) تفسیر الطبری: 20/9 اور حدیث فتون دیکھیے السنن الکبریٰ

للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿وَفَتَنَّا قُتُونًا﴾ (40:20): 396/6-402، حدیث: 11326 و مسند أبی یعلیٰ: 2618

مطوّلًا جدًا. (۴) تفسیر الطبری: 19/9. (۵) تفسیر الطبری: 21/9.

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلَيْهِمْ ۖ يَئِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ

فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا: بے شک یہ تو ماہر جادوگر ہے ۱۰۹ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دے،

مَنْ أَرْضَكُمْ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۱۱۰

پس تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ ۱۱۰

قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۱۱۱ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَرٍ عَلَيْهِمْ ۱۱۲

انہوں نے کہا: اسے اور اس کے بھائی (ہارون) کو مہلت دے اور شہروں میں ہر کارے بھیج دے ۱۱۱ (تاکہ) وہ ہر ماہر جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں ۱۱۲

تفسیر آیات: 110, 109

فرعونیوں کا موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر قرار دینا: فرعون کا جب ڈر اور خوف دور ہوا اور وہ اپنے تخت پر واپس آ گیا تو ۱۰۹ قَالَ لِّلْمَلَأِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلَيْهِمْ ۖ (الشعراء 26: 34) ”اپنے آس پاس کے سرداروں سے کہنے لگا: بے شک یہ بڑا ماہر جادوگر ہے۔“ فرعون کی یہ بات سن کر اس کی قوم کے سرداروں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور کہنے لگے: ۱۱۰ إِنَّ هَذَا لَسَّحَرٌ عَلَيْهِمْ ۖ ”واقعی یہ بہت ماہر جادوگر ہے۔“ ۱۱۱ اور اب آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ وہ کیا کریں؟ کس طرح موسیٰ علیہ السلام کے نور کو بجھائیں، اس کے گلے کو کس طرح نیچا دکھائیں اور فرعون کے کذب و افتراء کو کس طرح غالب کریں؟ درحقیقت وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ جس کو وہ جادو سمجھتے ہیں اس کی وجہ سے کہیں لوگ موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل ہی نہ ہو جائیں اور ان کا خیال یہ تھا کہ اگر لوگ موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل ہو گئے تو اس طرح موسیٰ علیہ السلام غالب آ جائیں گے اور وہ واقعی بنی اسرائیل کو ان کے علاقے سے باہر نکال لے جانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن جس سے یہ ڈرتے تھے، وہ ہو کر رہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۱۱۲ وَيُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۖ (القصص 28: 6) ”اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔“ جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپس میں مشورہ کیا تو وہ اس بات پر متفق ہو گئے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر فرمایا ہے:

تفسیر آیات: 112, 111

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ۱۰۹ أَرْجِهْ کے معنی یہ ہیں کہ اسے (فی الحال) مؤخر کر دو۔ ۱۱۱ وَارْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۖ ”اور شہروں میں نقیب روانہ کر دیجیے۔“ جو تمام علاقوں سے جادوگروں کو جمع کر کے لے آئیں، اس زمانے میں جادو کا بے حد چرچا اور غلبہ تھا اور ان میں سے کچھ لوگ اس وہم و گمان میں مبتلا تھے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی جادوگروں کی طرح شعبہ

۱۱ دراصل امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کا مفہوم واضح کیا ہے کہ یہاں ۱۰۹ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلَيْهِمْ ۖ ہے اور سورہ شعراء میں ۱۱۲ قَالَ لِّلْمَلَأِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلَيْهِمْ ۖ یعنی پہلی آیت میں یہ ہے کہ قوم فرعون کے سرداروں نے کہا اور دوسری آیت میں ہے کہ فرعون نے سرداروں سے کہا تو امام رحمہ اللہ نے یہاں فرمایا کہ پہلے فرعون نے یہ بات کہی تھی، پھر اس کی

موافقت میں سرداروں نے بھی وہی بات دہرائی۔ ۱۱۲ تفسیر الطبری: 24/9۔

وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ

اور وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے، تو انھوں نے کہا: یقیناً ہمارے لیے انعام ہوگا اگر ہم غالب آگئے ﴿١١٣﴾ فرعون نے کہا: ہاں، اور بے شک تم (میرے)

الْمُقَرَّبِينَ ﴿١١٤﴾

مقرب لوگوں میں سے ہو گئے ﴿١١٤﴾

قَالُوا يُمُوْسَى اِمَّا اَنْ تُلْقَىٰ وَامَّا اَنْ تَكُوْنَ نَحْنُ الْمُبْلٰغِيْنَ ﴿١١٥﴾ قَالَ الْقَوَّاءُ فَلَمَّا

جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ! یا تو تو ڈال یا (پہلے) ہم ہی (اپنا جادو) ڈالیں ﴿١١٥﴾ موسیٰ نے کہا: (پہلے) تم ڈالو، پھر جب انھوں نے (اپنی لٹھیاں اور رسیاں)

الْقَوَّاءُ سَحَرُوا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرِ عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾

ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انھیں (لٹھیاں اور رسیوں کے سانپوں سے) ڈرایا، اور وہ بہت بڑا جادو لائے تھے ﴿١١٦﴾

بازی سے کام لیتے ہیں، اس لیے انھوں نے ملک بھر سے جادوگروں کو جمع کیا تا کہ وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں اس طرح کی چیزیں پیش کریں جس طرح کی انھوں نے پیش کی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرعون نے کہا تھا: فَلَمَّا تَبَيَّنَكَ بِسِحْرِ قَوْلِهِ فَاَجَعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿١١٧﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَاَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿١١٨﴾ فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ اَتَىٰ ﴿١١٩﴾ (ظہ 58-60) ”چنانچہ ہم بھی تیرے مقابل ایسا ہی جادو لائیں گے، لہذا تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لے، نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تو (اور یہ مقابلہ) ایک ہموار میدان میں (ہوگا) اس نے کہا کہ آپ کے لیے یوم زینت (جشن) کا وعدہ ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے اکٹھے کیے جائیں، چنانچہ فرعون (محل میں) لوٹ گیا، پھر اپنی ساری چالیں جمع کر کے دوبارہ (میدان میں) آیا۔“ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿١٢٠﴾ وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ ﴿١٢١﴾ ﴿١٢٢﴾ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿١٢٣﴾

تفسیر آیات: 113، 114

جادوگروں کا جمع ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب فرعون اور ان جادوگروں کے مابین یہ شرط طے پا گئی جن کو اس نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لیے بلایا تھا کہ اگر وہ موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے تو فرعون انھیں بہت زیادہ اجرت دے گا، فرعون نے ان سے اس کا وعدہ کر لیا کہ وہ انھیں نہ صرف بہت زیادہ اجرت عطا کرے گا بلکہ انھیں ہم نشینوں اور مقربین میں سے بھی بنا لے گا جب انھوں نے فرعون ملعون سے یہ پختہ عہد و پیمان لے لیا تو (آگے دیکھیے تفسیر آیت: 115)

تفسیر آیات: 115، 116

جادوگروں نے حضرت موسیٰ کو دعوت مبارزت دیتے ہوئے کہا: ﴿١٢٤﴾ اِمَّا اَنْ تُلْقَىٰ وَامَّا اَنْ تَكُوْنَ نَحْنُ الْمُبْلٰغِيْنَ ﴿١٢٥﴾ ”کہ موسیٰ! یا تو تو ڈال یا (پہلے) تم ڈالو یا ہم (جادو کی چیز) ڈالتے ہیں۔“ یعنی آپ سے پہلے ہم ڈال دیتے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿١٢٦﴾ وَامَّا اَنْ تَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْفَىٰ ﴿١٢٧﴾ (ظہ 20:65) ”یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں۔“ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ﴿١٢٨﴾ الْقَوَّاءُ ﴿١٢٩﴾ ”(پہلے) تم (ہی اپنی چیزیں) ڈالو۔“ بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ لوگ جادوگروں کے کرتب کو

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوسٰى اَنْ اَتٰى عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿١١٧﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ تو (بھی) اپنا عصا ڈال۔ (جب اس نے ڈالا) تو وہ دیکھتے دیکھتے (اڑدہا بن کر ان سانپوں کو) نکلے گا جو وہ (جادوگر) گھڑتے

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾ فَعَلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صُغُرَيْنِ ﴿١١٩﴾ وَالْتَقَى السَّحَرَةُ سُجُودِينَ ﴿١٢٠﴾

تھے ﴿۱۱۷﴾ بالآخر حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ لوگ کر رہے تھے، باطل ٹھہرا ﴿۱۱۸﴾ تب وہ جادوگر وہیں مغلوب ہو گئے اور ڈھلے و خوار ہو کر پیچھے ہٹ آئے ﴿۱۱۹﴾ اور

قَالُوا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿١٢٢﴾

جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے ﴿۱۲۱﴾ انھوں نے کہا: ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے ﴿۱۲۲﴾ موسیٰ اور ہارون کے رب پر ﴿۱۲۲﴾

دیکھ لیں، اس پر خوب غور کر لیں اور جب جادوگر اپنا سارا کرتب اور کرشمہ دکھالیں تو پھر موسیٰ علیہ السلام سے مطالبے کے جواب میں اور حق کے انتظار کے بعد جب ان کے پاس واضح اور جلی حق آئے گا تو وہ نفوس انسانی کے لیے زیادہ مؤثر ثابت ہوگا اور ہوا بھی ایسا ہی تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا آتَقَوْا سَحَرُواۤ اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ﴾ ”تو جب انھوں نے (جادو کی چیزیں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (نظر بندی کر دی) اور (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا کر) انھیں ڈر دیا۔“ انھوں نے نظروں میں یہ خیال ڈال دیا کہ انھوں نے جو کرتب دکھایا ہے، حقیقت میں بھی وہ اسی طرح ہے، حالانکہ یہ خیال اور نظر کے دھوکے کی محض ایک کرشمہ سازی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَوْجَسَ فِيۢ نَفْسِهٖ خِيفَةً مُّوسٰى ۚ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ۝ وَالْتَقٰی مَا فِيۢ يَمِيْنِكَ تَلْقَفُ مَا صَنَعُوْا اِنَّهَا صَنَعُوْا كَيْدٌ سٰجِرٌ ۚ وَلَا يُفْلِحُ السَّٰكِرُ حَيْثُ اَتٰی ۝﴾ (طہ 67-69) ”تو (اس وقت) موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف معلوم کیا، ہم نے کہا: خوف نہ کرو بلاشبہ تم ہی غالب ہو اور جو چیز (لاٹھی) تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، اس کو نکل جائے گی، جو کچھ انھوں نے بنایا ہے (یو) جادوگروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادوگر جہاں سے بھی آئے فلاح نہیں پائے گا۔“

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے موسیٰ موئی رسیاں اور لمبی لمبی لاٹھیاں ڈالی تھیں اور ان کے جادو کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ میدان میں ادھر ادھر دوڑ رہی ہیں۔ ﴿۱﴾

تفسیر آیات: 117-122

موسیٰ علیہ السلام کا غالب آنا اور جادوگروں کا ایمان لانا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس عظیم الشان مقابلے کے وقت، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں واضح طور پر فرق فرما دیا تھا، اپنے عبد اور رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی کہ ان کے دائیں ہاتھ میں جو چیز ہے، یعنی لاٹھی، وہ اسے ڈال دیں ﴿فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ﴾ ”تو وہ فوراً (سانپ بن کر) جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو (ایک ایک کر کے) نکل جائے گی۔“ یعنی جو چیز یہ ڈال رہے اور اس کے بارے میں یہ خیال پیدا کر رہے ہیں کہ وہ حق ہے، حالانکہ وہ باطل ہے، اسے تمہاری لاٹھی کھا جائے گی۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اَمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ اَنْ اُذِنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هَذَا لَمَكْرٌ مَّكْرُومٌ

فرعون نے کہا: (کیا) تم میرے اجازت دینے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے ہو؟ بے شک یہ مکر ہے، تم نے اس شہر میں (مکر) کیا کیا ہے تاکہ یہاں

فِي الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجُوا مِنْهَا اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾ لَا قُطْعَانَ اَيِّدِكُمْ

رہنے والوں کو اس (شہر) سے نکال دو، پھر جلد ہی (اس کا نتیجہ) تم جان لو گے ﴿١٢٣﴾ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف طرف سے ضرور کاٹ دوں گا، پھر میں

وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْبَعِينَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوا اِنَّا اِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾

تم سب کو ضرور سولی پر لٹکاؤں گا ﴿١٢٤﴾ انھوں نے کہا: بے شک ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿١٢٥﴾ اور (اے فرعون!) تو ہمیں صرف اس بات کی

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا ۚ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا

سزا دے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے ہیں، جب وہ ہمارے پاس آئیں گے۔ اے ہمارے رب! ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں

وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿١٢٦﴾

اس حال میں فوت کر کہ ہم مسلمان ہوں ﴿١٢٦﴾

14
18
4

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاشی جادوگروں کی جس رسی یا لاشی کے پاس سے گزرتی، اسے فوراً کھا جاتی، اس سے جادوگروں کو یہ معلوم ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس عمل کا جادو سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کے اس عمل کو آسمانی تائید حاصل ہے۔ اس لیے وہ فوراً سجدہ ریز ہو گئے اور پکار اٹھے: ﴿اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ﴿١٢٦﴾ رَبِّ مُوسٰی وَهٰرُونَ ﴿١٢٧﴾ ہم سارے جہان کے پروردگار پر ایمان لائے (یعنی) موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر۔ ﴿١٢٧﴾

محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاشی سے بننے والے سانپ نے جادوگروں کی ڈالی ہوئی ایک ایک رسی اور ایک ایک لاشی کو نگلنا شروع کر دیا حتیٰ کہ میدان میں جادوگروں کی ڈالی ہوئی کوئی چھوٹی رسی اور لاشی بچی نہ کوئی بڑی، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس سانپ کو پکڑ لیا تو وہ حسب سابق ان کے ہاتھ میں پھر لاشی بن گیا، یہ منظر دیکھ کر جادوگر فوراً سجدے میں گر گئے اور پکار اٹھے کہ ہم اللہ رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے ایمان لاتے ہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اگر جادوگر ہوتے تو وہ ہم پر کبھی بھی غالب نہ آ سکتے۔ ﴿١٢٨﴾

قاسم بن ابوبکرؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی بھیج دی کہ تم اپنی لاشی کو ڈال دو، چنانچہ انھوں نے جب اپنی لاشی کو ڈالا تو وہ ایک ایسا بہت بڑا اثر دیا بن گیا جس نے اپنے منہ کو کھولا ہوا تھا اور جو جادوگروں کی ڈالی ہوئی تمام رسیوں اور لاشیوں کو نگل گیا، یہ منظر دیکھ کر تمام جادوگر سجدہ ریز ہو گئے اور جب انھوں نے اپنے سروں کو سجدے سے اٹھایا تو انھوں نے جنت و جہنم اور دونوں میں جانے والوں کے ثواب و عذاب کا بھی نظارہ کیا۔ ﴿١٢٩﴾

تفسیر آیات: 126-123

ایمان لانے کے بعد جادوگروں کو فرعون کی دھمکی اور ان کا جواب: اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب

جادوگر مولیٰ ﷺ پر ایمان لے آئے تو فرعون ملعون نے انھیں کیا دھمکی دی اور لوگوں کے سامنے کس مکرو فریب کا اظہار کیا تھا۔ اس نے جادوگروں سے مخاطب ہو کر کہا: ﴿إِنَّ هَذَا الْمَكْرُ مَكْرٌ مُّؤَمَّوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِيُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا﴾ ”بے شک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تاکہ اہل شہر کو یہاں سے نکال دو۔“ یعنی آج کے دن مولیٰ ﷺ کا تم پر غالب آنا تمھارے باہمی مشورے اور رضامندی سے تھا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: ﴿إِنَّهُ لَكَيْدٌ كَرُمٌ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ﴾ (طہ: 71:20) ”بے شک وہ تمھارا بڑا (استاد) ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔“ فرعون خود بھی جانتا تھا اور ہر وہ شخص بھی جس میں ادنیٰ سی عقل تھی کہ فرعون کی یہ بات بے حد باطل تھی کیونکہ مولیٰ ﷺ نے تو مدین سے آتے ہی فرعون کو اللہ کی طرف دعوت دینا شروع کر دی تھی اور اپنی صداقت کے نمایاں معجزات اور قطعی دلائل پیش کیے تھے تو مولیٰ ﷺ کے مقابلے کے لیے خود فرعون ہی نے اپنے ملک کے مختلف شہروں میں نمائندوں کو بھیج کر جادوگروں کو جمع کیا تھا اور انھیں مولیٰ ﷺ کے مقابلے کے لیے تیار کیا تھا اور مولیٰ ﷺ پر غالب آنے کی صورت میں بے پناہ انعام و اکرام کا وعدہ کیا تھا، اس لیے جادوگروں کی بھی شدید خواہش تھی کہ وہ اس مقابلے میں کامیاب ہوں تاکہ وہ زبردست انعام بھی حاصل کریں اور فرعون کے دربار میں بلند مقام و مرتبہ بھی، مولیٰ ﷺ ان جادوگروں میں سے کسی کو بھی نہیں جانتے تھے، نہ انھوں نے اس سے پہلے کبھی ان میں سے کسی کو دیکھا تھا یا کسی سے کبھی کوئی ملاقات ہی کی تھی، فرعون کو بھی ان ساری باتوں کا علم تھا لیکن اس نے اپنی حکومت کے کارندوں اور جاہل عوام سے حقیقت کو چھپانے اور انھیں ہمتائے فریب کرنے کے لیے یہ کہا تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت فرمایا ہے: ﴿فَاسْتَحَفَّ قَوْمَهُ فَاَطَاعُوْهُ ط﴾ (الزخرف: 54) ”تو اس نے اپنی قوم کی عقل ماردی اور انھوں نے اس کی بات مان لی۔“ فرعون کی قوم کائنات کے تمام لوگوں سے زیادہ جاہل اور گمراہ تھی کہ اس نے تو فرعون کی یہ بات بھی صحیح مان لی تھی کہ ﴿أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَىٰ﴾ (التَّوْحَات: 24:79) ”تمھارا سب سے بڑا مالک میں ہوں۔“

سدی نے اپنی تفسیر میں اپنی مشہور سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آیت کریمہ: ﴿إِنَّ هَذَا الْمَكْرَ مَكْرٌ مُّؤَمَّوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مولیٰ ﷺ اور جادوگروں کے سرکوپ کی ملاقات ہوئی تو مولیٰ نے اس سے کہا کہ یہ بتاؤ کہ اگر میں تم پر غالب آ گیا تو کیا تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے اور اس بات کی گواہی دو گے کہ میں جو لایا ہوں یہ حق ہے؟ جادوگر نے جواب دیا کہ میں کل ایسے جادو کا مظاہرہ کروں گا کہ اس پر کوئی جادو غالب نہ آ سکے گا لیکن اللہ کی قسم! اگر تم مجھ پر غالب آ گئے تو میں تم پر ایمان بھی لے آؤں گا اور اس بات کی گواہی بھی دوں گا کہ تم جس دین کو لے کر آئے ہو یہ ایک سچا دین ہے، فرعون دونوں کو باتیں کرتے ہوئے اس وقت دیکھ رہا تھا، اسی وجہ سے اس نے کہا تھا کہ ﴿إِنَّ هَذَا الْمَكْرَ مَكْرٌ مُّؤَمَّوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِيُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا﴾ ”یعنی تم اور وہ جمع ہو جاؤ، تمھیں حکومت اور اقتدار حاصل ہو جائے، یہاں کے اکابر اور سرداروں کو نکال دو اور سارا تصرف اور اقتدار تمھیں حاصل ہو جائے“ ①

﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ﴾ ① ”چنانچہ عنقریب تم معلوم کر لو گے۔“ کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا۔

پھر خود ہی اس نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: ﴿لَا قِطْعَانَ اَیْدِیْکُمْ وَاَنْجَلْکُمْ مِّنْ خِلَافِ﴾ ”میں (پہلے تو) تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کو ضرور کاٹ دوں گا۔“ یعنی وہ آدمی کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کو یا بائیں ہاتھ اور دائیں پاؤں کو کاٹ ڈالے گا۔ ﴿ثُمَّ لَا صِلَیْکُمْ اَجْعَلِیْنَ﴾ ② ”پھر تم سب کو ضرور سولی چڑھا دوں گا۔“ ایک دوسری آیت میں ہے کہ اس نے یہاں ﴿فِیْ جُذُوعِ النَّخْلِ﴾ (ظہ 20: 71) کے الفاظ بھی استعمال کیے تھے اور یہاں ﴿فِیْ﴾ بمعنی علی ہے، یعنی کہا کہ میں تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دوں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرعون ہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے انسانوں کو سولی دی اور جانب مخالف سے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا دی۔ ① جادوگروں نے جواب دیا: ﴿اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ﴾ ③ ”بے شک ہم تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ یعنی ہمیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہم نے ایک دن اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اس کا عذاب تیرے عذاب سے زیادہ سخت ہوگا اور تو ہمیں جس چیز کی دعوت دے رہا اور جس جادو پر مجبور کر رہا ہے اس پر اس کی سزا تیری سزاؤں سے زیادہ شدید ہوگی، لہذا آج ہم تیرے عذاب کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیں گے تاکہ کل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔

اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا﴾ ④ ”اے پروردگار! ہم پر صبر و استقامت کے دہانے کھول دے۔“ یعنی اس قدر صبر و استقامت عطا فرما کہ تیرے دین پر ثابت قدم رہ سکیں ﴿وَتَوْفِقْنَا مُسْلِمِیْنَ﴾ ⑤ ”اور ہمیں اسلام کی حالت میں ہی فوت کرنا۔“ کہ ہم تیرے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنے والے ہوں۔ اور فرعون کو جواب دیتے ہوئے انھوں نے کہا تھا: ﴿فَاَقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیْوةَ الدُّنْیَا ۚ اِنَّا اَمَنَّا بِرَبِّنَا لِنَغْفِرَ لَنَا خَطِیْئَاتِنَا وَمَا اٰکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ ۚ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ وَّاَبْقٰی ۝ اِنَّهُ مِّنْ یَّاتِ رَبُّهُ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا یَبُوءُ فِیْهَا وَلَا یَخِیْ ۝ وَمَنْ یَّاتِہٖ مُّؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحٰتِ فَاولٰئِکَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ۝﴾ (ظہ 20: 72-75) ”تو تو جو کچھ کرنے والا ہے اگر گزر تو جو کچھ بھی حکم چلا سکتا ہے، وہ صرف اسی دنیا کی زندگی میں ہے۔ بے شک ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور (اسے بھی) جو آپ نے ہم سے زبردستی جادو کرایا اور اللہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے، بے شک جو شخص اپنے پروردگار کے پاس گناہ گار ہو کر آئے گا تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا نہ جیے گا اور جو اس کے روبرو ایمان دار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کیے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے لیے اونچے اونچے درجے ہیں۔“ دن کے ابتدائی حصے میں یہ لوگ جادوگر تھے مگر آخری حصے میں نیکو کار اور شہداء بن گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عبید بن عمیر، قتادہ اور ابن جریج رحمہم نے بھی ان کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ دن کے ابتدائی حصے میں جادوگر تھے مگر آخری حصے

وَقَالَ الْبَلَاءُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا

اور فرعون کی قوم کے چودھریوں نے (اس سے) کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دے گا، تاکہ وہ زمین میں فساد کریں اور وہ (موسیٰ) تجھے اور

فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَالْهَتَكَ قَالَ سَنْقَتِلُ اِبْنَاءَهُمْ وَكُتَّحِي نِسَاءَهُمْ

تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ فرعون نے کہا: ہم ان کے (نومولود) بیٹے قتل کر دیں گے اور ان کی بیٹیاں چھوڑ دیں گے اور بے شک ہم ان پر پورا

وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿١٢٧﴾ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا اِنَّ

غلبہ رکھتے ہیں ﴿۱۲۷﴾ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: تم اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین تو اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے

الْاَرْضَ لِلّٰهِ تَبٰرَكَ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٨﴾ قَالُوْا اُوْذِيْنَا

اس کا وارث بناتا ہے، اور (اچھا) انجام تو پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے ﴿۱۲۸﴾ انھوں نے (موسیٰ سے) کہا: ہمارے پاس تمہارے آنے سے پہلے بھی

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاتِيْنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جَعَلْنَا قَالَ عَلٰى رُكْبِكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوْكُمْ

ہمیں تکلیفیں دی گئیں اور تمہارے آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا: امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں

وَيَسْتَخْلِفُكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرْ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾

جانشین بنادے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو ﴿۱۲۹﴾

میں خلعتِ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ﴿۱﴾

تفسیر آیات: 129-127

قوم کا اکسانا اور فرعون کا بنی اسرائیل کے قتل کے لیے تیار ہونا: فرعون اور اس کے سرداروں نے جس چیز پر اتفاق کیا

اور وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے اپنے دلوں میں جو نفرت اور بغض چھپائے ہوئے تھے، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الْبَلَاءُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ﴾ ”اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے۔“ فرعون سے ﴿اَتَذَرُ مُوسَى

وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِى الْاَرْضِ﴾ ”کیا تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں خرابی کریں۔“ یعنی

تیری رعایا کو خراب کر دیں اور تجھے چھوڑ کر وہ انھیں اپنے رب کی عبادت کی دعوت دیں، کس قدر تعجب انگیز ہے یہ بات کہ یہ

لوگ اس بات سے ڈرتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ملک میں خرابی کریں گے، حالانکہ زمین میں فساد برپا کرنے والا تو

فرعون اور اس کی قوم ہی تھی اور انھیں اس کی خبر بھی نہ تھی، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿وَيَذَرَكَ وَالْهَتَكَ﴾ ”اور وہ (موسیٰ) تجھے

اور تیرے معبودوں سے دست کش ہو جائیں گے؟“

سہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ معبودوں سے مراد گائے ہے، وہ جب بھی کسی خوبصورت گائے کو

دیکھتے تو فرعون انھیں اس کی عبادت کا حکم دیتا۔ اسی وجہ سے سامری نے بھی بچھڑے کا ایک ایسا قالب بنایا تھا جس کی آواز

گائے کی سی تھی۔ ﴿۲﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ

اور انھوں نے (موسیٰ سے) کہا: خواہ تم ہمارے پاس کوئی نشانی لے آؤ تاکہ اس کے ذریعے سے ہم پر جادو کرو تو وہ بھی ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے ﴿١٣٢﴾ پھر

الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْدَّمَ آيَةً مِّفْصَلَةً ۖ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا

ہم نے ان پر طوفان، مڈی دل، جوؤں، میٹھکوں اور خون (کا عذاب) بھیجا (یہ) الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انھوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی

قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿١٣٣﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يُمُوسَىٰ اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ

مجرم ﴿١٣٣﴾ اور جب ان پر کوئی عذاب آتا تو کہتے: اے موسیٰ! تو اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کر جیسا کہ اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے، اگر تو ہم سے

عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿١٣٤﴾ فَلَمَّا

عذاب ہٹا دے تو ہم ضرور تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور بھیج دیں گے ﴿١٣٤﴾ پھر جب ہم ان سے ایک مقرر وقت تک

كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بَلَّغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿١٣٥﴾

عذاب ہٹا لیتے، جس تک وہ بہر حال پہنچنے والے ہوتے، تو یکا یک وہ عہد توڑ دیتے ﴿١٣٥﴾

میں مبتلا کر دیا۔ ﴿١٣٢﴾ وَلَقَدْ نَقِصَ مِنَ الشُّمَرِ ۖ ”اور میوؤں کے نقصان میں۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ نقصان پہلے کے علاوہ ہے۔ ﴿١٣١﴾

ابو اسحاق نے رجا بن حیوہ سے روایت کیا ہے کہ اس وقت کھجور کے درخت ایک ہی پھل دیتے تھے۔ ﴿١٣٢﴾ لَعَلَّهُمْ يَنْكَرُونَ ﴿١٣٣﴾

فَإِذَا جَاءَهُمُ الْحَسَنَةُ ﴿١٣٤﴾ ”تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ پھر جب ان کو آسائش حاصل ہوتی“ یعنی پیداوار اور رزق کی

فراوانی حاصل ہوتی تو ﴿١٣٤﴾ قَالُوا إِنَّا هَذِهِ ۖ وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ ﴿١٣٥﴾ ”کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر سختی پہنچی“ خشک

سالی اور قحط کی صورت میں ﴿١٣٥﴾ يَظْهَرُونَ يُمُوسَىٰ وَمَنْ مَّعَهُ ۖ ”تو موسیٰ اور ان کے رفیقوں کی بدشگونی بتاتے۔“ اور کہتے

کہ یہ ان کے اور جو دین وہ لائے ہیں، اس کے سبب ہے۔ ﴿١٣٦﴾ إِنَّا ظَلَمْنَاكُمْ عِنْدَ اللَّهِ ﴿١٣٧﴾ ”دیکھو! ان کی بدشگونی اللہ

کے ہاں (مقرر) ہے۔“

علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿١٣٨﴾ ظَلَمْنَاكُمْ بِمَعْنَىٰ مَصَائِبِهِمْ ۖ ”یعنی ان کے

مصائب اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہیں۔ ﴿١٣٩﴾ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٤٠﴾ ”لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔“

تفسیر آیات: 132-135

قوم فرعون کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف عذاب: اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کی سرکشی، نافرمانی، حق کے لیے

دشمنی اور باطل پر اصرار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا: ﴿١٣٢﴾ مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ

لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٣﴾ ”تم ہمارے پاس (خواہ) کوئی ہی نشانی لاؤ تاکہ اس سے ہم پر جادو کرو مگر ہم تم پر ایمان لانے والے

نہیں۔“ یعنی انھوں نے کہا کہ تم ہمارے پاس جو بھی نشانی لاؤ اور جو دلیل بھی پیش کرو ہم اسے رد کر دیں گے اور کبھی بھی قبول

نہیں کریں گے اور نہ تم پر اور تمہارے دین پر ایمان لائیں گے۔

﴿فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ﴾ ”تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان پر اس قدر کثرت کے ساتھ بارشیں نازل کی گئیں جن سے ان کی فصلیں اور پھل تباہ و برباد ہو گئے^(۱) اور ایک روایت کے مطابق اس سے کثرتِ موت مراد ہے۔^(۲) مجاہد فرماتے ہیں کہ طوفان سے ہر حال میں پانی اور طاعون ہی مراد ہے۔^(۳)

اور ﴿وَالْجَرَادَ﴾ سے مراد مڈی ہے جو ایک مشہور و معروف جانور ہے جو کھایا بھی جاتا ہے۔ صحیحین میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی واثف سے مڈی کے بارے میں سنا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں مڈی کو کھایا۔^(۴)

امام شافعی، احمد بن حنبل اور ابن ماجہ رحمہم نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی اپنے باپ سے اور ان کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، (فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ): فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ (وَأَمَّا الدَّمَانِ) فَالْكَبِدُ وَالطَّحَالُ] ”ہمارے لیے دو مردہ چیزیں اور دو خون حلال قرار دے دیے گئے ہیں: اور ہاں! مردہ چیزوں سے مراد مچھلی اور مڈی اور دو خونوں سے مراد جگر اور تلی ہیں۔“^(۵) ابن ابی نجیح نے اس آیت ﴿فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ﴾ کے بارے میں امام مجاہد سے روایت کیا ہے کہ مڈی ان کے دروازوں کے کیلوں کو تو کھا جاتی مگر لکڑی کو چھوڑ دیتی تھی۔^(۶)

﴿وَالْقُمَّلَ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ کیڑا ہے جو گندم کے دانے سے نکلتا ہے^(۷) اور آپ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد وہ چھوٹی مڈی ہے جس کے پر نہیں ہوتے، مجاہد، عکرمہ اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔^(۸) حسن اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ قُمَّل سے سیاہ رنگ کے چھوٹے کیڑے مراد ہیں۔^(۹)

امام ابن جریر نے سعید بن جبیر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے تو انھوں نے اس سے کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی رخصت دے دو مگر فرعون نے انھیں اجازت نہ دی تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کیوں پر طوفان کو بھیج دیا اور اس سے مراد وہ بارش ہے جو اس قدر شدید تھی کہ فرعون ڈر گئے کہ یہ کہیں عذاب ہی نہ ہو، اس لیے انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ اس بارش کو روک لے تو ہم تم پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمھارے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بارش کو روک دیا مگر وہ ایمان لائے نہ انھوں نے بنی اسرائیل ہی کو

① تفسیر الطبری: 41/9. ② تفسیر الطبری: 42/9. ③ تفسیر الطبری: 42/9. ④ صحیح البخاری، الذبائح والصيد،

باب أكل الجراد، حدیث: 5495 وصحیح مسلم، الصيد والذبائح، باب إباحة الجراد، حدیث: 1952. ⑤ کتاب

الأم للشافعی، الصيد والذبائح، ذكاة الجراد والحيتان: 177/3، حدیث: 1444 ومسند أحمد: 97/2 واللفظ

وسنن ابن ماجه، الأطعمة، باب الكبد والطحال، حدیث: 3314. ⑥ تفسیر الطبری: 53/9 وتفسیر ابن أبی حاتم:

1546/5. ⑦ تفسیر الطبری: 44/9. ⑧ تفسیر الطبری: 44/9. ⑨ تفسیر الطبری: 45/9.

جانے کی اجازت دی۔ تو اس سال ان کی فصلیں، پھل اور گھاس وغیرہ اس قدر کثرت سے پیدا ہوئے کہ اس کی پہلے کوئی مثال نہ تھی، فرعون نے کہنے لگے کہ ہماری تنہا تھی کہ ایسی ہی فصلیں اور پھل پیدا ہوا کریں، ادھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹنڈی کو بھیج دیا اور اسے گھاس پر مسلط کیا، فرعون نے جب گھاس پر ٹنڈی کا اثر دیکھا تو انھیں معلوم ہو گیا کہ ان کی فصلیں بھی ان سے باقی نہ بچیں گی، اس لیے وہ پھر موٹیؑ سے یہ کہنے لگے کہ موٹی اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ٹنڈی کو دور کر دے تو ہم تم پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی جانے کی اجازت دے دیں گے، موٹیؑ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ٹنڈیوں کو دور فرما دیا مگر وہ پھر بھی ایمان لائے نہ انھوں نے بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت دی۔ انھوں نے فصلوں کی پیداوار کو حاصل کر کے گھروں میں محفوظ کر لیا اور کہنے لگے کہ اب ہم ہر قسم کے نقصان سے محفوظ ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیڑوں کو بھیج دیا اور اس سے مراد وہ کیڑے ہیں جو غلے میں پیدا ہو جاتے ہیں، وہ آٹا پینے کے لیے غلے کی دس بوریاں چکی کی طرف لے کر جاتے مگر آٹا صرف تین من واپس لے کر آتے، اس لیے حضرت موٹیؑ سے پھر یہ کہنے لگے کہ موٹی! تم اپنے رب سے یہ دعا کرو کہ وہ ان کو دور کر دے تو ہم تم پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں گے۔

موٹیؑ نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کیڑوں کو دور کر دیا مگر انھوں نے پھر بھی بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ موٹیؑ فرعون کے پاس بیٹھے تھے کہ انھوں نے مینڈک کے ٹڑانے کی آواز سنی تو فرعون سے کہا کہ تم اور تمہاری قوم اس سے کیا کوئی تکلیف محسوس تو نہیں کرتے؟ فرعون کہنے لگا: کیا تم نے تو کوئی چکر نہیں چلا دیا۔ شام ہوئی تو مینڈکوں کی اس قدر بہتات ہو گئی کہ جب کوئی آدمی بیٹھتا تو اس کی ٹھوڑی تک مینڈک آ جاتے اور جب وہ بات کرنا چاہتا تو مینڈک اچھل کر اس کے منہ میں چلے جاتے، فرعون نے پھر موٹیؑ سے درخواست کی کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم سے ان مینڈکوں کو دور کر دے تو ہم تمہارے ساتھ ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی جانے کی اجازت دے دیں گے۔

موٹیؑ نے اپنے رب سے دعا کی تو اس نے مینڈکوں کو ان سے دور کر دیا مگر وہ ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کو بھیج دیا جس کی وجہ سے ان کی نہروں، کنوؤں اور برتنوں کا پانی سرخ رنگ کے تازہ خون میں تبدیل ہو گیا، فرعون نے فرعون سے کہا کہ ہم خون کے عذاب میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اب ہمارے پاس پینے کے لیے پانی بھی نہیں ہے، فرعون نے کہا کہ موٹی نے تم پر جادو کر دیا ہے، فرعون نے کہنے لگے کہ اس نے جادو کہاں کیا ہے! ہمارے برتنوں کا تمام پانی خون میں تبدیل ہو گیا ہے، پھر وہ موٹی کے پاس آ کر عرض کرنے لگے کہ اے موٹی! اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہم سے اس خون کو دور کر دے تو ہم تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی جانے کی اجازت دے دیں گے، موٹیؑ نے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اس نے اسے دور کر دیا مگر فرعون ایمان لائے اور نہ انھوں نے بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت دی۔ ﴿۱﴾ حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما، سدی، قتادہ اور دیگر کئی ایک علمائے سلف سے بھی تقریباً اسی طرح مروی ہے۔

امام محمد بن اسحاق بن یسار رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ جب جادوگر ایمان لے آئے تو فرعون بہت دل شکستہ اور افسردہ خاطر لوٹا لیکن پھر بھی اس نے کفر اور شر ہی پر قائم رہنے کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ نے اسے مسلسل کئی نشانیاں دکھائیں، مثلاً: قحط سالی میں مبتلا کیا، طوفان بھیجا، پھر یکے بعد دیگرے مٹیوں، جوؤں، مینڈکوں اور خون کے عذاب میں مبتلا کیا اور یہ وہی آیات مُفَصَّلَاتٌ ۖ یعنی بہت واضح نشانیاں تھیں۔ طوفان، یعنی پانی بھیجا جو سطح زمین پر بہنے لگا، پھر پانی ٹھہر گیا کہ ان کے لیے کاشت کاری یا کوئی اور کام کرنا ممکن نہ تھا اور جب وہ شدید بھوک میں مبتلا ہو گئے تو قَالُوا يٰمُوسٰى اِذْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عٰهَدَ عِنْدَكَ ۚ لَٰكِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَءٰٓءِيلَ ﴿١٣٢﴾ ”کہتے کہ موسیٰ! ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعا کرو جیسا اس نے تم سے عہد کر رکھا ہے، اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دو گے تو ہم تم پر ایمان بھی ضرور لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ ضرور بھیج دیں گے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور کر دیا مگر انھوں نے موسیٰ سے جو وعدے کیے تھے، ان میں سے کسی ایک کو بھی پورا نہ کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مٹی کو بھیج دیا جس نے درختوں کو کھالیا جیسا کہ مجھے خبر پہنچی ہے حتیٰ کہ مٹی نے ان کے دروازوں کے کیلوں کو کھانا بھی شروع کر دیا تاکہ ان کے گھر اور مکانات وغیرہ گر جائیں، انھوں نے پھر موسیٰ علیہ السلام سے کہا جیسا کہ پہلے کہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اس عذاب کو دور کر دیا مگر فرعونیوں نے اپنے وعدے کو نہ پورا کرنا تھا نہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر جوؤں کو بھیج دیا۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ایک ٹیلے کے پاس جائیں اور اس پر اپنا عصا ماریں۔ موسیٰ علیہ السلام ایک بڑے بلند ٹیلے کے پاس چلے گئے، آپ نے اس پر اپنا عصا مارا تو فرعونیوں پر جوئیں اس قدر کثرت کے ساتھ پھیل گئیں حتیٰ کہ گھروں میں اور کھانے پینے کی تمام چیزوں میں جوئیں ہی جوئیں نظر آنے لگیں جس کی وجہ سے ان کی نیند اور ان کا سکون ختم ہو گیا اور جب وہ بہت زیادہ مشکل میں مبتلا ہو گئے تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں اسی طرح عرض کی جیسا کہ پہلے عرض کی تھی۔

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اس عذاب کو دور فرما دیا مگر فرعونیوں نے اپنے وعدے کو قطعاً پورا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کو بھیج دیا۔ ان کے گھر، کھانے پینے کی چیزیں اور تمام برتن مینڈکوں سے بھر گئے۔ ان میں سے کوئی شخص جب بھی کسی کپڑے کو کھولتا یا کھانے پینے کی کسی چیز کو دیکھتا تو مینڈک ہی مینڈک نظر آتے جب فرعون اس کی وجہ سے بہت مشکل میں مبتلا ہو گئے تو انھوں نے پھر موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کی طرح درخواست کی تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اس عذاب کو دور فرما دیا مگر فرعونیوں نے اپنے وعدے کو قطعاً پورا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب بھیج دیا، آل فرعون کے پانی خون سے بدل گئے۔ وہ جب بھی کسی کنویں یا نہر سے پانی پینا چاہتے یا برتن میں بھرے

فَأَنْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٣٦﴾

پھر ہم نے ان سے انتقام لیا تو انھیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ان سے بے پروا ہو گئے تھے ﴿١٣٦﴾ اور ہم نے ان کو اور ثنائی القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربہا الّتی برکنا فیہا ط لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس زمین کے مشرق اور مغرب کا وارث بنادیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی۔ اور (اے نبی! اس طرح) بنی اسرائیل وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ ہِمَا صَبَرُوْا ط وَدَمَرْنَا مَا کَانَ یَصْنَعُ کے حق میں آپ کے رب کا اچھا وعدہ پورا ہوا، اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا تھا۔ اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (کارخانے) وہ

فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا کَانُوا یَعْرِشُونَ ﴿١٣٧﴾

بناتے اور جو (عملات کی عمارتیں) وہ اٹھاتے تھے ﴿١٣٧﴾

ہوئے پانی کو دیکھتے تو انھیں ہر جگہ تازہ خون ہی خون نظر آتا تھا۔ ﴿١﴾

تفسیر آیات: 136، 137

آل فرعون کو دریا میں غرق کرنا اور بنی اسرائیل کو مقدس سرزمین کا وارث بنانا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب فرعون بغاوت و سرکشی میں حد سے بڑھ گئے، حالانکہ انھیں یکے بعد دیگرے متواتر کئی بار مختلف آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیتے ہوئے انھیں دریا میں غرق کر دیا، یہ وہی دریا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لیے رستے بنادیے تھے اور وہ سلامتی کے ساتھ دریا کو عبور کر گئے تھے پھر ان کے تعاقب میں جب فرعون اور اس کے لشکر اسی دریا میں داخل ہوئے تو یہ رستے ختم ہو گئے، دریا کا پانی حسب سابق مل گیا اور فرعون اپنے تمام لشکروں سمیت غرق ہو گیا کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ صرف غفلت کا مظاہرہ کیا بلکہ ان کی صریحاً تکذیب بھی کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ فرعونوں کو غرق کرنے کے بعد اس نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، یعنی بنی اسرائیل، ان کو زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنادیا۔ امام حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ یہاں زمین سے مراد ملک شام ہے۔ ﴿٢﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ ہِمَا صَبَرُوْا ط﴾ اور بنی اسرائیل کے بارے میں ان کے صبر کی وجہ سے تمھارے پروردگار کا وعدہ نیک پورا ہوا۔“ امام مجاہد اور ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس وعدہ نیک سے مراد حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنٰ عَلَی الدِّیْنِ اَسْتَضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجَعْلَهُمْ اٰیۃً ۙ وَنَجْعَلَهُمُ الْاُوْلٰئِیْنَ ۙ وَنَمِکِّنْ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیْ فِرْعَوْنَ وَہٰٓاُمِّنْ وَجُنُودَہُمَا مِنْہُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ۝﴾ (القصص: 28، 29) ”اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیے گئے ہیں، ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انھیں (ملک کا) وارث کریں اور ملک میں ان کو قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو وہ چیز دکھادیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔“

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 51، 50/9۔ ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 58/9۔ ﴿٣﴾ تفسیر الطبری: 59/9 لیکن امام مجاہد نے آیت کا ذکر نہیں کیا۔

وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَاتُوا عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ قَالُوا يَمُوسَىٰ

اور (جب) ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا، تو ان کا ایسے لوگوں پر گزر رہا جو اپنے بتوں کی عبادت میں لگے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا: اے

اجعلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ مَتَّبِعُوا

موسیٰ! تو ہمارے لیے ایک معبود بنا دے جس طرح کہ ان کے معبود ہیں۔ موسیٰ نے کہا: بے شک تم لوگ تو (زے) جاہل ہو ﴿١٣٨﴾ یہ لوگ جس کام میں

هُمْ فِيهِ وَبِطُلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٩﴾

لگے ہیں یقیناً وہ تباہ ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ باطل ہے ﴿١٣٩﴾

﴿١٣٨﴾ وَدَمَرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ ﴿١٣٩﴾ ”اور فرعون اور قوم فرعون جو بناتے تھے، سب کو ہم نے تباہ کر دیا۔“ یعنی فرعون اور اس کی قوم نے جو عمارات اور کھیت بنائے تھے، ہم نے سب تباہ کر دیے، ﴿١٣٩﴾ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿١٣٧﴾ ”اور ان (محلّات) کو جو وہ بلند کرتے تھے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿١٣٧﴾ يَعْرِشُونَ ﴿١٣٧﴾ کے معنی ہیں کہ جو وہ بناتے تھے۔ ﴿١﴾

تفسیر آیات: 138، 139

بنی اسرائیل کا دریا کے پار اترنا: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو ہم نے دریا کے پار اتار دیا اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی عظیم قدرتوں کا مشاہدہ کیا، ﴿١٣٨﴾ قَاتُوا ﴿١٣٨﴾ یعنی وہ گزرے ﴿١٣٨﴾ عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ ﴿١٣٨﴾ ”ایسے لوگوں کے پاس سے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کے لیے بیٹھے رہتے تھے۔“

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ کنعانی تھے، بعض کے بقول یہ تخم تھے۔ ﴿٢﴾ امام ابن جریج ﴿٣﴾ نے لکھا ہے کہ یہ لوگ گائے کی صورت کے مطابق بنے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے تھے تو اس بات نے ان کے دلوں میں پھر سے بچھڑے کی محبت کا ولولہ تازہ کر دیا۔ ﴿٤﴾ اور ان جاہلوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کر دیا کہ ﴿١٣٨﴾ يَمُوسَىٰ اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ ”موسیٰ! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو، موسیٰ نے کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔“ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور اس بات سے جاہل ہو کہ یہ واجب ہے کہ اس کی ذات گرامی کو ہر قسم کے شریک اور مثیل سے پاک قرار دیا جائے۔ ﴿١٣٨﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ مَتَّبِعُوا مَّا هُمْ فِيهِ ﴿١٣٨﴾ ”بے شک یہ لوگ جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں، وہ برباد ہونے والا ہے۔“ ﴿١٣٩﴾ وَبِطُلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٩﴾ ”اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بے ہودہ ہیں۔“

امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو داؤد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف جا رہے تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ کفار کا بیری کا ایک درخت ہے جس کے پاس وہ بیٹھے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ اپنے اسلحے کو بھی لٹکا لیتے ہیں، اس درخت کو ”ذات النواط“ کہا جاتا تھا، اس کے بعد ہم بیری کے

قَالَ اَغْيَرَ اللّٰهُ اَبْغِيَكُمْ اِلٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ اِلٰ

مُوسٰی نے کہا: کیا میں تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی (اور) معبود تلاش کروں، جبکہ اسی نے تمہیں سب جہانوں پر فضیلت دی ہے؟ ﴿١٤٠﴾ اور (اے بنی

فِرْعَوْنَ يَسُومُوْنَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۚ يَقْتُلُوْنَ اَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاءَكُمْ ۗ وَفِي

اسرائیل! یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعون کی قوم سے نجات دی، وہ تمہیں برا عذاب پکھاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور تمہاری عورتوں

ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿١٤١﴾

(بنیوں) کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی ﴿١٤١﴾

وَوَعَدْنَا مُوسٰی ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَاتَمَنَّا بِعَشْرِ فِتْمٍ مِّمَّاتٍ رَبِّهِ

اور ہم نے موسٰی سے تیس راتوں کا وعدہ کیا (کہ وہ اتنی راتیں کوہ طور پر گزارے) اور ہم نے انہیں (مزید) دس راتوں کے ساتھ پورا کیا، یوں اس کے رب کی

اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوسٰی لِاَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاصْلِحْ

(مقرر کی ہوئی) چالیس راتوں کی مدت پوری ہو گئی۔ اور موسٰی نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: تو میری قوم میں میرے پیچھے جاؤ، بن جا، اور (ان کی)

وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾

اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا ﴿١٤٢﴾

ایک بہت بڑے اور سرسبز و شاداب درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی

ایک ذاتِ انواط مقرر فرما دیجیے جیسا کہ کافروں کے لیے ایک ذاتِ انواط ہے تو آپ نے فرمایا: [قُلْتُمْ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ

بِيْده! كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسٰی: اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمُ الْاِهَةُ ط قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿٣٨﴾ اِنَّ هٰؤُلَاءِ

مُتَّبِعِيْ مَا هُمْ فِيْهِ وَابْطِلُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّهَا السُّنَنُ لَتَرْكِبْنَ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ] ”اس ذات

گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمہاری یہ بات اسی طرح ہے جس طرح قوم موسٰی نے موسٰی علیہ السلام سے یہ کہا تھا:

”جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو، موسٰی نے کہا کہ بے شک تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔ یہ لوگ

جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بے ہودہ ہیں۔“ بے شک یہ پہلے

لوگوں کے طور طریقے ہیں اور تم ضرور ان کی روش اختیار کرو گے۔“ ﴿١﴾

تفسیر آیات: 141، 140

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی کے ساتھ نصیحت: حضرت موسٰی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد

دلائیں کہ اس نے انہیں فرعون کی قید اور اس کے قہر سے نجات بخشی، ان کی ذلت و رسوائی کو عزت و سر بلندی سے بدل دیا اور

ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے دشمن کو دریا میں غرق کر کے ان کے دلوں کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی جیسا کہ ان تمام

﴿١﴾ جامع الترمذی، الفتن، باب ما جاء لتركبن سنن من كان قبلکم، حدیث: 2180 و مسند احمد: 218/5 تفسیر الطبری:

61/9 ، البتہ کتب احادیث میں آیت: 139 نہیں ہے، نیز تفسیر ابن کثیر میں آیت کے بعد والی عبارت کا ذکر نہیں ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِبِيعَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۖ قَالَ رَبِّ ارِنِي ۖ أَنْظُرْ إِلَيْكَ ۖ قَالَ كُنْ

اور جب موسیٰ ہماری مقررہ مدت کے لیے آیا اور اس سے اس کے رب نے کلام کیا تو موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے (اپنی جھلک) دکھا کہ میں تجھے

تربیتی وَلَٰكِنْ أَنْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي ۖ فَلَمَّا تَبَجَّلَ رَبُّهُ

دیکھ سکوں۔ اللہ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے لیکن تو اس پہاڑ کی طرف دیکھ، پھر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا، تو تم مجھے بھی ضرور دیکھ سکو گے۔ پھر

لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۖ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَنَكَ ثُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا

جب اس کے رب نے پہاڑ پر (اپنا) جلوہ ڈالا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا، اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب وہ ہوش میں آئے تو انھوں نے عرض

أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٤٣﴾

کی: (اے اللہ!) تو پاک ہے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں ﴿١٤٣﴾

باتوں کا ذکر قبل ازیں سورہ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ ﴿١﴾

تفسیر آیت: 142 ﴿١٤٢﴾

موسیٰ علیہ السلام کے روزے اور چالیس راتوں کی عبادت: اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنے اس احسان کا اظہار فرما رہا ہے کہ

انھیں ہدایت اس لیے حاصل ہوئی کہ اس نے ان کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہم کلامی کے شرف سے نوازا اور انھیں تورات عطا

فرمائی جس میں احکام اور ان کی شریعت کی تفصیل موجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام

کے لیے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی تھی۔ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان تیس دنوں کے روزے رکھے تھے اور جب

انھوں نے اس میعاد کو پورا کر دیا تو انھوں نے ایک درخت کی شاخ کے ساتھ مسواک کر لی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ

اس مدت کو چالیس راتوں تک بڑھا کر مکمل کر دیں۔ ﴿٢﴾ جب میعاد مکمل ہو گئی اور موسیٰ نے کوہ طور پر جانے کا عزم کر لیا جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَبْنِي إِسْرَءِيلَ قَدْ أَنْجَيْنَاكَ مِنْ عَدُوِّكَمْ وَوَعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنِ﴾ (طہ 20: 80)

”اے آل یعقوب! یقیناً ہم نے تم کو تمھارے دشمن سے نجات دی اور تورات دینے کے لیے تم سے کوہ طور کی دائیں طرف مقرر

کی۔“ تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کو بنی اسرائیل میں اپنا نائب مقرر کر دیا اور انھیں وصیت کی کہ وہ

راستی کو اختیار کیے رہیں اور فساد نہ ہونے دیں اور یہ بطور تنبیہ و تذکیر کے تھا ورنہ حضرت ہارون علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے،

صاحب جاہ و جلال اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت برگزیدہ تھے۔ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ.

تفسیر آیت: 143 ﴿١٤٣﴾

موسیٰ علیہ السلام کا دیدار الہی کے لیے سوال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے وقت

پر پہنچے اور انھیں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کا سوال کرتے ہوئے کہا: ﴿رَبِّ ارِنِي ۖ أَنْظُرْ إِلَيْكَ ۖ قَالَ كُنْ تَرَانِي ۖ فَلَمَّا تَبَجَّلَ رَبُّهُ

دیکھ سکوں۔ اللہ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے لیکن تو اس پہاڑ کی طرف دیکھ، پھر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا، تو تم مجھے بھی ضرور دیکھ سکو گے۔ پھر

لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۖ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَنَكَ ثُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا

﴿١﴾ دیکھیے آیت: 47 کے ذیل میں۔ ﴿٢﴾ دیکھیے تفسیر ابن ابی حاتم: 5/1556.

نے کہا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔“ حرف ۛ کُنْ ۛ یہاں دنیا میں رویت باری تعالیٰ کی نفی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ورنہ بہت سی متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ مومن آخرت میں دیدار الہی کی سعادت سے فیض یاب ہوں گے۔ ہم ان احادیث مبارکہ کو ارشاد باری تعالیٰ: ۛ وَجُوهٌ يُؤْمِنُ ۛ نَاصِرَةٌ ۛ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۛ ۛ (الْقِيَمَةُ 23:22، 75) ”اس روز بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کے بخودیدار ہوں گے۔“ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

سابقہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! مجھے جب بھی کوئی زندہ دیکھے تو وہ مر جائے اور کوئی خشک اور بے جان چیز دیکھے تو وہ لڑھک جائے۔^(۱) اسی لیے فرمایا: ۛ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۛ ”پھر جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر جلوہ ڈالا تو (تجلی انوار بانی نے) اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔“ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کریمہ کی تفسیریوں منقول ہے: [قَالَ هَكَذَا: بِعَيْنِي أَنَّهُ أَخْرَجَ طَرَفَ الْخِصْرِ] ”اللہ تعالیٰ نے اپنی انگلی خضر کا ایک کنارہ (یا اس کے بقدر) ہی ظاہر فرمایا تھا۔“^(۲) اس حدیث کو بالفاظ دیگر امام ترمذی نے بھی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے اور اسے حسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔^(۳)

اسی طرح امام حاکم نے بھی اسے مستدرک میں حماد بن سلمہ سے کئی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت مسلم کی شرط کے مطابق ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔^(۴)

سدی نے مکرّمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ۛ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ ۛ کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی انگلی خضر ہی کے بقدر جلوہ فرمایا ۛ جَعَلَهُ دَكًّا ۛ اور پہاڑ ٹٹی کی طرح ریزہ ریزہ کر دیا ۛ وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۛ ”اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔“^(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے ہوش ہونے کا قرینہ یہ الفاظ ہیں: ۛ فَلَمَّا أَفَاقَ ۛ ”تو جب ہوش میں آئے۔“ اور ظاہر ہے کہ ہوش میں آنے کے الفاظ اسی کے لیے استعمال ہوں گے جو پہلے بے ہوش ہوا ہو۔ ۛ قَالَ سُبْحَنَكَ ۛ ”کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے۔“ تنزیہ، تعظیم اور جلال و عظمت کی خاطر ایسا کہا کہ اسے دنیا میں جو بھی دیکھے گا وہ مر جائے گا۔^(۶) ۛ ثُبْتُ إِلَيْكَ ۛ ”میں تیرے حضور تو بہ کرتا ہوں۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس بات سے تو بہ کہ آئندہ (دنیا میں) دیدار الہی کا سوال کروں۔^(۷) ۛ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ۛ ”اور جو ایمان لانے والے ہیں، میں ان میں سے سب سے اول ہوں۔“ ابن عباس اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بنی اسرائیل میں سے سب سے پہلا مومن ہوں^(۸)

امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

① البداية والنهاية، سؤال الرؤية: 265/1 والفردوس بمأثور الخطاب للدليمي: 267/2، حديث: 3243. ② مسند أحمد:

125/3. ③ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأعراف، حديث: 3074. ④ المستدرک للحاکم، التفسیر،

سورة الأعراف: 320/2، حديث: 3249. ⑤ تفسیر الطبري: 70/9. ⑥ تفسیر الطبري: 74/9. ⑦ تفسیر الطبري:

75/9. ⑧ تفسیر الطبري: 74/9.

قَالَ يُمُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي ۖ وَبِكَلَامِي ۖ فَخُذْ مَا

اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک میں نے اپنے پیغامات پہنچانے اور اپنی ہم کلامی کے لیے لوگوں میں سے تجھے چن لیا ہے، چنانچہ تو لے لے جو میں

اَتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾ وَكُتِبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

نے تجھے دیا ہے اور شکر گزاروں میں (شامل) ہو جا ۱۴۴ اور ہم نے اس (موسیٰ) کے لیے (تورات کی) تختیوں میں (زندگی کے) ہر معاملے کے بارے میں

مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا

نصیحت اور ہر پہلو کے متعلق تفصیل لکھ کر دے دی ہے، چنانچہ تو ان (ہدایات) کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ ان کی اچھی اچھی باتوں پر

سَاوِرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٤٥﴾

کار بند رہیں۔ جلد ہی میں تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا ۱۴۵

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک دوسری روایت کے مطابق اس کے معنی یہ ہیں کہ میں سب سے پہلے اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ تیری ذات پاک کو تیری مخلوق میں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

وَكَرَّ مُوسَىٰ صَعْقًا ۖ ”اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔“ اس کی تفسیر میں ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے رسول

اللہ ﷺ کی احادیث مروی ہیں۔ حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ، کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں قرآن مجید کے اس مقام کی تفسیر

میں ذکر کیا ہے کہ ایک یہودی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے چہرے پر تھپڑ مارا گیا تھا، اس نے عرض کی: اے نبی!

تیرے ایک انصاری صحابی نے میرے منہ پر تھپڑ مار دیا ہے، آپ نے فرمایا: [أُدْعُوهُ] ”اس کو بلاؤ، چنانچہ انھوں (صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم) نے اسے بلایا تو آپ نے فرمایا: [لَمْ لَطَمْتَ وَجْهَهُ؟] ”تو نے اس کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا ہے؟“ انھوں نے عرض کی:

اے اللہ کے رسول! میں یہودیوں کے پاس سے گزر رہا تھا تو میں نے (ایک کو) یہ کہتے ہوئے سنا: اس ذات کی قسم جس نے

موسیٰ کو تمام انسانوں سے برگزیدہ کیا! میں نے کہا: کیا محمد ﷺ پر بھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بزرگی دی ہے؟ میں اس کی

بات سن کر غضب ناک ہو گیا اور میں نے اسے تھپڑ مار دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُخَيِّرُونِي مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِنَّ

النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَىٰ آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلَا

أَدْرَىٰ أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُزَىٰ بِصَعْفَةِ الطُّورِ؟] ”مجھے انبیاء میں سے اچھا قرار نہ دو، قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش

ہو جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش الہی کے ایک پائے کو پکڑے ہوئے ہوں

گے، نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے ہوں گے یا کوہ طور پر بے ہوش ہونے کے بدلے میں بے ہوش ہوئے ہی

نہیں ہوں گے۔“ ①

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”صحیح“ میں بہت سے مقامات پر بیان فرمایا ہے، امام مسلم نے اسے ”صحیح“ کی کتاب

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ۵۰. وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِبَيْتَاتِنَا وَكَلَّمَ رَبَّهُ ﷻ (الأعراف 7: 143)، حدیث: 4638.

أحاديث الأنبياء میں اور امام ابو داود نے ”سنن“ کی کتاب السنۃ میں بیان فرمایا ہے۔^① اور ہی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کو بھی امام احمد اور امام بخاری و مسلم نے تقریباً اسی طرح روایت کیا ہے۔^②

تفسیر آیات: 145، 144

موسیٰ علیہ السلام کا امتیاز اور ان کے لیے تختیوں کا عطیہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اس نے انھیں اپنے پیغام اور کلام سے ان کے زمانے کے لوگوں پر ممتاز کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد ﷺ تو اگلی چھٹی تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء والمرسلین ہونے کے اعزاز سے سرفراز فرمایا، آپ کی شریعت کو قیامت تک کے لیے جاری و ساری کر دیا اور آپ کے پیروکاروں کو تمام نبیوں اور رسولوں کے پیروکاروں سے تعداد میں زیادہ بنا دیا، آپ کے بعد شرف و فضل میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مقام اور مرتبہ ہے، پھر ان کے بعد حضرت موسیٰ بن عمران کلیم الرحمن علیہ السلام کا درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿فَخُذْ مَا آتَيْنَاكَ﴾ ”تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے، اسے پکڑ رکھو۔“ یعنی کلام و مناجات کو۔ ﴿وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ ”اور (میرا) شکر بجالاؤ۔“ یعنی کلام و مناجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ اور اس بات کا سوال نہ کرو جس کی تمہیں طاقت ہی نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے تختیوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ تختیاں جواہرات کی بنی ہوئی تھیں۔^③ اور ان میں اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی باتیں اور حلال و حرام سے متعلق مفصل احکام بیان فرمائے تھے۔^④ اور یہ تختیاں تورات ہی پر مشتمل تھیں جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ﴾ (القصاص 43:28) ”اور البتہ تحقیق ہم نے پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت ہے۔“ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ تختیاں موسیٰ علیہ السلام کو تورات سے پہلے عطا کی گئی تھیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ﴾ ”تو اسے زور سے پکڑے رہو۔“ یعنی طاعت کے عزم کے ساتھ ﴿وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا﴾ ”اور اپنی قوم سے بھی کہہ دیجیے کہ ان باتوں کو جو اس میں (مندرج ہیں اور) بہت بہتر ہیں پکڑے رہیں۔“ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوسعید نے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ اس چیز کو اُس سے بھی زیادہ مضبوطی سے پکڑ لیں جس قدر انھوں نے اپنی قوم کو پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ (کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو ﴿فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ﴾ کا حکم اور قوم کو ﴿يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا﴾ کا)^⑤ اور فرمایا: ﴿سَاوِرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ﴾

① صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل موسی علیہ السلام، حدیث: 2373 و سنن أبی داود، السنۃ، باب فی التخییر بین

الأنبياء علیہم السلام، حدیث: 4671۔ ② صحیح البخاری، الخصومات، باب ما یذكر فی الأشخاص.....، حدیث: 2411

و صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل موسی علیہ السلام، حدیث: 2373 و مسند أحمد: 264/2۔ ③ تفسیر القرطبی:

281/7۔ ④ تفسیر الطبری: 77/9۔ ⑤ تفسیر الطبری: 79/9۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیَتِیْ الَّذِیْنَ یَتَّكِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط وَ اِنْ یَرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَا یُؤْمِنُوْا

اور جلد ہی میں اپنی نشانیاں سے ان لوگوں (کی نگاہوں) کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں، اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر

بہاءؑ وَ اِنْ یَرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ وَ اِنْ یَرَوْا سَبِیْلَ الْغٰیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ط

ایمان نہیں لائیں گے، اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اختیار نہیں کریں گے، اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اختیار کر لیں گے، یہ اس

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَاءِ

لیے کہ انھوں نے ہماری نشانیاں کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل رہے ﴿۱۴۶﴾ اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری نشانیاں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، ان کے عمل

الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ط هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

۱۷
ع
۶

برباد ہو گئے۔ انھیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو کچھ وہ (دنیا میں) کرتے رہے تھے ﴿۱۴۷﴾

”میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا۔“ یعنی تم ان لوگوں کے انجام کو دیکھ لو گے جو میرے حکم کی مخالفت کریں گے

اور میری اطاعت سے باہر ہو جائیں گے کہ وہ کس طرح تباہی و بربادی سے دوچار ہوں گے؟

تفسیر آیات: 147، 146

غرور کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات سے محروم رہیں گے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیَتِیْ الَّذِیْنَ

یَتَّكِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط ﴾ ”جلد ہی جو لوگ زمین میں ناحق غرور کرتے ہیں ان کو اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا۔“

یعنی اپنی عظمت، شریعت اور احکام سے متعلق دلائل و براہین کے سمجھنے سے ان لوگوں کے دلوں کو محروم کر دوں گا جو میری

اطاعت سے اعراض کریں گے اور لوگوں سے ناحق غرور کے ساتھ پیش آئیں گے، یعنی جس طرح انھوں نے تکبر اور غرور کیا

تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی انھیں احکام شریعت سے جاہل رکھ کر ذلیل و رسوا کر دے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَقَلَبُ

اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ ﴾ (الأنعام: 110) ”اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے (تو)

جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے)۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ط

(الصف: 61) ”تو جب ان لوگوں نے کج روی کی اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔“

امام سفیان بن عیینہ اس آیت کریمہ: ﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیَتِیْ الَّذِیْنَ یَتَّكِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط ﴾ کے بارے

میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ان سے قرآن کا فہم چھین لوں گا اور انھیں اپنی آیتوں سے دور کر دوں گا۔ ﴿۱﴾ ابن

جریر فرماتے ہیں: ابن عیینہ کی یہ تفسیر اس بات کی دلیل ہے کہ خطاب اس امت سے ہے۔ ﴿۲﴾ لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ خطاب

اس امت ہی سے ہو کیونکہ ابن عیینہ کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیت ہر امت پر صادق آ سکتی ہے اور اس اعتبار سے کسی

امت میں کوئی فرق نہیں، جس کا بھی یہ طرز عمل ہوگا، اس سے یہی سلوک ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ارشاد الہی ہے: ﴿ وَ اِنْ یَرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَا یُؤْمِنُوْا بِہَا ؕ ﴾ ”اور اگر یہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُورٌ ط أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنالیا، وہ ایک جسم تھا جس کی آواز گائے کی تھی۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا

لَا يَكْلُمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا مِ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَبَّاسُقُطٌ فِيْ اٰيَدِيْهِمْ

کہ وہ ان سے کلام نہیں کرتا اور نہ انھیں کوئی راستہ بتاتا ہے؟ (پھر کسی) انھوں نے اسے (معبود) بنالیا اور وہ ظالم تھے ﴿١٤٨﴾ اور جب انھیں شرمندگی ہوئی اور

وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا ۖ قَالُوا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

انھوں نے دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں (شامل) ہو

الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾

جائیں گے ﴿١٤٩﴾

لائیں۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ وَكُوْجَاۤءُ ثُمَّ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ (یونس 96: 97) ”بے شک جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے۔“
وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ اور اگر وہ راستی کا رستہ دیکھیں تو اسے (اپنا) رستہ نہ بنائیں۔“ یعنی اگر ان کے لیے راستی اور نجات کا رستہ ظاہر بھی ہو جائے تو یہ اسے اختیار نہیں کریں گے اور اگر ان کے لیے ہلاکت و ضلالت کا رستہ ظاہر ہو جائے تو اسے یہ اختیار کر لیں گے۔

پھر ان کے اس طرز عمل کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ ”یہ اس لیے کہ انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔“ اور دلوں سے ان کی تکذیب کر دی۔ وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٤٨﴾ ”اور وہ ان سے غفلت کرتے رہے۔“ یعنی ان میں جو کچھ تھا، اسے قطعاً نہیں جانتے تھے۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ ”اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔“ یعنی جو شخص اس طرز عمل کو اختیار کرے اور موت تک اسی کو اختیار کیے رکھے تو اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ هَلْ يٰجُزُوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾ ”یہ جیسے عمل کرتے ہیں ویسا ہی ان کو بدلہ ملے گا۔“ یعنی انھوں نے جیسے اعمال آگے بھیجے ہوں گے، ہم ان کے مطابق ہی ان کو بدلہ دیں گے، یعنی اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کا برا بدلہ۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے!

تفسیر آیات: 148، 149

بچھڑے کی عبادت کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے یہاں بنی اسرائیل کے ان لوگوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے جو اس بچھڑے کی عبادت کی وجہ سے گمراہ ہو گئے تھے جسے سامری نے ان کے لیے قبطیوں کے ان زیورات کو ڈھال کر بنایا تھا جسے انھوں نے ان سے مستعار لیا تھا۔ اور اس نے اس بچھڑے کو ڈھانچے میں اس مٹی کی مٹھی ڈالی جسے اس نے جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کے نشانات سے لیا تھا تو وہ ایک بچھڑا بن گیا جس کے قالب سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي ۚ

اور جب موسیٰ غصے اور رنج میں بھرے اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو (ان سے) کہا: میرے (جانے کے) بعد تم بہت برے جا نہیں ہوئے ہو! کیا تم نے

أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاللّٰقَىٰ الْأَلْوَاخَ وَآخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمِّ إِيْسَٰ

اپنے رب کے حکم سے (منہ موڑنے میں) جلدی کی؟ اور انھوں نے (تورات کی) تختیاں (زمین پر) ڈال دیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف

الْقَوْمِ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي ۚ فَلَا تُشْبِثْ بَنِي الْأَعْدَاءِ وَلَا تَجْعَلْنِي

کھینچنے لگے۔ (اس پر) ہاروں نے کہا: اے ماں جانے! بے شک ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور وہ مجھے قتل کرنے پر اتر آئے تھے، چنانچہ تو دشمنوں کو مجھ

مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِإِخْوَتِي وَادْخُلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۚ وَأَنْتَ

پر ہنسے کا موقع نہ دے اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ شامل نہ کر جو ظالم ہیں ﴿۱۵۰﴾ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور

أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿١٥١﴾

ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ﴿۱۵۱﴾

جب موسیٰ علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ کی ملاقات کے لیے کوہ طور پر گئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس کی وہیں اطلاع دے دی تھی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾ (طہ: 85) ”فرمایا کہ بے شک ہم نے یقیناً تمہاری قوم کو تمہارے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو بہکا دیا ہے۔“ مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ پتھر آگوشٹ اور خون میں تبدیل ہو گیا اور اس کی گائے کی سی آواز تھی یا یہ سونے کا بنا ہوا ایک قالب ہی برقرار رہا اور اس میں ہوا کے داخل ہونے سے گائے کی سی آواز پیدا ہوتی تھی۔ مفسرین کے یہ دونوں ہی قول ہیں، صحیح حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ جب اس پتھر نے گائے کی سی آواز نکالی تو لوگوں نے اس کے گرد رقص شروع کر دیا، وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہی تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے مگر وہ (موسیٰ) بھول گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا ۚ وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ صَدْرًا وَلَا نَفْعًا﴾ (طہ: 89) ”کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔“ اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا﴾ ”کیا ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کر سکتا ہے اور نہ ان کو راستہ دکھا سکتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تردید فرما رہا ہے کہ یہ پتھر گائے کی وجہ سے گمراہ ہو کر اس ذات سے غافل ہو گئے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور ہر چیز کو وجود بخشا ہے مگر انھوں نے پتھر کے اس قالب کی پوجا شروع کر دی جس سے گائے کی سی آواز تو نکلتی تھی مگر وہ ان سے نہ تو کوئی بات کر سکتا تھا اور نہ خیر و بھلائی کی طرف ان کی کوئی رہنمائی کر سکتا تھا مگر ان کی آنکھوں پر جہالت و ضلالت کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔

اور فرمانِ الہی: ﴿وَلَمَّا سَقَطَ فِي أَيِّدِهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِنْ لَمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ۵ اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ بے شک وہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہم کو معاف نہیں فرمائے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔ یہ گویا ان کی طرف سے اپنے گناہ کا اعتراف اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا اظہار تھا۔ بعض قراء نے رَبَّنَا کو مُنَادٰی قرار دے کر ﴿يَرْحَمُنَا﴾ غائب کے بجائے تَرْحَمُنَا اور ﴿يَغْفِرْ لَنَا﴾ کے بجائے تَغْفِرْ لَنَا پڑھا ہے۔

تفسیر آیات: 150، 151

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اپنے رب تعالیٰ سے مناجات کے بعد نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں اپنی قوم میں واپس آئے، ابودرداء فرماتے ہیں کہ اُسُف کے معنی شدید غصے کے ہیں، ① تو ﴿قَالَ يٰٓأَيُّهَا خَلْقْتُوْنِي مِنْ بَعْدِي﴾ ”کہنے لگے کہ تم میرے بہت برے جانشین ہوئے ہو۔“ یعنی جب میں تمہیں چھوڑ کر چلا گیا تو تم نے پچھڑے کی پوجا شروع کر کے بہت ہی برا کام کیا۔ ﴿أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ دِيْكُمُ﴾ ”کیا تم نے اپنے پروردگار کا حکم جلد چاہا؟“ یعنی تم نے چاہا کہ میں تمہارے پاس جلد آ جاؤں، حالانکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا جا چکا تھا۔

اور فرمانِ الہی: ﴿وَالْقُلُوبُ الْغَافِلَةُ﴾ ۶ اور (شدت غضب سے تورات کی) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔“ اس بات میں اُس حدیث کی طرف بھی رہنمائی ہے جس میں یہ آیا ہے: [لَيْسَ الْخَبْرُ كَالْمُعَايَنَةِ] ”شہید کے بودمانند دیدہ۔“ یعنی سنا دیکھنے کے برابر نہیں۔ ② بظاہر سیاق سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ناراض ہوتے ہوئے تختیاں ڈالی تھیں۔ جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی قول ہے۔

﴿وَإِذْ أَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ﴾ ۷ ”اور اپنے بھائی کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔“ اس خوف سے کہ کہیں انھوں نے اپنی قوم کو اس سے منع کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر ہے: ﴿قَالَ لِيُظْهِرُوا مَا مَنَعَكَ إِذْ دَايَرْتَهُمْ ضَلُّوا ۖ أَلا تَتَّبِعِن ۖ أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ۖ قَالَ يَبْنَؤُمْ ۖ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۖ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ۖ﴾ ③ (پھر موسیٰ نے ہارون سے) کہا کہ ہارون! جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو تم کو کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ؟ بھلا تم نے میرے حکم کے خلاف (کیوں) کیا؟ کہنے لگے کہ بھائی! میری داڑھی اور سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیے میں تو اس سے ڈرا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کو ملحوظ نہ رکھا۔“

اور یہاں فرمایا: ﴿ابْنُ أَمْرِ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّوْنِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي ۖ فَلَا تُشِيتُ بِي الْأَعْدَاءُ وَلَا تَجْعَلْنِي

① تفسیر الطبری: 85/9. ② مسند أحمد: 271/1. عفریب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت آ رہی ہے جس سے اس روایت کا مفہوم

واضح ہو جائے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ط

بے شک وہ لوگ جنہوں نے پھڑے کو معبود بنایا، جلد ہی ان کے رب کا غضب ان پر آن پہنچے گا اور (انہیں) دنیا کی زندگی میں ذلت نصیب ہوگی اور

وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ۝ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَأَمَنُوا ۚ إِنَّ

ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں ۝ اور وہ لوگ جنہوں نے برے عمل کیے، پھر ان کے بعد توبہ کی اور ایمان لے آئے، بے شک

رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

آپ کا رب اس کے بعد (ضرور انہیں بخش دے گا کیونکہ وہ) بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ۝

مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ ”بھائی جان! بے شک لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں تو ایسا کام نہ کیجیے کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملائیے۔“ یعنی مجھے ان جیسا نہ سمجھیں اور ان کے ساتھ نہ ملائیے۔ ہارون علیہ السلام نے یہاں موسیٰ علیہ السلام کو ماں کے بیٹے کہہ کر اس لیے مخاطب کیا تا کہ موسیٰ علیہ السلام زیادہ رحمت و شفقت کا مظاہرہ فرمائیں ورنہ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہیں۔ دونوں ایک ہی ماں باپ کے بیٹے ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس میں حضرت ہارون علیہ السلام بے قصور ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ يَقُومُوا إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ ۖ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۝ (طہ: 90) ”اور البتہ تحقیق ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ لوگو! اس سے صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا پروردگار اللہ ہے، لہذا تم میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو۔“

پھر موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِإِخْوَتِي وَاَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ ”اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔“

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَىٰ لَيْسَ الْمَعَايِنُ كَالْمُخْبِرِ أَخْبِرَهُ رَبُّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ أَنَّ قَوْمَهُ فُتِنُوا بَعْدَهُ فَلَمْ يُلْقِ الْأَلْوَاحَ، فَلَمَّا رَأَاهُمْ وَعَايَنَهُم أَلْقَى الْأَلْوَاحَ] ”اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، مشاہدہ کرنے والا اسی ہوئی خبر والے کی طرح نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے جب انہیں یہ خبر دی کہ ان کی قوم کے لوگ ان کے بعد فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں تو انہوں نے تختیوں کو نہ ڈالا مگر انہوں نے جب قوم کو خود دیکھ لیا تو تختیاں ڈال دیں۔“ ①

تفسیر آیات: 153، 152

پھڑے کی پوجا کی وجہ سے بنی اسرائیل پر جو غضب الہی واقع ہوا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک ان کی توبہ کو قبول نہ فرمایا جب تک ان میں سے بعض نے بعض کو قتل نہ کر دیا جیسا کہ قبل ازیں سورہ بقرہ میں یہ فرمان الہی اور اس کا بیان گزر چکا

① مسند أحمد: 271/1 والمستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الأعراف: 321/2، حدیث: 3250 وتفسیر ابن

ابی حاتم: 1570/5۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ

اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے (تورات کی) تختیاں اٹھالیں اور ان کے مضامین میں ان کے لیے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے

لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾

رب سے ڈرتے تھے ﴿١٥٤﴾

ہے: ”فَتَوَبُّوْا إِلَىٰ رَبِّكُمْ فَأَنْتُمْ لِنَفْسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لِّكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ فَتَبَّ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ“ ﴿البقرة: 54﴾ ”تو تم اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو۔ تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے، پھر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا وہ بے شک معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہے۔“ اور اسی آیت کریمہ میں ذلت سے مراد وہ ذلت و رسوائی ہے جس میں بنی اسرائیل دنیا کی زندگی میں مبتلا ہوئے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ﴾ ﴿١٥٥﴾ ”اور ہم افتراء پردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔“

جو شخص بھی کسی بدعت کو ایجاد کرے گا تو بدعت اور مخالفت رسالت کی ذلت اس کے دل سے لے کر اس کے کندھوں تک پھیل جائے گی جیسا کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدعت کی ذلت ان کے کندھوں سے نمایاں ہوتی ہے، خواہ وہ خچروں اور اعلیٰ نسل کے عربی گھوڑوں ہی پر سوار کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح ابویوب سختیانی نے ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جب اس آیت کو پڑھا: ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ﴾ ﴿١٥٥﴾ تو فرمایا: اللہ کی قسم! قیامت تک آنے والے ہر افتراء پرداز کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔ ﴿١﴾ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہر بدعتی ذلیل ہے۔ ﴿٢﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ہر گناہ سے توبہ کو شرف قبولیت سے نواز دیتا ہے، خواہ کفر و شرک یا نفاق اور اللہ و رسول کی مخالفت جیسا کہ بڑا گناہ ہی کیوں نہ ہو، اس لیے اس نے اس قصے کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْۢ بَعْدِهَا وَآمَنُوا۟ اِنَّ رَبَّكَ﴾ ﴿١٥٦﴾ ”اور جنھوں نے برے کام کیے، پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ آپ کا پروردگار“ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اے رسول توبہ! اور اے نبی رحمت! ﴿مِنْۢ بَعْدِهَا﴾ ”اس کے بعد“ یعنی اس فعل کے بعد ﴿لَغُفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ﴿١٥٦﴾ ”(وہ) بخشنے والا مہربان ہے۔“

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اگر کسی عورت کے ساتھ زنا کرتا ہے، پھر اس کے ساتھ شادی کر لیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی اور دس بار پڑھی اور نہ ایسا کرنے کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا۔ ﴿٣﴾

﴿تفسیر آیت: 154﴾

غصہ فرو ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا تختیوں کو اٹھا لینا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَمَّا سَكَتَ﴾ ”اور جب ساکت ہوا“

① تفسیر الطبری: 95/9. ② تفسیر الطبری: 96/9. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1572/9 والسنن الکبیری للبیہقی،

النکاح، باب ما يستدل به على قصر الآية.....: 156/7.

وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّإِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے مقررہ وقت (پر کچھ طور پر توبہ و استغفار) کے لیے چنے، پھر جب ان کو زلزلے نے آکھڑا تو موسیٰ نے کہا:

لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنَّ

اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی انھیں اور مجھے بھی ہلاک کر دیتا، کیا تو اس کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے بیوقوفوں نے

هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا

کیا؟ یہ تیری طرف سے آزمائش کے سوا کچھ نہیں تو اس (آزمائش) سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، تو ہی ہمارا کارساز

وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۝۱۵۵ وَكَتُبْنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي

ہے، لہذا ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو ہی بہترین بخشنے والا ہے ۝ اور تو ہمارے لیے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائی لکھ دے،

الْآخِرَةِ إِنَّا هُدُنَا إِلَيْكَ

بے شک ہم نے تیری ہی طرف رجوع کیا ہے۔

یعنی فرمادہ: عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ ”موسیٰ کا غصہ“ جو انھیں اپنی قوم پر تھا: أَخَذَ الْأَلْوَاخُ ﴿﴾ ”تو انھوں نے تختیاں اٹھا لیں۔“ جنھیں انھوں نے قوم کے پھڑے کو پوجنے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی خاطر بے حد غیرت و غضب کے باعث پھینک دیا تھا۔ ﴿﴾ وَفِي نُحُسَّتِهَا هُدًى وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿﴾ ”اور جو کچھ ان میں لکھا تھا، وہ ان لوگوں کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، ہدایت اور رحمت تھی۔“

بہت سے مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب تختیوں کو پھینکا تو وہ ٹوٹ گئی تھیں، پھر انھوں نے انھیں جوڑ لیا تھا، اسی لیے بعض سلف نے لکھا ہے کہ جوڑنے کے بعد انھوں نے ان میں ہدایت اور رحمت کو پایا۔ ہاں، البتہ تفصیل ختم ہو گئی تھی، انھوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان تختیوں کے ٹکڑے اسلامی حکومت کے قائم ہونے تک بنی اسرائیل کے بادشاہوں کے خزانوں میں موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کس حد تک صحیح ہے اور اس بات کی قطعی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ موسیٰ کے پھینکنے کی وجہ سے یہ تختیاں ٹوٹ گئی تھیں؟ حالانکہ وہ جنت کے جوہرات کی بنی ہوئی تھیں۔ ﴿﴾ جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو ڈال دینے کے بعد جب انھیں اٹھایا تو موسیٰ علیہ السلام نے پایا کہ ان میں ﴿﴾ هُدًى وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿﴾ ”ان لوگوں کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، ہدایت اور رحمت تھی۔“ یہاں ”رہب“ (ڈرنا) خضوع کے معنی کو بھی مضمّن ہے، اسی وجہ سے اسے لام کے ساتھ متعدی بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر آیات: 155، 156

بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کا اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ میعاد کے مطابق جانا: علی بن ابی طلحہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے ستر آدمیوں کا انتخاب

﴿﴾ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں ما الدلیل کے بجائے أما الدلیل ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

کریں تو انھوں نے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا اور انھیں باہر لے گئے تاکہ وہ اپنے رب تعالیٰ سے دعا کریں، انھوں نے جو دعائیں کیں، ان میں سے ایک دعایہ بھی تھی کہ ”اے اللہ! تو ہمیں وہ عطا فرما جو تو نے ہم میں سے پہلے کسی کو نہ دیا ہو اور نہ ہمارے بعد کسی کو دے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو ناپسند کیا اور انھیں زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰ نے عرض کی: ﴿رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِيَّايَ ط﴾ ”اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا۔“^(۱) سدی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے کچھ آدمیوں کو لے کر آئیں تاکہ وہ پھڑے کی عبادت کرنے کی وجہ سے معذرت کریں اور اس سلسلے میں وقت کا تعین بھی کر دیا گیا: ﴿وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا﴾ ”اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب (کر کے کوہ طور پر حاضر) کیے۔“ تاکہ وہ معذرت کریں لیکن جب وہ مقررہ جگہ پر آئے تو کہنے لگے: ﴿كُنْ تُؤْمِنُ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهْرَةً﴾ (البقرہ: 255) ”(موسیٰ!) جب تک ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔“ تو نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا ہے، لہذا تو ہمیں اسے دکھا بھی دے۔ ﴿فَاَخَذَ نُهُمُ الطُّعْفَةَ﴾ (النساء: 153) ”تو انھیں بجلی نے آ پکڑا۔“ جس سے وہ سب مر گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے رونا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا شروع کر دی اور عرض کی کہ اے اللہ! تو نے بنی اسرائیل کے بہترین لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے، ملاقات کے وقت میں انھیں کیا منہ دکھاؤں گا۔ ﴿رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِيَّايَ ط﴾ ”اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا۔“^(۲)

محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے اچھے اچھے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا اور ان سے کہا کہ اللہ کے پاس چلو، تم نے جو کچھ کیا ہے، اس سے اس کی جناب میں توبہ کرو اور اپنی قوم کے ان باقی لوگوں کی طرف سے بھی توبہ کرو جنہیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، روزے رکھو، طہارت و پاکیزگی اختیار کرو، کپڑوں کو بھی پاک صاف کرو تو موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی میعاد کے مطابق انھیں لے کر طور سیناء پر چلے گئے۔ اس پہاڑ پر موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اجازت ہی سے آیا کرتے تھے۔ ان ستر آدمیوں نے اسی طرح کیا جیسا کہ موسیٰ نے انھیں حکم دیا تھا۔

پھر وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر چلے گئے تو وہاں جا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ دعا کرو کہ ہم بھی اپنے رب کے کلام کو سن سکیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے میں دعا کرتا ہوں جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب ہوئے تو پہاڑ پر ایک بادل آ گیا اور وہ سارے پہاڑ پر چھا گیا تو موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہو گئے اور انھوں نے ان لوگوں سے کہا کہ تم بھی قریب ہو جاؤ، موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ جب کلام فرماتا تو موسیٰ کی پیشانی پر ایک ایسا نور چمکنے لگتا تھا جسے کوئی بھی انسان دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں پس پردہ کر دیا، قوم کے لوگ بھی قریب آ گئے حتیٰ کہ جب وہ اس بادل میں داخل ہو گئے اور سجدے میں گر گئے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کو موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 1574/5 و تفسیر الطبری: 98/9۔ (۲) تفسیر الطبری: 98/9، 99۔

دیا کہ یہ کام کرو اور یہ کام نہ کرو جب اس سے فارغ ہو گئے تو یہ بادل چھٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ کہنے لگے کہ موسیٰ! جب تک ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ تو اس وقت انھیں زلزلے نے آ پکڑا، اور یہی صلیقہ (بجلی) ہے، تو ان کی روحیں قبض کر لی گئیں اور یہ سب کے سب مر گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے نہایت الحاح و زاری کے ساتھ دعا کرتے ہوئے بارگاہ الہی میں عرض کی: رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِنِّي أَطُ ۖ ”اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا۔“ یہ لوگ تو بے وقوف ہیں اور جو بنی اسرائیل میرے پیچھے رہ گئے ہیں کیا تو انھیں بھی ہلاک کر دے گا۔ ①

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مجاہد اور ابن جریر فرماتے ہیں کہ وہ زلزلے کی گرفت میں اس لیے آئے تھے کہ انھوں نے اپنی قوم کو نبچھڑے کی پوجا سے منع نہیں کیا تھا۔ ② اس کی تائید موسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے بھی ہوتی ہے: أَهْلَكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ ط ”کیا تو اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقل لوگوں نے کیا ہے، ہلاک کر دے گا، یہ تو تیری آزمائش ہے۔“ یعنی یہ تیری طرف سے ایک آزمائش اور امتحان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، ابوالعالیہ، ربیع بن انس رضی اللہ عنہم اور دیگر کئی ایک ائمہ سلف و خلف کا یہی قول ہے۔ ③ اور اس کے معنی یہی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! امر بھی تیرا ہے اور حکم بھی تیرا اور وہی ہوتا ہے جو تو چاہے، لہذا تو جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے جسے تو گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے تو ہدایت سے نوازے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جسے تو محروم کر دے اسے کوئی نہیں دے سکتا اور جسے تو دے اسے کوئی محروم نہیں کر سکتا، ساری بادشاہت بھی تیری اور سارا حکم بھی تیرا ہے، تو نے ہی پیدا فرمایا اور تیرا حکم ہی کا فرمایا ہے۔

﴿أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ﴾ ④ ”تو ہی ہمارا کارساز ہے، لہذا ہمیں (ہمارے گناہ) بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔“ غفر کے معنی پردہ پوشی کرنے اور گناہ کی وجہ سے مؤاخذہ نہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ اور یہ مغفرت کے ساتھ جب رحمت کو بھی ملا دیا جائے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ مستقبل میں اس طرح کے گناہ میں مبتلا نہ کرے ﴿وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ﴾ ⑤ ”اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔“ یعنی گناہوں کو صرف تو ہی بخش سکتا ہے۔ ﴿وَإِنَّا لَنَكُنَّا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ﴾ ⑥ ”اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی۔“ دعا کا پہلا حصہ دفعِ محذور کے لیے تھا اور یہ دوسرا حصہ تحصیلِ مقصود کے لیے ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! دنیا اور آخرت میں ہمارے لیے بھلائی کو واجب اور ثابت کر دے۔ اور حسنة کی تفسیر قبل ازیں سورہ بقرہ میں بیان کی جا چکی ہے۔ ④

﴿إِنَّا هَذَاكَ إِلَيْكَ ط ۖ ”بے شک ہم تیری طرف لوٹ چکے۔“ یعنی ہم نے تیری جناب میں توبہ کی اور تیری ہی طرف

① تفسیر الطبری: 98/9. ② تفسیر الطبری: 100/9. ③ تفسیر الطبری: 104/9. ④ دیکھیے آیت: 201 کے ذیل میں۔

قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۚ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَاكُنْتُمُهَا

اللہ نے کہا: میں جسے چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، چنانچہ جلد ہی میں اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے لکھ

لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾

دوں گا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے بھی) جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں ﴿١٥٦﴾

انابت اور رجوع کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، مجاہد، ابو العالیہ، ضحاک، ابراہیم تمیمی، سدی، قتادہ رحمہم اور دیگر کئی ایک مفسرین کا یہی قول ہے۔ ^(۱) لغت میں بھی ﴿هَذَا﴾ کے معنی رجوع کرنے اور توبہ کرنے کے ہی ہیں۔

﴿تفسیر آیت: 156﴾

اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہیزگاروں کے لیے ہے: اللہ تعالیٰ نے اس بات ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ﴾ ”یہ تو تیری آزمائش ہے۔“ کے جواب میں فرمایا: ﴿عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۚ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ”جو میرا عذاب ہے اسے میں جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔“ یعنی میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں جو ارادہ کرتا ہوں، اس کا حکم دے دیتا ہوں اور ان تمام باتوں میں میرے تمام فیصلے حکمت و عدل پر مبنی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اور فرمان الہی: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ”اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔“ یہ ایک عظیم آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جامعیت اور عموم کا تذکرہ ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ فرشتے جو عرش الہی کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گردا گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ (المؤمن 7:40) ”اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم، ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“

امام احمد نے بخاری بن عبد اللہ بن حبیب کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا، پھر اسے باندھ دیا اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ اپنی سواری کے پاس آیا، اس کی رسی کو کھول دیا، اس پر سوار ہو گیا، پھر اس نے بلند آواز سے یہ کہا: ”اے اللہ! مجھ پر اور محمد (ﷺ) پر رحم فرما اور ہم پر رحم کرنے میں اور کسی کو شریک نہ فرما۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتَقُولُونَ هَذَا أَضِلُّ أَمْ بَعِيرُهُ، أَلَمْ تَسْمَعُوا مَا قَالَ؟ قَالُوا: بَلَى! قَالَ: لَقَدْ حَظَرْتُ رَحْمَةَ اللَّهِ وَاسِعَةً، إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَاَنْزَلَ اللَّهُ رَحْمَةً يَتَعَاطَفُ بِهَا الْخَلَائِقُ جُنْهًا وَإِنْ سَهَا وَبَهَائِمُهَا وَعِنْدَهُ تَسْعُ وَتَسْعُونَ أَتَقُولُونَ هُوَ أَضِلُّ أَمْ بَعِيرُهُ؟] ”تمہارا کیا خیال ہے، یہ شخص زیادہ کم عقل ہے یا اس کا اونٹ! تم نے سنا ہے کہ اس نے کیا کہا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جی ہاں، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے سنا ہے، اس نے جو کہا، پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی وسیع اور بے پایاں رحمت کو محدود کر دیا ہے، بے شک

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ

(یعنی) وہ لوگ جو اس رسول امی نبی (محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا پاتے ہیں،

فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ

وہ انھیں اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور انھیں برے کاموں سے روکتا ہے۔ اور وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے

الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَالِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

اور ان پر ناپاک چیزیں حرام ٹھہراتا ہے اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر تھے، چنانچہ جو لوگ اس

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ

پر ایمان لائے اور انھوں نے اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور (ہدایت) کی پیروی کی جو اس پر نازل کیا گیا، وہی فلاح

هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

پانے والے ہیں ﴿١٥٧﴾

اللہ تعالیٰ نے سوطرح کی رحمت پیدا فرمائی ہے اور ان میں سے صرف ایک رحمت کو نازل فرمایا جس کی وجہ سے جن و انس، حیوانات اور دیگر تمام مخلوق رحمت و شفقت کا مظاہرہ کرتی ہے اور (باقی) ننانوے قسم کی رحمتیں اسی کے پاس ہیں تو پھر کیا خیال ہے کہ یہ شخص زیادہ کم عقل ہے یا اس کا اونٹ؟“ اسے امام احمد اور ابوداؤد رحمہما نے روایت فرمایا ہے۔^①

امام احمد ہی نے حضرت سلمان کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ يَتَرَأَّاهُمُ بِهَا الْخَلْقُ] ، [وَبِهَا تَعْطِفُ الْوُحُوشُ عَلَى أَوْلَادِهَا وَأَخْرَجَتْ سَعَةً وَتُسْعِينِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے سو قسم کی رحمت کو پیدا فرمایا، ان میں سے یہ صرف ایک رحمت ہے جس کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور وحشی جانور اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہیں اور ننانوے قسم کی رحمتوں کو اس نے قیامت کے دن تک اپنے پاس رکھا ہے۔“^② اس روایت کو اسی سند سے بیان کرنے میں امام مسلم متفرد ہیں اور امام بخاری نے اسے بیان نہیں کیا۔^③

اور فرمان الہی: ﴿فَسَاكِنَتُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ﴾ ”تو عنقریب میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے ہیں۔“ یعنی اپنی طرف سے احسان کرتے ہوئے اسے میں ان کے لیے واجب قرار دے دوں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَا (الأنعام: 54) ”اللہ نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔“

① مسند أحمد: 312/4 و سنن أبي داود، الأدب، باب من ليست له غيبة، حديث: 4885 مختصراً. ② اس حدیث کا

ابتدائی حصہ صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالى.....، حدیث: (20)-2753 اور دوسرا حصہ مسند أحمد:

439/5 کے مطابق ہے۔ ③ صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالى.....، حدیث: 2753 اور صحیح بخاری میں یہ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دیکھیے صحیح البخاری، الأدب، باب جعل الله الرحمة فی مائة جزء، حدیث:

6000 و صحیح مسلم، حدیث: 2752.

﴿لِّلَّذِينَ يَكْتُمُونَ﴾ ”ان لوگوں کے لیے جو پرہیزگاری کرتے ہیں۔“ یعنی جو ان (آمدہ) اوصاف کے ساتھ متصف ہیں اور اس سے امت محمدیہ ﷺ مراد ہے اور پرہیزگاری کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔
 ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ ”اور زکاۃ دیتے ہیں۔“ ایک قول کے مطابق اس سے نفسوں کی زکاۃ اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مالوں کی زکاۃ مراد ہے، اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے دونوں ہی مراد ہوں۔ اور یہ آیت مکی ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾ ”اور جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

تفسیر آیت: 157

نبی کریم ﷺ کی صفات: ﴿الَّذِينَ يَكْتُمُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾ ”وہ جو (محمد) رسول (اللہ) کی جو نبی امی ہیں پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔“ سابقہ انبیائے کرام ﷺ کی کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کی یہ صفت لکھی ہوئی ہے کہ انھوں نے اپنی امتوں کو آپ کی بعثت کی بشارت سنائی اور آپ کی اتباع کا حکم دیا تھا، اس لیے ان کی کتابوں میں آپ کی صفات کا تذکرہ موجود رہا جنھیں ان کے علماء و اخبار خوب جانتے تھے۔

جیسا کہ امام احمد نے ابوصخر عقیلی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مجھ سے ایک اعرابی نے یہ بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دودھ والے جانور مدینہ لے گیا اور جب میں انھیں بیچ کر فارغ ہوا تو میں نے کہا کہ میں اس شخص سے ضرور ملوں گا اور ان کی بات کو سنوں گا۔ میری آپ سے اس وقت ملاقات ہوئی جب آپ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے، میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا، یہ حضرات ایک یہودی کے پاس آئے جو تورات کو کھولے ہوئے اسے پڑھ رہا تھا اور اس سے وہ اپنے اس بیٹے کے بارے میں تسلی حاصل کر رہا تھا جو بڑا ہی خوبصورت نوجوان تھا اور موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: [أَنْشُذُكَ بِالَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَةَ هَلْ تَجِدُ فِي كِتَابِكَ ذَا صِفَتِي وَمَخْرَجِي؟] ”میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات کو نازل فرمایا ہے، کیا تو اپنی اس کتاب میں میری صفات اور میری بعثت کا ذکر موجود پاتا ہے؟“ تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا کہ نہیں مگر اس کے بیٹے نے کہا کہ ہاں، اس ذات کی قسم جس نے تورات کو نازل فرمایا ہے! ہم اپنی کتاب میں آپ کے اوصاف اور آپ کی بعثت کا ذکر موجود پاتے ہیں اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: [أَقِيمُوا إِلَهُوَدَ عَنْ أَحْيَكُمْ] ”یہودیوں کو اپنے بھائی کے پاس سے اٹھا دو۔“ پھر آپ نے اس کے کفن و دفن کا اہتمام فرمایا اور اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔^① یہ حدیث جید اور قوی ہے اور صحیح بخاری میں بروایت حضرت

انس ﷺ اس کا شاہد موجود ہے۔^①

امام ابن جریر نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے عرض کی کہ مجھے یہ بتائیے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کے کیا اوصاف لکھے ہوئے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تورات میں بھی آپ کے یہی اوصاف بیان کیے گئے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا** (الأحزاب: 45) ”اے پیغمبر! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“ آپ ان پڑھوں کے لیے محافظ اور میرے عبداللہ رسول ہیں، میں نے آپ کا نام مَوْكَل رکھا ہے، آپ بد خو اور سخت دل نہیں ہیں، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں بلکہ معاف اور درگزر کرنے والے ہیں، ہم اس وقت تک آپ کو اپنے پاس نہیں بلائیں گے جب تک کج رو ملت کو آپ کے ساتھ سیدھا کر دیں کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے لگ جائے۔ ہم آپ کے ساتھ بند دلوں، بہرے کانوں اور اندھی آنکھوں کو درست فرما دیں گے۔ عطاء بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں کعب سے ملا اور ان سے یہ سوال کیا تو انھوں نے بھی بعینہ یہی جواب دیا سوائے اس کے کہ انھوں نے غُلْفًا کے بجائے غُلُوفِيًّا، ضُمًّا کے بجائے ضُمُومِيًّا اور عُمِيًّا کے بجائے عُمُومِيًّا کہا۔^②

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔^③ بہت سے سلف کے کلام میں تورات کے لفظ کا اطلاق کتب اہل کتاب پر کیا جاتا ہے اور بعض احادیث میں بھی آیا ہے جو اس کے مشابہ ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَا مَرْهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ** ”وہ انھیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں۔“ یہ سابقہ کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی صفت ہے اور فی الواقع رسول اکرم ﷺ نیکی ہی کا حکم دیتے اور برائی سے منع فرماتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب تم یہ ارشاد باری تعالیٰ سنو: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** تو ہم تن گوش ہو جاؤ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی نیکی کا حکم دیا ہو گا یا کسی برائی سے منع کیا ہو گا۔^④ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں سب سے زیادہ اہم اور عظیم ترین بات وہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا، یعنی یہ حکم دیا کہ اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے اور اس سے منع فرما دیا کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے جیسا کہ آپ سے پہلے دنیا میں تشریف لانے والے تمام انبیائے کرام کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ** (النحل: 36) ”اور یقیناً ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔“

اور فرمان الہی: **وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ** ”اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں

① شاید اس حدیث کی طرف اشارہ ہے، صحیح البخاری، الجنائز، باب إذا أسلم الصبي فمات ، حدیث: 1356.

② تفسیر الطبری: 113/9. ③ صحیح البخاری، البیوع، باب کراهية السَّخْبِ فِي السُّوقِ، حدیث: 2125. ④

تفسیر ابن ابی حاتم: 196/1 والدر المنثور: 195/1 عن ابن عباس ؓ.

اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔“ یعنی بخیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ جن کو انھوں نے از خود حرام قرار دے کر اپنے آپ کو مشکل میں ڈال لیا تھا، آپ انھیں ان کے لیے حلال قرار دیتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان کے لیے حرام قرار دیتے ہیں۔ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حرام چیزوں سے مراد سؤر کا گوشت، سودا اور کھانے پینے کی وہ حرام چیزیں ہیں جن کو انھوں نے حلال قرار دے لیا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام قرار دے رکھا تھا۔^①

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ ”اور ان سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے، اتارتے ہیں۔“ یعنی آپ آسانی اور سہولت لے کر دنیا میں تشریف لائے ہیں، آپ نے حضرت معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو جب گورنر بنا کر یمن بھیجا تو اپنے ان دونوں گورنروں سے فرمایا: [يَسِّرًا وَلَا تُعَسِّرًا وَبَشَرًا وَلَا تُنْفِرًا وَتَطَاوَعًا وَلَا تَخْتَلَفًا] ”آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا، خوش خبری سنانا اور نفرت نہ دلانا، اتفاق و اتحاد سے رہنا اور اختلاف نہ کرنا۔“^② آپ کے صحابی ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ آسانی فرمایا کرتے تھے۔^③ اور ہم سے پہلی امتوں کی شریعتوں میں بہت تنگی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس امت کے امور کو بہت ہی سہل اور آسان بنا دیا ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے اس وقت تک درگزر فرمایا ہے جب تک ان کے مطابق وہ عمل نہ کر لیں یا زبان سے بات نہ کر لیں۔“^④ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: [وَضَعُ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتَكْبَرُوا عَلَيْهِ] ”میری امت کے لیے خطا و نسیان اور جس پر انھیں مجبور کر دیا گیا ہو، معاف فرما دیا گیا ہے۔“^⑤

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ یہ دعا پڑھا کریں: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نُسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفُ لَنَا وَانْحِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٨٦﴾ (البقرة: 286) ”اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کرنا، اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے ہمارے پروردگار! جو بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ ہمارے سر پر نہ

① تفسیر الطبری: 114/9. ② صحیح البخاری، الجہاد والسیر، باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب

.....، حدیث: 3038 صحیح مسلم، الجہاد.....، باب فی الأمر بالتیسیر.....، حدیث: 1733. ③ صحیح البخاری،

العمل فی الصلاة، باب إذا انفلت الدابة فی الصلاة، حدیث: 1211. ④ صحیح البخاری، الطلاق، باب الطلاق فی

الإغلاق والکرة.....، حدیث: 5269 صحیح مسلم، الإیمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس.....، حدیث: 127.

⑤ سنن ابن ماجہ، الطلاق، باب طلاق المکره والناسی، حدیث: 2043 و 2045 والمعجم الأوسط للطبرانی:

128/9، حدیث: 8269.

قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود (برحق)

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ الْبَرِّ الْأَمْنِيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ

نہیں، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، لہذا تم اللہ پر اور اس کے رسول اُمی نبی پر ایمان لاؤ، جو (خود بھی) اللہ اور اس کے (تمام) کلمات پر ایمان لاتا ہے، اور تم

بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ

اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ ۱۵۸ اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ (ایسا) ہے جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتے ہیں اور اسی (حق) کے ساتھ عدل

وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٥٩﴾

کرتے ہیں ۱۵۹

رکھ اور (اے پروردگار!) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔“ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک سوال کے بعد یہ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کیا، میں نے ایسا ہی کیا۔ ①

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَلَصَّوْهُ﴾ ”تو وہ جو ان پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم و توقیر بجالائے۔“ ﴿وَاتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ﴾ ”اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے، اس کی پیروی کی۔“ یعنی اس قرآن اور وحی کی پیروی کی جسے آپ لوگوں تک پہنچانے کے لیے تشریف لائے۔ ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ”وہی مراد پانے والے ہیں۔“ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

تفسیر آیات: 159، 158

حضور سرور کائنات ﷺ کی عالمگیر نبوت: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی و رسول حضرت محمد ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے“ (اے نبی!) ﴿يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ﴾ ”اے لوگو!“ یہ خطاب دنیا میں بسنے والے ہر شخص سے ہے، خواہ وہ سرخ ہو یا سیاہ، عربی ہو یا عجمی ﴿إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ ”بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔“ یعنی میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں اور یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے شرف و عظمت کی دلیل ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کو کائنات انسانی کے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلِ اللَّهُ لَا شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ۖ﴾ (الأنعام: 19) ”کہہ دیجیے کہ اللہ ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور یہ قرآن مجید مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک یہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ ۖ فَالْنَّارُ مَوْعِدُهُ ۖ﴾ (ہود: 11) ”اور جو کوئی دوسرے فرقوں میں سے اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ ۖ أَسْلَمْتُمْ ۖ وَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ﴾

① صحیح مسلم، الإيمان، باب تجاوز الله عن حديث النفس.....، حدیث: 126.

وَلَا تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْعُ ط (آل عمران 20:3) ”اور (اے نبی!) ان اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے پوچھیں کہ کیا تم بھی (اللہ کے فرمانبردار بننے اور) اسلام لاتے ہو؟ پھر اگر یہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو بے شک یہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو آپ کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔“

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ اور احادیث تو اس قدر زیادہ ہیں کہ حیطہ شمار سے باہر اور یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ تمام انسانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناراض کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے چلے گئے تاکہ ان سے یہ درخواست کریں کہ وہ معاف کر دیں مگر انھوں نے معاف نہ کیا بلکہ ناراضی کی وجہ سے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت ہم بھی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا صَاحِبُكُمْ هَذَا فَقَدْ غَامَرَ] ”تمہارے یہ ساتھی کہیں لڑ کر آئے ہیں۔“ (اتنے میں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے فعل پر نادم ہوئے، لہذا وہ بھی آگئے اور سلام کر کے نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ اور انھوں نے آپ کو سارا واقعہ سنایا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ واقعہ سن کر ناراض ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! زیادتی مجھ سے ہوئی ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [..... هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُو لِي صَاحِبِي؟ إِنِّي قُلْتُ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقْتَ] ”..... کیا تم میرے لیے میرے ساتھی کو نہیں چھوڑو گے؟ میں نے (جب یہ) کہا: ”اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں“ تو تم نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔“ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے بیان فرمایا ہے۔^①

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ نَبِيٌّ قَبْلِي (وَلَا أَقُولُهُ) فَخَرًّا: بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً الْأَحْمَرُ وَالْأَسْوَدُ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةً شَهْرٍ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ فَأَخَّرْتُهَا لِأُمَّتِي (إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ) فَهِيَ لِمَنْ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا] ”مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور یہ بات میں ازراہ فخر نہیں کہہ رہا (اور وہ چیزیں یہ ہیں) کہ مجھے سرخ و سیاہ تمام انسانوں

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ۴۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الأعراف 7: 158)،

کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، ایک مہینے کی مسافت پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھیں، میرے لیے تمام زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے جسے میں نے اپنی امت کے لیے قیامت کے دن کے لیے محفوظ کر لیا ہے اور یہ ہر اس انسان کو حاصل ہوگی جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہوگا۔“^(۱) اس حدیث کی سند جید ہے مگر امام احمد کے سوا دیگر محدثین نے اسے اسی سند سے روایت نہیں کیا۔

اور فرمان الہی ہے: ﴿الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ ۝ جُودَ سَمَانٍ﴾ اور زمین کا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔“ یعنی جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، وہ ہر چیز کا خالق و مالک اور پروردگار ہے، اسی کے ہاتھ میں تمام کائنات کی بادشاہت اور موت و حیات ہے اور اسی کا حکم کارفرما ہے۔ ﴿قَامُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأَمِينِ﴾ ”تو اللہ پر اور اس کے رسول پیغمبر اُمی پر ایمان لاؤ۔“ آپ نے پہلے یہ خبر دی کہ آپ ان کی طرف اللہ کے رسول ہیں، پھر حکم دیا کہ وہ آپ کی اتباع کریں اور آپ پر ایمان لائیں۔ ﴿النَّبِيِّ الْأَمِينِ﴾ یعنی میں وہ نبی اُمی ہوں جس کی آمد کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اور جن کی آمد کی سابقہ آسمانی کتابوں میں بشارت دی گئی ہے اور ان کی کتابوں میں آپ کی صفت بھی یہی بیان کی گئی ہے۔ ﴿الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ﴾ ”جو اللہ پر اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا ہے اور وہ بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا ہے۔ ﴿وَاقْبَعُوهُ﴾ ”اور ان کی پیروی کرو۔“ یعنی ان کے رستے پر ان کے نقش قدم پر چلو۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿﴾ ”تا کہ تم ہدایت پاؤ۔“ اور سیدھے رستے کو اختیار کر لو۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کی اتباع کرتے اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنْاءً الْبَيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ﴾ (آل عمران 3: 113) ”ان اہل کتاب میں سے کچھ لوگ (اللہ کے حکم پر) قائم بھی ہیں جو رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے اور (اس کے آگے) سجدے کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خُشْعِينَ ۖ اللَّهُ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ (آل عمران 3: 199) ”اور بے شک بعض اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے، یہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں (تیار) ہے اور اللہ

(۱) مسند أحمد: 301/1 مزید دیکھیے صحیح البخاری، التیمم، باب: (1)، حدیث: 335 و صحیح مسلم، کتاب و باب

المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: 521 جبکہ تفسیر والے الفاظ المصنف لابن ابی شیبہ، الفضائل، باب ما أعطى الله

تعالی محمد ﷺ 307/6، حدیث: 31634 میں ہیں۔

وَقَطَّعْنَهُمْ اثْنَتَى عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى إِذِ اسْتَسْقَمَهُ قَوْمُهُ

اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو بارہ قبیلوں کے لحاظ سے (بارہ) گروہوں میں بانٹ دیا تھا اور جب موسیٰ کی قوم نے اس سے پانی مانگا تو ہم نے اس کی

أَن اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ

طرف وحی کی کہ تو اپنا عصا (اس) پتھر پر مار۔ (اس نے مارا) تو اس (پتھر) سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، جب ہر قبیلے نے اپنا گھاٹ جان لیا اور ہم نے ان پر

أَنَاسٍ مِّشْرَبَهُمْ ۖ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ ۖ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّاءَ ۖ وَالسَّلْوَىٰ ط كُفُوا مِن

بادلوں کا سایہ کیا، اور ہم نے ان پر مَن اور سلویٰ نازل کیا (اور کہا): جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں، ان میں سے کھاؤ۔ اور (اس کے بعد) انھوں

طَبِيتَ مَا رَزَقْنَكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١٦٠﴾ وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ

نے (جو کچھ کیا تو) ہم پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کرتے رہے ﴿١٦٠﴾ اور جب ان سے کہا گیا: تم اس بستی میں ٹھہرو اور اس میں جہاں سے جی

اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ ۖ وَكُفُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ ۖ وَقُولُوا حِطَّةٌ ۖ وَادْخُلُوا الْبَابَ

چاہے کھاؤ پیو (رزق حاصل کرو) اور کہو: [حِطَّةٌ] ”ہمیں معاف کر دے، اور (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا تو ہم تمہاری خاطر

سُجَّدًا نُّغْفِرُ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ ۖ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٦١﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا

تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے، پھر ہم نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے ﴿١٦١﴾ پھر ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا تھا، انھوں نے اس لفظ کو،

غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿١٦٢﴾

جس کا انھیں حکم دیا گیا تھا، اس کے برعکس بدل ڈالا، تب ہم نے آسمان سے ان پر عذاب بھیجا، اس لیے کہ وہ ظلم کرتے تھے ﴿١٦٢﴾

جلد حساب لینے والا ہے۔“

اور فرمایا: ۝ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذْ أُنْثِيَ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ

مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا ۝ الْآيَةُ (القصص 28: 52-54)

”بے شک جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی، وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب (قرآن) ان پر تلاوت کیا

جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے بیشک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔ (اور) ہم تو اس سے پہلے

کے حکم بردار ہیں، ان لوگوں کو دو گنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں.....“ اور فرمایا: ۝ إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

مِن قَبْلِهِ إِذَا يُثْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۖ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۖ وَيَخِرُّونَ

لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۖ (بنی اسرائیل 17: 107-109) ”بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب)

دیا گیا ہے جب وہ ان پر پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے

بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر ہا اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور اس سے ان کو

اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے۔“

تفسیر آیات: 160-162

وَسَأَلَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ

اور (اے نبی!) ان (یہود مدینہ) سے اس ہستی (ایلہ) کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے ساحل پر واقع تھی، جب وہ لوگ سبت (ہفتے کے دن) کے بارے

تَأْتِيَهُمْ حِينَتَانَهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرْعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَلِكَ

میں حد سے گزر جاتے تھے، جبکہ ان کے یوم سبت کو ان کی (شکار کی) مچھلیاں ان کے پاس ظاہر (پانی کے اوپر) آ جاتی تھیں، اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا

نَبَلُّوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾

وہ (ان کے پاس) نہیں آتی تھیں۔ اسی طرح ہم انہیں آزماتے تھے، اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ﴿١٦٣﴾

ان تمام آیات کریمہ کی تفسیر سورہ بقرہ میں بیان کی جا چکی ہے۔ سورہ بقرہ مدنی سورت ہے جبکہ یہ سیاق کی ہے اور ان دونوں میں جو فرق ہے، وہ بھی ہم وہاں بیان کر آئے ہیں۔ ﴿١﴾ لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

تفسیر آیت: 163 ﴿١﴾

یہودیوں کا ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرنا: اس آیت کریمہ میں اس آیت: ﴿١٦٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ ﴿١٦٣﴾ (البقرہ: 65) ”اور بے شک تم ان لوگوں کو خوب جانتے ہو جو تم میں سے ہفتے کے دن (مچھلی کا شکار کرنے) میں حد

سے تجاوز کر گئے تھے۔“ کے اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿١٦٣﴾ وَسَأَلَهُمْ

”اور ان سے پوچھیے۔“ یعنی ان یہودیوں سے جو آپ کے پاس موجود ہیں، ان کے ان ساتھیوں کے بارے میں پوچھیے

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی تھی، پھر جب ان کے کروت حد سے تجاوز کر گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی

مخالفت کے لیے حیلہ سازی کی تو انہیں دنیا ہی میں عبرت ناک سزا ملی تھی۔ اور ان لوگوں کو ڈرائیں جو آپ کے ان اوصاف اور

نشانیوں کو چھپا رہے ہیں جنہیں یہ اپنی کتابوں میں بھی لکھا ہوا پاتے ہیں تاکہ یہ بھی اس عذاب کی گرفت میں نہ آجائیں جس

سے ان کے بھائی اور بزرگ دوچار ہوئے تھے۔ اس گاؤں سے مراد ایلہ نامی وہ ہستی ہے جو کثیرہ قلوب کے کنارے آباد تھی۔

محمد بن اسحاق نے داود بن حصین سے، انہوں نے عکرمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے

بارے میں روایت کیا ہے کہ اس گاؤں سے مراد ایلہ ہے جو مدین اور کوہ طور کے درمیان تھا۔ ﴿٢﴾ عکرمہ، مجاہد، قتادہ اور سدی کا

بھی یہی قول ہے۔ ﴿٣﴾

اور فرمان الہی: ﴿١٦٣﴾ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ ﴿١٦٣﴾ ”جب یہ لوگ ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے۔“

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے لگے۔ ﴿١٦٣﴾ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِينَتَانَهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرْعًا ﴿١٦٣﴾ ”اس وقت کہ ان کے ہفتے

کے دن مچھلیاں ان کے سامنے پانی کے اوپر آتیں۔“ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿١٦٣﴾ شُرْعًا کے یہی معنی بیان

کیے ہیں کہ وہ پانی کے اوپر ظاہر ہو جاتیں۔ ﴿١٦٣﴾ وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ ﴿١٦٣﴾ ”اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو (ان کے

سامنے) نہ آتیں۔“

﴿١﴾ دیکھیے آیت: 60 کے ذیل میں۔ ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 122/9۔ ﴿٣﴾ تفسیر الطبری: 122/9۔ ﴿٤﴾ تفسیر الطبری: 124/9۔



وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعْظُونَ قَوْمًا ۚ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے (دوسرے سے) کہا: تم ایسے لوگوں کو وعظ کیوں کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا

شَدِيدًا ۚ قَالُوا مَعْذَرَةٌ اِلٰی رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا

ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اس لیے کہ ہم (ہم) تمہارے رب کے حضور عذر کر سکیں اور شاید کہ وہ (اللہ سے) ڈریں ﴿١٦٤﴾ پھر جب انھوں نے وہ باتیں بھلا دیں

ذُكِّرُوا بِهٖ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ

جن کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برے کام سے روکتے تھے، اور ہم نے ان لوگوں کو بدترین عذاب کے ساتھ پکڑ لیا

بِئْسَ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوْا

جنہوں نے زیادتی کی تھی، اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ﴿١٦٥﴾ پھر جب انھوں نے اس معاملے میں سرکشی کی جس سے انھیں روکا گیا تھا تو ہم نے ان

فَرَدَدْنَاهُ حَسِيْنًا ﴿١٦٦﴾

سے کہا: ہوجاؤ ذلیل بندر ﴿١٦٦﴾

امام ابن جریر لکھتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی اس طرح آزمائش کرتے تھے کہ جس دن ان کے لیے شکار کرنا حرام تھا، اس دن مچھلیاں پانی کی سطح پر تیرنے لگتیں اور جس دن ان کے لیے شکار حلال تھا، اس دن چھپ جاتیں اور نمودار نہ ہوتیں۔ ﴿كَذٰلِكَ يَنْبُوْهُمۡ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ ﴿١٦٥﴾ ”اسی طرح ہم ان لوگوں کو ان کی نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈالنے لگے“ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالانے کے بجائے انھوں نے نافرمانی اختیار کر لی تھی۔ ﴿١﴾ ان لوگوں نے احکام الہی کی مخالفت کے لیے حیلہ سازی سے کام لیا اور ایسے ظاہری اسباب کو اختیار کیا جن سے مقصود حرام کام کا ارتکاب تھا۔

امام فقیہ ابو عبد اللہ ابن بطہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَرْتَكِبُوْا مَا ارْتَكَبَتِ الْيَهُودُ فَتَسْتَحِلُّوْا مَحَارِمَ اللّٰهِ بِاَذْنِ الْحَيْلِ] ”تم بھی اس جرم کا ارتکاب نہ کرو جس کا یہودیوں نے ارتکاب کیا تھا کہ ادنیٰ حیلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کو حلال قرار دینے لگو۔“ ﴿٢﴾ اس حدیث کی سند جدید ہے۔

﴿تفسیر آیات: 164-166﴾

انھیں بندروں کی صورت میں تبدیل کر دینا اور روکنے والوں کو نجات دینا: اللہ تعالیٰ نے اس ہستی کے باشندوں کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ وہ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے: (1) وہ گروہ جو حرام کا ارتکاب کر رہا تھا اور جس نے ہفتے کے دن مچھلی کے شکار کے لیے حیلہ سازی کو اختیار کیا جیسا کہ قبل ازیں سورہ بقرہ میں اسے بیان کیا جا چکا ہے۔ ﴿٣﴾ (2) وہ گروہ جس نے انھیں منع کیا اور ان سے الگ تھلک ہو گیا۔ (3) وہ گروہ جو خاموش رہا، اس نے نہ تو خود اس کا ارتکاب کیا اور نہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو منع کیا بلکہ منع کرنے والوں سے یہ کہا: ﴿لِمَ تَعْظُونَ قَوْمًا ۚ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۚ﴾ ”تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے۔“ یعنی تم

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 124/9. ﴿٢﴾ دیکھیے إرواء الغلیل: 375/5، حدیث: 1535. ﴿٣﴾ دیکھیے آیت: 65 کے ذیل میں۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ط

اور (اے نبی ایا کرو) جب آپ کے رب نے (بیودو) خبردار کر دیا تھا کہ وہ قیامت تک ان پر ایسے شخص کو ضرور مسلط رکھے گا جو انہیں سخت عذاب (کا ضرر)

إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٦٧﴾

چکھتا رہے گا۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿١٦٧﴾

ان لوگوں کو کیوں منع کرتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ ہلاک ہونے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں، لہذا انہیں منع کرنے میں کوئی فائدہ نہیں تو انہیں منع کرنے والوں نے جواب دیا: ﴿مَعَذَرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ﴾ ”اس لیے کہ تمہارے پروردگار کے سامنے معذرت کر سکیں۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم نیکی کا حکم دیتے رہیں اور برائی سے منع کرتے رہیں: ﴿وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ ”اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔“ یعنی ہو سکتا ہے کہ ہمارے نصیحت کرنے کی وجہ سے وہ اس خرابی سے باز آ جائیں جس میں وہ مبتلا ہو چکے ہیں۔ اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیں کیونکہ اگر وہ توبہ کر لیں گے تو اللہ بھی ان کے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا تَسَوَّأَ مَا ذُكِّرُوا بِهِ﴾ ”جب انھوں نے ان باتوں کو فراموش کر دیا جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی۔“ یعنی حرام کا ارتکاب کیا اور نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، ﴿أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ ”جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے، ان کو ہم نے نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے ان کو پکڑ لیا۔“ یعنی محصیت کا ارتکاب کرنے والوں کو پکڑ لیا ﴿بَعْدَ آيٍ بَيِّنَةٍ﴾ ”برے عذاب میں۔“ اللہ تعالیٰ نے منع کرنے والوں کی نجات اور ظلم کرنے والوں کی ہلاکت کا واضح طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اور خاموش رہنے والوں کے انجام کے ذکر سے سکوت فرمایا ہے کیونکہ جزا جس عمل کے مطابق ہی ہوتی ہے، یہ لوگ نہ تعریف کے مستحق تھے کہ ان کی تعریف کی جاتی اور نہ انھوں نے کسی بڑے گناہ کا ارتکاب کیا تھا کہ ان کی مذمت کی جاتی۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی تھی یا نہیں؟ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس موضوع پر ہمیشہ بات کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے انہیں قائل کر لیا کہ وہ نجات پا گئے تھے تو انھوں نے (انعام کے طور پر) مجھے حلقہ پہنایا۔^①

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بَعْدَ آيٍ بَيِّنَةٍ﴾ ”اور جو ظلم کرتے تھے، ہم نے ان کو برے عذاب میں پکڑ لیا۔“ سے معلوم ہوا کہ جنھوں نے ظلم کا ارتکاب کیا وہ تو عذاب سے دوچار ہوئے اور باقی سب نجات پا گئے تھے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿بَيِّنَةٍ﴾ کے معنی شدید کے ہیں۔^② ایک روایت میں ہے کہ اس کے معنی دردناک کے ہیں۔^③ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی دکھ دینے والے کے ہیں۔^④ بہر حال ان سب کے معنی قریباً ایک ہی ہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

① تفسیر الطبری: 129/9. ② تفسیر الطبری: 135/9. ③ تفسیر الطبری: 135/9. ④ تفسیر الطبری: 135/9.

وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَمْبَاءَ مِنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَوْنَهُمْ

اور ہم نے انھیں قبیلوں میں بانٹ کر زمین میں پھیلا دیا۔ ان میں سے کچھ نیک تھے اور ان میں سے کچھ اس کے سوا (بد اعمال) تھے۔ اور ہم نے انھیں

بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا

خوش حالی اور بد حالی کے ساتھ آزمایا، شاید کہ وہ (اللہ کی طرف) لوٹ آئیں ﴿١٦٨﴾ پھر ان کے بعد ناکل ان کے جانشین بنے، جو کتاب (تورات) کے

الْكِتَابِ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ

وارث ہوئے، وہ ادنیٰ (دنیا کا) سامان لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جلد ہمیں بخش دیا جائے گا (حمران کا حال یہ ہے) کہ اگر اس جیسا گھٹیا (دنیا کا) سامان

مِثْلَهُ يَأْخُذُوهُ ط أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا

(دوبارہ) ان کے پاس آئے تو (بغیر کسی عار کے) لے لیں، کیا ان سے کتاب (تورات) میں پختہ وعدہ نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے بارے میں حق کے سوا

الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ط وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾

(کچھ) نہ کہیں؟ حالانکہ انھوں نے پڑھ لیا ہے جو کچھ اس میں ہے اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہت بہتر ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ط إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ

کیا پھر تم سمجھتے نہیں؟ ﴿١٦٩﴾ اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں (انھیں ہم اجر دیں گے)، بے شک ہم نیکو کاروں کا اجر ضائع

الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾

نہیں کرتے ﴿١٧٠﴾

﴿١٧٠﴾ حُسَيْنٌ ﴿١٧٠﴾ کے معنی ذلیل، حقیر اور رسوا ہونے والوں کے ہیں۔

تفسیر آیت: 167

یہودیوں کے لیے دائمی ذلت: ﴿تَاذَنَ﴾ اذان سے باب تفضیل ہے، یعنی آگاہ کر دیا، معلوم کروادیا یہ مجاہد کا قول ہے۔

اور دوسروں نے اس کے معنی حکم دینے کے بیان کیے ہیں۔ ﴿١٦٨﴾ کلام میں قوت پیدا کرنے کے لیے جب اس لفظ کو استعمال کیا

جائے تو یہ قسم کا معنی دیتا ہے، اسی وجہ سے ﴿لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ﴾ ”ان پر ایسے شخص کو ضرور مسلط رکھے گا“ پر لام داخل کیا گیا

ہے۔ یعنی یہودیوں پر ﴿إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ يَسُوءُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ط﴾ ”قیامت تک جو ان کو بری بری تکلیفیں دیتا

رہے۔“ یعنی ان کی نافرمانی، اللہ تعالیٰ کے احکام اور شریعت کی مخالفت اور حرام کاموں کے ارتکاب کے لیے حیلہ سازی کی

انھیں یہ سزا دی کہ ان پر قیامت تک ایسے شخص کو مسلط رکھے گا جو ان کو بری بری تکلیفیں دیتا رہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سات سال اور ایک روایت کے مطابق تیرہ سال تک خراج لگائے رکھا اور سب

سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی نے خراج لگایا تھا۔ ﴿١٦٩﴾ پھر یہودی یونانی، گشڈانی، اور گڈانی بادشاہوں کے زیر نگیں رہے، پھر

﴿١٦٨﴾ تفسیر طبری وغیرہ میں امام مجاہد سے وہ قول مروی ہے جو یہاں دوسروں کی طرف منسوب ہے۔ دیکھیے تفسیر الطبری: 137، 136/9.

﴿١٦٩﴾ تفسیر الطبری: 138/9.

عیسائیوں نے انھیں ذلیل و رسوا کیا اور ان سے جزیہ اور خراج وصول کیا، پھر جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا میں اسلام کے ساتھ تشریف لائے تو یہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے ماتحت تھے اور خراج اور جزیہ ادا کرتے تھے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ان کی ذلت و رسوائی اور ان سے جزیہ کا وصول کیا جانا ہے۔^(۱) امام عبدالرزاق نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جزیہ کے لیے انہا کو بھیجا جائے۔^(۲)

پھر آخر زمانے میں یہ دجال کے مددگار رہوں گے اور مسلمان حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ مل کر ان کے خلاف جنگ کریں گے۔ ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ الْحَقَّابَ﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار جلد سزا دینے والا ہے۔“ ان لوگوں کو جو اس کی نافرمانی کرتے اور اس کی شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ﴿وَإِنَّكَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ”اور یقیناً وہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ اس کے لیے جو توبہ کرے اور اس کی طرف رجوع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کا عذاب کے ساتھ ملا کر اس لیے ذکر فرمایا ہے تاکہ مایوسی نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات پر ترغیب و ترہیب کو ملا کر اس لیے ذکر فرمایا ہے تاکہ نفوس امید و خوف کے درمیان کی کیفیت میں رہیں۔

تفسیر آیات: 170-168

بنی اسرائیل کا زمین میں منتشر ہونا: اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کو مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے زمین میں منتشر کر دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُلْنَا مَنْ بَعْدَهُ لَبِئْسَ إِسْرَآءِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ كَفِيفًا﴾ (بنی اسرائیل 17: 104) ”اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس ملک میں رہو، پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔“ ﴿مِنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ﴾ ”کچھ ان میں سے نیکو کار تھے اور کچھ اس کے سوا (بدکار)۔“ یعنی ان میں نیک بھی تھے اور بد بھی جیسا کہ جنوں نے اپنے بارے میں کہا تھا: ﴿وَإِنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِمَّا دُونَ ذَلِكَ طِكْنَا طَرِيقَ قَدَّارٍ﴾ (الحج 72: 11) ”اور بے شک ہم میں نیک بھی ہیں اور اس کے سوا بھی، ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔“ ﴿وَبَكُونُوا بِالْأَرْضِ وَالسَّيِّئَاتِ﴾ ”اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے ان کی آزمائش کرتے رہے۔“ یعنی خوش حالی اور تنگ دستی سے، ترغیب و ترہیب سے اور عافیت و مصیبت سے ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ”تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔“

پھر فرمایا: ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى﴾ ”پھر ان کے بعد ناخلف ان کے قائم مقام ہوئے جو کتاب کے وارث بنے یہ (بے تامل) اس دنیا سے دنی کا مال و متاع لے لیتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نسل کے بعد جس میں نیک اور بد ہر قسم کے لوگ تھے، ایسے لوگ آئے جن میں کوئی خیر و بھلائی نہ تھی، حالانکہ وہ کتاب، یعنی تورات کے وارث بنے تھے۔

① تفسیر الطبری: 137/9. ② تفسیر عبدالرزاق: 95/2، رقم: 949.

امام مجاہد آیت کریمہ: ﴿يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى﴾ (بے تامل) اس دنیائے دنی کا مال و متاع لے لیتے ہیں۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انھیں دنیا کی جو چیز بھی نظر آتی ہے، اسے لے لیتے ہیں، خواہ وہ حلال ہو یا حرام اور اس کے باوجود وہ مغفرت کی تمنا رکھتے ہیں۔ ﴿وَيَقُولُونَ سَيَغْفِرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ط﴾ ”اور کہتے ہیں کہ جلد ہمیں بخش دیا جائے گا اور اگر (دوبارہ) ان کے سامنے ویسا ہی مال آجائے تو وہ اسے لے لیں۔“^①

امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ لوگ انتہائی ناخلف ہیں، حالانکہ یہ اپنے انبیاء اور رسولوں کے بعد کتاب کے وارث بنے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں کتاب کا وارث بنایا اور ان سے عہد و پیمان بھی لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا﴾ (مریم: 59) ”پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو (چھوڑ دیا گویا اسے) کھو دیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے تو عنقریب وہ گمراہی (کی سزا) سے دوچار ہوں گے۔“

اور فرمان الہی: ﴿يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى وَيَقُولُونَ سَيَغْفِرُ لَنَا﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے امیدیں لگا رکھی ہیں اور اپنے آپ کو فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ﴿وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ط﴾ ”اور اگر ان کے سامنے بھی ویسا ہی مال آجاتا ہے تو وہ بھی اسے لے لیتے ہیں۔“ یعنی کوئی بات انھیں اس سے روک نہیں سکتی، دنیا کی کوئی چیز بھی جب ان کے سامنے آتی ہے تو اسے کھا لیتے ہیں اور قطعاً پروا نہیں کرتے کہ وہ حلال ہے یا حرام۔^②

سُورَةُ اَعْرَافٍ: 142/9 میں فرمایا ہے: ﴿وَدَّرَسُوا مَا فِيهِ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ یہودی اپنے جس شخص کو بھی قاضی یا جج مقرر کرتے تو وہ رشوت لینے لگ جاتا، ان کے کچھ اچھے لوگوں نے جمع ہو کر یہ عہد و پیمان کیا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے اور ہرگز رشوت نہیں لیں گے لیکن ان میں سے جب بھی کسی کو منصبِ قضاء پر فائز کیا جاتا تو وہ بھی رشوت لینے لگ جاتا۔ اور جب اس سے پوچھا جاتا کہ کیا بات ہے تم نے بھی رشوت لینے شروع کر دی؟ تو وہ کہتا کہ ہاں، میں رشوت لیتا ہوں لیکن مجھے معاف کر دیا جائے گا تو باقی بنی اسرائیل اس پر طعن کرتے اور جب وہ مر جاتا یا اسے معزول کر دیا جاتا اور اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر دیا جاتا جو پہلے پر رشوت کی وجہ سے طعن کیا کرتا تھا تو وہ بھی رشوت لینے لگ جاتا اور کہتا کہ اگر دوسرے لوگوں کے پاس یہ نبوی مال آتا تو انھوں نے بھی تو اس مال کو لے لیتا تھا۔^③

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَلَمْ يَأْخُذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ اَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ اِلَّا الْحَقَّ﴾ ”کیا ان سے کتاب کی نسبت عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہیں گے؟“ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس منفی طرزِ عمل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان سے تو یہ عہد و پیمان لیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾

① تفسیر الطبری: 142/9. ② تفسیر الطبری: 142/9. ③ تفسیر الطبری: 142/9.

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَكُمْ

اور جب ہم نے ان (کے سروں) پر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا وہ ایک سائبان تھا، اور انھوں نے خیال کیا کہ یقیناً وہ ان پر گرنے والا ہے۔ (ہم نے کہا: اس

بِقُوَّةٍ وَادْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾

(تورات) کو جو ہم نے تمہیں دی، قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد رکھو تاکہ تم (برے کاموں سے) بچ جاؤ ﴿١٧١﴾

فَبَدَّلَ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ط فَيَسَّسَ مَا يَشْتَرُونَ ○ ○ (آل عمران 3: 187) ”اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی اقرار لیا کہ (اس میں جو کچھ لکھا ہے) اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس (کی کسی بات کو) نہ چھپانا تو انھوں نے اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی، یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں برا ہے۔“

ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ۱۰ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ اَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ اِلَّا الْحَقَّ ﴿۱﴾ ”کیا ان سے کتاب کی نسبت عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہیں گے۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ ان گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید تو رکھتے ہیں جن کا پھر ارتکاب کرتے رہتے ہیں اور ان سے توبہ نہیں کرتے۔ ﴿۱﴾

اور اللہ نے فرمایا: ﴿۱﴾ وَالَّذَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ط اَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۲﴾ ”اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟“ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے بے پایاں اجر و ثواب کی ترغیب دیتے ہوئے اور اپنے دردناک عذاب سے ڈراتے ہوئے فرما رہا ہے کہ میرا ثواب اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس شخص کے لیے بہتر ہے جو حرام کاموں کے ارتکاب سے بچ گیا جس نے اپنی خواہش نفس کو ترک کر دیا اور جو اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا۔ ﴿۲﴾ اَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۳﴾ ”کیا تم سمجھتے نہیں؟“ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جن لوگوں نے میرے پاس موجود نعمتوں کے عوض دنیا کے مال کو اپنے لیے پسند کر لیا ہے، کیا ان کے پاس عقل نہیں ہے جو انھیں اس بے وقوفی اور حماقت سے روکتی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو اس کی اس کتاب کے ساتھ وابستہ ہیں جو انھیں اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی اتباع کا درس دیتی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿۳﴾ وَالَّذِينَ يَسْكُونُونَ بِالْكِتَابِ ﴿۴﴾ ”اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔“ یعنی اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، اس کے احکام کو بجالاتے ہیں اور جن کاموں سے اس نے منع کر دیا ہے، انھیں ترک کر دیتے ہیں، ﴿۴﴾ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ ط اِنَّا لَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۵﴾ ”اور نماز کا التزام کرتے ہیں (ان کو ہم اجر دیں گے کہ) بے شک ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔“

تفسیر آیات: 171

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ ۖ

اور (اے نبی! یاد کرو) جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا (اور پوچھا): کیا میں تمہارا رب

الَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوا بَلَىٰ ؕ شَهِدْنَا ؕ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غْفِلِينَ ﴿١٧٢﴾

نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا: یہ اس لیے) کہ تم قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا

تھے ﴿١٧٣﴾ یا تم (یہ نہ) کہو کہ بے شک ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا اور ہم ان کے بعد (ان کی) اولاد تھے، پھر کیا تو ہمیں اس (فصل) کی وجہ

فَعَلِ الْمُبْطِلُونَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذَلِكَ نَفْصِلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٤﴾

سے ہلاک کرتا ہے جو گمراہ لوگوں نے کیا تھا؟ ﴿١٧٣﴾ اور اسی طرح ہم آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، شاید کہ وہ (لوگ ہماری طرف) لوٹ آئیں ﴿١٧٤﴾

یہودیوں کی سرکشی کی وجہ سے ان کے سروں پر کوہ طور اٹھا کھڑا کیا گیا: علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے کہ: ﴿وَإِذْ تَنْقَضَا﴾ کے معنی ہیں کہ جب ہم نے اٹھا کھڑا کیا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ

بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ﴾ (النساء: 154:6) ”اور ان سے عہد لینے کو ہم نے ان پر کوہ طور اٹھا کھڑا کیا۔“ ﴿١﴾ امام سفیان ثوری نے اعمش،

انھوں نے سعید بن جبیر اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرشتوں نے پہاڑ کو ان کے سروں پر اٹھا

کھڑا کیا تھا۔ ﴿٢﴾

قاسم بن ابوالیوب نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پھر موسیٰ علیہ السلام انھیں

ارض مقدس کی طرف لے گئے، غصہ فرو ہونے کے بعد انھوں نے تختیوں کو بھی اٹھا لیا اور بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ ان احکام کے

مطابق عمل کریں جن کے مطابق عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو یہ بات ان پر بہت گراں گزری اور انھوں نے ان

احکام کو ماننے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر پہاڑ کو اٹھا کھڑا کیا ﴿كَانَ كَظُلُمَةٍ﴾ ”گویا وہ سائبان تھا۔“ ﴿٣﴾

امام نسائی نے اس روایت کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ﴿٤﴾

تفسیر آیات: 172-174

اولادِ آدم سے لیے گئے عہد کا بیان: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان

سے اقرار کروایا کہ اللہ ہی ان کا رب اور مالک ہے۔ اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اسی فطرت و

جہلت پر پیدا فرمایا ہے، لہذا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاقْمْ وَّجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ط

لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ط﴾ (الروم: 30) ”تو تم ایک طرف کے ہو کر دین (اللہ کے رستے) پر سیدھا منہ کیے چلے جاؤ (اور) اللہ

کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے ہو) اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔“

① تفسیر الطبری: 145/9. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1610/5. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1610/5. ④ السنن الکبریٰ

للنسائی، التفسیر، باب: ﴿وَقَتْنَاكَ فُتُونًا ط﴾ (طہ: 20:40)، 405/6، حدیث: 11326 اور یہ حدیث فُتُون کا حصہ ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ]، [فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجَّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بِهَيْمَةٍ جَمْعَاءَ هَلْ تُحْسِنُونَ فِيهَا مِنْ جَذَعَاءَ؟] ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ اُسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں جیسا کہ جانور کا بچہ تو پورا پیدا ہوتا ہے، کیا تم ان میں سے کسی کا کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟^① اور صحیح مسلم میں عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے: [.....وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمْ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَّمْتُ عَلَيْهِمْ مَا أَحَلَلْتُ لَهُمْ] ”اور بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کو دینِ حنیف پر پیدا کیا تھا اور بے شک شیطانوں نے ان کے پاس آ کر انھیں ان کے دین سے بہکا دیا تھا اور ان چیزوں کو حرام ٹھہرا دیا جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔“^② اور حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکال کر انھیں اصحابِ یمین (دائیں ہاتھ) اور اصحابِ شمال (بائیں ہاتھ) والوں میں تقسیم کرنے کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [يُقَالُ لِلرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ أَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهِ؟ قَالَ: فَيَقُولُ: نَعَمْ، (قَالَ): فَيَقُولُ: قَدْ أَرَدْتُ مِنْكَ أَهْوَى مِنْ ذَلِكَ، قَدْ أَخَذْتُ عَلَيْكَ فِي ظَهْرِ آدَمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا فَأَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تُشْرِكَ بِي] ”قیامت کے دن ایک جہنمی سے کہا جائے گا کہ یہ بتاؤ اگر تمہیں دنیا بھر کی دولت مل جائے تو کیا اسے فدیے میں دے سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ جواب دے گا: ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے کہیں چھوٹا مطالبہ کیا تھا اور وہ یہ کہ میں نے تجھ سے اس وقت عہد لیا تھا جب تو آدم کی پشت ہی میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا مگر تو نے عہد کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور میرے ساتھ شرک کیا۔“^③ اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم رضی اللہ عنہما نے بھی بیان کیا ہے۔^④

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبَيْضًا مِنْ نُورٍ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى آدَمَ فَقَالَ: أَيُّ رَبِّ! مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ فَرَأَى رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَعَجَبَهُ وَبَيْضُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقَالَ: أَيُّ رَبِّ! مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: هَذَا رَجُلٌ مِّنْ آخِرِ الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ يُقَالُ لَهُ: دَاوُدُ، قَالَ: رَبِّ! وَكَمْ جَعَلْتَ عُمْرَهُ؟ قَالَ: سِتِّينَ سَنَةً، قَالَ: أَيُّ رَبِّ!

① اس کا ابتدائی حصہ صحیح البخاری، الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، حدیث: 1385 اور دوسرا حصہ صحیح

البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ (الروم: 30)، حدیث: 4775 و صحیح مسلم، القدر، باب معنی

كل مولود يولد على الفطرة.....، حدیث: 2658 کے مطابق ہے۔ ② صحیح مسلم، الجنة ونعيمها، باب الصفات

التي يعرف بها في الدنيا.....، حدیث: 2865. ③ مسند أحمد: 127/3. ④ صحیح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب

خلق آدم وذريته، حدیث: 3334 و صحیح مسلم، صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء.....، حدیث: 2805.

(وَهَبْتُ لَهُ) مِنْ عُمْرِي أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَلَمَّا انْقَضَى عُمْرُ آدَمَ جَاءَهُ الْمَوْتُ، فَقَالَ: أَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعُونَ سَنَةً؟ قَالَ: أَوْ لَمْ تُعْطَهَا لِابْنِكَ دَاوُدَ؟ قَالَ: فَجَحَدَ آدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَنَسِيَ آدَمُ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَخَطِيءَ آدَمُ فَخَطِطَتْ ذُرِّيَّتُهُ]

’اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ہر وہ روح گر گئی، جسے اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں سے قیامت تک پیدا فرمانے والا تھا۔ اور ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور کی چمک پیدا فرمادی، پھر انھیں حضرت آدم کے سامنے پیش کیا تو آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ تیری اولاد ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کے آنکھوں کے درمیان کی چمک انھیں بہت ہی بھلی معلوم ہوئی تو انھوں نے عرض کی: یا اللہ! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ آخری امتوں میں سے تیری اولاد میں سے ایک شخص ہے جس کا نام داود ہوگا، عرض کی: یا اللہ! اس کی عمر کتنی ہوگی؟ فرمایا: ساٹھ سال، عرض کی: اے اللہ! میں نے اس کو اپنی عمر میں سے چالیس سال دیے۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہو گئی تو ان کے پاس ملک الموت آیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتے نے جواب دیا کہ آپ نے وہ چالیس سال اپنے بیٹے داود کو نہیں دے دیے تھے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا، اسی وجہ سے آپ کی اولاد بھی انکار کر دیتی ہے، حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے، اسی وجہ سے اولاد آدم بھی بھول جاتی ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہو گئی، اسی وجہ سے آپ کی اولاد سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔“^(۱) امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے اور کئی سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اسے امام حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے ذکر نہیں کیا۔^(۲)

یہ اور اس طرح کی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور اہل جنت و اہل دوزخ میں فرق کر دیا، پھر فرمایا ہے: ﴿وَإِشْهَدْهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَكُنْتُ بِرَبِّكُمْ طَاقِلًا﴾ اور ان سے ان کی جانوں کے متعلق اقرار کرالیا (ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ بولے: کیوں نہیں!“ یعنی اللہ نے انھیں اس طرح وجود بخشا کہ وہ اس کی گواہی دے رہے اور زبان حال وقال سے یہ کہہ رہے تھے: کیوں نہیں! کیونکہ گواہی کبھی تو قول کے ساتھ ہوتی ہے، مثلاً: ﴿قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا﴾ (الأنعام: 130) ”وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے نفوس پر گواہ ہیں۔“ اور کبھی گواہی زبان حال سے ہوتی ہے، مثلاً: ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ﴾ (التوبة: 17) ”مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی

(۱) جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأعراف، حدیث: 3076. (۲) المستدرک للحاکم، التفسیر، باب

تفسیر سورة الأعراف: 325/2، حدیث: 3257 وصحیح ابن حبان، حدیث: 6167 تو سین والے الفاظ السنن الکبریٰ

للبيهقي: 146/10 میں ہیں۔

وَإِثْلُ عَلَيْهِمْ نَبَا الَّذِي آتَيْنَا فَأَنْسَلَخْ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ

اور (اے نبی!) انہیں اس شخص کی خبر پڑھ سناں جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں مگر وہ ان (کی پابندی) سے نکل بھاگا تو اسے شیطان نے پیچھے لگا لیا، پھر وہ

مِنَ الْغَوِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۖ

گمراہوں میں (شامل) ہو گیا ﴿75﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ان (آجوں) کے ذریعے سے اسے بلند درجہ دیتے لیکن وہ زمین کی طرف جھک پڑا اور اپنی خواہش

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۖ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثُ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ

کے پیچھے لگ گیا، چنانچہ اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو بھی ہانپتا ہے اور اگر تو اسے چھوڑ دے تو بھی ہانپتا ہے۔ یہی مثال ان

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٧٦﴾ سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمِ

لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، چنانچہ (اے نبی!) آپ (یہود سے) یہ قصہ بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور و فکر کریں ﴿76﴾ ان لوگوں کی مثال

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنْفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلُمُونَ ﴿٧٧﴾

بری ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ﴿77﴾

دے رہے ہوں۔“ یعنی ان کا حال اس بات پر گواہ ہے، یہ نہیں کہ وہ اپنی زبان سے اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔ اور یہ

اس فرمان الہی کی طرح ہے: ﴿وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ﴾ ﴿العنکبوت: 100﴾ ”اور یقیناً وہ خود اس پر گواہ بھی ہے۔“

اسی طرح سوال بھی کبھی زبانِ قال سے اور کبھی زبانِ حال سے ہوتا ہے، مثلاً: ﴿وَالشُّكْرُ مِمَّنْ كُلِّ مَأْسَلٍ لِّلْمَلَأِ ط﴾

(ابراہیم 34: 14) ”اور جو کچھ تم نے مانگا، سب میں سے تم کو عنایت کیا۔“ اور اس بات کی دلیل کہ اس سے مراد زبانِ حال کی

گواہی ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گواہی کو ان کے شرک کے بارے میں ان کے خلاف حجت قرار دیا ہے اور اگر یہ گواہی

زبانِ قال سے ہوتی جیسا کہ کچھ لوگوں نے کہا ہے تو پھر بھی یہ ہر شخص کو یاد دہونی چاہیے تھی تاکہ اس کے خلاف اسے بطور حجت

پیش کیا جاسکتا۔ اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا اس کے بارے میں خبر دینا ہی اس کے بارے میں کافی دلیل

ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ تکذیب کرنے والے مشرک تو رسولوں کی پیش کردہ تمام باتوں کی اس کی بھی اور دوسری باتوں کی

بھی تکذیب کرتے ہیں لیکن اسے تو ان کے خلاف ایک مستقل دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس سے مراد اقرار

توحید سے متعلق ان کی وہ فطرت ہے جس پر انہیں پیدا کیا گیا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا

عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ﴾ ﴿٧٧﴾ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا﴾ ”کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ بے شک ہم کو تو

اس (توحید) کی خبر ہی نہ تھی یا یہ (نہ) کہو کہ شرک تو صرف ہمارے بڑوں نے کیا تھا۔“

﴿تفسیر آیات: 175-177﴾

بَلْعَمَ کا قصہ: امام عبدالرزاق نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَإِثْلُ عَلَيْهِمْ نَبَا الَّذِي آتَيْنَا فَأَنْسَلَخْ مِنْهَا﴾

”اور ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں تو وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا۔“ کے بارے

میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اس سے مراد (بنی اسرائیل کا) ایک آدمی ہے جس کا نام بَلْعَم بن

اُتر تھا۔^(۱) شعبہ اور دیگر کئی راویوں نے ازمنصور اور آگے اسی سند سے یہی روایت کیا ہے۔^(۲) جبکہ سعید بن ابوعمرؓ نے قتادہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صُفّی بن راہب ہے۔^(۳) قتادہ نے کعب کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ شخص اہل بُلُقَاء میں سے تھا، یہ وہ اسمِ اعظم جانتا تھا جس کی بنا پر دعا قبول کی جاتی ہے اور سرکش لوگوں کے ساتھ بیت المقدس میں مقیم تھا۔^(۴) عوفی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ شخص اہل یمن میں سے تھا، اسے بلعم کہا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی آیات عطا فرمائیں مگر اس نے انھیں ترک کر دیا تھا۔^(۵)

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ یہ شخص بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا، یہ مستجاب الدعوات تھا، مشکلات میں بنی اسرائیل اسے آگے کیا کرتے تھے۔ اللہ کے نبی حضرت موسیٰؑ نے اسے مدین کے بادشاہ کی طرف بھیجا تاکہ اسے اللہ کے دین کو قبول کرنے کی دعوت دی جائے مگر جب اس نے اسے انعام و اکرام سے نوازا تو اس نے اس کے دین کو اختیار کر لیا اور حضرت موسیٰؑ کے دین کو ترک کر دیا، چنانچہ یہ آیات اسی کے متعلق نازل ہوئیں۔^(۶) عمران بن عُیَیْنہ، حُصَیْن سے، وہ عمران بن حارث سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس شخص کا نام بلعم بن باعر تھا۔^(۷) ثقیف کا قول ہے کہ اس سے مراد امیہ بن ابوصلت ہے۔^(۸)

اس آیت کریمہ کا مشہور سبب نزول یہ ہے کہ یہ سابقہ لوگوں میں سے بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک شخص تھا جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ اور دیگر سلف کا قول ہے۔ علی بن ابوطلمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ مدینہ جبارین کا ایک شخص تھا جس کا نام بلعم تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اکبر جانتا تھا۔^(۹) علی بن ابوطلمہ ہی نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اپنے ساتھیوں سمیت جب جبارین میں آئے تو بلعم کے چچا زاد بھائیوں اور اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا کہ موسیٰؑ بہت سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں اگر وہ ہم پر غالب آگئے تو ہمیں ہلاک کر دیں گے، لہذا دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے دور ہٹا دے، اس نے جواب دیا کہ اگر میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تو اس سے میری دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی مگر وہ لوگ مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے ان کی بات مان لی اور دعا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جو علم عطا فرمایا تھا، اس سے محروم کر دیا۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿فَأَسْلَخْنَا مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ﴾ ”تو وہ (ان کی پابندی) سے نکل گیا، پھر شیطان نے اس کو پیچھے لگا لیا۔“^(۱۰)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ﴾ ”اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ان آیات کے ساتھ جو ہم نے اسے عطا کی تھیں، دنیا کی گندگیوں کے ساتھ ملوث

(۱) تفسیر عبدالرزاق: 99/2، رقم: 957 و تفسیر الطبری: 161/9۔ (۲) تفسیر الطبری: 160/9۔ (۳) تفسیر ابن ابی حاتم:

1616/5۔ (۴) تفسیر ابن ابی حاتم: 1617/5۔ (۵) تفسیر ابن ابی حاتم: 1618/5۔ (۶) تفسیر ابن ابی حاتم: 1618/5۔

(۷) تفسیر الطبری: 161/9۔ (۸) تفسیر ابن ابی حاتم: 1617/5۔ (۹) تفسیر الطبری: 161/9۔ (۱۰) تفسیر الطبری: 166/9۔

ہونے سے محفوظ رکھتے لیکن وہ تو دنیا کی زیب و زینت کی طرف مائل ہو گیا، دنیا کی لذتوں اور نعمتوں کے حصول کو اس نے مقصود قرار دے لیا اور دنیا نے اسے اسی طرح فریب دیا جیسا کہ اس نے دیگر بہت سے کم عقلوں اور بے وقوفوں کو فریب خوردہ کر دیا تھا۔

ابن اسحاق نے ابو نصر سالم سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ارض شام کے بنو کنعان کے علاقے میں آئے تو بلعام کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے یہ کہنے لگی کہ دیکھو! یہ موسیٰ بن عمران بنی اسرائیل کے ساتھ اس لیے آئے ہیں تاکہ وہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیں، ہمیں قتل کر دیں اور یہاں بنی اسرائیل کو بسا دیں۔ ہم تمہاری قوم ہیں، ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں، تم مستجاب الدعوات ہو، لہذا گھر سے نکلو اور ان لوگوں کے لیے بددعا کرو۔ بلعام نے جواب دیا: لوگو! تم پر افسوس ہے، موسیٰ علیہ السلام کے نبی ہیں، آپ کے ہمراہ فرشتے اور مومن ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان کے لیے بددعا کروں جبکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کے لیے بددعا کرنے کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا نتیجہ ہوگا؟ اس کی قوم نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اس طرح وہ بار بار اصرار کرتے اور اس کے پاس الحاج و زاری سے کام لیتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے اسے فتنے میں مبتلا کر ہی دیا۔

بلعم اپنی گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کی طرف چل دیا تاکہ وہاں سے بنی اسرائیل کے لشکر کو دیکھ سکے، یہ خُنبان^① نامی ایک پہاڑ تھا، ابھی یہ تھوڑی دور تک ہی چلا تھا کہ گدھی زمین پر بیٹھ گئی، اس نے نیچے اتر کر اسے خوب مارا حتیٰ کہ وہ کھڑی ہو گئی اور یہ اس پر سوار ہو گیا، اب پھر وہ تھوڑا سا چلی تھی کہ پھر بیٹھ گئی، اس نے اسے پھر مارا حتیٰ کہ اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا تو اس پر حجت تمام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس گدھی کو قوت گویائی بخشی اور اس نے اس سے کہا: اے بلعم! تجھ پر افسوس ہے تو کہاں جا رہا ہے؟ کیا تو نہیں دیکھتا کہ میرے سامنے تو فرشتے ہیں جو مجھے اس طرف جانے سے روک رہے ہیں؟ تو اللہ کے نبی اور مومنوں کی طرف اس لیے جا رہا ہے تاکہ ان کے لیے بددعا کرے؟ گدھی کی یہ بات سننے کے بعد بھی یہ اس سے نہ اتر بلکہ اس نے اسے مارنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے رستے کو کھول دیا تو وہ اسے لے کر چل دی حتیٰ کہ وہ اسے لے کر حسان پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئی جہاں موسیٰ علیہ السلام کا لشکر، یعنی بنی اسرائیل تھے، پھر اس نے ان کے لیے بددعا کرنی شروع کر دی مگر اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ یہ جب بھی کوئی بددعا کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اسی کی قوم کی طرف پھیر دیتا اور یہ اپنی ہی قوم کے لیے بددعا شروع کر دیتا۔ اور جب کوئی اچھی دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو بنی اسرائیل کی طرف پھیر دیتا اور یہ ان کے لیے اچھی دعائیں شروع کر دیتا۔ یہ دیکھ کر اس کی قوم نے کہا: بلعم! تجھے کچھ خبر ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ تو بنی اسرائیل کے لیے دعا اور ہمارے لیے بددعا کر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اب یہ بات میرے بس میں نہیں رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مغلوب کر دیا تھا۔

پھر اس کی زبان بھی باہر نکل کر اس کے سینے پر آ گئی تو یہ کہنے لگا کہ لوگو! اب تو میری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو گئی ہیں،

① تفسیر الطبری: 168/9 میں ”حسان“ ہے۔

اب تو سوائے مکرو فریب کے اور کوئی چارہ نہیں رہا، لہذا میں تمہیں ایک حیلہ بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ عورتوں کا خوب میک اپ کرو اور انہیں سامان دے کر موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں بھیج دو۔ اور ان عورتوں سے کہو کہ اگر اس لشکر کا کوئی شخص بدکاری کا ارادہ کرے تو اسے یہ موقع دیا جائے کیونکہ ان میں سے اگر ایک شخص نے بھی زنا کر لیا تو بس سمجھو کہ تمہارا کام بن گیا۔

بلعم کی قوم نے اسی حیلے کو اختیار کر لیا اور اس کی بھیجی ہوئی عورتیں جب لشکر میں پہنچیں تو ان میں سے ایک عورت جس کا نام گنسی تھا اور وہ ایک کنعانی سردار صوری بیٹی تھی، ایک بنی اسرائیلی سردار زمری بن شلوم کے پاس سے گزری، یہ شخص خاندان شمعون بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کا سردار تھا، اس نے اسے دیکھا تو اسے یہ بہت پسند آئی اس نے اس کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے آیا اور کہنے لگا: میرا گمان یہ ہے کہ آپ کہیں گے کہ یہ عورت حرام ہے، اس کے قریب نہ جاؤ؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! بلاشبہ یہ حرام ہے تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس معاملے میں میں آپ کی بات نہیں مانوں گا، یہ کہہ کر وہ اسے اپنے خیمے میں لے آیا اور اس کے ساتھ اس نے بدکاری کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو طاعون کے مرض میں مبتلا کر دیا۔

فخاص بن عیزار بن ہارون موسیٰ علیہ السلام کا امیر لشکر تھا اور اسے کشادہ جسم اور مضبوط گرفت ودیعت تھی زمری بن شلوم نے جب بدکاری کی اس وقت یہ موجود نہیں تھا اور جب یہ واپس آیا تو طاعون نے لشکر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، اسے جب ساری بات بتائی گئی تو اس نے اپنے نیزے کو پکڑا جو سارے کا سارا لوہے کا بنا ہوا تھا۔ اور زمری کے خیمے میں داخل ہو گیا جس میں زمری اور گنسی داد عیش دے رہے تھے، اس نے دونوں پر نیزے سے اس طرح وار کیا کہ نیزہ بیک وقت دونوں کے جسم میں پیوست ہو گیا، اس نے دونوں کو نیزے پر اٹھالیا اور انہیں خیمے سے باہر لے آیا۔ یہ نیزے کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھا، جسے اس نے اپنے ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا، کہنی کو اس نے سہارے کے لیے اپنے پہلو کے ساتھ لگایا ہوا تھا اور نیزے کو اپنے جڑے کا سہارا بھی دیا ہوا تھا۔ یہ عیزار کا بڑا بہادر بیٹا تھا، اس نے نیزے کو آسمان کی طرف اچھالتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! جو تیری نافرمانی کرے، اس کے ساتھ ہم بھی سلوک کرتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے طاعون کو ختم کر دیا۔

اس طاعون کی وجہ سے ہلاک ہونے والے اسرائیلیوں کا حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ زمری کے اس عورت سے بدکاری کرنے کے وقت سے لے کر فخاص کے اسے قتل کرنے کے عرصے تک ستر ہزار اسرائیلی طاعون سے ہلاک ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں کم سے کم تعداد جو بیان کی گئی ہے وہ بھی بیس ہزار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل ذبح کیے جانے والے جانور کی گردن، دستی اور اپنے ہر مال کے عمدہ حصے کو فخاص کی اولاد کی نذر کر دیا کرتے تھے۔ اسی بلعام بن باعوراء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿وَائْتِلْ عَلَيْهِمْ﴾ تا ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ تک آیات کو نازل فرمایا ہے۔^①

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْبِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ط﴾ ”تو اس کی

مثال کتے کی سی ہوگی کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔“ مفسرین کا اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کی سالم اور ان کی ابونضر سے روایت کے مطابق بلعام کی زبان نکل کر چونکہ اس کے سینے پر آگئی تھی، اس لیے مذکورہ بالا دونوں حالتوں میں کتے کے ساتھ اس کی تشبیہ بالکل ظاہر ہے۔ اس کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ضلالت و گمراہی اور اسی کو اختیار کیے رکھنے اور ایمان کی طرف دعوت دینے سے فائدہ نہ اٹھانے کے اعتبار سے اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اس پر سختی کرو تو پھر بھی ہانپتا ہے اور نہ کرو تو پھر بھی اپنی زبان باہر نکالے رکھتا ہے، اسی طرح اس شخص کو بھی نصیحت کی جائے یا نہ کی جائے، ایمان کی دعوت دی جائے یا نہ دی جائے دونوں حالتیں برابر ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (البقرة: 6) ”انھیں آپ نصیحت کریں یا نہ کریں ان کے لیے برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ اسی طرح فرمایا: ﴿إِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ (التوبة: 80) ”آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں (بات ایک ہے) اگر ان کے لیے ستر دفعہ بھی بخشش مانگیں گے تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔“

اس آیت کریمہ کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ کافر، منافق اور گمراہ انسان کا دل کمزور اور ہدایت سے خالی ہوتا ہے اور کثرت سے دھڑکتا ہے، اس کے دل کی اس حالت کو اس مثال کے ذریعے سے بیان کیا گیا ہے، امام حسن بصری اور دیگر کئی ائمہ تفسیر سے اس سے ملتے جلتے آثار منقول ہیں۔^①

اور فرمان الہی: ﴿فَاقْصُصْ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (تو ان سے) یہ قصہ بیان کر دو تا کہ وہ غور و فکر کریں۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے یہ فرمایا ہے کہ یہ قصہ بیان کر دو شاید وہ بنی اسرائیل فکر کریں جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بلعام کو گمراہ کر کے کس طرح اپنی رحمت سے دور کر دیا تھا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو جو اللہ نے اسے اسم اعظم سکھا کر عطا فرمائی تھی کہ وہ نام لے کر اس سے سوال کیا جائے تو وہ ضرور عطا کرتا ہے اور دعا کی جائے تو وہ ضرور قبول فرماتا ہے مگر اس نے اس کی اطاعت میں صرف کرنے کے بجائے اس کی جماعت، لشکر ایمان اور اس زمانے کے نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کے خلاف بددعا کرنے میں استعمال کی تھی۔

اور اس واقعے کو سن کر وہ اس جیسا کردار ادا کرنے سے اجتناب کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی علم سے نوازا ہے اور اعراب وغیرہ کی نسبت انھیں فضیلت علمی سے سرفرازا ہے، ان کے ہاتھوں میں حضور اقدس ﷺ کے بارے میں ایسی نشانیاں پھیلادی ہیں جن سے وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح یہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں، لہذا انھیں چاہیے کہ یہ دوسرے لوگوں کی نسبت سب سے پہلے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری بجالائیں اور آپ کی تائید و حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں جیسا کہ آپ کے بارے میں ان کے انبیائے کرام ﷺ نے بھی انھیں اطلاع دی اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری بجالانے کا حکم دیا تھا۔

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىُّ ۖ وَمَنْ يُضِلِّ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿١٧٨﴾

جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے (اللہ) گمراہ کر دے تو یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں ﴿١٧٨﴾

یہی وجہ ہے کہ ان میں سے جس نے بھی اپنی کتاب کی مخالفت کی، اس میں لکھی ہوئی باتوں کو چھپایا اور ان کے بارے میں لوگوں کو نہ بتایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا ہی میں ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دیا، آخرت کی ذلت و رسوائی اور تباہی و بربادی اس کے علاوہ ہوگی۔

﴿سَاءَ مَثَلًا لِّلْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا﴾ ”جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان کی مثال بری ہے۔“ کہ انھیں ان کتوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جن کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور نفس پرستی ہے۔ اسی طرح جو شخص بھی علم اور ہدایت سے باہر نکل جائے، شہوت پرستی کو اختیار کر لے اور خواہشات نفس کا بندہ بن جائے تو اس کی مثال کتے کی سی ہے جو بدترین مثال ہے، اسی وجہ سے صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ، الْعَاثِدُ فِيْ هَيْبَتِهِ كَالْكَلْبِ يُعَوِّدُ فِيْ قَيْئِهِ] ”ہمارے لیے بری مثال نہیں ہے لیکن جو شخص کسی چیز کو دے کر واپس لے لے اس کی مثال ایسے ہے، جیسے کتا اپنی تے کو چاٹ لے۔“ ﴿١﴾

اور فرمان الہی: ﴿وَأَنفُسُهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ﴾ ﴿٢٧﴾ ”اور انھوں نے نقصان (کیا تو) اپنا ہی کیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے آپ پر خود ہی ظلم کیا کہ ہدایت کی اتباع اور اپنے مولیٰ کی اطاعت سے روگردانی کی، عارضی اور فانی دنیا کو اپنا مقصود قرار دے لیا اور نفسانی خواہشوں اور لذت پرستیوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔

تفسیر آیت: 178

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے تو وہ یقینی طور پر خائب و خاسر اور گمراہ ہو گیا اور اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: [إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، (وَنَسْتَهْدِيهِ) وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.....] ”بے شک سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے نفسوں کی شرارتوں اور برے عملوں سے پناہ چاہتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں.....“ اس حدیث کو امام احمد، اہل سنن اور دیگر محدثین

① صحيح البخارى، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب: لا يحل لأحد أن يرجع في هبته وصدقته، حديث: 2622

عن ابن عباس ؓ. وجامع الترمذی، البيوع، باب ما جاء في كراهية الرجوع في الهبة، حديث: 1298، و اللفظ له .

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ۚ

اور تحقیق ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں تو ہیں

وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَانُوا لِنِعْمِ

(مگر) وہ ان سے (حق کو) دیکھتے نہیں، اور ان کے کان تو ہیں (مگر) وہ ان سے (حق بات) سنتے نہیں، وہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ

بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾

گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں ﴿١٧٩﴾

نے بیان فرمایا ہے۔^①

تفسیر آیت: 179

کفر اور تقدیر: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ﴾ اور تحقیق ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔“ یعنی ہم نے انھیں دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے کہ وہ دوزخیوں جیسے کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو وہ ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی یہ جانتا تھا کہ وہ کس طرح کے عمل کریں گے۔ اور اپنے اس علم کے مطابق ہی اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بھی پچاس ہزار سال قبل ان تمام باتوں کو اپنے پاس ایک کتاب میں لکھ لیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرَشُهُ عَلَى الْمَاءِ] ”اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیر کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تحریر فرمایا تھا اور آپ نے فرمایا: اس کا عرش پانی پر تھا۔“^②

اس کے بارے میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں، تقدیر کا مسئلہ بہت اہم ہے لیکن اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ﴾ ”ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔“ یعنی اپنے ان اعضاء سے فائدہ حاصل نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے سب ہدایت بنا دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفِئْدَةً ۖ مَّا غُلِيَ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ ۚ﴾ ”پایت

① مسند أحمد: 432/1 و سنن أبي داود، النکاح، باب فی خطبة النکاح، حدیث: 2118 و جامع الترمذی، النکاح،

باب ماجاء فی خطبة النکاح، حدیث: 1105 و سنن النسائی، النکاح، باب ما يستحب من الکلام عند النکاح، حدیث:

3279، 3280 و سنن ابن ماجه، النکاح، باب خطبة النکاح، حدیث: 1892 و اللفظ له و مسند أبي يعلى: 5233 امام

مسلم رحمہ اللہ نے بھی غمزاؤندی ﷺ کے قے کے تحت اس خطبے کو بیان فرمایا ہے، دیکھیے صحیح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة

والخطبة، حدیث: 868 اور [وَسْتَهْدِيهِ] ہمیں نہیں ملا۔ ② صحیح مسلم، القدر، باب حجاج آدم و موسى علیہ السلام، حدیث:

اللَّهُ (الأحقاف: 26) ”اور ہم نے انھیں کان، آنکھیں اور دل دیے تھے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے تو نہ تو ان کے کان ہی ان کے کچھ کام آ سکے اور نہ آنکھیں اور نہ دل۔“

اور فرمایا: ﴿صُمُّوا بكمْ عَمِّيْ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ (البقرة: 18) ”(یہ) بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے۔“ یہ منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے اور کافروں کے بارے میں یہ فرمایا ہے: ﴿صُمُّوا بكمْ عَمِّيْ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ (البقرة: 171) ”(یہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کچھ) سمجھ ہی نہیں سکتے۔“ یعنی یہ لوگ ہدایت قبول کرنے سے بہرے، گونگے اور اندھے تھے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جسمانی طور پر ان میں یہ معذوری تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ط وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ﴾ (الأنفال: 23) ”اور اگر اللہ ان میں نیکی (کا مادہ) دیکھتا تو ان کو ضرور سنا دیتا اور اگر (بغیر صلاحیت ہدایت کے) سنا دیتا تو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔“

اور فرمایا: ﴿فَأَنهَآ لَا تَعْنَى الْإِبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْنَى الْقُلُوبِ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ (الحج: 46) ”بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يُعَشِّشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾ (النمل: 24) ”اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کر لے (تغافل کرے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔ اور بے شک یہ (شیطان) ان کو رستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک سیدھے رستے پر ہیں۔“

﴿أُولَٰئِكَ كَانُوا لَنَا عَاوِرًا﴾ ”یہ لوگ (بالکل) چوپایوں کی طرح ہیں۔“ یعنی یہ لوگ جو حق کو سنتے نہیں، اسے یاد نہیں رکھتے اور نہ ہدایت کو دیکھتے ہیں تو یہ ان چوپایوں کی طرح ہیں جو اپنے ان حواس سے دنیا کی زندگی کے ظاہر کے سوا اور کسی معاملے میں فائدہ نہیں اٹھاتے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الدَّبْيِ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ط﴾ (البقرة: 171) ”اور جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی (جانور) کو آواز دے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سن سکے۔“ یعنی ایمان کی طرف انھیں دعوت دینے کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی چرواہا جب اپنے جانوروں کو بلاتا ہے تو وہ صرف اس کی آواز سنتے ہیں مگر جو کچھ وہ کہتا ہے اسے سمجھتے نہیں۔

اسی لیے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿بَلْ هُمْ أَصْلٌ ط﴾ ”بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔“ یعنی چوپایوں سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں کیونکہ چوپائے تو اپنے چرواہے کی بات کو اس وقت مانتے ہیں جب وہ ان پر سختی کرے، خواہ وہ اس کی بات کو نہ سمجھتے ہوں لیکن ان لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ پھر چوپائے تو وہ کام کرتے ہیں جس کے لیے انھیں پیدا کیا گیا ہے، خواہ وہ کام کرنا ان کی طبیعت میں رکھ دیا گیا ہو یا اس کام کے لیے انھیں مجبور کر دیا گیا ہو، تاہم کافر کا معاملہ اس کے خلاف ہے

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۚ وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ

اور اللہ ہی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں، لہذا تم اسے ان (ناموں) سے پکارو، اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اس کے ناموں میں کج روی

اَسْمَائِهِ ط سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٠﴾

اختیار کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں، جلد اس کی سزا پائیں گے ﴿١٨٠﴾

کہ اسے تو صرف اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اسے وحدہ لا شریک مانے مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور شرک کو اختیار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں وہ روز قیامت فرشتوں سے افضل ہوں گے۔ اور جو انسان کفر کرتے ہیں، ان سے تو چوپائے اچھے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ كَانَاِمْوًا بِاٰلِهٰمُ اَصْلًا ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٧٩﴾﴾ ”یہ لوگ (بالکل) چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھلے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“

﴿تفسیر آیت: 180﴾

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کا بیان: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ اَسْمًا ، مَّائَةً اِلَّا وَاحِدًا ، مِّنْ اَحْصَاہَا دَخَلَ الْجَنَّةَ]، [وَهُوَ وَتُرْ يُحِبُّ الْوَرَعَ] ”بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو جو انھیں یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وہ وتر کو پسند فرماتا ہے۔“ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے۔^①

یادر ہے! اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی صرف ننانوے ہی میں منحصر نہیں ہیں۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمد نے مسند میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[مَا اَصَابَ اَحَدًا قَطُّ هَمٌّ وَلَا حَزَنٌ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ (وَابْنُ عَبْدِكَ) وَابْنُ اُمَّتِكَ، نَاصِیْتِیْ بِیْدِكَ، مَاضٍ فِیْ حُكْمِكَ، عَدَلْتُ فِیْ قَضَاؤِكَ، اَسْأَلُكَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمِیْتُ بِہِ نَفْسُکَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ، اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ اَسْتَأْثَرْتُ بِہِ فِیْ عِلْمِ الْعِیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ (الْعَظِیْمَ) رَبِیْعَ قَلْبِیْ ، وَنُورَ صَدْرِیْ، وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ، اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّہُ وَحُزْنَہُ، وَابْدَلْہُ مَکَانَہُ فَرَحًا، قَالَ: فَقِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَلَا نَتَعَلَّمُہَا؟ فَقَالَ: بَلٰی! یَنْبَغِیْ لِمَنْ سَمِعَہَا اَنْ یَّتَعَلَّمَهَا]

”جس شخص کو جب بھی کوئی غم و حزن لاحق ہو اور وہ یہ دعا پڑھے: اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم میرے حق میں نافذ ہے، تیرا ہر فیصلہ میرے حق میں عین

① پہلا حصہ صحیح البخاری، الشروط، باب ما یحوز من الاشتراط.....، حدیث: 2736 اور آخری جز کے لیے دیکھیے

الدعوات، باب: لِلّٰہ مائۃ اسم غیر واحدہ، حدیث: 6410 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء والتوبۃ.....، باب فی اَسْمَاءِ

اللّٰہ تعالیٰ.....، حدیث: 2677.

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٨١﴾

اور جنہیں ہم نے پیدا کیا ان میں سے ایک گروہ (ان لوگوں کا) ہے جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں ﴿١٨١﴾

انصاف ہے۔ میں تیرے ہر اس نام کے وسیلے سے، جسے تو نے خود اپنا نام رکھایا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا، اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا تو نے اسے علم غیب میں اپنے پاس ہی محفوظ رکھا، میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، سینے کا نور، میرے غم کا ازالہ اور پریشانی کو دور کرنے کا مداوا بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مصیبت، پریشانی اور غم و فکر کو دور فرما کر اسے خوشی اور مسرت سے بدل دے گا۔ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس دعا کو سیکھ نہ لیں؟ فرمایا: جو بھی مسلمان اس دعا کو سنے اسے چاہیے کہ اسے ضرور سیکھ لے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِمْ ط﴾ ”اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں، ان کو چھوڑ دو۔“ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مُلْحِدِین کا الحاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں انھوں نے لات کو بھی شامل کر دیا۔^② ابن جریج نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عزیز سے غُزٰی اور اللہ سے لات کو مشتق کر لیا تھا۔^③ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿يُلْحِدُونَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ کے اسماء میں شرک کرتے ہیں۔^④

عربی زبان میں الحاد کے اصل معنی اعتدال سے اعراض کر کے دوسری طرف جھک جانا، ظلم کرنا اور منحرف ہو جانا ہیں۔ قبر کی لحد کو بھی اسی لیے لحد کہا جاتا ہے کہ وہ گڑھے کی سمت سے قبلے کی جہت جھکی ہوتی ہے۔

تفسیر آیت: 181

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمِمَّنْ خَلَقْنَا﴾ ”اور ہماری مخلوقات میں سے“ ﴿أُمَّةً﴾ ”وہ لوگ ہیں۔“ یعنی جو قول اور عمل کے اعتبار سے حق پر قائم ہیں۔ ﴿يَهْدُونَ بِالْحَقِّ﴾ ”جو حق کا راستہ بتاتے ہیں۔“ یعنی حق بات کہتے ہیں اور حق ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ﴿وَبِهِ يَعْدِلُونَ﴾ ”اور اس کے موافق انصاف کرتے ہیں۔“ یعنی خود بھی اس کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اسی کے مطابق دوسروں کے فیصلے کرتے ہیں۔ بعض آثار میں آیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں امت سے مراد امت محمدیہ ہے۔^⑤

صحیحین میں معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ]، [وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ] وَفِي رِوَايَةٍ: [حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ] وَفِي رِوَايَةٍ: [وَهُمْ بِالشَّامِ] ”میری امت کا ایک گروہ قیامت تک حق کے ساتھ غالب

① مسند أحمد: 391/1 و صحیح ابن حبان: 253/3 ، حدیث: 972 و مسند أبی یعلیٰ: 199، 198/9 ، حدیث: 5297 .

جبکہ [العظیم] ہمیں کتب احادیث میں نہیں ملا۔ ② تفسیر الطبری: 178/9 و تفسیر ابن أبی حاتم: 1623/5 . ③ تفسیر الطبری:

179/9 . ④ تفسیر الطبری: 179/9 . ⑤ تفسیر الطبری: 180/9 و تفسیر ابن أبی حاتم: 1623/5 .

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٢﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ ط

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، ہم ضرور انہیں بتدریج پکڑیں گے جہاں سے انہیں علم تک نہ ہوگا ﴿١٨٢﴾ اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں، بے شک

إِن كَيْدِي مَتِينٌ ﴿١٨٣﴾

میری تدبیر نہایت مضبوط ہے ﴿١٨٣﴾

أَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا سَكَنَةً مَّا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جَنَّةٍ ط إِنَّ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١٨٤﴾

کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (نبی) کو کوئی جنوں (لاحق) نہیں؟ وہ تو صاف صاف (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والے ہیں ﴿١٨٤﴾

رہے گا، اسے رسوا کرنے والا یا اس کی مخالفت کرنے والا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“ ﴿١٨٤﴾ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”وہ غالب ہی رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آ جائے گا۔“ ﴿١٨٤﴾ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ”یہ گروہ شام میں ہوگا۔“ ﴿١٨٤﴾

تفسیر آیات: 183, 182

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿١٨٢﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٢﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو بتدریج اس طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو معلوم ہی نہ ہوگا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں ان کے لیے رزق اور اسباب معیشت کے دروازے کھول دے گا حتیٰ کہ وہ بتلائے فریب ہو کر اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگ جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿١٨٢﴾ فَلَمَّا كَسَبُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَاذَاهُمْ مُبْلِسُونَ ﴿١٨٣﴾ فَقَطَّعَ دَائِرَ الْقُورِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ط وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٤﴾ (الأنعام 44: 45) ”پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے جو ان کو دی گئی تھیں، خوب خوش ہو گئے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے، پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿١٨٢﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ ط

إِن كَيْدِي مَتِينٌ ﴿١٨٣﴾ اور میں ان کو مہلت دے جاتا ہوں، یقیناً میری تدبیر (بڑی) مضبوط ہے۔“

تفسیر آیت: 184

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿١٨٢﴾ أَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا سَكَنَةً مَّا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جَنَّةٍ ط ”کیا انھوں نے غور نہیں کیا؟“ یعنی ہماری آیات کی تکذیب کرنے والے ان لوگوں نے کہ ﴿١٨٢﴾ مَّا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جَنَّةٍ ط ”ان کے رفیق (محمد ﷺ) کو (کسی طرح کا بھی) جنوں نہیں ہے۔“

① صحیح البخاری، المناقب، باب: 28، حدیث: 3641 لیکن اس کا پہلا حصہ صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: لا تزال طائفة، حدیث: 1920 حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ہے۔ اور [حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ] صحیح البخاری، الاعتصام، بالكتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ لا تزال طائفة، حدیث: 7312 و صحیح مسلم، حدیث: 1922 میں ہے۔ ② صحیح البخاری، المناقب، باب: 28، حدیث: 3641. ③ أيضًا، البتہ یہ الفاظ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے موقوفہ مردی ہیں۔

أَوْ لَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَأَنْ عَسَىٰ أَنْ

کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں ان پر نظر نہیں ڈالی، اور (اس پر غور نہیں کیا کہ) شاید ان کی موت قریب

يَكُونُ قَدْ أَقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٥﴾

آگئی ہو؟ پھر اس (قرآن) کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ﴿١٨٥﴾

بلکہ وہ تو اللہ کے سچے رسول ہیں جو حق کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ ﴿١٨٤﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١٨٥﴾ ”وہ تو صاف صاف ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی کھلم کھلا ڈرانے والے ہیں اسے جس میں عقل ہو اور سمجھنے اور یاد کرنے والا دل ہو۔ یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿١٨٤﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿١٨٥﴾ (التکویر 22:81) ”اور (کے والو) تمھارے رفیق (محمد ﷺ) دیوانے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿١٨٥﴾ قُلْ اِنَّمَا اَعْطٰكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مِثْلِيْ وَفِرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿١٨٦﴾ (سبا 46:34) ”کہہ دیجیے کہ میں تمھیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر غور کرو تمھارے رفیق کو کوئی جنون نہیں وہ تو تم کو عذاب سخت (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی میرا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم بغیر کسی تعصب اور عناد کے اللہ کے لیے خالص ہو کر کھڑے ہو جاؤ، ﴿١٨٥﴾ مِثْلِيْ وَفِرَادٰى یعنی اکٹھے ہو کر بھی، الگ الگ بھی ﴿١٨٦﴾ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ”پھر تم غور کرو۔“ کہ یہ شخص جو تمھارے پاس پیغام الہی لے کر آیا ہے، کیا اسے کوئی جنون ہے یا نہیں؟ جب تم ایسا کرو گے تو تمھارے سامنے یہ حقیقت یقیناً واضح ہو جائے گی کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے سچے اور بکے رسول ہیں۔

قنادہ بن وعامہ نے کہا کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو وہ صفا پر تشریف فرما تھے کہ آپ نے قریش کو یا بنی فلاں یا بنی فلاں ایک ایک شاخ کا نام لے کر مخاطب فرمایا۔ اور انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گزشتہ و پیش آمدہ واقعات سے ڈرایا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ تمھارے یہ رفیق تو مجنون ہیں جنھوں نے ساری رات تمھیں آوازیں دیتے ہوئے گزاری ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿١٨٥﴾ أَوْ لَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَأَنْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُ قَدْ أَقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٦﴾ ”کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے رفیق (محمد ﷺ) کو (کسی طرح کا بھی) جنون نہیں ہے، وہ تو صاف صاف ڈرانے والے ہیں۔“ ﴿١٨٦﴾

تفسیر آیت: 185

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہماری آیات کی تکذیب کرنے والے ان لوگوں نے کیا آسمانوں اور زمین میں ہماری حکومت و سلطنت کو نہیں دیکھا؟ اور نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کیا پیدا فرمایا ہے۔ لہذا اس پر غور کریں اور عبرت حاصل کریں اور اس حقیقت کو جان لیں کہ یہ حکومت و سلطنت اس کی ہے جس کی کوئی نظیر اور کوئی شبیہ نہیں ہے۔ اور یہ سارا کارخانہ قدرت

مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ط وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٨٦﴾

جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور وہ انھیں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں ﴿١٨٦﴾

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِيهَا ط قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي ط

(اے نبی!) وہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کونسا ہے؟ کہہ دیجیے: اس کا علم تو میرے رب ہی

لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ط ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا

کے پاس ہے۔ وہی اسے اس کے وقت ہی پر ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری (حادثہ) ہوگی۔ وہ (قیامت) تمہارے پاس بس اچانک ہی

بَغْتَةً ط يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ط قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُ

آئے گی۔ وہ (لوگ) آپ سے سوال کرتے ہیں جیسے آپ اس (کے وقت) سے بخوبی واقف ہیں۔ کہہ دیجیے: اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے لیکن

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٧﴾

اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿١٨٧﴾

اس ذات گرامی نے سچایا ہے جو اس بات کی مستحق ہے کہ نہایت اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اگر یہ لوگ اس بات پر غور کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں گے، اس کے رسول کی تصدیق کریں گے۔ اور اس کی اطاعت و بندگی کو اختیار کر لیں گے۔ اور معبودان باطلہ کو ترک کر دیں گے۔ اور اس بات سے ڈریں گے کہ مبادا ان کی موت کا وقت نہ آجائے اور کہیں وہ اپنے کفر ہی پر فوت ہو کر جہنم رسید نہ ہو جائیں۔

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدُ كَأَيُّ مُنُونٍ﴾ ﴿١٨٦﴾ ”تو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟“ یعنی محمد ﷺ کے اس ڈرانے اور سمجھانے کے بعد اب یہ اور کس ڈر اور خوف پر ایمان لائیں گے اگر یہ لوگ اس بات کی تصدیق نہیں کرتے جسے محمد ﷺ اللہ کے پاس سے لائے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیات میں مذکور ہے تو پھر یہ لوگ اور کس بات کی تصدیق کریں گے؟ پھر فرمایا:

تفسیر آیت: 186 ﴿

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس کے لیے وہ ضلالت کو لکھ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، خواہ وہ اس کے لیے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے، وہ اس کے کچھ کام نہیں آ سکتی۔ ﴿وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾ (المائدہ: 41) ”اور جس کسی کو اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو اس کے لیے آپ کچھ بھی اللہ سے (ہدایت کا) اختیار نہیں رکھتے۔“ اسی طرح فرمایا: ﴿قُلْ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَمَا تُغْنِي الْآلِيَتِ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (یونس: 101) ”(ان کفار سے) کہہ دیجیے کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا کچھ ہے؟ مگر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے نشانیاں اور ڈراوے کچھ کام نہیں آتے۔“

تفسیر آیت: 187 ﴿

قیامت کا بیان اور اس کی علامات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ ۖ﴾ (یہ لوگ) آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ﴾ (الأحزاب: 63) ”لوگ آپ سے قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہیں (کہ کب آئے گی؟)“ کہا گیا ہے کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یہودی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن پہلی بات زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور مکے کے لوگ قیامت کے وقوع کو بعید سمجھتے اور اس کے وجود کی تکذیب کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هٰذَا الْوَعْدُ ۖ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝﴾ (الملك: 25/67) ”اور کافر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعید کب (پوری) ہوگی؟“ اور فرمایا: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ۖ وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۚ﴾ (الآلَاءِ الَّذِينَ يُبَادُونَ فِي السَّاعَةِ لِغَيِّ صَلَاحٍ بَعِيدٍ ۝﴾ (الشورى: 18/42) ”جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔ دیکھو! بے شک جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں، وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔“

اور فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا كَانَ مَوْصِطًا ۖ﴾ ”اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے؟“ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں: مُتْتَهَاہَا⁽¹⁾ یعنی دنیا کی مدت کا آخری حصہ کب ہوگا؟ جو کہ قیامت کے وقت کا ابتدائی حصہ ہوگا۔ اسی لیے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي ۖ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ۖ﴾ ”کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو صرف میرے پروردگار ہی کو ہے وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جب آپ سے قیامت کے وقت کے بارے میں پوچھا جائے تو آپ اس کے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیں کیونکہ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔ اور وہی متعین طور پر اس کے وقت کو جانتا ہے اور اس کے سوا اور کوئی بھی اسے نہیں جانتا، اسی لیے فرمایا: ﴿تَقَلَّبْتُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ﴾ ”وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری (بات) ہوگی۔“ عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے اس کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کا علم آسمانوں اور زمین والوں پر بہت گراں ہے کہ وہ اسے نہیں جانتے۔⁽²⁾ معمر نے امام حسن بصری کا قول نقل کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو وہ آسمانوں اور زمین والوں پر بہت شاق اور دشوار ہوگی۔⁽³⁾ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن ہر ایک مخلوق کو اس دن کا کچھ نہ کچھ ضرر ضرور پہنچے گا۔⁽⁴⁾ ابن جریج فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے، سورج لپیٹ دیا جائے گا اور پہاڑ چلا دیے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے، اسی طرح ہوگا، یہی وجہ ہے کہ قیامت بہت بھاری ہوگی۔⁽⁵⁾ سدی کہتے ہیں

(1) تفسیر الطبری: 184/9. (2) تفسیر عبدالرزاق: 102/2، رقم: 964. (3) تفسیر عبدالرزاق: 102/2، رقم: 964. (4)

تفسیر ابن ابی حاتم: 1627/5. (5) تفسیر الطبری: 186/9.

کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ آسمانوں اور زمین میں مخفی ہے اس کے برپا ہونے کے وقت کے بارے میں نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی نبی مُرسل۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَأْتِيَنَّهُمُ اللَّائِيَةُ إِلَّا بَعَثَتَهُمْ﴾ ”وہ ناگہان تم پر آ جائے گی۔“ قیامت اچانک آئے گی کہ لوگ اس سے غافل ہوں گے۔ قدادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ وہ اچانک آئے گی اور اس کے بارے میں ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ السَّاعَةَ تَهِيْجُ النَّاسَ، وَالرَّجُلُ يَصْلُحُ حَوْضَهُ وَالرَّجُلُ يَسْقِي مَاشِيَتَهُ وَالرَّجُلُ يُقِيمُ سِلْعَتَهُ فِي السُّوقِ وَالرَّجُلُ يَخْفِضُ مِيزَانَهُ وَيَرْفَعُهُ] ”بے شک قیامت لوگوں پر اس طرح بالکل مچا دے گی کہ کوئی اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا، کوئی اپنے مویشی کو پانی پلا رہا ہوگا، کوئی بازار میں اپنے سامان تجارت کی نمائش کر رہا ہوگا اور کوئی اپنے ترازو کو نیچا اور اونچا کر رہا ہوگا۔“^②

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَأَاهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ، فَذَلِكَ حِينٌ: لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا ط (الأنعام: 158)، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا، فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بَلْبِنَ لِفَحْتِهِ فَلَا يَطْعُمُهُ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أَحَدُكُمْ أَكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعُمُهَا]

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہوگا جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور لوگ اسے طلوع ہوتا ہوا دیکھ لیں گے تو سب کے سب ایمان لے آئیں گے مگر اس وقت ”کسی بھی ایسے نفس کے لیے ایمان لانا مفید نہ ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا یا جس نے ایمان کی حالت میں نیک عمل نہیں کیے ہوں گے۔“ قیامت قائم ہوگی تو اس وقت دو آدمیوں نے کپڑا پھیلارکھا ہوگا مگر وہ نہ تو اس کی خرید و فروخت مکمل کر پائیں گے اور نہ اسے پلیٹ ہی سکیں گے۔ قیامت قائم ہوگی تو ایک شخص اپنے جانور کا دودھ دودھ کر لایا ہوگا مگر وہ اسے پی نہ سکے گا۔ قیامت قائم ہوگی تو ایک شخص اپنے حوض کو ٹھیک ٹھاک کر رہا ہوگا مگر وہ اس میں سے (اپنے جانوروں کو) پانی نہ پلا سکے گا۔ اور جب قیامت قائم ہوگی تو ایک شخص نے منہ میں ڈالنے کے لیے لقمہ اٹھایا ہوگا مگر وہ اسے کھانہ سکے گا۔“^③

ارشاد الہی: ﴿يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ خَفِيٌّ عَنْهَا ط﴾ ”یہ آپ سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔“ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا آپ اور ان کے مابین

① تفسیر الطبری: 185/9. ② تفسیر الطبری: 186/9 یہ روایت مرسل ہے لیکن اس کے بعد والی روایت اس کے بعض حصے کی شاہد

ہے۔ ③ صحیح البخاری، الرقاق، باب: 40، حدیث: 6506 لیکن یہاں تک یہ آیت کریمہ، حدیث: 7121 میں ہے اور وہ

مفصل ہے و مسند أحمد: 369/2 مختصراً.

محبت ہے اور گویا آپ ان کے دوست ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ لوگوں نے جب نبی اکرم ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے سوال اس انداز سے کیا، گویا آپ اس کے بارے میں بخوبی واقف ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ انھیں یہ بتادیں کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ اور اس نے اسے اپنے ہی پاس رکھا ہے۔ اور اس کے بارے میں کسی بھی مقرب فرشتے یا اپنے کسی بھی رسول کو مطلع نہیں کیا۔^①

مجاہد سے بروایت ابن ابونعجم وغیرہ صحیح قول یہ ہے کہ گویا آپ نے اس کے متعلق اس قدر چٹ کر سوال کیے حتیٰ کہ اس کے وقت کو جان لیا۔^② حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ گویا آپ اس کے متعلق جانتے ہیں مگر حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا علم اپنی مخلوق سے مخفی رکھا ہے اس کے بعد عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ﴾ الآية (لقمن 31:34) ”بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔“^③ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ﴿٣٥﴾ ”کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔“

چنانچہ جبریل علیہ السلام جب ایک اعرابی کی صورت میں آئے تھے تاکہ لوگوں کو دین سکھائیں تو وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رہنمائی طلب کرنے والے ایک سائل کی طرح بیٹھ گئے تھے۔ اور انھوں نے آپ سے اسلام، ایمان اور احسان کے بارے میں سوالات کیے، پھر یہ بھی پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس کا جواب یہ دیا: [مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ”مسئول کو اس کے بارے میں سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔“ یعنی میں اس کے بارے میں تم سے زیادہ نہیں جانتا اور نہ کوئی ایک کسی دوسرے سے زیادہ جانتا ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے آیت کریمہ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ﴾ الآية (لقمن 31:34) ”بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔“ کی تلاوت فرمائی۔^④ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے آپ سے قیامت کی علامات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے قیامت کی علامات کو بیان کر دیا،^⑤ پھر فرمایا: [فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ] ”پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، پھر آپ نے اس آیت کریمہ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ﴾ الآية (لقمن 31:34) کی تلاوت فرمائی۔^⑥ جبریل آپ کے ہر جواب کے بعد کہتے کہ آپ نے سچ فرمایا ہے، اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سائل کے بارے میں تعجب کا اظہار کیا تھا کہ یہ سوال بھی کرتا ہے، پھر تصدیق بھی کرتا ہے اور جب چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [..... فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَنَا كُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ] ”بے شک یہ جبریل تھے جو تمہارے پاس اس لیے آئے تھے تاکہ تمہیں دین

① تفسیر الطبری: 187/9. ② تفسیر الطبری: 188/9. ③ تفسیر الطبری: 189/9. ④ تلخیص از صحیح البخاری،

الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ عن الإيمان.....، حديث: 50 مطولاً، وصحيح مسلم، الإيمان، حديث: 8. ⑤

صحيح مسلم، الإيمان، حديث: 8 وجامع الترمذی، الإيمان، باب ما جاء في وصف جبريل للنبي ﷺ، حديث: 2610

ومسند أحمد: 27/1. ⑥ صحيح البخاری، خوارم ذکرہ وصحيح مسلم، حديث: 9.

”سکھائیں۔“⁽¹⁾ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے فرمایا: [وَمَا أَتَانِي فِي صُورَةٍ إِلَّا عَرَفْتُهُ غَيْرَ هَذِهِ الصُّورَةِ] ”جبریل میرے پاس جب بھی کسی صورت میں آئے تو میں نے انھیں پہچان لیا مگر اس صورت میں انھیں نہ پہچان سکا۔“⁽²⁾

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اعرابی لوگ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تو آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے کہ وہ کب آئے گی؟ تو آپ ان میں سب سے کم عمر شخص کو دیکھتے اور فرماتے: [إِنْ يَعْشُ هَذَا لَمْ يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ فَأَمَتْ عَلَيْهِمْ سَاعَتُكُمْ] ”کہ اگر یہ زندہ رہا تو اسے بڑھا پائیں آئے گا حتیٰ کہ تم پر قیامت قائم ہو جائے گی۔“⁽³⁾ آپ کا اشارہ ان کی موت کی طرف ہوتا تھا جو انھیں برزخ میں پہنچا دے گی۔ پھر امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا..... تو آپ نے فرمایا: [إِنْ يَعْشُ هَذَا الْعُلَامُ فَعَسَى أَنْ لَا يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ] ”اگر یہ بچہ زندہ رہا تو ہو سکتا ہے کہ اس کے بوڑھے ہونے سے پہلے پہلے قیامت آجائے۔“⁽⁴⁾ اسی سند سے اور انہی الفاظ سے یہ روایت صحیحین میں سے صرف صحیح مسلم ہی میں ہے۔⁽⁵⁾

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے یہ ارشاد فرما رہے تھے: [تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ؟ وَإِنَّمَا عَلِمُهَا عِنْدَ اللَّهِ! وَأُقْسِمُ بِاللَّهِ! مَا عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ الْيَوْمَ مِنْ نَفْسٍ مَنُفُوسَةٍ تَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ] ”تم مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہو، حالانکہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج زمین پر جو جاندار بھی موجود ہے، وہ سو سال بعد موجود نہیں ہوگا۔“ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔⁽⁶⁾ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے، مزید براں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ اس صدی کے اختتام سے قبل اس وقت موجود سب لوگ فوت ہو جائیں گے۔⁽⁷⁾

امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَقِيتُ لَيْلَةَ أُسْرَى بِي إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى، قَالَ: فَتَذَكَّرُوا أَمْرَ السَّاعَةِ، فَرَدُّوا أَمْرَهُمْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: لَا عِلْمَ لِي بِهَا، فَرَدُّوا الْأَمْرَ إِلَى مُوسَى فَقَالَ: لَا عِلْمَ لِي بِهَا فَرَدُّوا الْأَمْرَ إِلَى عِيسَى فَقَالَ عِيسَى: أَمَّا وَجَبَتْهَا فَلَا

(1) صحیح البخاری، حوالہ مذکورہ و صحیح مسلم، حدیث: 8 والنظرة اور جبریل علیہ السلام کے تصدیق اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعجب کرنے کا ذکر صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ (2) مسند أحمد: 53,52/1. (3) صحیح مسلم، الفتن، باب قرب الساعة، حدیث: 2952. (4) صحیح مسلم: أيضا، حدیث: 2953. (5) صحیح البخاری، الأدب، باب ماجاء فی قول الرجل: ويليک، حدیث: 6167 اور اس میں ایک واقعہ ہے۔ (6) صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب بیان معنی قوله ﷺ: [على رأس مائة سنة.....] حدیث: 2538 اور اليوم بعض دوسرے طرق میں ہے۔ (7) صحیح البخاری، مواقيت الصلاة، باب السمر فی الفقه والخیر بعد العشاء، حدیث: 601 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب بیان معنی قوله ﷺ: [على رأس مائة سنة.....] حدیث: 2537.

يَعْلَمُهَا أَحَدٌ إِلَّا اللَّهَ، ذَلِكَ وَفِيمَا عَهْدَ إِلَيَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَنَّ الدَّجَالَ خَارِجٌ، قَالَ: وَمَعِيَ قَضِيَّانَ، فَإِذَا رَأَى ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الرِّصَاصُ، قَالَ: فَيَهْلِكُهُ اللَّهُ حَتَّىٰ إِنَّ الْحَجَرَ وَالشَّجَرَ لَيَقُولُ: يَا مُسْلِمُ! إِنَّ تَحْتِي كَافِرًا، فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ، قَالَ: فَيَهْلِكُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ يَرْجِعُ النَّاسُ إِلَىٰ بِلَادِهِمْ وَأُوطَانِهِمْ، قَالَ: فَعِنْدَ ذَلِكَ يَخْرُجُ يَأْجُوجُ وَ مَاْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، فَيَطَّوُونَ بِلَادَهُمْ لَا يَأْتُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ إِلَّا أَهْلَكُوهُ، وَلَا يَمُرُّونَ عَلَىٰ مَاءٍ إِلَّا شَرِبُوهُ، ثُمَّ يَرْجِعُ النَّاسُ إِلَيَّ فَيَشْكُونَهُمْ، فَأَدْعُوا اللَّهَ عَلَيْهِمْ فَيَهْلِكُهُمُ اللَّهُ وَيُمِيتُهُمْ حَتَّىٰ تَجُوزَ الْأَرْضُ مِنْ تَتْنِ رِيحِهِمْ، قَالَ: فَيُنْزِلُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ الْمَطَرَ فَتَحْرُفُ أَجْسَادُهُمْ حَتَّىٰ يَقْذِفَهُمُ فِي الْبَحْرِ]

”معراج کی رات ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے قیامت کا ذکر کیا اور اس معاملے کو حضرت ابراہیم کے سپرد کر دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں ہے، پھر انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دیا تو انھوں نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں ہے، پھر انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دیا تو انھوں نے فرمایا: جہاں تک قیامت کے دھماکے کا تعلق ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے یہ بات اسی طرح ہے، ہاں! البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ ضرور فرمایا ہے کہ دجال خروج کرنے والا ہے۔ اور اس وقت میرے پاس دو چھڑیاں ہوں گی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو اس طرح پکھل جائے گا جس طرح سیسہ پکھل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا حتیٰ کہ حجر و شجر بھی کہیں گے کہ اے مسلمان! میرے نیچے کافر چھپا ہوا ہے، آؤ اور اسے قتل کرو تو اللہ تعالیٰ سب کافروں کو ہلاک کر دے گا۔ پھر لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹ جائیں گے تو اس وقت یا جوج اور ماجوج نکلیں گے۔ اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ اور اپنے شہروں کو روند ڈالیں گے۔ اور جس چیز کے پاس سے گزریں گے اسے تباہ و برباد کر دیں گے، پانی کے جس ذخیرے کے پاس سے گزریں گے اسے پی جائیں گے۔ لوگ میرے پاس آ کر ان کی شکایت کریں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بددعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک کر دے گا اور مار دے گا۔ ان کی گلی سڑی لاشوں کی وجہ سے زمین سخت بدبودار ہو جائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا اور بارش ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں لے جائے گی۔“

امام احمد نے یزید بن ہارون سے روایت کیا ہے کہ پھر پہاڑوں کو اڑا کر بکھیر دیا جائے گا اور زمین کو کھال کی طرح پھیلا دیا جائے گا۔ پھر عِشِیم کی روایت کے مطابق الفاظ یہ ہیں: [فَفِيمَا عَهْدَ إِلَيَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَنَّ ذَلِكَ إِذَا كَانَ كَذَلِكَ، فَإِنَّ السَّاعَةَ كَالْحَامِلِ الْمُتِمِّ الَّتِي لَا يَذَرِي أَهْلُهَا مَتًى تَفْجُوهُمْ بِلَادِهَا⁽¹⁾ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا] ”پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ فرمایا ہے کہ جب یہ واقعات رونما ہوں گے تو قیامت کی مثال اس حاملہ کی طرح ہوگی جس

① بعض نسخوں میں [بِلَادِهَا] ہے۔

کے حمل کی مدت تو پوری ہوگئی ہو مگر گھر والوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ رات یا دن کس وقت ولادت ہوگی۔“^① اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^②

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ اولوالعزم پیغمبر ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ متعین طور پر کس وقت قیامت برپا ہوگی۔ انھوں نے جب اس معاملے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کیا تو آپ نے قیامت کی علامات کے بارے میں گفتگو فرمائی کیونکہ ان کا اس امت کے آخری زمانے میں نزول ہوگا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کو نافذ کر دیں اور مسیح دجال کو قتل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ یا جوج اور ماجوج کو بھی آپ کی دعا کی برکت سے ہلاک کر دے گا، اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ چند باتیں بتائیں جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمادیا تھا۔

امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: [عَلَيْهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجْلِيهَا لَوْ قُبِهَا إِلَّا هُوَ] (الأعراف: 187) ، وَلَكِنْ أُخْبِرُكُمْ بِمَشَارِبِهَا وَمَا يَكُونُ بَيْنَ يَدَيْهَا، إِنْ بَيْنَ يَدَيْهَا فِتْنَةٌ وَهَرَجًا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! الْفِتْنَةُ قَدْ عَرَفْنَاهَا فَالْهَرَجُ مَا هُوَ؟ قَالَ: بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ الْقَتْلُ وَيُلْقَى بَيْنَ النَّاسِ التَّنَافُرُ، فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ أَنْ يَعْرِفَ أَحَدًا” اس کا علم میرے رب عزوجل کے پاس ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تمہیں اس کی علامات اور اس سے پہلے رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں بتا دیتا ہوں کہ اس سے پہلے فتنہ انگیزی اور ہرج ہوگا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! فتنے کو تو ہم جانتے ہیں لیکن ہرج سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: حبشہ کی زبان میں ہرج قتل و غارت کو کہتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ علامات قیامت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے اجنبی ہو جائیں گے اور کوئی کسی کو پہچانتا نہ ہوگا۔“^③

اصحاب کتب ستہ میں سے کسی نے اس انداز اور اس سند سے اس حدیث کو بیان نہیں کیا۔^④ طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ قیامت کا ذکر فرماتے رہتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا.....﴾ الآية^⑤ اس حدیث کی سند جید اور قوی ہے۔

نبی امی سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نبی رحمت، نبی توبہ، نبی ملحمہ، (میدان کارزار، جنگ) عاقب (سب سے پیچھے آنے والے جن کے بعد کوئی نبی نہیں)، مُقَفِّی (خاتم النبیین) اور حاشر۔ جن کے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ ہیں،^⑥ پھر

① مسند أحمد: 375/1. ② سنن ابن ماجہ، الفتن، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ ابن مریم، حدیث: 4081.

③ مسند أحمد: 389/5. ④ مزید دیکھیے صحیح البخاری، الفتن، باب ظهور الفتن، حدیث: 7061 و صحیح مسلم،

العلم، باب رفع العلم و قبضه، و ظهور الجہل، حدیث: 2672. ⑤ السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، سورة التزعّت:

506/6، حدیث: 11645. ⑥ نبی کریم ﷺ کے ان اسمائے مبارکہ کے لیے دیکھیے صحیح مسلم، الفضائل باب فی اسمائہ ﷺ،

حدیث: (126)-2355 و مسند أحمد: 395/4.

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سْتَكْتَرْتُ

کہہ دیجیے: میں اپنی جان کے لیے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے

مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾

کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں ﴿۱۸۸﴾

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے جیسا کہ انس اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح حدیث میں ہے: [بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ] ”مجھے اور قیامت کو ان دو کی طرح بھیجا گیا ہے۔“ یہ آپ نے انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ملا کر ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ﴿۱﴾ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ سے جب بھی قیامت کے بارے میں پوچھا جائے تو آپ اس کے علم کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹا دیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَر النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ﴿۲﴾ ”کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو میرے اللہ ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

تفسیر آیت: 188 ﴿۱﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے اور نہ ہی نفع و نقصان کے مالک ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ تمام امور کو اسی کے سپرد کر دیں اور اپنے بارے میں یہ بتا دیں کہ آپ مستقبل کی غیب کی باتوں کو نہیں جانتے، ان میں سے کسی کی آپ کو اطلاع نہیں ہے۔ سوائے اس کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرما دیا ہو جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا﴾ ﴿الحج: 26﴾ ”(وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ ﴿۳﴾ ”اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا۔“ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بہت سا مال جمع کر لیتا۔ ﴿۴﴾ دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ خریداری کے وقت مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ مجھے کس چیز میں نفع ہوگا اور اس طرح جو چیز بھی میں فروخت کرتا مجھے اس میں نفع ہی حاصل ہوتا، ﴿وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ ﴿۵﴾ ”اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔“ یعنی مجھے فقر و فاقہ نہ پہنچتا۔ ﴿۶﴾

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ دیگر مفسرین نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو خوشحالی کے دور میں قسط سالی کی تیاری کر لیتا، چیزوں کے سستا ہونے کے دور میں مہنگائی کے دور کی تیاری کر لیتا۔ ﴿۷﴾ عبد الرحمن بن زید

﴿۱﴾ صحیح البخاری، الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: [بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ.....]، حدیث: 6504 و صحیح مسلم، الفتن، باب

قرب الساعة، حدیث: 2951 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ و صحیح البخاری، التفسیر، باب (سورة النزع)، حدیث: 4936 و صحیح

مسلم، الفتن، باب قرب الساعة، حدیث: 2950 عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ۔ ﴿۲﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1629/5۔ ﴿۳﴾ تفسیر

ابن ابی حاتم: 1629/5۔ ﴿۴﴾ تفسیر الطبری: 190/9۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا

وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان (آدم) سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے، پھر جب اس (کسی

حَصَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَا اللَّهَ رَبَّهَا لَعِنْ أَمْرًا صَالِحًا

(مرد) نے بیوی سے صحبت کی تو اسے ہلکا سا حمل ہو گیا، تو وہ اسے لیے پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو ان دونوں نے اپنے رب، اللہ سے دعا کی کہ

لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّا أَتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَ لَهُ شُرَكَاءَ فِيهَا أَثْمَهَا ۖ

اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ دیا تو ہم ضرور (تیرے) شکرگزاروں میں سے ہوں گے ﴿۱۸۹﴾ چنانچہ جب اللہ نے انہیں تندرست بچہ دیا تو انہوں نے اس

فَتَعَلَّى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾

(بچے) میں، جو اللہ نے انہیں دیا تھا، اس کے شریک ٹھہرا لیے، اللہ تو اس سے بہت اونچا ہے جو وہ شرک کرتے ہیں ﴿۱۹۰﴾

بن اسلم نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ شرک کے وقوع پذیر ہونے سے قبل ہی میں اس سے بچنے کی تدبیر اختیار کر لیتا اور اس

سے بچ جاتا۔ ﴿۱﴾ پھر بتایا کہ آپ تو نذریا اور بشیر ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا اور مومنوں کو ہمشوں کی خوشخبری

سنانے والا ہوں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّمَا يَسْتَرْزَنُهُ بِلِسَانِكَ لِنُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لَّدَا ۝

(مریم 97:19) ”(اے پیغمبر!) ہم نے یہ (قرآن) آپ کی زبان میں آسان (نازل) کیا ہے تاکہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو

خوشخبری دیں اور جھگڑالوؤں کو ڈرا دیں۔“

تفسیر آیات: 190، 189 ﴿﴾

تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کو اس نے آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ہے۔ اور اسی

نے آدم ہی سے ان کی بیوی حوا کو بھی پیدا کیا، پھر ان دونوں ہی سے تمام لوگ (زمین میں) پھیل گئے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا

النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ

أَتْقَىٰكُمْ ﴿(الحجرات 13:49)﴾ ”لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے

بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو (اور) بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔“

اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ۖ.....﴾ (الآیۃ النساء

1:4) ”لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا.....۔“

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ ”اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس

سے راحت حاصل کرے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ

بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ط (الروم 21:30) ”اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری

ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔“

میاں بیوی میں جس قدر الفت و محبت ہوتی ہے، اس سے بڑھ کر محبت اور کسی بھی دوزخوں میں نہیں ہو سکتی، یہی وجہ ہے جو اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ جادو گر اپنے مکرو فریب کے ساتھ میاں بیوی میں جدائی ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ﴿فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمَلًا خَفِيًّا﴾ ”تو جب وہ اس کے پاس جاتا ہے (اس سے مباشرت کرتا ہے) تو اسے ہلکا سا حمل ہو جاتا ہے۔“ خفیف اس لیے کہا گیا کہ حمل کی ابتدا میں عورت کو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی کیونکہ حمل کا آغاز نطفے سے ہوتا ہے، اور وہ لو تھڑا بن جاتا ہے، پھر بوٹی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿فَمَزَّجْنَاهُ﴾ یعنی وہ (کچھ عرصہ) اسی حالت پر برقرار رہتی ہے۔ امام مجاہد نے یہی معنی بیان کیے ہیں، امام حسن بصری، ابراہیم نخعی اور سدی وغیرہ سے بھی یہی معنی مروی ہیں۔^(۱) میمون بن مہران نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ وہ اسے بہت ہلکا سمجھتی ہے۔^(۲) ایوب سے روایت ہے کہ میں نے امام حسن سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر تم عربی ہوتے تو اس کے معنی جان لیتے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسی حالت پر برقرار رہتی ہے۔^(۳) قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا حمل نمایاں ہو جاتا ہے۔^(۴) ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اٹھتے اور بیٹھتے ہوئے اس پانی کو اٹھائے پھرتی ہے۔^(۵) عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے شک ہوتا ہے کہ حمل قرار پایا ہے یا نہیں۔

﴿فَلَمَّا أَتَقَلَّتْ﴾ ”پھر جب کچھ بوجھ معلوم کرتی ہے۔“ یعنی حمل کی وجہ سے بوجھل ہو جاتی ہے۔ سدی فرماتے ہیں کہ اس کے پیٹ میں بچہ بڑا ہو جاتا ہے۔^(۶) ﴿دَعَا اللَّهُ رَبَّهُمَا لَیْنِ اٰتٰیْتَنَا صَالِحًا﴾ ”تو دونوں (میاں بیوی) اپنے پروردگار اللہ عز وجل سے التجا کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں صحیح و سالم (بچہ) دے گا۔“ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ڈرتے ہیں کہیں کوئی چوپایہ نہ پیدا ہو جائے۔^(۷) اسی طرح ابو البختری اور ابومالک نے بھی کہا ہے کہ وہ ڈرتے ہیں کہیں انسان پیدا نہ ہو۔^(۸) امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر تو ہمیں بچہ عطا فرما دے ﴿لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِیْنَ﴾^(۹) ﴿فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِیْهَا اٰتٰهُمَا﴾ ”تو ہم (تیرے) شکر گزار ہوں گے جب وہ ان کو صحیح و سالم (بچہ) دیتا ہے تو اس (بچے) میں جو وہ ان کو دیتا ہے، اس کا شریک مقرر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شرک کرتے ہیں۔“

ابن جریر نے امام حسن بصری کا قول ذکر کیا ہے کہ ﴿جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِیْهَا اٰتٰهُمَا﴾ یہ حضرت آدم کی بات نہیں ہے بلکہ یہ بعض دیگر ملتوں کے لوگوں کی بات ہے۔^(۱۰) آپ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ اس سے آدم علیہ السلام کی اولاد اور آپ کے بعد ان میں سے شرک کرنے والے لوگ مراد ہیں۔^(۱۱)

① دیکھیے البقرة، آیت: 102 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 191/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1632/5۔ ③ تفسیر ابن

ابی حاتم: 1632/5۔ ④ تفسیر الطبری: 191/9۔ ⑤ تفسیر الطبری: 191/9۔ ⑥ تفسیر الطبری: 191/9۔ ⑦ تفسیر

الطبری: 192/9۔ ⑧ تفسیر الطبری: 193/9۔ ⑨ تفسیر الطبری: 192/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1632/5۔ ⑩ تفسیر

الطبری: 192/9۔ ⑪ تفسیر الطبری: 197/9۔ ⑫ تفسیر الطبری: 197/9۔

اَيُّشْرُكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا

کیا وہ ان کو (اللہ کے) شریک ٹھہراتے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے جبکہ وہ تو خود پیدا کیے جاتے ہیں ﴿۱۹۱﴾ اور وہ ان (شرکین) کی مدد کرنے کی طاقت

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ

نہیں رکھتے اور نہ اپنی مدد ہی کر سکتے ہیں ﴿۱۹۲﴾ اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری پیروی نہیں کریں گے۔ تمہارے لیے برابر ہے کہ تم انہیں

ادْعُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ

(ہدایت کی طرف) بلاؤ یا خاموش ہو رہو ﴿۱۹۳﴾ (اے شرک!) بے شک وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ کبھی جیسے بندے ہیں (اچھا تو) جب تم ان کو

فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَجَلٌ يَشْهَوْنَ بِهَا زَمْ

پکارو تو انہیں تمہاری پکار کا جواب دینا چاہیے اگر تم سچے ہو ﴿۱۹۴﴾ (اے نبی! شرکین سے پوچھیے) کیا ان کے (مجبوروں کے) ایسے پاؤں ہیں کہ وہ ان سے چلنے

لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا زَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا زَمْ لَهُمْ أَذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ط

ہوں؟ کیا ان کے ایسے ہاتھ ہیں کہ وہ ان سے پکارتے ہوں؟ کیا ان کی ایسی آنکھیں ہیں کہ وہ ان سے دیکھتے ہوں؟ کیا ان کے ایسے کان ہیں کہ وہ ان

قُلْ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظَرُونَ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِيََّ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ

سے سنتے ہوں؟ کہہ دیجیے: تم اپنے شرکیوں کو بلاؤ، پھر تم میرے خلاف (جو چاہو) تدبیر کرو، پھر مجھے مہلت نہ دو (پھر دیکھو میرا کیا بگاڑتے ہیں؟) ﴿۱۹۵﴾ (کہہ

الْكِتَابَ ط وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

دیجیے: بے شک میرا کارساز تو اللہ ہی ہے جس نے یہ کتاب نازل کی، اور وہی نیک لوگوں کی کارسازی کرتا ہے ﴿۱۹۶﴾ اور جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ

نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَسْعَوْا ط وَتَرَاهُمْ

تمہاری مدد کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں ﴿۱۹۷﴾ اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ نہ نپائیں گے، اور (اے نبی!) آپ

يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾

انہیں دیکھتے ہیں کہ (بظاہر) وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں، حالانکہ وہ نہیں دیکھتے ﴿۱۹۸﴾

قتادہ سے روایت ہے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں

اولاد دی تو انھوں نے اسے یہودی اور عیسائی بنادیا۔ ﴿۱﴾ صحیح سندوں سے مروی ہے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت

کریمہ کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ اور یہ اس آیت کی سب سے احسن تفسیر اور بہترین مفہوم ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

اس سیاق سے حضرت آدم و حواء مراد نہیں ہیں بلکہ آپ کی اولاد میں سے مشرک لوگ مراد ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہے: ﴿فَقَتَّلَ اللَّهُ عَنَّا يُشْرِكُونَ﴾ ﴿۹۸﴾ ”اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شرک کرتے ہیں۔“ اور شروع میں اللہ تعالیٰ

نے آدم و حواء کا ذکر بعد والے (مشرک) والدین کے لیے بطور تمہید کیا ہے۔ اور یہ اُس آیت کریمہ میں گویا فرد سے جنس کی

طرف انتقال ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ﴾

(الملک 5:67) ”اور البتہ تحقیق ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور انھیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے۔“ اور معلوم ہے کہ یہاں مصابیح سے مراد وہ نجوم ہیں جن کے ساتھ آسمان دنیا کو زینت دی گئی ہے، ان سے مراد وہ نہیں ہیں جو شیطانوں کو مارے جاتے ہیں، یہ بھی مصابیح کے فرد سے اس کی جنس کی طرف انتقال ہے۔ قرآن مجید میں اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

تفسیر آیات: 198-191

مشرکین کے معبودانِ باطلہ کچھ اختیار نہیں رکھتے: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی تردید فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں اور دیگر معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے ہیں، حالانکہ یہ تمام معبودانِ باطلہ اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں، اس کے پروردہ اور اسی کے بنائے ہوئے ہیں اور خود کسی چیز کے بھی مالک نہیں، نہ نفع و نقصان ہی کا کچھ اختیار رکھتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ اپنے پجاریوں کی مدد ہی کر سکتے ہیں بلکہ یہ تو بے جان ہیں، نہ حرکت کر سکتے ہیں اور نہ ہی سنتے دیکھتے ہیں۔ سننے، دیکھنے اور پکڑنے کے اعتبار سے تو ان کی عبادت کرنے والے ان سے بہتر ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَيْشِرُكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴾ ”کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کیے جاتے ہیں؟“ یعنی کیا تم ایسے معبودوں کو اللہ کا شریک بناتے ہو جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور نہ انھیں اس کی استطاعت ہی ہے۔

جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلُ طَيْرٍ اِنْ اِلٰلَٰهَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا دُبَابًا وَّلَوْ اٰجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَسْتَنْبِھُہُمُ الدُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبِ وَالبَطْلُوْبِ ۝ مَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ﴾ (الحج 22:73، 74) ”لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے، لہذا تم اسے غور سے سنو! بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لیے سب مجتمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے، طالب اور مطلوب (عابد اور معبود دونوں) کمزور ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، کچھ شک نہیں کہ اللہ زبردست (اور) نہایت غالب ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر تمام معبودانِ باطلہ مل کر بھی ایک مکھی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے مکھی بنانا تو درکنار اگر مکھی ان کے کھانے کا کوئی ذرہ اٹھا کر اڑ جائے تو یہ اس سے واپس لینے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے۔ اور جس کی کمزوری و ناتوانی کا یہ حال ہو تو حصولِ رزق و نصرت کے لیے اس کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے؟ اسی لیے فرمایا: ﴿ لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴾ (النحل 16:20) ”وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کیے جاتے ہیں۔“ یعنی بلکہ یہ خود پیدا اور ایجاد کیے گئے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَتَّخِطُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰتِ 37:95) ”تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟“

پھر فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ لَہُمْ نَصْرًا ۝ ﴾ ”اور نہ وہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں۔“ یعنی اپنی عبادت کرنے والوں

کی ﴿وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾ ۹۷: ”اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔“ یعنی اگر کوئی ان کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہے تو اس وقت یہ خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے اور اپنے آپ کو اس سے نہیں بچا سکتے جیسا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کے بتوں کو توڑ دیا اور ان کی حد درجہ توہین و تذلیل کر دی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ﴾ ۹۸: (الصَّفّت 37: 93) ”پھر ان کو دائیں ہاتھ سے مارنا (اور توڑنا) شروع کیا۔“ اور فرمایا: ﴿فَجَعَلَهُمْ جُودًا إِلَّا كِبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ﴾ ۹۹: (الأنبياء 21: 58) ”پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر ایک بڑے (بت) کو (نہ توڑا) تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔“

معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں جوان تھے ان کا واقعہ بھی اس بات کی دلیل ہے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہ دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے، پھر یہ دونوں رات کے وقت مشرکوں کے بتوں پر حملہ کر کے انھیں توڑ دیتے، انھیں تہس نہس کر دیتے اور ان کے ٹکڑوں کو ایندھن کے طور پر جلانے کے لیے بیوہ عورتوں کو دے دیتے تاکہ ان کی قوم عبرت حاصل کرے اور اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرے۔ عمرو بن جموح جو اپنی قوم کا سردار تھا، اس کا بھی اپنا ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتا اور اسے خوشبو لگا کر معطر رکھتا تھا، یہ رات کے وقت آتے اور اس کے بت کو الٹا کر دیتے اور اس پر گندگی مل دیتے، عمرو بن جموح صبح کے وقت یہ منظر دیکھتا تو بہت شپٹا تا، اسے دھوتا، خوشبو لگاتا اور اس کے پاس ایک تلوار رکھ دیتا اور کہتا کہ لو! اس تلوار سے مدد لینا، یہ دونوں رات کو پھر آتے اور اسی طرح کرتے اور عمرو بن جموح بھی صبح کے وقت اسی طرح کرتا حتیٰ کہ ایک بار تو ان دونوں نے اس بت کی توہین و تذلیل کی حد کر دی کہ اسے اٹھا لیا اور ایک مرے ہوئے کتے کے پاس جا کر رکھ دیا، پھر ان دونوں کوری سے باندھ کر ایک کنویں میں پھینک دیا۔ عمرو نے جب اپنے اس بت کا یہ حشر دیکھا تو اسے بھی یہ حقیقت معلوم ہو گئی کہ اس کا دین باطل ہے اور اس نے اس موقع پر یہ شعر کہا:۔

تَاللّٰهِ لَوْ كُنْتُ إِلَٰهًا مُّسْتَدِنٌ لَّمْ تَكُ وَالْكَلْبُ جَمِيعًا فِي قَرْنٍ

”اللہ کی قسم! اگر تو واقعی قابلِ تعظیم معبود ہوتا تو تو اور کتا دونوں یکجانہ ہوتے۔“

پھر یہ مسلمان ہو گئے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے حتیٰ کہ اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہوئے غزوہ احد کے دن جام شہادت نوش کیا۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ وَجَعَلَ جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ۔

اور فرمانِ الہی ہے: ﴿وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ﴾ ۱۰: ”اور اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو تمھارا کہانہ مانیں۔“ یعنی یہ بت بلانے والے کی آواز کو سنتے ہی نہیں، ان کے نزدیک بلانے والا اور نہ بلانے والا دونوں ہی یکساں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿يَا بَتِّ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا﴾ ۱۱: (مریم 42: 19) ”میرے ابا جان! آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکیں؟“

پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ بت بھی اسی طرح مخلوق ہیں جس طرح ان کی پوجا کرنے والے لوگ مخلوق ہیں بلکہ یہ

لوگ ان سے اچھی مخلوق ہیں کہ یہ سنتے، دیکھتے اور پکڑتے ہیں اور یہ بت ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کر سکتے۔ ﴿قُلْ اَدْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كَيْدُون﴾ ۶ ”کہہ دیجیے کہ اپنے شریکوں کو بلا لو میرے بارے میں (جو) تدبیر کرنی ہو کر لو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔“ یعنی انھیں میرے خلاف استعمال کرو، مجھے ایک لحو کے لیے بھی مہلت نہ دو اور پوری پوری کوشش کر دیکھو۔ ﴿اِنَّ وَلِيَ اللّٰهِ الَّذِي تُلٰكِلِ الْكِتٰبِ ۚ وَهُوَ يَتَوَكَّلُ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ۷ ”بے شک میرا مددگار تو اللہ ہی ہے جس نے کتاب (برحق) نازل کی اور نیک لوگوں کا وہی دوست ہے۔“ یعنی اللہ ہی مجھے کافی ہے، وہ میرا مددگار ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ وہ دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے اور میرے علاوہ ہر نیک انسان کا بھی وہی دوست ہے۔

جیسا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے کہا تھا جب ان کی قوم نے ان سے یہ کہا: ﴿اِنْ نَقُوْلُ اِلَّا اَعْتٰرَكَ بِعُصٰى الْهَيْتٰى سُوْءًا ط قَالَ اِنِّىْ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاَشْهَدُا اَنِّىْ بَرِئٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكَيْدُوْنِىْ جَبِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظَرُوْنَ ۝ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىْ وَرَبِّكُمْ ط مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اَخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ط اِنَّ رَبِّىْ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾ (ہود 54:56) ”ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمھیں آسب پہنچا کر دیوانہ کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو بے شک جن کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں (جن کی) اللہ کے سوا (عبادت کرتے ہو) تو تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کر لو اور مجھے مہلت نہ دو، بے شک میں اللہ پر جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے، بھروسہ رکھتا ہوں (زمین پر) جو چلنے پھرنے والا ہے، وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا پروردگار رسیدھے رستے پر ہے۔“

اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿اَفَرَأَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ الْاَقْدَمُونَ ۝ فَاَنْتُمْ عُدُوْنِىْ اِلَّا دَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِىْ خَلَقَنِىْ فَهُوَ يَهْدِيْنِىْ ۝﴾ (الشعراء 26:76-78) ”کچھ خبر بھی ہے جنھیں تم پوج رہے ہو؟ تم اور تمھارے اگلے باپ دادا بھی، پس بے شک وہ میرے دشمن ہیں مگر (اللہ) رب العالمین (میرا دوست ہے) جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے۔“ یہ چند آیات اور اسی طرح انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے یہ بھی کہا تھا: ﴿اِنِّىْ بَرّٔءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِىْ فَطَرَنِىْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِىْ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِىْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ (الزخرف 26:28) ”بے شک میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، ہاں! جس نے مجھ کو پیدا کیا بے شک وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔“

اور فرمان الہی: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.....﴾ ۸ ”الایہ (مشرکوں!) بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو.....“ یہ سابقہ بات کی مزید تاکید ہے، صرف یہ فرق ہے کہ یہ صیغہ خطاب کے ساتھ ہے جبکہ وہ صیغہ غائب

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ وَإِنَّمَا يَنزَعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ

آپ (ان سے) درگزر کیجیے، اور نیک کام کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے ﴿۱۹۹﴾ اور اگر آپ کو شیطان کا کوئی وسوسہ ابھارے تو اللہ کی پناہ مانگیے، بے

نَزْعٌ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٠٠﴾

شک وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿۲۰۰﴾

کے ساتھ تھی، اسی لیے فرمایا: ﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكَ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾ ﴿۱۹۹﴾ ”وہ نہ تمھاری ہی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْعَوْا وَتَوَلَّيْهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ ﴿۱۹۹﴾ ”اور اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو وہ سن نہ سکیں اور (اے نبی!) آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ (بظاہر) وہ آنکھیں کھولے آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں مگر (نی الواقع) کچھ نہیں دیکھتے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْعَوْا دَعَاءَكُمْ﴾ (فاطر 14:35) ”اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمھاری پکار کو سن نہ سکیں۔“ ﴿وَتَوَلَّيْهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ ﴿۱۹۹﴾ ”اور (اے نبی!) آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ (بظاہر) وہ آنکھیں کھولے آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں مگر (نی الواقع) وہ کچھ نہیں دیکھتے۔“ یعنی وہ آپ کو ایسی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، گویا وہ دیکھنے والی آنکھیں ہیں، حالانکہ وہ بے جان ہیں لیکن ان سے معاملہ ذوی العقول کا کیا گیا کیونکہ انھیں انسان کی شکل و صورت کے مطابق بنایا گیا ہے، اسی وجہ سے ذوی العقول کی ضمیر ان کے لیے استعمال کی گئی ہے۔

تفسیر آیات: 200، 199

معاف کر دینے کا حکم: ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ (اے نبی!) ”عفو اختیار کیجیے۔“ عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دے رکھا کہ آپ مشرکوں کو معاف کر دیں اور درگزر سے کام لیں، چنانچہ آپ نے مکہ میں دس سال تک ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی اور ان کے بارے میں سختی کرنے کا حکم دیا۔ ﴿۱﴾ کئی ایک ائمہ تفسیر نے امام مجاہد کا یہ قول روایت کیا ہے کہ تجسس نہ کرو اور لوگوں کے اخلاق و اعمال کے بارے میں عفو و درگزر سے کام لو۔ ﴿۲﴾ ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں کے عادات و اطوار کے بارے میں عفو اختیار کریں۔ ﴿۳﴾ اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کے اخلاق میں سے آپ عفو کو اختیار کر لیں۔ ﴿۴﴾ صحیح بخاری میں ہشام کی اپنے باپ عروہ سے اور ان کی اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو کو لے لیں۔ ﴿۵﴾ ایک دوسری روایت جو ہشام نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ﴿۶﴾ اور ایک اور روایت جو ہشام نے

① تفسیر الطبری: 205/9، ② تفسیر الطبری: 204/9، ③ تفسیر الطبری: 204/9، ④ تفسیر الطبری: 204/9، ⑤

صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ﴾ (الأعراف: 7: 199)، حدیث: 4644، 4643، ⑥

المستدرک للحاکم، العلم، فصل فی توقیر العالم: 124/1، حدیث: 430،

اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے، ان میں بھی اسی طرح ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

امام ابن جریر اور ابن ابوجاتم دونوں نے یونس از سفیان بن عیینہ از ابی روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ ① تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ، وَتَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ] ”جبریل! اس سے کیا مراد ہے؟ جبریل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ جو آپ پر ظلم کرے آپ اسے معاف کر دیں جو آپ کو نہ دے، آپ اسے دیں اور جو آپ سے قطع تعلقی کرے، آپ اس سے مل کر رہیں۔“ ②

امام بخاری رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ﴿يَا لَعُورُ﴾ کے معنی نیکی کے ہیں، پھر انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ آئے اور اپنے بھتیجے خزیمہ بن قیس کے پاس ٹھہرے اور یہ 7 ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص قرب حاصل تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم نشین اور مشیر قرآن مجید کے عالم اور قاری ہوتے تھے، خواہ وہ ادھیڑ عمر ہوں یا جوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے برادر زادے! تجھے اس امیر کے ہاں خاص قرب حاصل ہے، لہذا میرے لیے بھی ان سے ملاقات کی اجازت طلب کرو، انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، میں آپ کے لیے ضرور اجازت طلب کروں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ 7 نے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی جب وہ اندر آئے تو حضرت عمر سے کہنے لگے: اے ابن خطاب! بات یہ ہے کہ اللہ کی قسم! تو ہمیں نہ زیادہ عطیہ دیتا ہے اور نہ ہمارے بارے میں عدل کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے حتیٰ کہ انھوں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا تو حرنے ان کی خدمت میں عرض کی: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ ③ (اے نبی!) عفو اختیار کیجیے اور نیک کام کرنے کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کشی کر لیجیے۔“ اور یہ شخص بھی جاہلوں میں سے ہے۔ (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) اللہ کی قسم! جس وقت 7 نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے سننے کے بعد ذرہ برابر بھی آگے نہ بڑھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے پاس ٹھہر جانے والے تھے۔ ④ (اس کے مطابق عمل کرتے اور اس سے آگے نہ بڑھتے تھے۔) یہ روایت صرف صحیح بخاری میں ہے۔

بعض حکماء نے اس آیت کے مفہوم کو درج ذیل دو شعروں میں بھی بیان کیا ہے۔ اور ان دونوں کے (آخری الفاظ) ہم شکل ہونے کے باوجود مختلف معنی رکھتے ہیں:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِعُرْفٍ كَمَا أُمِرْتُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

① تفسیر الطبری: 207/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1638/5. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ

بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ (الأعراف: 7: 199)، حدیث: 4642.

”عفو کو اختیار کرو اور نیکی کا حکم دو جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جاہلوں سے کنارہ کرلو۔“

وَلَنْ فِي الْكَلَامِ لِكُلِّ الْأَنَامِ فَمُسْتَحْسَنٌ مِّنْ ذَوِي الْجَاهِ لَيْنَ

”اور تمام لوگوں کے لیے کلام میں نرمی اختیار کرو، اصحاب جاہ کے لیے نرمی ہی مستحسن ہے۔“

بعض علماء نے کہا ہے کہ لوگ دو طرح کے ہیں: (1) نیک، اس کی نیکی کا لحاظ کرو اور اسے ایسی تکلیف نہ دو جو اس کی طاقت سے بڑھ کر ہو یا جو اسے مشقت میں ڈال دے اور (2) بد، اسے نیکی کا حکم دو اگر وہ اپنی ضلالت اور جہالت پر ہی اصرار کرے تو اس سے کنارہ کرلو، شاید اسی طرح اس کی سرکشی کا ازالہ ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِذْ قَعَ بِآلِئِي هِيَ أَحْسَنُ الشَّيْئَةِ ط نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ﴾ ○ ﴿وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ ○ ﴿وَاعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ﴾ ○ (المؤمنون: 23-96-98) ”بری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور کہو کہ اے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔“

اور فرمایا: ﴿وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا الشَّيْئَةُ ط إِذْ قَعَ بِآلِئِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ ○ ﴿وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ ○ ﴿وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا دُحُوطٌ عَظِيمٌ﴾ ○ ”اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں، آپ (برائی کو) ایسی بات سے ٹال لیے جو احسن ہو تو (آپ دیکھیں گے) یکا یک وہ شخص کہ آپ کے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، (ایسا ہو جائے گا) جیسے جگری دوست ہو اور یہ نہیں حاصل ہوتی مگر ان لوگوں کو جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔“ یعنی یہ وصیت: ﴿وَأَمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ط إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ○ ﴿حَمَّ السَّحَّةِ 41: 34-36﴾ ”اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو، بے شک وہ خوب سننے (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اور اس سورہ کریمہ میں بھی فرمایا ہے: ﴿وَأَمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ط إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ○ ”اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو اللہ سے پناہ مانگو۔ بے شک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔“ یہ تین آیات جو سورہ اعراف، مؤمنون اور حم سجدہ میں ہیں، ان کی طرح کی اور کوئی چوتھی آیت نہیں ہے، ان میں اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ گناہ گار انسان سے ایسا معاملہ کیا جائے جو بہت ہی اچھا ہو کیونکہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی سرکشی سے باز آ جائے گا، چنانچہ فرمایا: ﴿فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ ○ ﴿حَمَّ السَّحَّةِ 41: 34﴾ ”(ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ) جس میں اور تم میں دشمنی تھی، وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے۔“ اور شیطان کے شر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ اللہ سے پناہ مانگی جائے کیونکہ نیکی اور احسان اسے تجھ سے دور نہیں کر سکے گا کیونکہ وہ تو تمہیں بالکل تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے جیسا

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰفِيفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾

بے شک جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آلیتا ہے تو وہ چونک پڑتے ہیں، پھر وہ یکا یک سوجھ بوجھ والے ہو

وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾

جاتے ہیں ﴿۲۰۲﴾ اور ان کے بھائی (شیطان) انہیں گمراہی میں گھنچ لے جاتے ہیں اور وہ اس میں کوئی کمی نہیں کرتے ﴿۲۰۲﴾

کہ قبل ازیں اس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی دشمنی کی تھی۔

امام ابن جریر نے ﴿وَأَمَّا يَلُوْذُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اگر شیطان کی طرف سے تمہیں اس قدر غصہ آ جائے جو تمہیں جالوں سے کنارہ کشی سے روک دے اور ان سے انتقام لینے پر آمادہ کرے تو اس کے وسوسے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ ﴿إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ﴿۲۰۲﴾ ”بے شک وہ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔“ یعنی وہ جاہل کی جہالت کو بھی سنتا ہے اور شیطان کے وسوسے سے آپ اللہ کی جو پناہ مانگتے ہیں، وہ اسے بھی سنتا ہے، علاوہ ازیں ساری مخلوق کے دیگر کلام کو بھی وہ سنتا ہے اور کوئی بات بھی اس سے مخفی نہیں۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ شیطان کا وسوسہ آپ سے کس طرح دور ہوگا اور مخلوق کے دیگر تمام امور کو بھی خوب جانتا ہے۔ ﴿استعَاذَے کے متعلق احادیث تفسیر کے آغاز میں بیان کی جا چکی ہیں، ﴿لہٰذا ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 202, 201

وسوسے کے وقت اصحابِ تقویٰ کا طریقہ: اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں، یعنی اپنے ان بندوں کے بارے میں فرمایا ہے جو اس کے حکم کی اطاعت بجالاتے ہیں اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے، ان سے اجتناب کرتے ہیں کہ ﴿إِذَا مَسَّهُمْ طَٰفِيفٌ﴾ یعنی جب ان کو پہنچتا ہے ”کوئی وسوسہ“ اس لفظ میں دوسری قراءت ﴿طَٰفِيفٌ﴾ بھی ہے۔ اور یہ دونوں مشہور قراءتیں ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ کچھ علماء نے اس کے معنی غضب کے اور کچھ نے اس کے معنی شیطان کے آسیب زدہ کر دینے کے بیان کیے ہیں۔ بعض علماء نے اس کے معانی گناہ کے ارادے کے بیان کیے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی گناہ میں مبتلا ہو جانے کے ہیں۔

اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تَذَكَّرُوا﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب، اس کے بے پایاں ثواب اور اس کے وعدوں اور وعیدوں کو یاد کرنے لگتے ہیں اور توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے اور جلد ہی اس سے لو لگاتے ہیں۔ اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾ ﴿۲۰۱﴾ ”تو وہ (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔“ یعنی سیدھے راستے کو اختیار کرتے ہوئے اپنے طرزِ عمل کو صحیح کر لیتے ہیں۔

شیطانوں کے بھائی سرکشی کی طرف کھینچتے ہیں: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ﴾ ”اور ان (کفار)

﴿۱﴾ تفسیر الطبری: 208/9. ﴿۲﴾ دیکھیے الفاتحة، آیت: 1 عنوان ”تعوذ کی تفسیر اور احکام“ کے ذیل میں۔

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ

اور (اے نبی!) جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں: تم خود کیوں نہیں بٹالائے؟ کہہ دیجیے: میں تو صرف اس چیز کا اتباع کرتا ہوں

إِلَىٰ مِنْ رَبِّي ۚ هَذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے، یہ تمہارے رب کی طرف سے روشن دلائل ہیں، اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾

جو ایمان لاتے ہیں ﴿٢٠٣﴾

کے بھائی انھیں کھینچے جاتے ہیں۔“ یعنی انسانوں میں سے شیطانوں کے بھائی جیسا کہ فرمایا: إِنَّ الْمُبْذَرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ط (بنی اسرائیل 27: 27) ”بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطانوں کے بھائی ہیں۔“ یعنی وہ جو شیطان کے پیروکار، اس کی باتوں کو سننے والے اور اس کے احکام کو تسلیم کرنے والے ہیں، يَمُذُّوهُمْ فِي النَّحَى ۖ ”وہ انھیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں۔“ یعنی شیاطین گمراہوں کے ارتکاب کے لیے ان کی مدد کرتے، گمراہوں کو ان کے لیے آسان اور مزین کر دیتے ہیں۔

عبداللہ بن کثیر فرماتے ہیں: الْمَذُّ کے معنی زیادہ کر دینے کے ہوتے ہیں۔⁽¹⁾ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان کی گمراہی، یعنی جہالت اور حماقت میں اضافہ کر دیتے ہیں، ثُمَّ لَا يَقْصِرُونَ ﴿٢٠٤﴾ ”پھر وہ (اس میں کسی طرح کی) کوتاہی نہیں کرتے۔“ یعنی شیاطین بڑھادیتے ہیں اور انسان ان کی گمراہی کے مطابق عمل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے جیسا کہ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ نہ تو انسان اپنے ان اعمال میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ شیاطین ہی ان کا پیچھا چھوڑتے ہیں۔⁽²⁾ لَا يَقْصِرُونَ ﴿٢٠٤﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ وہ نہ تو ان اعمال سے اکتاتے ہیں اور نہ ان سے باز آتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَوَذُّعُهُمْ أَدَاً ﴿٨٣﴾ (مریم 83: 83) ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو برا بیچھتے کرتے رہتے ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے تَوَذُّعُهُمْ أَدَاً ﴿٨٣﴾ کے معنی بیان کیے ہیں کہ وہ ان کو گمراہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔⁽³⁾

تفسیر آیت: 203 ﴿٢٠٣﴾

مشرکین کا نشانہ بن کر نا: علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ یعنی تم نے اسے حاصل کیوں نہ کر لیا؟ دوسری بار انھوں نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تم نے اسے ایجاد کیوں نہ کر لیا۔⁽⁴⁾ ابن جریر نے عبداللہ بن کثیر سے اور انھوں نے مجاہد سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں

① تفسیر الطبری: 212/9. ② تفسیر الطبری: 212/9. ③ تفسیر الطبری: 157/16. ④ تفسیر الطبری: 214/9.

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٢٠٤﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے (کان لگا کر) سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿٢٠٤﴾

کہ تم نے اسے فی البدیہ کیوں نہ بنالیا؟ یعنی وہ کہتے ہیں کہ تم اسے اپنی طرف سے بناتے ہو۔ ﴿١﴾ قاتلہ، سدی اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ﴿٢﴾

اور ﴿٣﴾ وَلَا إِذَا لَمْ تَلَهُمْ بِآيَةٍ ﴿٤﴾ اور جب تم ان کے پاس (کچھ دنوں تک) کوئی آیت نہیں لاتے۔ میں آیت سے مراد کوئی معجزہ اور خرق عادت بات ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿٥﴾ إِنَّ كُنْشًا نُّزِّلَ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ﴿٦﴾ (الشعراء 26: 4) ”اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں، پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔“ گویا رسول اللہ ﷺ سے وہ لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ تم کوشش کر کے اللہ تعالیٰ سے نشانیاں طلب کیوں نہیں کر لیتے تاکہ ہم انھیں دیکھ کر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: ﴿٧﴾ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُخَوِّئُنِي إِلَيْهِ مِنْ رَبِّي ۚ ﴿٨﴾ ”کہہ دیجیے کہ میں تو صرف اسی حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔“ یعنی میں کسی بھی چیز میں اللہ تعالیٰ سے پیش قدمی نہیں کر سکتا بلکہ میں تو صرف اسی بات کی پیروی کرتا ہوں جس کا میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری طرف جوجی بھیجتا ہے، میں اس کی اطاعت بجالاتا ہوں اگر وہ کوئی نشانی بھیجے تو میں اسے قبول کر لیتا ہوں اور اگر نہ بھیجے تو میں از خود اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی مجھے اجازت عطا فرمادے کیونکہ وہ حکیم و علیم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی ہے کہ سب سے بڑا معجزہ، سب سے واضح دلیل اور سب سے سچی نشانی تو یہ قرآن مجید ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿٩﴾ هَذَا بَصَاطٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهَدَىٰ ذَرْبَهُ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ ”یہ (قرآن) تمہارے پروردگار کی جانب سے دانش و بصیرت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“

تفسیر آیت: 204 ﴿١١﴾

قرآن مجید سننے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ قرآن مجید لوگوں کے لیے دانش و بصیرت، ہدایت اور رحمت ہے تو اب ساتھ ہی یہ بھی حکم دے دیا ہے کہ تعظیم اور احترام کے پیش نظر قرآن مجید کی تلاوت کو خاموشی کے ساتھ سنا جائے اور کفار قریش اور مشرکین کی طرح یہ نہ کہا جائے: ﴿١٢﴾ لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ ﴿١٣﴾ (حکم السجدة 41: 26) ”اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور (جب پڑھنے لگیں تو) شور مچا دیا کرو۔“ امام ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نماز میں ایک دوسرے کو سلام کہہ دیا کرتے تھے کہ فلاں پر سلام ہو فلاں پر سلام ہو حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی ﴿١٤﴾: ﴿١٥﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٦﴾ ”اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 214/9. ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 214/9. ﴿٣﴾ تفسیر الطبری: 216/9.

وَإِذْ كَرَّرَ رَبُّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُؤْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

اور (اے نبی!) اپنے رب کو صبح اور شام اپنے دل میں یاد کیجیے، عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے، پست اور ہلکی آواز سے۔ اور آپ غافلوں

وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿٢٠٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ

میں (شامل) نہ ہوں ﴿٢٠٥﴾ بے شک جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، وہ اس کی تسبیح بیان

عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿٢٠٦﴾

کرتے ہیں اور اسی کو وہ سجدہ کرتے ہیں ﴿٢٠٦﴾

تفسیر آیات: 206، 205

صبح و شام ذکر و عبادت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں کثرت کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے جیسا کہ ان دونوں وقتوں میں اس نے اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوئے بھی فرمایا ہے: ”وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ“ (ق: 50: 39) ”اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔“ یہ آیت کی ہے اور یہ حکم شب معراج پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے تھا۔ اور یہاں فرمایا: ”بِالْغُدُوِّ وَالْأَصَالِ“ ”صبح و شام“ غُدُوّ دن کے ابتدائی حصے کو کہتے ہیں اور آصال آخری حصے کو، اور یہ اصیل کی جمع ہے، جیسے: اَيْمَانُ يَمِين کی جمع ہے۔ ”تَضَرُّعًا وَخِيفَةً“ ”عاجزی اور خوف سے“ یعنی اپنے پروردگار کو اپنے دل میں شوق اور ڈر اور پست آواز سے یاد کرو، اسی لیے فرمایا: ”وَدُؤْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ“ ”اور پست آواز سے۔“ مستحب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اسی طرح پست آواز سے کیا جائے نہ کہ بہت اونچی آواز سے اور چیخ چیخ کر۔

صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں (غزوہ خیبر سے واپسی پر) ہم لوگوں نے بہت اونچی آواز سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! ارْجِعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمًّا وَلَا غَائِبًا (إِنَّ الَّذِي تَدْعُونَهُ) إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ]، [وَالَّذِي تَدْعُونَهُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَةٍ أَحَدِكُمْ] ”لوگو! اطمینان و سکون اختیار کرو بے شک تم کسی بہرے یا غائب کو تو نہیں پکارتے ہو بلکہ تم تو اس ذات گرامی کو پکارتے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔ اور جس ذات کو تم پکارتے ہو وہ تو تمھاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ تمھارے قریب ہے۔“ ﴿١﴾

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے بندوں کو صبح و شام کثرت کے ساتھ ذکر کی ترغیب دی ہے تاکہ وہ غافل نہ ہو جائیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے جو رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے

﴿١﴾ اس حدیث کا ابتدائی حصہ صحیح البخاری، الجہاد والسیر، باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر، حدیث: 2992 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر.....، حدیث: (44-2704)، البیہ قوسین والے الفاظ سنن أبی داود، الوتر، باب فی الاستغفار، حدیث: 1526 اور دوسرا حصہ صحیح مسلم، حدیث: (46-2704) میں ہے۔

رہتے ہیں اور اس سے ذرہ برابر نہیں اکتاتے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ﴾ ”بے شک جو لوگ تمہارے پروردگار کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے گردن کشی نہیں کرتے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا یہ ذکر اس لیے فرمایا ہے تاکہ کثرت طاعت و عبادت میں ان کی پیروی کی جائے۔

اس مقام پر ہمیں بھی سجدہ کرنے کا حکم اس لیے ہے کہ یہاں فرشتوں کے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: [أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا (فَقُلْنَا..... قَالَ: يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُولَى وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ)] ”کیا تم اپنی صفوں کو اس طرح نہیں باندھو گے جس طرح فرشتے اپنے رب کے پاس صف بستہ رہتے ہیں؟ (ہم نے کہا..... تو آپ نے فرمایا: وہ پہلے پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔“ ① یہ قرآن مجید میں پہلا سجدہ تلاوت ہے، اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرنے اور اسے سننے والے کو سجدہ کرنا چاہیے۔

KITABOSUNNAT.COM



① صحیح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة.....، حدیث: 430.

تفسیر سُورَةُ أَنْفَالٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۚ

(اے نبی!) وہ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے: مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے، لہذا تم اللہ سے ڈرو، اور

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ①

باہمی اصلاح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو ①

یہ سورت مدنی ہے: اس سورت کی آیات 75، کلمات ایک ہزار چھ سو اکتیس اور حروف پانچ ہزار دوسو چورانوے ہیں۔
وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیت: 1

انفال کی تفسیر: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ انفال کے معنی غنیمتوں کے ہیں، پھر امام صاحب نے سعید بن جبیر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ انفال کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ① اسی طرح علی بن ابوطالب نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انفال سے مراد وہ غنیمتیں ہیں جو خالص رسول اللہ ﷺ ہی کے لیے تھیں کسی اور کا ان میں کوئی حصہ نہ تھا۔ ② مجاہد، عکرمہ، عطاء، ضحاک، قتادہ، عطاء خراسانی، مقاتل بن حیان، عبد الرحمن بن زید بن اسلم اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر ﷺ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ انفال سے مراد غنیمتیں ہیں۔ ③

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”نفل“ مقتول سے حاصل ہونے والے اس مال کو کہتے ہیں جسے امام اصل مال غنیمت کی تقسیم کے علاوہ بعض اشخاص کو بطور مال سلب یا انعام کے دے دے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انفال مال غنیمت کے پانچویں حصے کو کہتے

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ﴾ (الأنفال: 8:1)، حدیث: 4645 و صحیح مسلم،

التفسیر، باب فی سورة براءة والأنفال والحشر، حدیث: 3031. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1649/5 و تفسیر الطبری:

225/9. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1649/5 و تفسیر الطبری: 225/9.

ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ انفال مالِ فے کو کہتے ہیں، یعنی اس مال کو جو کفار سے لڑائی کیے بغیر لے لیا گیا ہو یا کفار کے اس جانور یا غلام یا لونڈی یا ساز و سامان کو کہتے ہیں جو ان سے الگ ہو کر مسلمانوں کے پاس آ جائے۔ امام ابن جریر نے علی بن صالح بن حُجّی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس آیت میں انفال سے مراد سربا ہیں۔^(۱) یعنی اس سے مراد وہ مال ہے جو امام کسی سریر کے مجاہدوں کو باقی لشکر کے حصے کی نسبت کچھ زیادہ دے دے۔

سبب نزول: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آج مشرکوں کا کام تمام کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت خوشی عطا فرمائی ہے، لہذا یہ تلوار مجھے عنایت فرمادیں؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّ هَذَا السَّيْفَ لَيْسَ لَكَ وَلَا لِي، ضَعُهُ قَالَ: فَوَضَعْتُهُ، ثُمَّ رَجَعْتُ قُلْتُ: عَسَى أَنْ يُعْطِيَ هَذَا السَّيْفَ الْيَوْمَ مَنْ (لَا يُبْلَى) بَلَائِي، قَالَ: فَإِذَا رَجُلٌ يَدْعُونِي مِنْ وَرَائِي قَالَ: قُلْتُ: قَدْ أُنْزِلَ فِيَّ شَيْءٌ! قَالَ: كُنْتُ سَأَلْتُنِي السَّيْفَ وَلَيْسَ هُوَ لِي، وَإِنَّهُ قَدْ وَهَبَ لِي، فَهُوَ لَكَ قَالَ: وَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ:] ”یہ تلوار تمھارے لیے ہے نہ میرے لیے، لہذا اسے رکھ دو۔“ میں نے اسے رکھ دیا، پھر میں لوٹ گیا اور دل میں سوچ رہا تھا کہ شاید آج یہ تلوار اسے دے دی جائے جس نے میری طرح داد شجاعت نہ دی ہو، اسی اثنا میں نے دیکھا کہ ایک شخص پیچھے سے مجھے آواز دے رہا ہے، میں نے سوچا کہ میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے! (میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو) آپ نے فرمایا: ”تم نے مجھ سے اس تلوار کے بارے میں پوچھا تھا جو (پہلے) میرے لیے نہیں تھی مگر اب مجھے عطا کر دی گئی ہے، لہذا وہ میں تمھیں دیتا ہوں۔“ ان کا بیان ہے کہ اسی موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی: ۱۰ يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ (اے نبی! مجاہد لوگ) آپ سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے؟) کہہ دیجیے کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا مال ہے۔“^(۲) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

ایک اور سبب نزول: امام احمد نے ابوامامہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے سورۃ انفال کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا یہ سورت ہم اصحاب بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ اس وقت نازل ہوئی تھی جب مال غنیمت کے بارے میں ہمارا اختلاف تھا اور اس سلسلے میں ہم نے اچھے اخلاق کا ثبوت نہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں سے چھین کر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم فرمادیا۔^(۳)

امام احمد ہی نے ابوامامہ کے واسطے سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے، میں آپ کے ساتھ بدر میں بھی حاضر ہوا جب لوگوں کی مذبھیر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کر

① تفسیر الطبری: 225/9 و تفسیر الماوردی: 292/2. ② مسند أحمد: 178/1 و سنن أبی داود، الجہاد، باب فی

النفل، حدیث: 2740 اور [لا یبلی] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الأنفال، حدیث: 3079 کے مطابق

ہے۔ والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، سورۃ الأنفال: 349، 348/6، حدیث: 11196. ③ مسند أحمد: 322/5.

دیا، ایک جماعت دشمن کے تعاقب میں گئی جو اسے بھگاتی اور قتل کرتی جاتی تھی، ایک جماعت لشکر کی طرف متوجہ تھی جو اس کی حفاظت کرتی اور اسے جمع رکھتی تھی اور ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی تاکہ دشمن دھوکے سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے حتیٰ کہ جب رات آئی اور لوگ بھی اپنے ٹھکانوں پر واپس آ گئے تو مال غنیمت جمع کرنے والوں نے کہا کہ اس مال کو ہم نے جمع کیا ہے، لہذا کسی دوسرے شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے جو لوگ دشمن کی تلاش میں نکلے تھے، وہ کہنے لگے کہ تم اس مال کے زیادہ حق دار نہیں ہو کیونکہ ہم نے دشمن کو مار بھگایا اور اسے شکست سے دوچار کیا ہے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا خوش گوار فریضہ سرانجام دیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو، ہم نے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی تاکہ دشمن دھوکے سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے اور اس کی وجہ سے ہم مشغول رہے تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۚ﴾ (اے نبی! مجاہد لوگ) آپ سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے؟) کہہ دیجیے کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا مال ہے، لہذا تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔“ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ جب دشمن کے علاقے میں حملہ آور ہوتے تو چوتھے حصے کو بطور غنیمت مجاہدوں میں برابر تقسیم کرتے اور جب واپسی پر حملہ آور ہوتے اور لوگ تھکے ہوتے تو آپ تہائی مال تقسیم کرتے اور بطور خاص کسی کو زائد دینے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ﴿يُرَدُّ قَوِيُّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى ضَعِيفِهِمْ﴾ ”طاقت ور مومنوں کو چاہیے کہ وہ اپنے کمزور مومنوں کو بھی حصہ دیں۔“ ① امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ②

ارشاد الہی: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۚ﴾ ”لہذا تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔“ یعنی اپنے امور و معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو، ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، آپس میں جھگڑے نہ کرو، اختلاف نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس ہدایت اور علم سے سرفراز فرمایا ہے، یہ اس سے کہیں بہتر ہے جس کی وجہ سے تم آپس میں جھگڑ رہے ہو۔ ﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو۔“ اس تقسیم میں جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تم میں کر دی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو مال غنیمت کو اسی طرح عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم فرماتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مومنوں پر اس بات کو لازم قرار دیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور آپس میں صلح رکھیں امام مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ اور سُدّی فرماتے ہیں کہ آپس میں صلح رکھو کے معنی یہ ہیں کہ آپس

① مسند أحمد: 324, 323/5. ② جامع الترمذی، السیر، باب فی النفل، حدیث: 1561 مختصراً. وسنن ابن ماجہ،

الجهاد، باب النفل، حدیث: 2852 مختصراً.

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ

(سچے) مومن تو صرف وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور جب ان پر اس کی آیتوں کی تلاوت کی

زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا

جائے تو وہ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں، اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں ﴿٢﴾ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو

رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ

رزق دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں ﴿٣﴾ یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لیے اپنے رب کے ہاں درجے ہیں اور بخشش ہے

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

اور باعزت رزق ہے ﴿٤﴾

میں سب و شتم نہ کرو۔ ①

تفسیر آیات: 4-2

سچے مومنوں کے اوصاف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ (سچے) مومن تو صرف وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ “علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ منافقوں کے دل فرائض ادا کرتے ہوئے اللہ کے ذکر سے خالی ہوتے ہیں، اللہ کی آیات پر ان کا ایمان نہیں ہوتا، نہ اللہ کی ذات پر ان کا توکل ہوتا ہے، نہ وہ علیحدگی میں نماز ادا کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے مالوں کی زکاۃ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی ہے کہ یہ مومن نہیں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ (سچے) مومن تو صرف وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ “اور وہ اس کے عائد کردہ فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ ﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾ ” اور جب ان پر اس کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان اور بڑھا دیتی ہیں۔ “ان کی تصدیق میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ ﴿وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ ” اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ “اور اس کے سوا کسی اور سے امید نہیں رکھتے۔ ②

مجاہد فرماتے ہیں: ﴿وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ کے معنی ہیں کہ ان کے دل ڈر جاتے اور خوف محسوس کرتے ہیں، سدی اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر نے بھی یہی بیان فرمایا ہے۔ ③ سچے مومن کی یہی نشانی ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس کا دل ڈر جائے اور اللہ کا خوف محسوس کرتے ہوئے اس کے احکام کو بجالائے اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ان سے رک جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ۖ

① تفسیر الطبری: 236/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1654/5. ② تفسیر الطبری: 238، 237/9 و تفسیر ابن ابی حاتم:

1655/5، 1656. ③ تفسیر الطبری: 238/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1655/5.

وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (آل عمران 3: 135) ”اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے نفسوں پر کوئی اور زیادتی کر بیٹھے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور وہ جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔“ اور فرمایا: ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ﴾ (التغوت 79: 41، 40) ”اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا تو بے شک اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے۔“ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں نے سدی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ سورہ انفال کی اس آیت کے بارے میں فرما رہے تھے کہ مومن وہ شخص ہے کہ جب وہ کوئی ظلم یا معصیت کا ارادہ کرے اور اس سے یہ کہا جائے کہ اللہ سے ڈر جاؤ تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے دہل جائے۔^①

تلاوت قرآن سے ایمان میں اضافہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا ثَلِثْتَ عَلَيْهِمْ آيَتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا ۚ﴾ ”اور جب ان پر اس کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان اور بڑھادیتی ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِذَا مَا أَنْزَلْتُ سُورَةً فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝﴾ (التوبة 124: 9) ”اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے بعض منافق (استہرا کرتے اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ چنانچہ جو لوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کو ایمان میں زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔“ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کئی ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ ایمان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، جمہور امت کا بھی یہی مذہب ہے بلکہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو عبیدہ اور کئی ایک ائمہ نے بیان فرمایا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ایمان میں اضافہ اور کمی ہوتی رہتی ہے۔ اس مسئلے پر ہم نے صحیح بخاری کی شرح کے آغاز میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

توکل کا بیان: ﴿وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝﴾ ”اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔“ یعنی اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتے، کسی کا قصد نہیں کرتے، کسی کی جناب کی پناہ نہیں چاہتے، اسی سے اپنی حاجتوں کو طلب کرتے ہیں، اسی کی طرف رغبت اور شوق رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ جو وہ چاہے گا وہی ہوگا اور جو وہ نہیں چاہے گا نہیں ہوگا کیونکہ اس کائنات میں صرف اور صرف اسی وحدہ لا شریک کا تصرف و اختیار ہے، اس کے فیصلے کو کوئی نہیں ٹال سکتا اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل اور بھروسہ ہی اصل ایمان ہے۔^②

مومنوں کے اعمال کا تذکرہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِينَ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝﴾ ”(اور) جو نماز پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔“ مومنوں کے اعتقاد کو بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا تذکرہ فرما رہا ہے اور یہ اعمال نیکی کی تمام انواع و اقسام پر مشتمل

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1655/5 و تفسیر الطبری: 238/9. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1656/5.

ہیں۔ اقامتِ صلاۃ حقوق اللہ میں سے ہے۔

امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اقامتِ صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ نماز کے اوقات، وضو، رکوع اور سجود کی خوب حفاظت کی جائے۔^(۱) مقاتل بن حیان نے بھی کہا ہے کہ اقامتِ صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ نماز کو اوقات کے مطابق ادا کیا جائے، طہارت کا خوب خوب اہتمام کیا جائے، رکوع و سجود صحیح طریقے سے ادا کیے جائیں، نماز میں قرآن مجید کی اچھی طرح تلاوت کی جائے، پھر شہد اور شہد میں رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر درود و شریف کا خاص اہتمام کیا جائے، یہ ہے اقامتِ صلاۃ کا مفہوم۔^(۲) اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرنا زکاۃ ادا کرنے اور دیگر تمام واجب اور مستحب حقوق العباد کے ادا کرنے پر مشتمل ہے، ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی مخلوق کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔

ایمان کی حقیقت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا﴾ ”یہی لوگ سچے مومن ہیں۔“ یعنی جو لوگ ان مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں وہی سچے مومن ہیں۔

ایمان کامل کا ثمرہ: ارشاد الہی ﴿لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ”ان کے لیے اپنے پروردگار کے ہاں (بڑے بڑے) درجے ہیں۔“ انھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت میں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات اور مقامات حاصل ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ ○ ﴿آل عمران: 163﴾ ”ان لوگوں کے اللہ کے ہاں (مختلف اور متفاوت) درجے ہیں اور اللہ دیکھ رہا ہے جو وہ عمل کر رہے ہیں۔“ ﴿وَمَغْفِرَةٌ﴾ ”اور بخشش (ہے)۔“ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور ان کی نیکیوں کا اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَهْلَ عِلِّيِّينَ لَيَرَاهُمْ مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُمْ]، [كَمَا تَرَوْنَ الْكُوكَبَ الدَّرِّيَّ فِي أَفْقِ السَّمَاءِ]، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَلُغُهَا غَيْرُهُمْ، قَالَ: بَلَى! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! رِجَالٌ آمَنُوا بِاللَّهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ] ”بے شک اعلیٰ درجے والے اپنے سے نچلے درجے والے لوگوں کو دیکھیں گے جس طرح تم روشن ستارے کو آسمان کے کناروں میں دیکھتے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ تو حضرات انبیائے کرام ہوں گے اور دوسرے لوگ ان کے درجات کو نہیں پاسکیں گے؟ فرمایا: کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ تو وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تصدیق کی۔“^(۳)

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1657/5. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1657/5. ③ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة، حديث: 3256 وصحيح مسلم، الجنة ونعيمها، باب ترائي أهل الجنة أهل الغرف.....، حديث: 2831 اس حديث کا ابتدائی حصہ مسند أحمد: 50/3، دوسرا حصہ مسند أحمد: 61/3 اور آخری حصہ صحیحین کے مذکورہ بالا حوالے کے مطابق ہے۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرِهُونَ ⑤

جیسے (بر کے موقع پر) آپ کے رب نے آپ کو آپ کے گھر (مدینہ) سے حق (بہترین تدبیر) کے ساتھ نکالا تھا، اور بے شک (اس وقت) مومنوں کا ایک

یُجَادِلُونَا فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ⑥

گروہ (اس نکتے کو) ناپسند کرتا تھا ⑤ وہ آپ سے حق (کے معاملے) میں اس کے واضح ہو جانے کے بعد جھگڑتے تھے، گویا کہ انھیں موت کی طرف ہانکا

وَإِذْ يَعِدُّكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ

جار ہا تھا، اور وہ (اے) دیکھ رہے تھے ⑥ اور جب اللہ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمہارے لیے ہے، اور تم چاہتے تھے کہ

تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ⑦ لِيُحَقِّ

جو غیر مسلح (تجارتی قافلہ) ہے وہی تمہارے ہاتھ لگے، اور اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اپنے فرامین کے ساتھ حق کو ثابت کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ

الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ⑧

دے ⑦ تاکہ وہ حق کو حق کر دکھائے اور باطل کو باطل کر دکھائے اگرچہ مجرم لوگ (اے) ناپسند ہی کریں ⑧

ایک دوسری حدیث میں ہے جسے امام احمد اور اہل سنن نے بروایت عَطِيَّةُ، ابوسعید خدریؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَرَوْنَ أَهْلَ عِلِّيِّينَ كَمَا تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ الدَّرِّيَّ فِي أَفْقِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ أَبَابُكْرَ وَعُمَرَ لَمِنْهُمْ وَأَنْعَمًا] اہل جنت علیین والے لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کسی کنارے میں روشن تارے کو دیکھتے ہو، بلاشبہ ابوبکر و عمر بھی انہی بلند درجات والے لوگوں میں سے ہوں گے اور ان کے لیے یہ کیا خوب قسمت کی بات ہے! ①

تفسیر آیات 5-8:

اتباع رسول ہی باعث خیر و برکت ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۵ كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ مَ (ان) لوگوں کو اپنے گھروں سے اس طرح نکالنا چاہیے تھا) جس طرح آپ کے پروردگار نے آپ کو حق (تدبیر) کے ساتھ اپنے گھر سے نکالا، بعض ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ مومنوں کی بہتری و بھلائی کو، ان کے اپنے رب سے ڈرنے، آپس کے حالات کی اصلاح کرنے اور ان کے اپنے رب تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح مال غنیمت میں تمہارا لڑائی جھگڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے ہاتھوں سے لے کر اس کی تقسیم کے معاملے کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے سپرد کر دیا اور اس طرح اسے عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کر دیا گیا اور

① مسند أحمد: 61/3 و سنن أبي داود، الحروف والقراءات، باب، حدیث: 3987 و جامع الترمذی، المناقب، باب

مناقب أبي بكر الصديق ﷺ، حدیث: 3658 و سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فی فضائل أصحاب رسول الله ﷺ،

حدیث: 96 تفسیر ابن کثیر میں [أهل عليين] کے بجائے [أهل الدَّرَجَاتِ الْعُلَى] کے الفاظ ہیں جن کا ذکر کتب احادیث میں اسی

حدیث کی ابتدا میں ملتا ہے۔ واللہ اعلم .

اس میں یہی مصلحت کارفرما تھی۔ اسی طرح جب تم نے اس شان و شوکت والی لڑائی کے لیے دشمنوں کے مقابلے میں نکلنے کو ناپسند کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس مقابلے کے لیے نکلنے کو تمہارے مقدر میں کر دیا اور کسی طے شدہ پروگرام کے بغیر دشمن کے مقابلے میں نکلنے کو تمہارے لیے رشد و ہدایت کا سبب بنا دیا، دشمنوں سے مراد وہ کفار قریش ہیں جو اپنے دین کی مدد اور اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے نکلے تھے، یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ** ﴿البقرة: 216﴾ ”(مسلمانو!) تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے، وہ تمہیں ناگوار تو ہوگا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ **وَإِنْ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرَهُونَ** ﴿٥﴾ ”اور بے شک (اس وقت) مومنوں کی ایک جماعت (اس نکلنے میں) ناخوش تھی۔“ سدی کہتے ہیں کہ وہ اس بات سے ناخوش تھی کہ مشرکوں کی تلاش میں نکلا جائے۔ ﴿٥﴾

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ﴿٦﴾ ”وہ لوگ آپ سے حق (کے معاملے) میں اس کے واضح ہو جانے کے بعد جھگڑنے لگے۔“ بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ آپ سے جھگڑا کرتے ہوئے مالِ غنیمت کے بارے میں سوال کرتے ہیں جس طرح انھوں نے بدر کے دن جھگڑا کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ نے ہمیں دشمن کے مقابلے کے لیے گھروں سے باہر تو نکال دیا ہے مگر جنگ کے بارے میں ہمیں کچھ بتایا نہیں تھا کہ ہم اس کی تیاری کر لیتے؟ **وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكُلِّ مِلَّةٍ** ﴿٧﴾ ”اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ تمہاری اور اس جماعت کی مذبھیر ہو جو مسلح بھی تھی اور لڑائی کے لیے تیار بھی، پھر تمہیں اس کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نواز کر اپنے دین کو غلبہ اور اسلام کو سر بلندی عطا فرما دے اور اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، تمام امور و معاملات کے انجام کو وہی خوب جانتا ہے، تمہیں وہ حسن تدبیر سے نوازتا ہے اگرچہ لوگ اس کے خلاف ہی کو پسند کرتے ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ** ﴿٨﴾ (البقرة: 216) ”(مسلمانو!) تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے، وہ تمہیں ناگوار تو ہوگا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو۔“

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ خبر سنی کہ ابوسفیان شام کی طرف سے آرہا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: **[هَٰذِهِ عِيرٌ قُرَيْشٍ فِيهَا أَمْوَالُهُمْ، فَأَخْرُجُوا إِلَيْهَا لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُنْفِلَكُمُوهَا]** ”دیکھو قریش کا یہ قافلہ اموال سے لدا پھندا ہے، چنانچہ اس کی طرف نکلو (نکل

کر اس کا مقابلہ کرو) ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں (وہ بطور) مالی غنیمت عطا فرمادے۔“ آپ کا یہ فرمان سن کر لوگوں نے اس ترغیب کو قبول کیا اور بعض تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور بعض نے قدرے سستی کی اور اس کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے یہ خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جنگ درپیش ہے، ابوسفیان حجاز سے قریب ہوا تو وہ خبریں دریافت کرنے لگا۔ جو سوار ملتے ان سے صورتِ حال معلوم کرتا کیونکہ اس پر خوف طاری تھا۔ بعض سواروں نے اسے بتایا کہ محمد ﷺ نے تیرے اور تیرے قافلے کے لیے اپنے صحابہ کو نکلنے کی دعوت دی ہے۔

یہ سنتے ہی ابوسفیان نے احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنا شروع کر دیا اور ضَمَضَم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر مکہ مکرمہ روانہ کر دیا تاکہ وہ قریش کے پاس جا کر انھیں یہ پیغام دے دے کہ اپنے اموال کی حفاظت کے لیے نکلو کیونکہ محمد ﷺ قافلے کے راستے میں حائل ہیں ضَمَضَم بن عمرو یہ پیغام پہنچانے کے لیے تیز رفتاری کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ منورہ سے نکلے اور ایک وادی میں پہنچ گئے جسے ”ذُفْران“ کہا جاتا تھا، پھر اس وادی سے نکلنے لگے اور ابھی تک یہ وادی ختم نہ ہوئی تھی کہ اس کے ایک حصے میں پڑاؤ ڈال دیا اور اسی اثنا میں آپ کو یہ خبر موصول ہوئی کہ قریش اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے چل پڑے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے قریش کی اس خبر سے صحابہ کرام کو بھی مطلع کیا اور ان سے مشورہ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور انھوں نے تقریر کی اور خوب تقریر کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انھوں نے بھی خوب تقریر کی، پھر مقداد بن عمرو اٹھے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کو جو حکم دے اسے پورا کیجیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپ سے وہ نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ (المائدہ: 24) ”چنانچہ تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو، پس ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔“ بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے کہ آپ اور آپ کا پروردگار دونوں چلیں اور لڑیں، ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر لڑیں گے، قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں بَرکِ النعماد (جسہ کا ایک شہر) تک بھی لے چلیں تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے حتیٰ کہ آپ تشریف لے جائیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف کی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَشِيرُوا عَلَيَّ أَيُّهَا النَّاسُ!] ”لوگو! مجھے مشورہ دو۔“ آپ کا روئے سخن انصار کی طرف تھا کیونکہ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی اور اس لیے بھی کہ انھوں نے بیعت عقبہ کے وقت کہا تھا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی ذمہ داری سے اس وقت تک بری ہیں جب تک آپ ہماری بستی میں تشریف نہیں لے آتے جب آپ تشریف لے آئیں گے تو آپ ہماری ذمہ داری میں ہوں گے، ہم آپ کی حفاظت ہر اس چیز سے کریں گے جس سے ہم اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کو یہ خدشہ تھا کہ کہیں انصار یہ نہ سمجھتے ہوں کہ آپ کی امداد ان پر صرف اسی صورت میں لازم ہے کہ جب کوئی دشمن مدینہ میں آپ پر اچانک حملہ کر دے۔ اور اس صورت میں ان پر آپ کی امداد لازم

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلِكَةِ

(یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، تو اس نے تمہاری فریاد قبول کر لی (اور کہا) کہ بے شک میں ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ایک

مُرْدِفِينَ ⑨ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ

ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا ⑩ اور اس (مدد) کو اللہ نے خوشخبری بنا دیا تاکہ اس سے تمہارے دلوں کو تسلی ہو جائے اور مدد تو اللہ ہی کے پاس

إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ⑩

10
15

ہے۔ بے شک اللہ غالب ہے، خوب حکمت والا ⑩

نہیں ہے جب آپ انہیں ان کی ہستی سے نکال کر کسی دشمن کے مقابلے میں لے جائیں۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے جب یہ فرمایا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ فرمایا: ”ہاں“ تو انھوں نے عرض کی: ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپ جس چیز کے ساتھ تشریف لائے ہیں وہ بلاشبہ حق ہے، ہم سمع و طاعت بجالانے پر آپ سے پختہ عہد و پیمان کر چکے ہیں، اس لیے اے اللہ کے رسول! آپ جہاں چاہیں تشریف لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمارے سامنے اس سمندر کو پیش کر دیں اور اس میں داخل ہوں تو ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں داخل ہو جائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہ ہٹے گا، ہم اس بات کو قطعاً ناپسند نہیں کرتے کہ آپ ہمیں ساتھ لے کر کل ہی دشمن سے مقابلہ کریں۔ ہم جنگ میں بڑے بہادر اور دشمن کے مقابلے کے لیے بڑے جری لوگ ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ منظر دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، لہذا آپ ہمیں اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوں۔

سعد کی یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: سِيرُوا عَلَى بَرَكَةِ اللَّهِ وَابْشَرُوا فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ وَعَدَنِي إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ ، وَاللَّهِ! لَكُنَّي الْآنَ أَنْظُرُ إِلَى مَصَارِعِ الْقَوْمِ [اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو اور خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ کی قسم! اس وقت میں دیکھ رہا ہوں کہ کفار قریش کس کس جگہ ڈھیر ہوں گے۔“ ① عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ② سدی، قتادہ، عبد الرحمن بن زید بن اسلم اور کئی ایک علمائے سلف و خلف نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ③ ہم نے محمد بن اسحاق کے بیان پر اکتفا کرتے ہوئے ان کے اقوال کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تفسیر آیات: 10، 9

مسلمانوں کی فریاد اور فرشتوں کا نزول: امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی میں ایک باب کا عنوان اس طرح قائم فرمایا

① تفسیر الطبری: 246، 245/9 والسيرۃ النبویۃ لابن ہشام: 615/2 و تاریخ الطبری: 22/3. ② تفسیر الطبری: 248/9.

③ تفسیر الطبری: 246-248/9.

ہے: باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ ۱۰ ﴿تَا ۖ قَا ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الأنفال: 8-9-13) اور اس باب میں انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیش کی ہے کہ میں مقداد بن اسود کی ایک ایسی بات کے موقع پر حاضر تھا کہ ساری دنیا مل جانے سے بھی مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ وہ بات کہنے کی مجھے سعادت میسر آتی اور وہ یہ کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ مشرکین کے لیے بددعا فرما رہے تھے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا﴾ (المائدة: 24-5) ”چنانچہ تم اور تمہارا رب جاؤ، پھر دونوں لڑو۔“ بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہو کر لڑیں گے میں نے دیکھا کہ مقداد کی اس بات سے نبی اکرم ﷺ اس قدر مسرور ہوئے کہ چہرہ اقدس گلزار ہو گیا۔ ①

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بدر کے دن یہ دعا کی تھی: [اللَّهُمَّ! (إِنِّي) أُنْشِدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللَّهُمَّ! إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعَبِّدْ] ”اے اللہ! بے شک میں تجھے تیری ذات کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو اپنے عہد و پیمان کو پورا فرما دے، اے اللہ! اگر تو چاہے کہ تیری پوجا نہ ہو۔“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے تھام لیا اور عرض کی: بس اب کافی ہے، آپ وہاں سے نکلے تو اس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے: ﴿سَيَهْزِمُ الْجَنْجُ وَيُؤَلِّوْنَ الدُّبُرَ ۝﴾ (القمر: 54-45) ”عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔“ ② اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

ارشاد الہی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَؤُلَاءِ فَسَيَمُنُوا بِكُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ۱۱ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَؤُلَاءِ فَسَيَمُنُوا بِكُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ۱۲ ”ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے۔“ یعنی وہ ایک دوسرے کے پیچھے آئیں گے جیسا کہ ہارون بن عترہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿مُرْدِفَيْنِ﴾ ۱۳ کے معنی مسلسل ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔ ④ علی بن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور مومنوں کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائی جن میں سے پانچ سو فرشتوں کی قیادت حضرت جبریل کر رہے تھے اور پانچ سو کی قیادت حضرت میکائیل کے پاس تھی۔ ⑤

امام ابو جعفر بن جریر اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث روایت کی ہے جس میں یہ ذکر بھی ہے کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے بھاگ رہا تھا کہ اس نے اپنے اوپر سے کوڑے اور ایک شہسواری آواز سنی جو اپنے گھوڑے سے کہہ رہا تھا خیرؤم آگے بڑھو، پھر اس نے دیکھا کہ وہ مشرک چاروں شانے چت گر گیا ہے، اس کی

① صحیح البخاری، المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ﴾، حدیث: 3952. ② صحیح

البخاری، المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ﴾، حدیث: 3953. ③ السنن الکبریٰ للنسائی،

التفسیر، سورة القمر، قوله تعالیٰ: ﴿سَيَهْزِمُ الْجَنْجُ وَيُؤَلِّوْنَ الدُّبُرَ ۝﴾ (القمر: 54-45)، حدیث: 11557. ④

تفسیر الطبری: 253/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1663/5. ⑤ تفسیر ابن عباس: 247/1، رقم: 525 و تفسیر الطبری:

ناک اور اس کا چہرہ زخموں سے اس طرح چور تھا، جیسے اس پر کوڑے برسائے گئے ہوں حتیٰ کہ اس کے سارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، انصاری نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: [صَدَقْتُ، ذَلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ] ”تم سچ کہتے ہو، یہ تیسرے آسمان سے مدد تھی۔“ غزوہ بدر کے دن ستر مشرک قتل ہوئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے تھے۔^①

امام بخاری رحمہ اللہ نے بَابُ شُهُودِ الْمَلَائِكَةِ بِدْرًا ”بدر میں فرشتوں کے حاضر ہونے کا بیان“ میں رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ کی روایت سے روایت بیان کی ہے جو کہ اصحاب بدر میں سے تھے، جبریل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اہل بدر کو آپ اپنے ہاں کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ] ”وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں۔“ یا آپ نے اس طرح کے کوئی اور الفاظ فرمائے، جبریل نے عرض کی: اسی طرح ہم ان فرشتوں کو بھی سب سے افضل سمجھتے ہیں جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی۔^② اس روایت کو امام بخاری بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ امام طبرانی نے اسے ”المعجم الکبیر“ میں رافع بن خدیج سے روایت کیا ہے جو کہ غلط ہے، صحیح بات یہی ہے کہ یہ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ سے مروی ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔^③ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جب انھوں نے حاطب بن ابی بلتعہ کے قتل کا مشورہ دیا تھا: [إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بِدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ قَدْ أَطْلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ عَفَرْتُ لَكُمْ] ”انھوں نے تو بدر میں شرکت کی تھی اور تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ اب تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔“^④

ارشاد الہی: وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ ﴿۱﴾ ”اور اس مدد کو اللہ نے محض بشارت بنایا تھا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بھیجے اور تمہیں ان کے بارے میں اطلاع دے دیئے تو تمہارے لیے بشارت بنا دیا تھا۔ ﴿۲﴾ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ؕ ”تا کہ تمہارے دل اس سے اطمینان حاصل کریں۔“ ورنہ وہ ذات اقدس تو اس بات پر بھی قادر ہے کہ اس کے بغیر بھی دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد فرمادیتی، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿۳﴾ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ط ”اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿۴﴾ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ط حَتَّىٰ إِذَا أَتَخْتَنَتُهُمْ فَشُدُّوا الْوُثَاقَ لَا فَاَئِمًّا مِّنَّا بَعْدُ وَإِنَّمَا فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ؕ ذَٰلِكَ ط وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرْنَا مِنْهُمْ ؕ وَلَكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ ط وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ سِيَّهْدِيهِمْ وَيُصْلِحْ بِأَلْهِمْ ۝

① صحیح مسلم، الجہاد.....، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر.....، حدیث: 1763. ② صحیح البخاری،

المغازی، باب شهود الملائكة بدراً، حدیث: 3992. ③ المعجم الكبير للطبرانی: 277/4، حدیث: 4412. ④

صحیح البخاری، المغازی، باب فضل من شهد بدراً، حدیث: 3983 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من

فضائل حاطب بن أبی بلتعہ وأهل بدرؓ، حدیث: 2494. -

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ ۝ (محمد 47: 6-4) ”جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو جو زندہ پکڑے جائیں ان کو مضبوطی سے قید کر لو، پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے چھوڑ دینا ہے یا کچھ مال لے کر یہاں تک کہ (فریق مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے یہ (حکم یاد رکھو!) اور اگر اللہ چاہتا تو (اور طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑو اور) کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا (بلکہ) ان کو (سیدھے) رستے پر چلائے گا اور ان کی حالت درست کر دے گا اور ان کو بہشت میں جس سے ان کو شناسا کر رکھا ہے، داخل کرے گا۔“ اور فرمایا: ۞ وَتِلْكَ الْآيَاتُ نَذِيرٌ لِّلَّذِينَ النَّاسِ ۝ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۖ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ۝ (آل عمران 3: 140, 141) ”اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلے رہتے ہیں اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو متمیز کر دے اور تم میں سے گواہ بنائے اور اللہ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو خالص (مومن) بنادے اور کافروں کو نیست و نابود کر دے۔“

یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا حکم ہے کہ مومنوں کے ہاتھوں کفار کے خلاف جہاد ہو۔ انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں کو تو اللہ تعالیٰ مختلف عذابوں کی صورت میں سزا دیا کرتا تھا اور تکذیب کرنے والی ساری قوم عذاب کی لپیٹ میں آ جایا کرتی تھی جیسا کہ قوم نوح کو طوفان کے ساتھ، قوم عاد کو سخت آندھی کے ساتھ، قوم ثمود کو چنگھاڑ کے ساتھ، قوم لوط کو پتھروں کی بارش کے ساتھ اور قوم شعیب کو سائبان کے دن کے عذاب کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور ان کے دشمن فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں غرق کر دیا تو پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا اور اس میں کفار سے لڑنے کا حکم دیا، کفار کے خلاف جہاد کا یہ حکم ان کے بعد کی تمام شریعتوں میں بھی باقی رہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۞ وَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ ۖ (القصص 28: 43) ”اور البتہ تحقیق ہم نے پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی (جس میں) بصیرت افروز دلائل ہیں۔“ مومنوں کے کافروں کو قتل کرنے میں کافروں کی بے حد توہین بھی ہے اور اس سے مومنوں کے سینے ٹھنڈے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے مومنوں سے فرمایا ہے: ۞ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيِّدِيكُمْ وَيُخْرِجُهُمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُودَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۝ (التوبة 9: 14) ”ان سے (خوب) لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور رسوا کرے گا اور وہ تمہاری ان کے خلاف مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشنے گا۔“ سردارانِ قریش کا قتل، ان کے ان دشمنوں کے ہاتھوں جنہیں وہ نہایت حقارت سے دیکھتے تھے جہاں ان کے لیے بے حد ذلت و رسوائی کا سبب تھا، وہاں گروہ ایمان کے سینوں کے لیے بے پناہ ٹھنڈک کا ذریعہ بھی تھا۔

معمر کہ کارزار میں ابو جہل کا قتل، بستر پر کسی عذاب یا سزا سے دوچار ہو کر مرنے کی نسبت کہیں زیادہ توہین آمیز تھا، اسی

اِذْ يُغَشِّيكُمُ الْتُّعَاسُ اٰمَنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ

(یاد کرد) جب وہ (اللہ) اپنی طرف سے تمہیں امن و سکون دینے کے لیے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اور آسمان سے تم پر بارش برسا رہا تھا تاکہ تمہیں اس

وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝۱۱

کے ذریعے سے پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسوں کو لے جائے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے، اور تاکہ اس کی وجہ سے (تمہیں) ثابت

اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِيْ مَعَكُمْ فَتَثْبُتُوْا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَالِقِيْ فِيْ

قدم رکھے ۝۱۱ (اے نبی!) جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، چنانچہ تم ان کو ثابت (قدم) رکھو جو ایمان

قُلُوبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ

لائے ہیں، میں جلد ہی ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنہوں نے کفر کیا، چنانچہ تم (ان کی) گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر (ہر) پور پر ضرب

بَنَانٍ ۝۱۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَانَّ

لگاؤ ۝۱۲ یہ اس لیے کہ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو یقیناً اللہ سخت سزا

اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۱۳ ذٰلِكُمْ فَذَوْقُوْهُ وَاَنْ لِّلْكَافِرِيْنَ عَذَابُ النَّارِ ۝۱۴

دینے والا ہے ۝۱۳ پس تم یہ (سزا) چکھو اور بے شک کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب (تیار) ہے ۝۱۴

طرح ابولہب ملعون طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر اس قدر زلت کی موت مرا کہ اس کے قریبی رشتے داروں میں سے بھی کوئی

اس کے قریب نہ گیا بلکہ دور ہی سے اس پر پانی گرا دیا گیا، پھر اس پر دور ہی سے پتھر پھینک پھینک کر اسے دفن کر دیا گیا، اسی لیے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ۭ ۙ بے شک اللہ غالب ہے۔ ” یعنی دنیا و آخرت میں عزت اللہ کے لیے، اس

کے رسول کے لیے اور مومنوں ہی کے لیے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ

يَقُوْمُ الشَّهَادٰتِ ۝۱ (المومن 51:41) ” بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں

بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی۔) ” ﴿ حَكِيْمٌ ۝۱۰ ” حکمت والا ہے۔ ” کہ اس نے

حکمت ہی کی وجہ سے کفار سے لڑنے کا حکم دیا، حالانکہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنی قدرت اور قوت کے ساتھ خود ہی

کافروں کو تباہ و برباد اور ہلاک کر دے۔

تفسیر آیات: 14-11

مسلمانوں پر اونگھ کا غلبہ: اللہ تعالیٰ اپنے اس انعام کا ذکر فرما رہا ہے جو اس نے اپنے ان بندوں پر اونگھ طاری کر کے فرمایا تھا

تاکہ ان کا وہ خوف دور ہو جائے جو دشمن کی کثرت اور ان کی تعداد کی قلت کی وجہ سے تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے احد کے دن

بھی ان پر اونگھ طاری فرمادی تھی جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلٰیكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اٰمَنَةً تُّعَاسًا يُغَشِّی

طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۚ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اٰهَتَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ۚ (آل عمران 3:154) ” پھر اللہ نے غم و رنج کے بعد امن و سکون کے

لیے تم پر اونگھ اتاری، اس (اونگھ) نے تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ لیا اور (دوسرا) گروہ جنہیں ان کے نفس غمناک کر رہے

تھے۔“ ابوظلمہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جن پر احد کے دن اونگھ طاری ہوگئی تھی، اس اونگھ کی وجہ سے میرے ہاتھ سے تلوار بار بار گر جاتی، میں اسے پکڑتا اور وہ گر جاتی تھی، پھر اسے پکڑتا اور وہ پھر گر جاتی تھی میں نے جب نظر ڈالی تو دیکھا کہ لوگ ڈھالیں سروں پر رکھے ہوئے نیند کے جھولے لے رہے ہیں۔^①

حافظ ابویعلیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ بدر کے دن مقداد کے سوا اور کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا، میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ہر شخص سو رہا تھا مگر رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے نماز پڑھتے اور رو کر دعائیں کرتے رہے حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔^② حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میدان جنگ میں اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی ہوتی ہے مگر نماز میں اونگھ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اونگھ کا تعلق سر سے اور نیند کا دل سے ہوتا ہے^③ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اونگھ احد کے دن طاری ہوئی تھی جیسا کہ یہ بہت ہی مشہور بات ہے مگر یہ آیت شریفہ قصہ بدر کے سیاق میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے دن بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اونگھ طاری ہوئی تھی۔ گویا جب بھی شدید جنگ ہوتی تو اللہ تعالیٰ مومنوں پر اونگھ طاری فرمادیتا تھا تا کہ نصرت الہی کے ساتھ انھیں اطمینان و سکون قلب نصیب ہو اور بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و رحمت اور اس کی نعمت تھی جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۖ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۖ﴾ (الانشراح 6,5:94) ”کیونکہ بلاشبہ ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے (اور) بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔“

اسی لیے صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بدر کے دن سائبان کے نیچے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور دونوں دعائیں کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ پر بھی اونگھ طاری ہوگئی تھی، پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا: [أَبَشِّرْ يَا أَبَا بَكْرٍ! هَذَا جَبْرِيلُ..... عَلَى نَنَائَاهُ النَّفْعُ] ”ابوبکر! خوش ہو جاؤ، یہ جبریل ہیں..... اس کے سامنے کے دانتوں پر غبار ہے۔“ پھر آپ باہر تشریف لے آئے اور آپ اس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَنْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۚ﴾ (القمر 45:54) ”عنقریب یہ جمعیت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔“^④

بدر کی رات بارش کا نزول: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ﴾ ”اور تم پر آسمان سے پانی برساتا ہے۔“ علی بن ابوظلمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بدر کی طرف چلے تو آپ نے اور مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تو ان کے اور پانی کے درمیان ایک ٹیلہ تھا، مسلمانوں کو شدید کمزوری لاحق تھی، شیطان نے ان کے دلوں میں غصہ اور یہ وسوسہ پیدا کر دیا کہ تم تو اپنے آپ کو اللہ کے دوست سمجھتے ہو اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں مگر پانی

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1664/5. ② مسند أحمد: 125/1 و مسند أبی یعلیٰ الموصلی: 242/1، حدیث: 280 والسنن

الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿إِذْ يُفْثِنُكُمُ الْعُنَاسُ أَمْنَةً﴾ 316/6، حدیث: 11080. ③ تفسیر ابن

ابی حاتم: 21664/5 و تفسیر الطبری: 256/9. ④ دلائل النبوة للبيهقي، باب التقاء الجمعین و نزول الملائكة.....:

81,80/3 مفصلاً عن عبد الله بن أبي بكر. آیات کی تلاوت کا ذکر دیکھیے صحیح البخاری، المغازی، باب قول الله

تعالى: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ.....﴾ (الأنفال: 8)، حدیث: 3953 عن ابن عباس.

پر تو دشمنوں کا غلبہ ہے تو تم حالتِ جنابت میں نمازیں پڑھو گے! اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے شدید بارش نازل فرمادی، مسلمانوں نے پانی پیا، غسل بھی کیا اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسوں کو ان سے دور کر دیا، بارش کی وجہ سے یہ ریت والی زمین بھی مضبوط ہو گئی اور لوگوں اور جانوروں کو چلنے میں کوئی دشواری محسوس نہ ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مومنوں کی مدد کے لیے ایک ہزار فرشتوں کو بھی نازل فرما دیا جن میں سے پانچ سو کے قائد جبریل اور پانچ سو کے قائد میکائیل تھے۔^①

اس سلسلے میں سب سے بہتر روایت وہ ہے جسے صاحب ”المغازی“ امام محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مجھے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمادی اور یہ وادی نرم زمین تھی، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو بارش کی وجہ سے یہ فائدہ ہوا کہ زمین مضبوط ہو گئی اور چلنے پھرنے میں کوئی دشواری نہ رہی اور اس سے قریش کے لیے یہ مصیبت پیدا ہو گئی کہ آپ کے مقابلے میں ان کے لیے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔^② مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کو اونگھ سے پہلے نازل فرمایا تھا، اس سے غبار بیٹھ گیا، زمین سخت ہو گئی، مسلمانوں کے دل خوش ہو گئے اور انھیں ثابت قدمی نصیب ہوئی۔^③

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لِيُظْهِرَهُمُ اللَّهُ﴾ ”تا کہ وہ تم کو اس کے ذریعے سے پاک کر دے۔“ یعنی چھوٹی اور بڑی ہر قسم کی ناپاکی سے اور یہ ظاہری طہارت ہے۔ ﴿وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْسَ الشَّيْطَانِ﴾ ”اور شیطانی وسوسے تم سے دور کر دے۔“ یعنی وسوسے اور برے خیال کو اور یہ باطنی طہارت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ وَاسْتَبْرَقٌ زَوْحَلُوهٗ مِنْ فَضَّةٍ﴾ (الدھر 21:76) ”ان (کے بدنوں) پر سبز اور باریک ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔“ یہ ظاہری زینت ہے اور ﴿وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا﴾ (الدھر 21:76) ”اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔“ جو ان کو کینے، حسد اور بغض سے پاک کر دے گا اور یہ باطنی زینت اور طہارت ہے۔ ﴿وَلِيُزَيِّنَ عَلَى قُلُوبِكُمْ﴾ ”اور اس لیے بھی کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے۔“ صبر اور دشمنوں کے مقابلے پر اقدام کے ساتھ۔ اور یہ باطنی شجاعت ہے۔ ﴿وَيُنِصِتُ إِلَيْهِ الْأَقْدَامُ﴾ ”اور اس سے (تمہارے) پاؤں جمائے رکھے۔“ اور یہ ظاہری شجاعت ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَتَىٰ مَعَكُمْ فَتَبَتُوا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اے نبی! جب آپ کا پروردگار فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، چنانچہ تم ان کو ثابت (قدم) رکھو جو ایمان لائے ہیں۔“ یہ ایک خفیہ نصیحت تھی جس کا اللہ تعالیٰ نے اظہار فرمادیا تاکہ اس کے بندے اس کی اس نعمت پر اس کا شکر ادا کریں اور وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان فرشتوں کی طرف یہ وحی فرمائی جنھیں اس نے اپنے نبی،

① تفسیر الطبری: 259، 258/9. ② السيرة النبوية لابن هشام، نزول قریش بالعدوة والمسلمين بيدر: 620/2. ③

تفسير الطبري: 260/9.

اپنے دین اور اپنے مومن بندوں کی نصرت کے لیے نازل فرمایا تھا کہ اہل ایمان کو تسلی دے کر ثابت قدم رکھو۔ ارشاد الہی: ﴿سَالِقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ﴾ ”میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈال دوں گا۔“ تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو اور انہیں ان کے دشمنوں کے مقابلے میں طاقت ور بناؤ اور میں رعب، ذلت اور رسوائی ان لوگوں کے دلوں میں ڈال دوں گا جو میرے حکم کی مخالفت کریں گے اور میرے رسول کی تکذیب کریں گے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ ”چنانچہ تم ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے ہر پور پر ضرب لگاؤ۔“ یعنی ان کی کھوپڑیوں پر مارو اور انہیں توڑ دو، گردنوں کو مروڑ دو اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ اور ارشاد الہی: ﴿فَوْقَ الْأَعْنَاقِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے سروں کو مارو۔ اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ گردنوں کے اوپر مارو۔ ضحاک اور عطیہ عوفی نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔^① اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی اس طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ط حَتَّىٰ إِذَا أَتَخْتَنَتُوهُمْ فَشُدُّوا الْوُثَاقَ﴾ (محمد 4:47) ”پھر جب تم کافروں سے ملو تو (ان کی) گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو۔“ ربیع بن انس نے کہا ہے کہ لوگ ان کافر مقتولوں کو پہچانتے تھے جنہیں جنگ بدر کے دن فرشتوں نے قتل کیا تھا اور وہ اس طرح کہ ان کی گردنوں اور پوروں پر اس طرح کالے نشان تھے جس طرح آگ سے جلنے کے نشان ہوتے ہیں۔^②

ارشاد الہی: ﴿وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ ”اور ان کے ہر (پور) پر ضرب لگاؤ۔“ ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مومن! تم اپنے دشمنوں کے ہاتھ اور پاؤں کے ایک ایک جوڑ کو مار کر توڑ دو۔ بَنَانٌ، بَنَانَةٌ کی جمع ہے۔^③ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے واقعہ بدر کے سلسلے میں بیان کیا ہے کہ ابو جہل نے کہا تھا کہ انہیں یک دم قتل نہ کرنا بلکہ پڑ لینا اور ان سے اعتراف کروالینا کہ انھوں نے تمھارے دین میں طعنہ زنی کی اور لات وعزی سے بے رغبتی اختیار کی تھی تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: ﴿أَرَأَيْتُمْ مَعَكُمْ فَشَبَّتُوا الَّذِينَ اٰمَنُوا ط سَالِقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ ”بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، چنانچہ تم ان کو ثابت قدم (رکھو جو ایمان لائے ہیں، میں جلد ہی ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنھوں نے کفر کیا، چنانچہ تم ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے ہر (پور) پر ضرب لگاؤ۔“^④

جنگ بدر میں انھتر (69) آدمیوں میں ابو جہل ملعون بھی تھا جو مارا گیا، عقبہ بن ابی معیط گرفتار ہو کر حالت گرفتاری میں مارا گیا تھا اور اس طرح بدر میں قتل ہونے والوں کی تعداد پوری ستر ہو گئی تھی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

① تفسیر الطبری: 262/9. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1668/5. ③ تفسیر الطبری: 263/9. ④ المعجم الكبير

للطبرانی: 48/5، حدیث: 4550 لیکن یہاں آیت کے نزول کا ذکر نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْأَدْبَارَ ⑮

اے ایمان والو! جب تمہارا ان لوگوں کے لشکر سے مقابلہ ہو جنہوں نے کفر کیا تو تم ان سے پٹھیں نہ پھیرو ⑮ اور جو شخص اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا،

وَمَنْ يُولِهِمْ يُوزِجْهُمْ دُبْرَةً إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ

سوائے اس شخص کے جو لڑائی کے لیے پیٹھ تبرا نہ لے والا ہو یا (اپنے) کسی گروہ کی پناہ لینے والا ہو، تو یقیناً وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا، اور اس کا ٹھکانا جہنم

بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑯

ہے، اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے ⑯

شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ ”یہ (سزا) اس لیے (دی گئی) کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔“ یعنی انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور اس طرح یہ ایک طرف ہو گئے اور شریعت، ایمان اور اس کی اتباع کو ایک طرف رکھ دیا۔ ”شَاقُّوا“ شَقَّ الْعَصَا کے محاورے سے مشتق ہے جس کے معنی لاشی کے دو ٹکڑے کر دینے کے ہیں۔ ”وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ“ ⑮ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو یقیناً اللہ بھی سخت عذاب والا ہے۔“ جو اس کی مخالفت کرے وہ اسے گرفت میں لے لیتا اور اس پر غالب آ جاتا ہے، کوئی چیز اس سے اوجھل نہیں اور نہ کوئی چیز اس کے غضب کا مقابلہ کر سکتی ہے، اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار۔ ”ذَلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ“ ⑯ ”پس یہ (مرہ تو یہاں) چکھو اور بے شک کافروں کے لیے آگ کا عذاب (بھی تیار) ہے۔“ یہ کافروں سے خطاب ہے کہ دنیا میں اس عذاب اور سزا کو چکھو اور یاد رکھو! آخرت میں بھی کافروں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

تفسیر آیات: 15، 16

میدانِ جنگ سے فرار کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ سے فرار کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا“ ”اے اہل ایمان! جب تم کفار کے لشکر سے ملو“ اور مقابلہ کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں تم ایک دوسرے کے قریب آ جاؤ ”فَلَا تُولُوهُمْ الْأَدْبَارَ“ ⑮ ”تو ان سے پٹھیں نہ پھیرنا۔“ یعنی راہ فرار اختیار کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ نہ جانا۔ ”وَمَنْ يُولِهِمْ يُوزِجْهُمْ دُبْرَةً إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ“ ”اور جو شخص اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا، سوائے اس شخص کے جو لڑائی (کی صلیحت) کے لیے ہٹے۔“ یعنی جنگی تدبیر کے طور پر اپنے مد مقابل کے آگے سے بھاگ کر اسے تاثر یہ دے کہ یہ اس سے ڈر کر بھاگ رہا ہے اور جب وہ اس کا پیچھا کرے تو یہ پلٹ کر اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دے تو اس طرح کی تدبیر اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ سعید بن جبیر اور سدی نے اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ ① ضحاک بیان کرتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے ساتھیوں سے آگے نکل جائے تاکہ دشمن کو دھوکا دے کر اس پر حملہ آور ہو۔ ② اَوْ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1670/5 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1670/5 و تفسیر الطبری: 265/9 .

”یا کسی جماعت کی پناہ لینے والا ہو۔“ یعنی ادھر سے فرار اختیار کر کے مسلمانوں کی دوسری جماعت کی پناہ تاکہ یہ ان کی اور وہ اس کی مدد کر سکیں تو یہ جائز ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی سریے میں ہو اور وہ بھاگ کر امیر لشکر^(۱) یا امام اعظم کے پاس چلا جائے تو اسے بھی یہ رخصت حاصل ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ کے بارے میں فرمایا تھا جب وہ ارض فارس میں مجوسیوں کے لشکر کی کثرت کی وجہ سے پل پر قتل ہو گئے تھے کہ اگر وہ میرے پاس آ جاتے تو وہ ﴿مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ﴾ کی صورت اختیار کر لیتے۔ محمد بن سیرین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^(۲) اور ابو عثمان نہدی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے کہ جب ابو عبیدہ شہید ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! میں تمہاری جماعت ہوں۔^(۳) اور مجاہد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہر مسلمان کی جماعت ہوں۔^(۴) عبد المالك بن عمیر کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگو! اس آیت کی وجہ سے تم دھوکے میں مبتلا نہ ہونا، اس کا تعلق بدر کے دن سے تھا اور میں ہر مسلمان کے لیے جماعت ہوں۔^(۵)

امام ابن ابی حاتم نے اپنے والد گرامی سے، حسان بن عبد اللہ مصری، خَلَا د بن سلیمان خُضْرَمی کی سند کے ساتھ نافع سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم لوگ جنگ میں اپنے دشمن کو ثابت قدم نہیں رہنے دیتے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ فِئۃ سے مراد ہمارا امام ہے یا لشکر؟ تو انھوں نے فرمایا: فِئۃ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے، میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے تو ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا.....﴾ الآية ”جب تم ان لوگوں کے لشکر سے ملو جنھوں نے کفر کیا.....“ تو انھوں نے فرمایا: یہ آیت نہ پہلے اور نہ بعد بلکہ عین جنگ بدر کے دن نازل ہوئی تھی۔^(۶) ضحاک نے بیان کیا ہے کہ: ﴿أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ﴾ میں متحیز سے مراد وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی طرف بھاگ کر آ جائے، اسی طرح آج کل جو بھاگ کر اپنے امیر یا اپنے ساتھیوں کی طرف آ جائے تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔^(۷)

ان مذکورہ بالا اسباب میں سے کسی سبب کے بغیر میدان جنگ سے فرار اختیار کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسَّحَرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ] ”سات کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو۔ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کون کون سے ہیں؟ فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) جادو کرنا (۳) اس جان کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔ (۴) سود کھانا (۵) یتیم کے مال

① تفسیر الطبری: 266/9. ② تفسیر الطبری: 268/9. ③ تفسیر الطبری: 268/9. ④ تفسیر الطبری: 268/9.

⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 1671/5. ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم: 1671/5. ⑦ تفسیر ابن ابی حاتم: 1671/5.

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ

چنانچہ تم نے انھیں قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ ہی نے انھیں قتل کیا، اور (اے نبی!) جب آپ نے (مٹی بھر خاک ان کی طرف) پھینکی تو وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ

اللَّهُ رَمَاهُ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾

نے پھینکی اور تاکہ وہ مومنوں کو اپنی طرف سے اچھے انعام سے نوازے، بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿١٧﴾ یہ سچی بات (ہماری حکمت)

ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنٌ كَيْدُ الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾

اور بے شک اللہ کافروں کی چال کمزور کرنے والا ہے ﴿١٨﴾

کو کھانا (6) جنگ کے دن میدان سے پیٹھ پھیرنا اور (7) پاک دامن، غافل اور مومن عورتوں پر بہتان لگانا۔ ﴿١٧﴾ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ وِبَئَسَ الْمَصِيرُ﴾ ﴿١٨﴾ ”چنانچہ وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔“

تفسیر آیات: 17، 18

اللہ تعالیٰ کا کافروں کو قتل کرنا اور ان پر مٹی پھینکنا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے افعال کا خالق ہے اور بندوں سے صادر ہونے والے تمام اچھے کاموں کی وجہ سے وہی قابل ستائش ہے کیونکہ اسی نے اپنے بندوں کو ان کاموں کی توفیق دی اور ان کی اعانت فرمائی، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ﴾ ”تم (لوگوں) نے انھیں قتل نہیں کیا اور بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا۔“ یعنی تم نے اپنے دشمنوں کو اپنی طاقت و قوت سے قتل نہیں کیا کیونکہ ان کی تعداد زیادہ اور تمہاری تعداد کم تھی بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں ان پر کامیابی عطا فرمائی جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ﴾ ﴿آل عمران: 123﴾ ”اور اللہ نے جنگ بدر میں عین اس وقت تمہاری مدد کی تھی جب تم بے سروسامان تھے۔“ اور فرمایا: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ﴾ ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ﴾ ﴿إِذْ أَعْجَبَتْكُمُ كَثْرَتُكُمْ﴾ ﴿فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَصَافَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ مُدْبِرِينَ﴾ ﴿التوبة: 25﴾ ”یقیناً اللہ نے بہت سے مواقع پر تم کو مدد دی ہے اور (جنگ) حنین کے دن بھی جبکہ تم تو تمہاری کثرت نے تمہیں حیرت و تعجب میں ڈال دیا تو اس (کثرت) نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر پلٹے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ بات معلوم کروائی ہے کہ فتح و نصرت تعداد کی کثرت، ہتھیاروں سے مسلح ہونے اور ساز و سامان کی فراوانی پر موقوف نہیں ہے بلکہ فتح و نصرت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ ﴿البقرة: 249﴾ ”کئی بار تھوڑی سی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

صحیح البخاری، الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا.....﴾ الآية (النساء)

(10:4)، حدیث: 2766 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الكبائر و اکبرها، حدیث: 89.

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ ۚ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

(کافروں سے کہہ دیجیے): اگر تم فیصلہ مانگتے تھے تو فیصلہ تمہارے سامنے آ گیا۔ اور اگر تم باز آ جاؤ تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اور اگر تم دوبارہ (پہلے کی)

وَإِنْ تَعُودُوا نَعْدًا ۚ وَلَنْ نُّغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتَكُمْ شَيْئًا ۚ وَلَوْ كَثُرَتْ ۚ

طرح) کرو گے تو ہم بھی پھر اسی طرح کریں گے (حمس سزا دیں گے) اور تمہاری جماعت اگرچہ زیادہ بنی ہو وہ تمہیں ہرگز کچھ فائدہ نہ دے گی، اور بے

اللَّهُ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

شک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے ۝

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مٹی کی اس مٹھی کے بارے میں بھی فرمایا ہے جو آپ نے بدر کے دن اس وقت کافروں کے چہروں پر پھینک دی تھی جب آپ دعا اور الحاح وزاری کے بعد سائبان سے باہر تشریف لائے تھے اور کافروں پر مٹی کی مٹھی پھینکتے ہوئے فرمایا تھا: [شَاهَتِ الْوُجُوهُ] ”چہرے بگڑ جائیں۔“ ادھر اللہ تعالیٰ نے ان کنکریوں کو مشرکوں کی آنکھوں تک پہنچا دیا اور ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں کنکری نہ پڑی ہو۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا مَعَيْتُ إِذْ دَمِيتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمٰی ۚ﴾ ”اور (اے نبی!) جس وقت آپ نے (کنکریوں کی مٹھی) پھینکی تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔“^① یعنی ان کنکریوں کو ان تک آپ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پہنچایا اور ان کے ساتھ انھیں ذلیل و خوار کیا تھا۔

محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے عروہ بن زبیر کے حوالے سے ﴿وَلِيُنَبِّئَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلََاءٌ حَسَنًا﴾ ”تاکہ وہ مومنوں کو اپنی طرف سے اچھے انعام سے نوازے۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنی یہ نعمت معلوم کروالے جو اس نے انھیں اپنے دشمنوں پر غلبے کی صورت میں عطا فرمائی، حالانکہ دشمنوں کی تعداد زیادہ اور مومنوں کی تعداد کم تھی تاکہ مومن اللہ تعالیٰ کے حق کو پہچان کر اس کی نعمت کا شکر بجالائیں۔^② امام ابن جریر نے بھی اس آیت کریمہ کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔^③ اور حدیث میں ہے: [وَكُلُّ بَلَاءٍ حَسَنٍ أَبْلَانًا] اور ہر اچھی نعمت پر (اس کا شکر) جو اس نے ہمیں دی۔“^④

اور فرمان الہی: ﴿إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾^⑤ ”بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں کی دعا کو سنتا ہے اور جانتا ہے کہ نصرت و غلبے کا کون مستحق ہے اور فرمایا: ﴿ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ﴾^⑥ ”(بات) یہ (ہے) کچھ شک نہیں کہ اللہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کر دینے والا ہے۔“ مسلمانوں کو فتح و نصرت کے ساتھ ساتھ یہ ایک دوسری بشارت

① دیکھیے المعجم الكبير للطبرانی، أبو بکر بن سلیمان: 203/3، حدیث: 3128 عن حکیم بن حزام۔ اور صحیح مسلم،

الجهاد، باب غزوة حنین، حدیث: 1775 عن ابن عباس۔ و 1777 عن سلمة بن الأكوع۔ میں غزوہ حنین کے موقع پر

بھی کنکریاں یا مٹی پھینکنے کا ذکر ملتا ہے۔ و تفسیر الطبری: 271/9۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1674/5 و تفسیر الطبری: 272/9۔

③ تفسیر الطبری: 272/9۔ ④ صحیح ابن حبان، الأطلعة، ذکر ما یحمد العبد.....: 23/12، حدیث: 5219۔

دی جا رہی ہے کہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیر کو کمزور کر دینے والا، انھیں ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دینے والا اور انھیں تباہی و بربادی سے دوچار کرنے والا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

تفسیر آیت: 19

مشرکوں کا فیصلہ طلب کرنے کی دعا کرنا اور اس کی قبولیت: اللہ تعالیٰ نے کافروں سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿إِنْ تَسْتَفْتِحُوا﴾ ”اگر تم فیصلہ چاہتے ہو۔“ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے اور اسی سے فیصلہ کروانا چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ تمہارے اور تمہارے مومن دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرمادے تو تمہارے پاس وہ چیز آ پھنچی ہے جس کا تم نے سوال کیا ہے۔ محمد بن اسحاق وغیرہ نے امام زہری سے اور انھوں نے عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابو جہل نے بدر کے دن یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! ہم میں سے جو شخص رشتوں کو زیادہ توڑنے والا اور ہمارے سامنے ایک غیر معروف بات پیش کرنے والا ہے، اسے آج صبح ہلاک کر دے۔ اس طرح وہ خود اپنی بربادی کا دروازہ آپ کھولنے والا تھا۔ اسی سلسلے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ﴾ ﴿الآیۃ ۱۹﴾ ”(کافروں سے کہہ دیجیے: اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ (تمہارے سامنے) آ گیا.....۔“

امام احمد نے بھی عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کے مد مقابل صف آرا ہوئے تو ابو جہل نے کہا: اے اللہ! ہم میں سے جو شخص رشتوں کو زیادہ توڑنے والا اور ہمارے سامنے ایک غیر معروف بات پیش کرنے والا ہے، اسے آج صبح ہلاک کر دے۔ اس طرح فیصلہ طلب کرنے والا ابو جہل تھا۔^(۲) امام نسائی نے اسے تفسیر میں بیان کیا ہے اور امام حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے مگر انھوں نے اسے روایت نہیں کیا۔^(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد، ضحاک، قتادہ، یزید بن رومان اور دیگر کئی ایک ائمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^(۴) سدی کہتے ہیں کہ مشرکین جب مکہ سے بدر کی طرف نکلنے لگے تو انھوں نے غلافِ کعبہ کو پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہنے لگے: اے اللہ! دونوں لشکروں میں سے اعلیٰ، دونوں جماعتوں میں سے زیادہ معزز اور دونوں قبیلوں میں سے بہتر کو فتح و نصرت عطا فرما۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ﴾ یعنی تم نے جو کہا اس کے مطابق میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت عطا فرمادی ہے۔^(۵) عبد الرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ یہ ان کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ﴿الأنفال 32:8﴾ ”اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1675/5. ② مسند أحمد: 431/5. ③ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، قوله تعالى: ﴿إِنْ

تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ﴾: 350/6، حديث: 11201 والمستدرک للحاکم، التفسير، تفسير سورة الأنفال:

328/2، حديث: 3264. ④ تفسير الطبري: 275، 274/9. ⑤ تفسير الطبري: 275/9. ⑥ تفسير الطبري: 275/9.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے نہ پھرو، حالانکہ تم سن رہے ہو ﴿۲۰﴾ اور تم ان لوگوں کے مانند نہ ہو جاؤ

تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضُّمُّ

جنہوں نے کہا: ہم نے سن لیا، حالانکہ وہ سنتے نہیں تھے ﴿۲۱﴾ بے شک اللہ کے نزدیک چلنے پھرنے والوں میں بدترین وہ بہرے گوئے ہیں جو

الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّاسْمَعَهُمْ ط وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ

عقل نہیں رکھتے ﴿۲۲﴾ اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں ضرور سنا دیتا، اور اگر وہ انہیں سنا دیتا تو بھی وہ ضرور پھرتے اور وہ اعراض

لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

کرنے والے ہیں ﴿۲۳﴾

دردناک عذاب لے آ۔

ارشاد الہی: وَإِنْ تَنْتَهُوا ۖ ”اور اگر تم باز آ جاؤ“ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے

سے ۖ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ ”تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔“ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ فرمان الہی: ۖ وَإِنْ تَعُودُوا

نَعُدْ ۖ ”اور اگر تم لوٹو گے تو ہم بھی لوٹیں گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ۖ وَإِنْ عُدْتُمْ عَدْنَا ۖ (بتی اسرائیل 17: 8) ”اور اگر تم

لوٹے تو ہم بھی لوٹیں گے۔“ یعنی اگر تم پھر کفر و ضلالت کا مظاہرہ کرو گے تو ہم بھی دوبارہ تم سے اسی طرح کا سلوک کریں گے۔

ۖ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِتْنَتُكُمْ شَيْئًا ۖ وَلَوْ كَثُرَتْ ۖ ”اور اگر چہ تمہاری جماعت کتنی ہی زیادہ ہو وہ تمہیں کچھ بھی فائدہ

نہیں دے گی۔“ یعنی تم جس قدر جماعتوں کو جمع کر سکتے ہو کر لیکن جس کے ساتھ اللہ ہو اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ ۖ وَأَنَّ

اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾ یعنی اللہ مومنوں کی جماعت کے ساتھ اور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہے۔

تفسیر آیات: 20-23

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کی اور اس کے رسول کی

اطاعت بجالائیں اور اس بات سے انہیں ڈرایا ہے کہ وہ اس کی مخالفت کریں اور کافروں اور اس کے دشمنوں کے ساتھ

مشابہت اختیار کریں۔ اسی وجہ سے ارشاد فرمایا ہے: ۖ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ ۖ ”اور اس سے نہ پھرو۔“ یعنی اس کی اطاعت

ترک نہ کرو، اس نے جو حکم دیے ہیں ان کی اطاعت بجالاؤ اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے، انہیں ترک کر دو۔ ۖ وَأَنْتُمْ

تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ ”اور تم سنتے ہو۔“ یعنی تم جانتے ہو کہ اس نے تمہیں کس بات کی دعوت دی ہے۔ ۖ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ ”اور تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے کہا کہ ہم نے (اللہ کے حکم کو) سن لیا، حالانکہ وہ

سنتے نہیں تھے۔“ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں کیونکہ وہ ظاہر یہ کرتے ہیں کہ انہوں نے احکام الہی کو سن لیا

اور قبول کر لیا ہے، حالانکہ وہ ایسا نہیں کرتے۔ ﴿٢٣﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (کی بات) کو قبول کرو جب وہ تمہیں اس (امر) کے لیے بلائے جو تمہیں زندگی بخشتا ہے، اور تم جان لو کہ یقیناً اللہ ہندے

اللَّهُ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ۚ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے ﴿٢٤﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بدترین ہیں، پس فرمایا: ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضُّمُرُ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں چلنے پھرنے والوں میں بدترین بہرے ہیں۔“ یعنی جو حق کو سن نہیں سکتے ﴿الْبُكْمُ﴾ ”گو ننگے ہیں۔“ جو حق کو سمجھ نہیں سکتے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ﴿٢٤﴾ جو عقل نہیں رکھتے۔“ یہ ساری مخلوق میں سے بدترین ہیں کیونکہ ان کے سوا ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار ہے جس مقصد کی خاطر اسے پیدا کیا اسے وہ سرانجام دے رہی ہے اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تھا مگر انھوں نے کفر کو اختیار کیا ہے۔ اسی لیے حسب ذیل آیت کریمہ میں انھیں چوپایوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے: ﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الْإِذْيِ يَنْعُقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ط﴾ (البقرة: 171) ”جو لوگ کافر ہیں، ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اس (جانور) کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ سن نہ سکے.....“ اور ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ كَانُوا لَنَا عَامِلًا ۚ لَكُمْ أَضَلُّ ط أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ (الأعراف: 179) ”یہ لوگ (بالکل) چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں مذکور ان لوگوں سے قریش کی بنی عبدالدار شاخ کی ایک جماعت مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے یہی مروی ہے اور امام ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ﴿١﴾ جبکہ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ ان سے منافع مراد ہیں۔ ﴿٢﴾ اس اعتبار سے مشرکین اور منافقین میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں گروہ ہی صحیح فہم اور عمل صالح سے محروم ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا فہم صحیح ہے نہ ان کا قصد و ارادہ ہی صحیح ہے اگر بالفرض ان کا فہم صحیح ہوتا تو ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَبِيرًا لَّاسْمَعَهُمْ ط﴾ ”اور اگر اللہ ان میں بھلائی جانتا تو ان کو ضرور سناتا۔“ یعنی ان کو صحیح فہم عطا فرمادیتا لیکن ان میں نیکی کا مادہ نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو فہم نہیں عطا فرمایا کیونکہ وہ جانتا ہے: ﴿وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ﴾ ”اور اگر وہ انھیں سنا دیتا۔“ یعنی فہم عطا فرمادیتا ﴿لَتَوَكَّلُوا وَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾ ﴿٢٤﴾ ”تو بھی وہ ضرور پھرتے اور وہ اعراض کرنے والے ہیں۔“ یعنی فہم کے بعد بھی دیدہ دانستہ ازراہ عناد منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔

﴿تفسير آیت: 24﴾

اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر لبیک کہنا: امام بخاری فرماتے ہیں: ﴿اسْتَجِيبُوا﴾ کے معنی ہیں کہ تم قبول کرو ﴿لِمَا﴾

يُحْيِيكُمْ ۖ جوتھماری اصلاح کر دیتا ہے۔ پھر انھوں نے ابوسعید بن معلیؓ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور آپ نے مجھے بلایا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا بلکہ نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: [مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ.....﴾] ثُمَّ قَالَ: لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أُخْرَجَ] ”تم میرے پاس کیوں نہ آئے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے: ”مومنو! اللہ اور اس کے رسول (کی بات) کو قبول کرو جب رسول اللہ ﷺ تمہیں بلائیں۔“ پھر آپ نے فرمایا: (مسجد سے) نکلنے سے پہلے پہلے میں تمہیں قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت سکھا دوں گا۔“ رسول اللہ ﷺ (مسجد سے) باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کو یاد دلایا۔ اور معاذ کہتے ہیں کہ ہمیں شعبہ نے خبیب بن عبد الرحمن سے بیان کیا کہ حفص بن عاصم نے صحابہ کرام میں سے ایک شخص ابوسعید سے سنا کہ آپ نے فرمایا تھا: [هِيَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝] [السَّبْعُ الْمَثَانِي] ”وہ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝“ ہے اور وہ سات آیتیں ہیں جو (نماز میں) بار بار پڑھی جاتی ہیں“ ①

اور محمد بن اسحاق نے محمد بن جعفر بن زبیر سے اور انھوں نے عروہ بن زبیرؓ سے آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تمہیں اس لڑائی کی دعوت دیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت کے بعد عزت عطا فرمائی، کمزوری کے بعد طاقت و قوت سے سرفراز فرمایا اور کمزور و ناتواں ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمھارے دشمن سے محفوظ رکھا۔ ②

اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ﴾ ”اور جان لو! یقیناً اللہ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔“ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ مومن اور کفر کے درمیان اور کافر اور ایمان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ ③ اس روایت کو امام حاکم نے مستدرک میں موقوفاً روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔ ④ امام مجاہد، سعید، عکرمہ، ضحاک، ابوصالح، عطیہ، مقاتل بن حیان اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤ امام مجاہد سے ﴿يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ﴾ کے بارے میں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ بندے کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے کہ اس کی عقل کام نہیں کرتی۔ ⑥ سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہ ایمان لاسکتا ہے اور نہ کفر اختیار کر سکتا ہے۔ ⑦ اس آیت کریمہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث مبارکہ بھی مروی

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ.....﴾ (الأنفال: 24)،

حدیث: 4647. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1679/5 والسيرة النبوية لابن هشام: 669/2، ما نزل في حضة المسلمين على

طاعة الرسول. ③ تفسیر الطبری: 284/9. ④ المستدرک للحاکم، التفسیر، تفسیر سورة الأنفال: 328/2، حدیث: 3265.

⑤ تفسیر الطبری: 285، 284/9. ⑥ تفسیر الطبری: 286/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1681/5. ⑦ تفسیر الطبری: 286/9.

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا

اور اس فتنے سے ڈرو جو تم میں سے خاص طور پر (صرف) ان لوگوں کو نہیں پہنچے گا جنہوں نے ظلم کیا، (بلکہ سب اس کی زد میں آ سکتے ہیں)

أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۲۵

اور تم جان لو کہ بے شک اللہ سخت سزا والا ہے ۝۲۵

ہیں، مثلاً: امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے: [يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ! ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ] ”اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور آپ جس دین کو لے کر آئے ہیں، اس پر ایمان لائے ہیں تو کیا آپ کو ہمارے بارے میں کوئی ڈر ہے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ يُقَلِّبُهَا] ”ہاں، بے شک ہر ایک کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، اللہ عزوجل انھیں پھیرتا رہتا ہے۔“ ① امام ترمذی نے اپنی جامع کے کتاب القدر میں بھی اس حدیث کو بیان کیا اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ ②

امام احمد ہی نے تو اس بن سَمْعَانَ کلابی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَا مِنْ قَلْبٍ إِلَّا وَهُوَ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ (الرَّحْمَنِ) رَبِّ الْعَالَمِينَ، إِنْ شَاءَ أَنْ يُقَيِّمَهُ أَقَامَهُ وَإِنْ شَاءَ أَنْ يُزَيِّعَهُ أَزَاعَهُ، وَكَانَ يَقُولُ: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ! ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلَى دِينِكَ، وَالْمِيزَانُ بِيَدِ الرَّحْمَنِ عَزَّوَجَلَّ يَخْفِضُهُ وَيَرْفَعُهُ] ”ہر دل اللہ رب العالمین کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، وہ اسے جب سیدھا رکھنا چاہے تو سیدھا رکھتا ہے اور جب ٹیڑھا کرنا چاہے تو اسے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ آپ یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے: اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھ، اور میزان، رحمن کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے نیچا اور اونچا کرتا رہتا ہے۔“ ③

تفسیر آیت: 25

فتنہ عام سے ڈرو: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس فتنے، یعنی امتحان و آزمائش سے ڈرایا ہے جو گناہ گاروں اور دیگر سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، صرف نافرمانوں اور گناہ گاروں ہی کو نہیں بلکہ سب لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے گا جیسا کہ امام احمد نے مطّرف سے روایت کیا ہے کہ ہم نے زبیر سے کہا کہ اے ابو عبد اللہ! تمہیں یہاں کون سی چیز لائی ہے؟ تم نے اس خلیفہ کو ضائع کر دیا جو شہید ہو گئے ہیں اور اب تم اس کے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے آئے ہو؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اس آیت کو تو پڑھتے تھے: ۞ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ ۞ اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جنہوں

① مسند أحمد: 112/3. ② جامع الترمذی، القدر، باب ما جاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن، حديث: 2140.

③ مسند أحمد: 182/4 جبکہ ترمذی والفاظ السنن الكبرى للنسائي، النعوت، قوله: ۞ وَلِتَضَعُ عَلَى عَيْنِي ۞ (طه 20: 39):

414/4، حديث: 7738 و سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث: 199 میں ہے۔

نے ظلم کیا، (بلکہ سب اس کی زد میں آ سکتے ہیں۔)“ لیکن یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ ہم خود بھی اس فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے حتیٰ کہ یہ واقعہ رونما ہو گیا۔^(۱) علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ یہ خطاب خصوصیت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے۔^(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے معاشرے میں برائی کو باقی نہ رہنے دیں ورنہ سب کو اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کی پیلیٹ میں لے لے گا۔^(۳) یہ اس آیت کریمہ کی بہت ہی اچھی تفسیر ہے۔ اسی لیے امام مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ فتنہ تمہارے لیے بھی ہوگا۔^(۴) ضحاک، یزید بن حبیب اور دیگر کئی ایک مفسرین نے بھی یہی کہا ہے۔^(۵) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک فتنے میں مبتلا ہونے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (التغابن 15:64) ”تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے۔“ لہذا تم میں سے جو پناہ طلب کرنا چاہے، وہ اللہ تعالیٰ کے گمراہ کن فتنوں سے پناہ چاہے۔^(۶)

یہ قول صحیح ہے کہ اس آیت میں خطاب اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے مگر یہ عام ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر سب مسلمانوں کو فتنے سے ڈرایا گیا ہے اور اس پر وہ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں جو فتنوں سے بچنے کے بارے میں وارد ہیں، اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی جائے گی اور اس میں ان تمام کو بیان کیا جائے گا جیسا کہ بہت سے ائمہ کرام نے اس موضوع پر مستقل کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ یہاں وہ حدیث بطور خاص قابل ذکر ہے جسے امام احمد نے بروایت حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ! لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْ عِنْدِهِ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ فَلَا يُسْتَجِيبُ لَكُمْ] ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے گا، پھر تم اس سے دعا کرو گے مگر وہ تمہاری دعا کو قبول نہیں فرمائے گا۔“^(۷)

امام احمد نے ابورقاد کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ میں اپنے آقا کے ساتھ نکلا اور میں ابھی بچہ تھا، پس میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا تو اس وقت وہ یہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اگر کوئی شخص ایک بات کہتا تو وہ منافق ہو جاتا مگر میں اس طرح کی بات تم میں سے ایک شخص سے ایک ہی مجلس میں چار دفعہ بھی سن لیتا ہوں (اور تم اسے منع نہیں کرتے) تم ضرور نیکی کا حکم دو گے، برائی سے منع کرو گے اور خیر و بھلائی کی ترغیب دو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تم سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے گا یا تمہارے برے لوگوں کو تمہارا حاکم بنا دے گا، پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے اور وہ قبول نہیں ہوگی۔^(۸)

① مسند أحمد: 1/165. ② تفسیر القرطبی: 7/391. ③ تفسیر الطبری: 9/288. ④ تفسیر الطبری: 9/288. ⑤

تفسیر ابن ابی حاتم: 5/1682 و الدر المنثور: 3/322. ⑥ تفسیر الطبری: 9/289. ⑦ مسند أحمد: 5/388, 389.

⑧ مسند أحمد: 5/390.

ایک اور حدیث: امام احمد ہی نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے اپنی دونوں انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے:

[مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا، وَالْمُدَّهِنِ فِيهَا مَثَلُ قَوْمٍ رَكِبُوا سَفِينَةً فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَسْفَلُهَا وَأُوعِرَهَا وَشَرَّهَا، وَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقْفُوا الْمَاءَ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَأَذَوْهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ خَرَقْنَا فِي نَصِينَا خَرَقًا فَاسْتَقَيْنَا مِنْهُ وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ تَرَكَوهُمْ وَأَمْرُهُمْ هَلَكَوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَحْنُوا جَمِيعًا]

”اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے، اس میں واقع ہو جانے والے اور اس میں مداخلت سے کام لینے والے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ایک بحری جہاز پر سوار ہوئے اور ان میں سے کچھ لوگوں کے حصے میں جہاز کا سب سے نچلا حصہ، گہرا اور برا حصہ آیا اور کچھ لوگ اس کے بالائی حصے میں سوار ہو گئے، نچلے حصے والے لوگوں کو پانی پینے کے لیے اوپر جانا پڑتا تھا جس کی وجہ سے وہ ان کے لیے اذیت کا باعث بنتے، اس لیے وہ کہنے لگے کہ اگر اپنے حصے میں سوراخ کر لیں تو اس سے پانی بھی حاصل کر لیں گے اور اوپر والوں کو تکلیف بھی نہ دیں گے اگر اوپر والے ان نیچے والوں کو ان کے حالات پر چھوڑ دیں اور انھیں یہ کام کر لینے دیں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں (اور انھیں جہاز کے پیندے میں سوراخ نہ کرنے دیں) تو سب کے سب بچ جائیں گے۔“^① صحیح مسلم میں یہ روایت نہیں ہے، امام بخاری نے اسے الشَّرْكَہ اور الشهادات اور امام ترمذی نے اسے فتن کے ابواب میں بیان کیا ہے۔^②

ایک اور حدیث: امام احمد نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَاصِي فِي أُمَّتِي عَمَّهُمُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَمَا فِيهِمْ (يَوْمَئِذٍ) أَنَاسٌ صَالِحُونَ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَتْ: فَكَيْفَ يُصْنَعُ أُولَئِكَ؟ قَالَ: يُصَيِّبُهُم مَّا أَصَابَ النَّاسَ ثُمَّ يَصِيرُونَ إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ] ”جب میری امت میں گناہ عام ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے گا۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ان میں نیک لوگ نہ ہوں گے؟ فرمایا: ”کیوں نہیں!“ کہنے لگیں: ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ فرمایا: ”وہ بھی اسی عذاب میں مبتلا ہوں گے جس میں دوسرے لوگ مبتلا ہوں گے لیکن پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی سے نوازے جائیں گے۔“^③

ایک اور حدیث: امام احمد ہی نے حضرت جریر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ

① مسند أحمد: 269/4. ② صحيح البخاری، الشرکة، باب: هل یقرع فی القسمة والاستهام فیہ؟ حدیث: 2493.

و کتاب الشهادات، باب الفرعة فی المشکلات، حدیث: 2686 و جامع الترمذی، الفتن، باب منه، حدیث: 2173.

③ مسند أحمد: 304/6.

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَفَكَمُ النَّاسُ

اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک (نہ) لے جائیں تو اللہ نے

فَأَوَّكَكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾

تمہیں ٹھکانا دیا، اور اپنی نصرت کے ساتھ تمہاری تائید کی، اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا تاکہ تم (اس کا) شکر کرو ﴿٢٦﴾

فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي هُمْ أَعَزُّ وَأَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُهُ لَمْ يُعَيِّرُوهُ إِلَّا عَمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ [”جس قوم میں گناہ اور برے کام کیے جاتے ہوں اور وہ کرنے والوں سے زیادہ معزز اور تعداد میں زیادہ ہوں مگر پھر انہیں منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے گا۔“] ﴿٢٦﴾

﴿تفسیر آیت: 26﴾

مسلمانوں کی کمزوری و ناتوانی کو قوت و نصرت سے بدل دیا گیا: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنا یہ انعام و احسان یاد دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعداد کی قلت کو کثرت سے بدل دیا، کمزوری اور خوف کو قوت و نصرت سے بدل دیا، ان کے فقروں پر تنگ دستی کو ختم کر کے انہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا فرما دیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی ان نعمتوں پر اس کا شکر بجالائیں، مومنوں نے اپنے رب کے اس حکم کی اطاعت کی بلکہ اس کے تمام احکام کے سامنے سراطعت خم کر دیا۔

یہ مومنوں کے مکہ میں قیام کے زمانے کے حالات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وہاں تعداد میں قلیل تھے، چھپ چھپ کر اپنے دین کے مطابق عمل کرتے اور مغلوب و مقہور ہونے کی وجہ سے ڈرتے تھے کہ مشرک، مجوسی اور رومی انہیں اڑانہ لے جائیں کیونکہ یہ سب لوگ ان کی قلت اور عدم قوت کے باعث ان کے دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت عطا فرمادی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں انہیں ٹھکانا عطا فرما دیا اور وہاں کے باشندوں کو توفیق عطا فرمادی اور انہوں نے مسلمانوں کو جگہ بھی دی، نیز بدر کے دن اور دوسرے موقعوں پر ان کی مدد بھی کی، ان کے لیے مالی ایثار بھی کیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں اپنی جانیں بھی کھپا دیں۔

قتادہ بن دعامہ سدی رحمہ اللہ اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین (مکہ) میں کمزور سمجھے جاتے تھے۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ عرب لوگ دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل تھے، ان کی معیشت سب سے زیادہ خراب تھی، یہ سب سے زیادہ بھوکے، ننگے اور گمراہ تھے جو زندہ تھے وہ سب سے زیادہ بد بخت اور جو مر جاتے وہ جہنم رسید ہوتے تھے فقیر اور محتاج تھے غنی نہ تھے، الغرض ساری زمین میں کوئی قبیلہ بھی ایسا نہ تھا جو ان سے زیادہ بد حال ہو حتیٰ کہ آفتاب اسلام طلوع ہوا تو اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں

① مسند أحمد: 364/4 و سنن ابن ماجہ، الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث: 4009 .

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو، اور نہ تم آپس کی امانتوں میں خیانت کرو جبکہ تم جانتے ہو ﴿٢٧﴾ اور جان لو یقیناً تمہارے مال اور

وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾

تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور (جان لو) بے شک اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے ﴿٢٨﴾

زمین میں عزت دے دی، رزق میں فراوانی عطا فرمادی اور لوگوں کے بادشاہ بنادیا، الغرض یہ ساری بہار جو تم دیکھ رہے ہو یہ اسلام ہی کی برکت سے ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر بجالاؤ کیونکہ تمہارا رب، منعم حقیقی اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے اور شکر ادا کرنے والوں کو وہ مزید نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ ﴿١﴾

تفسیر آیات: 27، 28

شان نزول: صحیح بخاری و مسلم میں حاطب بن ابوبلیتعہ کا قصہ موجود ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے سال کفار قریش کو ایک خط لکھ کر رسول اللہ ﷺ کے قصد کے بارے میں مطلع کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس سے مطلع فرمادیا تو آپ نے خط لے کر جانے والی (بڑھیا) کے تعاقب میں (حضرت علی، زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم) کو بھیجا اور اس خط کو حاصل کر لیا، پھر حاطب کو بلا کر اس خط کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اس کا اقرار کر لیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں کیونکہ اس نے اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کی خیانت کی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [دَعَا] إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ أَطْلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: إِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ] ”یہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے اور تمہیں معلوم نہیں کہ اہل بدر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہارے گناہ معاف کر دیے ہیں۔“ ﴿٢﴾

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام ہے، خواہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ کسی خاص سبب کے باعث نازل ہوئی تھی۔ کیونکہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ عام الفاظ کو دیکھا جاتا ہے خاص سبب کو نہیں۔ اس آیت کریمہ میں خیانت کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ یہ چھوٹے بڑے، لازم اور متعدی تمام گناہوں پر مشتمل ہے۔ علی بن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ﴾ ”اور نہ تم آپس کی امانتوں میں خیانت کرو۔“ میں امانت سے مراد وہ تمام اعمال اور فرائض ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امین ٹھہرایا ہے۔ ﴿لَا تَخُونُوا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے مطابق عمل میں کمی نہ کرو۔ ﴿٣﴾

① تفسیر الطبری: 291، 290/9. ② ملخص از صحیح البخاری، المغازی، باب فضل من شہد بدراً، حدیث: 3983

و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبی بلتعہ وأهل بدر، حدیث: 2494، کتب احادیث میں [دعہ] کے بجائے [مہلاً] ہے۔ دیکھیے المستدرک للحاکم، معرفة الصحابة، باب ذکر أهل بدر: 77/4، حدیث:

6967. ③ تفسیر الطبری: 294/9.

عبدالرحمن بن زید فرماتے ہیں کہ تمھیں اللہ اور اس کے رسول کی خیانت سے منع کیا گیا ہے کہ اس طرح خیانت نہ کرو جس طرح منافقین کرتے ہیں۔ ﴿۱﴾ ارشاد باری تعالیٰ: ”وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ“ اور جان لو ایقیناً تمھارے مال اور اولاد آزمائش ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمتیں امتحان و آزمائش کے لیے عطا فرمائی ہیں اور وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے ہو یا نہیں، ان نعمتوں کی موجودگی میں اس کی اطاعت کرتے ہو یا ان دلچسپیوں میں کھوکرا س سے غافل ہو جاتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِندَكَ أَجْرٌ عَظِيمٌ“ (التغابن 64) ”بلاشبہ تمھارا مال اور تمھاری اولاد تو آ آزمائش ہے اور اللہ ہی کے ہاں بڑا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ”وَنَبِّئُوهُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً“ (الأنبياء 21-35) ”اور ہم تمھیں پرکھنے کے لیے، برائی اور بھلائی سے آزما رہے ہیں۔“ اور فرمایا: ”يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ“ (المنفقون 9:63) ”مومنو! تمھارے مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ”يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدَوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ“ (الآية التغابن 64:14) ”مومنو! تمھاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن (بھی) ہیں سو ان سے بچتے رہو.....“ فرمان باری تعالیٰ: ﴿۲﴾ ”وَ أَنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ“ ﴿۳﴾ ”اور بے شک اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔“ یعنی اس کا ثواب، اس کی نعمتیں اور اس کی بیشمار نعمتیں تمھارے لیے تمھارے اموال و اولاد سے بہتر ہیں کیونکہ ان میں سے تو کوئی تمھارا دشمن بھی ہو سکتا ہے اور اکثر تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتے، اللہ رب ذو الجلال ہی کی ذات گرامی دنیا و آخرت میں متصرف و مختار ہے اور اسی کے پاس روز قیامت بے پایاں اجر و ثواب ہوگا۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثٌ مِّنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، (مَنْ كَانَ) يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ]، [وَمَنْ كَانَ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مَنْ أَنْ يَرْجَعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ] ”تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں موجود ہوں گی تو وہ ان کے ساتھ ایمان کی حلاوت کو پالیتا ہے: (۱) جسے اللہ اور اس کا رسول دیگر تمام چیزوں کی نسبت زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) اور جو شخص کسی سے محبت کرتا ہو تو محض اللہ ہی کے لیے محبت کرتا ہو اور (۳) جسے آگ میں ڈال دیا جانا زیادہ پسندیدہ ہو اس سے کہ وہ (دوبارہ) کفر کی طرف لوٹ جائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے نجات دے دی ہے۔“ ②

رسول اللہ ﷺ سے محبت تو اولاد، اموال اور اپنی جانوں کی محبت سے بھی مقدم ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ] لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَآهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ

① تفسیر الطبری: 293/9. ② پہلا حصہ صحیح البخاری، ایمان، باب خلاوة الإيمان، حدیث: 16 وصحیح مسلم،

الإيمان، باب بيان خصائص من اتصف بهن وجد حلاوة الإيمان، حديث: 43، قوسين والے الفاظ صحیح مسلم جبکہ دوسرا حصہ

سنن ابن ماجہ الفتن، باب الصبر علی البلاء، حدیث: 4033 کے مطابق ہے۔ و مسند أحمد: 172/3.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو تو وہ تمہارے لیے نکلنے کی راہ بنا دے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بہت

لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿29﴾

بڑے فضل والا ہے ﴿29﴾

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ط وَيَمْكُرُونَ

اور (اے نبی! یاد کیجیے) جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کے بارے میں تدبیر کر رہے تھے تاکہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو (مکہ

وَيَمْكُرُ اللَّهُ ط وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِرِينَ ﴿30﴾

سے) نکال دیں اور وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے ﴿30﴾

أَجْمَعِينَ [”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک

اسے اپنی جان، اپنے اہل و عیال، اپنے مال اور سب لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ ہو۔“] ﴿31﴾

تفسیر آیت: 29

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سدی، مجاہد، عکرمہ، ضحاک، قتادہ، مقاتل بن حیان رحمہم اللہ اور دیگر کئی ایک مفسرین نے فرمایا ہے کہ ﴿فُرْقَانًا﴾ کے معنی رنج و غم سے مخلصی ہے۔ اور مجاہد نے فرمایا ہے کہ دنیا و آخرت میں رنج و غم سے مخلصی مراد ہے۔ ﴿32﴾ حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ اس کے معنی نجات ہیں۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے معنی نصرت کے ہیں۔ ﴿33﴾ محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ اس کے معنی حق و باطل میں فرق کے ہیں۔ ﴿34﴾ پہلے اقوال کی نسبت ابن اسحاق کی یہ تفسیر

زیادہ عموم پر مبنی ہے اور یہ ان تمام اقوال کو مستلزم ہے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے احکام کو بجالائے اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کرے تو اسے یقیناً حق و باطل میں فرق کرنے کی توفیق بھی مل جائے گی اور یہ توفیق یقیناً اس کی فتح و نصرت،

نجات، دنیا کے رنج و غم سے مخلصی، روز قیامت کی سعادت، گناہوں کی بخشش اور کفارے، لوگوں سے عیوب کی پردہ پوشی اور اللہ کی طرف سے بے پایاں اجر و ثواب کے حصول کا سبب بن جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ ﴿28﴾ (الحديد: 28) ”مومنو! تم اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے

دگنا اجر عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے روشنی کر دے گا جس میں تم چلو گے اور وہ تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

① صحیح مسلم، الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ أكثر من الأهل، حدیث: 44 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ وسنن

النسائی، الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان، حدیث: 5017 جبکہ پہلی تو سین والے الفاظ سنن النسائی، حدیث: 5018 اور

دوسری تو سین والالفظ مسند أحمد: 233/4 کے مطابق ہے۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1686/5 و تفسیر الطبري: 297، 296/9.

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1686/5. ④ تفسیر الطبري: 298/9.

اہل مکہ کی نبی کریم ﷺ کے خلاف تدبیریں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ ﴿لِيُغَيِّرُكَ﴾ کے معنی ہیں کہ آپ کو قید کر دیں۔ سدی کا بھی یہی قول ہے کہ اثبات کے معنی قید کرنے کے ہیں۔^①

امام محمد بن اسحاق بن یسار صاحب مغازی نے عبد اللہ بن ابی نحبہ از مجاہد کی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے گلی نے باذان مولیٰ ام ہانی سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش کے ہر قبیلے کے سرداروں پر مشتمل ایک جماعت جب دارالندوہ میں داخل ہونے کے لیے جمع ہوئی تو ان لوگوں سے ابلیس ایک خوش نما بوڑھے کی شکل میں آ ملا، انھوں نے جب اسے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں نجد کا رہنے والا ایک شیخ ہوں، سنا تھا کہ آپ لوگ ایک قرار داد کے مطابق جمع ہو رہے ہیں تو میں بھی چلا آیا ہوں تاکہ تم میری رائے دہی اور خیر خواہی سے محروم نہ رہو۔ انھوں نے کہا: اچھی بات ہے، آؤ تو اس طرح وہ بھی ان کے ساتھ دارالندوہ میں داخل ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس آدمی کے بارے میں اچھی طرح غور کرو، اللہ کی قسم! یہ تم پر عنقریب غالب آ جائے گا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اسے لوہے کی ہتھکڑیوں میں جکڑ کر کسی جگہ قید کر دو، پھر اس کی موت کا انتظار کرو جس طرح کہ اس سے پہلے کے شعراء زہیر اور نابغہ پر موت آئی تھی کیونکہ یہ بھی انھی جیسا ایک شاعر ہی تو ہے۔

یہ سن کر اللہ کا یہ دشمن شیخ نجدی چیخا کہ نہیں، واللہ! تمھاری یہ رائے ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اللہ کی قسم! اس کا رب اسے قید سے نکال کر اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے ساتھی تم پر حملہ کر کے اسے تمھارے ہاتھوں سے چھین لیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے اور مجھے یہ بھی خدشہ ہے کہ یہ تمھیں تمھارے علاقے سے نکال دیں گے۔ قریشیوں نے کہا کہ شیخ نے سچ کہا ہے، لہذا اس کے علاوہ اور رائے سوچو۔ تو پھر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اسے اپنے پاس سے نکال دو، اس طرح تم اس سے آرام میں ہو جاؤ گے اور جب وہ نکل جائے گا تو تمھیں کوئی نقصان نہ ہوگا کہ وہ کیا کرتا ہے اور کہاں جاتا ہے کیونکہ اس طرح اس کی ایذا تم سے ختم ہو جائے گی تم آرام پا لو گے اور اس کا معاملہ اب دوسرے لوگوں سے ہوگا۔ شیخ نجدی نے کہا: نہیں، واللہ! تمھاری یہ رائے بھی ٹھیک نہیں، کیا تم نے اس کی شیرینی گفتار، خوبی کلام اور اس کی بات کے دلوں پر اثر انداز ہونے کی کیفیت کو نہیں دیکھا؟ واللہ! اگر تم نے ایسا کیا تو مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ عرب کے جس قبیلے میں ٹھہرے گا تو وہ اس کی شیریں کلام کی وجہ سے اس کے پیروکار بن جائیں گے، پھر وہ انھیں لے کر تم پر حملہ آور ہوگا اور تمھیں تمھارے علاقے سے نکال باہر کرے گا اور تمھارے سرداروں کو قتل کر دے گا۔ قریشیوں نے کہا: واللہ! شیخ نے سچ کہا ہے، لہذا اس کے علاوہ کوئی اور رائے اختیار کرو۔

چنانچہ ابو جہل لعنہ اللہ نے کہا: واللہ! میری رائے ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے اب تک اس رائے کا اظہار کیا ہو اور

① تفسیر الطبری: 299، 298/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1688/5

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَبِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا ۖ إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ

لوگوں ہی کی داستانیں ہیں ﴿31﴾ اور جب انھوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم

فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ أَوِ اثْبِتْنَا بِعَذَابِ الْيَمِّ ﴿٣٢﴾ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

پر دردناک عذاب لے آئے ﴿32﴾ اور (اے نبی!) اللہ ایسا نہیں کرے کہ آپ بھی ان کے درمیان (موجود) ہوں، اور اللہ انھیں عذاب

وَأَنْتَ فِيهِمْ ط ۖ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ لِيَسْتَغْفِرُوا ﴿٣٣﴾

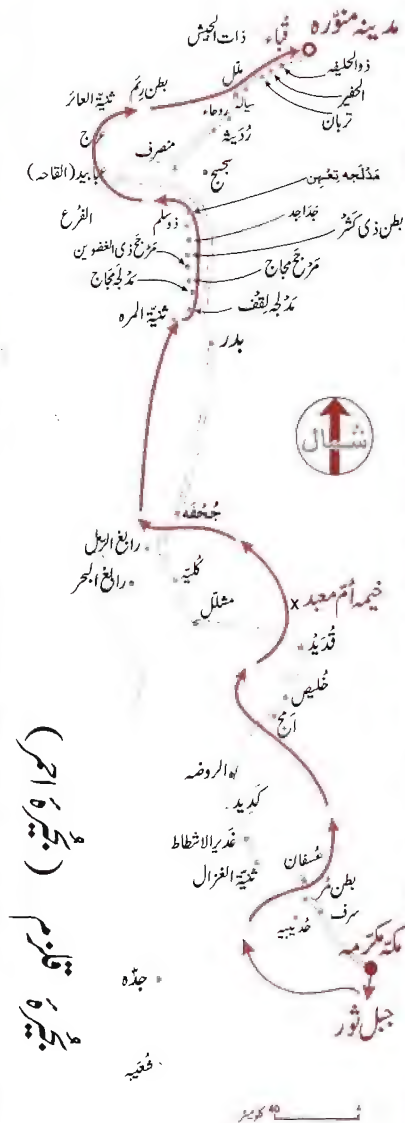
دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگتے ہوں ﴿33﴾

دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگتے ہوں ﴿33﴾

اس کے سوا کوئی اور رائے ہو بھی نہیں سکتی۔ لوگوں نے پوچھا: تمھاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میری یہ رائے ہے کہ ہر قبیلے میں سے ایک جوان مرد، نوعمر، قوی، شریف النسب لے لیں، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں شمشیر بڑاں دے دیں، پھر یہ سب جوان مرد اس پر اس طرح یک بارگی حملہ کریں، گویا یہ ایک ہی شخص کا وارہو اور اس طرح جب یہ اسے قتل کر دیں گے تو اس کا خون تمام قبیلوں پر بٹ جائے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ خاندان بنی ہاشم سارے قریش سے جنگ نہ کر سکے گا اور وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائے گا، اس طرح ہم اس سے آرام پالیں گے اور اس کی مصیبت ختم ہو جائے گی۔ یہ سن کر شیخ نجدی کہنے لگا: واللہ! یہ رائے بہت ہی مناسب ہے، اس نوجوان نے بہت خوب رائے پیش کی ہے، میرے نزدیک بھی اس کے سوا کوئی اور رائے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد سب لوگ اس رائے پر اتفاق کر کے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ہجرت نبوی: قریش کے اس مشورے کے بعد جبریل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے قریش کے اس مشورے سے مطلع کرتے ہوئے کہا کہ آج کی رات آپ اپنے اس بستر پر آرام نہ فرمائیں جس پر آپ روزانہ آرام فرمایا کرتے ہیں اور ساتھ ہی جبریل نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں سے ہجرت کر جانے کی اجازت عطا فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد سورہ انفال کو نازل فرمایا اور اس میں اپنے اس احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ط وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ط وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ ﴿٣٠﴾﴾ اور (اے نبی! اس وقت کو یاد کریں) جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیر کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو (جان سے) مار دیں یا (مکہ سے) نکال دیں تو (ادھر) وہ تدبیریں کر رہے تھے اور (ادھر) اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔“ اور کفار قریش نے جو یہ کہا تھا کہ اسے لوہے کی ہتھکڑیوں میں جکڑ کر کہیں بند رکھو اور اس کی موت کا انتظار کرو جس طرح اس سے پہلے کے شاعر زہیر اور نابغہ پر موت آئی تھی۔

تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ مَّتَرَبَّصٌ بِهِ رَيْبُ الْمُنُونِ ۖ﴾ (الطور 52: 30) ”کیا وہ (کافر) کہتے ہیں کہ یہ (نبی) شاعر ہے (اور) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث (موت) کا انتظار کر رہے ہیں؟“ اس دن کو



يَوْمُ الرَّحْمَةِ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا جس میں کفار قریش مشورے کے لیے جمع ہوئے تھے۔^(۱) سدی نے بھی (تقریباً) اسی طرح اسے بیان کیا ہے۔^(۲) اور محمد بن اسحاق نے محمد بن جعفر بن زبیر سے اور انھوں نے عروہ بن زبیر سے اس آیت: ﴿وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِيدِينَ﴾^(۳) کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اپنی مضبوط و مستحکم تدبیر کے ساتھ میں نے کافروں کی چال کو ناکام بنا کر تمہیں ان کے مکرو فریب سے نجات عطا کر دی۔^(۴)

تفسیر آیات: 31-33

قریش کا گمان کہ وہ بھی اس طرح کا قرآن بنا سکتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے قریش کے کفر، سرکشی، دشمنی اور عناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ جب اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتے تو باطل دعویٰ کرتے ہوئے یہ کہتے: ﴿قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا آدَمُ﴾ ”یقیناً (یہ کلام) ہم نے سن لیا ہے اگر ہم چاہیں تو اس طرح کا (کلام) ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔“ یہ ان کا محض ایک ایسا دعویٰ تھا جسے وہ پورا نہیں کر سکتے تھے۔ انھیں تو قرآن نے کئی بار چیلنج کیا تھا کہ وہ اس جیسی ایک ہی سورت بنا کر دکھادیں مگر وہ قرآن مجید کے اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے، اس لیے ان کی یہ بات اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو محض دھوکا دینے کے مترادف تھی۔ کہا گیا ہے کہ یہ بات نضر بن حارث لعنہ اللہ نے کہی تھی جیسا کہ سعید بن جبیر، سدی اور ابن جریج وغیرہ نے کہا ہے۔^(۵) نضر بن حارث ملعون بلاد فارس میں گیا اور وہاں اس نے ان سے ان کے بادشاہوں رستم اور اسفندیار کے قصے معلوم کیے اور جب وہ واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث فرما دیا ہے اور آپ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنارہے ہیں، رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس سے اٹھتے تو پھر وہاں یہ نضر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو رستم اور اسفندیار کے قصے سنانے لگ جاتا، پھر کہتا کہ اے اللہ! تو ہی بتا ہم میں سے کس کے قصے اچھے ہیں، میرے یا محمد ﷺ کے؟ نعوذ باللہ یہی وجہ ہے کہ جب یہ غزوہ بدر میں قیدی بن کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپ کے سامنے اس کی گردن اڑادی جائے۔ آپ کے اس ارشاد کے مطابق اس کی گردن اڑادی گئی تھی۔^(۶) وَلِلَّهِ الْحَمْدُ۔

أَسْطُورَةٌ کی جمع ہے۔ کفار کہتے تھے کہ یہ قرآن ہے ہی کیا، یہ صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں جنہیں آپ نے اگلے لوگوں کی کتابوں سے اخذ کیا ہے اور آپ انھیں لوگوں کو سناتے ہیں، یہ سخت جھوٹ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر بھی ان کے متعلق بیان فرمایا ہے: ﴿وَقَالُوا لَا سَاطِطُ إِلَّا أَوْلِيُّ الْأَوَّلِينَ اٰكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلِي عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاٰصِيلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾ (الفرقان: 6، 5، 25) ”اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے جمع کر رکھا ہے اور وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ کہہ دیجیے کہ اس کو اس نے اتارا جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ جو شخص اس

(۱) تفسیر الطبری: 301، 300/9 والسيرة النبوية لابن هشام، هجرة الرسول: 482، 481/2. (۲) تفسیر الطبری: 302/9.

(۳) تفسیر ابن ابی حاتم: 1688/5. (۴) تفسیر ابن ابی حاتم: 1689/5 و تفسیر الطبری: 305/9. (۵) تفسیر الخازن:

308/2 بالفاظ دیگر والبداية والنهاية: 86/3 و تفسیر الطبری: 306/9.

کی طرف توبہ اور رجوع کر لے تو وہ اس کی توبہ کو قبول کرتے ہوئے معاف فرما دیتا ہے۔

مشرکین کا مطالبہ عذاب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝﴾ ”اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔“ کفار مکہ نے یہ بات اپنی بے پناہ جہالت اور تکذیب و دشمنی کی شدت کی وجہ سے کہی تھی اور یہ ان کے لیے موجب عیب و عار بن گئی جبکہ انھیں کہنا یوں چاہیے تھا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے برحق ہے تو ہمیں اس کی ہدایت فرما اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما لیکن اس کے بجائے انھوں نے اپنے لیے جلد سزا اور عذاب کا مطالبہ کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ط وَلَوْ لَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ط وَلَكِيّنَآ أَنَّهُمْ بَغْتَةً ۖ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝﴾ (العنکبوت 53:29) ”اور یہ لوگ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔ اگر (عذاب کا) ایک وقت مقرر نہ (ہو چکا) ہوتا تو انھیں عذاب ضرور آ لیتا اور یقیناً وہ (کسی وقت میں) ان پر ضرور ناگہاں آ کر رہے گا اور ان کو شعور بھی نہ ہوگا۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْعَانًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝﴾ (ص 38:16) ”اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارا (عذاب کا) حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دے دے۔“ اور فرمایا: سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۖ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۖ مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۖ (المعارج 3-1:70) ”ایک طلب کرنے والے نے کافروں پر واقع ہونے والا عذاب طلب کیا جسے کوئی ٹال نہ سکے گا (اور وہ) اللہ صاحب درجات کی طرف سے (نازل ہوگا)۔“

سابقہ امتوں کے جاہلوں نے بھی اسی طرح کہا تھا، مثلاً: قوم شعیب نے ان سے کہا تھا: فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (الشعراء 187:26) ”اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دے۔“ اور ان کفار مکہ نے یہ کہا: ﴿اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝﴾ ”اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔“ امام شعبہ نے عبد الحمید صاحب الزیادی^(۱) کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ بات ابو جہل نے کہی تھی اور اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ط وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝﴾ ”اور (اے نبی!) اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک آپ ان میں تھے انھیں عذاب دیتا اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور انھیں عذاب دے۔“^(۲)

نبی اکرم ﷺ کا وجود مسعود اور مشرکین کا استغفار عذاب سے بچانے کا ذریعہ ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا

(۱) زیاد بن ابی سفیان کے غلام محمد بن عون تھے، اس بنا پر یہ الزیادی کی نسبت سے معروف ہوئے اور عبد الحمید ای محمد بن عون الزیادی کے ساتھی

تھے، اسی لیے انھیں صاحب الزیادی کہا جاتا ہے۔ (۲) صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا

هُوَ الْحَقُّ﴾ (الأنفال: 32)، حدیث: 4648.

كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ط وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣١﴾ ”اور (اے نبی!) اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک آپ ان میں تھے، انھیں عذاب دیتا اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور انھیں عذاب دے۔“ امام ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ! لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ ”میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔“ تو نبی اکرم ﷺ فرماتے: قَدْ بَشَكَ، بَشَكَ، بَشَكَ۔“ اور کبھی وہ یہ کہا کرتے تھے: لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ تِيرَا كُوْنِي شَرِيكَ نَحِيْثُ، سَوَاءٌ اَسْ كَيْ جَسْ كُوْتُوْنِيْ خُوْدَا يَنْ شَرِيْكَ بِنَا لِيَا هُوَ اَسْ كَا بَحِيْ جُو اَسْ كِيْ مَلِكِيْ تِيْ فِيْ هُوَ اَسْ كَا بَحِيْ مَالِك هُوَ۔“ اور کبھی وہ یہ کہا کرتے تھے: غُفْرَانُكَ، غُفْرَانُكَ ”ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں، ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں۔“ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ط.....﴾ الْآيَةُ ”اور (اے نبی!) اللہ ایسا نہ تھا کہ (جب تک) آپ ان میں تھے اور وہ انھیں عذاب دیتا.....۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ انھیں دو چیزوں کی وجہ سے امان حاصل تھا: (1) نبی اکرم ﷺ اور (2) استغفار نبی اکرم ﷺ چلے گئے اور استغفار باقی ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ أَمَانَيْنِ لَأُمَتِّي: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ط وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ ﴿٣١﴾ فَإِذَا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيهِمْ الْإِسْتِغْفَارَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”اللہ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے کہ میری امت کے لیے دو چیزیں باعث امان ہیں: ”اور (اے نبی!) اللہ ایسا نہ تھا کہ (جب تک) آپ ان میں تھے اور وہ انھیں عذاب دیتا اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور انھیں عذاب دے۔“ اور جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو پھر ان میں قیامت کے دن تک کے لیے استغفار چھوڑ جاؤں گا۔“ ﴿٣٢﴾

اس حدیث کی شاہد وہ روایت بھی ہے جو مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوسعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَعَزَّتْكَ يَا رَبِّ! لَا أَبْرُحُ أُعْوِيْ عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِيْ أَجْسَادِهِمْ، قَالَ الرَّبُّ: وَعَزَّتِيْ وَجَلَّالِيْ! لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِيْ] ”شیطان نے کہا: اے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! جب تک تیرے بندوں کے جسموں میں ان کی روحيں باقی رہیں گی، میں انھیں گمراہ کرتا رہوں گا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میرے عزت و جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے، میں انھیں معاف کرتا رہوں گا۔“ امام حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔ ﴿٣٣﴾

① تفسیر الطبری: 310/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1691/5. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة

الأنفال، حدیث: 3082 لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ مسند أحمد: 29/3 والمستدرک للحاکم، التوبة والإناابة: 261/4،

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا اُولِيَاءَهُ ط

اور (اب) ان کے لیے کوئی وجہ ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے جبکہ وہ (لوگوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں، حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں، اس کے متولی تو

اِنْ اُولِيَاؤُكَ اِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿34﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ

مقی لوگ ہی ہیں اور لیکن ان میں سے اکثر (اس حقیقت کو) نہیں جانتے ﴿34﴾ اور بیت اللہ کے پاس ان (شرکین) کی نماز سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا

اِلَّا مُكَاةٌ وَتَصْدِيهٌ ط فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿35﴾

کچھ نہیں تھی، چنانچہ تم عذاب چکھو اس کفر کی وجہ سے جو تم کرتے تھے ﴿35﴾

تفسیر آیات: 34، 35

نافرمانیوں کی وجہ سے مشرکوں کو عذاب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ مشرکین اس بات کے مستحق ہیں کہ انھیں عذاب دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنے رسول ﷺ کے قیام کی برکت سے ان پر عذاب نازل نہیں کیا اور جب رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں سے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن انھیں اپنے عذاب میں مبتلا کر دیا اور بہت سے ضا دید قریش مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی فرمائی کہ جو وہ گناہ کر رہے ہیں ان سے استغفار کریں اور اپنے شرک و فساد سے باز آ جائیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں۔

اگر ان میں وہ کمزور مومن مقیم نہ ہوتے جو استغفار کرتے رہتے ہیں تو پھر بھی وہ عذاب انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیتا جو کسی صورت ٹالانہ جاسکتا لیکن مکہ میں مقیم ان کمزور مومنوں کی وجہ سے انھیں عذاب میں مبتلا نہ کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: هُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا اَنْ يَبْلُغَ مَجَلَّتْ ط وَكُولا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَبُوهُمْ اَنْ تَطَّوَّهُمْ فَنُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَزَّةً اُ بَغِيْرَ عِلْمٍ لِيَدْخُلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ؕ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (الفتح 25: 48) ”یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں اور اگر (مکہ میں) ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے (اگر یہ خطرہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے، پھر بے خبری میں ان (کے قتل) کی وجہ سے تمہیں تکلیف پہنچتی (تو تمہیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا) تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے، ہم انھیں نہایت دردناک عذاب دیتے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا اُولِيَاءَهُ اِنْ اُولِيَاؤُكَ اِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿34﴾ اور (اب) ان کے لیے کون سی وجہ ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے جبکہ وہ (لوگوں کو) مسجد حرام (میں نماز پڑھنے) سے روکتے ہیں، حالانکہ وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں ہیں؟ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار ہیں لیکن ان میں سے اکثر (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو کیوں عذاب نہ دے جبکہ یہ مسجد

حرام سے جو کہ میں واقع ہے، اہل ایمان کو اس میں نماز پڑھنے اور طواف کرنے سے روکتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ لَكَ ط إِنَّ أَوْلِيَاءَ ذَاكَ إِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾ یعنی وہ مسجد حرام کے متولی نہیں بلکہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہی اس مسجد کے متولی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْبُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ ط أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾ ○ اِنَّكُمْ يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مِنْ أَمْنٍ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُتَّقِينَ ○ (التوبة: 17، 18)

”مشرکوں کو زیارت نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔ انھی لوگوں کے سب اعمال بے کار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اللہ کی مسجدوں کو تو صرف وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، لہذا ہو سکتا ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَصَدَّقَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفِّرًا بِهِ وَالْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَإِخْرَاجَ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ.....﴾ : الآية (البقرة: 217)

”اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام (خانہ کعبہ میں جانے) سے (روکنا) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا (گناہ) ہے.....“

امام حاکم نے مستدرک میں رفاعہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو جمع فرمایا اور ان سے پوچھا: [ہل فیکم من غیرکم؟ فقالوا: فینا ابنُ اُختِنَا وَفِینَا حَلِیفُنَا وَفِینَا مَوْلَانَا، فَقَالَ: حَلِیفُنَا مِنَّا وَابْنُ اُخْتِنَا مِنَّا وَمَوْلَانَا مِنَّا إِنْ أَوْلِیَائِنِی مِنْکُمُ الْمُتَّقُونَ] ”کیا اس وقت تم میں تمہارے علاوہ کوئی دوسرا شخص بھی موجود ہے؟ انھوں نے عرض کی کہ اس وقت ہم میں ایک تو ہمارا بھانجا، ایک ہمارا حلیف اور ایک ہمارا آزاد کردہ غلام ہے۔ آپ نے فرمایا: ہمارا حلیف ہم میں سے ہے، ہمارا بھانجا ہم میں سے ہے اور ہمارا آزاد کردہ غلام بھی ہم میں سے ہے، تم میں سے میرے دوست وہ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔“ امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔ ① عروہ، سدی اور محمد بن اسحاق نے ﴿إِنَّ أَوْلِيَاءَ ذَاكَ إِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ ② امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد متقین ہیں، خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں۔ ③

پھر مسجد حرام کے پاس کفار کے معاملے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ط﴾ ”اور ان لوگوں (مشرکین) کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔“ عبد اللہ بن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو رجاء العطار دی، محمد بن کعب قرظی، مجز بن عنبس، نبیط بن شریط،

① المستدرک للحاکم، التفسیر: 328/2، حدیث: 3266. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1694/5 و تفسیر الطبری: 315/9، 316.

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1694/5 و تفسیر الطبری: 316/9 والدر المنثور: 313/3.

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تاکہ وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکیں تو وہ ابھی (اللہ) مال خرچ کریں گے،

تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾

پھر وہ ان کے لیے باعث حسرت ہوگا، پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے ﴿٣٦﴾ تاکہ اللہ

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكَبَهُ

ناپاک کو پاک سے الگ کر دے، اور ناپاک (لوگوں) کو (ایک دوسرے پر) اور تلے رکھ کر سب کا ڈھیر لگا دے، پھر اسے جہنم میں ڈال دے،

جَمِيعًا فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخُسْرُونَ ﴿٣٧﴾

یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں ﴿٣٧﴾

قائدہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم جہم اللہ کا قول ہے کہ ﴿مُكَّاءٌ﴾ کے معنی سیٹی کے ہیں۔^① مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ اپنے منہوں میں انگلیاں داخل کر لیتے تھے۔^② سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ قریش بیت اللہ کا عریاں طواف کرتے ہوئے سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے۔ ﴿مُكَّاءٌ﴾ کے معنی سیٹی بجانا اور تصدیق ہے کہ معنی تالی بجانا ہے۔ علی بن ابوطلمحہ اور عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مجاہد، محمد بن کعب، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ضحاک، قتادہ، عطیہ عوفی، حجر بن عمنس اور ابن ابی جہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^③ ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ﴿مُكَّاءٌ﴾ کے معنی سیٹی بجانا اور تصدیق ہے کہ معنی تالی بجانا ہیں۔^④

سعید بن جبیر اور عبدالرحمن بن زید سے روایت ہے کہ ﴿تَصْدِيقَةٌ ط﴾ کے معنی ان کا لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکنا ہے۔^⑤ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ﴾ ﴿٣٩﴾ ”چنانچہ تم عذاب کو چکھو اس کفر کی وجہ سے جو تم کرتے تھے۔“ ضحاک، ابن جریج اور محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ اس عذاب سے مراد کفار قریش کا بدر کے دن قتل اور قید ہونا ہے۔^⑥

تفسیر آیات: 37، 36

اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکنے کے لیے کفار کا خرچ کرنا باعث حسرت ہوگا: محمد بن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے زہری، محمد بن یحییٰ بن حبان، عاصم بن عمر بن قتادہ اور حصین بن عبدالرحمن بن عمرو بن سعد بن معاذ نے بیان کیا کہ جب قریش بدر کے دن قتل اور قید ہوئے اور باقی شکست خوردہ لوگ مکہ میں لوٹ آئے اور بوسفیان بھی اپنے قافلے کے ساتھ واپس آیا تو عبداللہ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1695/5 و تفسیر الطبری: 318/9. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1695/5 و تفسیر الطبری: 319/9.

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1696/5 و تفسیر الطبری: 317/9، 318. ④ تفسیر الطبری: 317/9. ⑤ تفسیر الطبری:

321/9. ⑥ تفسیر الطبری: 321/9.

بن ابوربیعہ، عکرمہ بن ابوجہل، اور صفوان بن امیہ نے کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر جن کے باپ، بیٹے یا بھائی جنگ بدر میں مارے گئے تھے، ابوسفیان بن حرب اور ان لوگوں سے گفتگو کی جن کا اس قافلے کے ساتھ تجارتی سامان تھا اور کہا کہ اے گروہ قریش! محمد (ﷺ) نے تمہیں تباہ و برباد کر دیا اور تمہارے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کر دیا ہے، لہذا اس مال کے ساتھ ہماری مدد کرو تاکہ ہم جنگ کر کے اس سے اپنے مقتولوں کا انتقام لے سکیں، انہوں نے ان کے مطالبے کو تسلیم کر لیا اور جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر فرمایا ہے، انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۚ لِيَبْزِ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكَبُ جَمِيعًا فَيَجْعَلُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝﴾ ”بے شک جو لوگ کافر ہیں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکیں تو وہ ابھی (اور) مال خرچ کریں گے مگر آخر وہ (خرچ کرنا) ان کے لیے باعث افسوس ہوگا، پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے اور کافر لوگ دوزخ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاک (لوگوں کو) (ایک دوسرے پر) اوپر تلے رکھ کر سب کا ایک ڈھیر بنا دے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دے، یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔“^①

مجاہد، سعید بن جبیر، حکم بن عیینہ، قتادہ، سدی اور ابن ابی جریج رحمہم سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوسفیان اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ احد میں اس کے مال خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔^② ضحاک کا قول ہے کہ یہ اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔^③

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کا حکم عام ہے، گو اس کا سبب نزول خاص ہو، یعنی اللہ تعالیٰ نے خبر یہ دی ہے کہ کفار حق کے رستے کی پیروی سے روکنے کے لیے اپنے اموال خرچ کرتے ہیں اور یہ اسی طرح خرچ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کے اموال ختم ہو جائیں گے اور کچھ حاصل نہ کر سکنے کی وجہ سے انہیں حسرت اور ندامت ہوگی کیونکہ یہ اللہ کے نور کو بجھانا اور کلمہ حق کے مقابلے میں اپنی بات کو غالب کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرنے والا، اپنے کلمے کو سر بلند کرنے والا اور اپنے دین کو باقی تمام دینوں پر غالب کرنے والا ہے۔

کافروں کے لیے دنیا میں یہ ذلت و رسوائی اور آخرت میں جہنم کا عذاب ہوگا، ان میں سے جو زندہ رہا وہ اپنی آنکھ سے وہ کچھ دیکھ لے گا اور اپنے کان سے وہ کچھ سن لے گا جو اس کو برا معلوم ہوگا اور ان میں سے جو مارا گیا یا مر گیا تو وہ ابدی ذلت و رسوائی اور سرمدی عذاب میں مبتلا ہو جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۚ لِيَبْزِ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكَبُ جَمِيعًا فَيَجْعَلُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝﴾

① تفسیر الطبری: 324، 323/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1698/5 والدر المنثور: 334، 333/3. ② تفسیر الطبری:

323، 322/9. ③ تفسیر الطبری: 324، 322/9.

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ۚ وَإِنْ يُعْودُوا فَقَدْ مَضَتْ

(اے نبی!) جن لوگوں نے کفر کیا ان سے کہہ دیجیے کہ اگر وہ باز آ جائیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ انھیں معاف کر دیا جائے گا، اور اگر وہ دوبارہ وہی کریں

سُنَّتِ الْأَوَّلِينَ ۝ (38) وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ

گے تو بلاشبہ اگلے لوگوں کا (جو) طریقہ گزر چکا ہے (وہی ان کا انجام ہوگا) ۝ (38) اور تم ان سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور (ہر کہیں) سارے کا سارا دین اللہ

انتَهُوا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ (39) وَإِنْ تَوَلَّوْا فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَكُمْ ۖ نَعْمَ

ہی کا ہو، پھر اگر وہ (کافر) باز آ جائیں تو بے شک اللہ ان کے کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے ۝ (39) اور اگر وہ پھریں تو جان لو کہ یقیناً اللہ ہی تمہارا کارساز ہے،

الْمَوْلَىٰ وَنَعْمَ النَّصِيرُ ۝ (40)

وہ بہترین کارساز اور بہترین مددگار ہے ۝ (40)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝ (36) ”تو وہ آئندہ بھی خرچ کریں گے، آخر وہ (خرچ کرنا) ان کے لیے باعث افسوس ہوگا، پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا جنہم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔“

ارشاد الہی: ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ”تا کہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے۔“ علی بن ابوطلمح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اہل سعادت کو اہل شقاوت سے الگ کر دے۔⁽¹⁾ یعنی ان کو

الگ کر دے جو اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے دشمنوں اور کافروں سے جہاد کرتے ہیں یا اس کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد سے اعراض کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ

يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ الآية (آل عمران 3: 179) ”اللہ مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہوہر گز نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا اور اللہ تم کو غیب کی باتوں

سے بھی مطلع نہیں کرے گا.....“ اور فرمایا: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الظَّالِمِينَ﴾ ○ (آل عمران 3: 142) ”کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ (بلا آزمائش) بہشت میں جا داخل ہو گے، حالانکہ

ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو (اچھی طرح) معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔“ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانو! ہم نے کفار کے ساتھ تمہاری آزمائش کی ہے، وہ تم سے لڑائی کرتے ہیں اور اس

سلسلے میں اپنے مالوں کو بھی خرچ کرتے ہیں۔

﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكَبُ﴾ یعنی تا کہ اللہ پاک سے ناپاک کو الگ کر دے، پھر سارے ناپاک (لوگوں) کو جمع کر کے ایک دوسرے پر اوپر تلے رکھ کر ایک ڈھیر بنادے۔ ﴿فَيَجْعَلُهُ

فِي جَهَنَّمَ ۚ وَلِلَّهِ هُمُ الْخُسْرُونَ﴾ ۝ (37) ”پھر اس کو دوزخ میں ڈال دے، یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔“ یعنی یہی لوگ دنیا و آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں۔

تفسیر آیات: 38-40

کفار کو توبہ کی ترغیب اور کفر پر ترہیب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا﴾ (اے پیغمبر!) کفار سے کہہ دیجیے کہ اگر وہ باز آ جائیں، یعنی کفر، عداوت اور عناد سے رک جائیں اور اسلام، اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کو اختیار کر لیں۔ ﴿يَغْفِرَ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ﴾ تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ انھیں بخش دیا جائے گا۔“ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخِذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ] ”جس نے اسلام میں اچھے عمل کیے تو اس سے جاہلیت کے اعمال کا مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے اسلام میں برے عمل کیے تو اس سے پہلے اور بعد کے تمام اعمال کا مواخذہ کیا جائے گا۔“^① اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَجُوبُ مَا كَانَ قَبْلَهُ]، [وَالْتَّوْبَةُ تَجُوبُ مَا كَانَ قَبْلَهَا] ”اسلام پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور توبہ بھی پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔“^②

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَإِنْ يَعُودُوا﴾ اور اگر وہ لوٹیں (وہی حرکات کرنے لگیں۔) یعنی جس طرح کے کام پہلے کرتے تھے، اسی طرح کے کام ہی کرتے رہیں گے۔ ﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ﴾^③ ”تو بلاشبہ اگلے لوگوں کا (جو) طریقہ گزر چکا ہے (وہی ان کے حق میں برتا جائے گا۔)“ یعنی اگلے لوگوں میں ہمارا طریقہ یہ رہا ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی اور اپنی سرکشی اور عناد کی اس روش کو برقرار رکھا تو ہم نے بھی انھیں جلد ہی اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیا تھا۔ کفر و شرک کے خاتمے کے لیے جہاد کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ ”اور تم ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (شرک) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آ کر یہ کہنے لگا: اے ابوعبدالرحمن! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا﴾..... الآية (الحجرات 9:49) ”اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں.....“ تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے، آپ لڑائی کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے جواب دیا برادر زادے! مجھے اس آیت کی وجہ سے الزام دیا جائے اور میں لڑائی نہ کروں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ مجھے اس آیت کی وجہ سے الزام دیا جائے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدِّيًا﴾..... الآية

① صحیح البخاری، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إثم من أشرك بالله وعقوبته في الدنيا والآخرة.....

حدیث: 6921 وصحیح مسلم، الإيمان، باب هل يؤاخذ بأعمال الجاهلية؟ حدیث: 120. ② صحیح مسلم، الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله.....، حدیث: 121 ومسند أحمد: 199/4. ③ اور صحیح مسلم میں [يَجُوبُ] کے بجائے [يَهْدِمُ] عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہے۔ [والتوبة تجب ما كان قبلها] کے الفاظ کسی حدیث میں نہیں مل سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ دیکھیے سلسلة الأحاديث الضعيفة: 141/3، رقم: 1039.

(النساء 93:4) ”اور جو شخص مسلمان کو قصدِ امار ڈالے.....“ اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً﴾ ”اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (شرک) نہ رہے۔“ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اس وقت اس آیت کے مطابق عمل کیا تھا جب اسلام ابھی زیادہ نہیں پھیلا تھا اور مسلمان کو دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا کر کے قتل کر دیا جاتا یا گرفتار کر لیا جاتا اور اب جب اسلام پھیل گیا ہے تو اب فتنہ باقی نہیں رہا ہے۔ اس شخص نے جب یہ دیکھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کی رائے سے اتفاق نہیں کر رہے تو اس نے کہا کہ پھر علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ انھوں نے جواب دیا کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں میرا کیا قول ہے؟ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تو انھیں معاف فرما دیا ہے مگر تم نہیں چاہتے کہ اللہ انھیں معاف کرے۔ اور علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں میں یہ کہتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے برادرِ عم زاد اور داماد ہیں۔ اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اور یہ رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر جیسا کہ تم دیکھتے ہو (ان کے حوالہ عقد میں ہے۔) ^① سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ فتنے میں لڑائی کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ فتنہ کیا ہے؟ حضرت محمد ﷺ مشرکوں سے لڑائی کرتے تھے اور ان پر داخل ہونا فتنہ تھا، اس سے تمھارا حکومت کے لیے لڑنا مراد نہیں ہے۔ یہ ساری روایت امام بخاری رحمہ اللہ کے سیاق کے مطابق ہے۔ ^②

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً﴾ میں فتنے سے مراد شرک ہے۔ ابو العالیہ، مجاہد، حسن، قتادہ، ربیع بن انس، سدی، مقاتل بن حیان اور زید بن اسلم رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ ^③ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھے عروہ بن زبیر اور دیگر علماء کی امام زہری کے حوالے سے یہ روایت پہنچی ہے کہ کسی مومن کو اس کے دین سے برگشتہ نہ کر دیا جائے۔ ^④ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَيَكُونَنَّ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ ”اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے۔“ کے بارے میں ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ توحید اللہ ہی کے لیے خالص ہو جائے۔ ^⑤ حسن، قتادہ اور ابن جریج نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ حتیٰ کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا جانے لگ جائے۔ ^⑥ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ مومن کو اس کے دین سے برگشتہ نہ کر دیا جائے، توحید خالص اللہ ہی کے لیے ہو جائے، اس میں شرک کی قطعاً کوئی آمیزش نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا دیگر تمام معبودوں کو چھوڑ دیا جائے۔ ^⑦

عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمھارے دین کے ساتھ ساتھ کفر باقی نہ رہے۔ ^⑧ اس کی

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً﴾ (الأنفال: 39)، حدیث: 4650. ②

صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً﴾ (الأنفال: 39)، حدیث: 4651. ③

تفسیر ابن ابی حاتم: 1701/5 ودلائل النبوة للبيهقي، باب مبتدأ الإذعان بالقتال وماورد بعده 582/2. ④

تفسیر ابن ابی حاتم: 1701/5. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 1701/5. ⑥ تفسیر الطبری: 327، 326/9 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1701/5. ⑦ السيرة النبوية لابن هشام، نزول سورة الأنفال: 672/2. ⑧ تفسیر الطبری: 328/9.

تائید صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ] ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں حتیٰ کہ وہ کہہ دیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور جب وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ دیں گے تو مجھ سے اپنے خون اور اموال بچالیں گے مگر جو ان کا حق ہوا، پھر ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔“^①

صحیح بخاری و مسلم ہی میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شجاعت کے لیے لڑتا ہے، ایک شخص جَمِيت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص ریا کاری کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے رستے میں لڑنے والا کون ہے؟ فرمایا: [مَنْ قَاتَلَ لِنَكُونِ كَلِمَةِ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ] ”جو شخص اس لیے لڑائی کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کو سر بلندی حاصل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے رستے میں لڑتا ہے۔“^②

ارشاد الہی: ﴿فَإِنْ انْتَهَوْا﴾ ”اور اگر وہ باز آ جائیں۔“ یعنی حالت کفر میں تمہارے ساتھ لڑنے سے باز آ جائیں تو تم بھی ان سے لڑائی کرنے سے رک جاؤ، خواہ تمہیں ان کی باطنی حالت کا علم نہ بھی ہو۔ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾^③ ”تو بے شک اللہ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ط.....﴾ (الآیۃ (التوبۃ: 5)) ”اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو.....“ اور دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ط.....﴾ (التوبۃ: 11:9) ”تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ط.....﴾ (البقرۃ: 193:2) ”اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نیست و نابود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے، پھر اگر وہ (فساد سے) باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنی چاہیے)۔“

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ تلوار لے کر ایک شخص پر چڑھ گئے تو اس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ دیا مگر اس کے باوجود اسامہ نے تلوار مار کر اسے قتل کر دیا اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ ذکر کیا گیا تو آپ نے اسامہ سے فرمایا: [أَقَاتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟ فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ..... يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّمَا (قَالَهَا تَعَوُّذًا) قَالَ: (هَلَّا) شَقَقْتُ عَنْ قَلْبِهِ؟] ”اس کے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کے بعد بھی تم نے اسے قتل کر دیا؟ روز قیامت تم لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا کیا جواب دو گے؟ اسامہ نے عرض کی: اے اللہ کے

① صحیح البخاری، الإيمان، باب: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ط.....﴾ (التوبۃ: 5:9)، حدیث:

25 عن ابن عمرؓ. وصحیح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله.....،

حدیث: (35)-21 و اللفظ له عن جابرؓ. ② صحیح البخاری، التوحید، باب قوله تعالى: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا

لِعِبَادِنَا الرُّسُلِينَ﴾ (الصُّفَّتْ: 37:171)، حدیث: 7458 وصحیح مسلم، الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله

هي العليا فهو في سبيل الله، حدیث: (150)-1904 و اللفظ له.

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ بھی مال غنیمت حاصل کرو، اس میں سے پانچواں حصہ یقیناً اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور (اس کے) رشتے

وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ إِن كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ

داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن اتارا جس دن دو

يَوْمَ التَّقِي الْأَجْمَعِينَ ط وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤١﴾

فوجوں میں لگراؤ ہوا تھا، اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے ﴿41﴾

رسول! اس نے تو بچنے کی خاطر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے اس کے دل کو چاک کر کے دیکھ کیوں نہیں لیا؟ آپ بار بار یہ مجھے فرماتے رہے: [(مَنْ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ؟) - قَالَ أُسَامَةُ - حَتَّى تَمْتَنَيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ إِلَّا يَوْمَئِذٍ] قیامت کے دن لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے سامنے تیرا کون مددگار ہوگا؟ - اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ میں خواہش کرنے لگا کہ اے کاش! میں آج کے دن ہی مسلمان ہوا ہوتا۔“ ﴿41﴾

ارشادِ الہی: ﴿وَإِنْ تَوَلَّوْا فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَكُمْ ط نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾ ﴿40﴾ ”اور اگر وہ پھریں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے (اور) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔“ یعنی اگر یہ تمہاری مخالفت کریں اور تمہارے خلاف جنگ برپا کرتے رہیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز، تمہارا آقا و مولیٰ اور تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں تمہارا حامی و ناصر ہے اور وہ بہت اچھا کارساز بھی ہے اور بہت خوب حامی و مددگار بھی۔

تفسیر آیت: 41

مالِ غنیمت اور فے کا حکم: سابقہ تمام امتوں کے مقابلے میں اس امت شریفہ کو اللہ تعالیٰ نے اس خصوصیت سے بھی نوازا ہے کہ اس کے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دے دیا ہے اور اس مقام پر اسی کی تفصیل کو بیان فرمایا ہے۔ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو اونٹ اور گھوڑے دوڑا کر کفار سے حاصل کر لیا گیا ہو اور فے اس مال کو کہتے ہیں جو اونٹ گھوڑے دوڑائے بغیر ہی مل گیا ہو، مثلاً: وہ مال جو کفار سے صلح کر لینے کی وجہ سے حاصل ہوا ہو یا کافر فوت ہو گئے ہوں اور ان کا کوئی وارث نہ ہو یا وہ مال جو جزیہ اور خراج وغیرہ کی صورت میں کفار سے حاصل ہوا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ﴾ ”اور جان رکھو کہ تم جو کچھ بھی مالِ غنیمت

① صحیح البخاری، الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَمِنْ أَحْيَاءَ﴾ (المائدة: 32)، حدیث: 6872 و صحیح

مسلم، الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله: لا إله إلا الله، حدیث: 96، 97 قوسین والے الفاظ علی الترتیب حوالہ جات

کے مطابق ہیں: السنن الکبریٰ للنسائی، السیر، باب قول المشرك لا إله إلا الله: 176/5، حدیث: 8595 والمعجم

الکبیر للطبرانی، ترجمة السمیط بن سمر عن عمران بن حصین: 226/18 و سنن أبی داود، الجهاد، باب علی ما

یقاتل المشركون، حدیث: 2643.

حاصل کرو، اس میں سے پانچواں حصہ یقیناً اللہ کا ہے۔“ اس میں تاکید ہے کہ ہر چیز، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ حتیٰ کہ سوئی دھاگے وغیرہ میں سے بھی پانچواں حصہ ضرور ادا کر دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ** ○ (آل عمران 161:3) ”اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (اللہ کے روبرو) حاضر کرنی ہوگی، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿فَإِنَّ لِلَّهِ حُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ﴾ ”تو اس کا پانچواں حصہ یقیناً اللہ اور اس کے رسول کا ہے“ کے بارے میں ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی سرے کو بھیجتے اور وہ غنیمت کا پانچواں حصہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا تو آپ اس پانچویں حصے کو مزید پانچ حصوں میں تقسیم فرما دیتے۔ پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ حُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ.....﴾ الآية۔ اور فرمایا کہ یہ آیت کلامِ باری تعالیٰ: ﴿لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ (البقرة 284) کی مفتاح ہے، یعنی انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حصے کو ایک حصہ ہی قرار دیا۔^① ابراہیم نخعی، حسن بن محمد ابن حنفیہ، حسن بصری، شعبی، عطاء بن ابورباح، عبد اللہ بن بریدہ، قتادہ، مغیرہ اور دیگر کئی ایک اہل علم رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حصہ ایک ہی ہے۔^② اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام حافظ ابوبکر بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ عبد اللہ بن شقیق سے اور انھوں نے یزید بن عیینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ وادیِ قرملی میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! غنیمت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ﴿لِلَّهِ حُمُسُهَا وَأَرْبَعَةُ أَحْمَاسٍ لِلْجَيْشِ، قُلْتُ: فَمَا أَحَدٌ أُولَىٰ بِهِ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَ: لَا، وَلَا السَّهْمُ تَسْتَخْرِجُهُ مِنْ جَنْبِكَ لَيْسَ أَنَّ أَحَقَّ بِهِ مِنْ أَحَبِكَ الْمُسْلِمِ﴾ [اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور باقی چار حصے لشکر کے لیے ہیں۔ میں نے عرض کی: ان میں سے کوئی کسی دوسرے کی نسبت زیادہ حق دار نہیں ہے؟ فرمایا: نہیں، حتیٰ کہ وہ تیر بھی جسے تم اپنے پہلو سے نکالو، اپنے مسلمان بھائی کی نسبت تم اس کے زیادہ حق دار نہیں ہو۔“^③

امام احمد نے مقدم بن مغدلی گرب رندی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ وہ عبادہ بن صامت، ابوالدرداء اور حارث بن معاویہ رندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک کا تذکرہ شروع کر دیا۔ ابوالدرداء نے عبادہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں غزوے میں مالِ غنیمت کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ عبادہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوے میں صحابہ کرام کو نماز پڑھائی اور اس وقت مالِ غنیمت کا ایک اونٹ آپ کے سامنے تھا، سلام

① تفسیر الطبری: 5/10. ② تفسیر الطبری: 6/10. ③ السنن الكبرى للبيهقي، قسم الفیء والغنیمۃ، باب إخراج

الخمیس من رأس الغنیمۃ 324/6.

پھرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان اونٹ کی ایک میٹکی پکڑی اور فرمایا:

[إِنَّ هَذِهِ مِنْ غَنَائِمِكُمْ وَإِنَّهُ لَيْسَ لِي فِيهَا إِلَّا نَصِيبِي مَعَكُمْ، إِلَّا الْخُمْسُ، وَالْخُمْسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ، فَأَذُوا الْخَيْطَ وَالْمِخِيطَ، وَأَكْبَرِ مِنْ ذَلِكَ وَأَصْغَرَ، وَلَا تَغْلُوا فَإِنَّ الْغُلُولَ نَارٌ وَعَارٌ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَجَاهِدُوا النَّاسَ فِي اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ، وَلَا تُبَالُوا فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَائِمَةً، وَأَقِيمُوا حُدُودَ اللَّهِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَإِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْحَنَّةِ عَظِيمٍ، يُنَجِّي اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى [بِهِ] مِنَ الْغَمِّ وَالْهَمِّ]

”یہ بھی تمہاری غنیمتوں میں سے ہے اور خمس کے علاوہ باقی میرا حصہ بھی تمہارے حصے کے برابر ہی ہے اور یہ پانچواں حصہ بھی تمہی کو واپس کر دیا جاتا ہے، لہذا سوئی اور دھاگے کو بھی پیش کر دو، اس سے کوئی بڑی یا چھوٹی چیز ہو تو اسے بھی پیش کرو اور خیانت نہ کرو کیونکہ خیانت تو خائن لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں آگ اور عار ہے، اللہ کی خاطر قریب و بعید سب لوگوں سے جہاد کرو، اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرو، سفر و حضر ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرو اور اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کرو، جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک عظیم الشان دروازہ ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ غم و فکر سے نجات عطا فرماتا ہے۔“^①

یہ حدیث حسن عظیم ہے مگر کتب ستہ میں یہ اس سند سے موجود نہیں ہے۔ ہاں، البتہ امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے غنیمت کے سلسلے میں اور خیانت کی ممانعت کے بارے میں اسی طرح روایت کیا ہے۔^② امام ابوداؤد اور نسائی نے عمرو بن عبسہ سے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔^③

نبی اکرم ﷺ مال غنیمت میں سے اپنے لیے غلام یا لونڈی یا گھوڑے یا تلوار وغیرہ جیسی کسی چیز کو پسند فرمایا کرتے تھے جیسا کہ محمد بن سیرین اور عامر شُعْبی نے بیان کیا اور اکثر علماء نے بھی ان کی متابعت میں یہی بیان کیا ہے۔^④ امام احمد و ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالفقار نامی اپنی تلوار کو بدر کے دن مال غنیمت میں سے حاصل کیا تھا اور اسی تلوار کے بارے میں آپ نے احد کے دن خواب دیکھا تھا۔^⑤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صفیہ کا تعلق (غنیمت کے طور پر حاصل ہونے والی) لونڈیوں میں سے تھا۔^⑥

اہل قربات کا حصہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیا جاتا تھا کیونکہ بنو مطلب نے زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں بنو ہاشم کا ساتھ دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اظہار ہمدردی کے طور پر یہ بھی بنو ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالب میں داخل ہو گئے

① مسند أحمد: 316/5. سنن أبي داود، الجهاد، باب في فداء الأسير بالمال، حديث: 2694 وسنن النسائي،

الهباء، باب هبة المشاع، حديث: 3718 ومسند أحمد: 184/2. ③ سنن أبي داود، الجهاد، باب في الإمام يستأثر

بشيء من الفداء لنفسه، حديث: 2755. ④ الدر المنثور: 336/3. ⑤ مسند أحمد: 271/1 وجامع الترمذی، السير،

باب في النفل، حديث: 1561. ⑥ سنن أبي داود، الخراج، باب ما جاء في سهم الصفي، حديث: 2994.

تھے، ان میں سے جو مسلمان تھے وہ تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لیے شعب ابوطالب میں داخل ہوئے تھے اور جو کافر تھے، وہ اپنے خاندان کے لیے حمیت اور رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کی اطاعت کے لیے داخل ہوئے تھے۔

آیت کریمہ میں یتیموں سے مراد مسلمانوں کے یتیم ہیں اور محتاجوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس اپنی گزر بسر کے لیے ضروری سامان موجود نہ ہو اور مسافروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس قدر مسافت کا سفر کر رہے یا سفر کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں جس میں نماز قصر کی جاسکتی ہو اور اس کے پاس سفر کے لیے زاد راہ نہ ہو۔ اس کی تفصیل سورہ توبہ کی آیت صدقہ میں بیان کی جائے گی۔ ① إِنْ شَاءَ اللَّهُ. وَبِهِ الثَّقَةُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانِ.

فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلْنَا عَلَى عَبْدِنَا﴾ ”اگر تم اللہ پر اور اس (نصرت) پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمائی“، یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ، یومِ آخرت اور اس پر ایمان رکھتے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا تو مالِ غنیمت کے خمس کے بارے میں ہمارے حکم کی پابندی کرو۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفد عبدالقیس سے متعلق حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [أَمْرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، أَمْرُكُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ، وَهَلْ تَذَرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ؟ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، (وَأَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ) وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ، (وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ)] ”میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا اور چار سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لاؤ، اور کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا ہے؟ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا اور یہ کہ تم مالِ غنیمت میں سے بھی پانچواں حصہ ادا کرو.....“، لمبی حدیث ہے۔ ② اس حدیث میں آپ نے مالِ غنیمت میں سے پانچویں حصے کو ادا کرنا بھی ایمان میں سے قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کی کتاب الإیمان میں ایک باب کا عنوان یہ قائم فرمایا ہے: بَابُ أَدَاءِ الْخُمُسِ مِنَ الْإِيمَانِ ”غنیمت کے پانچویں حصے کو ادا کرنا بھی ایمان میں سے ہے۔“ پھر انھوں نے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہی حدیث بیان فرمائی ہے۔ ③

ارشاد الہی ہے: ﴿يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّلَافُي الْجَنَّةِ وَاللَّهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ④ ”فیصلے کے دن (اتارا) جس دن دونوں فوجوں میں مدبھیڑ ہو گئی تھی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اپنے اس انعام و احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے بدر میں حق و باطل میں فرق کر دیا اور اس دن کو ”یوم الفرقان“ کے نام سے موسوم کیا کیونکہ اس دن اس نے کلمہ ایمان کو کلمہ باطل پر سر بلند کر دیا تھا، اپنے دین کو غالب کر دیا اور اپنے نبی اور اپنی جماعت کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا

① دیکھیے آیت: 60 کے ذیل میں۔ ② صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾

(الصُّفْتُ 37: 96)، حدیث: 7556 لیکن پہلی قوسین والے الفاظ حدیث: 53 میں ہیں صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بالإیمان باللہ تعالیٰ ورسولہ ﷺ وشرائع الدین.....، حدیث: (23) - 17 جبکہ دوسری قوسین والے الفاظ صحیح البخاری،

حدیث: 87 کے مطابق ہیں۔ ③ صحیح البخاری، الإیمان، باب أداء الخمس من الإیمان، حدیث: 53.

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ

جبکہ تم (میدان بدر کے) قریب والے کنارے پر تھے اور وہ (کافر) دور والے کنارے پر تھے اور (قریش کا تجارتی) قافلہ تم سے بہت نیچے (بحیرہ قلزم کے ساحل

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَأَخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۖ وَلَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۖ

کی طرف) تھا۔ اور اگر تم (دونوں فریق جنگ کے لیے) آپس میں وعدہ کرتے تو مقررہ وقت پر ضرور اختلاف کرتے اور لیکن (ہوا یہ کہ دونوں گروہ آمنے سامنے

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ

آگے) تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو ہونے والا تھا تاکہ جو ہلاک ہو وہ حجت (قائم ہونے) سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے (حق پہچان کر)

كَسِبَ عَلَيْهِ ۖ

زندہ رہے، اور بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ④

تھا۔ علی بن ابوطالح اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ”یوم الفرقان“ سے مراد بدر کا دن ہے کیونکہ اس دن اللہ نے حق و باطل میں فرق کر دیا تھا۔ ① اسے امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ ② اسی طرح مجاہد، مشتم، عبید اللہ بن عبد اللہ، ضحاک، قتادہ، مقاتل بن حیان اور کنی ایک اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے۔ ③

تفسیر آیت: 42

یوم بدر کی کچھ تفصیل: اللہ تعالیٰ نے یوم الفرقان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا﴾ ”جس وقت (تم بدر کے) قریب والے کنارے پر تھے۔“ یعنی جب تم نے وادی کے اس کنارے پر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا جو مدینہ سے قریب تھا۔ ﴿وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى﴾ ”اور کافر بعید کے کنارے پر تھے۔“ یعنی اس کنارے پر جو مدینہ سے بعید اور مکہ کی جانب تھا۔ ﴿وَالرَّكْبُ﴾ ”اور قافلہ“ جس میں ابوسفیان اپنے سامان تجارت کے ساتھ تھا۔ ﴿أَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ ”تم سے نیچے (اتر گیا) تھا۔“ اور وہ ساحل سمندر کی طرف تھا۔ ﴿وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ﴾ ”اور اگر تم (جنگ کے لیے) آپس میں وعدہ کرتے۔“ تم اور مشرک ایک جگہ جمع ہونے کے بارے میں آپس میں فیصلہ کر لیتے ﴿لَأَخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ﴾ ”تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں اختلاف کرتے۔“

محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے والد سے اس آیت کریمہ کے بارے میں یہ بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر یہ مڈھ بھیڑ تمہارے اور ان کے درمیان طے شدہ ایک وقت معین کے مطابق ہوتی، پھر تمہیں یہ معلوم ہوتا کہ ان کی تعداد زیادہ اور تمہاری تعداد کم ہے تو تم ان سے نہ ملتے۔ ﴿وَلَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا﴾ ”اور لیکن تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو ہو کر رہنے والا تھا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمانے اور مشرک و مشرکین کو ذلیل و رسوا کرنے کا اپنی قدرت کے ساتھ جو ارادہ فرمایا اسے پورا کر دے اور اپنے لطف و کرم

① تفسیر الطبری: 12/10. ② المستدرک للحاکم، المغازی والسرایا: 23/3، حدیث: 4307. ③ تفسیر ابن ابی

حاتم: 1706/5 و تفسیر الطبری: 13/10، 14.

کے ساتھ اس نے اپنے اس ارادے کو پورا فرمادیا۔^(۱) حدیث کعب بن مالک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان نکلے اور وہ قریش کے قافلے سے ملنا چاہتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے دشمنوں کو پہلے سے طے شدہ کسی وقت معین کے بغیر جمع کر دیا۔^(۲)

محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھ سے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شام کے وقت علی بن ابوطالب، سعد بن ابوقاص اور زبیر بن عوام کو صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بدر کے پانی کی طرف روانہ فرمایا تاکہ جستجو کر کے آپ تک خبریں پہنچائیں، ان کی قریش کی پانی لے جانے والی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی، بنو سعید بن عاص کا ایک غلام اسلم اور بنو حجاج کا ایک غلام عریض ابویسار، صحابہ کرام انھیں پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے، رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز پڑھنے میں مصروف تھے، اس لیے صحابہ کرام نے ان سے سوالات کرنے شروع کر دیے۔ صحابہ کرام نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم قریش کے سقے ہیں، انھوں نے ہمیں بھیجا ہے تاکہ ہم ان کے پینے کے لیے پانی لے جائیں، لوگوں نے ان کی یہ بات قبول نہ کی اور انھیں خیال ہوا کہ شاید یہ ابوسفیان کے ملازم ہیں، اس لیے انھوں نے انھیں خوب مارا پیٹا تو وہ بول اٹھے کہ ہاں، ہم ابوسفیان ہی کے ملازم ہیں، اس پر انھوں نے انھیں چھوڑ دیا، رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا، پھر سجدے کیے اور نماز مکمل کرتے ہوئے سلام پھیر دیا اور فرمایا:

[إِذَا صَدَقَاكُمْ ضَرَبْتُمُوهُمَا، وَإِذَا كَذَبَاكُمْ تَرَكْتُمُوهُمَا، صَدَقَا، وَاللَّهُ! إِنَّهُمَا لَقُرَيْشٌ، أَخْبَرَانِي عَنْ قُرَيْشٍ؟ قَالَا: هُمُ وَاللَّهُ! وَرَأَى هَذَا الْكُتَيْبُ الَّذِي تَرَى بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى- وَالْكَتَيْبُ: الْعَقَنْقُلُ- فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَيْفَ الْقَوْمُ؟ قَالَ: كَثِيرٌ، قَالَ: مَا عِدَّتُهُمْ؟ قَالَا: لَا نَدْرِي، قَالَ: كَيْفَ يَحْرُونَ كُلَّ يَوْمٍ؟ قَالَا: يَوْمًا تِسْعًا وَيَوْمًا عَشْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْقَوْمُ فِيمَا بَيْنَ التَّسْعِ مِائَةٍ وَالْأَلْفِ، ثُمَّ قَالَ لَهُمَا: فَمَنْ فِيهِمْ مِّنْ أَشْرَافِ قُرَيْشٍ؟]

”جب ان دونوں نے تم سے سچ کہا تو تم نے زد و کوب کیا اور جب انھوں نے جھوٹ بولا تو تم نے انھیں چھوڑ دیا۔ واللہ! ان دونوں نے سچ کہا ہے کہ وہ قریش کے ہیں۔“ (پھر آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ) ”مجھے قریش کے متعلق خبر دو گے؟“ انھوں نے کہا کہ واللہ! وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو دور سے نظر آ رہا ہے۔ ٹیلہ عَقَنْقُل۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ وہ لوگ کتنے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ بہت ہیں، آپ نے فرمایا: ”ان کی تعداد کتنی ہے؟“ انھوں نے جواب دیا کہ ہمیں معلوم نہیں، آپ نے فرمایا: ”وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟“ انھوں نے جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”ان کی تعداد نو سو سے ایک ہزار کے درمیان ہے، پھر آپ نے ان دونوں سے پوچھا کہ لشکر میں

(۱) السيرة النبوية لابن هشام، نزول سورة الأنفال: 672/2 وتفسير ابن أبي حاتم: 1708/5. (۲) تفسير الطبري:

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَايِكَ قَلِيلًا ط وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَفَشِلْتُمْ وَلَتَنْتَازَعْتُمْ فِي

(اے نبی! دیکریں) جب اللہ نے آپ کے خواب میں آپ کو ان کی تعداد کم دکھائی اور اگر وہ آپ کو ان کی تعداد زیادہ دکھاتا تو تم ضرور ہمت ہار دیتے اور

الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ط إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٤٣﴾ وَإِذْ يُرِيكُهُمُ إِذْ تُتَّقِيْتُمْ

اس معاملے میں آپس میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے (تمہیں) بچالیا۔ بے شک وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے ﴿٤٣﴾ اور (اے مسلمانو! یاد کرو!) جب تم

فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ط وَإِلَى اللَّهِ

(کافروں کے) آنے سانسے ہوئے تو اللہ نے انہیں تمہاری نظروں میں تھوڑا دکھایا اور تمہیں ان کی نظروں میں تھوڑا دکھایا تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے

تُرْجِعُ الْأُمُورَ ﴿٤٤﴾

جو ہونے والا تھا۔ اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں ﴿٤٤﴾

سردرانِ قریش میں سے کون کون ہیں؟“

انھوں نے بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو النختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی بن نوفل، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابو جہل بن ہشام، اُمیہ بن خلف، حجاج کے بیٹے ثبیہ اور مُتبہ، سمیل بن عمرو اور عمرو بن عبدوڈ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا: [هَذِهِ مَكَّةُ قَدْ أَلَقْتُ إِلَيْكُمْ أَفْلَاحَ كَيْدِهَا] ”یہ مکہ ہے (اس) نے تمہاری طرف اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیے ہیں۔“ ﴿٤١﴾

ارشاد الہی ہے: ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط﴾ ”تاکہ جو ہلاک ہو وہ حجت قائم (ہوئے) سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی حجت و بصیرت کے ساتھ (حق پہچان کر) زندہ رہے۔“ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ جس نے کفر کرنا ہے وہ حجت کے بعد، یعنی نشانی اور عبرت دیکھنے کے بعد کفر کرے اور جس نے ایمان لانا ہے، وہ بھی نشانی اور عبرت دیکھنے کے بعد ایمان لائے۔ ﴿٢﴾ یہ ایک اچھی تفسیر ہے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے تم کو تمہارے دشمن کے ساتھ پہلے سے طے شدہ کسی وقت معین کے بغیر ایک ہی میدان میں جمع کر دیا تاکہ تمہیں دشمن کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازے، کلمہ حق کو باطل کے مقابلے میں سر بلندی عطا فرمائے تاکہ معاملہ بالکل واضح ہو جائے کیونکہ یہ حجت قاطعہ اور یہ براہین ساطعہ ہیں اور ان کے بعد کسی کے پاس نہ کوئی حجت باقی رہے اور نہ کسی کے لیے کسی قسم کے شبہ کی کوئی گنجائش رہے اور یہ وہ صورت ہے کہ اگر کسی نے ہلاک ہی ہونا ہے تو وہ ہلاک ہو جائے، یعنی اگر کسی نے اپنے کفر ہی کی حالت پر برقرار رہنا ہے تو وہ بصیرت کے ساتھ کفر کو اختیار کرے کیونکہ وہ حجت قائم ہونے کے باوجود اپنے باطل مذہب پر قائم ہے، اسی طرح جس نے ایمان لانا ہے تو وہ بھی حجت و بصیرت کے ساتھ ایمان لائے اور ایمان تو دلوں کی زندگی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَإْيُشِي بِهِ فِي النَّاسِ﴾ (الأنعام

① السيرة النبوية لابن هشام، ظفر المسلمین برجلین من قریش یقفانہم علی أخبارہم: 617، 616/2 . ② تفسیر

122:6) ”کیا ایک ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔“

واقعہ اُفک کو بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”میرے بارے میں ہلاک ہوا جو ہلاک ہوا۔“ یعنی اس نے آپ کے بارے میں بہتان لگایا اور افتراء پر دازی کی۔ ① ﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ﴾ ”اور کچھ شک نہیں کہ اللہ خوب سننے والا ہے۔“ یعنی تمہاری دعا، الحاح و زاری اور تمہاری فریاد کو وہ سنتا ہے۔ ﴿عَلَيْكُمْ﴾ ② یعنی تمہیں جانتا بھی ہے اور یقیناً کفار و معاندین کے مقابلے میں تمھی فتح و نصرت کے مستحق ہو۔

تفسیر آیات: 43، 44

اللہ تعالیٰ کا ہر جماعت کو دوسرے کی آنکھ میں تھوڑا کر کے دکھانا: امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے خواب میں کافروں کی تعداد کو تھوڑا کر کے دکھایا اور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے بارے میں بتلایا تو اس سے انھیں حوصلہ اور ثابت قدمی نصیب ہو گئی۔ ابن اسحاق اور کئی دیگر اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔ ② ﴿فَرَمَانَ الْإِلَهِ﴾ ”وَلَوْ أَرَادَ كُفْرُكُمْ كَثِيرًا لَفُشَلْنَاكُمْ“ ”اور اگر وہ انھیں بہت کر کے دکھاتا تو تم لوگ بزدل ہو جاتے۔“ یعنی تم بزدلی کا مظاہرہ کرتے اور آپس میں اختلاف کرنے لگ جاتے۔ ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ﴾ ”لیکن اللہ نے (تمہیں اس سے) بچالیا۔“ اس طرح کہ دشمن تمہیں تھوڑی تعداد میں دکھائے۔ ﴿لَئِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ بَنَاتِ الصُّدُورِ﴾ ③ ”بے شک وہ سینوں کی باتوں سے واقف ہے۔“ وہ تو ان باتوں سے بھی آگاہ ہے جن کو ضمیر چھپائے ہوتے ہیں اور جن پر امتزیاں لپٹی ہوتی ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ ﴿المؤمن 19:40﴾ ”وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جنہیں سینوں نے چھپایا ہوا ہے۔“

ارشاد الہی: ﴿وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ التَّمَيُّمِ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا﴾ ”اور (اے مسلمانو! یاد کرو!) جب تم ایک دوسرے کے مد مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا۔“ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مومنوں کے ساتھ ایک خاص لطف و کرم تھا کہ اس نے کافروں کو مسلمانوں کی آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں پر جرأت اور رغبت دلائی۔

ابو اسحاق سمیع نے ابو عبیدہ سے اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن کافر ہماری آنکھوں میں اس قدر تھوڑی تعداد میں دکھائے گئے کہ میں اپنے ساتھ کھڑے ہوئے آدمی سے یہ پوچھ رہا تھا کہ کافروں کی تعداد ستر ہوگی؟ اس نے کہا کہ نہیں ایک سو کی تعداد میں ہوں گے حتیٰ کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کو پکڑ کر پوچھا کہ تمہاری تعداد کتنی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہم ایک ہزار ہیں۔ اسے امام ابن ابی حاتم اور امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ ③ ﴿وَيَقْلِلُكُمْ﴾

① مسند أحمد: 195/6. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 1709/5 و تفسیر عبدالرزاق: 123/2، رقم: 1018 و تفسیر الخازن:

315/2. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1710/5 و تفسیر الطبری: 19/10.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾

اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہارا آمنا سامنا ہو تو ثابت رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ ﴿45﴾ اور اللہ اور اس کے رسول

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ

کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار بیٹھو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے

اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾

والوں کے ساتھ ہے ﴿46﴾

فِي أَعْيُنِهِمْ ﴿٤٦﴾ ”اور تم کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا۔“ امام ابن ابوجاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ اس طرح اس نے بعض کو بعض پر برا بھلا کہتا تھا، اس کی سند صحیح ہے۔ ﴿1﴾

محمد بن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے والد سے ﴿لَيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ط﴾ ”تا کہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو ہونے والا تھا۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں جنگ کو برپا کر دیا تا کہ جس سے وہ انتقام لینا چاہے، اس سے انتقام لے لے اور اپنے جن دوستوں کو وہ انعام و اکرام سے نوازا نا چاہے، نواز دے۔ ﴿2﴾ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کو ایک دوسرے کے خلاف برا بھلا کہتا کیا اور ایک دوسرے کو تھوڑی تعداد میں دکھایا تا کہ ہر ایک کو دوسرے کے بارے میں رغبت پیدا ہو جائے، تھوڑی تعداد میں دکھانے کا یہ عمل اس وقت تھا جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں لیکن جب گھسان کارن پڑا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائی تو کافروں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ مومنوں کی تعداد ان سے دو گنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَهُمْ رَأَى الْعَيْنِ ط وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ مَن يَشَاءُ ط إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ○ (آل عمران 3:13) ”تمہارے لیے دو گروہوں میں جو (جنگِ بدر کے دن) آپس میں بھڑ گئے (اللہ کی قدرت کی عظیم الشان) نشانی تھی ایک گروہ (مسلمانوں کا تھا وہ) اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ (کافروں کا تھا وہ) ان کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دو گنا مشاہدہ کر رہا تھا اور اللہ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے جو اہل بصارت ہیں ان کے لیے اس (واقعی) میں بڑی عبرت ہے۔“ اس طرح ان دونوں آیتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور ان میں سے ہر آیت مبنی برحق و صداقت ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر آیات: 46، 45 ﴿3﴾

آداب جنگ کی تعلیم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو جنگ کے آداب اور دشمنوں سے مقابلے کے وقت شجاعت و بہادری

﴿1﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 5/1710. ﴿2﴾ السيرة النبوية لابن هشام، نزول سورة الأنفال: 2/672 و تفسیر ابن ابی حاتم:

کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا ۖ﴾ ”مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے ملو (تمہارا مقابلہ ہو) تو ثابت (قدم) رہو۔“ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن ابیووفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ان بعض ایام میں، جن میں دشمن سے آپ کا مقابلہ ہوا، انتظار فرمایا حتیٰ کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ! لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمْهُمْ فَأَصْبِرُوا، وَأَعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ: اللَّهُمَّ! مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ، وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ﴾ ”لوگو! دشمن سے مڈھ بھیر کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے رہو اور جب تمہارا دشمنوں سے سامنا ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور خوب جان لو کہ جنت تلواریں کے سائے تلے ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! کتاب کے نازل فرمانے والے، بادلوں کو چلانے والے، جماعتوں کو شکست دینے والے ہمارے ان دشمنوں کو شکست دے اور ان سے مقابلے میں ہماری نصرت فرما۔“ ①

کعب احبار سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر سے بڑھ کر اور کوئی چیز پسند نہیں ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ لوگوں کو نماز اور جہاد کا حکم نہ دیتا، دیکھو! اس نے جہاد کے وقت بھی لوگوں کو اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا ۖ وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ② ”مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے ملو (تمہارا مقابلہ ہو) تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“ ②

دشمن سے مقابلے کے وقت ثابت قدمی کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ دشمنوں سے جہاد کرتے ہوئے ثابت قدمی اور ان کی مبارزت کے وقت صبر کا مظاہرہ کیا جائے اور مومن فرار ہوں نہ منہ موڑیں اور نہ بزلی کا مظاہرہ کریں بلکہ اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اسے نہ بھولیں بلکہ اس سے مدد طلب کریں، اسی کی ذات گرامی پر توکل کریں اور اسی سے اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت طلب کریں، اس حالت میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا دامن نہ چھوڑیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے، اسے بجالائیں اور جس سے منع فرما دیا ہے اس سے کنارہ کشی کریں اور آپس میں اختلاف بھی نہ کریں کیونکہ باہمی اختلاف ذلت و رسوائی اور شکست کا سبب بنے گا۔ ﴿وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ ”اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔“ یعنی تمہاری قوت و وحدت اور کامیابی و کامرانی ختم ہو جائے گی۔ ﴿وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ ③ ”اور صبر سے کام لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔“

حضرات صحابہ کرام شجاعت و بہادری، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری اور اطاعت و فرمانبرداری کے اعتبار

① صحیح البخاری، الجہاد والسير، باب كان النبي ﷺ إذا لم يقاتل أول النهار آخر القتال حتى تزول الشمس، حديث:

2965، 2966 صحیح مسلم، الجہاد.....، باب كراهة تمنى لقاء العدو.....، حديث: 1742 - تفسير

ابن أبي حاتم: 1711/5.

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنی شان) دکھاتے ہوئے نکلے اور وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے

اللَّهُ ط وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾ وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ

تھے۔ اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے ﴿47﴾ اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے سجا کر پیش کیے اور وہ کہنے لگا:

لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَ آتِ الْفَيْثِ نِكَصَ عَلَىٰ عَقَبَيْهِ

آج لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور بے شک میں تمہارا ساتھی ہوں، پھر جب دونوں فوجوں کا آمناسا منسا ہوا تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور

وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ط وَاللَّهُ شَدِيدُ

کہنے لگا: بے شک میں تم سے بری ہوں۔ بے شک میں وہ (خبر) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت

الْعِقَابُ ﴿٤٨﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَدًا هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ ط وَمَنْ

سزا دینے والا ہے ﴿48﴾ جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا، یہ کہتے تھے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔

يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾

اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو بے شک اللہ زبردست، خوب حکمت والا ہے ﴿49﴾

سے اس قدر آگے بڑھے ہوئے تھے کہ سابقہ امتوں اور زمانوں میں اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی اور نہ ہی بعد میں نظر آئے گی۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے حکم کی اطاعت کی برکت سے انھوں نے بہت ہی قلیل مدت میں مشرق و مغرب کے ملکوں اور ان میں بسنے والے لوگوں کے دلوں کو فتح کر لیا، حالانکہ رومیوں، ایرانیوں، ترکوں، صقالیہ، بربر، حبشیوں، سوڈان کی مختلف قوموں، قبطیوں اور دیگر اقوام کے لشکر ہائے جرار کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت ہی قلیل تھی لیکن انھوں نے ان سب کو شکست دی حتیٰ کہ اللہ کے کلمے کو سر بلندی حاصل ہو گئی، اللہ کا دین تمام دینوں پر غالب آ گیا اور تیس سال سے بھی کم عرصے میں اسلامی ملکوں کا سلسلہ مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل گیا۔ فَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ أَجْمَعِينَ، وَحَشَرْنَا فِي زُمْرَتِهِمْ إِنَّهُ كَرِيمٌ وَهَابٌ۔

تفسیر آیات: 47-49

بدر کے دن مشرکوں کے نکلنے کی کیفیت: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس کی راہ میں جہاد میں اخلاص سے کام لینے اور کثرت سے اس کا ذکر کرنے کے حکم کے بعد مشرکوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے گھروں سے اس طرح نہ نکلو جس طرح مشرک نکلے تھے۔ ﴿بَطَرًا﴾ ”اتراتے ہوئے“ یعنی حق کا مقابلہ کرنے کے لیے، ﴿وَرِئَاءَ النَّاسِ﴾ ”اور لوگوں کو دکھانے کے لیے۔“ یعنی فخر اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے جیسا کہ ابو جہل نے کہا: جب اس سے یہ کہا گیا کہ قافلہ بچ کر آ گیا ہے، لہذا لوٹ جاؤ تو اس نے کہا: نہیں، واللہ! ہم اس وقت تک واپس نہیں ہوں گے جب تک بدر کے پانی تک نہ پہنچ جائیں، اونٹوں کو ذبح نہ کر لیں، شرابیں نہ پی لیں، باندیاں گانے نہ گائیں تاکہ ہماری آج کی اس شان و شوکت کے

بارے میں عرب ہمیشہ بیان کرتے رہیں۔^①

لیکن یہ سب کچھ اس کے الٹ ثابت ہوا، اس لیے کہ وہ جب بدر کے کنویں پر آئے تو درحقیقت موت کے کنویں پر آئے تھے اور قتل ہونے کے بعد انھیں قلب بدر میں اس طرح پھینک دیا گیا کہ وہ بے حد ذلیل و رسوا تھے اور نہایت شقاوت کے ساتھ سردی و ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾^② ”اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ یعنی اللہ جانتا ہے کہ وہ کس طرح آئے اور کس مقصد کے لیے آئے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں بدترین سزا دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ضحاک اور سدی نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِغَاءَ النَّفَاسِ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ان مشرکوں کے بارے میں ہے جنھوں نے بدر کے دن رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تھی۔^③ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ جب قریش مکہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے تو وہ گانے بجانے والی عورتوں اور موسیقی کے آلات کے ساتھ نکلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔^④

شیطان کا مشرکوں کو مبتلائے فریب کرنا: ارشاد الہی: ﴿وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ﴾..... الآية ”اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کو آراستہ کر دکھائے اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور یقیناً میں تمھارا رفیق ہوں.....“ کفار جس مقصد کی خاطر آئے اور جوان کا ارادہ تھا، شیطان ملعون نے وہ انھیں آراستہ کر کے دکھایا اور انھیں اس بات پر رغبت دلائی کہ آج لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آسکے گا۔ اور اس خوف کو بھی ان سے دور کر دیا کہ ان کے دشمن بنو بکر میں سے بھی کوئی ان کے گھروں پر حملہ آور نہیں ہوگا اور کہا کہ میں تمھارا رفیق ہوں۔^⑤ شیطان کافروں کے سامنے سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں آیا تھا جو بنو مُذَاج کا سردار اور اس علاقے کا ایک وڈیرا تھا۔^⑥

شیطان نے کافروں سے یہ ساری باتیں کہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿يَعِدُّهُمْ وَيُؤَيِّدُهُمْ وَمَا يَعِدُّهُمْ الشَّيْطَانُ إِلَّا عُرْوًا﴾ (النساء: 120) ”وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انھیں وعدے دیتا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔“ ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو ابلیس اپنے پرچم اور لشکروں کے ساتھ مشرکوں کے ساتھ چلا اور مشرکوں کے دلوں میں اس نے یہ بات ڈال دی کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکے گا اور میں تمھارا ساتھی ہوں لیکن جب مشرک اور کافر صف آرا ہوئے اور شیطان نے فرشتوں کی امداد کو دیکھا تو ﴿نَكَصَ عَلَى عَقَبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَمَّا لَا تَكُونُونَ﴾..... الآية ”وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا کہ بلاشبہ میں تم سے بری الذمہ ہوں، میں وہ (فرشتے) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ

① تفسیر الطبری: 23، 22/10 والسيرة النبوية لابن هشام: 673/2. ② تفسیر الطبری: 24، 23/10 وتفسیر ابن ابی

حاتم: 1714، 1713/5. ③ تفسیر الطبری: 24، 23/10 والدر المنثور: 344/3. ④ تفسیر الطبری: 27/10. ⑤ تفسیر

الطبری: 26/10.

رہے.....“^①

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابلیس بدر کے دن شیطانوں کے لشکر کے ساتھ آیا، اس کے پاس اس کا جھنڈا بھی تھا، وہ بنو مُذَلِّج کے سردار سراقہ بن مالک بن مُعْثَم کی صورت میں آیا تھا اور مشرکوں سے اس نے کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہ آ سکے گا اور میں تمہارا رفیق ہوں جب لوگ صف آرا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اسے مشرکوں کے چہروں کی طرف پھینک دیا تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ جبریل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے تو اس وقت ابلیس ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا، اس نے جب حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو اپنا ہاتھ مشرک کے ہاتھ سے چھڑا لیا، پھر وہ اور اس کا سارا لشکر دم دبا کر بھاگ گیا، وہ مشرک جس کے ہاتھ میں ابلیس کا ہاتھ تھا کہنے لگا: سراقہ! تم تو کہتے تھے کہ میں تمہارا رفیق ہوں، ابلیس نے جواب دیا: میں وہ (فرشتے) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ابلیس نے یہ پسائی اس وقت اختیار کی جب اس نے میدان بدر میں فرشتوں کو اترتے ہوئے دیکھا تھا۔^②

بدر کے دن منافقوں کا موقف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَدًا هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ﴾ ”اس وقت منافق اور (کافر) جن کے دلوں میں مرض تھا، کہتے تھے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔“ علی بن ابوطلحہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکوں کی آنکھوں میں تھوڑی تعداد میں دکھایا اور مشرکوں کو مسلمانوں کی آنکھوں میں کم کر کے دکھایا تو مشرکوں نے کہا کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے، انھوں نے یہ اس لیے کہا کہ انھیں معلوم ہو رہا تھا کہ مسلمان بہت تھوڑی تعداد میں ہیں اور وہ گمان یہ کر رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کو یقیناً شکست دے دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾^③ ”اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو یقیناً اللہ غالب حکمت والا ہے۔“^④

امام قتادہ کا قول ہے کہ مشرکوں نے یہ دیکھا کہ مومنوں کی ایک جماعت نے اللہ کے دین کے بارے میں تشدد سے کام لیا ہے۔ نیز امام قتادہ نے کہا کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے دشمن ابو جہل نے جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو دیکھا تو تساوت و سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ آج کے بعد اللہ کی عبادت نہیں کر سکیں گے^⑤ عامر شُعْبی کہتے ہیں کہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگوں نے اسلام کے بارے میں گفتگو کی اور بدر کے دن وہ مشرکوں کے ساتھ نکلے اور جب انھوں نے مسلمانوں کی قلتِ تعداد کو دیکھا تو کہا: ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔^⑥

① تفسیر الطبری: 27/10. ② تفسیر الطبری: 25/10. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1717/5. ④ تفسیر الطبری: 29/10.

⑤ تفسیر الطبری: 29، 28/10.

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۖ

اور کاش! آپ دیکھیں، جبکہ فرشتے کافروں کو فوت کرتے ہیں، وہ ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) تم

وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيَكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ

جلا دینے والا عذاب چکھو ﴿٥٠﴾ یہ اسی کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یہ (جان لو) کہ بے شک اللہ (اپنے) بندوں پر ظلم

لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾

کرنے والا نہیں ﴿٥١﴾

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ﴾ ”اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو یقیناً اللہ غالب ہے۔“ یعنی جو اس کا سہارا ڈھونڈ لے، وہ ذلیل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ غالب، عالی جناب اور عظیم الشان سلطنت کا مالک ہے۔ ﴿حَكِيمٌ﴾ ”حکمت والا ہے۔“ اپنے تمام افعال میں حکیم ہے، تمام افعال کو ان کے مقام پر رکھتا ہے، لہذا جو مستحق نصرت ہو تو اسے فتح و نصرت سے نوازتا ہے اور جو ذلت و رسوائی کا مستحق ہو تو اسے وہ ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

تفسیر آیات: 50، 51

فرشتوں کا کفار کو بوقتِ موت مارنا: اللہ نے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ اس حالت کو دیکھ لیں جب فرشتے کفار کی رو حیں قبض کر رہے ہوتے ہیں تو آپ ایک خطرناک، ہولناک اور دہشت ناک منظر دیکھیں گے جب ﴿يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ ”وہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور تھوڑے وغیرہ) مارتے ہیں۔“ اور ان سے یہ کہتے ہیں: ﴿وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾ ﴿٥٠﴾ ”اور تم جلا دینے والا عذاب چکھو“ ابن جرتج نے امام مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿أَدْبَارَهُمْ﴾ سے ان کے سرین مراد ہیں، بدر کے دن۔ اور ابن جرتج ہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب بدر کے دن مشرکوں نے اپنے چہرے مسلمانوں کی طرف کیے تو فرشتوں نے ان کے چہروں پر تلواریں ماریں اور جب انھوں نے پیٹھ پھیری تو فرشتوں نے ان کا تعاقب کر کے ان کی پیٹھوں پر درے برسائے۔ ﴿٥١﴾

یہ آیت کریمہ اگرچہ واقعہ بدر کے سیاق میں ہے لیکن یہ ہر کافر کے حق میں عام ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اسے اہل بدر کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ ”اور کاش! آپ اس وقت (کی کیفیت) دیکھیں جب فرشتے کافروں کو فوت کرتے ہیں، ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر (کوڑے اور تھوڑے وغیرہ) مارتے ہیں۔“ سورہ محمد میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے۔ ﴿٢﴾ اور قبل ازیں سورہ انعام کی حسب ذیل آیت میں بھی یہ گزر چکا ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ﴾ (الأنعام: 93) ”اور کاش! آپ ان ظالم لوگوں کو اس وقت دیکھیں جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 10/30، 31۔ ﴿٢﴾ دیکھیے آیت: 27 کے ذیل میں۔

كَذَابِ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۚ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَفَرُوا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ط

ان کی عادت آل فرعون اور ان لوگوں کی عادت جیسی ہے جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے

إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۵۲

انھیں پکڑ لیا۔ بے شک اللہ بہت طاقتور، سخت سزا والا ہے ۝۵۲

ہوتے ہیں اور فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں۔“ یعنی فرشتے اپنے رب کے حکم سے اپنے ہاتھوں کو آگے بڑھا کر اس وقت انھیں مارتے ہیں جب ان کی روحيں ان کے جسموں سے نہیں نکلتیں تو فرشتے انھیں زبردستی نکالتے ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب کی بشارت سناتے ہیں۔

چنانچہ حدیث براء میں ہے کہ موت کے وقت ملک الموت جب بہت ڈراؤنی شکل و صورت میں کافر کے پاس آتا ہے تو اس کی روح سے کہتا ہے: [أُخْرِجِي أُنْفُسُ الْخَبِيْثَةُ! إِلَى (سَمُومٍ وَحَمِيمٍ وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُومٍ) فَتَفَرَّقَ فِي بَدَنِهِ فَيَسْتَخْرِجُوهَا مِنْ جَسَدِهِ، كَمَا يَخْرُجُ السَّفُودُ مِنَ الصُّوفِ الْمَبْلُولِ تَتَقَطَّعُ مَعَهَا الْعُرُوقُ وَالْعَصَبُ] ”اے خبیث نفس! (دوزخ کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ دھوئیں کے سائے) کی طرف نکل تو یہ سن کر روح اس کے جسم میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور فرشتے اسے اس کے جسم سے اس طرح نکالتے ہیں جس طرح گیلی اون سے لوہے کی سلاخ کو نکال لیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی رگیں اور پٹھے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔“ ① اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں مطلع فرمایا ہے کہ اس وقت فرشتے ان سے یہ کہتے ہیں: ﴿وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝۵۰﴾ ”اور تم جلا دیئے والا عذاب چکھو۔“ فرمان باری تعالیٰ: ﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اٰيٰدِيَكُمْ﴾ ”یہ ان (اعمال) کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔“ یہ سزا تمہارے ان برے اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنی دنیا کی زندگی میں کیے تھے، یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سزا دی ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعٰبِدِیْنَ﴾ ② ”اور یہ (جان لو!) کہ بے شک اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔“ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا کیونکہ وہ تو حاکم عادل ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ غنی و حمید کی ذات بابرکات اس سے بہت ہی بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [يَا عِبَادِي! اِنِّيْ حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالُمُوْا.....، يَا عِبَادِي! اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ، (تُمْ اَوْفِيْكُمْ اِيَّاهَا) فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيُحْمَدِ اللّٰهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ] ”اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام قرار دے رکھا ہے اور اسے تمہارے لیے بھی حرام ٹھہرایا ہے، لہذا تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو..... اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جو میں تمہارے لیے

① مسند أحمد: 288/4 مفصلاً جبکہ تفسیرین والے الفاظ یہاں نہیں۔ اور تفسیر ابن کثیر میں [فتخرج معها العروق والعصب] کے الفاظ ہیں لیکن مراجع میں [فتخرج] کے بجائے [تتقطع] ہے اور یہ الفاظ مسند احمد حوالہ مذکورہ میں اسی حدیث کے بعد والی حدیث میں ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكْ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

یہ اس لیے کہ بے شک اللہ کوئی نعمت، جو اس نے کسی قوم کو بخشی ہو، نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ خود اپنے نفسوں کی حالت بدلیں۔ اور بے شک اللہ خوب

وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٣﴾ كَذٰبُ اِلٰٓ فِرْعَوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَذَّبُوْا

سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿۵۳﴾ ان کی عادت آل فرعون اور ان لوگوں کی عادت جیسی ہے جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے اپنے رب کی آیات کو بھٹلایا

بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكَهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَاَعْرَفْنَا اِلٰٓ فِرْعَوْنَ ؕ وَكُلُّ كَاٰنُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٥٤﴾

تو ہم نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا، اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ اور وہ سب ظالم تھے ﴿۵۴﴾

شمار کر رہا ہوں، پھر میں تم کو اس کا پورا پورا بدلہ دوں گا، لہذا جو شخص کوئی بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور اگر کوئی اس کے علاوہ کچھ اور پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔“ ﴿۱﴾

تفسیر آیت: 52:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی! ان مشرکین اور آپ جس دین کو لے کر آئے ہیں، اس کی تکذیب کرنے والوں کا فعل ان امتوں کے فعل جیسا ہے جنہوں نے ان سے پہلے تکذیب کی تھی، لہذا ان کے ساتھ بھی ہم نے اسی طرح کیا ہے جس طرح ان سے پہلے تکذیب کرنے والے فرعونیوں، انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی قوموں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے والوں کے ساتھ کیا تھا۔ ﴿۵۳﴾ فَآخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ط ؕ ”تو اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔“ ان کے گناہوں کے سبب انھیں ہلاک کر دیا اور انھیں اس طرح پکڑا جس طرح کوئی غالب اور قدرت والا پکڑتا ہے۔ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۴﴾ ”بے شک اللہ زبردست (اور) سخت عذاب والا ہے۔“ یعنی اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور نہ کوئی بھاگنے والا اس سے بچ سکتا ہے۔

تفسیر آیات: 53، 54:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کے مکمل مبنی بر عدل و انصاف ہونے کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ جو نعمت کسی کو دیا کرتا ہے تو اسے اس کے کسی گناہ کے ارتکاب کے سبب ہی اس سے محروم کرتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿۵۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۚ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۵۴﴾ (الرعد 11:13) ”بے شک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے نفسوں کی حالت نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کوئی ٹالنے والا نہیں اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔“ ارشاد الہی: ﴿۵۳﴾ كَذٰبُ اِلٰٓ فِرْعَوْنَ ؕ ”جیسا حال فرعونوں کا (ہوا تھا۔)“ یعنی اس نے ان کا حال بھی ویسا کیا ہے جیسا حال اس نے فرعونوں اور ان جیسے لوگوں کا کیا تھا جب انھوں نے اس کی آیات کی تکذیب کی اور اس نے ان کے گناہوں کے سبب انھیں ہلاک کر دیا اور انھیں ان نعمتوں سے محروم کر دیا جو انھیں باغات، چشموں، کھیتوں، خزانوں، نفیس مکانوں اور آرام کی ان چیزوں کی صورت میں عطا کی تھیں جن

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ عَاهَدَتْ

بے شک چلنے پھرنے والوں میں سے، اللہ کے نزدیک، بدترین وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا، پھر وہ ایمان نہیں لاتے ﴿٥٥﴾ وہ جن سے آپ نے معاہدہ

مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْفُضُونَ عَاهِدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَاَمَّا تَثَقَّفَتْهُمْ فِي

کیا، پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (اللہ سے ڈرا) نہیں ڈرتے ﴿٥٦﴾ پھر اگر آپ ان کو لڑائی میں پائیں تو ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی بھگا دیں جو

الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾

ان کے پیچھے ہوں، شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿٥٧﴾

وَاَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ

اور اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے خیانت (بد عہدی) کا خوف ہو تو برابری (کی سطح) پر ان کا عہد ان کے منہ پر دے ماریں۔

لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

بے شک اللہ خیانت (بد عہدی) کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿٥٨﴾

میں وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کیا کرتے تھے، اس کے بارے میں اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔

تفسیر آیات: 57-55

کفر اور عہد شکنی کرنے والوں پر ضرب کاری لگانے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر چلنے والے جان

داروں میں سب سے بدتر وہ ہیں جو کافر ہیں اور ایمان نہیں لاتے، وہ جب بھی عہد کرتے ہیں تو اسے توڑ ڈالتے ہیں، خواہ

قتیمیں کھا کر کیسا ہی پختہ عہد کیوں نہ کریں، اسے پورا نہیں کرتے، ﴿وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ﴾ ﴿٥٦﴾ ”اور وہ (عہد توڑنے سے) نہیں

بچتے۔“ یعنی گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے قطعاً نہیں ڈرتے۔ ﴿وَأَمَّا تَثَقَّفَتْهُمْ فِي الْحَرْبِ﴾ یعنی پھر اگر

آپ ان کو لڑائی میں پائیں تو ان پر غلبہ و تسلط حاصل کر لیں ﴿فَشَرِّدْ بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ﴾ ”تو جو ان کے پیچھے ہوں، ان کو بھگا

ویں۔“ یعنی انھیں بہت شدید اور عبرت ناک سزا دیں۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، ضحاک، سدی، عطاء خراسانی

اور ابن عیینہ کا قول ہے۔ ﴿٥٨﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں شدید ترین سزا دیں اور خوب تہ تیغ کریں تاکہ دیگر عرب و غیر عرب

دشمنان اسلام بھی عبرت حاصل کریں۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾ ﴿٥٧﴾ ”شاید کہ ان کو (اس سے) عبرت ہو۔“ سدی کہتے ہیں کہ

اس کے معنی یہ ہیں کہ شاید وہ اس خوف کی وجہ سے عہد شکنی نہ کریں کہ کہیں ان کے ساتھ بھی اسی طرح نہ کیا جائے جیسے ان کے

ساتھ کیا گیا ہے۔ ﴿٥٨﴾

تفسیر آیت: 58

عہد شکنی پر برابر کا جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً﴾ ”اور اگر آپ

﴿٥٨﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 1719/5 و تفسیر الطبری: 35، 34/10۔ ﴿٥٧﴾ تفسیر الطبری: 35/10 و تفسیر ابن ابی حاتم:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا إِنَّهُمْ لَا يُعْزِزُونَ ﴿٥٩﴾ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ یہ خیال نہ کریں کہ وہ سبقت لے گئے ہیں۔ بے شک وہ (اپنی چالوں سے اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے ﴿٥٩﴾ اور ان (کافروں کے

استطاعتُهم مِّن قُوَّةٍ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ

مقابلے کے لیے تم مقدور بھرتوت (حیر و تنگ) اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جن سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے علاوہ دوسروں

مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کو ذرا رکھو جنہیں تم نہیں جانتے (مگر) اللہ انہیں جانتا ہے اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں (اس کا) پورا پورا (ثواب) دیا جائے گا۔ اور تم

يُوفِّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلُمُونَ ﴿٦٠﴾

پہنچائیں گے ﴿٦٠﴾

کو کسی قوم سے خیانت (عہد شکنی) کا خوف ہو۔“ یعنی کسی ایسی قوم سے جن سے آپ نے عہد کیا ہو یہ خوف ہو کہ وہ عہد شکنی کرے گی ﴿٦٠﴾ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٦٠﴾ ”تو (ان کا عہد) انہیں کی طرف پھینک دیں (اور) برابر (کا جواب دیں)۔“ یعنی انہیں معلوم کرادیں کہ آپ نے بھی عہد کو توڑ دیا ہے تاکہ آپ کو بھی اور ان کو بھی معلوم ہو کہ آپ کی ان کے ساتھ اور ان کی آپ کے ساتھ جنگ ہے اور اب آپ کے اور ان کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں ہے اور اب آپ اور وہ اس سلسلے میں برابر ہیں۔ ﴿٦٠﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٦٠﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ حتیٰ کہ کافروں کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا۔

امام احمد نے سلیم بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سرزمین روم میں چل رہے تھے، آپ کے اور ان کے مابین معاہدہ تھا، آپ چاہتے تھے کہ ان کے قریب پہنچ جائیں اور جب معاہدے کی مدت ختم ہو تو ان پر حملہ کر دیں تو انھوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ جانور پر سوار ہیں اور کہہ رہے ہیں: اللہ اکبر! اللہ اکبر! وعدہ وفا کرنا ہے، بے وفائی نہیں کرنی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلُّنْ عَقْدَهُ وَلَا يَشُدُّهَا حَتَّى يَنْقُضِي أَمَدَهَا، أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ] ”جس کسی قوم کے مابین عہد ہو تو جب تک مدت گزر نہ جائے، کوئی گرہ کھولے نہ باندھے یا ان کا عہد انھی کی طرف پھینک دے اور برابر کا جواب دے۔“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث پہنچی تو وہ واپس آگئے، حدیث بیان کرنے والے یہ بزرگ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ﴿١﴾ اس حدیث کو امام ابوداؤد طیالسی، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی نے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اپنی ”صحیح“ میں بیان کیا اور ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ﴿٢﴾

﴿١﴾ مسند أحمد: 111/4. 2 مسند أبي داود الطيالسي: 472/2، حديث عمرو بن عبسة.....، حديث: 1251 وسنن

أبي داود، الجهاد، باب في الإمام يكون بينه وبين العدو عهد فيسير نحوه، حديث: 2759 وجامع الترمذی، السير، باب ما جاء في الغدر، حديث: 1580 والسنن الكبرى للنسائي، السير، باب الوفاء بالعهد: 224، 223/5، حديث: 8732 وصحيح ابن حبان، السير، ذكر البيان بأن العقد إذا وقع بين المسلمين وأهل الحرب.....: 215/11، حديث: 4871.

دشمن سے مقابلے کے لیے مقدور بھرتیاری کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ اے نبی! ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا﴾ یعنی کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ ہمیں پیچھے چھوڑ جائیں گے اور ہم ان پر قدرت حاصل نہ کر سکیں گے بلکہ وہ تو ہماری قدرت اور ہمارے غلبے کے تحت ہیں اور وہ ہماری مشیت کے قبضے میں ہیں، لہذا وہ ہمیں ہرگز عاجز نہیں کر سکتے جیسا کہ فرمایا: **أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ** ○ (العنکبوت 4: 29) ”کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں، یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہم سے سبقت لے جائیں گے۔ بہت برا ہے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: **لَا تَحْصِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِي النَّارِ وَلَئِنَّ الْبَصِيرَ** ○ (النور 24: 57) ”ہرگز ایسا خیال نہ کرنا کہ کافر لوگ (ہم کو) زمین میں عاجز کر دیں گے (وہ جایی کہاں سکتے ہیں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بلاشبہ وہ واپسی کی بہت بری جگہ ہے۔“ اور فرمایا: **لَا يَغْرُوكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَبَشَسَ الْيَهَادُ** ○ (آل عمران 3: 197, 196) ”(اے پیغمبر!) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکا نہ دے۔ (یہ دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر (آخرت میں) تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں سے جنگ کرنے کے لیے حسب امکان واستطاعت آلات جنگ تیار رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ﴾ ”اور جہاں تک ہو سکے قوت (تیر و ثقگ) سے اور بندھے ہوئے گھوڑوں سے ان کے (مقابلے کے) لیے مستعد رہو۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ منبر پر فرما رہے تھے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ ○ **أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيَ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيَ** [خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔“] ①

امام مالک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[الْخَيْلُ لِثَلَاثَةِ: لِرَجُلٍ أَحْرٍ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٍ، وَعَلَى رَجُلٍ وَزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ: فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَطَاعَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيلِهَا ذَلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ، كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيلَهَا، فَاسْتَنْتَ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرَوَّأَتْهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يَرِدْ أَنْ يَسْقَى بِهِ، كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ، فَهِيَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ أَحْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغْنِيًا وَتَعَفُّفًا، وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَحْرًا وَرِيَاءً وَنَوَاءً، فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وَزْرٌ، فَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحُمْرِ، قَالَ: مَا نَزَلَ اللَّهُ عَلَى فِيهَا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَةُ الْجَامِعَةَ]

① مسند أحمد: 157/4 وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الرمي والحث عليه.....، حديث: 1917.

”گھوڑا تین اشخاص کے لیے ہے: ایک شخص کے لیے یہ باعث اجر ہے، دوسرے کے لیے یہ ستر پوشی کا ذریعہ ہے اور تیسرے کے لیے موجب گناہ ہے۔ باعث اجر اس کے لیے ہے جس نے اسے اللہ کے رستے میں جہاد کے لیے باندھا اور چراگاہ یا باغ میں (چرانے کے لیے) اس کی رسی کو دراز رکھا اور اس نے اپنی رسی کی اس درازی کے ساتھ چراگاہ یا باغ میں سے جو بھی کھایا وہ اس گھوڑے کے مالک کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر اس نے اپنی رسی کو قطع کر دیا اور وہ ایک یا دو ٹیلوں پر چڑھ گیا تو اس کے قدموں کے نشانات اور اس کی لید وغیرہ بھی اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر کے پاس سے گزرا اور اس نے اس سے پانی پی لیا، خواہ گھوڑے کے مالک نے اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو پھر بھی وہ اس کے لیے نیکیاں بن جائے گا، الغرض یہ گھوڑا اس شخص کے لیے باعث اجر ہے۔ اور وہ شخص جس نے غنا اور عفت کے حصول کے لیے گھوڑا باندھا اور اس کی گردن اور پشت کے بارے میں وہ اللہ کے حق کو نہ بھولا تو یہ اس کے لیے ستر پوشی کا موجب ہوگا۔ اور جس شخص نے اسے فخر، ریاکاری اور مسلمانوں کی دشمنی کے لیے باندھا تو یہ اس کے لیے باعث گناہ ہوگا۔“ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر صرف یہ ایک جامع اور منفرد آیت نازل فرمائی ہے: **فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۖ** (الزلزال 7:99) ”تو جس نے ذرہ بھرتیکی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی، وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔“^①

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: فَفَرَسٌ لِلرَّحْمَنِ، وَفَرَسٌ لِلْإِنْسَانِ وَفَرَسٌ لِلشَّيْطَانِ، فَأَمَّا فَرَسُ الرَّحْمَنِ: فَالَّذِي يُرَبِّطُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَعَلَفَهُ وَرَوَّاهُ وَبَوَّاهُ، وَذَكَرَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَأَمَّا فَرَسُ الشَّيْطَانِ: فَالَّذِي يُفَامِرُ أَوْ يُرَاهِنُ عَلَيْهِ، وَأَمَّا فَرَسُ الْإِنْسَانِ: فَالْفَرَسُ يَرْتَبِطُهَا الْإِنْسَانُ يَلْتَمِسُ بَطْنَهَا، فَهِيَ تَسْتَرُ مِنْ فَرَسٍ]** ”گھوڑے تین قسم کے ہیں: (1) رحمان کے لیے (2) انسان کے لیے (3) شیطان کے لیے۔ رحمان کے لیے وہ گھوڑا ہے، جسے اللہ کے رستے کے لیے باندھا جائے تو اس کا چارا، لید اور پیشاب، آپ نے یہاں کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر فرمایا۔ (قیامت کے دن ترازو میں نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا) شیطان کے لیے گھوڑا وہ ہے جسے جوئے اور گھڑ دوڑ کے لیے رکھا جائے۔ اور انسان کے لیے گھوڑا وہ ہے جسے افزائش نسل کے لیے باندھ کر رکھتا ہے، چنانچہ یہ گھوڑا اس کے فقر کو ڈھانپ لیتا ہے۔“^②

صحیح بخاری میں عروہ بن ابوالجعد الباری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الْأَجْرُ وَالْمَعْنَمُ]** ”گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ خیر، (یعنی) اجر وغنیمت کو قیامت کے دن تک

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: **فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ** (الزلزال 7:99)، حدیث: 4962

وصحیح مسلم، الزکاة باب إثم مانع الزکاة، حدیث: (26) 987 والموطأ للإمام مالک، الجہاد، باب الترغیب فی

الجہاد، حدیث: 997. ② مسند أحمد: 395/1.

وَأَنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط إِنَّهُ هُوَ السَّبِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾ وَأَنْ

اور (اے نبی!) اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں، بے شک وہی خوب سننے والا، خوب جاننے

یُرِيدُ وَأَنْ يَخْذَ عُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ط هُوَ الَّذِي آيَدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾

والا ہے ﴿٦٢﴾ اور اگر وہ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو بے شک آپ کے لیے اللہ کافی ہے، وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے آپ کی تائید کی ﴿٦٢﴾ اور

وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ط لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ

اس نے ان (مومنوں) کے دلوں میں الفت ڈال دی اگر آپ دنیا بھر کے سب خزانے خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن

اللَّهُ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ط إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾

اللہ ہی نے ان میں الفت ڈالی۔ بے شک وہ زبردست (اور) خوب حکمت والا ہے ﴿٦٣﴾

کے لیے باندھ دیا گیا ہے۔“ ﴿٦١﴾ ارشاد الہی: ”تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ“ اس

سے اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں کو ڈراؤ۔“ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اور لوگوں سے مراد بنو قریظہ

ہیں۔ ﴿٦٢﴾ اور سدی کا قول ہے کہ ان سے مراد ایرانی ہیں۔ ﴿٦٣﴾ مقاتل بن حیان اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ان سے

مراد منافقین ہیں۔ ﴿٦٤﴾ اس کی تائید درج ذیل آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے: ”وَمِنْ حَوْلِكُمُ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ ط

وَمِنْ أَهْلِ الْبَيْتَةِ مَرَدُوا عَلَى النَّفَاقِ لَا تَعْلَهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَهُمْ ط“ (التوبة: 9: 101) ”اور تمہارے گرد و نواح کے

بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی نفاق پراڑے ہوئے ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔“

فرماں الہی: ”وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ“ ﴿٦٥﴾ ”اور تم جو کچھ اللہ کی راہ

میں خرچ کرو گے (تو اس کا ثواب) تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ یعنی جہاد کے لیے تم جو بھی خرچ کرو

گے تو اس کا تمہیں پورا پورا ثواب دیا جائے گا جیسا کہ قبل ازیں اس ارشاد باری تعالیٰ میں بھی یہ بات بیان ہو چکی ہے: ”مَثَلُ

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ط وَاللَّهُ

يُضَعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ“ ﴿٦٦﴾ (البقرة: 261) ”جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے

مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر ایک بالی میں سو سودا نے ہوں اور اللہ جس (کے مال) کو

چاہتا ہے، زیادہ کرتا ہے، وہ بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔“

تفسیر آیات: 63-61

اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو صلح کر لی جائے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں کسی قوم کی طرف سے دغا بازی کا

خوف ہو تو ان کا عہد انہی کی طرف پھینک دو اور برابر کا جواب دو اور اگر وہ جنگ جاری رکھنا چاہیں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔

﴿٦١﴾ صحيح البخارى، الجهاد والسير، باب الجهاد ماض مع البر والفاجر، حديث: 2852. ﴿٦٢﴾ تفسير الطبري: 41/10.

﴿٦٣﴾ تفسير الطبري: 41/10. ﴿٦٤﴾ تفسير الطبري: 42/10.

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ ”اور (اے نبی!) اگر یہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں۔“ اور صلح کو قبول کر لیں، یہی وجہ ہے کہ حدیبیہ کے سال جب مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے صلح کر کے نو سال تک جنگ نہ کرنے کا مطالبہ کیا اور اس سلسلے میں کچھ شرائط بھی پیش کیں تو آپ نے ان سے صلح کر لی تھی۔ عبد اللہ بن امام احمد نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّهُ سَيَكُونُ بَعْدِي اخْتِلَافٌ أَوْ أَمْرٌ، فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ السَّلْمَ فَافْعَلْ] ”میرے بعد بہت اختلاف وغیرہ رونما ہوگا، لہذا اگر تم صلح کی کوشش کر سکو تو ضرور کرو۔“ ﴿فَرَمَانَ الْإِلَهِ: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط﴾ ”اور اللہ پر بھروسہ کرو۔“ یعنی دشمنوں سے صلح کر لو اور بھروسہ اللہ پر رکھو کہ اللہ تمہیں کافی ہے اور وہ تمہارا حامی و ناصر ہے۔ اگر ان کا صلح سے مقصود دھوکا دینا اور اپنی قوت کو مجتمع کر کے جنگ کی تیاری کرنا ہے، ﴿فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ط﴾ ”تو بے شک وہ اللہ (واحد) ہی آپ کے لیے کافی ہے۔“

مومنوں کے دلوں میں الفت پیدا کرنے کی نعمت کی یاد دہانی: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنا یہ احسان یاد دلاتے ہوئے کہ اس نے مہاجرین اور انصار مومنوں کے ساتھ تقویت بخشی، فرمایا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي آيَدَكَ بِزُفَرٍ وَبِالْمُؤْمِنِينَ﴾ ﴿وَأَلْفَ بَيْنٍ قُلُوبِهِمْ ط﴾ ”وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی اور اس نے ان (مومنوں) کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔“ ان کے دلوں کو آپ کے ساتھ ایمان لانے، آپ کی اطاعت، بجالانے اور آپ کی نصرت و اعانت کرنے پر جمع کر دیا۔

﴿لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ﴾ ”اور اگر آپ دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے، تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔“ کیونکہ وہ شدید باہمی عداوت اور بغض میں مبتلا تھے، زمانہ جاہلیت میں انصار اوس اور خزرج کے قبائل میں بہت سی جنگیں ہوئیں اور کئی ایسے امور وقوع پذیر ہوئے جن کی وجہ سے ان میں مسلسل خرابی رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جنگوں اور خرابیوں کا نور ایمان کے ساتھ خاتمہ فرمایا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ كُودُوا بِنِعْمَتِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِبِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ ﴿وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ط كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ ﴿آل عمران 3: 103﴾ ”اور تم اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے شاید کہ تم ہدایت پاؤ۔“

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کی غنیمتوں کے سلسلے میں خطاب کرتے ہوئے انصار سے فرمایا تھا: [يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَالًا فَهَدَاكُمْ اللَّهُ يَبِي؟ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلْفَكُمُ اللَّهُ يَبِي، وَكُنْتُمْ عَالَةً فَأَغْنَاكُمْ

817

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ ﴿٦٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ

اے نبی! آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور ان لوگوں کے لیے بھی جو مومنوں میں سے آپ کی پیروی کرتے ہیں ﴿٦٤﴾ اے نبی!

الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ ۚ وَإِنْ

مومنوں کو جہاد پر ابھاریں اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں ایک سو

يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۖ ﴿٦٥﴾

(صابر) ہوں تو وہ ہزار (کافر) پر غالب آئیں گے، اس لیے کہ وہ لوگ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھے ﴿٦٥﴾ اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی اور

الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۖ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا

اس نے جان لیا کہ تمہارے اندر کچھ کمزوری ہے، چنانچہ اگر تم میں ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آئیں

مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۖ ﴿٦٦﴾

گے۔ اور اگر تم میں سے ایک ہزار (ایسے) ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿٦٦﴾

اللَّهُ بِ؟ كُلَّمَا قَالَ شَيْعًا قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْنٌ] ”اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں گم کردہ راہ نہیں پایا تھا اور

اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت بخشی؟ اور تم اختلاف و انتشار میں مبتلا تھے، میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں متفق و

متحد کر دیا اور تم فقیر تھے تو میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت مند بنا دیا؟ آپ اس سلسلے میں جب بھی کوئی بات فرماتے

تو انصار جواب میں کہتے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔“ ﴿٦٦﴾ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ آتَاہُم مَّا هُمْ لَا يَحْكُمُونَ﴾ ﴿٦٧﴾ ”اور لیکن اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی، بے شک وہ زبردست

(اور) خوب حکمت والا ہے۔“ یعنی اس کی ذات گرامی بہت زبردست ہے جو اس پر توکل کرے وہ اس کی امید کو پورا کر دیتا ہے

اور وہ اپنے تمام افعال و احکام میں حکمت والا ہے۔

تفسیر آیات: 64-66

جہاد کی ترغیب اور فتح کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور اپنے مومن بندوں کو جہاد، دشمنوں کے مقابلے اور

مخالفین کو مبارزت کی دعوت دی ہے اور فرمایا ہے کہ دشمن کے مقابلے میں وہ ان کا حامی و ناصر اور مددگار ہے، خواہ ان کے دشمن

کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو، ان کے پاس اسباب و وسائل کی کتنی ہی فراوانی ہو اور ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد کتنی ہی کم

ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ ”اے نبی! مسلمانوں کو جہاد پر ابھاریں۔“

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو دشمن کے سامنے صف آرا ہوتے وقت جہاد کی ترغیب دیا کرتے تھے جیسا کہ آپ نے بدر کے

دن صحابہ کرام کو اس وقت ترغیب دیتے ہوئے فرمایا، جب مشرک اپنی کثیر تعداد اور ساز و سامان کی کثرت کے ساتھ مدینے پر

① صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان، حدیث: 4330 عن عبد اللہ بن زید بن عاصم

ﷺ. و صحیح مسلم، الزکاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبہم علی الإسلام و تصبیر من قوی ایمانہ، حدیث: 1061.

حملہ آور ہوئے تھے: [قُومُوا إِلَىٰ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ] ”اس جنت کے لیے اٹھو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔“ عُمیر بن حُمام نے عرض کی: اس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تو اس نے عرض کی: بہت خوب۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَا يَحْمِلُكَ عَلَىٰ قَوْلِكَ: بَخٍ بَخٍ؟] ”یہ تم نے کیوں کہا ہے کہ بہت خوب؟“ اس نے عرض کی کہ اس امید سے کہ اللہ مجھے بھی اہل جنت میں سے بنادے۔ پھر آپ نے فرمایا: [فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا] ”تم اہل جنت میں سے ہو۔“ اس نے پھر اپنے تھیلے سے کھجوریں نکال کر کھانا شروع کر دیں، پھر جلد ہی ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھجوروں کو پھینک دیا اور کہا کہ اگر ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ بہت طویل زندگی ہوگی، پھر آگے بڑھے اور خوب لڑے حتیٰ کہ جام شہادت نوش کر گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔^①

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بشارت اور حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۖ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دوسو کافروں پر غالب رہیں گے اور اگر سو (ایسے) ہوں گے تو ہزار پر غالب رہیں گے۔“ یعنی ہر ایک دس پر غالب رہے گا، پھر یہ حکم تو منسوخ ہو گیا مگر بشارت برقرار رہی۔ عبد اللہ بن مبارک نے جریر بن حازم از زبیر بن خزیمہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کو یہ حکم بہت گراں محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ فرض قرار دیا کہ دس کافروں کے مقابلے سے ایک مسلمان نہ بھاگے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف کرتے ہوئے نازل فرمایا: ﴿الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۖ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”اب اللہ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ (ابھی) تم میں کسی قدر کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب رہیں گے۔“ (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تعداد میں کمی کر دی اور اسی کمی کے بقدر صبر بھی کم کر دیا۔^② امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی حدیث ابن مبارک کے حوالے سے اسی طرح بیان کیا ہے۔^③

اور محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ بہت گراں گزری اور انھیں یہ بہت مشکل محسوس ہوا کہ بیس آدمی دوسو اور ایک سو ایک ہزار آدمیوں کا مقابلہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان سے تخفیف کر دی اور دوسری آیت: ﴿الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ تَا يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۖ﴾ میں اس حکم کو منسوخ کر دیا کہ اگر وہ دشمن کے مقابلے میں نصف تعداد میں ہوں تو پھر ان کے لیے مقابلے سے بھگنا جائز نہیں ہے، اور اگر ان کی تعداد

① صحیح مسلم، الإمامة، باب ثبوت الحجة للشهيد، حديث: 1901 عن أنس بن مالك رضي الله عنه. ومسنود أحمد: 137، 136/3. والسنن الكبرى للبيهقي، السير، باب من تبرع بالقتل رجاء إحدى الحسنين: 43/9. ② سنن أبي داود، الجهاد، باب في التولي يوم الزحف، حديث: 2646. ③ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا﴾ (الأنفال: 66)، حديث: 4653.

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخَنَ فِي الْأَرْضِ ط تَرْيُدُونَ عَرَضَ

کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون ریزی (انہیں قتل) کرے۔ (مسلمانو! تم سامان دنیا چاہتے ہو اور

الدُّنْيَا ط وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ

اللہ (تمہاری) آخرت چاہتا ہے اور اللہ زبردست خوب حکمت والا ہے ﴿٦٧﴾ اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی (ایک بات) لکھی ہوئی نہ ہوتی تو تم نے (بدر کے

فِيهَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا ط وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ

قیدیوں سے) جو (فدیہ) لیا اس کے بدلے تمہیں بڑا عذاب آ پکڑتا ﴿٦٨﴾ پھر جو حلال، پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ سے

عَفْوٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٩﴾

ڈرتے رہو، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿٦٩﴾

اس سے بھی کم ہو تو پھر ان کے لیے لڑنا واجب نہیں ہے اور جائز ہے کہ ان کے مقابلے سے روگردانی کر لیں۔ ①

تفسیر آیات: 67-69

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بدر کے دن قیدیوں کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا اور فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَّكُمْ مِنْهُمْ قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ قَالَ: فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ، قَالَ: ثُمَّ عَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَّكُمْ مِنْهُمْ، وَإِنَّمَا هُمْ إِخْوَانُكُمْ بِالْأَمْسِ] ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر دسترس عطا فرمادی ہے۔“ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور مشورہ دیا: اے اللہ کے رسول! آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا: ”لوگو! اللہ نے اب تمہیں ان پر دسترس عطا فرمادی ہے اور کل یہ تمہارے بھائی ہی تھے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر ان سے اعراض کیا اور وہی ارشاد فرمایا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری رائے تو یہ ہے کہ آپ انہیں معاف فرمادیں اور ان سے فدیہ قبول کر لیں۔ یہ رائے سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس سے غم کے تاثرات ختم ہو گئے، آپ نے انہیں معاف کر دیا اور ان سے فدیہ قبول فرمایا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ﴿٦٨﴾ ”اگر اللہ کی طرف سے پہلے نہ لکھا ہوا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے، اس کے بدلے تمہیں بڑا عذاب چھوٹا۔“ ②

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر لוח محفوظ میں یہ نہ لکھا گیا ہوتا کہ غنیمتیں اور قیدی تمہارے لیے حلال ہیں، ﴿لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ﴿٦٨﴾ تو اس فدیہ لینے کی وجہ سے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔ ③ لہذا ﴿فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا﴾

① تفسیر الطبری: 51، 50/10۔ ② مسند أحمد: 243/3۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1734/5 مفصلاً۔

طَلِبًا ۖ..... ﴿الآیۃ﴾ جو مال غنیمت تمہیں ملا ہے، اسے کھاؤ (کہ وہ تمہارے لیے) حلال طیب ہے.....۔“ عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے، نیز حضرت ابو ہریرہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، عطاء، حسن بصری، قتادہ اور اعمش رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^① ﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ﴾ ”اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا۔“ اس حکم سے مراد یہ ہے کہ اس امت کے لیے غنیمتیں حلال ہیں۔

اس قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیحین میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ (مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ) قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا.....، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُعْتَرِ إِلَى قَوْمِهِ (خَاصَّةً) وَيُعْتَرِ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً] ”مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئیں: (1) میری ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے۔ (2) میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ طہارت بنا دیا گیا ہے.....، (3) میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دے دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھیں۔ (4) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور (5) ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔“^②

اعمش نے ابوصالح سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِقَوْمِ سُودِ الرُّؤُوسِ قَبْلَكُمْ] ”تم سے پہلے دیگر انسانوں میں سے کسی کے لیے بھی غنیمتیں حلال نہ تھیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ.....﴾ (الآیۃ) ”پھر جو مال غنیمت تمہیں ملا ہے، اسے کھاؤ (کہ وہ تمہارے لیے) حلال طیب ہے.....۔“^③ اس آیت کے پیش نظر انھوں نے قیدیوں سے فدیہ لے لیا۔

امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو مقرر فرمایا تھا۔^④ جمہور علماء کے نزدیک قیدیوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو انھیں قتل کر دے جیسا کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کو قتل کر دیا گیا تھا اور اگر چاہے تو فدیہ لے لے جیسا کہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا گیا تھا یا ان کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کر لے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت اور اس کی بیٹی کے معاملے میں کیا تھا جو خاندان سلمہ بن اکوع کی تھیں اور قیدی بن کر آئی تھیں اور ان کا آپ نے ان مسلمانوں سے تبادلہ کر لیا تھا جنہیں

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1735، 1734/5 و تفسیر الطبری: 58-61. ② صحیح البخاری، التیمم، [باب]، حدیث: 335

اور پہلی قوسین والے الفاظ حدیث: 438 میں ہیں۔ و صحیح مسلم، الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث:

521. ③ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، قوله تعالى: ﴿حَلَالًا طَيِّبًا ۖ.....﴾ 352/6، حدیث: 11209 مفصلاً و جامع

الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأنفال، حدیث: 3085. ④ سنن ابی داؤد، الجهاد، باب فی فداء الأسیر

بالمال، حدیث: 2691.

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَن فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا

اے نبی! جو قیدی تمہارے ہاتھوں گرفتار ہیں، آپ ان سے کہہ دیں: اگر اللہ تمہارے دلوں میں بھلائی جان لے گا تو تمہیں اس (فدیے) سے کہیں بہتر

يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑦۰ وَإِنْ يُرِيدُوا

عطا کرے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑦۰ اور (اے نبی!) اگر وہ آپ سے خیانت (دغا)

خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ⑦۱ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑦۱

کرنا چاہیں تو وہ پہلے ہی اللہ سے خیانت کر چکے ہیں، پھر اس نے انہیں تمہارے قبضے میں دے دیا اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ⑦۱

مشرکوں نے قیدی بنالیا تھا اور اگر وہ چاہے تو قیدیوں کو غلام بھی بنا سکتا ہے۔

تفسیر آیات: 71, 70

قیدیوں سے اچھے معاوضے کا وعدہ: محمد بن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن اپنے صحابہ سے فرمایا: [إِنِّي عَرَفْتُ أَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ وَغَيْرِهِمْ قَدْ أُخْرِجُوا كَرْهًا لَا حَاجَةَ لَهُمْ بِقِتَالِنَا، فَمَنْ لَقِيَ مِنْكُمْ أَحَدًا مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ فَلَا يَقْتُلْهُ، مَنْ لَقِيَ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَمَّ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَقْتُلْهُ، فَإِنَّمَا أُخْرِجَ مُسْتَكْرَهًا] ”مجھے معلوم ہے کہ بنو ہاشم اور دیگر خاندانوں کے کچھ لوگوں کو مجبور کر کے میدان جنگ میں لایا گیا ہے، وہ ہمارے ساتھ لڑنا نہیں چاہتے تھے، لہذا اگر تم بنو ہاشم کے کسی آدمی سے ملو تو اسے قتل نہ کرو، عباس بن عبدالمطلب، نبی ﷺ کا چچا ملے تو اسے بھی قتل نہ کرو کیونکہ انہیں بہت مجبور کر کے میدان میں لایا گیا ہے۔“ ابو حذیفہ بن عتبہ نے کہا کہ کیا ہم اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور خاندان کے لوگوں کو قتل کر دیں اور عباس کو قتل نہ کریں؟ واللہ! اگر میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں انہیں تلوار سے قتل کر دوں گا۔

رسول اللہ ﷺ تک ابو حذیفہ کی یہ بات پہنچ گئی، آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: [يَا أَبَا حَفْصٍ! قَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ! إِنَّهُ لَأَوَّلُ يَوْمٍ كُنَانِي فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَبِي حَفْصٍ أَيْضَرَبَ وَجْهَهُ عَمَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالسَّيْفِ؟] ”اے ابو حفص! حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ واللہ! یہ پہلا دن تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت ابو حفص رکھی، کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے چہرے پر تلوار ماری جائے گی؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے اجازت دیجیے، میں اس کی گردن اڑا دوں، واللہ! یہ تو منافق ہو گیا ہے۔ ابو حذیفہ اپنی بات پر نادم ہوئے، اس کے بعد کہا کرتے تھے: میں نے جو اس دن بات کہی تو اس سے بے خوف نہیں ہوں بلکہ میں تو اس بات کی وجہ سے مسلسل ڈرتا رہا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ خون شہادت کے چھینٹوں سے میری اس غلطی کو مٹا دے۔ بالآخر وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ ①

① دلائل النبوة للبيهقي، باب ما فعل رسول الله ﷺ بالغنائم والأسارى..... 140/3 والطبقات الكبرى لابن سعد:

اسی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کی شام جب قیدی رسیوں کے ساتھ باندھے گئے تو رسول اللہ ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں بیدار رہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ آرام نہیں فرما رہے؟ آپ نے فرمایا: [سَمِعْتُ أَنِينَ عَمِّي الْعَبَّاسِ فِي وَثَاقِهِ] ”مجھے اپنے چچا عباس کے (رسیوں میں) بندھے ہونے کی وجہ سے کراہنے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔“ وہ عباس کی طرف کھڑے ہوئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کھول دیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بھی آرام فرمانے لگ گئے۔^①

صحیح بخاری میں بروایت مولیٰ بن عقبہ، ابن شہاب نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ کچھ انصاری اجازت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کے فدیے کو چھوڑ دیں۔ فرمایا: [وَاللَّهِ! لَا تَذَرُونَ مِنْهُ دَرَهْمًا] ”اللہ کی قسم! تم ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔“^② یونس بن بکیر نے از محمد بن اسحاق از یزید بن رومان از عروہ از زہری، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے۔ جن کا امام زہری نے نام بھی لیا۔ روایت کیا ہے کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا، ہر قوم نے اپنے اپنے قیدی کا وہ فدیہ دیا جس سے مسلمان راضی ہو گئے۔ عباس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو مسلمان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[(اللَّهُ) أَعْلَمُ بِإِسْلَامِكَ، فَإِنْ يَكُنْ كَمَا تَقُولُ فَاللَّهُ يُجْزِيكَ بِذَلِكَ فَأَمَّا ظَاهِرًا مِنْكَ فَكَانَ عَلَيْنَا. فَأَفِدِ نَفْسَكَ وَابْنِي أَخِيكَ نَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَعَقِيلَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَحَلِيفَكَ عُتْبَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ فَهْرٍ قَالَ: مَا ذَاكَ عِنْدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: فَأَيْنَ الْمَالُ الَّذِي دَفَنْتَهُ أَنْتَ وَأُمُّ الْفَضْلِ فَقُلْتَ لَهَا: إِنْ أَصَبْتُ فِي سَفَرِي هَذَا، فَهَذَا الْمَالُ الَّذِي دَفَنْتَهُ لِبَنِي: الْفَضْلِ ابْنِ الْعَبَّاسِ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ وَقُتَيْمَ بْنِ الْعَبَّاسِ! فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ؟ وَاللَّهِ! يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ هَذَا شَيْءٌ مَا عَلِمَهُ أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُ أُمِّ الْفَضْلِ، فَاحْسُبْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا أَصَبْتُمْ مَنِّي عِشْرِينَ أُوقِيَةً مِّنْ مَّالٍ كَانَ مَعِيَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا، ذَاكَ شَيْءٌ أَعْطَانَاهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْكَ]

”تمہارے اسلام کے بارے میں اللہ بہتر جانتا ہے اگر تم صحیح کہتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جزا دے گا مگر بظاہر تو تم ہمارے مخالف گروہ کے ساتھ تھے۔ لہذا تم اپنا، اپنے بھتیجوں نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو، جس کا تعلق بنی حارث بن فہر سے ہے، کا فدیہ ادا کرو۔“ عباس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے پاس تو فدیہ ادا کرنے کے لیے اس قدر مال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ مال کہاں ہے، جسے تم نے اور ام

① دلائل النبوة للبيهقي: 141/3 والطبقات الكبرى لابن سعد: 13/4. ② صحيح البخاري، المغازي، باب، حديث:

الفضل نے فن کیا تھا؟ اور تم نے ام الفضل سے کہا تھا کہ اگر اس سفر میں میرا کام تمام ہو گیا تو یہ مال میرے بیٹوں فضل، عبد اللہ اور قثم کے لیے ہوگا؟“ عباس نے عرض کی: واللہ! اے اللہ کے رسول! بے شک میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، یہ ایک ایسی بات ہے، جسے میرے اور ام الفضل کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھ سے جو بیس اوقیہ چاندی حاصل کر لی ہے اسے میرے فدیے میں شمار کر لیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، یہ مال تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ سے دلادیا ہے۔“

بہر حال حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا، اپنے دونوں بھتیجوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر دیا۔ اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي آيِدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ ۖ إِن يَحْلِلْهُمُ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرٌ مِّمَّا يَخِذُ مِنْكُمْ وَلَا يَخْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٥٠﴾ ”اے پیغمبر! جو قیدی آپ کے ہاتھوں میں (گرفتار) ہیں، ان سے کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو جو (مال) تم سے لے لیا گیا ہے، اس سے بہتر تمہیں عنایت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جو بیس اوقیہ چاندی بطور فدیہ ادا کی، اس کے بدلے میں اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے بیس غلام عطا فرما دیے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس اس قدر مال تھا جو ضرب المثل تھا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی بھی امید ہے۔^①

حافظ ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ نے فرمایا: [اُنْزِلُوهُ فِي الْمَسْجِدِ] ”اسے مسجد میں رکھ دو۔“ یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والا سب سے زیادہ مال تھا۔ آپ مسجد میں نماز کے لیے تشریف لائے مگر مال کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا، نماز سے فراغت کے بعد آپ مال کے پاس بیٹھ گئے اور جو مسلمان بھی نظر آیا اسے مال سے نواز دیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی آئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! مجھے بھی مال دیجیے کہ میں نے اپنا فدیہ دیا اور عقل کا فدیہ بھی دیا تھا تو آپ نے فرمایا: [خُذْ] ”ہاں! لے لو۔“ انھوں نے کپڑا بچھایا اور اسے مال سے اس قدر بھر لیا کہ جب اٹھانا چاہا تو اسے اٹھانہ سکے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کسی کو حکم دیجیے جو مال اٹھانے میں میری مدد کرے، آپ نے فرمایا: [لَا] ”نہیں“ تو انھوں نے عرض کی: آپ ہی اسے اٹھا کر مجھ پر رکھ دیں، آپ نے فرمایا: ”نہیں“ تو انھوں نے اس میں سے کچھ نکال دیا، پھر اسے اپنے کا نہ سے پر اٹھالیا اور چل دیے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی مال کی حرص کی وجہ سے مسلسل انھیں دیکھتے رہے حتیٰ کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ

① دلائل النبوة للبيهقي، باب ما فعل رسول الله بالغنائم والأسارى: 143، 142/3 اس روایت کی ابتداء میں لفظ [اللہ]

السنن الكبرى للبيهقي: 322/6 عن عائشة ؓ میں ہے۔ اور دیکھیے مسند أحمد: 353/1 عن عبد الله بن عباس ؓ.

وتفسير القرطبي: 52/8 والبدایة والنہایة، طرح رؤوس الکفر فی بئر یوم بدر: 300/3.

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ وَإِذَا مَوَالِيَهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنھوں

أَوْوَا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ

نے (مہاجرین کو اپنے ہاں) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو لوگ ایمان تولے آئے مگر انھوں نے ہجرت

مِّنْ وَلَا يَتِيهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ

نہیں کی، ان کی دوستی سے تمھیں کوئی غرض نہیں حتیٰ کہ وہ ہجرت کریں۔ اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملے) میں مدد مانگیں تو تم پر مدد

فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ⑦②

لازم ہے مگر اس قوم کے خلاف نہیں کہ جن کے اور تمھارے درمیان کوئی معاہدہ ہو، اور تم جو کام کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے ⑦②

نے۔ بحرین سے آنے والا یہ سارا مال تقسیم فرما دیا تھا اور جب آپ اٹھے تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا۔ ① امام بخاری نے بھی اس روایت کو صحیح کے کئی ایک مقامات پر تعلیقا مگر صیغہ جزم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ: ۞ وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ ۖ ”اور اگر یہ لوگ آپ سے خیانت کرنا چاہیں گے۔“ ان اقوال کے سلسلے میں جو انھوں نے آپ کے لیے ظاہر کیے ہیں۔ ۖ فَقَدْ خَاؤُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ ۖ ”تو یہ پہلے ہی اللہ سے خیانت کر چکے ہیں۔“ یعنی بدر سے پہلے اللہ کے ساتھ کفر کی صورت میں خیانت کر چکے ہیں۔ ۖ فَأُمَكِّنْ مِنْهُمْ ط ”تو اس نے ان کو (تمھارے) قبضے میں کر دیا۔“ یعنی بدر کے دن انھیں تمھارا قیدی بنا دیا۔ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑦③ ”اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔“ وہ جو کرتا ہے اسے جانتا ہے اور جو کرتا ہے، وہ مہربانی برحمت و دانش ہوتا ہے۔

تفسیر آیت: 72

مہاجرین و انصار ایک دوسرے کے دوست ہیں: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے انھیں دو قسموں میں تقسیم فرمایا ہے: (1) مہاجرین جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکلے، اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین کی مدد کے لیے آئے اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں کی بے دریغ بازی لگادی اور (2) انصار، یعنی اہل مدینہ کے مسلمان جنھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی، اپنے مال ان پر نثار کر دیے اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۖ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط ”وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ یعنی ان میں سے ہر ایک، دوسرے کا زیادہ حق دار ہے۔ اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مداخلت قائم فرمادی تھی، یعنی مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا تھا حتیٰ کہ وراثت میں وہ حقیقی رشتے داروں سے بھی زیادہ مقدم سمجھے جاتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میراث کے احکام نازل فرما کر اسے منسوخ فرما دیا تھا جیسا

① السنن الكبرى للبيهقي، قسم الفى والغنيمه، باب الاختيار فى التعجيل بقسمه مال الفى إذا اجتمع: 356/6.

② صحيح البخارى، الصلاة، باب القسمه وتعليق القنو فى المسجد، حديث: 421 و 3049 و 3165.

کہ صحیح بخاری میں یہ بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ثابت ہے۔^①

امام احمد نے جریر بن عبداللہ نخعی رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، وَالطَّلَقَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ، وَالْعَتَقَاءُ مِنْ ثَقِيفٍ، بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”مہاجرین و انصار ایک دوسرے کے رفیق ہیں، طلقاء (فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والے جن سے کوئی تعرض نہ کیا گیا تھا) قریش سے اور عتقاء (آزاد کردہ) ثقیف سے یہ سب لوگ قیامت تک ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“^②

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مہاجرین و انصار کی تعریف کی ہے، مثلاً: وَالسَّيْقُونِ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ (التوبة: 9: 100) ”جن لوگوں نے سبقت کی (سب سے پہلے ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (اور) وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“ اور فرمایا: لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ الآية (التوبة: 9: 117) ”بے شک اللہ نے پیغمبر اور مہاجرین و انصار پر توجہ فرمائی جو مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے۔“

اور فرمایا: لِنُفَقِّرَ الْفُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصَرُّونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ○ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَخْخِ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (الحشر: 59: 98) ”(مال نے) ان مہاجر فقراء کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں، یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں۔ اور (ان لوگوں کے لیے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔ اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ اس آیت کے اس حصے: وَلَا يَجِدُونَ

① صحیح البخاری، الکفالة، باب قول اللہ عزوجل: وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتَوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ط (النساء: 33)،

حدیث: 2292. ② مسند أحمد: 363/4 وصحیح ابن حبان، إخباره عن مناقب الصحابة، باب فضل الصحابة

والتابعين ﷺ: 250/16، حدیث: 7260 والمعجم الكبير للطبرانی: 314/2، حدیث: 2310.

فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا ۚ ”اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے۔“ کی تفسیر میں سب سے اچھا قول یہ ہے کہ مہاجرین کو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے جس فضل و شرف سے نوازا ہے، اس کی وجہ سے انصاران سے حسد نہیں کرتے۔

ان آیات کریمہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مہاجرین انصار سے زیادہ مقدم ہیں اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ہجرت نہ کرنے والے مومن سے کوئی سروکار نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ ”اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی تو تم کو ان کی رفاقت سے کچھ سروکار نہیں۔“ ﴿وَلَا يَتِيهِمْ﴾ ”جو حزمہ نے واو کے کسرہ کے ساتھ [وَلَا يَتِيهِمْ] اور دوسرے ائمہ نے فتح کے ساتھ [وَلَا يَتِيهِمْ] پڑھا ہے اور [الدَّلَالَةُ] اور [الدَّلَالَةُ] کی طرح دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ ﴿حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا﴾ ”یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں۔“ یہ مومنوں کی ایک تیسری قسم ہے، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان تو لے آئے لیکن انھوں نے ہجرت نہیں کی بلکہ وہ اپنے علاقوں ہی میں مقیم رہے تو ان لوگوں کا مال غنیمت یا خنس میں سے اس وقت تک کوئی حصہ نہیں ہے جب تک یہ جہاد میں عملی طور پر شریک نہ ہوں۔

امام احمد نے بريدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو سریر یا لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اسے یہ وصیت فرماتے کہ خود اللہ تعالیٰ کے تقوے کو اختیار کرے اور اپنے ہمراہ مسلمانوں سے خیر و بھلائی کا سلوک کرے۔ آپ فرماتے:

[أُعْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَاتْلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ، فَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَىٰ إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ، فَأَيُّهُمْ مَا أَجَابُوكَ إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، أَدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ (وَكُفَّ عَنْهُمْ) ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَعْلِمُهُمْ إِنَّهُمْ فَعَلُوا ذَلِكَ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبَوْا وَاخْتَارُوا دَارَهُمْ فَأَعْلِمُهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ، يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا، فَادْعُهُمْ إِلَىٰ إِعْطَاءِ الْحِزْبِ، فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنَ بِاللَّهِ ثُمَّ قَاتِلْهُمْ]

”اللہ کے رستے میں اللہ کے نام سے جہاد کرو جو اللہ کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑائی کرو اور جب اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو انھیں دعوت دو کہ وہ تین باتوں میں سے ایک کو قبول کر لیں اور ان میں سے وہ جس بات کو بھی قبول کر لیں تم اسے تسلیم کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے رک جاؤ، انھیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسے قبول کر لیں تو اسے تسلیم کر لو، پھر انھیں دعوت دو کہ

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ (اے مسلمانو!) اگر تم ایسا نہیں کرو گے

فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ط

تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پچے گا ⑦

وہ اپنے گھروں سے ہجرت کر کے مہاجرین کے گھر میں آ جائیں اور انھیں بتاؤ کہ ایسا کرنے سے انھیں بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں۔ اگر وہ انکار کر دیں اور اپنے گھروں ہی میں رہنا پسند کریں تو انھیں بتاؤ کہ اس صورت میں ان کی حیثیت مسلمان اعراب کی سی ہوگی، ان پر بھی اللہ کا وہ حکم نافذ ہوگا جو مومنوں پر نافذ ہے، اس صورت میں مال فے اور مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انھیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو اگر وہ اسے قبول کر لیں تو تم بھی اسے تسلیم کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے رک جاؤ اور اگر وہ جزیہ ادا کرنے سے بھی انکار کر دیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور ان کے خلاف جہاد کرو۔ ① صحیح مسلم کی روایت میں کچھ باتیں زائد بھی ہیں، نیز یہ روایت صرف صحیح مسلم میں ہے، صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ ②

ارشاد الہی: وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ۖ ”اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ اعراب جنھوں نے ہجرت نہیں کی، جہاد کے لیے اگر تم سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر واجب ہے کیونکہ وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔ ہاں، البتہ اگر وہ کسی ایسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں کہ ۖ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مَبِثَّةٌ ط ”تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو (تو مدد نہیں کرنی چاہیے)۔“ یعنی اگر تم نے ایک مدت کے لیے ان سے صلح کر رکھی ہو تو پھر عہد شکنی نہ کرو، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ③

تفسیر آیت: 73

کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں: اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ مومن ایک دوسرے کے رفیق ہیں تو اس سے اس نے مومنوں اور کافروں کے درمیان دوستی کو قطع کر دیا ہے جیسا کہ امام حاکم نے ”متدرک“ میں حضرت اسامہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ، وَلَا يَرِثُ مُسْلِمٌ كَافِرًا، وَلَا كَافِرٌ مُسْلِمًا ”دو ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے، یعنی مسلم کافر کا اور کافر مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا۔“ پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ط ”اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ (مومنو!) اگر تم یہ (کام) نہ کرو گے تو

① مسند أحمد: 352/5 قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 358/5 کے مطابق ہیں۔ ② صحیح مسلم، الجہاد.....، باب

تأمر الإمام الأمراء على البعوث.....، حدیث: (3)-1731. ③ تفسیر الطبری: 70/10.

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَا وَنَصَرُوا

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنھوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی، وہی لوگ سچے

اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدِ

مومن ہیں، ان کے لیے مغفرت اور باعزت روزی ہے ﴿٧٤﴾ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور تمھارے ساتھ (مل کر)

وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدَا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنْكُمْ ط وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي

جہاد کیا تو وہ بھی تمھی میں سے ہیں اور اللہ کی کتاب میں (خون کے) رشتے دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز

كِتَابَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾

کو خوب جاننے والا ہے ﴿٧٥﴾

ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔“ امام حاکم نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن اسے امام بخاری و مسلم نے بیان نہیں فرمایا ﴿١﴾ لیکن یہ حدیث صحیحین میں بروایت اسامہ بن زید ہی موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ] ”مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔“ ﴿٢﴾

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿إِلَّا تَقْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾ ﴿٣﴾ سے مراد یہ ہے کہ مسلمانو! اگر تم نے مشرکوں سے کنارہ کشی نہ کی اور مومنوں سے دوستی نہ کی تو لوگوں میں فتنہ برپا ہو جائے گا، معاملات میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ اس طرح کہ مومن اور کافر میں کوئی فرق باقی نہ رہے گا جس کی وجہ سے لوگ بے حد و حساب طویل و عریض فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جائیں گے۔

تفسیر آیات: 74، 75

سچے مومن: پہلے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مومنوں کے بارے میں حکم کو بیان کیا اور اب یہ ذکر فرما رہا ہے کہ آخرت میں ان کے لیے کیا ہوگا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ سچے مومن کون ہیں؟ جیسا کہ اس سورہ مبارکہ کے آغاز میں بھی یہ بیان فرمایا تھا، نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو اچھی جزا دے گا، انھیں مغفرت سے نوازے گا اور اگر ان کے گناہ ہوئے تو انھیں معاف فرما دے گا اور انھیں رزق کریم سے نوازے گا، یعنی ایسے رزق سے جو بہت اچھا، بہت زیادہ، بہت پاکیزہ اور دائمی وابدی ہوگا جو کبھی ختم نہ ہوگا اور نہ اس کے حسن و تنوع کی وجہ سے کبھی اس سے اکتاہٹ محسوس ہوگی۔

جو جن سے محبت کرتا ہوگا اس کا حشر بھی انھی کے ساتھ ہوگا: پھر یہ بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان اور عمل صالح میں مومنوں کی پیروی کریں گے، وہ آخرت میں بھی انھی کے ساتھ ہوں گے جیسا کہ آیت کریمہ: وَالشَّاقُونَ الْأَوَّلُونَ

﴿١﴾ المستدرک للحاکم، التفسیر: 240/2، حدیث: 2944. ﴿٢﴾ صحیح البخاری، الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر

.....، حدیث: 6764 و صحیح مسلم، الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر.....، حدیث: 1614.

..... ﴿الآيَةُ (التوبة 9: 100) اور آیت کریمہ: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ.....﴾ (الاحقر 59: 10) میں فرمایا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی اور اس کے علاوہ کئی صحیح سندوں سے مروی متواتر حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ] ”آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔“ ⁽¹⁾ دوسری حدیث میں ہے: [مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا، فَهُوَ مِنْهُمْ] ”جو کسی قوم سے محبت کرے تو وہ انہی میں سے ہوگا۔“ ⁽²⁾ اور ایک روایت میں ہے: [حُشِرَ مَعَهُمْ] ”وہ ان کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔“ ⁽³⁾

وراثت رشتے داروں کے لیے ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ ”اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔“ اس آیت کریمہ میں اولوالارحام سے مراد وہ رشتے دار نہیں ہیں جو علمائے میراث کی اصطلاح میں اولوالارحام ہیں، یعنی جن کے لیے میراث میں سے کوئی حصہ فرض نہیں ہے اور نہ انہیں عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ ملتا ہے بلکہ اصحاب الفروض اور عصبات سے جو کچھ بچ جائے وہ انہیں ملتا ہے، مثلاً: خالہ، ماموں، پھوپھی، نواسے اور بھانجے وغیرہ جیسا کہ یہ بعض علماء کا خیال ہے اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے اور اسے اس مسئلے میں صریح قرار دیتے ہیں۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے اور اس سے مراد تمام رشتے دار ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، مکرّم، حسن، قتادہ اور کئی ایک اہل علم کا قول ہے کہ اس آیت نے اس میراث کو منسوخ کر دیا ہے جس کے لوگ حلف اور مؤاخات کی بنیاد پر حق دار قرار پاتے تھے۔ ⁽⁴⁾

اس تفسیر کے مطابق یہ آیت ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے اسم خاص کے مطابق ذوی الارحام ہیں (جن کے حصے مقرر ہیں یا جو عصبہ ہیں۔) اور جن علماء نے مقرر حصے والے یا عصبہ بننے والے ورثاء کے علاوہ رشتے داروں کو وارث قرار نہیں دیا انہوں نے کئی دلائل سے استدلال کیا ہے اور ان میں سے ان کی سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے: [إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَىٰ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِرَآثٍ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرمادیا ہے، لہذا اب کسی وارث کے لیے

① صحیح البخاری، الأدب، باب علامة الحب فی اللہ لقوله تعالیٰ: ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (آل عمران 3: 31)، حدیث: 6168 عن عبد اللہ بن مسعود ؓ. وصحیح مسلم، البر والصلة، باب المرء مع من أحب، حدیث: 2640 وجامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء أن المرء مع من أحب، حدیث: 2385 عن أنس ؓ. ومسند أحمد: 207/3 عن أنس ؓ. و240/4 عن صفوان بن عسال ؓ. و336/3 عن جابر بن عبد اللہ ؓ. و392/4 عن أبي موسى الأشعري ؓ. ② اس حدیث کا پہلا حصہ المعجم الكبير للطبرانی: 3/3، حدیث: 2519 کے مطابق ہے مگر اس روایت کو علامہ البانی ؒ نے ضعیف کہا ہے، دیکھیے ضعیف الجامع الصغير: 1/771، حدیث: 5343، البتہ اس مفہوم کی تائید صحیح بخاری کی سابقہ حدیث سے ہوتی ہے۔ اور دوسرا حصہ سنن سعید بن منصور، باب من أسلم علی المیراث قبل أن یقسم: 78/1، حدیث: 198 کے مطابق ہے لیکن اس حدیث کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں: [مَنْ تَوَلَّى قَوْمًا.....] ”جو کسی قوم سے دوستی رکھے گا۔۔۔۔۔“ ③ المستدرک للحاکم، الهجرة: 18/3، حدیث: 4294 مطولاً. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 5/1743 والدر المنثور: 374/3 و تفسیر الماوردی: 334/2.

وصیت نہیں ہے۔“^① ان علماء نے فرمایا ہے کہ اگر اس (جس کا حصہ بھی مقرر نہیں اور نہ ہی وہ عصبہ ہے) کا کوئی حق ہوتا تو کتاب اللہ میں اس کا حصہ بھی مقرر ہوتا اور جب ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ وہ وارث بھی نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

سورة انفال کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْجَنَّةُ، وَعَلَيْهِ التَّكْلَافُ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

KITABOSUNNAT.COM



① سنن أبی داود، البیوع، باب فی تضمین العاریة ، حدیث: 3565 وجامع الترمذی، الوصایا، باب ماجاء لا وصیة لوارث، حدیث: 2120 عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ۔
نوٹ: احکام وراعت اور حصص کے موضوع پر آخر میں ضمیمہ ملاحظہ کیجیے۔

ضمیمہ احکام وراثت (سورۃ نساء، آیات 11، 12) مرتب: ابونعمان بشیر احمد رحمہ اللہ

علم وراثت کی اصطلاحی تعریف: وہ اصول و قواعد جن سے ترکے میں وارثوں کے حصے معلوم کیے جائیں، علم میراث کہلاتے ہیں۔ وارث ہونے کی شرائط تین ہیں: ① مرحوم کی موت کے وقت وارث زندہ ہو۔ ② مرحوم کی موت کا یقین ہو۔ ③ وراثت سے مانع کوئی سبب نہ ہو۔

وراثت سے مانع اسباب چار ہیں: ④ قتل: جس قتل کی وجہ سے قصاص یا دیت لازم آئے اس کی بنا پر قاتل وراثت سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”قاتل کسی چیز کا بھی وارث نہیں بن سکتا۔“ (ابوداؤد: 4564، ترمذی: 2109) ⑤ اختلاف دین: مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔ (بخاری: 6764، مسلم: 1614) ⑥ وَلَدٌ زِنَا: زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ اپنے زانی باپ کا وارث ہوگا نہ باپ اپنے حرامی بچے کا وارث ہوگا البتہ بچہ اور اس کی ماں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ (مسلم: 1492) ⑦ غلامی: غلام نہ خود وارث بنتا ہے اور نہ کوئی اس کا وارث بن سکتا ہے کیونکہ اس کی تمام کمائی مالک کی ملکیت ہوتی ہے۔

اسباب وراثت تین ہیں: ⑧ نسبی رشتہ: رشتہ خوئی رشتے کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں، مثلاً: اولاد، والدین اور بہن بھائی وغیرہ۔ ⑨ نکاح: میاں بیوی شرعی نکاح کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ ⑩ ولأولاد: کوئی شخص غلام آزاد کرے اور آزاد کردہ غلام فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نسبی وارث بھی نہ ہو تو آزاد کرنے والا اس کا وارث ہوگا۔ ترکے کی تقسیم: میت کا ترکہ تین مرحلوں سے گزرنے کے بعد ہی ورثہ میں تقسیم ہوگا: ⑪ کفن دفن: اگر کفن دفن کا انتظام کرنے والا کوئی نہ ہو تو سب سے پہلے میت کے ترکے میں سے کفن دفن کا انتظام کیا جائے گا۔ ⑫ قرض: اگر ورثہ ادائیگی قرض کی ذمہ داری قبول نہ کریں تو میت کے ترکے میں سے قرض ادا کیا جائے گا، خواہ اس میں تمام ترکہ صرف ہو جائے۔ ⑬ وصیت: میت کی جائز وصیت کو پورا کیا جائے گا۔ جائز وصیت وہ ہوگی جو تہائی ترکے سے زیادہ نہ ہو، نیز ورثہ کے بارے میں نہ ہو اور حرام کام کے متعلق نہ کی گئی ہو۔

بنیادی اصطلاحات

وراثت کی تفصیل سے پہلے چند بنیادی اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے: اصحابِ فرائض: قرآن و حدیث میں جن ورثہ کے حصے مقرر ہیں، ان کی کل تعداد 12 ہے جن میں 4 مرد اور 8 عورتیں ہیں، مثلاً: خاوند، بیوی، ماں وغیرہ۔

عصبہ: میت کے وہ قریبی رشتے دار جو اصحابِ فرائض سے بچا ہوا ترکہ لیتے ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں تمام ترکے کے وارث بنتے ہیں، مثلاً: بیٹا، باپ، بھائی اور چچا وغیرہ۔

عصبہ کی اقسام: ⑭ عصبہ نسبی ⑮ عصبہ سببی

عصبہ نسبی: یہ خوئی رشتے کی وجہ سے عصبہ بنتے ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں:

(۱) عصبہ بالنفس: میت کے وہ مذکور رشتے دار جن کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کسی مؤنث کا واسطہ نہ آئے۔ ان کی ترتیب وار چار صورتیں ہیں اور ترکے کی تقسیم میں بھی اس ترتیب کا لحاظ ضروری ہے:

(i) میت کا بیٹا اور اس کی عدم موجودگی میں پوتا، پھر پڑپوتا..... (ii) میت کا باپ اور اس کی عدم موجودگی میں دادا، پھر پردادا.....

(iii) میت کا بھائی اور اس کی عدم موجودگی میں بھتیجا..... (iv) میت کا چچا اور اس کی عدم موجودگی میں چچا کا بیٹا.....

(ب) **عصبہ بالغیر**: ہر وہ مؤنث جو اصحاب فرائض میں سے ہو اور وہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنے۔ عصبہ بالغیر صرف چار ہیں:

❶ بیٹی ❷ پوتی یا پڑپوتی ❸ حقیقی بہن ❹ پدری بہن

(ج) **عصبہ مع الغیر**: ہر وہ مؤنث جو کسی دوسری مؤنث کی وجہ سے عصبہ بنے، اس میں صرف حقیقی بہن اور پدری بہن آتی ہیں جب وہ بیٹی یا پوتی کے ساتھ شریک ہوں۔

عصبہ سببی: جو خونی رشتے کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی سبب کی وجہ سے عصبہ بنے، مثلاً: آزاد کردہ غلام فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نہی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا مالک اس کا وارث بنے گا۔

ذوی الارحام: میت کے وہ رشتے دار جو اصحاب فرائض اور عصبہ میں سے نہ ہوں، مثلاً: بیٹیوں کی اولاد، ماموں، خالہ، پھوپھی وغیرہ۔ ذوی الارحام اس وقت وارث بنتے ہیں جب اصحاب فرائض یا عصبہ میں سے کوئی نہ ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں: ❶ اگر ذوی الارحام میں سے صرف ایک وارث ہو تو وہ اکیلا تمام ترکہ لے گا۔ ❷ اگر ایک سے زیادہ وارث ہوں اور سب کا رشتہ برابر درجے کا ہو تو ان کے درمیان ترکہ برابر تقسیم کیا جائے گا، مذکر کو دو حصے اور مؤنث کو ایک حصہ ملے گا۔ اگر درجہ برابر نہ ہو تو ترکہ قریبی کو ملے گا اور بعید والا محروم ہوگا۔

جب: کسی وارث کا دوسرے وارث کی موجودگی میں اپنے کل یا بعض حصے سے محروم ہو جانا۔

جب کی اقسام: ❶ **جب نقصان**: کسی وارث کا دوسرے وارث کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے زیادہ حصے سے کم کی طرف منتقل ہو جانا، مثلاً: خاوند کا اولاد کی وجہ سے آدھے سے چوتھائی حصے کی طرف منتقل ہو جانا۔ ❷ **مجبّر حرمان**: کسی وارث کا دوسرے وارث کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے تمام حصے سے محروم ہو جانا، مثلاً: بیٹے کی وجہ سے پوتے کا محروم ہونا۔

اصل: میت کو اوپر کی طرف جن رشتوں سے منسوب کیا جائے، مثلاً: والدین، دادا، پردادا۔

فرع: میت کو نیچے کی طرف جن رشتوں سے منسوب کیا جائے، مثلاً: بیٹے، بیٹیاں یا پوتے، پوتیاں۔

جذہ صحیح: وہ جذہ جب اس کا رشتہ میت سے ملایا جائے تو درمیان میں جذہ فاسدہ (نانی) کا واسطہ نہ ہو، مثلاً: دادا، پردادا۔

جذہ صحیحہ: وہ دادی یا نانی جب اس کا رشتہ میت سے ملایا جائے تو درمیان میں جذہ فاسدہ (نانی) کا واسطہ نہ ہو، جیسے دادی، پردادی، نانی، پر نانی۔ ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سب سے پہلے اصحاب فرائض، پھر عصبہ کو اور ان دونوں کی عدم موجودگی میں ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔

اصحاب فرائض کی تفصیل

❶ **خاوند**: بیوی کی وراثت میں خاوند کے وارث ہونے کی دو صورتیں ہیں: ❶ جب بیوی کی کوئی فرع (بیٹی، بیٹیاں یا پوتے، پوتیاں) وارث نہ ہو تو خاوند کو آدھا (½) ترکہ ملے گا۔ ❷ جب بیوی کی فرع وارث ہو تو خاوند کو چوتھا حصہ (¼) ملے گا۔

❷ **بیوی**: خاوند کی وراثت میں بیوی کے وارث ہونے کی دو صورتیں ہیں: ❶ جب خاوند کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو بیوی کو چوتھا حصہ (¼) ملے گا۔ ❷ جب خاوند کی فرع وارث ہو تو اسے آٹھواں حصہ (⅙) ملے گا۔

❸ **باپ**: اولاد کی وراثت میں باپ کے وارث ہونے کی تین صورتیں ہیں: ❶ جب میت کی مذکر فرع (بیٹا، پوتا) وارث ہو تو باپ کو چھٹا حصہ (⅙) ملے گا۔ ❷ جب میت کی مؤنث فرع وارث ہو تو باپ چھٹا حصہ پانے کے ساتھ عصبہ بھی بنے گا۔ ❸ جب میت کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو باپ بطور عصبہ وارث بنے گا۔

④ دادا: باپ کی عدم موجودگی میں میت کا وارث اس کا دادا بنتا ہے اور باپ کے وارث ہونے کی مذکورہ بالا تینوں صورتیں دادا پر لاگو ہوں گی۔

⑤ ماں: اولاد کی وراثت میں ماں کے وارث ہونے کی بھی تین صورتیں ہیں: ① جب میت کی کوئی فرع وارث ہو یا اس کے ایک سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$) ملے گا۔ ② جب میت کے مذکورہ ورثا (اولاد یا ایک سے زیادہ بہن بھائی) نہ ہوں تو ماں کو کل مال کا تہائی حصہ ($\frac{1}{3}$) ملے گا۔ ③ جب مسئلہ غمیرتین ہو، یعنی میت کے والدین کے ساتھ خاوند یا بیوی بھی موجود ہو تو خاوند یا بیوی کو مقرر حصہ دینے کے بعد ماں کو باقی ترکے کا تہائی حصہ ($\frac{1}{3}$) ملے گا۔

⑥ دادی و نانی: ماں کی عدم موجودگی میں میت کی دادی اور نانی (جدہ صحیحہ) چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$) لیں گی جبکہ باپ کی موجودگی میں دادی محروم ہو جائے گی، البتہ نانی وارث بنے گی۔

وضاحت: اگر دادی اور نانی میں سے ایک موجود ہو تو وہ اکیلی چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$) لے گی اور قریبی کی موجودگی میں بعید والی محروم ہو جائے گی، مثلاً: دادی یا نانی کی موجودگی میں پردادی اور پر نانی محروم رہیں گی۔

⑦ بیٹی: والدین کی وراثت میں بیٹی کے وارث ہونے کی تین صورتیں ہیں: ① جب میت کی وارث صرف ایک بیٹی ہی ہو تو اسے آدھا ترکہ ($\frac{1}{2}$) ملے گا۔ ② جب وارث محض ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو وہ دو تہائی حصہ ($\frac{2}{3}$) پائیں گی۔ ③ جب وارث بیٹے اور بیٹیاں ہوں تو بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا۔

⑧ پوتی: اس کی پانچ صورتیں ہیں: ① جب میت کی فرع میں سے صرف ایک پوتی ہو تو وہ آدھا ترکہ لے گی۔ ② جب ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں تو وہ دو تہائی لیں گی۔ ③ جب پوتیوں کے ساتھ میت کی ایک بیٹی بھی ہو تو بیٹی کو آدھا اور پوتیوں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ ④ جب پوتیوں کے ساتھ میت کا پوتا بھی ہو تو وہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ اور مذکورہ دو حصے اور مونث کو ایک حصہ ملے گا۔ ⑤ جب میت کی زینہ اولاد ہو یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔

⑨ مادری بہن: مادری بھائی: مادری بہن اور بھائی وراثت میں برابر ہوتے ہیں۔ ان کی تین صورتیں ہیں: ① ایک مادری بھائی تو چھٹا حصہ لے گا۔ ② ایک سے زیادہ ہوں تو تہائی لیں گے۔ ③ میت کے فرع وارث، باپ یا دادا کی موجودگی میں محروم ہو جائیں گے۔

⑩ حقیقی بہنیں: ان کی پانچ صورتیں ہیں: ① جب میت کی صرف ایک حقیقی بہن ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا۔ ② جب ایک سے زیادہ بہنیں ہوں تو انہیں دو تہائی ملے گا۔ ③ جب بہنوں کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہو تو وہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ اور بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ ④ جب بہنوں کے ساتھ میت کی مونث فرع (بیٹی، پوتی) وارث بھی اُن کے ساتھ ہو تو بہنیں بطور عصبہ حصہ لیں گی۔ ⑤ جب میت کی مذکر فرع (بیٹا، پوتا.....) یا باپ موجود ہو تو بہنیں محروم ہو جائیں گی۔

⑪ پردری بہنیں: ان کی چھ صورتیں ہیں: ① جب میت کی صرف ایک پردری بہن ہو اور حقیقی بہن بھی نہ ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا۔ ② جب ایک سے زیادہ پردری بہنیں ہوں اور حقیقی بہن نہ ہو تو وہ دو تہائی لیں گی۔ ③ پردری بہنیں ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں چھٹے حصے کی وارث ہوں گی۔ ④ جب پردری بہنوں کے ساتھ ان کا بھائی یا میت کی مونث فرع وارث بھی موجود ہو تو وہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ ⑤ جب پردری بہنوں کے ساتھ میت کی مذکر فرع (بیٹے، پوتے) یا باپ یا حقیقی بھائی وارث ہو تو وہ محروم ہو جائیں گی۔ ⑥ جب میت کی ایک سے زیادہ حقیقی بہنیں ہوں تو بھی پردری بہنیں محروم ہو جاتی ہیں الا یہ کہ ان کے ساتھ پردری بھائی بھی شریک ہو جائے، اس صورت میں وہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔

نقشہ میں متصل اشارات	اشادات	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{2}{3}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{4}$	ش	م	خ	ک	ب	کر	مل
اشادات سے مراد	آوصا	تہائی	دو تہائی	چھٹا	آٹھواں	چوتھائی	مشرک	محروم	مختلف	کل مال	باقی مال	مہمل	مہمل	مہمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تحقیق و تخریج کے مصادر و مراجع

اسم الكتاب	اسم المصنف	دار النشر	مدينة النشر	سنة النشر
الإتقان	للإمام جلال الدين أبي الفضل عبدالرحمن السيوطي (849-911هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	
الأحاديث الطوال	للمحافظ سليمان بن أحمد الطبراني (260-360هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق عمان	1419 هـ 1998 م
الأحاديث المختارة	لأبي عبدالله محمد بن عبدالواحد بن أحمد الحنبلي المقدسي (567-643هـ)	مكتبة النهضة الحديثة	مكة المكرمة	1410 هـ
أحكام القرآن	للإمام أبي بكر محمد بن عبدالله المعروف بابن العربي (468-543هـ)	دار الكتب العربي	//	1421 هـ 2000 م
الأدب المفرد	للإمام أبي عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري (194-256هـ)	المكتبة الإسلامية	الأردن	1423 هـ 2003 م
إرشاد الساري	للإمام شهاب الدين أبي العباس أحمد بن محمد الشافعي القسطلاني (المتوفى 923هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1416 هـ 1996 م
إرواء الغليل	للسيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت	1405 هـ 1985 م
الاستذكار	لأبي عمر يوسف بن عبدالله بن النمرى الأندلسي (536-546هـ)	دار الوعى	حلب القاهرة	1414 هـ 1993 م
أسد الغابة	لعز الدين ابن الأثير أبي الحسن علي بن محمد الحزري (المتوفى 630هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (773-852هـ)	دار الكتب العلمية	//	1415 هـ 1995 م

1419ھ	بیروت	دار الوفاء	للإمام الحافظ أبي الفضل عياض بن موسى بن عياض اليحصبي (المتوفى 544ھ)	إكمال المعلم بفوائد صحيح مسلم
1998م	لبنان			
1420ھ	//	دار إحياء التراث	للإمام أبي عبد الله محمد بن إدريس الشافعي القرشي (المتوفى 204ھ)	الأم
2000م		العربي		
1999م	لاهور	نگارشات	موريس بوكائے	بائبل، قرآن اور سائنس (اردو)
	پاکستان			
1409ھ	بیروت	مؤسسة علوم القرآن	للإمام أبي بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق العتكي البزار (المتوفى 292ھ)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار
1988م		ومكتبة العلوم والحكم		
1408ھ	القاهرة	دار الريان للتراث	لأبي الفداء الحافظ ابن كثير الدمشقي (المتوفى 774ھ)	البداية والنهاية
1988م				
1414ھ	الكويت	مركز المخطوطات	لأبي عمرو عثمان بن سعيد الأموي الداني (371-444ھ)	البيان في عدّ آي القرآن
1994م				
1414ھ	بیروت	دار الفكر	للإمام محب الدين أبي فيض السيد محمد مرتضى الحسيني الزبيدي (المتوفى 1205ھ)	تاج العروس
1994م	لبنان			
1413ھ	بیروت	دار الكتب العلمية	لعبد الرحمن بن خلدون (732-1332/1406-1408ھم)	تاريخ ابن خلدون
1992م	لبنان			
1418ھ	//	دار الفكر	للحافظ أبي بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي (المتوفى 463ھ)	تاريخ بغداد
1998م				
1421ھ	//	دار إحياء التراث	للإمام الحافظ أبي القاسم علي بن الحسن الدمشقي الشافعي المعروف بابن عساكر (499-571ھ)	تاريخ دمشق
2001م		العربي		
	//	//	لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري (المتوفى 310ھ)	تاريخ الطبري
1414ھ	//	دار الكتب العلمية	للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجعفي (194-256ھ)	التاريخ الكبير
1993م				

تحفة الأحوذی	للإمام الحافظ أبي العلاء محمد عبدالرحمن بن عبدالرحيم المبار كفوري (المتوفى 1353هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415 هـ 1995 م
تحفة الأخيار	لأبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (239-321هـ)	دار بلنسية	الرياض السعودية	1420 هـ 1999 م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزّي (654-742هـ)	دار الغرب الإسلامي	بيروت	1999 م
تذكرة الحفاظ	للإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (المتوفى 748هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1419 هـ 1998 م
الترغيب والترهيب	للإمام الحافظ زكي الدين عبدالعظيم بن عبدالقوي المنذري (المتوفى 656هـ)	دار الحديث	القاهرة	1407 هـ 1987 م
تغليق التعليق	لأحمد بن علي ابن حجر العسقلاني (المتوفى 852هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق	1470 هـ 1999 م
تفسير البغوي	للإمام أبي محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي الشافعي (المتوفى 516هـ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت لبنان	1420 هـ 2000 م
تفسير البيضاوي	للإمام ناصر الدين أبي الخير عبدالله بن عمر ابن محمد الشيرازي الشافعي البيضاوي (المتوفى 691هـ)	دار إحياء التراث العربي	//	1418 هـ 1998 م
تفسير ابن أبي حاتم	للإمام الحافظ عبدالرحمن بن محمد بن إدريس الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى 327هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة الرياض	1417 هـ 1997 م
تفسير الرازي	للإمام فخر الدين الرازي (المتوفى 606هـ)	دار إحياء التراث العربي	//	1415 هـ 1995 م
تفسير السمعاني	للإمام أبي المظفر منصور بن محمد بن عبدالحبار التميمي المروزي الشافعي (426-489هـ)	دار الوطن	الرياض	1418 هـ 1997 م

تفسير الطبري	لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري (المتوفى 310هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415 هـ 1995 م
تفسير عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى 211هـ)	دارالكتب العلمية	//	1419 هـ 1999 م
تفسير القرطبي	لأبي عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي	دارالكتب العلمية	//	1413 هـ 1993 م
تفسير الماوردي	لأبي الحسن علي بن محمد بن حبيب الموردي البصري (364-450هـ)	دارالكتب العلمية	//	1412 هـ 1992 م
التلخيص الحبير	للإمام الحافظ أبي الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (المتوفى 852هـ)	دار المعرفة	//	1406 هـ 1986 م
تمام المنّة	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	دار الراجية	الرياض السعودية	1417 هـ
التمهيد	للإمام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبدالله ابن محمد بن عبدالبر النمري الأندلسي (368-463هـ)	مكتبة السوادى	جدة	1387 هـ 1967
تنوير المقباس	للإمام السيد حبر الأمة عبدالله بن عباس الهاشمي القرشي (المتوفى 68هـ)	مطبعة أمير	قم ايران	
جامع الترمذی	للإمام الحافظ أبي عيسى محمد بن عيسى ابن سورة الترمذی (200-279هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1420 هـ 1999 م
جامع المسانيد والسنن	للإمام عماد الدين أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي الشافعي (700-774هـ)	دار الفكر	بيروت	
حلية الأولياء	للإمام الحافظ أبي نُعيم أحمد بن عبدالله الأصفهاني الشافعي (المتوفى 430هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1418 هـ 1997 م
الدر المثور في التفسير المأثور	للإمام جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي (المتوفى 911هـ)	دارالكتب العلمية	//	1421 هـ 2000 م

1405 ھ 1985 م	بيروت لبنان	دار الكتب العلمية	لأبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي (384-458ھ)	دلائل النبوة
	//	شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم	للحافظ جلال الدين عبدالرحمن السيوطي (المتوفى 911ھ)	الذبيح
1416 ھ 1995 م	لاهور باكستان	المكتبة السلفية	للشيخ صفى الرحمن مباركفوري	الرحيق المختوم (اردو)
1417 ھ 1997 م	بيروت لبنان	دار الفكر	للعامة أبي الفضل شهاب الدين السيد محمود الألوسي البغدادي (المتوفى 127ھ)	روح المعاني
1414 ھ 1994 م	//	دار الكتب العلمية	للإمام أبي الفرج جمال الدين عبدالرحمن ابن علي بن محمد الجوزي (المتوفى 597ھ)	زاد المسير
1415 ھ 1995 م	//	مؤسسة الرسالة	للإمام شمس الدين أبي عبدالله محمد بن أبي بكر الزرعي الدمشقي المشهور بابن قيم الجوزية (691-751ھ)	زاد المعاد
1415 ھ 1995 م	الرياض السعودية	مكتبة المعارف	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420ھ)	سلسلة الأحاديث الصحيحة
1420 ھ 2000 م	//	//	// // //	سلسلة الأحاديث الضعيفة
1417 ھ 1996 م	بيروت لبنان	دار الكتب العلمية	للإمام الحافظ علي بن عمر الدارقطني (المتوفى 385ھ)	سنن الدارقطني
1417 ھ 1996 م	//	دار الكتب العلمية	للإمام أبي محمد عبدالله بن عبدالرحمن بن الفضل بن بهرام التميمي السمرقندي الدارمي (المتوفى 255ھ)	سنن الدارمي
1420 ھ 1999 م	الرياض السعودية	دار السلام	للإمام الحافظ أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني (المتوفى 275ھ)	سنن أبي داود
1420 ھ 2000 م	//	دار الصميعي	للحافظ سعيد بن منصور الخراساني (المتوفى 227ھ)	سنن سعيد بن منصور

السنن الكبرى	للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي إدارة تأليفات أشرفية	ملتان	1414 هـ
	البيهقي (384-458 هـ)	باكستان	1993 م
السنن الكبرى	للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب دار الكتب العلمية	بيروت	1411 هـ
	النسائي (المتوفى 303 هـ)	لبنان	1991 م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن يزيد الربيعي ابن ماجه القزويني (209-273 هـ)	الرياض السعودية	1420 هـ 1999 م
سنن النسائي	للإمام الحافظ أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي النسائي (215-303 هـ)	//	1420 هـ 1999 م
السيرة النبوية	لولي الدين أبي زيد عبد الرحمن بن محمد بن عبد الرحيم الحضرمي الأشبيلي المالكي المعروف بابن خلدون (723-808 هـ)	//	1418 هـ 1998 م
السيرة النبوية	للأبي محمد عبد الملك بن هشام بن أيوب الجُمَيْرِي (المتوفى 218 هـ)	بيروت لبنان	1415 هـ 1995 م
شرح السنة	للإمام الحافظ محي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي (436-516 هـ)	بيروت لبنان	1403 هـ 1983 م
شرح معاني الآثار	للأبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي (239-321 هـ)	بيروت	1407 هـ 1987 م
شرح النووي	محي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف بن مري الحزامي الحواربي الشافعي (المتوفى 676 هـ)	بيروت لبنان	1414 هـ 1994 م
شعب الإيمان	للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (384-458 هـ)	بيروت لبنان	1410 هـ 1990 م

الصحاح	لأبي نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي المتوفى (398هـ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت لبنان	1419 هـ 1999 م
صحيح البخاري	للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي (194-256هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419 هـ 1999 م
صحيح الترغيب والترهيب	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	مكتبة المعارف	الرياض	1421 هـ 2000 م
صحيح الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامي	بيروت لبنان	1408 هـ 1988 م
صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسي	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	//	1414 هـ 1993 م
صحيح ابن خزيمة	للإمام أبي بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمي النيسابوري (المتوفى 311هـ)	المكتب الإسلامي	//	1412 هـ 1992 م
صحيح سنن أبي داود	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	مؤسسة غراس	الكويت	1423 هـ 2002 م
صحيح مسلم	للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (204-261هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419 هـ 1998 م
ضعيف الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامي	بيروت لبنان	1410 هـ 1990 م
ضعيف سنن ابن ماجه	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	//	//	1415 هـ 1994 م
الطبقات الكبرى	للحافظ محمد بن سعد بن منيع (المتوفى 230هـ)	دار صادر	بيروت	1418 هـ 1998 م
عمدة القاري	للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني (المتوفى 855هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1418 هـ 1998 م

عون المعبود	للعلماء أبي الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادي	دار الكتب العلمية	//	1410 هـ 1990 م
فتح الباري	للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (773-852 هـ)	دار نشر الكتب الإسلامية	لاهور باكستان	1401 هـ 1981 م
فتح البيان	لأبي الطيب صديق بن حسن بن علي الحسيني القنوجي البخاري (المتوفى 1307 هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420 هـ 1999 م
كتاب السنة ومعه ظلال الحنة في تخريج السنة	لأبي بكر عمرو بن أبي عاصم الضحاك ابن مخلد الشيباني المتوفى (287 هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق عمان	1419 هـ 1998 م
كتاب الزهد	للإمام الشيخ عبدالله بن المبارك المروزي (المتوفى 181 هـ)	//	//	1419 هـ 1998 م
كتاب العرش	لأبي عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (المتوفى 748 هـ)	مكتبة أضواء السلف ومكتبة الإمام البخاري	الرياض السعودية مصر	1420 هـ 1999 م
كتاب العظيمة	لأبي محمد عبدالله بن محمد بن جعفر بن حيان المعروف بأبي الشيخ الأصبهاني (274-369 هـ)	دار العاصمة	الرياض السعودية	1419 هـ 1998 م
الكشاف	للإمام محمود بن عمر الزَّمَخْشَرِي (المتوفى 528 هـ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1407 هـ 1987 م
كشف الأستار عن زوائد البراز	للحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (735-807 هـ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1399 هـ 1979 م
كشف الظنون	للمؤرخ الكامل مصطفى بن عبدالله المشهور بحاجي خليفة (1017-1067 هـ)	دار إحياء التراث العربي	//	
الآلئ المصنوعة في الأحاديث الموضوعة	للإمام جلال الدين أبي الفضل عبدالرحمن ابن الكمال السيوطي (849-911 هـ)	دار الكتب العلمية	//	1417 هـ 1996 م

1414ھ 1994م	بيروت لبنان	دار الفكر	للمحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (المتوفى 807ھ)	مجمع الزوائد
1419ھ 1998م	الرياض السعودية	مكتبة العبيكان	لشيخ الإسلام تقي الدين أحمد بن تيمية الحرّاني (المتوفى 728ھ)	مجموعة الفتاوى
	بيروت	دار الجبل دار الآفاق الجديدة	لأبي محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم المتوفى (456ھ)	المحلى
1412ھ 1992م	بيروت لبنان	مؤسسة الكتب الثقافية	للمحافظ شهاب الدين أبي الفضل أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى 852ھ)	مختصر زوائد مسند البزار
1423ھ 2002م	القاهرة	مكتبة السنة المحمدية مكتبة ابن تيمية	عبد العظيم بن عبد القوي بن عبد الله بن سلامة بن سعد زكي الدين أبو محمد المنذرى الشامى المصرى (المتوفى 656ھ)	مختصر سنن أبي داود
1413ھ 1993م	الأردن	مكتبة المنار	للشيخ أبي عبد الله محمد بن نصر المروزي (المتوفى 294ھ)	مختصر قيام الليل
1418ھ 1998م	بيروت لبنان	مؤسسة الرسالة	للإمام الحافظ أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني (المتوفى 275ھ)	المراسيل
1420ھ 2000م	مكة المكرمة السعودية	مكتبة نزار مصطفى الباز	للإمام أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابورى (المتوفى 405ھ)	المستدرک
1403ھ 1983م	بيروت دمشق	المكتب الإسلامى	للإمام الحافظ أبي عبد الله أحمد بن محمد ابن حنبل الشيباني البغدادى (164-241ھ)	مسند أحمد (طبع ميمية)
1419ھ 1998م	الرياض السعودية	بيت الأفكار الدولية	للإمام الحافظ أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني البغدادى (164-241ھ)	مسند أحمد (مجلد واحد)
1419ھ 1999م	أمباية	هجر	لسليمان بن داود بن الجارود (المتوفى 204ھ)	مسند أبي داود الطيالسى
1422ھ 2001م	مكة المكرمة السعودية	مكتبة نزار مصطفى الباز	للإمام أبي جعفر محمد بن عمرو بن وهب بن حماد العقيلي (المتوفى 322ھ)	المسند الضعيف

1419ھ	بيروت	دار المعرفة	للإمام أبي عوانة يعقوب بن إسحاق	مسند أبي عوانة
1998م	لبنان		الأسفرائيني (المتوفى 316ھ)	
1412ھ	بيروت	دار الثقافة العربية	للإمام الحافظ أحمد بن علي بن المثنى	مسند أبي يعلى الموصلي
1992م	دمشق		التميمي (210-307ھ)	
1416ھ	//	دار الكتب العلمية	للإمام الحافظ أبي بكر عبد الله بن محمد بن أبي	المصنف
1995م			شيبه (المتوفى 235ھ)	
1403ھ	//	المكتب الإسلامي	للحافظ الكبير أبي بكر عبد الرزاق بن همام	المصنف
1983م			الصنعاني (المتوفى 211ھ)	
1414ھ	//	دار المعرفة	للحافظ ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني	المطالب العالية
1993م			(773-852ھ)	
1993م	//	دار صادر	للإمام شهاب الدين أبي عبد الله ياقوت بن عبد الله	معجم البلدان
			الحموي الرومي البغدادى (المتوفى 626ھ)	
1421ھ	دولة الكويت	مكتبة دار البيان	لأبي القاسم عبد الله بن محمد بن عبدالعزيز	معجم الصحابة
2000م			البغوى (المتوفى 773ھ)	
1420ھ	موصل	مطبعة الزهراء	للحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد	المعجم الكبير
2000م		الحديثية	الطبراني (260-360ھ)	
1403ھ	بيروت	عالم الكتب	لعبد الله بن عبدالعزيز البكرى الأندلسي	معجم ما استعجم
1983م			(المتوفى 487ھ)	
1414ھ	بيروت	دار الفكر	للإمام موفق الدين أبي محمد عبد الله بن	المغنى
1994م	لبنان		أحمد بن قدامة (المتوفى 620ھ)	
1406ھ	//	دار المعرفة	لأبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم	منهاج السنة النبوية
1986م			ابن تيمية الحراني الدمشقي (المتوفى 728ھ)	
1420ھ	//	مؤسسة الرسالة	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبد الله	الموسوعة الحديثية
1999م			بن عبد المحسن التركي	(مسند الإمام أحمد)
1407ھ	القاهرة	مكتبة ابن تيمية	لأبي الفرج عبد الرحمن بن علي بن	الموضوعات
1987م			الحوزي القرشي (510-597ھ)	

النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة	لجمال الدين أبى المحاسن يوسف بن تغرى بُردى (813-874ھ)	وزارة الثقافة مصر	
هداية الرواة	للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	دار ابن القيم ودار ابن عقان	القاهرة 1422 ھ 2001 م

